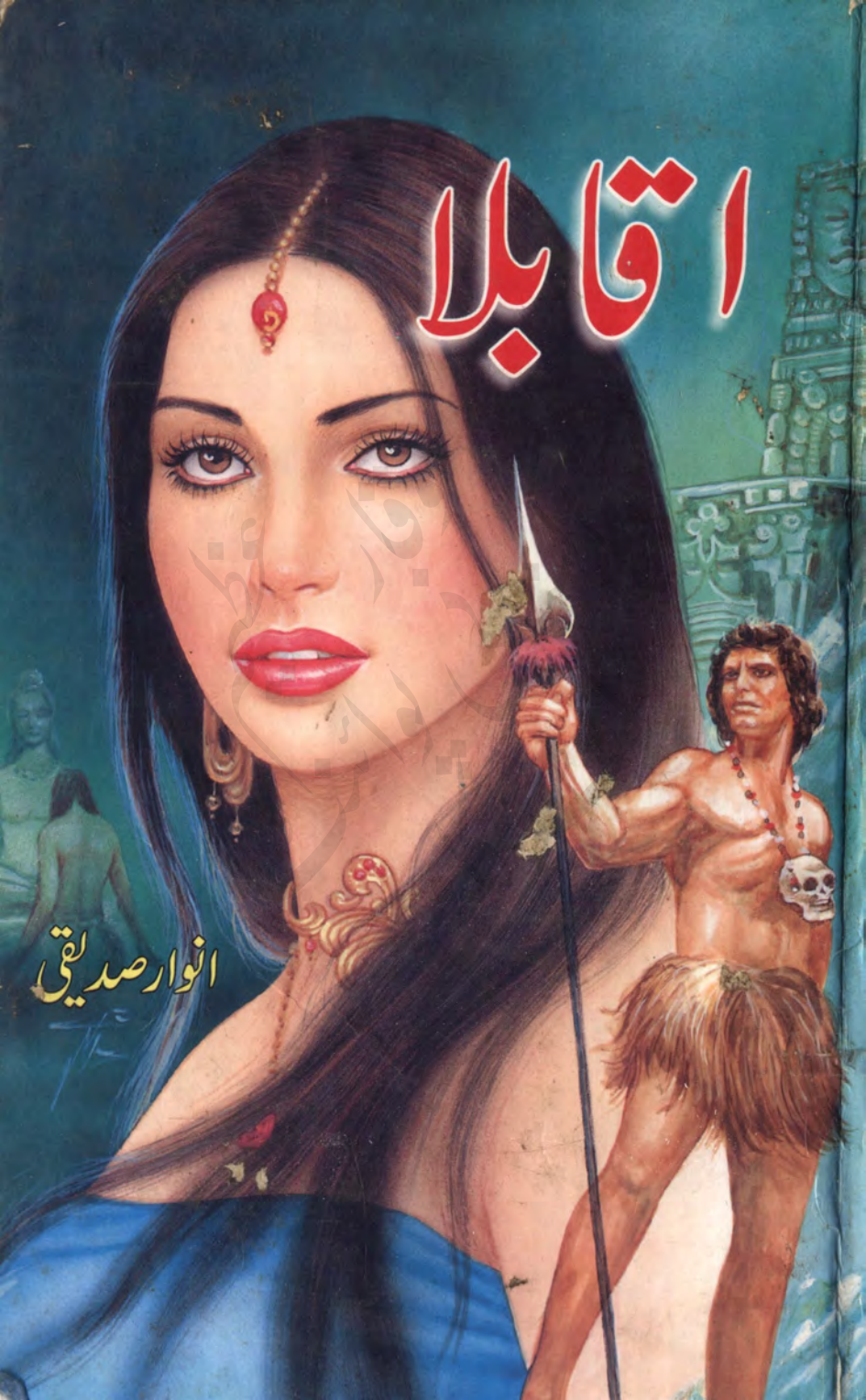
اقابلا
انوار صدیقی

خامشی!

''انکا'' کے بعد ''اقابلا'' حاضر خدمت ہے۔

''اقابلا'' کا سلسلہ بھی طویل مدت تک ''سب رنگ ڈائجسٹ'' میں جاری رہا۔ ان دنوں قارئین بڑی شدت سے ''اقابلا'' کا انتظار کرتے تھے..... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے..... کچھ اسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' کا انتظار تھے..... میں ایسے ہی بے شمار کرم فرماؤں سے واقف ہوں جو بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہونے اور شب و روز اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہونے کے باوجود ''اقابلا'' میں دلچسپی کا وقت نکال لیتے تھے..... کچھ ایسے لوگوں کو بھی جانتا ہوں جو ''اقابلا'' اور ''انکا'' ٹائپ کہانیوں کو سرعام اور برملا ''فضولیات'' اور ''لغو ادب'' کی فہرست میں شمار کرانے میں پیش پیش نظر آتے ہیں لیکن اپنی خلوتوں میں وہ بھی اسی ٹائپ کی کہانیوں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔

میرا ذاتی خیال ہے کہ شاید یہ ادب نواز بزرگ ''فکشن'' کو ادب جان کو پڑھ تو لیتے ہیں لیکن ادب تسلیم کرنے سے یوں کتراتے ہیں کہ کہیں خود ان پر ''بے ادبی'' کا الزام نہ عائد ہو جائے، بہر حال..... خیال اپنا اپنا..... نظر اپنی اپنی.....

''انکا'' کی طرح ''اقابلا'' کو بھی میرے رفیق و محسن جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کتابی شکل میں پیش کر رہے ہیں.....

''اقابلا'' کی کہانی آپکے لئے نئی نہیں ہے۔ آپ اسے ''سب رنگ'' کے خوبصورت صفحات پر طویل عرصے تک دیکھ چکے ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں زمین و آسمان کے قلابے ملانا میرے نزدیک بے

سود ہے۔ آپ ایک ذرا اپنی یادداشت کو کریدیں۔ کہانی کا پس منظر اور اس کے کردار از خود واضح ہوتے چلے جائیں گے۔

کسی کتاب کے شروع میں کچھ نہ کچھ لکھنا چونکہ ایک رسم کی صورت اختیار کر گیا ہے لہٰذا بیگ صاحب کا اصرار ہے کہ میں بھی اس رسم کی ادائیگی سے خود کو بری الذمہ نہ تصور کروں چنانچہ اس رسم کی ادائیگی کو فرض سمجھ کر سبکدوش ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔

مجھے خوب یاد ہے کہ ''انکا'' کے سلسلے میں، میں نے ''شکست'' کے عنوان سے کچھ تعارفی باتیں کی تھیں اور چند تلخ حقائق سے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی..... لیکن شومئی قسمت کہ میری ''شکست'' بھی ہم عصروں کے بار خاطر پر سخت گراں گزری اور انجام کار..... وہ جو تھوڑی سی راہ و رسم تھی وہ بھی جاتی رہی..... لیکن اس بار ڈرتے ڈرتے میں نے ''خامشی'' کو عنوان کیا ہے۔

یوں بھی بولنے سے بات طول پکڑ لیتی ہے..... بات سے بات نکلتی ہے تو پھر وہ چہرے بھی سامنے آجاتے ہیں جو کبھی بڑے سادہ پُرخلوص اور رنگا رنگ نظر آتے تھے..... ذہن کی بساط پر یادوں کی لہریں اُبھر کر ایک دائرہ وسیع کرتی ہیں تو اکثر وہ ماحول بھی یاد آجاتا ہے جو آلودگیوں سے پاک ہوا کرتا تھا..... جس میں ہر سمت، ہر رُخ پیار ہی پیار تھا..... اپنائیت تھی..... پُرخلوص جذبوں کی فراوانی تھی..... باتوں میں مٹھاس ہوا کرتی تھی..... زباں و دل کے ذائقے یکساں ہوتے تھے..... تضاد برائے نام بھی نہ تھا۔

جو گفتگو ہوتی برملا اور کھل کر ہوتی..... دلوں میں کدورتوں کی گنجائش ہی نہ تھی جو رنجشیں جنم لیتیں..... رشتے بڑے مربوط ہوا کرتے تھے..... ایک دوسرے کے احساسات اور جذبات کو سمجھا جاتا، محسوس کیا جاتا تھا..... انسانی قدروں اور حسب مراتب کو مقدم تصور کیا جاتا..... اور ایسا صرف اس لئے تھا کہ حاشیہ برداروں کو مجال نہ تھی جو مخالفتوں کا بیج بو سکیں..... اسے لوگوں کو پذیرائی کبھی نہیں کی جاتی تھی جو آستینوں میں خنجر چھپا کر محفل میں اپنی چرب زبانی سے جگہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور..... ایسا تو پہلے کبھی نہ ہوا تھا کہ محبتوں اور رفاقتوں کے درمیان دراڑیں پیدا ہو جائیں اور یارانِ طریقت ان شگافوں کو بھرنے کے بجائے اس کے حجم کو اور بڑھانے کی کوشش کریں..... لیکن..... ذرا ٹھہریے..... کون صحیح ہے اور کون غلط؟..... اس کا فیصلہ کون کرے گا؟..... اس لئے خامشی ہی بہتر ہے.....!!

انوار صدیقی

عرضِ مکرّر ــــــ!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا'' ۔ ''اقابلا'' ۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا، نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔ البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔ لیکن 1980 سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو ''انکا'' ۔ ''اقابلا'' ۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ

میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جا رہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصر سی تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کر دیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہو رہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میری دوسری ناولوں کی طرح ''انکا''۔ ''اقابلا''۔ ''غلام روحیں'' اور ''سونا گھاٹ کے پجاری'' کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طالب

انوار صدیقی

عزیزہ آنسہ فلورا کے ساتھ بحری سفر کی مسرت نے مجھے دیوانہ کر رکھا تھا، کسٹم کے سائبان میں ں دھرنے کو جگہ نہ تھی، مسافروں کا ہجوم اُمڈا آ رہا تھا، مجھے خطرہ تھا کہ کہیں مسافروں کی ریل پیل سے رک اندام فلورا کا مزاج برہم نہ ہو جائے۔

پہلی بار کسٹم کے سائبان کے بیرونی دروازے کے قریب جب ایک اطالوی باشندہ غیر ارادی در پر اس کے نازک بدن سے مس ہو گیا تو فلورا کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے اپنا بدن سمیٹتے وئے بیزاری سے کہا۔ ''سمندری سفر کے آغاز میں یہ غیر جمالیاتی ہجوم مجھے بڑا گراں گزرتا ہے۔''

میں نے فلورا کے چہرے پر برہمی و بیزاری کے آثار دیکھے تو دل چاہا، اس گستاخ اور بھدے طالوی باشندے کو گریبان سے پکڑوں اور سامان سمیت اُٹھا کر ساحل سے ٹکراتی ہوئی موجوں کے حوالے کر دوں لیکن ظاہر ہے یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا۔ میں کسی نہ کسی طرح جلد از جلد کسٹم سے فراغت پا کر جہاز پر جانے کے لئے بے تاب تھا۔ اصل میں مجھے اس بات کا خدشہ لاحق تھا کہ خدانخواستہ بندرگاہ پر پولیس کے کسی افسر سے مُڈبھیڑ ہو گئی تو فلورا کے میرے ساتھ دیکھے جانے کی اطلاع میرے محترم والد تک پہنچ جائے گی جس کے بعد یہ بات تقریباً طے تھی کہ مجھے اگلی بندرگاہ پر فلورا سے بچھڑ کر جبراً و قہراً بیروت لوٹنا پڑتا۔ میرے والد یوسف الباقر خفیہ پولیس کے محکمے میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے، اسی لئے میں نے فلورا کی برہمی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

''سارا قصور تمہارے جمال دل افروز کا ہے کہ لوگ اپنے اَوسان کھو بیٹھتے ہیں کچھ دیر کی بات ہے، اس کے بعد ہم اپنے سرد کیبن میں ہوں گے جہاں کوئی ہمیں پریشان نہیں کر سکے گا۔''

''جابر.....'' فلورا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ ''تم نے لندن میں دوسری ملاقات کے دوران مجھے بتایا تھا کہ تمہارے والد پولیس میں کسی بڑے عہدے پر ہیں۔''

''ہاں، شبہ ہے کیا؟'' میں نے فخر سے کہا۔

''ارے نہیں۔'' فلورا بولی۔ ''تم جلد فیصلے کرنے کے عادی ہو۔ میرا مقصد یہ تھا کہ جہاز کے کیبن تک پہنچنے کے لئے تم اپنا اثر استعمال کر سکتے ہو۔''

اور اس سے پہلے کہ میں فلورا کی بات کا کوئی جواب دیتا ایک پولیس سب انسپکٹر نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔ ''محترم جابر..... آپ یہاں کہاں، کہاں کے ارادے ہیں؟''

مجھے مخاطب کرنے والا پولیس افسر میرے والد کی ماتحتی میں کام کر چکا تھا اور مجھ سے خاصا بے تکلف تھا۔ وہ مخاطب مجھ سے تھا مگر اس کی نظریں فلورا کے ہوشربا حسن کا جائزہ لے رہی تھیں میں نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرنی چاہی۔

''آج کل تم غالباً یہیں پورٹ پر ہو شاید؟''

''ہاں شرفا کو سفر کرتے ہوئے چیک کرنا میری ڈیوٹی ہے۔'' اس نے ایک بار پھر کنکھیوں سے فلورا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میرے لائق کوئی خدمت؟''

میرے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اپنا مدعا کھل کر بیان کر دوں، سب انسپکٹر نے مسکرا کر معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا پھر دوسری طرف سے جہاز پر لے گیا، میرے اور فلورا کے سامان کی چیکنگ کا مسئلہ بھی ختم ہو گیا، ہمیں کیبن تک چھوڑ کر جب وہ جانے لگا تو میں اس کے ساتھ ہولیا۔ فلورا سے دُور ہٹ کر میں نے اس سے رازداری سے کہا۔ ''عزیز ابوسلمان، کیا میں امید رکھوں کہ تم اس ملاقات کا ذکر کسی سے نہیں کرو گے؟''

''جابر۔ کیا آپ مجھ پر اعتماد نہیں کرتے۔ ظاہر ہے اگر محترم یوسف الباقر کو حالات کا علم ہو گیا تو آپ کے ساتھ ساتھ یقیناً میری شامت بھی آ جائے گی۔'' ابوسلمان نے شرارت سے جواب دیا پھر سرگوشی کی۔ ''معاملہ کیا ہے۔ کون ہیں یہ؟''

''آکسفورڈ میں ملاقات ہوئی تھی، اگر لکیروں نے ساتھ دیا تو یہ تمہاری بھابی بھی بن جائے گی۔'' ابوسلمان کو مطمئن کرنے کے لئے یہ دروغ جائز تھا۔

''اللہ اکبر۔'' اس نے سانس کھینچ کر کہا۔ ''تو ارادے لمبے ہیں؟''

سلمان کچھ چھیڑ خانی کرنے کے بعد رخصتی مصافحہ کر کے چلا گیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا اور اس کیبن کی جانب قدم اٹھا دیئے جو میں نے پہلے ہی سے مخصوص کرا لیا تھا۔

فلورا سے میری پہلی ملاقات آکسفورڈ میں ہوئی تھی، وہاں بھی یہی حال تھا بے شمار لڑکے اس کی ایک نظر التفات کے متمنی رہتے لیکن فلورا ایک سرد اور سنجیدہ لڑکی تھی۔ اگر کبھی یوں ہی سرسری طور پر کسی سے توجہ سے دو باتیں کر لیتی تو دوسرے دن اسکینڈل کھڑا ہو جاتا لیکن جلد ہی دل جلے لڑکوں کو معلوم ہو

تا تھا کہ جو کچھ مشہور ہوا ہے وہ بہتان ہے، عجیب بات یہ تھی کہ فلورا مغربی تہذیب کی پروردہ ہونے کے باوجود لڑکوں سے الگ تھلگ اور بہت محتاط رہنے کی عادی تھی۔

فلورا کی اسی خصوصیت نے مجھے اس کے قریب آنے پر اکسایا تھا، میں نے اس سے ربط ضبط بڑھانے کے لئے حتی الامکان کوشش کی لیکن بات کسی طور آگے نہ بڑھ سکی، فلورا کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ خوش مزاجی سے میری باتیں سن کر مجھے نظر انداز کرتی رہی۔ جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو میں نے ایک ترکیب سوچی، مجھے معلوم تھا کہ مشرق کی رومانی اور سحر انگیز فضا مغرب کی لڑکیوں کو بہت متاثر کرتی ہے۔ میں نے اپنے شہر بیروت، اپنے خاندان، اپنی امارات اور اپنے باپ کے اعلیٰ پولیس کے عہدے کے متعلق بلند بانگ دعوے کیے، میری یہ ترکیب کسی قدر کارگر نکلی۔ میری سحر طراز گفتگو سے وہ متاثر ہوئی اور اس کی حسین نگاہوں میں ایک لمحے کے لئے مخصوص چمک پیدا ہوئی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بڑی بے نیازی سے مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ فلورا کی اس بے رخی سے میرے ارادوں میں جولانی آ گئی میں نے فیصلہ کر لیا کہ ہر قیمت پر اس کافر ادا دوشیزہ کا قرب حاصل کر کے رہوں گا۔ ان دنوں فلورا فرسٹ ایئر میں تھی، امتحان قریب تھے لیکن پھر اچانک نہ جانے کیا ہوا کہ فلورا نے یونیورسٹی آنا بند کر دیا۔ دو چار روز تو کسی نے کوئی خاص توجہ نہ کی مگر بعد میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ ہر لڑکے نے فلورا کی کمی شدت سے محسوس کی، خود میرا بُرا حال تھا۔ میں نے بھی فلورا کو بہت تلاش کیا لیکن زبردست کوشش کے باوجود مایوسی کا سامنا کرنا پڑا، فلورا کی اس اچانک گمشدگی نے اس کی شخصیت کو میرے لئے خاصا پُراسرار اور تجسس انگیز بنا دیا۔ امتحان کی مصروفیت کے باوجود میں فلورا کو نہ بھلا سکا۔

مجھے حیرت تھی کہ مجھ جیسا مشاق شخص فلورا کے قرب سے، کوشش کے باوجود کیوں محروم رہا ہے۔ یہ خودستائی نہیں بلکہ اسے حقیقت کا اظہار سمجھئے..... میں ایک مکمل عرب مرد ہوں۔ عربوں کی مخصوص وجاہت، دبدبہ، مردانہ پن اور دل کشی میری شخصیت میں اپنی تمام صفات کے ساتھ سمٹ آئی ہیں۔ میں اس سے پہلے کہیں ناکام نہیں ہوا۔ جہاں جہاں میری نظر گئی پیغام وصال لائی لیکن فلورا عجیب قسم کی لڑکی تھی اور میں ایک ضدی اور جذباتی شخص ہوں اس لئے فلورا میرے لئے مسئلہ بن گئی تھی اور میں اسے فتح کرنے کے لئے ہر قدم اٹھانے پر تل گیا تھا لیکن اچانک وہ غائب ہو گئی۔

آکسفورڈ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں بیروت واپس آ گیا لیکن فلورا میرے دل و دماغ سے نہ نکل سکی۔ بیروت آ کر میں اپنی مصروفیات میں ایسا الجھ گیا کہ کچھ ہی عرصے بعد میں نے فلورا کو یکسر نظر انداز کر دیا مگر ایک روز اچانک پرانی یادیں پھر تازہ ہو گئیں۔ اُس روز میں معمول کے مطابق اپنے دوستوں کے ساتھ ایک مقامی ہوٹل کے ریستوران میں گیا تو توقع کے خلاف فلورا کو وہاں دیکھ کر

مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہونے لگی، فلورا اپنی روایتی اُداسی کے ساتھ اپنی میز پر تنہا بیٹھی کسی مشروب سے لطف اندوز ہو رہی تھی، بیروت میں اسے دیکھ کر مجھے بڑی حیرت ہوئی۔

میں اس سے ملنے کے لئے تڑپنے لگا لیکن دوستوں کی موجودگی کے باعث ضبط کئے بیٹھا رہا۔ پھر میں ایک خیال کے تحت دوستوں سے معذرت چاہ کر مینجر کے کمرے میں گیا جو میرا واقف کار تھا، میں نے اس سے فلورا کے بارے میں دریافت کیا تو یہ جان کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ فلورا اسی ہوٹل میں گزشتہ چوبیس گھنٹوں سے مقیم ہے۔ مینجر نے مجھے بتایا کہ فلورا نے اپنا کمرہ ایک ہفتے کے لئے محفوظ کرایا ہے، البتہ مینجر نے جب مجھے یہ بتایا کہ کمرہ روزی البرٹ کے نام سے مخصوص کرایا گیا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ نام کی تبدیلی کی کیا ضرورت تھی۔ بہر حال میں اسے فلورا کی کوئی مصلحت سمجھ کر خاموش ہو گیا۔ مینجر کے کمرے سے نکل کر میں دوبارہ اپنی میز پر آ گیا جہاں میرے دوست خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ فلورا بدستور ڈائننگ ہال میں موجود تھی میری نگاہیں بار بار اس کی جانب بھٹک رہی تھیں، ایک بار نظروں کا تصادم ہوا تو فلورا مجھے دیکھ کر چونکی اس کا خوبصورت تبسم اس بات کی علامت تھا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔ اس کی یہ ایک ہی نظر کاری وار کر گئی، میں پھر گھائل ہو گیا۔ دوستوں کی موجودگی کے باوجود میرا دل چاہا کہ اس کی جانب بڑھوں لیکن مصلحت کا تقاضا تھا کہ ضبط کئے بیٹھا رہوں۔ فلورا مسکراتی ہوئی اٹھی، اس نے تم کی ایک اور نظر مجھ پر ڈالی، پھر اقامتی کمروں کی سمت جانے والے زینے کی طرف بڑھتی چلی گئی، جب تک وہ میری نظروں کے سامنے رہی میں کنکھیوں سے اسے دیکھتا رہا پھر احباب کی گفتگو میں شامل ہو گیا، بظاہر میں اپنے احباب کے ساتھ تھا لیکن باطن میں صرف فلورا کا تصور تھا جس میں میں گم ہو گیا تھا۔ اُس دن میں ہوٹل سے جلدی واپس لوٹ آیا، رات بھر بے چینی رہی، اگلی صبح تک انتظار مشکل ہو گیا۔ میں صبح صبح ہوٹل پہنچ گیا، مینجر سے معلوم ہوا کہ فلورا اس وقت اپنے کمرے میں ہے، میں مینجر کو اعتماد میں لے کر اقامتی کمروں کی جانب گیا، فلورا کے دروازے پر دستک دیتے وقت میرے سینے میں ایک سچے عاشق کا دل دھڑک رہا تھا۔ گزشتہ رات فلورا کا دلنشین تبسم میرے شوق کو کامیابی کی نوید دے رہا تھا۔ بہت سے وسوسے دل میں اُجاگر ہو رہے تھے کہیں فلورا پھر بے نیازی اختیار نہ کر لے مگر ایسا نہیں ہوا، وہ مجھ سے آکسفورڈ والی فلورا سے مختلف انداز میں ملی، فلورا سے میں نے اتنی باتیں کیں کہ جلد ہی وہ مجھ سے بے تکلف ہو گئی، گفتگو کے دوران میں نے آکسفورڈ سے اس کی اچانک علیحدگی کے بارے میں پوچھا تو اس نے بڑی ادا سے اپنی آوارہ زلفیں پشت کی جانب جھٹک کر بڑے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''کیا واقعی تم نے بھی یونیورسٹی میں میری کمی محسوس کی تھی؟''

''ہاں .....'' میں نے مسکراتے ہوئے نظریں چُرا کر جواب دیا۔ ''میں سمجھتا ہوں تمہاری کمی

سوس کرنے والوں میں میرا نام سرفہرست تھا۔''

''اوہ۔'' فلورا میرا جواب سُن کر شرما سی گئی، اس نے بڑی خوبصورتی سے آکسفورڈ وللا موضوع ل دیا اور بیروت کے تفریحی مقامات کا ذکر چھیڑ دیا۔ میں اسے تفریح گاہوں کے بارے میں بتاتا رہا ہر جب میں نے دریافت کیا کہ وہ ہوٹل میں اپنے اصل نام کے بجائے روزی کے نام سے کیوں ٹھہری ہے تو فلورا کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ وہ براہ راست میری نظروں سے نظریں ملا کر بولی۔ 'سیدی جابر..... یہ باتیں نہ پوچھو تو بہتر ہے۔ نجی حالات کی کرید میرے نزدیک ایک ناپسندیدہ عمل ہے، میں تمہیں بتاؤں کہ گزشتہ رات تمہیں ہوٹل میں دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی تھی کہ ایک پرانا واقف کار مل گیا۔ یہ بیروت تو اجنبی شہر لگتا ہے میں نے اُس وقت تم سے بات کرنا مناسب نہیں سمجھا، تم اُس وقت اپنے احباب میں گھرے ہوئے تھے، بیروت میں میرا قیام بڑا مختصر ہے، کیا ہی اچھا ہو گا کہ ہم اس دوران دو اچھے دوستوں کی طرح ملتے جلتے رہیں۔ ہمیں غیر ضروری سوالات سے گریز کرنا چاہئے۔''

فلورا کے مزاج سے میں کسی قدر واقف تھا۔ اس کی یہ سنجیدگی اور بے رخی ہی تو نشتر چلاتی تھی۔ اس کا طرزِ عمل دیکھ کر مجھے خود اپنے آپ پر غصہ آ گیا، پہلی ملاقات میں غالباً مجھے فلورا سے کوئی ایسا سوال نہیں کرنا چاہئے تھا۔ یہ بات عشق کی بلاغت کے خلاف تھی، میں نے معذرت چاہی اور گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ ''بیروت میں تمہارا قیام کب تک ہے؟''

''زیادہ سے زیادہ چھ روز، اس کے بعد میں ڈربن روانہ ہو جاؤں گی۔''

فلورا نے آہستہ سے جواب دیا۔ میری معذرت کے بعد اس کے چہرے پر شگفتگی آ گئی تھی۔ وہ مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ کر بولی۔ ''سیدی اگر میں درخواست کروں تو تم ان چھ دنوں میں میرے لئے کچھ وقت نکال سکو گے؟ میں بیروت کے بعض مقامات دیکھنے کی شائق ہوں، تمہارے سوا یہاں میرا کوئی واقف کار نہیں ہے۔''

''زہے نصیب۔ یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔'' میں نے بے باکی کا مظاہرہ کیا تو فلورا نے شرما کر نظریں جھکا لیں۔

دوسرے روز سے میں فلورا کو سارا سارا دن لیے پھرتا۔ یہ میری زندگی کی سب سے دلچسپ اور رنگین شامیں تھیں۔ تین روز تک میں اسے مختلف تفریحی مقامات کی سیر کراتا رہا، چوتھے روز میں نے اسے ایک اعلیٰ درجے کے شبینہ کلب میں لے جانے کی پیش کش کی۔ میرا خیال تھا کہ فلورا میری پیش کش رد کر دے گی، گزشتہ تین دنوں میں اس کا بیشتر وقت میرے ساتھ گزرا تھا لیکن اس نے مجھے کبھی ایک خاص حد سے آگے بڑھنے کا موقع نہیں دیا تھا، وہ اچانک بے تکلفی سے ہنستے ہنستے سنجیدگی اختیار

کر لیتی، عجیب طبیعت پائی تھی اس نے، بہر حال جب میں نے شبینہ کلب کا پروگرام بنایا تو فلورا تھوڑی سی جھجک کے بعد راضی ہوگئی، مجھے اُمید تھی کہ شبینہ کلب میں مجھے اس سے کچھ اور قریب ہونے کا موقع مل سکے گا میں وہ لمحات پوری طرح استعمال کرنا چاہتا تھا۔ یہ عرصہ اُس پر چھانے کے لئے کم تھا لیکن میں کوئی لمحہ ضائع نہیں کر رہا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ یورپ کی عام لڑکیوں سے بالکل مختلف تھی۔ وہ کھل رہی تھی مگر بہت آہستہ آہستہ۔ کلب میں، میں نے عربوں کی تمام تر فصاحت کے ساتھ کچھ شوق کرنے کے بارے میں اس سے دریافت کیا تو وہ میرا چہرہ تکنے لگی۔ پھر شرما کر بولی۔ ''ہاں سیدی جابر۔ یورپ میں تو یہ شوق عام ہے، اس لئے میں بھی اس سے محروم نہیں ہوں، واقعی ایک دو پیگ شیری کے بغیر یہاں کا لطف تشنہ رہ جائے گا۔''

میں نے بیرے کو بلا کر فلورا کے لئے شیری کا آرڈر دیا۔ دوسرا پیگ ختم کر کے اس نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ''کیا خیال ہے سیدی جابر۔ ہمیں اب چلنا چاہئے۔''

میں نے کبیدہ خاطر ہو کر کہا۔ ''اتنی جلدی کیا ہے فلورا، ابھی تو محفل کا رنگ اور نکھرے گا۔''

''مجھے ان ہنگاموں سے کوئی خاص دلچسپی محسوس نہیں ہو رہی ہے سیدی جابر۔'' فلورا نے سنجیدگی سے کہا۔ ''یقین کرو میں یہاں محض تمہاری وجہ سے چلی آئی تھی۔ یہ لوگ حسن و جمال، لطافت اور نزاکت سے بے بہرہ ہیں۔ مجھے یہاں اب وحشت ہو رہی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے وہ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ مجبوراً مجھے بھی اُس کی پیروی کرنا پڑی، باہر آ کر جب میں نے گاڑی سٹارٹ کی اور کھلی سڑک پر آیا تو فلورا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''سیدی..... تم اچانک اُداس کیوں ہو گئے، کیا میری کوئی بات گراں گزری ہے؟''

میرا دل چاہا کہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دوں، فلورا جس لہجے اور رویئے سے پیش آ رہی تھی وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا میں نے گردن گھما کر اسے غور سے دیکھا، پھر نظریں سڑک پر جما دیں، مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا، فلورا نے میری کیفیت کا اندازہ لگایا تو ندامت آمیز لہجے میں بولی۔ ''سیدی جابر۔ تمہارے ساتھ گزارے ہوئے یہ حسین لمحات مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے، کاش میں کچھ دن اور یہاں قیام کر سکتی۔''

''کیا تمہارا ڈربن جانا بہت ضروری ہے فلورا؟'' میں نے اکتاہٹ سے پوچھا۔

''ہاں.....'' وہ ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''ضروری ہی سمجھو جابر، کچھ ایسا ہی کام ہے۔''

''ایک بات کہوں، میں تو ابھی تمہیں سمجھنے سے بھی قاصر ہوں فلورا۔'' میں روانی میں کہہ گیا پھر بات بنا کر بولا۔ ''میرا مقصد ہے کہ اگر تم بیروت میں کچھ دن اور رُک جاتیں تو مجھے یقیناً خوشی ہوتی۔''

فلورا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے شبہ تھا کہ شاید میں نے کچھ تلخی اختیار کی ہے۔

نے کنکھیوں سے اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لینا چاہا، فلورا میری طرف دیکھ رہی تھی جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ میں اُس حسین لمحے میں الجھ گیا اور میں نے سامنے سیاہ سڑک پر نظریں جما دیں، ہ لمحے یوں ہی خاموشی میں گزر گئے۔ پھر اچانک میرے دل کا عجیب عالم ہو گیا، فلورا نے قریب ہو اپنا سر میرے بازو پر ٹکا دیا، اور مترنم آواز میں بولی۔ ''سیدی جابر..... اگر میرے بس میں ہوتا تو بیروت کو کبھی خیر باد نہ کہتی۔''

''خوب!..... یہاں کی کیا چیز تمہیں پسند آ گئی؟'' میں نے لطیف انداز میں دریافت کیا۔

''یہاں بہت کچھ ہے..... یہاں تم بھی تو ہو۔''

''فلورا.....'' میں جذباتی ہو گیا۔ ''تم میرے لئے ایک معمہ بن گئی ہو، ایسا معمہ جو حل نہ سکے۔''

''جو معمہ حل ہو جائے وہ معمہ نہیں ہوتا سیدی!'' فلورا کا انداز فلسفیانہ تھا۔

''کیا تم بیروت میں اپنا قیام چند دنوں کے لئے اور نہیں بڑھا سکتیں؟'' میں نے اشتیاق سے کہا۔ ''کم از کم میری درخواست پر۔''

''میں مجبور ہوں سیدی..... البتہ ایک صورت ہو سکتی ہے تم میرے ساتھ.....''

مجھے کرب کا احساس اور شدید ہو گیا، میں اس کا مفہوم سمجھ چکا تھا لیکن پوری بات اس کی زبان سے سننے کا متمنی تھا۔

''فلورا..... تم چپ کیوں ہو گئیں؟ تم کچھ کہہ رہی تھیں۔''

''مجھے خیال آ گیا سیدی۔'' فلورا نے اس بار کسی قدر درد بھرے لہجے میں کہا۔ ''مجھے خیال آ گیا کہ میں تم سے اپنی بساط سے بڑھ کر کچھ کہہ رہی ہوں۔ اگر تم میری خواہش سے انکار کر دیتے تو مجھے یقیناً دکھ ہوتا، میں بھول گئی تھی کہ ہماری ملاقات ابھی محض رسمی حدود میں ہے۔''

''نہیں نہیں عزیز فلورا.....'' مجھ پر پھر جذبے طاری ہو گئے۔ ''میں تو اتنا بڑھ گیا ہوں کہ تمہاری خاطر اپنی زندگی بھی قربان سکتا ہوں۔''

''جابر.....'' فلورا نے پہلی مرتبہ میرے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر کے کہا۔ ''میری خواہش ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ڈربن چلو، وہاں میرا قیام صرف تین دن رہے گا اُس کے بعد میں بیروت واپس آ جاؤں گی، تم ساتھ رہو گے تو یہ طویل سفر بہت دلچسپ ہو جائے گا۔'' میں نے گاڑی کا رُخ ساحلی سڑک کی جانب موڑ دیا کیوں کہ یہ راستہ قدرے طویل تھا، ہوٹل تک فلورا مجھ سے مسکرا مسکرا کر گفتگو کر رہی، میری خواہش تھی کہ کچھ لمحے فلورا کے ساتھ اس کے کمرے میں بھی گزاروں لیکن ہوٹل پہنچ کر جب اس نے گاڑی سے اُترتے ہی ہاتھ ہلا کر خدا حافظ کہا تو میں ہاتھ مل کر رہ گیا اور مایوس ہو کر گھر کی

سمت چل دیا۔

اگلے روز میں نے ڈربن جانے والے پہلے جہاز میں اوّل درجے کا ایک کیبن محفوظ کروالیا اور فلورا کے ہوٹل پہنچ کر اسے ٹکٹ دکھایا تو اس کے چہرے پر بے بسی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ وہ ترشی سے بولی۔ ''تم نے عجلت سے کام لیا ہے، اس سلسلے میں تم نے مجھ سے کسی رقم کا مطالبہ بھی نہیں کیا؟''

فلورا کی اس بات پر مجھے بڑی ندامت محسوس ہوئی، بلاشبہ اس کی جگہ اگر کوئی اور لڑکی ہوتی تو میرا ردعمل مختلف ہوتا لیکن فلورا کی بات ہی کچھ اور تھی، جیسے جیسے وہ مجھ سے کھنچتی، بُعد کا اظہار کرتی، میں اور بے قرار ہو جاتا۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ اس ضدی اور سرکش لڑکی کو تسخیر کر کے رہوں گا۔

بہرصورت میں نے فلورا کے اس رویئے کی بھی کوئی پروا نہیں کی۔ میں نے کہا۔ ''پرسوں ہماری روانگی ہے، صرف کل کا دن درمیان میں ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ اگر ہم آج ہی سفر کے لئے کچھ خریداری کرلیں تو زیادہ مناسب رہے گا۔''

فلورا نے ایک بار پھر کرائے کی رقم ادا کرنے کی پیش کش کی۔ میں نے اُس سے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر اس نے دوبارہ اصرار کیا تو میں ناراض ہو جاؤں گا۔ وہ خاموش ہوگئی، میں اسے بیروت کے بازاروں میں گھماتا رہا۔ فلورا نے اپنے لیے سفری ضرورت کی دو چار چیزیں خریدیں اور کچھ سامان میرے لئے بھی خریدا، رقم اسی نے ادا کی، میں نے زبان بند رکھی، خطرہ تھا کہ وہ ناراض نہ ہو جائے، دوپہر تک میں اس کے ساتھ رہا پھر گھر آ گیا۔ اب والد صاحب سے روانگی کی اجازت لینا میرے لئے سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ اپنے محکمے اور عہدے کے اعتبار سے وہ بڑے سخت مزاج واقع ہوئے تھے، ان کے سامنے میرے لئے ڈربن جانے کا کوئی جواز پیش کرنا بہت مشکل تھا، کوئی معقول عذر سمجھ میں نہ آیا تھا۔ اُس روز رات بھر میں اسی فکر میں مبتلا رہا کہ والد صاحب کو کس طرح مطلع کیا جائے۔ جہاں تک گھر کے ماحول اور والد صاحب کی طبیعت کا تعلق تھا وہ خاصے آزاد خیال تھے، بیروت میں انہوں نے میرے نجی تفریحی مشاغل کبھی تشویش کی نظروں سے نہیں دیکھے لیکن وہ اتنے زیادہ آزاد خیال بھی نہیں تھے کہ اگر میں کھل کر دل کی بات کہہ دیتا تو وہ میری صاف گوئی سے متاثر ہو کر مجھے ایک مغربی لڑکی کے ساتھ ڈربن جانے کی اجازت دے دیتے، اب یہی ایک صورت تھی کہ کوئی عذر تراشوں اور انہیں اس بات کی ہوا تک نہ لگنے دوں کہ میں ڈربن تنہا نہیں بلکہ ایک مجسم قیامت دوشیزہ فلورا کے ساتھ جا رہا ہوں۔ یقیناً فلورا کسی قیامت سے کیا کم تھی..... سفر کے تصور اور والد صاحب کی ناراضگی کی فکر سے میرا ذہن متضاد خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ دُوسری صبح میں جلدی اُٹھ گیا۔ میرے پاس صرف ایک دن باقی تھا۔ اگلی صبح مجھے فلورا کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔ گزشتہ رات میں مصمم ارادہ کر چکا تھا کہ چاہے کتنی ہی رکاوٹیں ہوں، فلورا کے ساتھ سفر کرنے کا یہ خوب صورت موقع کسی قیمت پر

ہ سے نہ جانے دوں گا لیکن یہ بات اپنی جگہ تھی کہ والد صاحب کی ناراضگی میرے لئے وبال جان سکتی تھی۔

ناشتے کے دوران کئی بار ارادہ کیا کہ ہمت کر کے والد صاحب سے ڈربن کے سفر کا ذکر چھیڑ ں مگر زبان سے مدعا بیان نہیں ہو پا رہا تھا۔ والد صاحب بھی اُس صبح کچھ فکرمند اور پریشان نظر آتے ے۔ میز پر کوئی فائل کھلی پڑی تھی اور بار بار فون آ رہے تھے، ماتحتوں سے ان کی گفتگو کچھ اس انداز ں ہوتی تھی کہ عام آدمی کچھ نہیں سمجھ پاتا تھا۔ میں اتنا ضرور سمجھ گیا کہ کوئی خاص معاملہ درپیش ہے۔ ہ دفتر جانے کے لئے تیار ہو کر کمرے سے باہر نکلے تو میری حالت قابل رحم ہوگئی۔ عجیب کش مکش تھی، یرے لئے یہ آخری موقع تھا اس لئے کہ دفتر سے والد صاحب کی واپسی کا وقت ہمیشہ غیر متعین اور یر یقینی ہوتا تھا۔ وہ اکثر آدھی آدھی رات کے بعد لوٹتے تھے، مجھے بہر قیمت صبح روانہ ہونا تھا، ابھی ین اسی الجھن میں گرفتار تھا کہ والد صاحب کے پاس ایک فون آیا۔ فون پر کوئی اہم بات کرنے کے بعد انہوں نے مجھے آواز دی' میں دھڑکتے ہوئے دل سے قریب گیا تو انہوں نے جیب سے ایک بند لفافہ نکال کر میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''اس لفافے میں ایک خاص تصویر اور کچھ اہم دستاویزیں موجود ہیں، تمہیں یہ لفافہ لے کر آج ہی ہانگ کانگ جانا ہے، آج رات کی پرواز سے اپنی نشست محفوظ کروالو۔ باقی ہدایات بعد میں دی جائیں گی۔''

''ہانگ کانگ!'' میں چونک پڑا۔ ''مگر میں.....''

میرے منہ کی بات منہ میں رہ گئی، والد صاحب نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''تم اس کام کے لئے موزوں شخص قرار دیئے گئے ہو، تمہیں آج ہی روانہ ہونا ہے۔''

میں کچھ نہ کہہ سکا۔ ''بہتر ہے۔'' میں نے بڑی سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

میرے لئے والد صاحب کی یہ ہدایت کوئی نئی بات نہیں تھی اس سے پیشتر بھی وہ متعدد بار مجھے اہم سرکاری دستاویزات دے کر مختلف شہروں میں بھیج چکے تھے۔ ہانگ کانگ اور ڈربن دو بالکل مختلف سمتیں۔ میرا دماغ چکرا گیا۔ بھلا میں ڈربن جانے کا ارادہ کیسے ملتوی کرسکتا تھا۔ اچانک ایک ترکیب ذہن میں آئی میں نے والد صاحب کی یہ ہدایت غنیمت سمجھی۔ گویا خود قدرت نے بیروت سے روانہ ہونے کی سبیل پیدا کر دی تھی۔ مجھے احساس تھا کہ میرے ہانگ کانگ نہ پہنچنے پر والد صاحب ایک ہنگامہ کھڑا کر دیں گے لیکن فلورا کے ساتھ بحری سفر کے حسین تصور کے آگے والد صاحب کی برہمی اور ناراضی کا سودا اتنا مہنگا نہ تھا۔ میں نے اسی رات رخت سفر باندھا اور ہوائی اڈے جانے کے بہانے مقررہ وقت سے بہت پہلے فلورا کے ہوٹل چلا گیا، فلورا سے میں نے یہ بہانہ کر دیا کہ مجھے صبح دیر سے اُٹھنے کی عادت ہے اس لئے رات ہی سے آ گیا ہوں۔

دوسرے روز جب میں ہوٹل سے بندرگاہ کے لئے روانہ ہوا تو میری عجیب حالت تھی۔ مجھے اس بات کا خوف پریشان کئے ہوئے تھا کہ اگر راستے میں یا بندرگاہ پر کسی نے مجھے دیکھ لیا اور اس کی اطلاع والد صاحب کو پہنچا دی تو قیامت آ جائے گی لیکن قسمت مجھ پر مہربان تھی اس لئے ابوسلمان کے علاوہ کسی اور سے ملاقات نہ ہوئی اور ابوسلمان نے مجھ سے رازداری کا وعدہ بھی کر لیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے گا کیونکہ گزشتہ دنوں ایک دو موقعوں پر میں والد صاحب سے اس کی سفارش کر چکا تھا۔

ابوسلمان کو رخصت کر کے میں اپنے کیبن کی طرف چل دیا جہاں فلورا موجود تھی۔ پورٹ سعید تک میں نے بہت احتیاط سے کام لیا، نہ فلورا سے زیادہ بے تکلف ہونے کی کوشش کی نہ کیبن سے زیادہ دیر تک باہر رہا لیکن پورٹ سعید سے گزرنے کے بعد میں نے ذرا آزادی کا سانس لیا اور میرے ارادوں پر بہار آنے لگی۔ فلورا اور میں ایک ہی کیبن میں تھے، اس لئے ہمارے درمیان تکلفات کی وہ دیوار اُس حد تک برقرار نہ رہ سکی جو بیروت کی بندرگاہ تک قائم تھی، میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ فلورا کے انداز میں بڑی تبدیلی آ گئی ہے۔ وہ میری شریک سفر بننے پر بے حد مسرور تھی مگر ابھی تک راز و نیاز کی کوئی بات اس سے نہیں ہوئی تھی ایک حجاب اب بھی موجود تھا۔ جہاز میں میری ملاقات سیکنڈ آفیسر احمد بن طاہر سے ہوگئی جو کسی زمانے میں بیروت میں میرا ہم جماعت تھا، احمد بن طاہر سے ملاقات کے بعد میرا وقت بہت اچھا گزرنے لگا، فلورا بھی احمد سے بے تکلف ہونے لگی۔ اَب مجھے والد صاحب کے دیئے ہوئے بند لفافے کے سوا اور کوئی فکر نہیں تھی۔ دو ایک بار میں نے ارادہ کیا کہ یہ لفافہ ہانگ کانگ میں اپنے چچا کے پتے پر روانہ کر دوں۔ میرے چچا وہاں کاروبار کرتے تھے لیکن پھر میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

ایک ہفتے تک کوئی ایسی قابل ذکر بات نہیں ہوئی جسے قلم بند کیا جائے لیکن ساتویں روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے بہت کچھ اُلجھا دیا، اُس روز شام کے ناشتے کے بعد میں اپنے دوست احمد بن طاہر کے ساتھ اس کے کیبن تک چلا گیا اور آدھ گھنٹے بعد واپس لوٹا تو فلورا کیبن میں موجود نہیں تھی، مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے وہ ابھی تک طعام گاہ میں ہو، میں اس طرف چلا گیا لیکن فلورا وہاں بھی نہیں ملی، میں نے اسے کھیلوں کے کمرے اور بار میں بھی تلاش کیا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ میں عرشے کی طرف بڑھا، مجھے معلوم تھا کہ جہاز میں احمد کے سوا فلورا کی کسی سے جان پہچان نہیں تھی۔ ایسی صورت میں اس کا نظر نہ آنا تشویش کا باعث تھا، میں نے عرشے پر مسافروں کی ریل پیل میں اسے ڈھونڈا۔ وہاں بھی مایوسی ہوئی، بے شمار مسافر عرشے پر جمع تھے اور سمندر کا نظارہ کر رہے تھے، میں آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا ریلنگ کے قریب چلا گیا اور کچھ دیر وہاں کھڑا ہو کر فلورا کے بارے میں سوچتا رہا۔ سمجھ

میں نہیں آتا تھا کہ فلورا کہاں غائب ہوگئی ہے۔ میں اسی اُلجھن میں تیزی سے پلٹا تو اچانک میرا ٹکراؤ افریقی نسل کی ایک بوڑھی عورت سے ہوگیا، جسے میں عرشے پر آتے وقت نیچے دیکھ چکا تھا، ٹکر خاصی شدید تھی۔ بوڑھی عورت اپنا توازن کھو بیٹھی اور لڑکھڑا کر عرشے پر گری تو اس کی پیشانی سے خون بہہ نکلا۔ میں پشیمان ہو کر اسے دیکھنے لگا اس کے دونوں ہاتھوں میں زنگ آلود لوہے کے کڑوں کے علاوہ ہاتھی دانت کی بے ہنگم موٹی موٹی چوڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ گلے میں آٹھ دس مالائیں جھول رہی تھیں جن میں سے کچھ مالائیں موٹے موٹے پتھروں کی تھیں، ایک دو میں سیپیاں پروئی گئی تھیں، ایک مالا کسی جانور کی کھوپڑی کی تھی جسے میں نے عرشے پر آتے وقت خاص طور سے دیکھا تھا، وہ اپنی خون آلود پیشانی پونچھتی ہوئی اٹھی تو اس کی آنکھوں میں سخت غصے کی کیفیت تھی، وہ بید مجنوں کی طرح لرز رہی تھی۔ حقارت، نفرت اور انتقام کا جذبہ اس کی آنکھوں میں عود کر آیا۔ ان نظروں میں کچھ ایسا جادو تھا کہ مجھے جھرجھری آ گئی، میں نے افریقہ کے کالے جادو اور پُراسرار دیوی دیوتاؤں کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا، مجھے افریقی زبان پر عبور نہیں تھا لیکن ٹوٹی پھوٹی بول لیا کرتا تھا، چنانچہ میں نے بوڑھی عورت سے معذرت کرتے ہوئے کہا۔ ''ماما..... آشوریکا۔'' (مقدس ماں، میں معافی کا خواستگار ہوں)

اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئی تھیں اور شکل بھیانک ہوگئی تھی، وہ مجھے کسی ڈائن اور چڑیل کے روپ میں نظر آئی، وہ ایسی لگ رہی تھی جیسے کوئی پُراسرار ساحرہ ہو۔ مجھے افریقی زبان بولتے دیکھ کر وہ ایک پل کے لئے چونکی پھر اس نے بُرا سا منہ بنا کر غصے سے عرشے پر تھوکا اور غضب ناک نظروں سے مجھے گھورتی ہوئی بولی

(پڑھی نہیں جا رہی)

راہوغوغا۔'' (تو مجرم ہے، تو نے میری روح زخمی کی ہے، دیوتا تجھے برباد کریں گے)

اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا، بوڑھی ساحرہ نے گردن جھکا کر اپنے گلے کی وہ مالا دیکھی جس میں جانور کی مختصر سی کھوپڑی ٹوٹی ہوئی حالت میں موجود تھی، میں نے بوڑھی ساحرہ کو سرتاپا لرزتے دیکھا، اس کی شعلہ بار نگاہوں سے آنسو بہہ نکلے، وہ دزدیدہ نظروں سے ٹوٹی ہوئی کھوپڑی کی طرف دیکھتی رہی، پھر دوبارہ اس نے مجھے خوف ناک آنکھوں سے دیکھ کر دونوں ہاتھ فضا میں بلند کئے اور قہر و غضب کے لہجے میں بولی۔ ''رابوشی گاما، جارا کا کالی اورا' سا گونا روشی مارا، راہوغوغا..... راہوغوغا۔'' (تو نفرت کے قابل ہے، تو نے عظیم ''جارا کا کا'' کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کی ہے، اب آسمان کی نحوستیں تیرا مقدر بنیں گی، دیوتا تجھے برباد کر دیں گے)

''جارا کا کا'' کا نام سن کر میں حیرت سے اُس لرزتی ہوئی بڑھیا اور اس کی مالا کی طرف گھورنے

لگا۔ مالا میں ٹوٹی ہوئی کھوپڑی جھول رہی تھی، مجھے جارا کا کا کے بارے میں معلوم تھا کہ وہ افریقہ کے گھنے اور نا قابل تسخیر جنگلوں میں پائے جانے والے آدم خور نیولوں کی نسل میں سب سے افضل اور قابل پرستش دیوتا سمجھا جاتا تھا، پس ماندہ اور ضعیف الاعتقاد جنگلیوں کا عقیدہ تھا کہ جس شخص کے پاس جارا کا کا کی کھوپڑی ہو وہ دنیا کے ہر جادو سے محفوظ رہتا ہے اور مقدس جارا کا کا کی کھوپڑی اُس شخص کو نعمتوں سے مالا مال کرتی رہتی ہے، کچھ دیر تک میں تعجب خیز نظروں سے وہ ٹوٹی ہوئی بے ہنگم کھوپڑی تکتا رہا پھر میں نے معذرت طلب لہجے میں کہا۔ ''ماما..... آشوریکا' لی گورا آشربی۔'' (مقدس ماں میں معافی کا خواستگار ہوں' میں نے تمہیں دیدہ دانستہ تکلیف نہیں دی ہے۔)

''ابیش..... ابیش، میکو بالوراہو۔'' (خاموش، خاموش، آہ مقدس دیوتا مجھے بلا رہے ہیں۔ بوڑھی ساحرہ نے سرتا کانپتے ہوئے کہا پھر وہ برق رفتاری سے بھاگتی ہوئی ریلنگ کے قریب گئی اور دوسرے ہی لمحے اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی اور تیزی سے ہوا کہ میری آنکھوں میں سوزش ہونے لگی۔ میرے نزدیک مختلف رنگ و نسل کے بہت سے مسافر کھڑے تھے وہ سب ہکا بکا رہ گئے۔ بڑھیا کے اس سنگین اقدام سے ہر طرف سنسنی دوڑ گئی۔ پھر جہاز کے افسروں نے آکر معاملے کی چھان بین کی اور ضروری خانہ پُری کے بعد معاملہ رفع دفع کر دیا۔ میں بوجھل قدم اٹھاتا ہوا عرشے سے نیچے آیا اور اپنے کیبن کی سمت جانے لگا، فلورا کی گمشدگی اور بوڑھی ساحرہ کی پُراسرار موت نے ہیجان برپا کر دیا تھا۔ بوائیلر کے قریب سے گزر کر میں فرسٹ کلاس کے کیبن کی طرف والی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا کہ میری نظر معاً دوسرے درجے کے کیبنوں کی سمت اٹھ گئی اور میں ٹھٹک کر رک گیا، ہر چند کہ فلورا کا نصف چہرہ ایک کیبن کی آڑ میں تھا تاہم وہ فلورا تھی۔ وہ اس وقت ایک پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسم کے مرد سے گفتگو میں مصروف تھی، شکل وصورت کے اعتبار سے وہ شخص امریکی نژاد معلوم ہوتا تھا۔ فلورا کے ساتھ اس کے انداز تخاطب سے معلوم ہوتا تھا جیسے اسے فلورا پر کوئی برتری حاصل ہے، میرا خون تیزی سے گردش کرنے لگا۔ یہ کون شخص ہے اور فلورا اس راز داری سے اس سے کیوں باتیں کر رہی ہے۔ فلورا تو اور معمہ بنتی جا رہی تھی۔ میں نے دوسرے درجے کے اس حصے کی سمت جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ وہ پستہ قد آدمی فلورا سے کچھ کہہ کر دوسری سمت چلا گیا اور فلورا اپنے کیبن کی طرف بڑھنے لگی، اس کے چہرے پر فکرمندی کے تاثرات عیاں تھے، وہ اپنے خیالات میں اس قدر منہمک تھی کہ اس نے مجھے بھی نہیں دیکھا اور میرے قریب سے گزرتی ہوئی کیبن میں چلی گئی۔ میرے جی میں آیا کہ اب مجھے فلورا سے کھل کر بات کر لینی چاہئے اور اُس پستہ قد شخص کے بارے میں اس سے باز پرس کرنی چاہئے لیکن پھر کچھ سوچ کر میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اپنی جذبات کشاکش کم کرنے کے لئے اور بوڑھی ساحرہ کی

موت کا ہول ذہن سے جھٹک دینے کے ارادے سے میں جہاز کے بار روم کی جانب چلا گیا۔

پہلے ہی گھونٹ نے اپنا اثر دکھایا اور کچھ دیر بعد میں قدرے معمول پر آ گیا، پھر مجھ پر سرور طاری ہو گیا اور میں بل ادا کرنے کے بعد بار روم سے باہر نکل آیا۔ اس عرصے میں سکون کے ساتھ میں نے بہت سوچا اور فلورا کی شخصیت کے بارے میں چھان بین کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اُس پستہ قد شخص کو فلورا سے گفتگو کرتے دیکھ کر فلورا کے متعلق میرے احساس جمال پر چوٹ سی لگی۔ تمام لطافتیں تاثر کھوتی جا رہی تھیں۔ فلورا مجھے ایک بالکل عام لڑکی کی صورت میں نظر آئی اور میں نے ارادہ کر لیا کہ حسن کے اس سمندر سے تشنہ کام لوٹنا حماقت ہے۔ میں نے سوچا کہ اب وہ حد بندیاں پھلانگنے میں بھی دیر نہیں لگائی جائے گی جو فلورا کے محتاط رویے نے ایک ہی کیبن میں رہنے کے باوجود قائم رکھی تھیں، فلورا جب دوسرے درجے کے مسافروں تک کو نواز رہی تھی تو پھر میں کیوں تشنہ رہ سکتا تھا، میں اپنے انہی ارادوں میں سرشار آگے بڑھ رہا تھا کہ سامنے سے میرا دوست احمد بن طاہر آ گیا۔ اس نے مجھے روک کر بوڑھی عورت کی پُراسرار موت کا ذکر چھیڑ دیا جس کی اطلاع غالباً اسے جہاز کے دوسرے افسران سے مل چکی تھی، میں نے سرسری طور پر اسے اصل واقعے سے آگاہ کیا تو وہ سنجیدگی سے کہنے لگا۔ ''جابر۔ اگر میرا مشورہ مانو تو آنے والی بندرگاہ سے سفر ترک کر کے واپس بیروت چلے جاؤ۔''

''کیوں.....؟'' میں نے تعجب سے کہا۔ ''اچھا سمجھا۔ تم اب غالباً مجھے افریقہ کے دیوی دیوتاؤں اور اُس علاقے کے بارے میں مشہور پُراسرار واقعات کی تفصیل بتا کر توہمات کا شکار کرنے کی کوشش کرو گے؟''

''تم اس وقت مستی میں ہو جابر جو ایسا کہہ رہے ہو۔'' احمد بن طاہر نے اداس لہجے میں کہا۔ ''ورنہ تم عظیم افریقہ کے اسرار کے بارے میں ضرور سنجیدگی اختیار کر لیتے۔''

''اب چپ بھی رہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم جن روایتی باتوں اور مفروضہ قصے کہانیوں کو اہمیت دے بیٹھے ہو اُن کی میرے نزدیک کوئی اہمیت نہیں ہے، میرے خیال سے جنگلی قبائل نے سیاحوں سے محفوظ رہنے کے لئے من گھڑت کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ میرے دوست، اس سائنسی دور میں ان کا حقیقت سے دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

''تم جانو.....'' احمد نے کہا۔ ''کوئی مصدقہ بات تو تم بھی نہیں کہہ سکتے۔ میں ایک بار پھر تمہیں مشورہ دوں گا کہ یہ سفر ترک کر دو۔''

''میرے دوست، میں تمہارے مشورے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوں، بشرطیکہ تم اس ضمن میں کچھ ایسے ٹھوس دلائل پیش کر سکو جنہیں عقل سلیم تسلیم کر لے۔''

''میں عقل سلیم کی بنا پر نہیں بلکہ ذاتی تجربوں کی بنا پر تمہیں ایک معقول مشورہ دے رہا ہوں۔''

احمد بن طاہر نے جواب دیا۔ ''تم اگر چاہو تو میں اس سلسلے میں تمہیں کیپٹن سے بھی ملوا سکتا ہوں، ویسے میں تمہیں صرف اتنا بتا دوں کہ افریقی بندرگاہوں سے گزرتے ہوئے ہم سب جہاز کے وسیع و عریض گوشوں سے سمٹ کر اپنے کیبنوں تک محدود رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میری آٹھ سال کی ملازمت کے دوران میں جو پُراسرار اور حیرت انگیز واقعات رونما ہو چکے ہیں، اگر میں تمہیں تفصیل سے بتاؤں تم کیا ''کوئی'' بھی سمجھ دار شخص ان باتوں پر یقین نہیں کرے گا مگر کچھ باتیں جو میں اپنی نظروں سے دیکھ چکا ہوں، ان کے بارے میں تم کیا کہو گے؟''

''ہو سکتا ہے تم نے وہ چشم دید واقعات غلط رنگ دے کر سمجھنے کی کوشش کی ہو۔'' میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

احمد بن طاہر طنزیہ انداز میں مسکرا کر کچھ توقف کے بعد بولا۔ ''گیارہ ماہ پہلے کا واقعہ ہے، ایک بدنصیب مسافر میرے جہاز پر سفر کر رہا تھا، وہ بھی تمہاری طرح سفر کے دوران اتفاقیہ طور پر ایک عجیب حادثے سے دوچار ہو گیا تھا۔ جانتے ہو بعد میں اس پر کیا گزری تھی؟''

میں نے مضحکہ اڑایا۔ ''تو افریقی چکھو پڑے کی مقدس کھوپڑی نے فضا میں اچانک نمودار ہو کر اُس سے فری اسٹائل شروع کر دی ہو گی اور انجام کار وہ بدنصیب اپنے آپ کو بچانے کی خاطر تمہارے جہاز کے بوائیلر میں کود کر انجن کا ایندھن بن گیا ہو گا۔ کیوں؟''

احمد بن طاہر ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ بکھیر کر بولا۔ ''میرا خیال ہے اس وقت تمہاری دماغی حالت ٹھیک نہیں ہے، پھر کسی وقت گفتگو ہو گی۔''

احمد واپس جانے کے لئے مُڑا تو میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ احمد میرا اچھا دوست تھا، میں اسے ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے سنجیدگی سے کہا۔ ''مجھے بتاؤ احمد کہ اُس بدنصیب مسافر کے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔ میں تفصیل جاننے کے لئے مضطرب ہوں۔''

احمد بن طاہر بگڑ کر پھر رُک گیا اور جب اسے یقین آ گیا کہ میں اسے مزید پریشان نہیں کروں گا تو وہ میرا ہاتھ تھام کر مجھے ریلنگ کے قریب پڑی ہوئی کرسیوں کی جانب لے گیا اور ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''اس بدنصیب مسافر کا نام جان پیٹر تھا، سیاحی کا شوق اسے کشاں کشاں افریقی بندرگاہوں تک کھینچ لایا تھا، اس نے استنبول سے سفر کا آغاز کیا تھا، وہ بڑا ہی خوش مذاق اور باغ و بہار طبیعت کا مالک تھا اس لئے جہاز کے عملے سے اس طرح گھل مل گیا جیسے برسوں پُرانا دوست ہو، اس کی خوش گپیاں مسافروں میں زندگی کی روح پھونک دینے کی تاثیر رکھتی تھیں، اس نے مجھے بتایا تھا کہ مڈغاسکر پہنچ کر وہ بوگا ما قبیلے تک جانے کی کوشش کرے گا، میں نے اسے اُس کے خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن سیاحی کے شوق نے اسے جنوں کی سرحدوں تک پہنچا دیا تھا اس نے کسی طور

پر میری بات نہ مانی، میں نے زیادہ اصرار مناسب نہیں سمجھا۔ ممباسا تک ہمارا سفر بڑا اچھا گزرا لیکن اس کے بعد جان پیٹر کے لئے حالات انتہائی خطرناک صورت اختیار کر گئے۔ اس نے ممباسا سے جہاز پر سوار ہونے والی ایک افریقی خاتون میں دلچسپی لینا شروع کر دی۔ وہ دوسرے درجے کی مسافر تھی، وہ دونوں جہاز پر اکثر ساتھ دیکھے جاتے تھے لیکن پھر ایک روز جہاز کے مسافروں نے اس خاتون کو سمندر میں چھلانگ لگاتے ہوئے دیکھا اور حیرت زدہ رہ گئے۔ مسافروں کے بیان کے مطابق جان پیٹر اور وہ افریقی خاتون ریلنگ کے قریب کھڑے ہوئے ہنس بول رہے تھے، یکلخت افریقی خاتون پیٹر کی کسی بات پر اس قدر برہم ہو گئی کہ اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ ایک دن جان پیٹر نے میرے استفسار پر بتایا کہ اس نے اس خاتون سے اس کے مقدس دیوتاؤں کے بارے میں کچھ دریافت کیا تھا اور گفتگو کے دوران میں پیٹر نے کسی وجہ سے دیوتاؤں کے بارے میں کچھ مضحکہ خیز باتیں کہہ دی تھیں جنہیں سن کر افریقی خاتون برانگیختہ ہو گئی۔ چند ثانیے تک وہ اپنی زبان میں پیٹر کو بددعائیں دیتی رہی، پھر اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ کیپٹن نے پیٹر کی زبان سے یہ واقعہ سنا تو اسے مشورہ دیا کہ وہ اگلی بندرگاہ سے سفر ترک کر کے واپس لوٹ جائے لیکن افسوس، پیٹر نے یہ بات نہیں مانی تھی۔'' احمد بن طاہر ایک لمحے کے لئے رُکا اس کے بعد بولا۔ ''جانتے ہو پھر کیا ہوا؟ بعد میں پیٹر پر جو گزری اس کا اندوہناک تاثر ابھی تک جہاز کے لوگوں کے دلوں پر باقی ہے، یہ بات اگر کسی اور شخص کی زبانی معلوم ہوئی ہوتی تو شاید میں بھی اس پر یقین نہ کرتا لیکن جو کچھ ہوا وہ میری نظروں کے سامنے، میری موجودگی میں ہوا۔ لو سنو کہ اس روز ہمارا جہاز مڈغاسکر اور موزمبیق کے درمیان کھلے سمندر سے گزر رہا تھا۔ پیٹر اور میں عرشے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے، صبح کا وقت تھا، مطلع صاف اور خوش گوار تھا پھر اچانک جیسے ایک طوفان آ گیا، جہاز موجوں کے زیر و بم پر ڈولنے لگا، فضا سیاہی مائل دھول سے دُھندلانے لگی۔ مجھے حیرت تھی کے کھلے سمندر میں یہ سیاہ دھول کہاں سے آ گئی، پیٹر نے بڑی لاپروائی سے کہا۔

''طوفان کے آثار نظر آ رہے ہیں، کیبن میں چلنا چاہئے۔''

پھر ہم دونوں کرسیوں سے اُٹھے ہی تھے کہ یکلخت پیٹر نے ایک کرب ناک چیخ ماری اور عرشے پر گر کر اس طرح ہاتھ پاؤں مارنے لگا جیسے کوئی غیر مرئی قوت اس کا گلا دبا رہی ہو، اس کی آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے جہاز کے ڈاکٹر کو بلانے کے لئے جانا چاہا لیکن نہ جانے کیوں اپنی جگہ سے جنبش تک نہ کر سکا، میری نگاہیں پیٹر پر مرکوز تھیں، وہ ایک ماہی بے آب کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا، وہ ناقابل یقین ہے، پیٹر کے جسم کی رنگت بڑی تیزی سے سیاہی مائل ہونے لگی اور وہ صرف دو منٹ میں مکمل طور پر سیاہ ہو گیا، میں حیرت زدہ کھڑا ہوا سب کچھ

دیکھتا رہا۔ پھر اُس وقت تو میرے حلق سے بھی گھٹی گھٹی چیخ نکل گئی جب پیٹر کے جسم پر آبلے نمودار ہونے شروع ہوئے، سیاہ دھول نے اسے لپیٹے میں لے رکھا تھا، پیٹر موت اور زیست کی کرب ناک کش مکش سے دوچار تھا۔ عملے کے کچھ اور افسران بھی آ گئے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس کے قریب جانے کی ہمت نہ کر سکا، پیٹر سب کی نظروں کے سامنے تڑپ تڑپ کر سرد ہو گیا اس کی موت کے ساتھ ہی ہواؤں کے جھکڑ یک بہ یک ختم ہو گئے، موجوں کا تلاطم جاتا رہا، فضا کا رنگ دوبارہ نکھر آیا لیکن ہم میں سے ہر شخص ایک دوسرے کی طرف استعجابیہ انداز میں وضاحت طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے جب ہوش سنبھلنے کے بعد پورا واقعہ تفصیل سے بیان کیا تو عملے کے افراد دہشت زدہ ہو کر فوراً پیٹر کی لاش سے دُور ہو گئے جیسے وہ بھوت بن کر ان پر جھپٹ پڑے گا، یہ خبر مسافروں تک پہنچی تو پورے جہاز میں سراسیمگی کا عالم طاری ہو گیا، کپتان کو یہ حالت ختم کرنے کے لئے جبراً وقہراً..... خود یہ کام انجام دینا پڑا، بعد میں دو روز تک کپتان کو شدید بخار رہا۔ اس کے بعد اس کی طبیعت ٹھیک ہو گئی۔''

احمد بن طاہر نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ ''میرے دوست، تمہیں یہ سُن کر تعجب ہو گا کہ کپتان نے جب جہاز کے عملے سے طوفان کی بابت کچھ دریافت کیا تو اسے کوئی خاطر خواہ جواب نہ مل سکا، طوفان ریکارڈ کرنے والا آلہ بھی بے کار ہو چکا تھا۔''

میں احمد بن طاہر کی باتیں دلچسپی سے سُن رہا تھا، کھلی ہوا میں بیٹھنے کی وجہ سے میرا نشہ بڑھتا جا رہا تھا، میں نے احمد بن طاہر کی بیان کردہ کہانی کو کوئی اہمیت نہیں دی، اسے ٹالنے کے لئے میں نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ ''میں تمہارا شکر گزار ہوں میرے عزیز دوست! تم نے مجھے جس نیک مشورے سے نوازا ہے، میں اُس پر سنجیدگی سے غور کروں گا۔''

احمد سے مصافحہ کر کے میں اپنے کیبن کی طرف جانے لگا، میرے ذہن میں اب صرف فلورا تھی جسے کچھ دیر پیشتر میں نے ایک پستہ قد امریکی سے رازدارانہ انداز میں گفتگو کرتے دیکھا تھا، میں کیبن میں داخل ہوا، فلورا لباس تبدیل کر چکی تھی اور بستر پر نیم دراز ہو کر ایک رسالے کی ورق گردانی کر رہی تھی، میں آنکھیں ملنے لگا۔ فلورا نے مجھے اپنی طرف رُخ کر کے اس طرح آنکھیں ملتے دیکھا تو رسالہ رکھ کر مسکراتی ہوئی اُٹھ گئی اور شکایت بھرے لہجے میں بولی۔ ''جابر اگر مجھے علم ہوتا کہ اس جہاز پر تمہارا کوئی جگری دوست مل جائے گا تو میں یقیناً کسی دوسرے جہاز پر سفر کرنے کو ترجیح دیتی، کتنی دیر لگا دی تم نے احمد کے پاس۔''

''کچھ پُرانی باتیں چھڑ گئی تھیں فلورا!'' میں نے سرشاری سے جواب دیا۔ ''ویسے آج احمد نے مجھے خاص طور پر رائی کے اثر انگیز مشروب سے نوازا ہے۔''

''تم نے مجھے کیوں نظر انداز کر دیا؟'' فلورا نے شکایتی انداز میں کہا۔ ''ایسے موقع پر میں تمہیں یاد کیوں نہیں آئی؟''

میرا دل چاہا کہ اس فریب مجسم سے کہوں کہ تم اب میری نظروں سے گر چکی ہو، اسے بتا دوں کہ میری آنکھیں اسے ایک رقیب کے ساتھ دیکھ چکی ہیں لیکن اس جلد بازی سے میں اس کے حسن جہاں سوز سے لطف اُٹھانے کا موقع کھو دیتا۔ میں نے خوب صورتی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''فلورا..... کئی بار جی چاہا۔ اُٹھوں اور تمہیں یہاں سے لے چلوں لیکن میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا، کسی اور کے ساتھ تمہیں گفتگو کرتے دیکھ کر نہ جانے کیوں میرا خون کھولنے لگتا ہے۔''

''اوہ۔'' فلورا معنی خیز لہجے میں بولی۔ ''تم بڑے خود غرض ہو۔ مجھ پر صرف اپنا تسلط جمانا چاہتے ہو۔؟''

''تمہیں کوئی اعتراض ہے؟'' میں نے مخمور نظروں سے فلورا کو دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ مسکرا کر دوبارہ بستر پر بیٹھ گئی۔ میں نے جسارت کی اور اس کے قریب جا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''تم تو میرا خواب ہو، تم میری منزل ہو۔''

''جابر..... تم نے بہت متاثر کیا۔ ڈربن سے واپس آ جانے دو۔ مجھے کچھ اور سنبھلنے اور سوچنے کا موقع دو۔ میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔ میرا وعدہ ہے۔'' اور پھر میں نے دوستی کی حدود پھلانگنے کی کوشش نہیں کی، میں نے اُس سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ وہ واپسی کے سفر کا بہانا کر کے میرے جذبات بڑے ظالمانہ انداز میں رد کر رہی ہے۔ اس کی جادو بھری اداؤں نے مجھے مدہوش کر دیا اور میں یہ بھی بھول گیا کہ میں نے کچھ دیر پہلے فلورا کو ایک امریکی مسافر کے ساتھ دیکھا تھا، میں اس بوڑھی اور پُراسرار ساحرہ کو بھی بھول گیا جس نے ''جارا کاکا'' کی مقدس کھوپڑی کی بے حرمتی کے باعث اپنی زندگی قربان کر دی تھی۔

دو دن خاموشی سے گزر گئے۔ احمد بن طاہر نے ایک بار پھر مجھے اس امر پر اُکسانے کی کوشش کی کہ میں اپنا سفر ترک کر دوں لیکن میں نے خوش اخلاقی سے اُسے ٹال دیا۔ میں نے اُس پستہ قد امریکی کے بارے میں تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی بیروت ہی کی بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہوا ہے لیکن اس کی منزل ڈربن کے بجائے جاہانسبرگ تھی۔ میں ان دونوں میں سائے کی طرح فلورا کے پیچھے لگا رہا لیکن اس نے پستہ قد امریکی سے دوبارہ ملنے کی کوشش نہیں کی، ایک دو بار عرشے پر شام کے وقت فلورا اور اس امریکی کا آمنا سامنا بھی ہوا لیکن دونوں نے ایک دوسرے پر کوئی توجہ نہ دی، مجھے مجبوراً اپنی رائے تبدیل کرنا پڑی۔ میں نے یہ سوچ کر اپنے آپ کو مطمئن کر لیا کہ اُس روز بوڑھی افریقی ساحرہ کی دردناک موت کی وجہ سے میں اُلجھا ہوا تھا اس لئے ممکن ہے کہ میں نے جو کچھ محسوس

کیا اور سوچا، وہ غلط ہوسکتا ہے کہ فلورا اور اُس پستہ قد امریکی کی وہ ملاقات کسی غلط فہمی یا اندازے کی غلطی کی وجہ سے سرسری طور پر اتفاقاً ہوگئی ہو، فلورا کی جانب سے میرے دل میں جو شکوک پیدا ہوئے تھے وہ کچھ مٹنے لگے اگر وہ اس پستہ قد امریکی سے واقف ہوتی تو اس سے دوبارہ ملنے کی کوشش ضرور کرتی۔ یا آمنا سامنا ہونے پر اس سے کوئی نہ کوئی اضطراری حرکت ایسی ضرور سرزد ہوتی جو میرے شبہے کی تصدیق کا باعث بن سکتی لیکن ایسا بھی نہیں ہوا تھا۔

میں تیسرے دن دوپہر کے وقت فلورا کے ساتھ طعام گاہ سے اپنے کیبن کی طرف جا رہا تھا کہ احمد بن طاہر سے مڈبھیڑ ہوگئی، میں کترا کر نکل جانا چاہتا تھا لیکن احمد نے مجھے آواز دی تو مجبوراً مجھے اس سے ملنا پڑا۔

''جابر.....'' احمد بن طاہر کے لہجے میں خوف شامل تھا۔'' آج شام تک ہمارا جہاز مڈغاسکر اور موزمنیق کے درمیان کھلے سمندر میں داخل ہو جائے گا۔''

''اوہ.....'' میں نے احمد کی بات سُن کر طنز و استہزا سے اُسے گھورا۔''اور اب یقیناً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تاریخ اپنے آپ کو پھر دہرائے گی کیوں.....؟''

''احتیاط کوئی بری چیز نہیں ہے میرے دوست۔'' احمد واقعی سہما ہوا تھا۔تم نے میرا مشورہ نہ مانا ٹھیک کیا، تمہاری مرضی، بہرحال اب وقت گزر چکا ہے، اب میری عاجزانہ درخواست ہے کہ تم کل صبح سے پہلے اپنے کیبن سے باہر نہ نکلنا۔''

''بہت خوب، گویا تمہارا خیال ہے کہ جادو بھی اندھا ہوتا ہے جو مجھے بند کیبن میں نہ دیکھ سکے گا؟'' میں نے زہرخند سے کہا۔

احمد فکرمند ہوکر بولا۔''خدا کے لئے سنجیدگی اختیار کرو جابر..... سنو مجھے یقین ہے کہ اُس بوڑھی افریقی جادوگرنی کی موت رنگ لا کر رہے گی، میں ضعیف الاعتقاد آدمی نہیں ہوں لیکن بہت سے چشم دید واقعات اور ذاتی تجربوں نے مجھے محتاط رہنا سکھا دیا ہے۔''

''فکر نہ کرو دوست، اگر جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی نے اپنی بے حرمتی کا انتقام لینا چاہا تو اس کا نشانہ صرف میں بنوں گا، تم اور تمہارا عملہ اور جہاز کے مسافر اس سے محفوظ رہیں گے، ہاں..... میں ایک آخری خواہش کا اظہار تم سے ضرور کروں گا۔ میری لاش سمندر میں پھینکنے کا ناخوشگوار کام اگر تم انجام دے سکو تو میری روح تمہاری شکرگزار ہوگی۔''

احمد بن طاہر کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے فلورا کا بازو تھاما اور احمد کو پچکارتا ہوا آگے بڑھ گیا، فلورا ہماری گفتگو سے کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیبن میں پہنچ کر اس نے مجھ سے ٹوہ لینے کی کوشش کی۔ میں نے سوچا فلورا یہ سب فرسودہ باتیں سُن کر پریشان ہو جائے گی اور سفر کا لطف کرکرا ہو

ئے گا۔اس لئے میں نے اسے ٹالنے کی حتی الامکان کوشش کی لیکن جب فلورا نے بے حد اصرار کیا تو ں نے اسے بوڑھی ساحرہ کا پورا واقعہ سنا دیا، فلورا کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ وہ میری باتیں سن کر بے حد خوف زدہ ہوگئی، اس کا سرخ چہرہ زرد ہوگیا۔

یہ دیکھ کر میں نے لاپروائی سے کہا۔''یہ سب باتیں محض بکواس ہیں جان من، تم تو آکسفورڈ میں بھی ہو۔ایک نیولے کی بے جان کھوپڑی اور کسی ذی ہوش انسان کا گلا۔ان میں کیا نسبت؟''

''مقدس مریم تمہاری امین رہے۔'' فلورا نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔''میں نے جارا کاکا کے رے میں کچھ زیادہ نہیں سنا البتہ اتنا ضرور جانتی ہوں کہ افریقی سرزمین اور خاص طور پر وہاں کے کچھ زیرے اپنے اسرار کے لیے دنیا بھر میں مشہور ہیں، تم نے احمد کی ہدایت پر عمل نہ کر کے بُرا کیا جابر۔ تمہیں واقعی سفر ترک کر دینا چاہئے تھا، پُراسرار اور ناقابل یقین حادثات کہہ کر نہیں آیا کرتے، افریقی طلسمات اور وہاں کے جادوگر اور جادوگرنیاں دنیا والوں کے لئے ابھی تک ایک لاینحل معمہ بنے ہوئے ہیں۔''

''ختم کرو فلورا..... مجھے اس وقت سخت نیند آ رہی ہے۔'' میں نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔''تم بھی آرام کرو۔''

میں نے بستر پر دراز ہوکر آنکھیں بند کرلیں مجھے احمد بن طاہر پر دل ہی دل میں بے حد تاؤ آ رہا تھا اس نے فلورا کے سامنے بوڑھی ساحرہ کی موت کا ذکر چھیڑ کر میری طبیعت مکدر کر دی تھی، میں آنکھیں بند کئے لیٹا رہا، جانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی، پھر اس وقت میں ایک چیخ مار کر اُٹھ بیٹھا جب میں نے اپنے سر پر کسی وزنی چیز کے گرنے کی شدید ضرب محسوس کی۔ ساتھ ہی فلورا بھی نہایت خوف ناک انداز میں چیخنے لگی۔ میں نے جلد ہی اپنے حواس بحال کیے۔ مجھے کیبن کی ہر شے ناچتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔فلورا اپنے بستر سے اُٹھ کر میرے پاس آ گئی تھی۔

اس نے مجھے ہوش میں دیکھا تو نہ اپنی انداز میں چلا کر بولی۔''جابر معلوم ہوتا ہے ہمارا جہاز کسی خطرناک طوفان میں گھر گیا ہے، باہر بڑی افراتفری کا عالم ہے۔''

اس وقت بجلی کی طرح میرے ذہن میں احمد بن طاہر کے الفاظ گونجے۔ اس کے ساتھ ہی بوڑھی ساحرہ کے وہ جملے بھی صدائے بازگشت کی طرح ابھرے جو اس نے سمندر میں چھلانگ لگانے سے پیشتر کہے تھے، مجھے وحشت ہونے لگی۔ میں فلورا کو ایک طرف ہٹا کر تیزی سے اُٹھا اور بڑی مشکل سے کیبن کی دیواروں کا سہارا لے کر باہر نکل گیا۔ ہر طرف بھگدڑ مچی ہوئی تھی، مسافروں کے ساتھ ساتھ جہاز کے عملے کے افراد بھی چیخ پکار کر رہے تھے۔ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، عورتیں اور بچے موت کا بھیانک رقص دیکھ کر اِدھر اُدھر بھاگتے پھر رہے تھے، جہاز تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہا

تھا، جہاز کے لاؤڈ اسپیکر پر مسلسل اعلانات ہو رہے تھے لیکن چیخ پکار کی آواز زیادہ بلند تھی، اچانک جہ
نے دوسری سمت جھکولا کھایا اور بے شمار افراد لڑھکتے ہوئے ریلنگ کی طرف چلے گئے کچھ افراد جھو
میں توازن برقرار نہ رکھ سکے اور سمندر میں گر گئے میں نے کیبن کے دروازے کا ہینڈل پوری قو
سے تھام رکھا تھا، ہوا کے شدید جھکڑوں نے پوری فضا گدلی کر رکھی تھی، جہاں لائف بوٹ بندھی ہو
تھی وہاں لوگ ٹوٹے پڑ رہے تھے ہر شخص دوسروں کو پیچھے دھکیل کر زندگی کا یہ آخری سہارا خود حاصل
کرنے کے لئے دیوانگی اور وحشی پن کا ثبوت دے رہا تھا، جہاز کے خلاصی پاگلوں کی طرح بھا
بھاگے پھر رہے تھے۔

''جابر..... اندر آجاؤ، باہر موت ہے۔'' کیبن کے اندر سے فلورا کی سہمی ہوئی آواز آئی۔

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس طوفان کو کیا نام دوں، اسے کیا سمجھوں۔ اگر جارا کا کا
مقدس کھوپڑی اپنی بے حرمتی کا انتقام لینا چاہتی تھی تو پورے جہاز کو طوفان نے کیوں نرغے میں
رکھا تھا، آخر اس نے موت کے خوفناک کھیل میں معصوم اور بے گناہ مسافروں کو کیوں شامل کیا تھا
میں اسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا کہ کوئی شخص پشت کی جانب مجھ سے ٹکرایا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا تو احم
بن طاہر تھا، اس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ ''ابو جابر.....'' احمد مجھے دیکھ کر کرخت لہجے اور بلند آوا
میں بولا۔ ''میں تمہیں انسانیت کے نام پر حکم دیتا ہوں کہ تم اپنا منحوس وجود سمندر کے حوالے کر دو، مجھ
قوی اُمید ہے کہ تمہاری یہ قربانی مسافروں کی زندگی کی ضمانت بن سکتی ہے، جہاز پر یہ تباہی محض
تمہاری وجہ سے نازل ہوئی ہے۔''

''احمد.....'' میں نے تلملا کر کہا۔ ''شاید تم بھی جہاز کی طرح اپنا دماغی توازن کھو بیٹھے ہو.....''

''میں..... میں تمہیں حکم دیتا ہوں ابو جابر کہ آگے بڑھو اور سمندر میں چھلانگ لگا دو ورنہ مجھے
مجبوراً تمہارے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑیں گے، اب عظیم جارا کا کا کی مقدس روح تمہاری زندگی
کی بھینٹ لے کر ہی پُرسکون ہوگی۔''

''ہوش کی باتیں کرو احمد، تم شاید پاگل ہو رہے ہو۔'' میں نے جھنجلا کر کہا۔

احمد بن طاہر کا چہرہ کسی اندرونی جذبے کے تحت سرخ ہو گیا، اس نے بڑی پھرتی سے جیب میں
ہاتھ ڈال کر ریوالور نکال لیا، اب میرے لئے بچاؤ کا ایک ہی راستہ تھا کہ میں حملے میں پہل کرتا، میں
نے ایسا ہی کیا۔ میں نے کیبن کا ہینڈل چھوڑ کر پوری قوت سے احمد کے تنے ہوئے چہرے پر ایک مُ
رسید کر دیا، اس کے ساتھ ہی میرا گھٹنا اس کے پیٹ پر پڑا، اور میرا دوست احمد بن طاہر کسی کٹے ہوئے
درخت کی طرح عرشے پر گرا اور پھر لڑھکتا ہوا ریلنگ سے جا ٹکرایا اور ایک کربناک چیخ بلند کرتا ہو
سمندر میں گر گیا، احمد کی وہ چیخ اس قدر خوفناک اور بھیانک تھی کہ مجھے جھرجھری آ گئی، ٹھیک اسی وقت

وڈر اسپیکر پر کپتان کی چیختی ہوئی آواز اُبھری۔ ''میں مسافروں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حوصلے
ثبوت دیں۔ نظم وضبط برقرار رکھیں اور جہاز کے عملے کو اتنا موقع دیں کہ، لائف بوٹ سمندر میں
اری جا سکے۔ جہاز کے پیندے میں متعدد سوراخ ہو چکے ہیں، اگر مسافروں نے عملے کو کام کا موقع
دیا تو ایک مسافر بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔''

کپتان کی اس اپیل نے مسافروں میں اور ہیجان برپا کر دیا، عجیب نفسی کا عالم تھا، کچھ
سافروں نے سمندر میں چھلانگیں لگانی شروع کر دیں، کچھ مدد مدد چلا رہے تھے، لائف بوٹ کے گرد
گوں کا ہجوم زیادہ ہو گیا۔ قیامت صغرا مچی ہوئی تھی۔

''جابر.....'' کیبن کے اندر سے فلورا کی آواز پھر اُبھری۔ ''تمہیں مقدس مریم کی قسم اندر آجاؤ،
رنا ہی ہے تو ہم دونوں ایک ساتھ مریں گے۔''

جہاز اب بھی بپھری ہوئی موجوں پر تنکے کی طرح ہچکولے کھا رہا تھا، اور بہ تدریج نیچے بیٹھتا چلا
جا رہا تھا۔ میں نے فلورا کی محبت آمیز اپیل پر اندر جانے کا ارادہ کیا مگر ابھی میں پلٹا ہی تھا کہ جہاز کا
وائیلر ایک خوفناک دھماکے سے پھٹا، مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہوں،
میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیل گیا، یہ جھٹکا اتنا شدید تھا کہ میں اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور
کیبن کی چوکھٹ سے ٹکرا کر نیچے آ پڑا۔

اس وقت میں نے ایک ہجوم کا بوجھ اپنے جسم پر محسوس کیا۔ دوسرے جھٹکے میں وہ ہجوم خود بخود مجھ
سے علیحدہ ہو گیا۔ زندہ انسانوں کے جسم بے جان اشیا کی طرح عرشے پر لڑھک رہے تھے۔ میرے
جسم میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں اُٹھ کر کیبن میں داخل ہو سکوں۔ پھر میں نے دیکھا کہ فلورا تیزی
سے میری طرف آ رہی ہے، میں نے اسے کیبن میں جانے کا اشارہ کیا لیکن میرا ہاتھ اُٹھا کا اُٹھا رہ گیا
اور جہاز نے ایک طوفانی کروٹ لی۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ میں لڑھکتا ہوا ریلنگ تک آ گیا۔ پھر
میرے اعصاب جواب دے گئے اور آنکھیں بند ہو گئیں۔

☆==========☆==========☆

سرد پانی کے تھپیڑے تھے جنہوں نے میرے منتشر اعصاب کو جھنجوڑ دیا، میری آنکھ یوں کھل گئی
جیسے کچی نیند میں ہڑبڑا کر اٹھا ہوں۔ منہ کا مزہ کھارا ہو رہا تھا۔ میں نے خود کو نیچے کی سمت اتھاہ
گہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس کیا، میرا دم گھٹ رہا تھا۔ صرف لمحوں کا معاملہ تھا۔ لمحوں میں اس تحریر کا
راقم ایسی گہرائیوں میں دفن ہو جاتا کہ پھر دنیا والے اس کا نام ونشان بھی نہ پا سکتے۔ مجھے یاد نہیں کہ
لمحوں کے اس اُلٹ پھیر میں کیا ہوا، مجھے مطلق ہوش نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں، زندہ ہوں یا مر گیا۔
میری روح عالم بالا کی طرف کوچ کر رہی ہے یا ابھی جسم سے رشتہ جوڑے ہوئے ہے لیکن جب پانی

کی زد سے میرا سر آزاد ہوا تو پہلی بار مجھے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت ملا اور ساتھ ہی یہ احساس بھی
کہ میں جلد ہی سمندر کی نذر ہو جاؤں گا۔ میں کھلے سمندر کے رحم و کرم پر تھا۔ تیز طوفانی لہریں مجھ
اِدھر اُدھر پٹک رہی تھیں اسی وقت لوگوں کی چیخ پکار کی آوازیں سنائی دیں اور مجھے سب کچھ یاد آ گیا
اتنے بہت سے لوگوں کو ڈوبتا دیکھ کر میرے اندر زندگی بچانے کی شدید خواہش پیدا ہوئی اور میں
جدوجہد شروع کر دی۔

بعض مشغلے جو یوں ہی تفریح طبع کے لئے اختیار کر لیے جاتے ہیں، کبھی کبھی بڑے کارآمد ثابت
ہوتے ہیں۔ میں نے آکسفورڈ کے تعلیمی دور میں حسین دوشیزاؤں کے بدن کا قریب سے مشاہدہ
کرنے کے لئے پیراکی سیکھی تھی۔ پھر میں نے اس میں اتنی مہارت حاصل کر لی کہ پرانے پیراکوں
پیچھے چھوڑنے لگا۔ گھنٹوں متواتر تیرتے رہنا میرے لئے کوئی دشوار بات نہیں تھی۔ ہر چند کہ نہا
کے کسی مصنوعی تالاب اور ایک سمندر میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے لیکن ریت کے ذرات
دھوپ میں چمکتے ہوئے جسموں نے مجھے سمندر میں اپنی پیراکی کے جوہر دکھانے پر بارہا اکسایا تھا
میں تعطیلات کے دوران ساحلوں پر نکل جاتا اور چھتریوں کے سائے میں دوشیزگان افرنگ کے ساتھ
زندگی کے سب سے حسین لمحے گزارتا۔ جابر، جو ایک وجیہہ اور باوقار عرب تھا' ہمیشہ اپنے مقصد میں
کامیاب رہتا۔ جب میں دیر تک پانیوں میں چھپا رہنے کے بعد سر باہر نکالتا تو حسین دوشیزاؤں کے
چہروں پر اطمینان کی لہریں آ جاتیں اور وہ عزت و عظمت کے احساس کے ساتھ میری جانب ملتفت
ہوتیں، آج معاملہ دوسرا تھا۔ یہ موقع نہ تو کچھ کر دکھانے کا تھا نہ جلد بازی کا۔ حالات نے مجھے جبر
امتحان سے دوچار کر دیا تھا، اس میں صبر و تحمل کی ضرورت تھی۔ میں نے چاروں طرف خطرہ محسوس کر
کے اپنے پاؤں کو آہستہ سے جنبش دی اور پانی کے اوپر آ گیا۔ میرے بازوؤں میں شدید درد ہو رہا تھا۔
جہاز کا بوائیلر اچانک پھٹنے کی وجہ سے ایک ہجوم مجھ پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اسی دوران میں میرا بازو زخمی ہو گیا۔
اب اس میں شدید تکلیف ہو رہی تھی۔

پانی کی سطح پر اُبھر کر میں نے تیرنے کی رفتار تیز کر دی۔ اپنے متعلق اتنا بتا دوں کہ میں زبردست
قوت برداشت کا مالک ہوں۔ میں دیکھنے میں ایک جذباتی من چلا اور بے پروا قسم کا شخص نظر آتا ہوں
لیکن اپنی زندگی کی مشکل ترین ساعتوں میں، میں نے ہمیشہ زبردست قوت برداشت اور تحمل کا ثبوت
دیا ہے۔ جب میرے اَوسان کسی قدر بحال ہوئے اور ہاتھ پاؤں قابو میں آئے تو میں نے چیخ
آوازوں کی سمت تیرنا شروع کر دیا۔ جارا کاکا کی مقدس روح نے احمد بن طاہر کے بیان کے مطابق
بڑی ہولناک تاریخ بھیانک انداز میں پھر دہرائی تھی۔ میرا دل اب بھی یہ باتیں تسلیم نہیں کرتا تھا لیکن
میرے ساتھ تباہیوں کا خوفناک تماشا ہوا تھا۔ میں جہاز کے ان تمام بدنصیب مسافروں کی تباہی و

بربادی کا ذمے دار تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ پہلے محض ان افراد پر بلائیں نازل ہوتی تھیں جنہوں نے
پُراسرار افریقہ کے دیوتاؤں اور ان کے مذہبی عقائد کا مضحکہ اُڑایا تھا، اس بار میری ایک اتفاقی اور
حادثاتی غلطی کی سزا پورے جہاز کی تباہی اور اُس کے معصوم مسافروں کی غرقابی کی صورت میں سامنے
آئی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ میری زندگی بڑی مختصر رہ گئی ہے۔ تاحد نظر پھیلے ہوئے اس پُرشور سمندر میں
دوبارہ خشکی کی شکل دیکھنے کی اُمید کون کر سکتا تھا، اس کے باوجود زندگی کی تمنا تھی کہ رہ رہ کر دل میں
حوصلہ پیدا کر رہی تھی۔ میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھا اور میری کوشش تھی کہ کسی نہ
کسی طرح ان مسافروں کے قریب پہنچ جاؤں جن کی آہ و زاری سے میرا کلیجا شق ہوا جا رہا تھا۔ وہ
صرف میری وجہ سے اس طوفان بلاخیز کے شکار ہوئے تھے۔

میں کبھی سمندر کی سرکش اور بپھری ہوئی موجوں کے سامنے سر جھکاتا اور کبھی ان کا سینہ چیرتا
آگے بڑھتا رہا۔ آوازوں کا دِل خراش شور و غل اور زندگی اور موت کی دردانگیز صدائیں جوں جوں
میرے قریب آ رہی تھیں، میری رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ دور موجوں کے زیر و بم پر اچھلتے کودتے
ناچتے اور چکراتے ہوئے انسانی ہیولے نظر آئے۔ میں نے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نظریں
دوڑائیں لیکن جہاز کا کوئی نام و نشان نہ تھا یقیناً اُسے بے رحم سمندر نے نگل لیا تھا۔ میرے دل کو دھچکا
لگا نہ جانے کتنے معصوم بچے، عورتیں اور بوڑھے جہاز کے ساتھ تہہ آب ہو گئے ہوں گے۔

وہ ہیولے بہت دُور تھے جنہیں میں قریب سمجھ رہا تھا، جب میں آگے بڑھنے کے لئے پر تولتا تو
بگڑی ہوئی موجیں مجھے اُٹھا کر اِدھر اُدھر پھینک دیتیں۔ میں ایک بار پھر ہمت کرتا اور پھر میرے
ساتھ موجوں کا یہ شیطانی رقص جاری ہو جاتا۔ خدا کسی کو سمندری طوفان سے دوچار نہ کرے۔ یہ موت
بڑی سہناک ہوتی ہے۔ ایک لمحہ زندگی کی اُمنگ بحال کرتا ہے تو دوسرا لمحہ موت سے قریب کر دیتا ہے
کوئی دو گھنٹے تک میں موجوں کے ساتھ ساتھ قلابازیاں کھاتا رہا۔ اعصاب شل ہو چکے تھے۔ آہ وہ
منحوس گھڑی۔ جب میں نے فلورا سے ایک بار جُدا ہونے کے بعد اُسے دُوسری بار بیروت کے ہوٹل
میں دیکھا تھا، فلورا کے حسن کی قربت میں موت پنہاں تھی، یہ مجھے کیا معلوم تھا اور کسے معلوم ہو سکتا
تھا۔ مجھے معلوم ہوتا تو میں اس سے اتنی دور بھاگتا کہ اُس کا تصور بھی میرے قریب نہ پھٹک سکتا۔

فلورا کے سحر نے یہ وقت دکھایا تھا..... وہ سیاہ زبان والی مکروہ صورت بڑھیا میری نظروں میں
گھوم گئی جس نے جارا کاکا کی ٹوٹی ہوئی کھوپڑی دیکھ کر آسمان کی جانب ہاتھ بلند کیے تھے اور اپنے
وحشی دیوتاؤں سے گریہ و زاری کی تھی اور بعد ازاں اپنی زندگی سمندر کی بھینٹ چڑھا دی تھی۔ کاش
میں نے اپنے دوست احمد بن طاہر کی بات مان لی ہوتی جس نے بڑے درد اور خلوص سے مشورہ دیا
تھا کہ میں اپنا سفر ترک کر کے بیروت واپس چلا جاؤں۔ مجھے اپنی لغزشیں بے وقت یاد آ رہی تھیں،

اب ندامت اور پچھتاوے سے کیا ہوتا تھا۔ بلائیں میری منتظر تھیں۔ موت تیزی سے میرا تعاقب کر رہی تھی، انجام کار اس بڑھیا کی سیاہ زبان نے کام تمام کر دیا۔ ممکن ہے یہ سرگزشت پڑھنے والے چند حضرات موت کے اتنے قریب گئے ہوں جتنا میں پہنچ گیا تھا، وہ میرا کرب سمجھ سکیں گے۔

کتنا وقت اور گزر گیا، پتہ نہیں کہ میں سمندر کی گود میں کہاں کہاں ہچکولے کھاتا رہا۔ ان آخری لمحوں میں اپنا ماضی یاد کرنے سے مجھے کچھ سکون سا ملا۔ منتشر خیالات تھے کہ اُمڈے چلے آ رہے تھے گزشتہ دنوں کی ان یادوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زندگی کچھ اور طویل ہوگئی ہے۔

ذہن اسی پراگندہ خیالی میں مشغول تھا اور ہاتھ پاؤں مشینی انداز میں موجوں سے جنگ کرنے میں مصروف تھے کہ موجوں کا ایک ریلا کسی دیو قامت عفریت کا روپ اختیار کر کے آیا اور مجھے جھنجھوڑ کر رکھ گیا۔ کوئی ٹھوس چیز پوری قوت سے میرے اوپر آ کر گری اور میری آنکھیں دھندلانے لگیں۔ میں نے بدحواسی کی بنا پر تیرنے کے بجائے غیر اصولی طور پر اُلٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیئے، میں نے سر پر پڑنے والی اس ضرب کی شدید اذیت میں غیر شعوری طور پر اپنے ہاتھ کسی غیبی مدد کے لئے اوپر اٹھائے تو میں نیچے کی سمت جانے لگا پھر جلد سوچنے سمجھنے کی قوت ختم ہوگئی۔ جو کچھ یاد رہ گیا ہے وہ یہ ہے کہ مجھے کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ ہر احساس مردہ ہو چکا تھا۔ جابر جیسے شخص کے اعصاب جواب دے گئے تھے۔

☆==========☆==========☆

میرا جسم کسی ٹھوس شے پر پڑا ہوا تھا۔ جب جسم میں کوئی حرکت پیدا ہوئی اور ذہن ان غنودگیوں سے بیدار ہونا شروع ہوا تو کچھ عجیب سا لگا۔ بدن کے اوپری حصے میں تپش تھی زیریں حصہ نیم سرد محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے سوچا۔ غالباً یہ عرصہ موت ہے روح اور جسم میں شدید کش مکش جاری تھی، نسوں کا جال اور ہڈیوں کا پنجر روح کو مقید رکھنے پر بضد تھا اور روح تھی کہ ان خرافات سے آزاد ہو کر اپنے اصل مقام کی طرف گامزن ہونا چاہتی تھی، وہ ایک ایسا احساس تھا جہاں فرد شکست قبول کر لیتا ہے۔ معاً میرا جسم لڑھکتا ہوا کسی گداز شے سے ٹکرایا، پھر سیدھا ہوگیا۔ اسی لمحے کہیں دور سے آتی ہوئی ایک آواز میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونجی۔ ''اسے سمندر میں پھینک دینا ہی مناسب ہوگا۔''

''ہاں۔ تم ٹھیک کہتے ہو۔'' دوسری خشک آواز اُبھری۔ ''اس کی لاش کا بوجھ کم ہو جانے سے ہمیں کچھ اور تحفظ ملے گا۔''

''وہ مرا نہیں ہے خدا کے لئے رحم کرو۔ وہ زندہ ہوسکتا ہے۔'' ایک نسوانی آواز نے التجا کی۔

''وہ اب زندہ نہیں ہوسکتا۔ اس پر موت طاری ہے۔'' کسی نے کہا۔

''بہر حال ہمیں کچھ انتظار کرنا چاہئے۔''

''ہاں کچھ دیر اور صبر کر لو۔'' کسی نے دردمندانہ انداز میں کہا۔ ''میں نے اس کی نبض دیکھی تھی۔ ی اس کے جسم میں زندگی کی حرارت باقی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ بچ جائے، کوئی معجزہ رونما ہو جائے۔''

''ڈاکٹر۔ یہ ہسپتال نہیں ہے۔ اس کا ناخوشگوار بوجھ ہم سب کی موت کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے۔'' اس آواز میں اُلجھن اور جھنجھلاہٹ کے ساتھ تلخی بھی نمایاں تھی۔

''ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ اسے اُٹھا کر پھینک دینا چاہئے۔'' ایک اور آواز میرے ذہن میں نشتر ن کر اُترتی چلی گئی۔ ''اس کا وجود ہمارے لیے خطرناک ہے۔''

''ٹھہرو۔ کوئی انسانیت سوز فیصلہ کرنے سے پہلے خدا کے لئے کچھ سوچ لو۔ اگر یہ مر گیا تو بھی مارے لیے کارآمد ثابت ہوگا۔ احمقو، اس کی لاش ہماری زندگیوں کی ضمانت بن سکتی ہے۔''

''ڈاکٹر.....'' ایک نسوانی آواز نے احتجاج کیا مگر اُس کی آواز ڈاکٹر کے بھاری لہجے تلے دب گئی۔

''غور سے سنو خاتون۔'' ڈاکٹر نے رازدارانہ انداز میں کہنا شروع کیا۔ ''ہمیں نہیں معلوم کہ مارا یہ خطرناک سفر کب تک جاری رہے۔ کون جانے کبھی خشکی کا منہ دیکھنا نصیب ہو یا نہیں۔ ایسی صورت میں زیادہ دنوں تک زندہ رہنے کے لئے خوراک کا مسئلہ ہمارے لیے بے حد اہم ہے۔ یرے بدنصیب ساتھیو، میری بات سمجھنے کی کوشش کرو، جو کچھ میں اس وقت کہہ رہا ہوں، ہوسکتا ہے س کا تصور بھی تمہارے لیے ناقابل برداشت ہو لیکن کل کیا ہونے والا ہے۔ یہاں کون یقین سے کہہ سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک دن ہم فاقوں سے تنگ آ کر درندے بن جائیں اور ایک دوسرے پر جھپٹ پڑیں۔ آنے والے لمحے ہمیں بدترین صورت حال سے دوچار کر سکتے ہیں کیوں نہ ہم ابھی سے کل کی فکر کریں۔''

اقرار اور استرداد، حکم اور احتجاج کے یہ مایوس کن لہجے میں بخوبی سن رہا تھا۔ میں اپنی بکھری ہوئی قوت مجتمع کر کے ان انسانیت دشمن لوگوں کے سامنے اپنے وجود کا اثبات ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کوشش بسیار کے بعد کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ اطراف میں سراسیمگی سے نظر دوڑائی تو آٹھ نو قصاب نما انسانی چہرے نظر آئے اور مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ اس وقت میں کسی لائف بوٹ میں سوار ہوں۔ یہ کس طرح ممکن ہوگیا، مجھے کوئی ہوش نہیں تھا۔ عالم ضعف میں بے چارگی سے میں اپنے اوپر جھکے ہوئے، سہمے سمٹے، سوچوں میں غرق انسانی چہرے دیکھا کیا۔ ان میں سے دو اُس جہاز کے خلاصی تھے، جو جارا کا کی مقدس روح کی ساحرانہ قوت سے غرق آب ہوگیا تھا۔ تیسرا چہرہ ڈاکٹر جواد کا تھا جس سے میری ملاقات تباہ ہو جانے والے بدقسمت جہاز پر میرے دوست احمد

بن طاہر نے کرائی تھی۔ ڈاکٹر جواد جہاز پر ڈاکٹر کی حیثیت سے تعینات تھا۔ باقی چہرے شناسا تھے لیکن میں اُن کے نام نہیں جانتا تھا۔ میں ابھی ان چہروں کو حیرانی و پریشانی سے تک رہا تھا کہ ڈا جواد میرے قریب آکر گھٹنوں کے بل بیٹھتا ہوا بولا۔ ''اللہ رب۔ اللہ رب۔'' (اللہ پالنے والا ہے)

ڈاکٹر کی زبان سے ہمدردی کے یہ دو لفظ سن کر میری آنکھیں نم ہوگئیں۔ ڈاکٹر نے بدستور دلاسا دیتے ہوئے عربی زبان میں کہا۔ ''خدا کا شکر ہے کہ تم زندہ ہو۔ مجھے یقین تھا کہ تم بچ گے۔''

ادھر نقاہت اور پیاس کی شدت سے میری حالت دگرگوں تھی۔ حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے میں نے ڈاکٹر کے ہمدردانہ رویے پر اظہار تشکر کرنا چاہا، لیکن زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ ڈاکٹر میرے چہرے سے دلی کیفیت کا اندازہ لگایا تو جلدی سے بولا۔ ''مایوسی کفر ہے میرے عزیز۔ خدا چاہا تو تم جلد روبہ صحت ہو جاؤ گے۔''

میں نے اُسے رحم طلب نظروں سے دیکھا۔ ڈاکٹر نے بڑی پھرتی دکھائی اس نے میری قمیض کے بٹن کھولے اور سینے پر مالش کرنے لگا۔ مجھے اس عمل سے تقویت ہوئی۔ وہ کچھ دیر تک سینے مالش کرتا رہا پھر اُس نے میرے ہاتھ اور پاؤں کی مالش کی جس سے میری نقاہت قدرے دور ہو اور زیادہ صاف نظر آنے لگا لیکن بھوک اور پیاس بدستور برقرار تھی، میں نے ایک بار پھر اپنے اردگ کھڑے ہوئے انسانوں پر نظر ڈالی، پشت کی جانب دیکھا تو آنکھوں کی روشنی تیز ہوگئی۔ وہاں فلو کھڑی تھی، اُس کا لباس تار تار تھا اور چہرہ دہشت زدہ تھا۔ فلورا کو اپنے قریب دیکھ کر مجھ پر شاد مرگ کی کیفیت طاری ہوگئی۔ اُس کے چہرے کی شوخی افسردگی میں تبدیل ہو چکی تھی اور غزالی آنکھو میں شرارت کے بجائے مایوسی کا راج تھا۔ بال بکھرے ہوئے تھے اور رخساروں پر زردی چھائی ہو تھی۔ اس کیفیت کے باوجود اُس کے حسن و جمال میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر میر مضمحل جسم کروٹیں بدلنے لگا۔ میں بدقت تمام اتنا ہی کہہ سکا۔ ''فلورا..... تم!''

''جابر.....'' اس نے والہانہ انداز سے میرا سر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ ''اس وقت کوئی بات نہ کر زندہ رہے تو بہت باتیں ہو جائیں گی۔ تمہیں سکون کی ضرورت ہے۔ قسمت میں جو لکھا تھا پورا ہوا۔''

''فلورا.....'' میں نے کچھ اور کہنا چاہا تو ڈاکٹر نے انگلی کے اشارے سے روک دیا۔

ڈاکٹر جواد ان پریشان کن حالات کے باوجود بڑی تن دہی سے اپنے فرائض کی بجا آوری میں مصروف تھا، اس کی چارہ گری میں اعجاز تھا، مالش کرنے کے بعد ڈاکٹر نے اپنی قمیض اُتار کر سمندر کے پانی سے بھگوئی پھر اسے میرے منہ پر نچوڑ کر میرا چہرہ صاف کرنے لگا پیاس کی شدت نے مجھے حال کر رکھا تھا رخساروں پر پانی کے قطرے پڑے تو میں نے منہ کھول دیا۔ نمکین پانی نے حلق کے

کر میرے سینے میں آگ لگا دی مجھے اُبکائی آنے لگی۔ ڈاکٹر نے جلدی سے میری کنپٹیاں سہلانی شروع کر دیں۔ نہ معلوم یہ اُس کے ہاتھوں کے دباؤ کا کرشمہ تھا یا کمزوری کا اثر کہ مجھ پر ایک بار پھر غنودگی کا غلبہ ہونے لگا۔ سمندر کی پُرشور موجوں کی آواز میری سماعت میں بتدریج مدھم ہوتے ہوتے ختم ہوگئی۔ فلورا کی آغوش میں میری گردن ڈھلک گئی اور میں بے سدھ ہوگیا۔

☆==========☆==========☆

اگلے دو روز میں میری حالت معجزانہ طور پر سنبھل گئی میں اب خود کو اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح چاق و چوبند محسوس کرنے لگا جو سمندر کی موجوں کے رحم و کرم پر کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہے تھے، اس میں بلاشبہ ڈاکٹر جواد اور فلورا کی حسین قربت کے علاوہ میری خود اعتمادی کو بھی بڑا دخل تھا۔ فلورا بھی میری صحت یابی سے بہت خوش تھی لیکن دوسرے افراد کو میری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی ہم سب ایک دوسرے کی صورت دیکھا کرتے تھے۔ باہر کی دنیا کی کوئی بات اچھی نہیں لگتی تھی۔ ہماری نظریں سمندر پر جمی ہوئی تھیں، لائف بوٹ اب پُرسکون سمندر میں داخل ہو چکی تھی، ہماری نظریں ہمہ وقت موجوں کے اس پار کسی جزیرے کی تلاش میں بھٹکتی رہتی تھیں، اس کشتی حیات میں گیارہ افراد موت سے فرار کی کش مکش میں مبتلا تھے۔ میں تفصیل سے ان کا تعارف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ ڈاکٹر جواد، فلورا اور جہاز کے دو خلاصیوں کے بارے میں، میں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ باقی چھ افراد میں ایک سیاہ فام حبشی تھا جو قد و قامت اور ڈیل ڈول میں ہم سب سے زیادہ طاقت ور نظر آتا تھا۔ وہ کوئی چالیس پینتالیس سال کا خوف زدہ کر دینے والا ایک شخص تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد میں نے اُسے کسی سے گفتگو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ اُس کی آنکھیں بے حد چمکیلی تھیں، نہ جانے کیوں دن میں متعدد بار وہ سورج کی طرف گھورنے لگتا تھا۔ اس وقت اُس کے موٹے اور بھدے ہونٹ پھڑ پھڑاتے رہتے تھے۔ جب وہ سورج کی جانب سے نظریں ہٹا لیتا تھا تو ہونٹوں کی جنبش رُک جاتی۔ دوسرا شخص کمال نامی ایک مصری تاجر تھا۔ وہ ہر وقت کھویا کھویا سا رہتا۔ اس کے قویٰ خاصے مضبوط تھے اور اُس کی عمر یہی کوئی چالیس سال ہوگی۔ ایک دو بار میں نے اسے ڈاکٹر جواد سے گفتگو کرتے دیکھا تھا وہ عام طور پر لائف بوٹ کے درمیان میں بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ وہ فلورا پر گاہے گاہے ایک مایوس کن نظر ڈال کر ٹھنڈی آہیں بھرتا۔ تیسرا مسافر ایک یہودی تھا جو ہم سب سے زیادہ پریشان نظر آتا تھا۔ مجھے نہ جانے کیوں اس سے شدید نفرت تھی۔ بار بار یہ خیال آتا کہ اگر موت ہمارا مقدر ہے تو سب سے پہلے مرنے والا یہی شخص ہوگا۔ اُس کا بیشتر وقت نچلا ہونٹ چبانے میں گزرتا تھا۔ فلورا نے مجھے بتایا کہ اُسی نے سب سے پہلے مجھے مردہ سمجھ کر میری لاش سمندر میں پھینکنے کا مشورہ دیا تھا۔ چوتھا شخص ایک انگریز نوجوان طالب علم جم پارک تھا جو تعطیلات گزارنے کے ارادے سے اپنی والدہ کے پاس

ڈر بن جا رہا تھا۔ اُس کی والدہ کو کیا معلوم تھا کہ اب وہ بیٹے کا چہرہ مشکل ہی سے دیکھ سکے گی یہودی طرح یہ بھی موت کے تصور سے بے حد ہراساں نظر آتا تھا۔ یہ فلورا سے بہت زیادہ دلچسپی لیتا اور بعض اوقات اُس سے ایسے سوالات شروع کر دیتا جیسے اُسے یہ معلوم ہو کہ ہماری لائف بوٹ کب کنارہ لگے گی اور کب ہمیں خشکی کا منہ دیکھنا نصیب ہوگا۔ وہ لانبے قد اور اکہرے جسم کا جاذب نظر نوجوا تھا۔ باقی دونوں اشخاص ہندی تھے۔ ان میں ایک بوڑھا شخص سرنگا داس تھا جو ہندوستان کے مشر علاقے بنگال سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ شخص مجھے حبشی کی طرح پُراسرار نظر آتا تھا۔ سرنگا داس بارعب شخصیت کا مالک تھا اور بہت کم گو تھا۔ اس کی زیرلب مسکراہٹ میں بڑا دبدبہ تھا۔ وہ دن بھر خلا میں گھورتا رہتا اور کسی عورت کی چھوٹی مورتی سامنے رکھ کر مالا پڑھتا رہتا۔ اُسے چومتا اور اوپر کی جیب میں رکھ لیتا، اُس کے ساتھ ایک بہت ہی حسین لڑکی سریتا بھی موجود تھی۔ شرمیلی، نازک، تیکھے خدوخال، لانبے سیاہ بال اور کھلتا ہوا گندمی رنگ۔ وہ بہت سہمی ہوئی خاموش خاموش اپنے بابا کے پہلو میں بیٹھی رہتی تھی۔ وہ ایک ایسی لڑکی تھی جس سے بات کرنے کو خود بخود دل چاہے۔ اس کے چہرے حزن، تقدس اور پاکیزگی تھی۔ وہ ایک ایسا شاداب پھول تھی جو ڈال پر لٹکا ہوا ہو اور کسی ہاتھ نے اُسے مس نہ کیا ہو۔

خلاصیوں میں ایک کا نام جعفر اور دوسرے کا شیخ طاہر تھا۔ یہ دونوں ہی پستہ قد اور گٹھے ہوئے جسموں کے مالک تھے۔ سمندری سفر میں چونکہ ایک عمر گزر گئی تھی اس لئے وہ دونوں ہم لوگوں کے مقابلے میں نسبتاً کم پریشان تھے۔ میں نے ان دونوں کو ہمیشہ قریب قریب اور محتاط دیکھا تھا۔ البتہ ایک بات میں نے خاص طور پر محسوس کی وہ یہ کہ دونوں خلاصی سیاہ فام حبشی کو کینہ توز نظروں سے دیکھتے تھے، جیسے جہاز کی تباہی کا اس سیاہ فام حبشی سے کوئی گہرا تعلق رہا ہو۔

سمندر سات روز تک ہماری لائف بوٹ سے آنکھ مچولی کھیلتا رہا۔ اس عرصے میں ہماری حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔ دھوپ کی تمازت اور رات کی خنکی نے ہماری جلد کے رنگ بدل دیئے تھے، لباسوں میں ایک عجیب سی بوبس گئی تھی۔ بھوک اور پیاس کی شدت نے ہوش وحواس معطل کر رکھے تھے۔ ہر شخص نڈھال تھا۔ بے رحم آسمان سر پر تھا۔ بے رحم سمندر تاحد نظر خرمستیاں کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ ہمارے پاس جو تھوڑی بہت غذا تھی وہ ختم ہو چکی تھی حلیہ جنگلیوں جیسا ہو گیا تھا۔ فلورا کا حسین اور شاداب چہرہ کملا گیا تھا میں اُس سے دل جوئی کی باتیں کرتا تو وہ ایک پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ سمندر پر نظریں جما دیتی۔ میں اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اُسے برداشت اور تحمل کی تلقین کرتا تو وہ گھٹنوں میں سر رکھ کر ہچکیاں لینے لگتی۔ پاس ہی بیٹھی ہوئی ہندی دوشیزہ فلورا سے زیادہ پریشان تھی۔ ہر شخص بھوک سے تڑپ رہا تھا۔ اپنے اپنے خشک حلق تر کرنے کے لئے مضطرب تھا۔ ہر شخص اُونگھ رہا

تھا۔ سوائے اس پُراسرار قسم کے سیاہ حبشی کے۔ اُس کی آنکھیں کھلی رہتیں۔ شروع کی راتیں جاگتے گزر گئیں لیکن آٹھویں رات کا ذکر ہے کہ ہم سب اونگھنے لگے، ایک کو سوتا دیکھ کر دوسرے کو ترغیب ملی، اُس رات میری آنکھ بھی لگ گئی، میں فلورا کے قریب اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سو گیا۔ ہندی دوشیزہ بھی فلورا سے لپٹی ہوئی تھی۔ ہوا اس کی سبز ساڑھی بار بار اُڑا دیتی تھی۔ اب اُس نے کچھ اس طرح اُسے باندھ لیا تھا کہ سوتے میں تیز ہوائیں اُس سے چھیڑ خانی سے باز رہنے لگیں، کچھ کھٹکھٹاہٹ ہوئی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میری چھٹی حس نے کوئی خطرہ سونگھ لیا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو سیاہ فام حبشی کو بدستور جاگتا پایا۔ تاریکی میں اُس کا ہیبت ناک چہرہ کچھ زیادہ ہی بھیانک لگ رہا تھا۔ اس وقت اُس کی بڑی بڑی خوفناک نظریں یہودی پر جمی ہوئی تھیں جو اُس کے قریب ہی لائف بوٹ میں پڑا ہوا تھا۔ یہ کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں تھی اس کے باوجود میں نہ جانے کیوں پلکوں کی جھری سے سیاہ فام حبشی کی حرکات وسکنات گھورتا رہا۔ کسی اندیشے کے پیش نظر میرے دل کی حالت غیر ہوگئی۔ میں حبشی کو دیکھتا رہا، وہ کچھ دیر تک یہودی کو نفرت سے گھورتا رہا۔ پھر اس نے احتیاط سے دوسرے مسافروں پر نظر ڈالی۔ پھر آہستہ سے اُٹھ کر ایک خلاصی کے قریب گیا اور اور جھک کر کچھ ٹٹولتا رہا۔ وہ جب دوبارہ کھڑا ہوا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ کہیں میری طرف تو نہیں آ رہا ہے اُس کے ہاتھ میں کھلا ہوا خنجر تھا۔ میں پوری طرح مستعد ہوگیا۔

حبشی نے وہ خنجر خلاصی کی پیٹی سے نکالا تھا۔ خوف سے میرا بُرا حال تھا مگر وہ میری طرف آنے کے بجائے یہودی کے قریب گیا اور اُسے غور سے گھورنے لگا، میں چپ چاپ دم سادھے پڑا رہا۔ حبشی نے ایک بار پھر سرسری نظروں سے سوتے ہوئے باقی افراد کو دیکھا پھر ایک گھٹنا ٹیک کر یہودی کے سیدھے ہاتھ کی جانب بیٹھ گیا۔ حبشی اب ہر طرف سے بے نیاز تھا۔ اُس نے خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کیا اور اُلٹے ہاتھ کو پوری قوت کے ساتھ یہودی کے منہ پر رکھ دیا اور آن واحد میں خنجر اس کے سینے میں پیوست کر دیا۔ میری آنکھیں دہشت سے بند ہونے لگیں، حبشی یکے بعد دیگرے یہودی پر خنجر کے وار کر رہا تھا۔ اُس کا اُلٹا ہاتھ پوری قوت سے یہودی کے منہ پر جما ہوا تھا۔ یہودی کا جسم کسی ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر ساکت ہوگیا۔ اس کے بعد میں نے جو منظر دیکھا اُس پر شاید ہی یہ سرگزشت پڑھنے والے یقین کریں، مگر اس کا تصور آج بھی میرے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ سیاہ فام حبشی نے یہودی کی ران سے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا کاٹا اور اس طرح کھانے لگا جیسے لذیذ روسٹ کھا رہا ہو۔ گوشت کھانے کے ساتھ ساتھ وہ بار بار یہودی کے جسم پر منہ مارتا تھا، ایک بار ہلکی سپڑ سپڑ کی آواز اُبھری تو میرا جی اُلٹنے لگا۔ آہ وہ درندہ صفت حبشی، یہودی کے خون سے اپنی پیاس بجھا رہا تھا۔

آدھ گھنٹے تک میں بے حس و حرکت پڑا رہا۔ حبشی جب پیٹ بھر کر یہودی کا گوشت کھا چکا اُس نے ایک لمبی اور کراہت آمیز ڈکار لی۔ خنجر دوبارہ خلاصی کی پیٹی میں اڑسنے کے بعد اس سمندر کے پانی سے منہ ہاتھ دھویا۔ پھر ایک طرف سمٹ کر لیٹ گیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی اور آسا سے ہوگیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ایک میں ہی بدنصیب تھا جو درندگی کا یہ انسانیت سوز کھیا دیکھنے کے لئے جاگ رہا تھا۔ اُس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ میری زندگی کی وہ طویل ترین رات تھی کبھی آنکھ لگ جاتی تو تصور میں یہودی کا پھڑ پھڑاتا جسم اُبھرتا۔ آنکھیں کھلی رکھتا تو اُس کی خون آ لاش نظر آتی۔

میرا خیال تھا کہ جب دوسرے بدقسمت مسافر بیدار ہوں گے اور لائف بوٹ پر اپنے ایک ساتھی کی لاش دیکھیں گے تو بازپُرس کریں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ علی الصباح جب وہ بیدار ہوئے ایک ثانیے کے لئے میں ہکا بکا رہ گیا۔ انہوں نے کچھ دیر توقف کیا۔ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہے پھر خلاصی شیخ طاہر ندیدوں کی طرح لاش پر ٹوٹ پڑا۔ اس کی تقلید دوسرے خلاصی نے کی اور دیکھتے دیکھتے ہندی سرنگا اور سریتا کے سوا سب لوگ لاش پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اُس کے جسم کا گوشت نوچ نو کر اور کاٹ کاٹ کر جانوروں کی طرح کھانے میں مصروف تھے۔ فلورا بھی وہاں تھی۔ میں نے خود جبر کیا لیکن جب اشتہا حد سے بڑھی تو میں انسان سے درندہ بن گیا اور جھپٹ کر یہودی کی لاش ٹوٹ پڑا۔ اکڑے ہوئے کچھ گوشت کا ٹکڑا جب میں نے پہلی بار دانتوں تلے دبایا تو میرا جی متلا گیا مجھے کراہت کا شدید احساس ہوا لیکن یہ سب وقتی باتیں تھیں۔ پیٹ بھرنے اور زندگی برقرار رکھنے خاطر انسان بڑے سے بڑا گناہ کر گزرتا ہے، انسانی گوشت بھی حقیقت رکھتا تھا۔ یہودی کا گوشت کھاتے وقت میں نے ایک بار کنکھیوں سے حبشی کی طرف دیکھا جو ایک بوٹی لیے بڑی دیر سے چبا تھا، صرف سرنگا اور سریتا دونوں منہ پھیرے علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے، وہ اس درندگی میں شریک نہیں تھے۔ مجھے اس بوڑھے اور لڑکی کے ضبط اور تحمل پر حیرت ہوئی۔ خلاصی شیخ طاہر نے اُسے آواز دی

''سرنگا۔ مجبوری ہے۔ آؤ۔ اپنے پیٹ کا جہنم بھرلو۔ ورنہ پچھتاؤ گے۔''

بوڑھے سرنگا نے جواب میں نفرت سے منہ پھیر لیا۔

''ہاں ہاں آجاؤ، پھر یہ گوشت بے کار ہو جائے گا۔ نہ جانے کب تک ہمیں بھوکا رہنا پڑے۔ نہیں آتے تو لڑکی کو بھیج دو۔'' جم نے بوڑھے سے کہا۔

''تم کتے ہو.....'' سرنگا نے حقارت سے کہا۔ ''میں ایک ماہ اسی طرح رہ سکتا ہوں۔ سریتا میں بھی تم سب سے زیادہ قوت برداشت ہے۔''

''تم پچھتاؤ گے۔'' ڈاکٹر جواد نے کہا۔

''میں مَر جانا بہتر سمجھتا ہوں۔''

شیخ طاہر نے سرگوشی میں مسکراتے ہوئے ہم سے کہا۔ ''تو پھر ہم کچھ دن اور زندہ رہ لیں گے۔''

ھے نے یہ بات نہیں سنی۔ اُس نے گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا۔ سریتا آمادہ نظر آتی تھی مگر وہ بوڑھے گا سے کچھ زیادہ ہی خوف زدہ معلوم ہوتی تھی۔

مجھے احساس ہے کہ ایک انسان کا دوسرے انسان کو پھاڑ کھانا سنگین ترین گناہ ہے لیکن ہمارے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ ہماری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا۔ مسلسل فاقوں نے ہمیں درندہ دیا تھا۔ اگر سیاہ فام حبشی پہل نہ کرتا تو عین ممکن تھا کہ یہ لرزہ خیز کام ہم میں سے کسی اور کو بالآخر انجام دینا پڑتا۔

غرضیکہ جب ہم میں سے ہر شخص یہودی کے جسم کا گوشت حلق تک ٹھونس چکا تو طے ہوا کہ اُس لاش کا باقی ماندہ حصہ جو اب ہڈیوں کے پنجر پر مشتمل رہ گیا تھا۔ سمندری جانوروں کے حوالے کر دیا ئے۔ یہ مشورہ سب سے پہلے فلورا نے دیا تھا جو شکم سیری کے بعد اب لاش دیکھ کر خوف زدہ ہو رہی ی۔ ڈاکٹر نے فلورا کے مشورے کی تائید کی۔ اُس کا خیال تھا اگر لاش لائف بوٹ پر رہنے دی گئی تو ں کا تعفن دوسروں کی بیماری یا کسی وباء کا باعث بن سکتا ہے، ہم میں سے ہر شخص اس بات پر متفق وگیا لیکن پُراسرار قاتل اور سیاہ فام حبشی نے اس وقت بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ اُس کی نظریں ب بھی یہودی کے بھیانک چہرے اور اُدھڑے ہوئے جسم پر مرکوز تھیں۔ ڈاکٹر نے جب ایک خلاصی کی مدد سے یہودی کی لاش اٹھانا چاہی تو وہ پُراسرار حبشی جو آٹھ روز تک اپنی زبان کو تالو سے چپکائے ہنے پر قادر تھا، چپ نہ رہ سکا، اُس نے ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ ''ڈاکٹر۔ لاش کو سمندر میں مت پھینکو۔ یہ ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوگی۔''

ہر شخص کو حبشی کے بولنے پر تعجب ہوا اور سب کی نگاہیں اس کے چہرے کی جانب اٹھ گئیں۔ ڈاکٹر نے وجہ دریافت کی تو حبشی نے آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں پھر کچھ بدبدانے کے بعد خوفناک انداز میں ڈاکٹر سے بولا۔ ''ابھی وجہ مت پوچھو۔ سورج کو سر پر آنے دو۔ پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ اس بدبخت کی لاش ہمارے لیے کتنی قیمتی ہے۔ مجھے ایک موقع دو جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو۔ خاموش رہو۔''

ڈاکٹر نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے اپنے شانے اُچکائے اور لاش کو دوبارہ لائف بوٹ میں چھوڑ دیا۔ حبشی سے کسی نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ میری طرح شاید سبھی اُس سے خائف تھے۔ فلورا مجھ سے چپکی ہوئی تھی۔ حبشی نے نظریں سمندر کی طرف گھمائیں تو اس نے بہت آہستہ سے سرگوشی کی۔ ''جابر مجھے یہ حبشی کوئی بہت خطرناک شخص لگتا ہے مگر اس کا وجود ہمارے لیے اعتماد کا باعث ہے، شاید یہ

ہماری کوئی مدد کر سکے۔''

''مدد۔ وہ کیسے؟'' میں نے آہستگی سے مسکرا کر پوچھا۔

''اس کی آنکھوں کو غور سے دیکھو۔ ان میں ساحرانہ چمک ہے، ساری دوپہر کو سورج سے آنکھیں لڑاتا ہے۔ میں نے ڈربن کا سفر کئی بار کیا ہے، افریقی جادوگروں کے بارے میں، میں نے بہت کچھ معلوم کیا۔ تم نہیں جانتے وہ بڑی پُراسرار قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں یہ باتیں سمجھ میں نہیں آتیں لیکن افریقہ میں جگہ جگہ اس کا چرچا ہے۔ یہ حبشی بھی کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے، ایسے لوگوں کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔ کیا تم نے غور کیا کہ وہ گزشتہ سخت دنوں میں ایک لمحے بھی فکرمند نظر نہیں آیا؟'' فلورا نے کہا۔

فلورا کی باتوں نے میرے خدشات کو ہوا دی۔ افریقہ کی گھنی اور تاریک بستیوں کے اسرار کے متعلق سنا ہی سنا تھا کہ ان لوگوں کی دنیا ہی عجیب ہے، وہ ساری دنیا کے لوگوں سے مختلف ہیں، ان کے عقیدے، رسم و رواج کی بنیاد توہمات پر ہے۔ سُنا تھا کہ ان کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہوتا۔ جہاز کے اندوہناک حادثے اور فلورا کی زبانی تاریک افریقہ کے پُراسرار واقعات سن کر میں ڈانوا ڈول ہوگیا اور توہم کے ریلے میں بہہ گیا۔ ہم دونوں اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ گرانڈیل حبشی نے ایک دم پلٹ کر خونخوار انداز میں فلورا کی جانب نگاہیں اُٹھائیں۔ فلورا نے وہ تمام باتیں اتنی آہستہ کی تھیں کہ ان کا حبشی کے کانوں تک پہنچنا محال تھا لیکن اُس کی وحشت دیکھ کر اندازہ ہوا تھا کہ اُس نے ہماری ساری باتیں سن لی ہیں۔ فلورا میری طرف متوجہ تھی اس لئے وہ حبشی کی خوف ناک نظریں نہ دیکھ سکی چند لمحوں تک وہ اسی طرح آنکھیں نکالے بیٹھا رہا، پھر اُس کی نگاہوں کی دہشت کسی قدر کم ہوئی۔ اُس نے نفرت بھرے انداز میں مجھے مخاطب کیا۔ ''سیکا جو جی۔ میکو آنا لاما۔ مستی راہو غوغا۔ سیکا۔ ابیش۔'' (اپنی عورت کو سمجھاؤ میں شہرت پسند نہیں کرتا۔ مقدس دیوتا کی نظریں دل کا حال بھی پڑھ لیتی ہیں، اپنی عورت کو خاموش رہنے کی ہدایت کرو۔)

حبشی کی بات سن کر میں حیرت زدہ رہ گیا میں ہر اعتبار سے ایک مکمل عرب نظر آتا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ جہاز پر میری اُس سے ملاقات بھی نہیں ہوئی تھی۔ پھر اُسے کیسے علم ہوگیا کہ میں ٹوٹی پھوٹی افریقی زبان بول سکتا ہوں یقیناً فلورا کا خیال درست تھا، میں نے اُسے ادب سے جواب دیا۔ ''سیکا آبی گاما۔ سوبارو لینا سے ون۔'' (میں اپنی عورت کو سمجھا دوں گا تم مطمئن رہو۔)

''جابر!'' فلورا نے سہمتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ تم سے کیا کہہ رہا تھا؟''

''تم اس کے بارے میں کچھ مت پوچھو، زبان بند رکھو۔ جو کچھ تم کہتی ہو اُسے معلوم ہو جاتا ہے۔ اس کے کان بہت بڑے ہیں۔ کوئی اور بات کرو.....'' میں نے اُسے سمجھایا۔

فلورا نے گھگیا کر حبشی کی سمت دیکھا پھر کسی ڈر سے نظریں جھکا لیں۔ میں نے اُسے دوسری باتوں میں لگا لیا۔ ہم سب کو اس بات کا انتظار تھا کہ سورج سر پر آئے تو حبشی کو ٹٹولا جائے چنانچہ جیسے جیسے سورج بلند ہوتا جاتا تھا۔ ہمارا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ جب سورج چہار سمت چھا گیا اور اس کی کرنیں جسم میں چبھنے لگیں تو ڈاکٹر نے حبشی کو مخاطب کیا۔ اُس کا لہجہ بڑا نرم تھا۔ ''میرے دوست اب لاش کے بارے میں تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

حبشی نے ایک نظر آگ اگلتے ہوئے سورج پر ڈالی پھر اپنی جگہ سے اُٹھا جہاز کے ایک خلاصی کی جانب اشارہ کر کے اس نے خنجر مانگا پھر یہودی کی لاش کے نزدیک بیٹھ کر بڑی چابکدستی سے اُس کی آنکھیں نکالنے لگا۔ اس کا یہ عمل بڑا جارحانہ تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے اس کام میں مہارت تامہ حاصل ہو۔ ہم سب کی نظریں اُس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ہڈیوں کے حلقے کے اندر دھنسی ہوئی بے جان آنکھیں آہستہ آہستہ باہر آ رہی تھیں۔ ڈاکٹر جواد بڑی توجہ سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یکلخت وہ وحشت ناک انداز میں چلایا۔ ''یہ ظلم ہے، درندگی ہے تم سب وحشی اور پاگل ہوگئے ہو۔''

پھر اس سے قبل کہ ہم دخل دیتے کہ ڈاکٹر جواد کو نہ جانے کیا ہوا اس نے چیتے کی سی پھرتی سے حبشی پر چھلانگ لگا دی۔ حبشی لڑکھڑایا مگر دوسرے ہی لمحے اُس کی بھرپور لات ڈاکٹر کے پیٹ پر پڑی تو وہ تلملا کر لائف بوٹ کے درمیان میں گرا۔ دوبارہ سنبھل کر کھڑا ہوا لیکن حملہ کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اُس کے قدم رک گئے جیسے کسی نادیدہ قوت نے اسے جکڑ لیا ہو۔ وہ آگے بڑھنے کے لئے پاؤں چلاتا رہا۔ پھر تیورا کر بے ہوش ہوگیا حبشی نے لاپروائی سے اپنا عمل جاری رکھا۔ میں نے ڈاکٹر کو دیکھ کر حبشی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''یلوسی پراقوسا؟'' (کیا یہ مر گیا)

''شابو۔ دم بالوہ کوسنیں دن۔''

(نہیں البتہ یہ ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے) حبشی نے اکھڑ لہجے میں جواب دیا۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ حبشی سے کچھ اور پوچھوں یا اٹھ کر ڈاکٹر کی نبض دیکھوں۔ کسی میں جرات نہیں تھی سب دم بخود تھے۔

حبشی نے یہودی کی دونوں آنکھیں نکال کر خنجر خلاصی کی طرف پھینک دیا اور اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں بے جان آنکھوں کو اُس نے اپنی دونوں ہتھیلیوں پر رکھا۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے اپنی زبان میں بدبدانے لگا۔ اُس کی آواز لحہ بہ لحہ بھیانک ہوتی جا رہی تھی، نظریں سورج پر جمی ہوئی تھیں، وحشت کے آثار جب اُس کے چہرے پر گہرے ہوگئے تو اُس نے اچانک دونوں آنکھوں کو سمندر میں پھینکا اور گھٹنے ٹیک کر اپنا سر لائف بوٹ سے ٹکرانے لگا۔ وہ کسی عبادت میں مصروف تھا۔ دیکھتے ہی

دیکھتے طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے اور کشتی بری طرح ڈولنے لگی۔ پھر یہ ہوا کہ لائف بوٹ کا رُخ ہوا نے موڑ دیا۔ لمحوں میں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ہم کسی جوار بھاٹا کی زد میں آ گئے ہوں۔ فلورا مجھ سے اور سریتا فلورا سے لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے ان دونوں کو پناہ دی تھی بوڑھا سرنگا بڑی دلچسپی اور انہماک سے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ طوفانی ہواؤں نے خس و خاشاک کے مانند لائف بوٹ کو اڑانا شروع کر دیا تھا۔ حبشی کی عبادت کا عجیب و غریب عمل جاری تھا۔ لائف بوٹ کے تمام مسافر ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ اچانک سیاہ فام حبشی نے اپنی عبادت ختم کی۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اُس نے شعلہ بار نظروں سے سورج کو دیکھا اور پھر پُرسکون ہو کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ پھر میں نے ہمت کر کے اُس سے پوچھا۔ ''دوست ان سب باتوں کا کیا مطلب ہے طوفانی ہوائیں لائف بوٹ کو غرق کر دیں گی۔''

''نہیں۔ حبشی بڑے اعتماد سے بولا۔'' میں نے اُسے یہودی کی آنکھیں بھینٹ کر دی ہیں۔ دیوتا ہماری رہبری کریں گے۔ ہم جلد ہی کسی قریبی جزیرے تک پہنچ جائیں گے۔''

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا لیکن میں نے دیکھا ہندی بوڑھا سرنگا مسکرا رہا تھا اور افریقی کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

☆==========☆==========☆

اگلے دو روز تک سوائے اس کے اور کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا کہ ڈاکٹر جواد حقیقتاً ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ طوفانی ہواؤں کا زور بدستور قائم تھا۔ ہماری لائف بوٹ حیرت انگیز طور پر ہوا کے رخ پر ہچکولے کھاتی آگے بڑھ رہی تھی، ہم میں سے ہر شخص نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ سیاہ فام حبشی یقیناً کوئی جادوگر ہے چنانچہ ہر شخص اس سے خائف تھا۔ ڈاکٹر کی ذہنی حالت تشویشناک حد تک خراب ہو چکی تھی، متعدد بار اس نے سمندر میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن حبشی اُس کی طرف سے غافل نہیں تھا جب وہ تنگ آ گیا تو ڈاکٹر کو لائف بوٹ کی رسیوں کے ساتھ اس طرح جکڑ دیا گیا کہ وہ بیٹھے بیٹھے محض پاؤں کو حرکت دے سکتا تھا نہ کھڑا ہو سکتا نہ اپنے ہاتھوں کو کسی کام میں لا سکتا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر کہ حبشی ڈاکٹر کے سلسلے میں اس قدر محتاط کیوں ہے اُس نے مجھے بتایا کہ وہ اور اُس کے قبیلے کے لوگ ڈاکٹروں کو قابل پرستش سمجھتے ہیں اور ہر قیمت پر ان کی جان و مال کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

تیسرے روز علی الصباح ایک اور ہولناک حادثے نے حبشی کی شخصیت ہمارے لیے خوفناک حد تک پُراسرار بنا دی، بات گو اتنی خاص نہیں تھی لیکن بس اچانک ہی حالات نے بدترین صورت اختیار کر لی۔ حبشی حسب دستور ڈاکٹر کے قریب بیٹھا ہوا اسے عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ ڈاکٹر

نے ہذیانی انداز میں ہانک لگائی۔ ''ہالٹ..... کون ہے، جواب دو ورنہ گولی مار دوں گا۔''

ہم سب ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ سیاہ فام حبشی زبان کے بجائے ہاتھ کے اُلٹے سیدھے اشارے کر کے ڈاکٹر کو نہ جانے کیا سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈاکٹر حبشی کی الٹی سیدھی حرکتوں کو آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا۔ پھر دیوانہ وار قہقہے لگانے لگا۔ اُس نے کچھ جنگی احکام صادر کرنے شروع کر دیئے۔

''بے وقوف مت بنو ڈاکٹر..... ہم اس وقت میدان جنگ میں نہیں ہیں۔'' جم پارک نے ناگوار لہجے میں ڈاکٹر کو مخاطب کیا۔ اُس کے لہجے میں بیزاری کا عنصر شامل تھا۔ جم پارک ایک جذباتی، ضدی اور مغرور نوجوان تھا۔ اپنی حرکتوں سے وہ ناپسندیدہ سمجھا جانے لگا تھا کئی بار اُس نے فلورا اور سریتا سے بے ہودگی کی کوشش کی مگر ہر بار اُسے تنبیہ کر کے خاموش کر دیا گیا۔ جب ڈاکٹر کی حماقتیں بڑھ گئیں تو جم پارک جو خاصا چڑچڑا ہو گیا تھا، بھڑک اٹھا اور اُس نے ڈاکٹر کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

حبشی ڈاکٹر کے بارے میں یہ الفاظ سن کر آگ بگولا ہو گیا، اُس کی آنکھیں بتدریج سرخ ہونے لگیں، یہیں مجھے احساس ہو گیا کہ جم پارک کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اُس نے خاموش رہ کر معاملہ رفع دفع کرنے کے بجائے آستینیں چڑھاتے ہوئے کہا۔ ''تم..... سیاہ کتے، اپنی زبان بند کرو، تم نے ان معصوم لوگوں کو بہت متاثر کر لیا۔ اپنی اوقات سے نہ بڑھو، تمہارے جیسے کتنے آدمی ہماری غلامی کرتے ہیں۔''

جواب میں حبشی اُچھل کر گھٹنوں کے بل کھڑا ہو گیا، لائف بوٹ پر موت کا بھیانک سکوت طاری تھا، مجھے یقین تھا کہ اب حبشی کا سحر جم پارک کو برباد کر دے گا، تمام نظریں حبشی پر مرکوز تھیں۔ کچھ دیر تک وہ جم کو خوں خوار نظروں سے تولتا رہا پھر اس نے جھک کر سمندر سے تھوڑا پانی چلو میں لیا ایک نظر آسمان پر ڈالی..... اس کے بھدے ہونٹ ہلے، کچھ پڑھ کر اس نے چلو کے پانی پر پھونکا اور پھر جم کی طرف اُچھال دیا۔ پانی کا جم کے جسم پر گرنا تھا کہ وہ کربناک انداز میں چلاتا ہوا لوٹ لگانے لگا۔ حبشی نے ایک بار پھر یہی عمل کیا، جم کے جسم پر بڑے بڑے آبلے اُبھر آئے، وہ ہیبت ناک انداز میں چیخنے چلانے لگا۔ بمشکل پانچ منٹ کے اندر اندر جم کا جسم آبلوں سے بھر گیا۔ حبشی نے حقارت سے نظریں دوسری جانب کر لیں اور جب جم کا جسم ساکت ہو گیا تو وہ اٹھا جم کی آبلہ زدہ خوفناک اور اکڑی ہوئی لاش کو اٹھا کر سر سے بلند کیا اور سمندر میں پھینک دیا، جس جگہ جم کی لاش گری وہاں سمندر کے اندر یوں بڑے بڑے بلبلے اٹھنے لگے جیسے پانی میں چونے کے سینکڑوں ڈھیلے ڈال دیئے گئے ہوں۔

ہمارے چہرے خوف سے زرد ہو چکے تھے لیکن حبشی پُرسکون تھا اس نے الٹے سیدھے اشاروں میں ڈاکٹر سے دوبارہ کچھ گفتگو شروع کر دی تھی۔ مجھے اس وقت سخت تعجب ہوا جب ڈاکٹر جواد نے بھی

ہاتھ کے اشاروں سے جواب دینا شروع کر دیا۔ اس وقت ڈاکٹر کے چہرے پر گہری سنجیدگی کا
تھا۔ اسی شام ہمیں اپنے ایک اور ساتھی سے ہاتھ دھونا پڑا۔

سورج غروب ہونے سے کچھ دیر قبل جعفر کی حالت غیر ہونے لگی، پہلے اسنے ایک لمبی قے
پھر وہ لمبا لمبا لیٹ گیا حبشی نے اُٹھ کر نبض ٹٹولی اور مایوس ہو کر گردن جھکا لی جس کا مطلب یہی تھ
خلاصی کی روح اس کے جسم سے پرواز کر چکی ہے۔ جعفر کی لاش کو بھی سمندر کی لہروں کے حوالے کر
گیا۔ اس صورت حال نے ہم سب کے چہرے فق کر دیئے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ ر
ہمارا مصری ساتھی جو ابھی تک خاموش تھا اچانک کچھ دیکھ کر خوشی سے چلایا۔ وہ غرب آفتاب کا وا
تھا۔

''وہ دیکھو۔ وہ دیکھو۔ وہ دیکھو سامنے خشکی کے نشان نظر آ رہے ہیں، کیا میری نظریں دھوکہ
رہی ہیں۔''

مصری تاجر نے جس سمت اشارہ کیا تھا ہم سب کی نظریں اس جانب اُٹھ گئیں اور ہمار
چہرے خوشی سے دمک اٹھے، دُور ایک چٹان سر اُٹھائے ہمیں زندگی کا پیغام دے رہی تھی اتنی مایوسیو
کے بعد زندگی کی اُمید نے ہمارے دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دیں کیا واقعی وہ کوئی چٹان ہے یا محض
گمان۔ مگر لائف بوٹ بڑی تیزی سے نظر آنے والی چٹان کی طرف بڑھ رہی تھی، مجھے یقین تھا
رات میں کسی وقت ہم خشکی تک پہنچ جائیں گے، سیاہ فام حبشی نے جو پیش گوئی کی تھی وہ درست ثابت
ہو رہی تھی، فلورا میرے اور قریب ہو گئی اور لرزتے ہوئے کہنے لگی۔ ''جابر..... مجھے ہول اُٹھ رہا ہے
نہ جانے یہ کون سا جزیرہ ہو اور ہمارے اوپر کیا بیتے؟''

''ہمت سے کام لو فلورا۔ اس کے سوا کیا چارہ ہے۔ خوش قسمتی سے زمین نظر آئی ہے۔ یہاں
موت لائف بوٹ کی موت سے زیادہ دردناک نہ ہوگی۔ خشکی پر پہنچنے کے بعد ممکن ہے کوئی بہ
صورت نکل آئے۔''

''خدا کرے تمہاری زبان مبارک ہو۔ مگر جابر، افریقہ میں بے شمار ایسے جزیرے ہیں جہا
ہر کی دنیا کا کوئی فرد نہیں پہنچا۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں اسرار ہی اسرار ہیں، وہ لوگ ہمار
مہذب دنیا سے بالکل مختلف ہیں مجھے ڈر ہے کہیں ہم ایسے کسی گمنام جزیرے پر نہ پہنچ جائیں۔ پھر ہ
ان وحشیوں کی خوراک بن جائیں گے۔ ان کی عبرتناک سزائیں سن کر ہی کلیجا دہل جاتا ہے، ان سے
کسی رحم و کرم کی امید رکھنا فضول ہے، یہ بات عام ہے کہ یہ درندے اپنے علاقے میں قدم رکھنے
والوں کے ساتھ بدترین سلوک کرتے ہیں، خاص طور پر عورتوں کے ساتھ ان کا رویہ بڑا ہی انسانیت
سوز ہوتا ہے یہاں ہر آدمی جادوگر ہے۔ خدا ہمیں ان کے عذاب سے دُور کرے۔''

''مگر فلورا..... لائف بوٹ میں غذا اور پانی نہیں ہے۔ اس جزیرے پر اترنے کے سوا کوئی اور
استہ بھی تو نہیں، حوصلے سے کام لو۔ مقابلہ کریں گے۔ لڑ کر مر جائیں گے۔''

میری بات سن کر فلورا کے چہرے پر پھیکی پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''پتہ نہیں، اب کیا ہو۔ جابر۔ تم مجھے اپنے ساتھ ہی رکھنا اور اگر یہ لوگ میرے ساتھ زیادتی
کریں تو میرا گلا گھونٹ دینا۔''

''تمہیں مجھ سے کوئی چھین سکتا ہے میری جان؟'' میں نے اس کا بازو دبا کر کہا۔ ''بس حوصلے
اور جرات کی ضرورت ہے۔''

افریقہ کے گمنام جزیروں اور وہاں کے جنگلی وحشی قبائل کے بارے میں آئے دن اخبارات و
سائل میں سنسنی خیز واقعات اور مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ میرا خود بُرا حال تھا لیکن فلورا کو
طمئن کرنے کے لئے اسے جھوٹی تسلیاں دے رہا تھا۔ ہمارے دوسرے ساتھی جب تک اُجالا رہا،
آنکھیں پھاڑے اسی چٹان کی سمت دیکھتے رہے جس کی شکل آہستہ آہستہ واضح ہو رہی تھی، اس وقت
ہمارے دل بُری طرح دھڑک رہے تھے۔ خشکی پر قدم رکھنے کے خوش گوار تصور سے میرے اور فلورا
کے سوا سبھی شاداں و فرحاں تھے۔ مقدس جارا کاکا کے بارے میں، صرف میں جانتا تھا۔ میں نے
دیکھا کہ سرنگا بھی بے چینی سے پہلو بدل رہا ہے۔

توقع کے خلاف ہم جلد ہی چٹان کے قریب پہنچ گئے، سمندری چٹان اب ہم سے بمشکل ایک
ڈیڑھ میل کے فاصلے پر تھی۔ جوں جوں یہ فاصلہ کم ہو رہا تھا۔ ہمارا اضطراب بڑھتا جاتا تھا۔ ہر شخص
سب سے پہلے اُترنے کے لئے بے چین نظر آتا تھا۔ گیارہ بارہ روز کے اذیت ناک سمندری سفر کے
بعد زمین قریب آ رہی تھی، لیکن یہ بات کسی کو معلوم نہ تھی کہ زمین انہیں کیا دینے والی ہے۔ موت،
مصائب، اذیتیں یا مسرت، نجات، زندگی..... کون سی تباہی ان کی منتظر ہے اور کون سا مژدہ ان کی
ماعت میں رس گھولنے والا ہے۔ سمندری چٹان ہر لمحے اپنا دائرہ وسیع کر رہی تھی، درختوں کے جھنڈ
بھی اب سیاہی کی شکل میں نظر آنے لگے تھے۔ اندھیرا بڑھ گیا تھا اور چاند کسی دوسری دنیا کی سیر کر رہا
تھا۔ میں نے سیاہ فام حبشی کی طرف دیکھا۔ میں دراصل اس کے چہرے کے تاثرات پڑھنا چاہتا تھا،
میرا خیال تھا کہ وہ اپنی ساحرانہ قوتوں کی کامیابی دیکھ کر پھولا نہ سما رہا ہوگا لیکن میرا اندازہ غلط ثابت
ہوا۔ حبشی کے چہرے پر جہاز کے ڈوبنے کے بعد آج پہلی بار فکرمندی کے تاثرات نمایاں تھے، وہ کچھ
سوچ رہا تھا بہت ہی سنجیدگی اور استغراق سے۔ وحشت اور پریشانی میں وہ اچانک ہولناک انداز میں
نیچا سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے پھر وہ پاگلوں کی طرح ہال نوچنے لگا۔ ڈاکٹر نے اُسے اس عالم میں
دیکھ کر ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا لیکن جلد ہی لوگ قریب نظر آنے والی چٹان کے ہیولے کی طرف

متوجہ ہو گئے۔

''اب ہم چند لمحوں میں خشکی پر پہنچنے والے ہیں۔'' میں نے حبشی کے قریب جا کر اپنی افریقہ زبان میں اسے مخاطب کیا۔ ''تم نے جو کہا تھا وہ ٹھیک ثابت ہوا۔ یہودی کی آنکھوں دیوتاؤں کی مہربانی نے ہمیں زندگی سے قریب تر کر دیا ہے۔''

حبشی میری آواز سن کر یوں چونکا جیسے سو رہا تھا، اُسے میری دخل اندازی پر غصہ آ گیا۔ ا بڑی آنکھوں سے شدید بیزاری اور مایوسی جھلک رہی تھی..... ''تم اندھے ہو۔'' وہ جھنجلا کر ''کل پیش آنے والے واقعات تمہاری آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں، تم اس دنیا سے تعلق رکھتے ہو آدمی کے اندر کی آنکھیں بینائی سے محروم ہوتی ہیں، تم لوگ لافانی دنیا اور لافانی قوتوں کے با میں کچھ نہیں جانتے کیوں کہ تم مادے کی باتیں کرتے ہو۔ مادہ روح کے بغیر بے کار ہے لیکن مادے کے بغیر بھی محترم رہتی ہے۔ تمہارے ہاں روحانی بالیدگی کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ تمہارے جو سب سے قیمتی شے ہے تم اس سے کام لینا نہیں جانتے۔ کل کیا ہونے والا ہے، تم نہیں جان مگر تو مغا جانتا ہے۔ تو مغا سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ تو مغا کے پاس اندر کی آنکھیں ہیں جاہلو!''

اس پُراسرار افریقی شخص کی باتوں نے میری وحشت میں اور اضافہ کر دیا، میں تو اس کے اطمینان قلب کے لئے گیا تھا، اس نے میرے قلب کو اور پریشان کر دیا، پہلی بار مجھے معلوم ہوا کا نام تو مغا ہے لیکن اس وقت مجھے اس کے نام سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ کل کیا ہونے وا چنانچہ میں نے اس کے جملوں کی تلخی نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ ''تو مغا میرے دوست۔ تم محسن ہو۔ مجھے بتا کہ خشکی پر کیا گزرنے والی ہے تم اپنی آنکھوں سے کیا دیکھ رہے ہو؟''

''ہاں۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔ تم سب اندھیرے کی طرف جا وہاں آتش فشاں ہے، وہاں کانٹے ہیں، وہاں خون ہی خون ہے۔ احمقو! تم وہاں نہ جاؤ۔ لائف کا رخ موڑ دو۔'' تو مغا نے جھلاتے ہوئے کہا۔

''معزز تو مغا!'' میں نے جھرجھری لیتے ہوئے جلدی سے کہا۔ ''مجھے تمہاری ساحرانہ قو پورا یقین ہے کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم لائف بوٹ کا رُخ کسی اور قریبی جزیرے کی طرف پھیر دو۔

تو مغا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر اپنے موٹے ہونٹوں کو تیزی سے حرکت دینے لگا۔ غالباً وہ کوئی ساحرانہ عمل شروع کر چکا تھا۔ اس اثناء میں نے بوٹ کے جملہ افراد کو ہموار کرنے کے لئے انہیں متوجہ کیا۔ ''دوستو!'' میں نے زور زور ''تو مغا کا خیال ہے کہ اس جزیرے پر ہمارا جانا ٹھیک نہیں۔ وہاں ہم اور مصائب میں گھر سکتے بہتر ہے کہ ہم راستہ بدل لیں''

''ہمارے پاس کھانے کو نہیں، پانی نہیں۔ دوسرا جزیرہ نہ جانے کب نظر آئے۔ کون کہہ سکتا ہے۔'' ان لوگوں کی دلیل معقول تھی۔ میں خاموش ہو گیا۔ میری ایک نہ چلی۔ ادھر تو مغا اپنے عمل میں مصروف تھا میں پوری توجہ سے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا اور ہر قیمت پر تو مغا کو اس ر پر راضی کر لینا چاہتا تھا کہ وہ اپنی قوتوں کے کسی کرشمے سے لائف بوٹ کا رخ موڑ دے لیکن سوس قدرت ہمارے اطراف اپنا جال بُن چکی تھی، تو مغا کا عمل ادھورا رہ گیا۔ طوفانی ہواؤں کا زور یانک بڑھ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم سیاہی مائل دھندلکوں کی طرف تیزی سے بڑھنے لگے۔

میرے ذہن میں میرے دوست احمد بن طاہر کا وہ واقعہ اُبھر آیا جو اُس نے جہاز کا سفر ترک کرنے کی خاطر مجھے سنایا تھا۔ خوف کی لہر میری رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ میں اُٹھ کر جلدی سے ورا کے پاس آ گیا۔ میرے دوسرے ساتھی بھی اس گھور اندھیرے میں کچھ دیکھنے کی ناکام کوشش میں مصروف تھے۔ تو مغا بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اُسے آواز دی تو اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہیں دیتا تھا۔ اچانک تو مغا کی ایک کریہہ چیخ سنائی دی اور گرد کا طوفان تیز ہو گیا۔ ڈاکٹر ہواد نے کربناک انداز میں چلانا شروع کر دیا تھا۔ لائف بوٹ کے تمام مسافر ایک دوسرے کو آواز ے رہے تھے۔ سیاہ دھول کے بھنور نے لائف بوٹ کو ان گنت چکر کھلائے مگر لمحوں میں قیامت خیز نور ختم ہو گیا اور کہیں آگے بڑھ گیا۔ مطلع جلد ہی صاف ہو چکا تھا۔ اندھیرا کم ہو گیا تھا۔ اس لئے ہم یک دوسرے کی شکلیں کسی قدر دیکھ سکتے تھے ہم نے تو مغا کی طرف توجہ کی تو ششدر رہ گئے تو مغا لائف بوٹ پر موجود نہیں تھا۔ خدا جانے وہ سمندر میں غرق ہو گیا یا پھر سیاہ دھول کے ذرات اُسے اُڑا لے گئے یا وہ کہیں روپوش ہو گیا تھا۔ کوئی بات بھی ممکن تھی۔ ان پُراسرار حالات نے ہم سب کو گنگ کر دیا تھا۔ ہمارے اوپر سکتے کا عالم طاری تھا۔ فلورا مجھ سے لپٹی بُری طرح کپکپا رہی تھی۔ ہر شخص مایوس نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہا تھا۔ بوڑھے سرنگا نے سریتا کو اپنے بازوؤں میں چھپا رکھا تھا۔ اب لائف بوٹ ہوا کے دوش اور لہروں کے زیر و بم پر اُچھلتی تیزی سے جزیرے میں داخل ہو رہی تھی۔

خشکی کا وہ حصہ قریب آ رہا تھا تو وہاں کا منظر واضح ہوتا جا رہا تھا۔ ہر چند کہ رات کا وقت تھا لیکن دُور کھڑے ہوئے درختوں کی قطار کو پہچاننا کچھ مشکل نہ تھا۔ تو مغا کی حیرت انگیز گمشدگی نے زمین پر اترنے کی جستجو کو دہشت میں تبدیل کر دیا تھا۔ ہمارے چہرے زرد، عقلیں گم اور آنکھیں حیرت سے وا تھیں۔

''جابر۔ اب کیا ہونے والا ہے؟'' فلورا کی گھٹی گھٹی آواز سناٹے میں ارتعاش پیدا کر گئی۔ میں نے جواب میں اُس کی پشت تھپتھپائی۔ میری اپنی عقل بھی خبط تھی۔ طرح طرح کے توہمات نے

ذہنوں پر قبضہ کرلیا تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ مقدس جارا کا کا نے تو مغا کے خیالات پڑھ لیے ہوں
تو مغا جو میری درخواست پر لائف بوٹ کا رُخ موڑنے کے لئے کوئی ساحرانہ عمل شروع کر چکا تھا۔
لاعلمی میں جارا کا کا کے عتاب کا شکار ہوگیا۔ پھر کیا ہوا؟ تو مغا کہاں گیا؟ وہ کن خطروں کی پیشگوئی
رہا تھا وہ کون سے اندھیروں کے بارے میں بتانا چاہتا تھا۔

لائف بوٹ کو اچانک جھٹکا لگا اور مصری تاجر خوشی سے دیوانہ وار چلایا۔ ''ہم زمین پر پہنچ گئے
یہ خشکی ہے۔ خدا کی قسم کتنی فرحت بخش جگہ ہے۔''

لائف بوٹ زمین پر جا کر ہچکولے کھا رہی تھی۔ فلورا میرے بازوؤں میں سمٹی ہوئی تھی۔ سب
سے پہلے مصری تاجر لائف بوٹ سے چھلانگ لگا کر خشکی پر کودا۔ پھر شیخ طاہر نے پیروی کی۔ وہ دونوں
گزشتہ واقعات بھول کر خوشی سے دیوانہ وار چلا رہے تھے اور زندگی پا لینے کی خوشی میں اُچھل کود
رہے تھے۔ میں نے فلورا کو آہستہ سے خشکی پر اُتارا۔ سریتا نے سرنگا کو سہارا دیا جب سب اُتر گئے
میں نے لائف بوٹ کھینچ کر ساحل پر کی اور ڈاکٹر جواد کو رسیوں کی قید سے آزاد کرنے لگا۔ رسی
چونکہ بھیگی ہوئی تھیں۔ اس لئے انہیں کھولنے میں بڑی دشواری پیش آرہی تھی۔ رسی کھلتے ہی ڈاکٹر
ایک طرف بھاگنے لگا۔ میں نے اُسے بڑی مشکل سے پکڑا۔

''خاموشی کے ساتھ آگے بڑھو۔'' میں نے حکیمانہ انداز میں کہا۔ سب سے آگے میں، میرے
ساتھ فلورا اور اُس کے پیچھے باقی لوگ تھے۔ ڈاکٹر جواد کو خلاصی نے سنبھال رکھا تھا۔ آگے گہرا اندھیرا
تھا۔ ریتیلی زمین پر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے درختوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دُور دُور تک روشنی کا
ونشان نہیں تھا۔ اس خاموشی اور تاریکی سے اور وحشت ہونے لگی اتنے دنوں بعد زمین پر قدم رکھنے
وجہ سے ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔ ڈگمگاتے ہوئے جیسے ہم نے بہت ساری شراب پی لی ہو
ہم چلتے رہے درختوں کا سلسلہ قریب ہی تھا اور یہ بات طے تھی کہ یہ کوئی گھنا جنگل ہے جنگل میں ا
خانماں برباد افراد کی شب بسری کا تصور ہی ہولناک تھا۔ میں نے ان سب کو متنبہ کیا کہ وہ بے حد محتا
ہو کر قدم بڑھائیں اور ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے رہیں۔ جنگل کے پار ہی کسی آبادی کے ملنے
امکان ہے اور کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا کہ جنگل کتنی دور تک پھیلا ہوا ہے۔ یہاں کیڑے مکوڑوں
درندوں کے بکثرت پائے جانے کا اندیشہ تھا۔ میرے ذہن نے اس مشکل رات اور سیاہ جنگل
نمٹنے کے لئے منصوبے بنانے شروع کر دیئے۔ اسکیمیں مرتب کرنے کا کام مجھے خاصا آتا ہے۔
نے انہیں تمام خطرات سُونگھ کر بتایا کہ رات چھوٹے درختوں کے قریب زمین پر گزاری جائے اور
میں سے دو آدمی جاگتے رہیں۔ غذا کی تلاش صبح سویرے ہی کی جاسکتی ہے۔ وہ سب میری بات پر
کرتے جاتے تھے۔ مجھے اس کا شدید احساس تھا کہ سرنگا بہت دنوں سے بھوکا ہے مگر اس وا

رختوں کو چھیڑنا کسی طور مناسب نہیں تھا۔

درختوں کی پہلی قطار کو ہم نے عبور کیا۔ آگے بڑھتے ہوئے ہمارے سر درختوں سے ٹکرانے
گے۔ میں نے آہستگی سے چند شاخیں توڑ کر اپنے ساتھیوں کے ہاتھوں میں تھما دیں اور انہیں ہدایت
ی کہ وہ راستہ ٹٹولتے ہوئے بہت حتیاط سے آگے بڑھیں۔ ایک دوسرے سے بات کرنے کی کوشش
کریں۔ سرگوشی میں ہی کچھ پوچھیں۔ جنگل میں داخل ہوتے ہی ہم سب کو اندازہ ہوگیا کہ ہمیں
رختوں کے اُوپر رات بھر بیٹھے رہنا ہوگا مگر وہاں جنگلی چیونٹیوں اور چھوٹے موٹے زہریلے کیڑوں کا
ر نیچے زمین پر سانپ، بچھو اور درندوں کا امکان تھا۔ اس امکان کی سریتا کی چیخ نے تائید کی وہ
چانک چیخنے لگی اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا تھا۔ میں نے فلورا کا ہاتھ چھوڑ کر سریتا کے منہ پر ہاتھ
کھ دیا اور اُن سب کو حکم دیا۔ ''دوستو! اس خطرناک جنگل میں رات گزارنا موت کو دعوت دینے کے
ترادف ہے۔ لائف بوٹ کے قریب ہم زیادہ محفوظ طریقے سے رات گزار سکتے ہیں جہاں اتنا انتظار
کیا گیا ہے وہاں اندھیرے دُور ہونے تک اور انتظار کرلیا جائے۔''

وہ سب بغیر کچھ کہے واپس ہونے لگے، اس لئے کہ یہ بہترین مشورہ تھا ہم دوبارہ تھک کر ہار کر
ائف بوٹ تک واپس آگئے۔ میں نے ڈاکٹر کے ایک پیر سے رسی باندھ کر اُس کا دوسرا سرا اپنے پیر
سے باندھ لیا۔ ریتیلی زمین پر ہم نیم مردہ حالت میں دراز ہوگئے۔ سریتا سسک رہی تھی۔ میں نے اُس
کے بازو پر اپنی قمیض باندھ دی لیکن وہ دیر تک تڑپتی اور سسکتی رہی۔ سرنگا بار بار اسے تسلیاں دیتا رہا۔
مارے پاس اُس غریب کا دکھ دور کرنے کے لئے کچھ بھی تو نہیں تھا۔ علی الصباح پو پھٹنے سے قبل سب
سے پہلے میں بیدار ہوا اور مجھ سے کچھ دیر بعد سرنگا۔ سرنگا جاگتے ہی سمندر کی طرف گیا۔ نہانے کے
عد اُس نے اپنی جیب سے مورتی نکالی اور اس کے سامنے عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگا۔

☆==========☆==========☆

علی الصباح ہی باقی تمام افراد بیدار ہوگئے۔ سریتا کا ہاتھ سوج چکا تھا۔ میں نے اُسے ضبط کرنے
کی تلقین کی۔ سمندر پر منہ ہاتھ دھونے کے بعد ہم پھر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ پرندوں کے
شور و غل اور جنگلی جانوروں کی آوازیں ساحل تک آرہی تھیں۔ ہم نہتے تھے اور ہر صورت ہمیں جنگل
یں داخل ہونا تھا۔ سات آدمیوں کا یہ قافلہ دل میں دہشت و نگاہوں میں خوف لیے پھر زندگی کی
مید میں جنگل کی طرف بڑھنے لگا۔ مگر ابھی ہم کچھ ہی آگے بڑھے تھے کہ مصری تاجر کمال بھیانک چیخ
ار کر زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی فلورا کی ہذیانی چیخ بھی سنائی دی۔ ہم نے کمال کو سنبھالنے
کی کوشش کی لیکن ایک دوسرا نیزا میرے قریب زمین پر آ کر لگا۔ میں نے فوراً ہی ہاتھ اُوپر اٹھا دیئے۔
صری تاجر ساحل پر چت پڑا تھا اور اُس کے سینے میں اندر تک نیزا پیوست ہوگیا تھا۔ خطرہ محسوس کر

کے باقی پانچ افراد نے بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔ ہمارا مصری ساتھی کسی وحشی کے نیزے
ہلاک ہو چکا تھا یہ اس جزیرے کی منحوس صبح کا آغاز تھا۔ ہماری نگاہیں درختوں کی طرف تھیں۔ سا
درختوں کے جھنڈ کی طرف کھلبلی سی ہوئی اور ہمیں اپنا خون شریانوں میں منجمد ہوتا محسوس ہوا۔ چھ سا
ننگ دھڑنگ سیاہ فام وحشی ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھامے ہماری طرف نپے تلے قدم اٹھا
بڑھ رہے تھے۔

میری کیفیت اُس مسافر سے مختلف نہ تھی جس نے منزل کے قریب پہنچ کر دم توڑ دیا ہو۔
طاہر میرے پہلو میں کھڑا سرتاپا لرز رہا تھا۔ فلورا میرے قدموں کے قریب بے ہوش پڑی تھی۔ ڈ
جواد کی ذہنی حالت چونکہ درست نہ اس لئے وہ موت کے پیغامبر ان ننگ دھڑنگ وحشیوں کا منہ
رہا اور کڑوی کسیلی شکلیں بنا رہا تھا سرنگا کے تحمل میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ وہ سریتا کے ساتھ ہاتھ اٹھا
کھڑا تھا۔ میری اپنی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ گنگ کھڑا ان بدہیئت وحشیوں کو دیکھ رہا تھا وہ نیز
سنبھالے محتاط قدموں سے ہماری سمت آ رہے تھے۔ ان کے جسم پر کوئی ایسی شے نہیں تھی جس سے
کا کوئی حصہ بھی چھپا سکے۔ سیاہ جسموں پر سفید رنگوں سے آڑے ترچھے نقوش بنے ہوئے تھے۔ کا
اور نتھنوں میں ہاتھی دانت کے بڑے بڑے بالے نظر آ رہے تھے۔ خونخوار نگاہوں سے جھلکنے والی
رحمی میری ہر امید ختم کر رہی تھی۔

زندگی اور موت کا فاصلہ بتدریج کم ہو رہا تھا۔ شیخ جس انداز میں سرتاپا کانپ رہا تھا اُس
یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ وہ حد درجے خائف ہے اور کسی بھی لمحے بے ہوش ہو کر گر پڑے گا۔ مو
میرے پہلو سے جدا ہو گیا اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ اُس کی یہ بچکانہ حرکت ہم سب کی رہی
امیدوں کا خاتمہ کر سکتی تھی۔ میں نے جلد ہی دبی زبان میں اُس سے کہا۔ ''شیخ طاہر اپنی جگہ
کھڑے رہو۔ بھاگنے کی حماقت مت کرنا ورنہ ہوا میں پھینکے ہوئے نیزے ہمارے جسموں کو بھی چ
کر رکھ دیں گے۔ عقلمندی سے کام لو۔''

میری بات پر شیخ طاہر اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ جنگلیوں نے قریب پہنچ کر طاہر کو بازوؤں سے
لیا۔ پھر انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے سرنگا اور سریتا کو علیحدہ ہو جانے کا حکم دیا۔ پھر وہ میری طر
متوجہ ہوئے۔ دو جنگلیوں نے جھپٹ کر مجھے بھی جکڑ لیا۔ پھر ایک نے فلورا کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے
ڈاکٹر جواد کو گھسیٹا گیا۔ میں نے یہ بات خاص طور پر محسوس کی کہ تمام جنگلی فلورا کو دیکھ کر نظروں نظ
میں مسرت کا اظہار کر رہے تھے۔ البتہ جب ڈاکٹر جواد پر ان کی نظر پڑی تو ان کے چہرے نفرت
کھنچ سے گئے۔ ڈاکٹر دیوانگی کے عالم میں خود کو ان کے شکنجے سے چھڑانے کی خاطر ہاتھ پاؤں
تھا اور ہذیان بک رہا تھا۔ ''پکڑو۔ پکڑو۔ جانے نہ پائے۔ لپک جھپک، ہائے ابوالہول۔ ٹھا

ائیں نص.....''

ڈاکٹر دیوانگی کی حالت میں اناپ شناپ بکے جا رہا تھا۔ اُس کی مزاحمت نے جنگلیوں کو بھڑکا
ا۔ ایک چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اپنے ساتھی سے کہا۔ ''دم بوگا ماسٹی لاؤ۔'' (اسے مار ڈالو
بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے) میں نے اس کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی دوسرے جنگلی کو اچھل کر
ز اسنبھالتے دیکھا۔ اُس کے ارادے خطرناک تھے۔ نیزے کی انی سے اُس نے گھٹنوں کے بل ہلکا
ا دباؤ ڈال کر عجیب انداز میں ڈاکٹر کے پیٹ کا نشانہ لیا اور آگے بڑھنے لگا۔ میری حالت غیر ہو رہی
نی۔ موت بڑی تیزی کے ساتھ ڈاکٹر کے گرد اپنا گھیرا تنگ کر رہی تھی۔ مجھے سینے میں اپنا دل ڈوبتا ہوا
سوس ہوا۔ اتفاقاً میرے ذہن میں توموگا کا کہا ہوا جملہ ابھرا۔ اُس نے کہا تھا کہ افریقی جنگلی قبائل
اکٹروں کو قابل پرستش سمجھتے ہیں اور ہر حال میں ان کی حفاظت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اندھیرے
ں امید کی کرن نظر آتے ہی میں نے ٹوٹی پھوٹی زبان میں چوڑے چکلے سینے والے جنگلی کو مخاطب کر
کے کہا۔

''ابی روگالا۔ ابی روگالا۔'' (یہ ڈاکٹر ہے۔ یہ ڈاکٹر ہے)

روگالا (ڈاکٹر) کا لفظ سنتے ہی اُس جنگلی نے اپنا نیزہ جلدی سے نیچے کر لیا جو پہلے اُسے ڈاکٹر
کے پیٹ میں اتار دینے کے لئے پر تول رہا تھا۔ چوڑے چکلے سینے والا مجھے اپنی زبان بولتا دیکھ کر
چونکا۔ پھر سینہ تانے میرے نزدیک آیا اور خشک لہجے میں بولا۔

''تما کو چیتا؟'' (تم لوگ کون ہو؟)

میں نے اُکھڑی ہوئی سانس اور ڈوبتے دل پر قابو پا کر اسے مختصراً اپنی روداد سنا دی۔ ان لوگوں
کی زبان قدرے مختلف تھی۔ تاہم میری ٹوٹی پھوٹی زبان کسی کام تو آئی۔ جارا کا کا تذکرہ میں دیدہ و
دانستہ نظر انداز کر گیا۔ میں نے اُس کو یہ بتایا کہ ہمارا جہاز طوفان میں پھنس کر تباہ ہوا تھا جنگلی کی
آنکھیں بدستور میرے چہرے پر مرکوز تھیں، یوں جیسے وہ میری کہانی کی تصدیق کر رہا تھا۔ قبل اس کے
کہ وہ کوئی جواب دیتا، اُس کا ایک دراز قد ساتھی قریب آ کر حقارت سے بولا۔

''لابو آما ..... لابوشی بورا..... آغورا غوفا۔'' (یہ جھوٹ بولتا ہے، یہ ہمارا دشمن ہے، ہم اسے
دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھائیں گے۔)

''ابیش.....'' چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اپنے ساتھی سے کہا پھر مجھے اور شیخ طاہر کو دیکھ کر
کہا۔ ''می گورانی لاہو، اقابلا لا پاپونار۔'' (ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے، اقابلا محترم و مقدس ہے) پھر وہ
دوبارہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔ ''روگالا سو بوگارا؟'' (ڈاکٹر نے بھاگنے کی کوشش کیوں
کی تھی؟)

''روگالا بیگا۔ لابوشی کالی۔'' (ڈاکٹر پاگل ہے، یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے) میں نے ڈ
ڈرتے جواب دیا۔

کچھ دیر تک میں جنگلیوں کے اُلٹے سیدھے سوالات کا اُلٹے سیدھے انداز میں جواب دیتا
شیخ طاہر اس تمام عرصے میں مہر بلب رہا۔ البتہ مجھے جنگلیوں سے گفتگو کرتا دیکھ کر اُس کے چہرے
مُردنی کے اثرات کسی قدر چھٹ چکے تھے۔ ڈاکٹر جواد کبھی بڑی سنجیدگی سے ہماری گفتگو سننے لگتا اور
ہذیان بکنا شروع کر دیتا۔ فلورا بدستور ریت پر بیہوش پڑی تھی اور ننگ دھڑنگ جنگلی اُسے دلچ
نظروں سے گھور رہے تھے۔ میں نے اس بات کو خاص طور پر نوٹ کیا کہ فلورا کے سلسلے میں ان کا
جارحانہ نہیں تھا۔ سرنگا نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ اس لئے وہ بھی محفوظ تھا۔ سریتا اب جنگلیوں
نرغے میں تھی۔

مجھ سے کچھ مطمئن ہو جانے کے بعد ہمیں نیزوں کی نوک سے آگے بڑھنے کا حکم دیا گیا۔ فلو
چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ فلورا، سریتا
ڈاکٹر جواد کی زندگیاں محفوظ ہیں۔ دوران گفتگو مجھے صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ ہمیں دو روز تک قید
رکھا جائے گا۔ اس کے بعد جنگلیوں کے سردار شوالا کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ جو ہفتے میں صر
دو بار قبیلے والوں کے سامنے آتا ہے اور ضروری مسئلوں کا حل پیش کرتا ہے اور دوسرے مسائل کا فی
کراتا ہے۔ مجھے یہ سن کر تعجب ہوا کہ ان جنگلیوں کا طریقہ زندگی کسی قدر مہذب ہے۔ میرے ذ
میں شوالا کے مختلف خاکے بنتے اور بگڑتے رہے، مگر یہ اقابلا کون ہے جس کا نام جنگلیوں نے بڑ
احترام کے ساتھ لیا تھا۔

اقابلا یقیناً اُن کی کوئی پُراسرار لائق پرستش ہستی ہے۔ میں آئندہ پیش آنے والے واقعات
لئے اپنے ذہن میں منصوبے بناتا رہا۔ شیخ طاہر نے راستے میں ایک بار مجھے مخاطب کرنے کی کوشش
تھی لیکن پشت سے ایک جنگلی نے اُس کے شانے پر اس زور سے نیزے کا الٹا حصہ مارا کہ وہ
اُٹھا۔

کھلے میدانی حصے میں اُبھرتے سورج کی روشنی موجود تھی، درختوں کے جھنڈ سے گزرتے وا
ہمارے لیے راستہ چلنا دشوار ہو رہا تھا۔ کوئی دو گھنٹے تک ہم گھنے جنگل کے درمیان سے گزرتے ر
پھر دوبارہ کھلے آسمان کے نیچے آ گئے۔ مجھے تعجب تھا کہ راستے میں ہماری ملاقات کسی دوسرے ج
سے نہیں ہوئی اس جنگل سے گزر کر ہمیں احساس ہوا کہ گزشتہ رات یہاں سے واپس ہو کر اور ساحل
سونے کا فیصلہ کر کے ہم نے اپنی زندگیاں بچالی تھیں اگر ہم رات یہاں گزار رہے ہوتے تو ج
جانور صبح تک ہمارا کام تمام کر چکے ہوتے۔ عجیب بات یہ تھی کہ جنگلیوں کی موجودگی میں کسی درند

نے اِدھر کا رُخ نہیں کیا۔ جنگلی ان مشکل راستوں پر بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ سریتا کے ہاتھ کی
کلیف خاصی بڑھ چکی تھی مگر وہ باحوصلہ لڑکی آنسو چھپائے سر جھکائے خاموش چل رہی تھی،
ب جنگلی نے جب اُس کا سوجا ہوا ہاتھ دیکھا تو مجھ سے اس کا سبب معلوم کیا۔ میں نے رات کا سارا
قعہ اُسے بتا دیا۔ اُس نے میری بات سن کر ایک قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے کی کوئی تک نہیں تھی میں نے بھی
رے پر مسکراہٹ لا کر اُس کا ساتھ دیا۔ جس پر اس کی آنکھوں سے غصہ مترشح ہونے لگا پھر مجھے
قدرت خواہانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ہی بنی اور یہی بات سمجھ میں آئی کہ کسی ردعمل کا اظہار کئے بغیر
پ چاپ ان کے ساتھ چلتے رہنا بہتر ہے، جنگلی ہمیں ساتھ لیے ایک بڑے درخت کی طرف
ھے، اس درخت کے تنے میں ایک بہت بدصورت بوڑھا جنگلی آرام کر رہا تھا۔ اُس کے پاس جڑی
ٹیاں اور عجیب وغریب قسم کے پتھر کے اوزار تھے۔ جنگلیوں نے اُس سے سریتا کا احوال کہا پہلے تو وہ
میں حیران کن نظروں سے گھورتا رہا۔ پھر اُس نے سریتا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر خود ایک پھونک
ری اور زمین سے اپنا عصا اٹھا کر ہاتھ کے متاثر حصے پر تیزی سے پھیر دیا۔ چشم زدن میں اُس کی
وجن کم ہو گئی۔ سریتا کی آنکھیں پھٹ گئیں، اُس کی ساری تکلف رفع ہو چکی تھی، بوڑھے سرنگا نے
ں عمل پر کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا۔ یہ ابتدا تھی میں یہ معجزانہ علاج دیکھ کر اس جزیرے سے اور خوفزدہ
و گیا۔

کھلے میدان کو عبور کرنے کے بعد ہمیں ایک مختصر مگر دشوار گزار چٹان سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد
میں ایک جھونپڑی میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ جو بانسوں اور سرکیوں سے بنائی گئی تھی، اس جگہ
وڑے تھوڑے فاصلے پر دس بارہ جھونپڑیاں اور بنی ہوئی تھیں، جھونپڑی میں دھکیل کر باہر سے دروازہ
د کر دیا گیا۔ چوڑے چکلے سینے والے جنگلی نے مجھے سختی سے تاکید کی کہ اگر تم نے بلا اجازت باہر نکلنے یا
رار ہونے کی کوشش کی تو نتائج کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہوگی، ڈاکٹر کو وہ اپنے ساتھ دوسری
ھونپڑی میں لے گئے۔ البتہ فلورا کو ہمارا ساتھ ہی چھوڑ دیا گیا۔ مجھے اس فراخدلی کی مطلق توقع نہیں
تھی، جھونپڑی کے دروازے کو باہر سے بند کرنے کے بعد چوڑے چکلے سینے والے کی آواز پھر مجھے
نائی دی، اُس نے اپنے تین ساتھیوں سے ہماری نگرانی کرنے کی سختی سے تاکید کی تھی۔

جھونپڑی میں پہنچ کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ فلورا ابھی تک بے ہوش تھی میرے دل میں
چل مچی ہوئی تھی ہم بُری طرح گھر چکے تھے جنگلیوں کے باہر چلے جانے کے بعد میں نے دروازے
کے قریب جا کر جھری سے باہر جھانکا۔ دروازے پر تین جنگلی نگراں تعینات تھے، میں نے جھونپڑی کا
ائزہ لیا۔ اُس کی پیمائش بمشکل نو دس مربع فٹ رہی ہوگی، نکاسی کے لئے محض وہی راستہ تھا جس کے
ہر تین بدصورت جنگلی پہرا دے رہے تھے فرش پر خشک گھاس بچھی ہوئی تھی۔ جس پر فلورا بے سدھ

پڑی تھی، شیخ طاہر سہما ہوا ایک طرف نڈھال بیٹھا تھا۔ سرنگا اور سریتا بھی ایک کونے میں گھٹنوں میں
دیئے بیٹھے تھے، میں نے سب سے پہلے فلورا کی خبر لی، نبض کی رفتار تسلی بخش تھی، میں اسے ہوش
لانے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا کہ سرنگا میرے پاس آیا اور پہلی بار مخاطب ہوا۔ اُس کے لہجے میں
دبدبہ تھا۔ وہ کہنے لگا۔ ''جابر۔ تم دروازے پر جا کر ان جنگلیوں سے کہو کہ وہ ہمیں کچھ کھانے کو
میں لڑکی کو ہوش میں لاتا ہوں۔''

بھوک سے ہم سب کا بُرا حال تھا۔ میں ہمت کر کے دروازے کے پاس گیا اور زوردار آواز
ایک جنگلی کو مخاطب کیا۔ میں نے جھری سے دیکھا کہ وہ میری آواز کی طرف لپکا ہے، جب وہ
رفتاری کے ساتھ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو میں نے اُس سے ادب کے ساتھ کچھ غذا لانے
کہا۔ وہ کوئی جواب دیئے بغیر میری بات سن کر چلا گیا اور میں فلورا کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔

سرنگا نے اس کے جسم کے چند ایسے حصوں پر مالش شروع کر دی تھی کہ وہ کسمسانے لگی، آنکھ
کھول کر اُس نے جھونپڑی کو حیرت سے دیکھا اور کچھ سمجھتے کچھ نہ سمجھتے ہوئے مجھ سے مخاطب
''ہم کہاں ہیں؟''

میں نے اطمینان سے جواب دیا۔ ''ہم خیریت سے ہیں' یہ جنگلی لوگ تو بڑے مہذب
فلورا۔''

''جابر! کیا وہ درندے چلے گئے؟'' فلورا کی گھٹی گھٹی آواز اُبھری۔

''ہاں۔ وہ تو کبھی کے چلے گئے اب ہم دوسری جگہ ہیں' تم تو بہت باحوصلہ لڑکی تھیں، یہ
سرنگا ہمارے پاس ہیں، وہ سامنے سریتا بیٹھی ہے، سرنگا تمہیں ہوش میں لائے ہیں۔'' میں نے
کی طرح اُسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''نہیں جابر نہیں۔'' فلورا بے اختیار میرے سینے سے لپٹ کر سسکتی ہوئی بولی۔ ''ہم مصیبت
گھر گئے ہیں۔''

میں اسے اپنے طور پر سمجھاتا رہا لیکن خوف اُس کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر میں در
کھلا اور جنگلیوں نے وحشیانہ انداز میں پھل اور نیم پکا گوشت ہماری طرف پھینک دیا۔ ہم سب ا
کتوں کی طرح جھپٹ پڑے، پھلوں اور گوشت کی مقدار کم نہیں تھی لیکن ہم میں سے ہر شخص اپنے
زیادہ حصہ وقف کرنا چاہتا تھا۔ فلورا بھی تمام خطروں سے بے نیاز ہو کر کھانے پر جُٹ پڑی۔

جب ہم خوب سیر ہو کر کھا چکے تو جنگلیوں نے ہمیں پانی فراہم کیا اتنے دنوں بعد یہ مقوی غ
کر نشہ طاری ہونے لگا تھا۔ نرم گھاس کا فرش نرم و لطیف ہوا جلد ہی غنودگی ہم پر غالب آ گئی۔
سب سے پہلے سویا پھر شیخ طاہر اور سریتا۔ میں اور فلورا جاگتے رہے۔ فلورا ان سب کی موجودگی

جود میرے بہت قریب آ کر دراز ہو گئی اور میں نے اُسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ اتنے دنوں
اذیت کے بعد طبیعت میں کچھ ترنگ سی محسوس ہوئی تھی، فلورا میرے سینے سے لگ کر اس میں گم
ئی جاتی تھی، ایک بار پھر اُسے اختلاج ہوا۔ وہ سسک سسک کر کہنے لگی۔ ''جابر تم ان جنگلیوں کے
م و رواج سے واقف نہیں ہو، سفید فام عورت کے معاملے میں یہ بڑے ندیدے ہوتے ہیں۔ ایسی
دگی سے موت بہتر ہے، تم مجھے اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر مار ڈالو، میں تمہاری شکر گزار ہوں
لی۔''

''تم کیسی باتیں کر رہی ہو فلورا؟'' میں نے اُسے چمکارتے ہوئے کہا۔

''نہیں جابر ہر لمحہ جو گزر رہا ہے مجھے خطرے کا احساس دلا رہا ہے تم میری بڑی تمنا رکھتے تھے،
سمت نے ہمیں کس قدر و قریب کر دیا ہے کاش میں تمہیں بیروت میں ملتی فلورا بڑی دل شکن باتیں کر
رہی تھی۔

''پگلی!'' میں نے کہا۔ ''ہم یہاں سے ضرور آزاد ہو جائیں گے۔ میں اب بھی مایوس نہیں
ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں پھر تم اتنی ہراساں کیوں ہو۔''

فلورا کا خوف کم نہیں ہوا۔ وہ مایوس کن باتیں کرتی رہی ہم دونوں جلد سو گئے۔ کب سوئے اس کا
علم نہیں، بس باتیں کرتے کرتے سو گئے۔

ڈاکٹر جواد کے ہذیانی قہقہوں کی آواز نے مجھے جگا دیا جو کسی قریبی جھونپڑے میں مقید تھا۔ میں
نے آنکھیں ملتے ہوئے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی، اس وقت دن کے تین کا عمل تھا۔ میری کمر میں شدید
درد ہو رہا تھا۔ کروٹ بدل کر میں دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ ابھی غنودگی کا ایک ہلکا سا جھونکا
آیا تھا کہ باہر سے کسی جنگلی کی آواز اُبھری وہ اپنے کسی ساتھی سے مخاطب تھا۔

''شوالا اسے لے گیا' اس نے کالاری کی بات مان کر اچھا نہیں کیا، مقدس اقابلا سے مشورہ کئے
بغیر شوالا اسے لے گیا۔''

''اگر مقدس اقابلا ناراض ہو گئی تو اُس کا سحر اسے تباہ کر دے گا اور اگر کالاری نے شوالا کو روکنے
کی کوشش کی تو شوالا اُسے ختم کر دے گا۔''

''مقدس اقابلا محترم ہے، وہ عظیم ہے، وہ شوالا کو من مانی نہیں کرنے دے گی۔ وہ موت کو اشارہ
کر کے اُسے ختم کر دے گی۔''

''مگر اس سے پہلے شوالا اس خوبصورت لڑکی کی نرم ہڈیوں کا سارا گودا چوس چکا ہو گا۔'' دوسرے
نے کہا۔ ''تم نے دیکھا، شوالا کس خاموشی سے اُسے اٹھا لے گیا، کالاری تو کیا۔ لڑکی کے ساتھیوں تک
کو خبر نہ ہو سکی۔''

''آہستہ بولو۔ ہمیں خود زبان نہیں کھولنی چاہئے، اقابلا کے کان بڑے ہیں، شوالا بھی دور ہماری باتیں سننے پر قادر ہے۔ لڑکی کا ساتھی بھی ہماری زبان سمجھ سکتا ہے، ہوسکتا ہے وہ جاگ رہا ہو۔''

اب نیند کا کیا سوال تھا۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر گھاس پھوس کو ٹٹولا۔ سب وہاں موجود لیکن فلورا؟

☆==========☆==========☆

فلورا وہاں موجود نہیں تھی۔ میں نے اُٹھ کر ایک بار پھر جھونپڑی کا جائزہ لیا۔ شیخ طاہر ایک کو میں بدمست سو رہا تھا۔ سریتا اور سرنگا ایک دوسرے کے قریب سمٹے سمٹائے ہوئے تھے۔ کیا وہ گیا؟ وہی جس کا اندیشہ کچھ دیر پہلے فلورا نے ظاہر کیا تھا؟ پہرے داروں کا وہ جملہ میری سماعت سیسہ اُنڈیلنے لگا۔ جو انہوں نے ابھی کہا تھا۔ ''شوالا اُسے لے گیا۔ اس نے کالاری کی بات مان اچھا نہیں کیا۔ مقدس اقابلا سے مشورہ کیے بغیر شوالا سے لے گیا۔'' میرے ذہن میں ایک طوفان ہوگیا۔ جابر تمہارا تو سب کچھ لٹ گیا، فلورا چلی گئی ہے، اب کیا باقی رہ گیا ہے؟ یہ کیسی الجھن تھی کہ اُسے کہیں تلاش کرنے بھی نہیں جاسکتا تھا۔ یہ راستے اجنبی، یہ فضا نامانوس، باہر پہرے دار موجود۔ لمحے ایک تازہ اذیت کا اندیشہ، ہر وقت موت کا خطرہ۔ میں نے جھونپڑی کے تنکے ہٹا کر باہر کی طر دیکھا۔ وہاں جنگلیوں کی ایک بڑی تعداد جمع تھی۔ اس صورت میں باہر نکلنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا، میری مجبوریاں، میری بے بسیاں، ایک سرکش اور مہم جو شخص جو آگ میں کود پڑتا تھا اُسے طلسم خانے میں اپنا وجود ایک حقیر کیڑے کی طرح محسوس ہوا۔ میں نے جھنجھلا کر اپنے بال نوچ لیے ابھی کچھ دیر پہلے وہ کہہ رہی تھی۔ ''جابر۔ یہ جنگلی لوگ سفید فام عورت کے مقابلے میں بڑے ندید اور درندے ہوتے ہیں، ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے میرا گھونٹ کر مجھے مار ڈالو۔'' کاش میں اسے مار دیتا۔ اب نہ جانے وہ کہاں ہوگی اور اس پر کیا گزر ر ہوگی۔ یہ ظالم اُس کے ساتھ کیسا دردناک سلوک کر رہے ہوں گے۔ اس جزیرے پر قدم رکھتے ہمیں نحوستوں نے گھیر لیا تھا۔ میں جھونپڑی میں اِدھر سے اُدھر دیوانہ وار گھوم رہا تھا۔ کوئی صورت میں نہیں آئی تھی۔ ایک بار پھر میں نے باہر کی طرف جھانکا۔ پہرے دار سرگوشیوں میں گفتگو کر ر تھے۔ میں نے جھونپڑی سے کان لگا دیئے۔ وہ کہہ رہے تھے۔ ''یہ لوگ منحوس ہیں۔ یہ سفید فام اجن ضرور کوئی مصیبت کھڑی کر دیں گے۔ اگر شوالا اور کالاری میں ٹھن گئی تو ان دونوں پر آسمانی بلائ نازل ہوں گی۔''

''شوالا۔ عظیم شوالا۔ وہ اس جزیرے کا چیتا ہے۔ مقدس اقابلا کی اس پر نظر ہے۔ کالاری۔ اُس سے ٹکرانے کا مقصد یہی ہوگا کہ اس کے دن پورے ہو چکے ہیں۔''

''چپ رہو! ہمیں کوئی بات، کوئی رائے قائم نہیں کرنی چاہئے۔ کیا تم نہیں جانتے کے شوالا اور الاری دونوں اقابلا کے سردار ہیں۔ ان دونوں پر اقابلا کی عنایتیں سایہ گستر ہیں، کالاری سیاہ جنگل ے جانوروں کا بادشاہ ہے، اور زمین پر رینگنے والے تمام حشرات الارض شوالا کے اشاروں کے منتظر ہتے ہیں، مقدس اقابلا نے دونوں کو علیحدہ علیحدہ طاقتیں دی ہیں، اس نے کالاری کو شوالا سے کم رُتبہ یں دیا اور شوالا کو کہیں بھی اُس سے فروتر نہیں رہنے دیا۔ ہمیں کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے کہ الا یا کالاری میں، کسی ایک سے ہماری طرف داری ظاہر ہو۔ ہم مقدس اقابلا کے غلام ہیں اس کی تیں لامحدود ہیں، وہ ہمیں اپنی امان میں رکھے۔''

''مقدس اقابلا۔ ہمیں معاف کرے..... مگر سنو! کیا شوالا ہماری موجودگی میں اُس سفید فام لڑکی ومقدس اقابلا کی اجازت کے بغیر نہیں لے گیا ہے..... اگر اُس نے باز پُرس کی تو ہم کیا جواب دیں ے؟''

''مگر شوالا کے سامنے ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہم شوالا کو کس طرح روک سکتے تھے، وہ ہمیں زدہوں کے حوالے کر دیتا۔''

''ہمارے لیے خاموشی ہی بہتر ہے۔''

''خاموش رہو۔''

''دیکھو اندر کوئی جاگ گیا ہے شاید انہیں علم ہوگیا ہے کہ ان کی ساتھی ان سے جُدا کر دی گئی ہے۔''

میرے کھٹکے پر وہ ہوشیار ہوگئے اور کھٹکا یوں ہوا کہ میں نے عالم اضطراب میں بانسوں کی بنی ئی جھونپڑی کی ایک درز، خاصے بڑے سوراخ میں تبدیل کر دی تھی اور اگر وہ چوکنا نہ ہو جاتے تو ں شاید اضطراری کیفیت میں جھونپڑی کی کوئی دیوار ڈھا دیتا۔ میں نے خود کو سنبھالا اور اندر گھاس ے فرش پر بے سُدھ گر گیا۔ میرے اَوسان خطا تھے، پھر بھی میں رینگتا ہوا سرنگا کی طرف کھسک گیا راس کے پیر کا انگوٹھا پکڑ کر اسے بیدار کرنا چاہا۔ وہ نیند سے یوں ہڑبڑا کر اٹھا جیسے کوئی خواب دیکھتے یکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے چونک کر مجھے دیکھا اور فوراً اپنی ب پر نظر ڈالی جس میں ہر وقت ایک مورتی پڑی رہتی تھی۔ مورتی بدستور موجود پا کر اس نے اطمینان ا سانس لیا اور مجھ سے شفیق لہجے میں کہنے لگا۔

''کیا ہے عزیزم جابر؟ کیا پھر کوئی خطرہ پیش ہے؟''

''محترم سرنگا۔ فلورا موجود نہیں ہے۔'' میں نے مضطرب لہجے میں کہا۔

''کیا کیا؟..... فلورا موجود نہیں ہے؟ مگر وہ کہاں گئی؟'' اُس نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ اُسے لے گئے سرنگا۔ حبشیوں کے قبیلے کا کوئی سردار فلورا کو اغوا کر کے لے گیا۔'' میر
سرگوشیوں میں سرنگا کو ساری تفصیل بتا دی۔ وہ تعجب اور تردد سے آنکھیں پھیلائے میری سرگوشیا
رہا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے اوپر کی جیب سے عورت کی چھوٹی مورتی نکالی اور مورتی نظرور
سامنے کر کے نہ جانے کس زبان میں کچھ اُلٹے سیدھے فقرے دہرانے لگا۔ میں اس کی عجیب وغ
حرکتیں دیکھتا رہا۔ چند لمحوں بعد سرنگا نے مورتی دوبارہ آنکھوں سے لگا کر جیب میں رکھی اور سر
میں بولا۔'' جابر..... وہ اُسے لے گئے اس لئے کہ وہ انہیں پسند آ گئی تھی۔ عزیزم ہم یہاں کیا کر
ہیں۔ یہ پوری فضا طلسماتی ہے۔ جو کچھ باقی رہ گیا ہے اسی پر قناعت کرو۔ فلورا تو چلی گئی، جو
ہیں ان کی فکر کرو۔''

''سرنگا۔ خدا کے لئے کچھ سوچو۔ اتنی سنگ دلی کی باتیں نہ کرو۔''

''جابر..... مجھے تمہاری ذہنی کیفیت کا خواب اندازہ ہے، مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ سفر
فلورا ہی کی وجہ سے اختیار کیا تھا، مگر یقین کرو فلورا کا اغوا ہمارے لیے نیک شگون ہے، دنیا کا
ہے کہ کچھ قربانیاں دے کر ہی کچھ حاصل کیا جاتا ہے، فلورا کی بربادی ہمارے لیے بڑی کارآمد
ہوگی، تم کوئی فکر نہ کرو۔ یہ جو سانس نکا ہوا ہے، پتہ نہیں کیوں ہے؟ ہم سب کو تو مر جانا چاہئے تھا
زندہ ہیں۔''

''تم کیا کہہ رہے ہو سرنگا؟ تم بڑے مردم آزار آدمی ہو۔ میں نے سکون دل کے لئے
بیدار کیا تھا لیکن تم تو نشتر چلا رہے ہو۔'' سرنگا کی بے رحم بے نیازی اور زہریلی باتیں سن کر میر
کھول اُٹھا۔ وہ نازک بدن لڑکی نہ معلوم کن اذیتوں سے دوچار ہوگی؟ میری چشم تصور تو اُن اذ
خاکہ کھینچنے پر بھی قادر نہ تھی اور بوڑھا سرنگا اس کی بربادی کو نیک شگون کہہ رہا تھا۔ میرا دل چ
بدبخت سرنگا کی زبان کھینچ لوں لیکن حبشیوں کے مقابلے میں ہماری تعداد آٹے میں نمک کے برا
میں اسے اور کم نہیں کرنا چاہتا تھا، لہٰذا خون کا گھونٹ پی کر اور دل پر جبر کر کے بمشکل بولا۔
داس۔ فلورا کے بجائے وہ سریتا کو بھی ساتھ لے جا سکتے تھے۔ اس وقت تمہارے دل پر کیا گزرتی

سرنگا کے چہرے پر کھنچاؤ پیدا ہوا مگر اس نے بڑے تحمل سے کہا۔ ''عشق نے تمہیں مضطرب
ہے۔ تم میری بات پر ناراض ہو گئے ہو مگر عزیزم وقت کا انتظار کرو۔ عشق میں ایسے مرحلے بھی
ہیں۔ وقت تمہیں بتائے گا کہ بوڑھے سرنگا نے جو کچھ کہا تھا، وہ سچ ہے۔ کیا تم نے کبھی یہ نہیں سو
..... ہلاکت جسے عشق کہتے ہیں، انسانوں پر ایک خاص عمر پر کیوں نازل ہوتی ہے۔ میرے سفید
سے تجربے مترشح نہیں ہوتے؟ میں عشق نہیں کرتا مگر میں سریتا کے لئے ایک اور اعلیٰ قسم کا جذ
ہوں جو عام عشق اور شباب وحسن کے مقبول ومعروف تصور سے کہیں زیادہ برتر وافضل ہے۔

پسند ہو۔ یہ واقعات بہت غیر معمولی ہیں۔ ہم بلاؤں میں گھر گئے ہیں۔ جابر..... تم نے ابھی خطرے
پوری طرح محسوس نہیں کیے۔ تم نوجوان ہو، میں کچھ دیکھ رہا ہوں تمہاری آنکھیں اُسے نہیں دیکھ سکتیں۔
میں جو کچھ سونگھ رہا ہوں وہ تمہاری حس شامہ کی رسائی سے دُور ہے۔ تم اپنے بدن سے سوچ رہے ہو،
میں دماغ سے..... میں یہاں ایک نئی دنیا کا مشاہدہ کر رہا ہوں، جنگ وجدال کے بارے میں غور مت
کرو۔ بس جو کچھ ہو رہا ہے اُسے تسلیم کرتے رہو۔''

سرنگا کے لہجے میں بڑی سریت تھی..... مگر میرا حال تو بہت ابتر تھا۔ میں تو ابھی اپنی سانسوں
میں فلورا کے لبوں کی خنکی محسوس کر رہا تھا۔ اس کے بدن کا گداز ابھی تک میرے اعصاب میں رینگ
رہا تھا۔ ابھی اس کی وارفتگی اور اس کے شوق بے پایاں کا سرور میرے دماغ سے کہاں اُترا تھا۔ ''مگر
سرنگا۔ تم یہ تو تسلیم کرتے ہو.....'' میں نے جھنجھلا کر کہا۔ ''کہ معراج عشق کے لئے جو وقت اور عمر
متعین ہے میں اسی سے گزر رہا ہوں، پھر میری سرشوریاں، میرا یہ اضطراب اور میری یہ بے تابیاں
فطری ہیں اور ان کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔''

''میں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں۔'' سرنگا نے سر ہلا کر کہا۔

''پھر تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ سریتا بھی اسی طرح اغوا کی جا سکتی ہے۔ وہ چاہے جذبہ عشق نہ
ہو مگر کوئی تو جذبہ ہوگا کہ تم ساری بستی کو آگ لگانے پر آمادہ ہو جاؤ۔'' میں نے تلملا کر کہا۔

''سریتا کا ذکر نہ کرو جابر..... تم نہیں جانتے کہ میں اس سیاہ براعظم افریقہ میں کیوں آیا ہوں۔
یہ میں تمہیں ابھی نہیں بتاؤں گا لیکن غور سے اتنا سُن لو کہ سریتا کو دنیا کی کوئی طاقت برباد نہیں کر سکے گی
جب تک سرنگا زندہ ہے وہ دریائے گنگا کے مقدس پانیوں کی طرح پاک وصاف رہے گی۔''

سرنگا کے لہجے میں بڑا اعتماد تھا۔ میں اسے دیوانے کی بڑ سمجھا۔ نہ جانے وہ کیا سوچ کر ایسی
باتیں کر رہا تھا۔ شاید وہ سٹھیا گیا تھا۔ اگر اس نے پہرے داروں کی گفتگو سُن لی ہوتی جو اقابلا کے دو
سرداروں شوالا اور کالاری کے متعلق وہ ابھی ایک دوسرے سے کر رہے تھے تو یقیناً وہ ایسی لن ترانیاں
نہ کرتا۔ میں نے اس کی باتوں پر غور کرنے کے بجائے بے زاری کے ساتھ اس کی طرف سے نگاہیں
پھیر لیں، پھر میں دو قدم آگے بڑھ کر دوبارہ جھونپڑی کے دروازے پر آ گیا، باہر سے پہرے داروں
کی مدھم سرگوشیوں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں لیکن میں انہیں ٹھیک طور پر نہ سن سکا۔ سریتا بھی کسمسا رہی
تھی مگر شیخ طاہر ابھی تک بے سُدھ پڑا تھا۔ وقت کچھ زیادہ نہیں گزرا تھا۔ ہاں شام کے آثار قریب تھے
اور سورج انحطاط کی طرف مائل نظر آ رہا تھا۔ عجیب کربناک وقت تھا۔ میں اپنے پریشان خیالات میں
اُلجھا ہوا تھا کہ سرنگا میرے قریب آیا اور میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر مدھم آواز میں بولا۔ ''عزیزم
جابر۔ میں تمہارے دل کی حالت محسوس کر رہا ہوں۔ اپنی حالت سنبھالو، وقت کا انتظار کرو، خدا نے

چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں دیوی دیوتاؤں سے تمہارے لیے دعا کر رہا ہوں۔''

مجھے معلوم تھا، سرنگا کیا کہے گا..... سارے سفر میں وہ پُرسکون رہا تھا۔ اس کی قوت برداشت یقیناً کئی آدمیوں کی قوت برداشت کا مقابلہ کر سکتی تھی۔ میں اپنے متعلق عرض کر چکا ہوں کہ میرے برداشت اور ہمت، جرات اور اقدام کی کوئی کمی نہ تھی۔ میں ایک تنومند، لانبے قد اور مردانہ وجاہت تمامتر خوبیوں سے متصف تھا۔ مگر میں ہمت ہار رہا تھا، یہ واقعات اتنے ہمت شکن اور روح فرسا کہ جابر جیسا شخص نڈھال ہو گیا تھا۔ فلورا ملی، رخصت ہو گئی، رخصت ہوئی پھر ملی۔ پھر ملی اور رخصت ہو گئی۔ یہ کیسی ستم ظریفی تھی کہ میں اس کے دائمی حصول کا گوہر مقصود نہ پا سکا۔ ادھر سرنگا کی باتیں سنگ دلانہ تھیں، جب میری محبوبہ فلورا کسی شوالا کی ہونا کی اور درندگی کا شکار ہو رہی تھی، مجھے سرزنش یہ پُرسکون اور ٹھنڈی گفتار قطعاً اچھی نہیں لگی۔ اس کے لہجے میں بھی زہر کی کڑواہٹ محسوس ہوئی۔ نے اس کا ہاتھ جھٹک کر اپنے شانے سے دور کیا۔ اس وقت میرے دل میں شدید خواہش اُبھری کاش سریتا بھی کسی ایسے ہی حادثے سے دوچار ہو اور میں سرنگا کی بے بسی کا مذاق اُڑا سکوں۔ بہر میں سرنگا کا ہاتھ جھٹک کر دُور ہٹا رہا تھا کہ باہر آہٹ سنائی دی میں بڑی تیزی سے گھاس پھوس ڈھیر پر دراز ہو گیا۔ سرنگا نے بھی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور لپک کر سریتا کے قریب دراز ہو گیا۔

قدموں کی آہٹ جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ کر رُک گئی۔ کسی نے آہستہ سے دروازہ کھولا۔ میں نے اپنی آنکھیں اس طرح بند رکھیں کہ انہیں میرے جاگنے کا گمان بھی نہ ہو اور میں انہیں دیکھتا بھی رہوں۔ پہلے دو سیاہ فام حبشی اندر آئے۔ ان میں سے ایک کے سر پر کوئی شخص لٹکا ہوا تھا اس نے کچھ خوف زدہ حالت میں بڑی احتیاط کے ساتھ اس بوجھ کو یعنی فلورا کو گھاس پر لٹا دیا۔ فلورا واپسی سے میرا دل دھڑکنے لگا۔ جب میرے قریب حبشی آیا تو میں نے پھر آنکھیں بند کر لیں، وہ دلفرسا منظر جو میں نے دیکھا تھا آنکھیں بند کرنے کے لئے بہت تھا۔ کچھ دیر بعد جب میری آنکھ کھلی وہ دونوں جا چکے تھے۔ البتہ دو سیاہ فام عورتیں فلورا پر جھکی ہوئی تھیں اور اُن کے کڑے حرکت میں آ آواز پیدا کر رہے تھے۔ میں دروازہ بند دیکھ کر اس طرح اٹھا جیسے ابھی نیند سے بیدار ہوا ہوں۔ دونوں عورتوں نے میری طرف گھور کر دیکھا اور حیرت سے مجھے تکتی رہیں، شاید انہوں نے زندگی پہلی بار کسی سفید فام شخص کو دیکھا تھا میں بہت عجلت میں اُٹھ کر زمین پر لیٹی ہوئی بے ہوش فلورا پاس پہنچا۔ اُف الامان والحفیظ..... کون اس بات پر یقین کرے گا مگر میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میری بات پر یقین کیجئے۔ فلورا کے سارے بدن پر ایسے موٹے موٹے کیڑے رینگ رہے تھے جنہیں میں نے تصور میں بھی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ زرد زرد کیڑے چھوٹے بچھوؤں کی شکل کے تھے۔ فلورا کا صرف چہرہ اُن سے محفوظ تھا اور یہ بڑی حیرت کی بات تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر بے چینی سے انہیں علیحدہ کرنا چاہا تو ایک لڑکی نے بہت غیر مہذب طریقے سے میرا ہاتھ جھٹک دیا اور پہلی بار میں نے غور سے ان کی طرف نگاہ کی۔ کوئی مبالغہ نہیں اگر میں یہ کہوں کہ وہ اپنے قبیلے کی سب سے حسین لڑکیاں تصور کی جاتی ہوں گی۔ ان کا رنگ سانولا تھا، نقش و نگار تیکھے، اعضا متناسب کسی قدر لانبا قد وہ دونوں اور فلورا کے سر کے دائیں بائیں بیٹھی ہوئی تھیں، ان کے جسموں پر ان گنت رنگوں سے مختلف نقش و نگار بنے ہوئے تھے۔ رخساروں پر پھول کندہ تھے اور ماتھے پر رنگ برنگے پتے۔ تحریر کی تہذیب مانع ہے ورنہ ان کی عریانی کی تفصیل کم چونکا دینے والی نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے اور میں نے انہیں تجسس اور تشویش سے دیکھا اور پھر دو نظروں کا کوئی اشارہ کر کے ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا دیں۔

شاید انہیں اس کا احساس ہی نہیں تھا کہ ستر پوشی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ میری حالت یہ تھی کہ میں خود انہیں دیکھ کر آنکھیں چرا رہا تھا اور غالباً میری اس کیفیت، شرمیلے پن اور جھینپ سے وہ محظوظ ہونے لگی تھیں۔ میں چند لمحوں میں ان کے لئے ایک تماشا بن کر رہ گیا تھا۔ قبل اس کے کہ میں فلورا کے جسم پر رینگنے والے زرد کیڑوں کے بارے میں اُن سے پوچھتا میں نے سرنگا جیسے بقراط شخص کو اٹھانا زیادہ مناسب سمجھا جو خود ان عورتوں کو کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا اور میرے اشارے کا منتظر تھا.....

میں نے انگریزی میں طنزاً اس سے کہا۔ ''محترم سرنگا۔ مژدہ ہا باد۔ فلورا واپس آ گئی ہے۔ مگر وہ نیم جاں اور بے اماں ہے۔ اس کے بدن پر زرد رنگ کے بے شمار کیڑوں کا تسلط ہے۔ میرا خیال ہے یہ منظر تمہارے ہوش و حواس گم کر دینے کے لئے کافی ہو گا اور تمہارے مشاہدے میں کچھ اضافے کا موجب ہو گا۔''

سرنگا بے چینی سے اُٹھ بیٹھا اور آ کر فلورا کے بدن کا جائزہ لینے لگا۔ وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے ماتھے پر شکنیں گہری ہو گئی تھیں۔

''دیکھا تم نے، یہ کیا ہے؟'' میں نے اس طرح پوچھا جیسے اسے سب کچھ معلوم ہو۔

''یہ بہت دلچسپ ہے جابر۔'' اس نے مختصراً جواب دیا اور پھر گہری نظروں سے فلورا کے بدن کا مشاہدہ کرنے لگا۔

''دلچسپ؟'' میرا جی چاہا کہ اس کی گدی سے زبان کھینچ لوں۔ ''سرنگا فلورا کے بدن پر ان کیڑوں کی موجودگی کا آخر کیا جواب ہو سکتا ہے؟''

''ذرا صبر سے کام لو مجھے دیکھنے دو، بظاہر یہ کوئی معمولی کیڑے نہیں ہیں لیکن ایک بات ضرور ہے۔ یہ فلورا کی ہلاکت کا سبب نہیں بنیں گے۔''

''مگر یہ ہیں کیا بلا؟''

''یہ ساری بستی جادونگری معلوم ہوتی ہے میرے دوست تو یہ تو ان کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے۔''

''سرنگا۔ کیا تم کچھ سمجھ رہے ہو؟ میری عقل تو حیران ہے۔''

''ہاں جابر۔ معلوم ہوتا ہے کسی شخص نے اسے اپنے لیے محفوظ کرلیا ہے۔''

''کسی شخص نے؟'' پھر مجھے پہرے داروں کی گفتگو کا خیال آیا اور میں نے کہا۔ ''سرنگا۔ میں نے سہ پہر پہرے داروں کی باتیں سنی تھیں، وہ کچھ اس طرح کی باتیں کررہے تھے کہ اس بستی کے دونوں سردار شوالا اور کالاری پُراسرار طاقتوں کے مالک ہیں۔ اقابلا نے شوالا کو تمام حشرات الارض کا مختار بنا دیا ہے اور کالاری کو تمام درندوں کا۔ یہ یقیناً شوالا کا کارنامہ ہے، وہ حشرات الارض پر قابو ہے۔ مگر اسے اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟'' میں نے جز بز ہو کر پوچھا۔

اقابلا، شوالا اور کالاری کے نام پر دونوں لڑکیاں چونکیں، ایک نے دوسری کو مخاطب کیا۔ ''تم نے اس کی زبان سے کالارحی، شوالا اور اقابلا کا نام سنا؟ یہ انہیں جانتا ہے۔''

''یہ لوگ کون ہیں؟'' دوسری نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ کسی دوسری دنیا کے لوگ ہیں، سنا ہے انہیں گرفتار کرلیا گیا ہے۔'' پہلی نے کہا۔

''ان کی شکلیں کیسی ہیں اور کتنے سفید ہیں۔ میں نے ایسے آدمی کبھی نہیں دیکھے۔'' دوسری نے تعجب کا اظہار کیا۔

''اقابلا ہم پر رحم کرے۔ یہ آسمانی دیوتا کی طرح ہیں۔''

''یہ ہماری قید میں ہیں۔ ہمیں ان سے نہیں گھبرانا چاہئے۔'' ان کی باتیں سن کر ہم دونوں خاموش ہوگئے تھے۔ سرنگا نے مجھ سے پوچھا تو میں نے انہیں بتایا کہ وہ کیا کہہ رہی ہیں۔

یہ سن کر سرنگا سرگوشی کے انداز میں مجھ سے بولا۔ ''تم نوجوان آدمی ہو۔ ذرا ہمت، حوصلے اور دماغ سے کام لو۔ ایک صورت سمجھ میں آتی ہے۔ شاید قسمت نے ایک موقع فراہم کیا ہے۔ کیوں نہ ان عورتوں سے گفتگو شروع کردو۔ اگر تم نے انہیں متاثر کرلیا تو ہمیں بہت سی ضروری باتیں معلوم ہوسکتی ہیں۔ تم میری بات سمجھ رہے ہو؟ ہمیں ان لوگوں سے نجات کے لئے ایسے منصوبے بادل نخواستہ بنانے ہی پڑیں گے۔ تم سریتا کی موجودگی کی بھی فکر کرنا۔ اسے میں سنبھال لوں گا۔ تم انہیں کسی طرح اپنے قابو میں کرلو۔ جانے کب یہ یہاں سے چلی جائیں۔ یقیناً یہ ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوں گی؟''

''میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں سرنگا۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ گو ان حالات میں جب کہ میرے محبوبہ کے بدن پر یہ خوفناک زرد کیڑے بلبلا رہے ہیں، میں کسی نمائشی اقدام کا متحمل نہیں ہوسکتا، تاہم تمہاری تجویز مجھے وزنی نظر آتی ہے۔''

میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور مسکرا کر انہیں دیکھنے لگا۔ میری نظروں میں دعوت تھی اور میں نے اپنی زبان اور آکسفورڈ کے خاص لہجے میں اُن سے کہا۔

''خواتین! مقدس اقابلا زندہ باد۔ آپ کو میری دُنیا کا اور میرا اسلام۔''

''اقابلا محترم ہے۔'' دونوں نے بیک زبان کہا۔ مجھے ٹوٹی پھوٹی زبان بولتے دیکھ کر ان کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ سراسیمگی سے انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

''معزز خواتین۔ کیا میں سرزمین افریقہ کی حسین ترین مخلوق سے گفتگو کرنے کا شرف حاصل کرسکتا ہوں۔'' میں نے تمام تر نفاست سے کہا۔ ''اقابلا کا سایہ ہم پر رہے۔''

''تم کون ہو؟'' ان میں سے ایک خوف زدہ لہجے میں بولی۔

''میں بھی آپ کی طرح ایک آدمی ہوں، جس دنیا سے میں آیا ہوں وہاں اسی طرح کے آدمی پیدا ہوتے ہیں، میں آپ کے لئے اجنبی ضرور ہوں لیکن غیر نہیں ہوں، میرا نام جابر ہے معزز خواتین۔''

''جابر..... جابر۔'' انہوں نے مشکل سے دہرایا۔ ''مگر تم یہاں کیسے آگئے؟''

میں نے یہ استفسار غنیمت جانا اور سرسری طور پر بہت دردناک اور تاثر انگیز انداز میں انہیں اپنی تباہی کی داستان سنائی اور ان کی دلچسپی دیکھ کر اسے طول دیا۔ عورتوں کا دل موم ہوتا ہے، چاہے وہ کسی جگہ کی ہوں۔ فلورا کے سوا کوئی عورت مجھے مشکل نظر نہیں آئی، اس سلسلے میں مجھے اپنی مردانہ وجاہت پر ناز تھا۔ میرے داستانی انداز بیان اور لہجے کی معصومیت نے یقیناً انہیں متاثر کیا۔ میں نے جب بولنا شروع کیا تو بولتا گیا۔ شام ہونے لگی تھی۔ میں نے ان کی جھجک دور کرنے اور ان کے دل میں اپنے لیے کوئی گداز پیدا کرنے کے لئے باہر کی دنیا کا ایک عجیب طلسماتی نقشہ کھینچا۔

مجھے اس بے بسی کا شدت سے احساس ہوا کہ میں ان کی زبان سے پورے طور پر واقف نہیں تھا۔ جب میں نے ان کے سیاہ حسن کی تعریف کی اور نوبت عشق کے اظہار تک آ پہنچی تو مجھے بڑی دشواری پیش آئی۔ اظہار عشق کے لئے محبوب کی زبان میں پختگی اور بلاغت سے واقفیت لازمی ہے۔ اب دوسری صورت یہ رہ گئی تھی کہ میں اپنی حرکات وسکنات سے ان کے لئے اپنے اشتیاق کا اظہار کروں جو تمام دُنیا میں یکساں ہے، فلورا ابھی تک میرے سامنے بے ہوش پڑی تھی اور میں کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ گفتگو ابھی اُس مرحلے تک نہیں پہنچی تھی جہاں مجھے یہ اعتماد ہوتا کہ میں اُن سے کوئی سوال کروں تو وہ جواب دیں گی۔

آنکھیں زبان رکھتی ہیں، جہاں زبان سے کام نہیں چلتا وہاں آنکھیں کام کرتی ہیں۔ پھر جب لڑکیوں نے مجھ سے بقول ان کے، باہر کی دنیا کے متعلق کچھ سوال کیے تو میں نے ایسے جوابات دیئے

جن سے ان کا تجسس بڑھے میں نے تھوڑی ہی دیر کی جدوجہد میں انہیں خاصا بے تکلف کرلیا۔ ج
کچھ کامیابی ہوئی تو میں نے یہ مہم اور تیز کردی۔ اب وہ مجھ سے آنکھیں پھرا پھرا کر نہ جانے کیا
پوچھنے لگیں، گویا میں ان سے ہم کلامی کی کوشش میں کسی حد تک کامیاب ہوگیا۔ جھونپڑی میں اند
پھیلنے لگا تھا۔ شیخ طاہر اور سریتا کو سرنگا نے خاموش کر رکھا تھا اور میں ان لڑکیوں سے اپنے متعلق گ
میں مصروف تھا۔ ان کے جذبات ہمارے ہاں کی عورتوں سے بہت مختلف تھے۔ ان کے محرکات
ردعمل کا سلسلہ بھی ہمارے ہاں سے مختلف تھا۔ مجھے جلد ہی اس بات کا اندازہ ہوگیا کہ وہ امتیاز
میرے ذہن میں تھا، اُن کے ہاں نہیں تھا۔ میں نے اپنی جذباتی گفتگو کو شہوانیت کا رنگ دے دیا
اپنی دنیا کے متعلق عورتوں کی آزادی، ان کی دعوت، اور پہل کرنے کے انداز کے بے سروپا اور جھو
واقعات سنا کر انہیں اُکسانا چاہا لیکن وہ ہر لحاظ سے میری فکر اور میرے خیال سے آگے کی عور
تھیں۔ جذبات کی بات تو وہاں کارگر ہوتی ہے جہاں امتناع ہو، وہ تو ایک کھلی ہوئی کتاب تھیں،
نے انہیں خود سے اور زیادہ شناسا کرنے کے لئے اندھیرا ہو جانے کے بعد سریتا سے ملوایا۔

تہذیبوں کا اجتماع ضدین تھا۔ سریتا مشرق کی انتہائی شرمیلی لڑکی تھی وہ بات کرتی تو حیا اس
آنکھوں سے ٹپکتی، آہ وہ کیسی بے غیرتی کی حالت سے دوچار ہوئی تھی۔ انہیں عریاں دیکھ کر کئی بار
نے بھاگنا چاہا، سرنگا سے نظریں چرائیں مگر سرنگا نے اپنی زبان میں کچھ کہہ سن کر اسے خاموش کرد
عجیب دل سوز بات تھی کہ باپ بیٹی سے حیا سوزی پر اصرار کر رہا تھا۔ میرا خیال ہے اس سے
اذیت سرنگا کو کہیں محسوس نہ ہوئی ہوگی۔ سریتا نے تشویش سے فلورا کے بدن پر رینگتے ہوئے کیڑ
دیکھے اور چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ میں نے اُس کا بازو پکڑا تو دونوں افریقی لڑکیاں مجھ سے اُس
وحشت کا سبب پوچھنے لگیں۔ میں کچھ دیر کے لئے ان سب کا ترجمان بن گیا تھا۔ سرنگا نے اپنی
سریتا کی انگلی سے دو سونے کی انگوٹھیاں نکال کر ان دونوں لڑکیوں کو نذر کردیں، وہ اس تحفے پر بہ
اچھلیں، کودیں اور انگوٹھیاں الٹ پلٹ کر غور سے دیکھتی رہیں۔ انگوٹھی میں نگینے جڑے ہوئے تھے
میں نے ایک اور جسارت کی۔ انگوٹھیاں ان کے ہاتھ سے لے کر ان کی انگلیوں میں پہنانے لگا۔ ا
یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اس عمل میں، میں نے کتنا وقت لیا ہوگا اور ہاتھوں کے لمس اور دباؤ سے
تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ جب ان کے نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھوں میں آئے تو میں
وہی کیا جو ایسے موقعوں پر مرد، عورتوں کے ساتھ کرتے ہیں جسم کا لمس کئی دل کش جملوں کا بدل
ہے۔ اس کا نتیجہ اچھا نکلا۔ انہوں نے پہلی بار شوق و التفات کی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ جب
نے ان لڑکیوں سے انسیت محسوس کی، میں نے فلورا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہ پوچھتی
کہ اسے کیا ہوگیا ہے، کیا تم ہمارا تجسس دُور کرو گی۔''

''اسے.....؟ یہ بہت خراب عورت ہے۔'' انہوں نے ناک بھوں چڑھا کر جواب دیا۔
''کیوں؟ کیا اس نے کوئی زیادتی کی ہے؟'' میں نے ملائمت اور تشویش سے پوچھا۔
''ہاں! اس نے شوالا کی توہین کی ہے۔''
''اس نے یہ جرات کیسے کی؟'' میں نے تنک کر پوچھا۔ ''شوالا نے اسے سزا نہیں دی؟''
''شوالا نے اس کے جسم پر شدید ضربیں لگائیں، اس نے انکار کردیا تھا.....''
یہ سن کر میرا عجیب حال ہوا مگر میں نے بہت ضبط کیا۔ ''یہ اس نے بُرا کیا۔'' میں نے ان سے
س کا اظہار کیا۔
''اس نے مقدس اقابلا کے ایک سردار سے انکار کیا ہے۔ اس پر اقابلا کا عذاب نازل ہوگا۔''
''مگر اس کے بدن پر یہ کیڑے کیسے رینگ رہے ہیں حسین لڑکیو؟''
''شوالا نے اسے پسند کرلیا ہے، اب یہ ایک سال تک شوالا کی ملکہ رہے گی۔ شوالا نے اپنے
کیڑوں کو حکم دیا کہ اس کے جسم سے چمٹ جائیں، اب یہ صرف شوالا کی ہے، بستی کا کوئی دوسرا شخص
ے حاصل نہیں کرسکتا، کالاری بھی نہیں۔''
''یہ کیڑے کب تک اس کا بدن چاٹتے رہیں گے اور یہ کب ہوش میں آئے گی؟'' میں نے
اسے بیگانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ شوالا جس لڑکی کو پسند کرلیتا ہے اس پر
بڑے مسلط کردیتا ہے، جو اس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ جب چاہتا ہے انہیں علیحدہ کردیتا
، اقابلا کے سوا کوئی بھی یہ کیڑے لڑکی کے بدن سے جُدا نہیں کرسکتا۔ ان کیڑوں میں ان کے بیان
مطابق عجیب تاثیر ہوتی ہے کہ وہ شباب اور حسن کی مدت بڑھا دیتے ہیں، ان کے علیحدہ ہونے
بعد بدن میں ایک دل کش خوشبو پیدا ہوجاتی ہے جو ایک عرصے تک قائم رہتی ہے۔ یہ زرد کیڑے
ن زہریلے ہوتے ہیں، مگر جب شوالا انہیں حکم دیتا ہے تو ان کا زہر تریاق بن جاتا ہے۔ بستی کی کئی
وں کو شوالا نے یہ لباس پہنایا ہے اور لڑکیاں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتی ہیں کہ ان کے شباب کی عمر
ل ہوجاتی ہے اور وہ بستی میں عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں، شوالا کی قربت کا مطلب
ول عزت ہے۔''
''شوالا عظیم ہے۔'' میں نے یہ دردانگیز روداد سن کر کہا۔
''شوالا طاقتور ہے۔'' انہوں نے میری تائید کی۔ ''اس پر اقابلا کا سایہ ہے۔''
''مگر خوبصورت لڑکیو! تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟''
انہوں نے کسی جھجک کے بغیر بتایا کہ جب شوالا کسی لڑکی کو پسند کرلیتا ہے تو اس کے حسن و جمال
گرانی کے لئے دو خادمائیں مقرر کی جاتی ہیں، جو اس کے بدن پر خوبصورت نقش و نگار بناتی ہیں۔

کل جب یہ کیڑے علیحدہ ہو جائیں گے اور مر جائیں تو وہ دونوں فلورا کے بدن پر رنگ کاری
گی۔''

رات ہونے تک ہمیں ان سے بہت سی باتیں معلوم ہوگئیں، میں ان سے کچھ اور پوچھ
تھا مگر ساری باتیں ایک ساتھ پوچھنا مناسب نہیں تھا۔ سرنگا کی تجویز درست ثابت ہوئی کہ مجھ
لڑکیوں سے ربط وضبط بڑھانا چاہئے لیکن شوالا کی نظر بد اور اس کے حسن انتخاب پر میرے خو
حدت تیز ہوگئی تھی۔ میری وحشت کا یہ عالم تھا کہ میں اسی لمحے باہر نکل کر ظالم شوالا کو ہلاک کر دیتا
تھا جس نے فلورا جیسی حسین اور مہذب لڑکی کو مضحکہ خیز بنا دیا تھا مگر میں کیا کر سکتا تھا۔ کاش میں
لڑکیوں سے کچھ نہ پوچھتا۔ اب تو اضطراب اور فزوں ہوگیا تھا۔ رات کو پھر جھونپڑی کا دروازہ کھ
ہمیں باہر آنے کی اجازت دی گئی۔ جلد ہی ہمیں پھر اندر بھیج کر کھانے کے لئے وہی گوشت دیا
ہم سب نے مل کر کھالیا۔ سرنگا کو جب میں نے تفصیلات بتائیں تو اس نے میری بڑی حوصلہ افزا
اور کہا۔ ''تمہارے لیے ساری رات پڑی ہے، تم انہیں قریب کر کے اور بھی بہت سی باتیں پوچ
ہو۔''

میں نے کہا۔ ''لیکن سرنگا، میں فلورا کی اذیت سے جل رہا ہوں۔''

''میرے عزیز!'' سرنگا نے مجھے نصیحت کی۔ ''تمہیں ہر حال میں حالات کا مردانہ وار مقا
ہوگا۔ عقل کے سوا کوئی چیز استعمال نہیں کی جاسکتی۔''

☆==========☆==========☆

''سنو لڑکی کیا تم سو رہی ہو؟'' میں نے شیریں اور جذباتی انداز میں کہا۔

''نہیں مجھے نیند نہیں آرہی ہے۔'' اُس نے آہستگی سے جواب دیا۔

''تم اس علاقے کی سب سے خوبصورت لڑکی ہو۔ تم نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔''

''مگر شوالا مجھے پسند نہیں کرتا۔'' اس نے فلورا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''شوالا نے غلطی کی ہے جو تم جیسی حسین لڑکی چھوڑ دی۔''

''اب مجھے ایک سال اور انتظار کرنا پڑے گا۔''

''ایک سال' اور فرض کرو، ایک سال بعد بھی اس نے تمہیں پسند نہیں کیا تو؟''

''تو میں مجبوراً اُس کی خادمہ بنی رہوں گی۔''

''یہ تو بہت ظلم ہے، کاش میں شوالا کی جگہ ہوتا۔''

''تو تم کیا کرتے؟''

''میں تمہیں زندگی بھر کے لئے ملکہ بنالیتا۔''

''تم تو ایک قیدی ہو۔''

''مگر میں ایک انسان بھی تو ہوں، ارے ہاں خوبصورت لڑکی، تمہارا نام کیا ہے؟''

''توشا۔''

''توشا۔ کتنا خوبصورت نام ہے۔ اُس کا؟'' میں نے دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔

''نیری۔''

''توشا۔ تم بہت حسین ہو۔'' میں نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

''نہیں نہیں۔ میں شوالا کی امانت ہوں۔'' اس نے علیحدہ ہونا چاہا۔

مگر جابر بن یوسف البا قران معاملات کی باریکیوں سے خوف واقف تھا۔ یہ نومیدہ افریقی
وشیزہ انگلستان اور بیروت کی ذہین اور تیز لڑکیوں کے سامنے حیثیت ہی کیا رکھتی تھی۔ ایسے موقعوں پر
وجملے بولنے چاہئیں' جو اشغال لطیف سرزد ہونے چاہئیں، میں ان کا ماہر تھا۔ خوف طوالت کے سبب
ں وہ گفتگو مختصر کر رہا ہوں جو اُس رات اُس افریقی دوشیزہ سے کی، صرف چند ساعت میں، میں نے
ں کے مثالیے شوالا کو اُس کے ذہن میں مبہم کر دیا اور اُسے ایک نئی دنیا کے خواب دکھائے، ایک نئی
زت سے قریب کیا۔ معلوم ہوا کہ بستی کی بے مثل حسینائیں آغاز شباب ہی میں دونوں سرداروں کے
تخاب کی کسوٹی پر لائی جاتی تھیں، جس میں ہر سال آٹھ کالاری کے حصے میں آجاتی تھیں اور آٹھ شوالا
ی جھولی میں، اس کے بعد ان کا ایک اور آخری انتخاب ہوتا تھا، اس انتخاب کے بعد ان میں سے
یک لڑکی ایک سال کے لئے سردار کی ملکہ منتخب کر لی جاتی تھی، توشا اور نیری پہلے انتخاب میں کامیاب
وچکی تھیں اور اب دوسرے اور آخری انتخاب کی تیاری کے لئے اپنے حسن وشباب میں اضافے کی ہر
مکن کوشش میں لگی ہوئی تھیں، لیکن اسی اثناء میں شوالا نے فلورا کو منتخب کر لیا تھا۔ ہر چند کہ یہ انتخاب
قابلا کی مرضی کے بغیر کیا گیا تھا، تاہم اقابلا شوالا کی بات کیسے رد کر سکتی تھی، توشا فلورا کے انتخاب پر
خت برہم اور آزردہ خاطر نظر آتی تھی، مجھے اندازہ ہوا کہ آج تک کوئی مرد اُس کے اس قدر قریب نہیں
یا ہے جتنا میں آچکا ہوں، چنانچہ جب میرا دست شوق دراز ہوا تو اُس کی کمزور مزاحمت بھی جواب
ے گئی۔ میں نے اُسے شباب وحسن کے نئے احساسات سے روشناس کیا، اُس عرصے میں اس سے
ہت سی ضروری باتیں دریافت کر لیں۔ اُس نے بتایا کہ اقابلا ان کی عظیم دیوی ہے وہ گاہے گاہے ہی
پنی بستی کے لوگوں کے سامنے آتی ہے، اُس کا حسن بے مثال، لافانی اور ساری دنیا میں سب سے اعلیٰ
ہے وہ غیر معمولی قوتوں کی مالکہ ہے، اُسے اس بستی کی تمام مخلوق اور نباتات وحیوانات پر قدرت
حاصل ہے، وہ ان کی خالق نہیں ہے لیکن وہ جس طرح چاہے انہیں استعمال ضرور کر سکتی ہے، اقابلا کے
وف سے بستی کے تمام لوگ لرزتے ہیں، وہ ایک سخت گیر، مطلق العنان منتظمہ ہے اور کہیں دُور ایک

غار میں اُس کا عظیم الشان قصر ہے، جسے بستی کے بہت سے لوگوں نے نہیں دیکھا۔ صرف چند با
لوگ اُس کے ہاں جاسکتے ہیں، جو شخص اقابلا کے قریب رہتا ہے، اس پر برکتیں نازل ہوتی ہیں، او
کا نام ان کے لئے متبرک و مقدس ہے، کیونکہ وہ جارا کاکا کی نمائندہ ہے، جارا کاکا کی کھوپڑی او
اپنے خاص لوگوں کو عطا کرتی ہے، وہ لوگ بلاؤں سے محفوظ رہتے ہیں، جو شخص عظیم جارا کاکا
کھوپڑی حاصل کرلیتا ہے، اُس کا شمار قبیلے کے بزرگوں میں ہوجاتا ہے۔ نحوستیں اُس سے دور ر
ہیں، توشا نے اقابلا کے متعلق حیرت انگیز واقعات اور اتنی خوفناک داستانیں سنائیں اور شوالا
کالاری کے متعلق اپنی معلومات کے متعلق مجھے اتنا کچھ بتایا کہ پہلی بار مجھے خوف محسوس ہونے لگا۔
جزیرہ دور تک آباد تھا اور نہ صرف اس جزیرے پر بلکہ اس سے دُور دُور کے جزیروں پر بھی اقابلا
حکمرانی تھی، توشا نے جب اُن انسانی اذیتوں کا بے باکی سے ذکر کیا جو اقابلا اور اُس کے سردار
کے نافرمانبردار لوگوں کو دیتے تھے تو توشا پر میری گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا
توشا کی معلومات اس کی عمر کے مطابق بہت محدود ہوں گی لیکن اس علاقے کے اسرار کے متعلق
بنیادی باتوں کا بہرحال پتہ چل گیا تھا۔ اب اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا تھا کہ ہم چار
طرف سے غیر معمولی قسم کے انسانوں میں گھرے ہوئے ہیں اور ہمارا کوئی بھی غیر محتاط عمل ہما
موت کا فتوا صادر کرسکتا ہے۔ میں اس اُدھیڑ بن میں اُلجھ گیا تھا کہ شوالا کی دسترس سے فلورا کو
حاصل کیا جائے اور اس جزیرے اور یہاں کے عجیب الخلقت لوگوں سے نجات کیسے پائی جائے،
سے گفتگو کے بعد سے یہ کام اور مشکل معلوم ہوتا تھا مگر وہ میرا بڑا سہارا بن سکتی تھی، میں نے اُس
سرد جذبات برانگیختہ کر کے یہ معلومات تو فراہم کرلیں، لیکن اب میرا دل بجھ گیا تھا۔ میں نے اُس
جزیرے کے محل وقوع کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہا تو اس نے خاطر خواہ جوابات نہیں د
شوالا اور کالاری کہاں رہتے ہیں؟ میں سوچ رہا تھا اگر مجھے باہر جانے کا موقع مل جائے تو میں
گزروں لیکن باہر پہرے دار موجود تھے، ادھر یہ خطرہ بھی لاحق ہوگیا تھا کہ شوالا کی منتخب لڑکی سے
آخری قسم کا رابطہ قائم کیا گیا تو یہ بات چھپی نہ رہے گی۔

علی الصباح میں نے اُس سے کہا۔ ''دیکھو توشا، میری جان، اس بات کا تذکرہ کسی سے نہ کر
ورنہ میرے لیے بے حد دشواریاں پیش آئیں گی۔'' اُس نے وعدہ کیا۔ نیری علی الصباح بیدار ہ
میں اُٹھ کر سرنگا کے پاس آگیا۔ مجھے اس کا سامنا کرتے ہوئے خجالت سی ہوئی لیکن اس نے
کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''یہ بہت ضروری تھا جابر، میں رات بھر جاگتا رہا ہوں۔''

میں نے اسے بلاکم و کاست توشا سے معلوم کی ہوئی تمام باتیں سنا دیں، جنہیں سن کر وہ خا
رہا اور غور و فکر میں ڈوب گیا مجھے شدید نیند آرہی تھی، میں اُس کا ردعمل دیکھنے کے بجائے سو گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو سورج خوب نکل آیا تھا اور جھونپڑی روشن نظر آرہی تھی، توشا اور نیری فلورا
جگی ہوئی تھیں اور اُس کے بدن پر مرے ہوئے کیڑے چُن چُن کر ایک ٹوکری میں ڈال رہی تھیں کئی
بلکہ سے فلورا کا صاف و شفاف بدن جھانکنے لگا تھا۔

جھونپڑی کی درز سے باہر دیکھا تو دھوپ چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی رات کے بچے ہوئے
پھل اور گوشت پیٹ میں ڈال کر میں نے ایک انگڑائی لی تھی۔ اُسی وقت دروازہ کھلا اور دو حبشی اندر
داخل ہوئے، انہوں نے ہمیں سخت لہجے میں باہر چلنے کا اشارہ کیا اور عورتوں کو وہیں ٹھہرنے کا حکم
دیا۔ سرنگا اس پر بہت جز بز ہوا لیکن پھر ساتھ چل پڑا۔ باہر آئے تو وہاں حبشیوں کا ایک اژدھام موجود
تھا۔ دھوپ کی تپش نے ہمارا بُرا حال کر دیا تھا۔ مستقل ایک دن تک جھونپڑی کے سائے میں رہنے
کے بعد آج ہم باہر نکلے تھے۔ ہم اس وقت کھلے میدان میں تھے جہاں تقریباً بیس بائیس ننگ دھڑنگ
سیاہ فام حبشی نیزے لیے کھڑے تھے، میں نے سرنگا کی طرف تشویش سے دیکھا تو وہ آہستگی سے کہنے
لگا۔ ''جابر ہم اس وقت سخت خطرے میں ہیں، عقل سے کام لینے کی کوشش کرنا۔''

میں نے بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ سامنے ڈاکٹر جواد حبشیوں کے نرغے میں رسیوں سے جکڑا ہوا
پڑا تھا۔ میں حالات کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ حبشیوں نے ڈاکٹر جواد کو اُٹھا کر درخت کے
تنے سے لگا کر بٹھا دیا۔ پھر اُسے تنے کے ساتھ باندھنے لگے۔ ڈاکٹر اس وقت خلاف توقع بے حد
سنجیدہ نظر آرہا تھا۔ اُس نے حبشیوں کے کسی عمل پر کوئی احتجاج نہیں کیا۔ حبشیوں نے بڑی پھرتی سے
جواد کو درخت کے تنے کے ساتھ ایسے جکڑ دیا کہ وہ غریب جسم کے بالائی حصے کو ایک انچ بھی حرکت
نہیں دے سکتا تھا۔ اُس کی پیشانی پر بھی رسیوں کی تہیں موجود تھیں، البتہ جسم کے زیریں حصہ کو شکنجے
میں جکڑنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی اور وہ محض بندھا ہوا تھا۔ دونوں حبشی ڈاکٹر کو تنے سے جکڑنے کے
بعد دور ہٹ گئے۔ گدھ جیسا ایک بوڑھا شخص آگے بڑھا۔ اُس نے ہاتھ میں ایک تھیلا اُٹھا رکھا تھا۔
جواد کے قریب پہنچ کر اُس نے تھیلے سے ایک کیل نما چھینی اور ہتھوڑا اور پھر پتھر کا ایک مرتبان نکالا جس
کے ساتھ عجیب و غریب شکل کی ایک قیف بھی تھی، اس کے بعد بوڑھا چھینی اور ہتھوڑا لے کر ڈاکٹر کے
کچھ اور قریب جا کر کھڑا ہوگیا۔ جواد اب بھی خاموش تھا۔ بوڑھے نے ایک نوجوان شخص کو اشارہ کیا۔
نوجوان نے آگے بڑھ کر کسی درخت کے تازہ پتے اُس کے ہاتھ میں تھما دیئے بوڑھے نے انہیں مٹی
میں مسل کر ان کا عرق ڈاکٹر کے سر پر ڈال دیا، پھر اس نے چھینی اُٹھائی اور اسے ڈاکٹر جواد کے سر پر
رکھ دیا اور ہتھوڑے والا ہاتھ بلند کیا۔ میں آنے والے اذیت ناک لمحے کا تصور کر کے لرز گیا۔ میرے
خدا کس قدر ہولناک تھا وہ منظر جب بوڑھے نے چھینی پر ہتھوڑے سے ضرب لگائی اور ڈاکٹر جواد کے
سر سے خون کا فوارہ اُبل پڑا۔ دوسرے ہی لمحے جواد کی آنکھیں بند ہوگئیں اور اُس کا بھیجا کھل گیا۔

غالباً اُس کے حواس جواب دے گئے تھے، مجھ میں تاب نظارہ نہ تھی۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں۔ اسی لمحے سرنگا کی سرگوشی دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔ ''عزیزم جابر اگر تم نے ہمت ہار دی تو ہم سب بے موت مارے جائیں گے، جواد کی فکر مت کرو، وہ ڈاکٹر ہے، حبشی اُسے مار نہیں سکتے۔''

میں نے بمشکل تمام آنکھیں کھول کر جواد کی طرف دیکھا۔ بوڑھا اب جواد کی کھوپڑی سے بہنے والا خون صاف کر رہا تھا۔ اس کام سے فراغت پا کر اس نے قیف جواد کے سر پر جما کر مرتبان اس میں اُلٹ دیا۔ سیاہ رقیق محلول قطرہ قطرہ کے قیف میں گرنے لگا۔ اب سمجھ میں آیا کہ دراصل یہ ڈاکٹر جواد کا ذہنی مرض دور کرنے کے لئے ایک ہولناک طریقہ علاج اختیار کیا گیا تھا یہ دیکھ کر میرا دماغ چکرانے لگا۔ شیخ طاہر کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ وہ میرے بائیں جانب کسی بے جان مجسمے کے مانند کھڑا جواد کو گھورے جا رہا تھا۔ البتہ سرنگا کے چہرے پر اس وقت بھی ایک ٹھہراؤ اور سکون تھا۔ اس کا چہرہ کسی بھی قسم کے جذبات کی ترجمانی کرنے سے قاصر تھا۔

تنگ دھڑنگ سیاہ فام حبشیوں کا غول پھر ہماری طرف متوجہ ہوا۔ شیخ طاہر نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''سیدی جابر! اب ان کا رخ ہماری طرف ہے خدا خیر کرے۔''

میں نے زبان بند رکھی، جواب کیا دیتا جبکہ خود مجھے معلوم نہیں تھا کہ اب ان کا ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ آگے وہی شیطان صفت بوڑھا تھا جس نے سفاکانہ طریقے سے ڈاکٹر جواد کا علاج کیا تھا۔ ہمارے قریب آ کر اُس نے باری باری ہمیں دیکھا۔ ہماری آنکھوں کی پتلیاں ہٹا ہٹا کر جائزہ لیا اور ہجوم کو مخاطب کر کے بولا۔ ''یہ لوگ ٹھیک ہیں، کام کر سکتے ہیں۔'' پھر وہ میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ ''روگالا ماشی کا۔ راہوآبی راما۔'' (ڈاکٹر اب خیریت سے ہے دیوتا اس کا مرض دور کر دیں گے۔)

''بالیگا۔'' (شکریہ) میں نے بوڑھے کو جواب دیا اور لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ ''امیکا باگا راجو جی؟'' (ہمارے لیے اب کیا فیصلہ کیا گیا؟)

''باگالا۔ آہوا اقابلا راشی۔'' (فیصلہ؟ فیصلے کا اختیار صرف اقابلا کو ہے) بوڑھے نے اس بار ہمدردی سے جواب دیا۔ اِدھر برہنہ نوجوان نیزے تانے ہمیں کھا جانے والی نظروں سے تول رہے تھے، بوڑھا اپنا جملہ مکمل کر کے جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ میں نے جلدی سے دریافت کیا۔ ''لی گورا آہوا اقابلا ماشوروگی؟'' (ہم مقدس اقابلا سے کب مل سکیں گے؟)

''آہوا اقابلا بابی غوغا، ماش جوجی رہکا۔'' (مقدس اقابلا عظیم ہے اپنا دیدار کرانا اسی کی مرضی پر منحصر ہے) بوڑھے نے بڑی عقیدت سے کہا پھر میرے ساتھیوں کو کنکھیوں سے دیکھ کر آہستہ سے مجھے مخاطب کیا۔

''لی اورا۔'' (موت برحق ہے)

پھر اس سے قبل کہ میں کوئی اور بات دریافت کرتا وہ تیزی سے ایڑیوں کے بل گھوما اور درختوں کے جھنڈ کی سمت چلا گیا۔ باقی حبشیوں نے ہمیں آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ ہمیں کوئی دو میل دور گھنے بنگلوں میں لے گئے وہاں بڑے بڑے لکڑی کے گٹھے پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے حکم دیا کہ ہم یہ گٹھے اپنی اپنی پیٹھ پر باندھ کر بستی میں پہنچائیں۔ یہ کام سخت جان لیوا اور اذیت ناک تھا۔ خصوصاً گرمی اور دھوپ کی تمازت میں لکڑی پیٹھ پر ڈالے بستی کا دو میل طویل سفر ہمارے لئے ناممکن تھا۔ شیخ طاہر اور میں تو کسی طور پر مصیبت برداشت بھی کر سکتے تھے لیکن سرنگا بالکل اس قابل نہیں تھا کہ وہ یہ بوجھ اپنی ناتواں کمر پر لاد سکے۔ میں نے سرنگا سے پوچھا کہ ''اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔''

اُس نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ ''تومغا کی پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی، انکار کی کیا مجال ہے، اُٹھاؤ یہ لکڑی اور اپنی عافیت کی دعا مانگو۔''

حبشیوں نے ہماری کمر پر بھاری گٹھے رسیوں سے جکڑ دیئے اور ہمیں دشوار گزار راستوں سے گزرنے کے لئے حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہمارے سانس پھول گئے اور کمر میں درد ہونے لگا۔ شیخ طاہر نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑا۔ میں نے حبشیوں سے فریاد کی کہ ''یہ لکڑ بہت وزنی ہیں اور ہماری طاقت سے باہر ہیں۔''

اس پر انہوں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''یہ شوالا کا حکم ہے۔''

''مگر یہ ہمارے لیے ناممکن ہے۔'' میں نے جرات سے کہا۔

''پھر شوالا کے حکم سے ہر نیزہ تمہارے جسم کے پار کر دیا جائے گا۔'' انہوں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

اب کوئی داد و فریاد بیکار تھی۔ خمیدہ پشت ہو کر ہم نے ہانپتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہم ایک دوسرے کے چہرے نہیں دیکھ سکتے تھے اس اذیت کا تذکرہ کس طرح کیا جائے۔ ایک ڈیڑھ فرلانگ کے بعد اعصاب جواب دینے لگے اور ایک قدم بھی آگے بڑھانا مشکل ہو گیا۔ اچانک شیخ طاہر نے دھاڑنا شروع کر دیا۔ وہ پانی طلب کر رہا تھا۔ حبشیوں نے مٹی کا ایک کٹورا اُس کے منہ سے لگا دیا۔ کوئی ایک میل تک ناہموار راستوں پر چلتے چلتے قدم لرزنے لگے تھے۔ میں نے اُن سے کچھ دیر آرام کرنے کی درخواست کی۔ انہیں نہ معلوم کیوں ہم پر رحم آ گیا۔ وہ تیار ہو گئے اس کی وجہ غالباً یہ ہو کہ ہماری سست رفتاری سے وہ خود بھی تھک گئے تھے۔ انہوں نے ہماری رسیاں کھول دیں۔ رسیاں کھلنے کے فوراً بعد ایک دلخراش سانحہ پیش آیا۔ شیخ طاہر کو نہ جانے کیا سوجھی۔ وہ ہذیان بکنے لگا اور اس نے سامنے کی سمت بے تحاشا بھاگنا شروع کر دیا۔ میں نے اُسے پوری طاقت سے چیخ کر آواز دی کہ وہ ٹھہر جائے لیکن وہ واہی تباہی بکتا ہوا بھاگتا ہی رہا۔ پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ ایک حبشی نے ہاتھ

اٹھا کر نیزہ تان لیا اور وہ اُسے شیخ کے جسم میں اتارنے ہی والا تھا کہ میں نے اُس کا بازو پکڑ کر
چاہا اور گڑگڑا کر فریاد کی کہ وہ پاگل ہوگیا ہے، اُس پر رحم کیا جائے۔ یکلخت شیخ طاہر کچھ آگے
خود بخود رُک گیا جیسے اُسے پگڈنڈی پر اپنی موت نظر آگئی ہو۔ وہ مڑا تو اس کا چہرہ سفید پڑ چکا تھ
جانے آگے جا کر اُسے کیا چیز دکھائی دی تھی۔ یہ ہم اُس سے کبھی نہیں پوچھ سکے، ہمیں اس کا موق
نہیں ملا کچھ دور واپس ہونے کے بعد اُس نے پھر دوسری سمت اچانک بھاگنا شروع کر دیا۔
درخواست کا کیا اثر ہوتا۔ میری پشت سے ایک نیزہ تیر کی طرح لپکا اور شیخ طاہر کا بازو چھد گیا۔
نے اُسے کربناک چیخ مار کر گرتے دیکھا۔ پھر وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا مجھے اور س
حبشیوں نے گھیر لیا۔ چند حبشی بھاگ کر چیختے چلاتے شیخ طاہر کے قریب گئے۔ وہ خاردار جھاڑیو
اوندھے منہ پڑا آخری ہچکیاں لے رہا تھا۔ حبشیوں نے اُسے کھینچ کر سیدھا کیا۔ شیخ کے منہ سے جھ
اُبل رہا تھا جب ہم وہاں پہنچے تو اُس نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ میں بے بسی اور
کی وہ نگاہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔ مجھے اُس کی اذیت دیکھ کر جھرجھری آگئی۔ میں نے آگے بڑ
کوشش کی تو نیزے کی انی میرے جسم میں چبھنے لگی۔ سرنگا بہت متاسف نظر آرہا تھا لیکن اُس نے
جو کچھ ہوا اس نے سرنگا کو بھی چونکنے پر مجبور کر دیا۔ جن حبشیوں نے شیخ طاہر کو سیدھا کیا تھا و
اپنے نیزے پھینک کر نہ جانے کیوں دردناک آہ و بکا کرتے ہوئے درختوں کے جھنڈ میں اِدھ
بھاگ رہے تھے۔ اُن کی آوازوں سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ حد درجہ خوفزدہ ہیں جن حبشیوں نے ہمیں
رکھا تھا۔ اُن کی نظر جب شیخ طاہر کے خون آلود جسم پر پڑی تو اُن کی بھی یہی کیفیت ہوئی۔ وہ بھی
تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں اور سرنگا ایک دوسرے کو استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگے، شیخ
جھاڑیوں میں بے حس و حرکت پڑا تھا۔ میں اور سرنگا اُس کے قریب گئے تو خوف کی ایک لہر ہ
اعصاب جھنجھوڑ گئی۔ شیخ طاہر کے سینے پر جارا کاکا کی کھوپڑی کا اُبھرا ہوا نشان واضح طور پر نظر آ
جیسے اُسے باقاعدہ سینے پر داغا گیا ہو۔ اُس کے منہ سے نیلا نیلا جھاگ بہہ رہا تھا اور آنکھیں
سے باہر آگئی تھی۔ جلد کی رنگت تیزی سے سیاہ پڑ رہی تھی۔ سرنگا نے جارا کاکا کی اُبھری ہوئی کھ
کا نشان دیکھ کر دلچسپی لینی شروع کر دی۔ میری کیفیت سرنگا سے مختلف تھی۔ اس عجیب و غریب
کی روحانی قوت کے بارے میں احمد بن طاہر، تو مغا اور رات والی افریقی دوشیزہ توشا نے مجھے
کچھ بتایا تھا۔ اُس نے کہا تھا کہ اس جزیرے کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جس شخص کے پاس جا
کی کھوپڑی موجود ہو وہ دنیا کے ہر جادو اور ٹونے سے محفوظ رہتا ہے، جارا کاکا کی بدصورت کھ
آدمی کو تمام روحانی اور دنیوی نعمتوں سے نوازتی ہے، میں نے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ دور د
کوئی حبشی موجود نہیں تھا۔ اُن کے بھاگنے کی وجہ یقیناً جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی ثابت ہوئی تھی

ہمارا ساتھی آخر کیوں جارا کاکا کے عتاب کا نشانہ بنا؟

میں گنگ سا کھڑا اس غیر معمولی واقعے پر غور کرتا رہا۔ تو مغا نے کہا تھا کہ ہم اندھیروں کی طرف جا رہے ہیں۔ جہاں آتش فشاں ہے، کانٹے ہیں، خون ہی خون ہے۔ ہم کس مصیبت میں گھر گئے تھے، پورا جہاز تباہ ہوگیا۔ ہمارے تمام ساتھی مارے گئے۔ اب ہم صرف پانچ آدمی زندہ رہ گئے تھے۔ جن میں سے فلورا کو شوالا نے اپنے لیے منتخب کر لیا تھا اور ڈاکٹر جواد موت کے قریب تھا۔ ایسے عالم میں کوئی کیا کر سکتا ہے اور کیا سوچ سکتا ہے؟ کیا ہماری موت اسی جزیرے میں لکھی ہے؟ فرار کا خیال عبث تھا لیکن ذہن میں بار بار فرار کے منصوبے اُبھر رہے تھے، فرار! اگر میں اس منحوس جزیرے سے نکل جاؤں تو ممکن ہے یہ غیر مرئی قوتیں میرا تعاقب ختم کر دیں مگر فرار کوئی آسان کام تو نہیں تھا۔

فلورا کو ان مکروہ لوگوں کے حوالے کر کے فرار کا خیال کرنا ایک عاشق صادق کو زیب نہیں دیتا تھا۔ یہ غیرت و حمیت کی بات بھی تھی مگر فلورا کو ساتھ لے کر اور اُسے شوالا کی نظروں سے بچا کر لے جانے کا خیال بھی حماقت تھا۔ یہ موقع بہت غنیمت تھا۔ حبشی دور دور تک نظر نہیں آرہے تھے ہم ان جنگلوں میں چھپتے چھپاتے اپنی کشتی کہیں نہ کہیں تلاش کر کے سفر شروع کر سکتے تھے، میں نے سرنگا کو ہم خیال بنانے کے لئے اُس کی طرف دیکھا۔ وہ حسب معمول اپنی مورتی کو عقیدت سے چُوم رہا تھا۔ اس دوران وہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ میں نے اُس کا انتظار کیا۔ جب وہ مورتی پر گلہائے عقیدت نچھاور کر چکا تو میری طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ ''جابر یہ کتنی عجیب اور حیران کن بات ہے کہ یہاں ایک نیولا مر جانے کے بعد دیوتا کا روپ اختیار کر لیتا ہے، وہ قابل پرستش ہو جاتا ہے، جارا کاکا کی یہ حقیقت باعث حیرت ہے۔ یہ سرزمین افریقہ کا ایک عجوبہ ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہمارے ساتھی کی موت کا جارا کاکا سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟''

''تو مغا نے مجھے اس جزیرے کے متعلق بہت کچھ بتایا تھا محترم سرنگا' ہم نے اُس کی پروا نہ کی۔'' میں نے اُداسی سے کہا۔ ''مگر سرنگا میں سوچتا ہوں کہ کیا ہم اس سنہرے موقع سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے؟ موقع پھر شاید نہ آئے۔ ہم بہت آسانی سے ساحل تک پہنچ سکتے ہیں۔''

''فرار کا خیال ذہن سے نکال دو عزیزم جابر۔'' سرنگا نے اس بار ٹھوس لہجے میں کہا۔ ''ہر بات کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے، ابھی اس کا موقع نہیں آیا۔ اس قدر بددلی کی ضرورت نہیں۔''

''بعض اوقات تم بہت بقراط بنتے ہو۔ میں کہتا ہوں پھر سوچ لو۔''

''تم نوجوان ہو سیدی جابر۔ میری آنکھوں کی طرف دیکھو۔ تمہیں ان میں کچھ نظر نہیں آتا؟ غور سے دیکھو۔ ان میں تجربوں کا ایک سمندر موجزن ہے۔ انتظار کرو جابر۔ حیرت ہے تم فلورا کو چھوڑ رہے ہو جس کے لئے تم اتنے پریشان اور مضطرب تھے اور مجھے سریتا کو چھوڑنے کے لئے مجبور کر رہے ہو۔ تم

اتنے خودغرض کیسے ہوگئے؟'' سرنگا نے جھنجھلا کر کہا۔

'' سریتا اور فلورا کا خیال چھوڑ دو سرنگا۔ وہ ہمارے لیے مرگئیں، یہ منحوس جزیرہ کسی بھی ہماری المناک موت کا سبب بن سکتا ہے' تم کہتے ہو کہ وہ سریتا کو ہاتھ نہیں لگا سکتے ہیں۔ میں کہتا ہ یہ خیال خام ہے، اُن کے ہاں حسن کی کوئی قدر نہیں۔ تم اپنی بچی کی عصمت اپنے سامنے لٹتی ہوئی دَ گے اور کچھ نہ کرسکو گے، اس سیاہ فام جزیرے سے سفید فام عورتیں واپس چلی جائیں، کیا تمہیر آسان بات لگتی ہے؟''

'' سیدی۔ تمہارے حوصلے پست ہو چکے ہیں۔ میں نے ایسے حالات سے نمٹنے کے لئے جوانی اور عمر کا بڑا حصہ گنوایا ہے۔ میں اپنی بچی کا خیال چھوڑ دوں؟ اور اُسے ان وحشیوں کے حوا جاؤں؟ سرنگا کے لئے یہ ممکن نہیں ہے۔ سرنگا داس کی ایک عمر عبادت و ریاضت میں گزری ہے۔ سیدی جابر۔ تم انگلستان کے پڑھے ہوئے نوجوان ہو اور روحانی کرشموں کے قائل نہیں ہو۔ میں تم بتاؤں کہ سرنگا کا ساتھ تمہارے لیے یقیناً نجات و عافیت کا موجب ہے۔ اس سے زیادہ کچھ کہنے پوچھنے کی کوشش نہ کرنا۔ ایسی باتیں محسوس کی جاتی ہیں، بتائی نہیں جاتیں۔ اب آؤ میرے ساتھ ج بستی میں وہ ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے، ہم خود کو ان کے حوالے کر دیں گے۔''

سرنگا کے لہجے میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ میں گردن جھکائے اُس کے ساتھ ہولیا۔ آخری بار نے شیخ طاہر کے سیاہ جسم پر ایک نظر ڈالی اور اس کی مغفرت کی دعا مانگی۔ ہمارا ایک ساتھی ہم سے ہو گیا تھا۔ واپسی میں سارے راستے ہمیں کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ جب ہم بستی کے قریب پہنچے تو و شام ہو چکی تھی۔ انہوں نے ہمیں دیکھتے ہی پکڑ لیا اور جانوروں کی طرح ہانکتے اور دھکے دیتے ہو۔ ''ہاہا۔ ہو ہو'' کے بے ہنگم اور بے ربط نعرے لگاتے ہوئے ہمیں جھونپڑی میں چھوڑ گئے۔

وہاں توشا اور نیری، سریتا اور فلورا محفوظ اور موجود تھیں۔ توشا کی آنکھوں میں مسرت رقص تھی۔ اس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ فلورا ابھی تک فرش پر لیٹی ہوئی تھی اور اُس کے بدن کے بڑ حصے سے کیڑے مر کر علیحدہ ہو چکے تھے۔ اُس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اُس نے میری طر حسرتناک نظروں سے دیکھا۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی مگر بول نہ سکی، جہاں جہاں سے کیڑے ہوئے تھے، وہاں وہاں اُس کا بدن اور نکھر گیا تھا جھونپڑی مردہ کیڑوں کی ایک عجیب خوشگوار مہک بسی ہوئی تھی۔ میں نے توشا سے فلورا کا حال پوچھا تو اُس نے بتایا کہ رات تک تمام کیڑے علیحد جائیں گے مگر وہ گفتگو کرنے کے قابل دو تین دن بعد ہو سکے گی، وہ اس کے منہ میں ایک محلول ٹپکا تھی۔ فلورا کو..... دیکھ کر میری حالت عجیب تھی۔ وہ بلاشبہ حسن و جمال کا ایک شاہکار تھی۔ کوئی ا کوئی پری، ایسی عورتیں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں مگر وہ حور شمائل روشیزہ بدصورت اور بدبنیت شوالا پر ق

ں جا رہی تھی۔ کوئی انصاف کرنے والا نہیں تھا، کوئی دادرسی کو موجود نہیں تھا۔ میں گردن جھکائے ایک ونے میں بیٹھ گیا۔ سرنگا سریتا سے باتوں میں مصروف تھا۔ ہم لوگوں نے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا ا مگر بھوک کسے تھی۔ شیخ طاہر کی دردناک موت نے بھوک اُڑا دی تھی۔ ہم بری طرح تھکے ہوئے تھے، مجھ پر تو اضمحلال طاری تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں کسی طرح جارا کاکا کی کھوپڑی حاصل رنے میں کامیاب ہو جاؤں تو میرے فرار میں آسانی ہو سکتی ہے اور میں اس قبیلے کی سزاؤں سے بھی فوظ ہو سکتا ہوں۔ جارا کاکا کی کھوپڑی قبیلے کے مقتدر لوگوں کے گلے میں موجود تھی۔ اس جھونپڑی ں مقید رہ کر اسے حاصل کرنے کا خیال جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ مجھے خیال آیا کہ بستی کے ں طبیب کے گلے میں وہ کھوپڑی موجود ہے جس نے ڈاکٹر جواد کا آپریشن کیا تھا۔ اگر میں رات کو سی طرح یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاؤں تو جنگل کے آخری سرے کے غار پر واقع طبیب کی قامت گاہ میں داخل ہو کر اُس کی گردن سے جارا کاکا کی کھوپڑی والی مالا اُتار سکتا ہوں۔ یہ کام رات کے اندھیرے ہی میں ہو سکتا ہے جب طبیب سو رہا ہو، ہر چند کہ اس اقدام میں خطرے ہی خطرے تھے اور کامیابی کا امکان نہ ہونے کے برابر تھا لیکن موت تو یوں بھی سر پر منڈلا رہی تھی۔ میں نے طے کرلیا کہ رات کو میں یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کروں گا۔ میں اس سلسلے میں توشا سے مدد لے سکتا فاجتنا وقت گزرتا گیا، منصوبے کی تنظیم و ترتیب میرے ذہن میں واضح ہوتی گئی۔ میں ایک عزم کے ساتھ اُٹھا اور میں نے بے اختیار سا ہو کر توشا کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ رات کو حسب معمول مارے لیے کھانا آیا۔ توشا اور نیری نے مجھے اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلایا۔

جب میں نے پورے طور پر ان لڑکیوں کو اپنا گرویدہ اور والہ و شیدا بنالیا تو اس علاقے کے محل وقوع، شوالا و کالاری کی جھونپڑی، بستی کے طبیب خاص کی اقامت گاہ۔ فاصلوں، رُسوم و رواج اور دوسرے معاملوں کے متعلق ضروری معلومات باتوں باتوں میں حاصل کرلیں۔ وہ رات خوب گزری۔ سب مجھے فاصلوں کا تھوڑا بہت اندازہ ہو گیا تھا۔ رات کے پچھلے پہر جب ہم سب بری طرح تھک گئے ور عیش و نشاط کے لمحوں میں وہ کیف باقی نہ رہا تو میں نے نیری اور توشا کو سونے کی طرف مائل کیا۔ مجھے یقین تھا کہ پہرے دار اونگھ رہے ہوں گے۔ پہلے تو میرا خیال تھا کہ توشا اور نیری سے فرار میں مدد لوں لیکن الھڑ لڑکیاں کوئی بھی غلطی کر سکتی تھیں یا شور مچا سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے ان کے سونے کا انتظار کیا۔ میں بار بار اُٹھ کر دروازے سے باہر کا منظر دیکھنے کی کوشش کرتا تھا۔ باہر موت کا سناٹا طاری تھا۔ جنگلی جانوروں اور جھینگروں کی آوازوں کے سوا کوئی آواز اس ویرانے میں نہیں اٹھ رہی تھی لیکن میں پہرے داروں کی نقل و حرکت مکمل طور پر دیکھنے سے قاصر تھا کیونکہ اندھیرا بہت گہرا تھا اور ان کے سیاہ جسم اندھیرے میں گم ہو گئے تھے لیکن اگر وہ جاگ رہے ہوتے تو اُن کے جسم کے کڑے ایک دوسرے

سے ٹکرا کر..... ضرور کوئی نہ کوئی آواز کرتے جیسا عموماً ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ میں نے جھونپڑی کا د
کھسکایا۔ باہر کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ میں نے دروازہ ذرا سا کھول کر دیکھا تو وہ دونوں زمین پ
تھے۔ نیزے ان کے سینے پر تھے۔ میں کسی اور لمحے کا انتظار کیے بغیر دروازہ کھول کر نہایت سرعت
بہت خاموشی سے باہر آ گیا مگر جیسے ہی میں نے باہر قدم رکھا ایک حبشی میری آہٹ سن کر جاگ
اُسے سنبھلنے کا کوئی موقع دینا اپنی زندگی کھو دینے کا سامان پیدا کرنا تھا۔ وہ صورت حال سمجھنے کی کوش
رہا تھا اور اُٹھنا ہی چاہتا تھا کہ میں دوڑ کر اُس کے سینے پر چڑھ گیا اور اُس کی گردن پر اتنے زور کی
ماری کہ ایک جھٹکے میں اُس کی گردن ڈھلک گئی۔ میں نے اسے چیخنے کی مہلت نہ دی اور پوری
سے ایک اور ضرب سر پر لگائی لیکن اُس کے تڑپنے سے اُس کے جسم کا کوئی حصہ دوسرے سوئے
پہرے دار کے جسم سے مس ہو گیا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ اِدھر میرے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ اپنا نیز
میں کرنے اور کوئی وار کرنے کی تیاری میں تھا کہ میں تیزی کے ساتھ وہاں سے اُٹھ گیا اور میدا
ایک سمت بھاگنے لگا۔ میرے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ شور نہ مچا دے اور د
حبشیوں کو نہ جگا دے۔ آس پاس مرکزی بستی تو نہیں تھی لیکن یہاں اِدھر اُدھر کی جھونپڑیاں موجو
اس لیے میں نے اسے دُور لے جانے کا موقع دیا اور خود ایک جگہ جا کر ٹھہر گیا۔ اس نے مجھے زمی
کر نیزہ مارنے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور میرے نزدیک پہنچ کر کوئی حکم دینا ہی چاہتا تھا کہ میں اُ
نیزے سے پہلو بچا کر اُس پر کود پڑا۔ وہ ٹھوکر کھا کر گرا۔ بس اُس کے گرنے کی دیر تھی کہ میں نے
اس کی گردن میں چبھو دیا اور آہستہ سے کہا۔ ”خاموش رہو۔ اگر بولے تو یہ نیزہ تمہاری گردن سے
دیا جائے گا۔“ وہ یہ اچانک افتاد، میرا تحکمانہ انداز اور اپنے ساتھی کا حشر دیکھ کر کچھ ایسا خوفزدہ
گھگھیانے لگا۔ اُسے مارنے کے سوا میرا پائی کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ
اُس کے سینے میں اُتار دیا۔ وہ تڑپا، مچلا، خرخرایا اور آخر بے سدھ ہو گیا۔ اُس کا نیزہ میں نے اُ
میں لیا اور پوری توانائی سے جنگل کی سمت دوڑنا شروع کر دیا مجھے ہوش نہیں تھا کہ پیچھے مڑ کر د
بھاگتا رہا، بھاگتا رہا تاوقتیکہ جنگل قریب آ گیا۔ اس اندھیری رات میں حکیم کی غار نما کٹیا
بہت مشکل کام تھا۔ میں دیوانوں کی طرح اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتا رہا۔ چاند، سورج کی آمد
راستہ صاف کر رہا تھا۔ غار کا دُور دُور تک پتہ نہ تھا۔ میں اس وقت جس کشمکش میں گرفتار تھا اُس
مشکل ہے۔ میرے بڑھتے ہوئے قدم رُکے نہیں، مجھے صرف اتنا یاد تھا کہ جہاں جنگل ختم ہوتا
اس خطرہ جاں کا قیام ہے۔ آخر ایک طویل فاصلہ ذہن میں رکھ کر میں نے دوبارہ اُس کا کھوج
ارادہ کیا اور اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آہستہ روی سے بھاگنا شروع کیا۔
مرتبہ ناکامی نہیں ہوئی آخر میں اپنے مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا۔ وہ وہی غار تھا۔ غار کے باہر جھونپ

ا اور غار میں اندھیرا تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا لیکن میں بے خوف و خطر اندر داخل ہو گیا اور
یہ ٹٹولتا ہوا اندھوں کی طرح غار کے اندر بڑھتا گیا۔ حکیم غار کے بہت اندر نہیں سو سکتا تھا اور غار تھا
اندر تک بہت گہرا تھا۔ پھر جب ایک جگہ میرے پاؤں سے کچھ چیزیں ٹکرائیں۔ شاید وہ ادویات کا
مان تھا تو میں سمجھ گیا کہ حکیم یہیں کہیں سو رہا ہوگا۔ یہیں زمین پر چنانچہ میں نے بہت آہستہ آہستہ
ں کی اشیا ٹٹولنی شروع کر دیں اور آخر میں حکیم کے پاؤں کے پاس پہنچ گیا۔ میرے ہاتھ اُس کے
ں سے مَس ہوئے۔ پاؤں سے ہاتھ اُٹھا کر میں نے اندازے سے کچھ دور رکھا۔ اب میرا ہاتھ اس
ینے سے مَس ہوا۔ حکیم کو شاید کوئی پھریری آئی مگر میں نے اُس کی پرواہ نہ کی۔ تیزی سے ہاتھ آگے
ھایا اور اس کی گردن میں پڑی ہوئی مالا کھینچ لی۔ حکیم ایک چیخ کے ساتھ کھڑا ہونے کی کوشش کرنے
۔ جارا کا کی کھوپڑی اب میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے نیزہ تان کر اندھیرے میں ادھر ادھر وار کرنا
وع کر دیئے۔ اس کی کربناک چیخ سے غار گونج گیا۔ یہ تیسرا آدمی تھا جو آج رات میرے ہاتھ سے
ل ہوا۔ آکسفورڈ کا مہذب نوجوان جابر بن یوسف الباقر درندہ بن گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

اب میرے سامنے دو راستے تھے۔ یا تو میں تن تنہا کشتی تلاش کر کے نامعلوم سمتوں کی طرف
ندر میں سفر کروں یا اس جنگل میں چھپتا رہوں مگر تا کے؟ آخر وہ مجھے تلاش کر لیں گے۔ میں ایک
ہ بیٹھ کر حالات کا جائزہ لینے لگا۔ جارا کا کی مقدس کھوپڑی میرے پاس ہے لیکن یہ مجھے شوالا اور
لاری اور اقابلا کی دست برد سے کس حد تک دور رکھ سکتی ہے؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ میں
نے مالا کے کنڈے ٹھیک کیے اور اُسے اپنے گلے میں ڈال لیا۔ ذہن منتشر تھا۔ فلورا اور سرنگا کو بے آسرا
وڑ کر جانے کے لئے دل آمادہ نہیں ہو رہا تھا اور موت چہار سو تعاقب میں تھی۔ اگر میں بستی میں
پس پہنچتا ہوں تو وہ میرے بارے میں صرف ایک فیصلہ کریں گے۔ موت کا فیصلہ۔ میں نے ان کے
ن آدمی ہلاک کر دیئے ہیں جن میں ایک مقتدر شخص یعنی طبیب بھی تھا جس کی وہ لوگ بڑی عزت
رتے تھے۔ کیا میں نے عجلت اور جلد بازی سے کام لیا ہے؟ میں اِن حالات پر جس قدر سوچتا تھا
ضیں بڑھتی جاتی تھیں۔ میں کہاں جاؤں؟ کیا کروں؟ آخر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ مجھے اس
یرے سے ہر حال میں فرار ہو جانا چاہئے۔ مشکل یہ تھی کہ سورج اُبھرنے والا تھا۔ دن کی روشنی میں
احل تک پہنچنا اور کشتی تلاش کر کے سمندری سفر اختیار کرنے کا مطلب یہ تھا کہ میں انہیں اپنی دوبارہ
رفتاری کا خوبصورت موقع فراہم کر رہا ہوں۔ دن اسی جنگل میں گزارنے اور رات کے وقت ساحل
ک پہنچنے ہی میں عافیت تھی۔ ساحل کے نزدیک رہنے کے لیے میں نے گھنے اور سیاہ جنگلوں میں سفر
روع کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ میں آخری سرے پر خود کو کسی گھنے درخت کی شاخوں میں چھپائے

رکھوں۔ وہاں جہاں جنگل ختم ہوتا ہے اور ساحلی علاقہ شروع ہوتا ہے۔ یہ سوچ کر میں آگے بڑھ
اور جب سورج کی کرنیں درختوں سے چھن چھن کر نیچے آنے لگیں تو میں کافی دُور نکل آیا تھا۔ میر
عرصے میں ہمت کر کے ساحل تک پہنچ سکتا ہوں۔ جب تک وہ ساحل پر آئیں گے میں دور نکل
ہوں گا۔ میں نے ٹھہرنے کے بجائے بھاگنے کو ترجیح دی۔ جنگل میں بھاگنا کوئی آسان کام نہیں
جگہ جگہ جنگلی جانوروں کا خوف ہوتا ہے مگر انسانی جرات و ہمت بڑی چیز ہے۔ موت پیچھے ہو
خطرے ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ راستے میں مجھے کن بلاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔
جارا کا کی مقدس کھوپڑی میری حفاظت کر رہی تھی۔ کوئی ایک میل چل کر مجھے سمندر نظر آنے لگا
اور سرمست سمندر۔ میں نے رفتار اور تیز کر دی اور سمندری ریت پر دوڑنا شروع کر دیا لیکن
حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ وہاں دُور دُور تک کشتی کا نشان نہیں تھا۔ انہوں نے ہمارے فرار
ذریعہ کشتی حیات یا تو ضائع کر دی تھی یا کہیں چھپا دی تھی۔ وہ اتنے بیوقوف نہیں تھے۔ ایک سر
دوسرے سرے تک تا حد نظر کوئی کشتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وقت ضائع کرنا بے کار تھا۔ مجھے فور
میں روپوش ہونا تھا۔ شدید مایوسی اور بیزاری کی حالت میں مجھے واپس ہونا پڑا۔ میں نے عا
بدل دیا اور احتیاطاً ایک لمبا چکر کاٹ کر جنگل میں داخل ہو گیا۔

کسی درخت پر چھپنے کا موقع نہیں تھا۔ آخر کار وہ مجھے تلاش کر لیتے لیکن اتنی آسانی سے
موت کے حوالے کر دینے پر جی آمادہ نہیں ہوتا تھا۔ اس تذبذب کی کیفیت میں فیصلے کی قوت ختم
میں جنگل میں ٹھوکریں کھاتا رہا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر اگرچہ میں زندگی سے مایوس ہو گیا تھا لیکن
جنگلیوں کے ہاتھوں اذیت ناک طور پر مرنا ہرگز گوارا نہ تھا۔ میں پناہ کی تلاش میں تھا لیکن ا
رہی تھی۔ زندہ رہنا چاہتا تھا مگر زندگی مجھ سے دور ہو رہی تھی۔ یہ دیوانگی اور وحشت مجھے اِدھر
آوارہ تنکے کی طرح پھراتی رہی۔ ممکن ہے کوئی اور صورت نکل آئے۔ مجھے کسی کھوہ میں خو
چاہئے۔ کھانے کی یہاں کوئی کمی نہیں تھی۔ ہاتھ میں نیزہ تھا، شکار آسان تھا۔ پانی بھی وافر
موجود تھا۔ یہ سرسبز اور شاداب جنگل بہت دنوں تک مجھے اپنی آغوش میں چھپا کر رکھ سکتا تھا
شخص ہوتا تو اسی طرح موت سے فرار کے لئے سوچتا میں بھی بھٹکتا رہا۔ درندوں کی خوفناک
اور سانپوں سے بچتا بچاتا۔ دن چڑھے اچانک میرے کانوں میں جنگلیوں کی خوفناک چیخ پکا
مجھے معلوم تھا وہ مجھے گرفتار کر لیں گے۔ ان کے علاقے میں اُن سے مفر ممکن نہیں لیکن میں آ
مخالف سمت بھاگتا رہا۔ آوازیں کوئی ایک طرف سے نہیں آ رہی تھیں۔ وہ وحشت ناک آوا
چاروں طرف سے جنگل میں بڑھ رہے تھے۔ کون سی پناہ گاہ ڈھونڈوں؟ کیسے پکاروں؟
میرے نزدیک آ رہے تھے۔ میری موت کو دیکھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ وہ پورے جنگل میں

۔ میں نے مجبوراً مغرب کا رخ کیا جہاں زیادہ گھنا جنگل تھا۔ میں جھاڑ جھنکار روندتا ہوا کسی غار کی
ش میں مارا مارا پھرتا رہا اور تلاش بسیار کے بعد طویل درختوں میں گھرا ہوا ایک اندھیرا غار مجھے نظر
لیا۔ وہ جگہ بہت خوبصورت تھی لیکن یہ لطف لینے کا وقت نہیں تھا۔ میں درانہ اس غار میں گھس گیا۔
ڑی دور جا کر مجھے معلوم ہوا کہ وہ غار نہیں تھا کوئی سرنگ تھی۔ ممکن ہے یہ جگہ درندوں کی پناہ گاہ ہو۔
خیال کر کے میرے رواں رواں کانپنے لگا مگر اندر آ کر واپس جانے کا سوال نہیں تھا۔ وہ غار کے
یب پہنچ گئے تھے۔ ان کی آوازیں میرا کلیجا دہلائے دے رہی تھیں مگر یکا یک انہی آوازوں میں مجھے
نسوانی قہقہہ سنائی دیا۔ پہلے تو میں کچھ سمجھ نہیں سکا لیکن جب اس دلکش قہقہے کی آوازیں غار میں
ارطرف گونجنے لگیں تو مجھ پر دہشت طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے غار کی ہر دیوار سے لطیف و
یل قہقہے پھوٹ رہے ہوں، جیسے گھنٹیاں بج رہی ہوں کیا میرے ہوش و حواس درست ہیں؟ ہاں
رے ہوش و حواس درست تھے۔ وہ آواز اتنی حسین اور دلکش تھی کہ میں نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔ باہر
شیوں کی مہلک آوازیں تھیں اور اندر زندگی کے یہ نقرئی قہقہے، جیسے کوئی میرے حال زار پر ہنس رہا
۔ پھر وہ آوازیں اتنی تیز ہو گئیں کہ میرے کان پھٹنے لگے۔ یہ کوئی پُراسرار غار تھا۔ میں اس وحشت کا
تحمل نہیں ہو سکا اور غار کے دہانے کی سمت بھاگنے لگا۔ حبشیوں کی آواز سن کر میرے قدم رُکے مگر
ر اندر شاید کوئی طلسمی دنیا آباد تھی۔ نہ میں اندر جا سکتا تھا نہ باہر نکل سکتا تھا۔ غار میں تاریکی تھی اور
ر مجھے معلوم تھا کہ کون ہے؟ نیزہ بردار حبشی جو میرے خون کے پیاسے تھے۔

اگر میں باہر نکلتا تو وہ درندے، وہ وحشی چند لمحوں میں اپنے نوکیلے نیزوں سے میرا جسم چھلنی کر
یتے۔ انہیں یقین تھا کہ میں اس غار میں موجود ہوں۔ میں نے سوچا کہ وہ غار کے اندر کیوں نہیں آ
تے؟ باہر کیوں شور مچا رہے ہیں؟ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ یہ دلکش نسوانی ہنسی، یہ ترنم آمیز قہقہے، شاید وہ
لیے اندر آنے سے گریز کر رہے ہیں کہ اس غار سے چند اسرار وابستہ ہیں۔ گھپ اندھیرے کی وجہ
مہرا دم گھٹنے لگا۔ پھر یکا یک مجمع کا شور کم ہوا۔ کوئی انہیں خاموشی کی تلقین کر رہا تھا۔

''وہ یقیناً اسی غار میں ہے۔'' باہر سے کسی حبشی کی خوفناک آواز ابھری۔

''اندر چلو۔ اندر چلو۔ ہمیں اُسے ہر صورت میں پکڑنا ہے۔'' ایک دوسرے شخص نے کہا۔

''خاموش خاموش۔ ہمیں کسی غار میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ محترم شوالا اور کالاری کا حکم
مجھے سوچنے دو۔'' ایک بھاری بھرکم آواز مکھیوں کی طرح بھنبھناتی ہوئی سرگوشیوں کا سینہ چیرتی
اُبھری۔ اچانک باہر موت کا سا سکوت طاری ہو گیا۔

ممکن ہے وہ اندر آنے کا فیصلہ کر لیں۔ موت کا حلقہ میرے گرد ہر لمحے تنگ ہوتا جا رہا تھا۔
نورڈ کا تعلیم یافتہ، بیروت کے ایک بڑے گھرانے کا چشم و چراغ، ایک ذہین باپ کا ذہین بیٹا اس

طرح بے یارومددگار موت کی آغوش میں جا رہا تھا۔ میں نے زندگی میں جو کچھ کیا تھا وہ سب را
گیا۔ بچپن اور جوانی، وہ خوبصورت دن جو اعلیٰ مستقبل کے لئے صرف کیے گئے تھے یوں ہی
ہوگئے۔ باہر سیاہ تنگ دھڑنگ وحشتی میرے لیے کسی خطرناک سازش کا جال بن رہے تھے۔ کہ
لمحے کوئی نیزا اندھیرے میں میری شمع حیات گل کر سکتا تھا۔ میں غار کے دہانے سے اندر کی
آ گیا۔ ان وحشیوں کے ہاتھوں مرنے کے بجائے میں نے غار کے اندر جانے کا ارادہ کرلیا۔ مے
بھاگنے کی حماقت نہیں کی۔ پنجوں کے بل تیز تیز اندرونی حصے کی طرف قدم اُٹھانے لگا۔ نفرئی قہقہ
آوازیں میرے قدم اٹھاتے ہی مدہم پڑ گئیں اور پھر تھم گئیں۔ اب اندر باہر ہر طرف خاموشی تھی
یوں محسوس ہوا جیسے بڑی بڑی سیاہ آنکھیں میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی ہیں۔ یہ
روحیں میرے تعاقب میں ہیں۔ غار اندر جا کر اور تنگ ہوگیا تھا اور اُس نے واضح طور پر ایک ر
شکل اختیار کرلی تھی۔ موت میرے پہلو سے گزر رہی تھی۔ اب بزدلی بے معنی تھی۔ میرے قد
بڑھتے رہے۔ راستہ بڑھتا گیا تو منتشر اعصاب کو کچھ سکون سا محسوس ہوا اور میں نے اپنے اند
پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بزدلی کے ساتھ مرنے سے بہتر ہے کہ موت کی آنکھوں میں آنکھیں
مرو، جب ہر شخص کا انجام موت ہے تو موت سے خوف کیسا؟ میری آنکھیں اندھیرے سے
ہو چکی تھیں۔ اِدھر اُدھر دائیں بائیں پتھر کی ناہموار سیاہ دیواریں نظر آ رہی تھیں جن سے کبھی کبھی
جاتا تھا۔ ایک بار پھر حبشیوں کی بھیانک آوازیں غار کے اندر آئیں۔ غالباً کسی نتیجے پر پہنچ
نے پھر شور مچانا شروع کر دیا تھا لیکن اس مرتبہ وہ آوازیں کہیں دور سے آ رہی تھیں۔ میں سے
دور تک نکل گیا تھا۔ مجھے امید تھی کہ اس کا دوسرا دہانا بھی ہوگا کیونکہ سرنگ کاٹ کر بنائی گئی
صرف امید میری رہبر تھی۔ میں اس کا دامن تھامے اس تنگ و تاریک ناہموار اور حبس زدہ
اپنے جسم کو کسی نہ کسی طرح آگے کی طرف کھینچ رہا تھا۔ میں نے اس نیزے پر گرفت محفوظ
نے جارا کا کی مقدس کھوپڑی کے حصول کے لیے حبشی طبیب کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ ا
سے مجھے آگے کا راستہ متعین کرنے میں بڑی مدد ملی۔ میں اس سے دیواریں ٹٹولتا اور را
آگے بڑھ رہا تھا۔ جنگلی درندوں، حشرات الارض اور تنہائیوں میں رہنے والے موذی ج
خدشہ ہر لمحے تھا۔ مرنے سے پہلے میری صرف ایک خواہش تھی کہ تنہا نہ مروں، دو چار کو
آخری سفر میں شریک سفر بنالوں۔

دُور اندر جا کر سُرنگ کے دو راستے ہوگئے تھے۔ ایک سیدھے ہاتھ کی طرف دوسرا با
طرف۔ سامنے کا راستہ ایک کھردری چٹان سے بند ہوگیا تھا۔ میں یہ طے کرنے کے لئے
کس طرف کا رُخ کروں؟ کس طرف زندگی کی امید ہے اور کہاں موت میری منتظر ہے۔ ا

ارنسوانی آواز اُبھری اور میرے بڑھتے ہوئے قدم ساکت ہوگئے۔ کسی نے حکم دیا تھا۔ ''رُک
''

میں تیزی سے اُلٹے قدموں آ کر اس ناہموار دیوار سے چپک کر کھڑا ہوگیا، جسے اب تک ہاتھ
یزے سے ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہا تھا۔ وہاں قرب و جوار میں تاحد نظر کوئی ذی روح موجود نہیں
وے نظر کی حد بھی محدود تھی۔ تو کیا یہ آواز میرے اندرونی خلفشار اور ذہنی انتشار کا مفروضہ ہے؟
سانس روکے دیوار کے سہارے کھڑا کسی آہٹ کی سن گن لیتا رہا۔ وقت کی رفتار جیسے میری
سوں کے ساتھ رُک گئی تھی۔ ایک منٹ، دو منٹ کئی منٹ گزر گئے۔ یقیناً یہ نسوانی آواز میرا وہم
۔ یہ سوچ کر اور سر کو جنبش دے کر میں کسی ارادے کے بغیر بائیں ہاتھ والے راستے پر گامزن
یا۔ تھوڑی دور آگے گیا ہوں گا کہ پھر وہی نسوانی آواز میرے قریب پشت سے سنائی دی۔
''ٹھہر جاؤ، تم نے سنا نہیں؟''

میں نے نیزہ سنبھال کر پشت کی جانب دیکھا۔ آواز اتنے قریب سے سنائی دی تھی کہ پشت پر
ی کے موجود ہونے کا یقین ہوتا تھا۔ میں نے اندازے سے اس آواز کی سمت نیزا پھینکا۔ دور
یں نیزا گرنے کی آواز ویران سرنگ میں گونجتی ہوئی سنائی دی اور پھر لطیف نسوانی قہقہوں کا شور
ی ہوگیا۔ اپنے متعلق غالباً میں نے یہ بات بہ کمال و تمام واضح کر دی ہے کہ میں طبعاً بزدل نہیں
ں۔ خطرناک حالات سے سینہ سپر ہو جانے کا عادی ہوں۔ میرے حواس کہیں بہت آخر ہی میں
اب دیتے ہیں، آج تک کسی خطرے نے میری پشت نہیں دیکھی تھی، لیکن ان آوازوں کی سمت کا
ن میرے لیے آسان نہیں تھا۔ اس ویران سرنگ میں کسی عورت کی آوازیں؟ میں اس حد تک خوفزدہ
گیا کہ پاؤں میں لرزش آ گئی۔ تاریکی میں وحشت سے آنکھیں پھاڑے اِدھر اُدھر دیکھا، کیا یہ میرا
مان تھا؟ یہاں یقیناً کوئی نہیں ہے اور میں کسی طلسم کا اسیر ہوگیا ہوں، میں نے ہمت کر کے
یروں میں پھر آگے بڑھنے کا فیصلہ کرلیا۔ چند ہی قدم چلا ہوں گا کہ اچانک غار کا وہ حصہ بقعۂ نور
ا گیا جہاں میں موجود تھا۔ ہر شے تیز روشنی میں نہا گئی۔ اس غار میں یہ تیز روشنی کہاں سے آ رہی
ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ سکی اور میں نے سوچنا چھوڑ دیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ پُراسرار
گی وہاں کے ایک ایک ذرے سے پھوٹ رہی ہو۔

آنکھیں خیرہ ہوگئیں۔ گھپ اندھیرے میں اچانک اس تیز روشنی میں آنکھیں چندھیانا ایک
رتی بات تھی۔ چند لمحوں کی اس کشمکش کے بعد میں نے اپنے آپ پر قابو پالیا۔ یہ سرنگ سنگلاخ
انیں کاٹ کر بنائی گئی تھی اور فن تعمیر کا کوئی قابل قدر نمونہ نہیں تھی۔ جگہ جگہ اُبھرے ہوئے پتھر نظر
تے تھے۔ روشنی میں اندازہ ہوا کہ وہاں سے بھی دو راستے نکلتے ہیں۔ میں اس بار بائیں جانب

جانے کا ارادہ رکھتا تھا کہ اچانک وہی پُراسرار نسوانی آواز میرے سیدھے ہاتھ کی سمت کہیں دو
سنائی دی۔

''جابر بن یوسف الباقر، آخر تم خود ہماری طرف چلے آئے۔ اقابلا کی قوت لافانی
لامحدود ہے تم کہاں تک اپنے ذہن پر زور دو گے سیدھے ہاتھ کی طرف چلے جاؤ۔''

میری آنکھیں آواز کی سمت مرکوز ہوگئیں۔ اقابلا کا نام سن کر خوف کی ایک سرد لہر میرا جسم
گئی۔ اعصاب پر غنودگی کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ قدم ڈگمگانے لگے تھے لیکن ذہن اس فسو
ماحول میں اپنی تمام صلاحیتوں کے مطابق کام کر رہے تھا۔ اچانک مجھے تو شاید آ گئی۔

مجھے یاد آیا کہ میں جذباتی لمحوں میں اس سے چند ضروری معلومات حاصل کرنے میں کا
ہوگیا تھا۔ اُس کے بیان کے مطابق اس علاقے کی عظیم و برتری دیوی اقابلا جس کا حسن لاثا
جس کی طاقت دوامی ہے، کسی غار میں مقیم ہے اور گاہے گاہے بستی کے لوگوں کے سامنے آتی ہے
بااثر سرداروں کے سوا اُس کی اقامت گاہ سے کوئی واقف نہیں ہے۔

تو کیا میں کسی ایسے غار میں آ گیا ہوں جو اقابلا کا مسکن ہے؟ کیا میں اقابلا کی قید میں ہوں
پُراسرار قوتوں کی مالکہ اقابلا مجھ سے مخاطب ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا مجھے آ
سمت والی سرنگ کی طرف اپنا رخ کر لینا چاہئے یا اس سرنگ سے واپس چلا جانا چاہئے۔ جب ح
کا عتاب اس قدر ہولناک ہے تو اقابلا کا عذاب کیسا ہوگا؟ دس پندرہ مسلح افراد مجھے گھیر لیں تو
بھاگنے کے بجائے میں مقابلے کو ترجیح دوں گا لیکن نادیدہ اور پُراسرار طاقتوں کے سامنے یہ دلیر
شجاعت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ مقدس اقابلا کے بارے میں اب تک مجھے جو معلومات حاصل
تھیں وہ انتہائی ناقابل یقین اور حیرت انگیز تھیں۔ انہوں نے اپنی دیوی کا کچھ ایسا نقشہ پیش
جیسے چہار دانگ عالم پر اس کی حکمرانی ہو۔ حشرات الارض، شوالا کے اشاروں پر چلتے ہیں۔ د
کالاری کے قبضہ و تصرف میں ہیں، تو پھر اُن کی دیوی کتنی طاقتوں کی امین ہوگی؟ یہاں رو
باتیں سامنے آ رہی تھیں۔ شیخ طاہر کی دردناک موت اور اس کے سینے پر جارا کا کی اُبھر
کھوپڑی کا نقش، میرے معبود میں کہاں آ گیا ہوں؟ مجھے یقین ہے میری جگہ کوئی اور ہوتا تو
دردناک سرگزشت اسی غار تک محدود رہ جاتی۔ اقابلا کا خیال آتے ہی میری حالت ابتر ہوگئی۔
حوصلہ جواب دے گیا جو کچھ دیر پہلے مجھے زندہ رہنے کے لئے اُکسا رہا تھا۔ میرے قدم ٹخنے تک
گئے تھے اور سارا جسم پسینے میں نہا گیا تھا۔ میں اپنی اُبلی ہوئی آنکھوں سے سامنے کی جانب دیکھ
کہ وہ نسوانی آواز دوبارہ سنائی دی۔ اس بار اُس کا لہجہ اور مترنم تھا۔ وہ جس روانی سے فصیح و بلیغ
میں عربی بول رہی تھی، اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسے عربی پر مکمل عبور حاصل ہے۔

''جابر۔ ذہن پر زور مت ڈالو، آگے اِس سمت میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔''

آواز مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھی، اس میں ایک سحر تھا۔ وہ اتنی خوبصورت اور سریلی تھی کہ عرب
کی خوش ادا مطربائیں سن لیں تو قربان ہو جائیں۔ میرے قدم خود بخود چلنے لگے۔ جیسے جیسے میں آگے
بڑھتا گیا روشنی کا دائرہ بھی وسیع ہوتا گیا۔ سرنگ آگے جا کر اور تنگ ہوگئی۔ ایک مقام پر بمشکل اتنا
راستہ تھا کہ کوئی شخص جھک کر یا زمین پر لیٹ کر رینگتا ہوا اندر جا سکے۔ میں وہاں پہنچ کر رُک گیا لیکن
میں اپنے ارادے کی قوت کھو بیٹھا تھا۔ ایک سحر زدہ معمول کی طرح جھکا اور آہستہ سے ناہموار زمین پر
لیٹ لیٹ کر رینگتا ہوا تنگ راستہ طے کرنے لگا۔ وہ کوئی طویل راستہ نہیں تھا۔ راستے کے خاتمے پر
ایک بہت بڑا غار تھا اور دور پتھروں کا بنا ہوا ایک عالیشان دروازہ نظر آ رہا تھا۔ دروازہ دیکھ کر میری
آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ یہ تصور سے بالاتر حقیقت تھی۔ دروازے کے نزدیک لوہے کی ایک
زنجیر لٹکی ہوئی تھی۔ میں نے غیر ارادی طور پر اسے کھینچ لیا۔ دروازہ آہستہ سے کھلنے لگا اور جیسے ہی وہ کھلا
میں جھک کر رک گیا۔ میرے سامنے ایک عظیم الشان محل موجود تھا۔ پتھروں سے تراشا ہوا یہ محل کسی
قدیم یونانی محل کا نقشہ پیش کرتا تھا وہ عجائب و نوادر سے بھرا ہوا تھا۔ اس سیاہ تاریک براعظم میں زیر
زمین کسی ایسے محل کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا، اس پر یقین نہیں آیا لیکن یہ
حقیقت تھی۔ میں خود وہاں موجود تھا کوئی اور نہیں۔ ایک ہوشمند اور نوجوان شخص جابر وہاں موجود تھا۔
جابر نے دیکھا کہ وہ کسی ایسے شخص کی خوابگاہ تھی جو برطانیہ عظمیٰ کے امرا کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتی تھی؛
جو امریکہ کے سب سے دولت مند افراد کی چشم تصور سے بھی بعید تھی۔ پلوٹارک نے یونان کی کسی قدیم
سلطنت اور اس کا جاہ و جلال رقم کرتے وقت کسی ایسی خوابگاہ کا ذکر نہیں کیا تھا جو شان و شکوہ میں اتنی
باوقار، پُرجلال اور آراستہ ہو۔ میں نے محسوس کیا کہ میں اس دنیا کا آدمی نہیں ہوں۔ میں ہزاروں
سال پہلے کی کسی عظیم و جلیل سلطنت میں کسی قدیم شہنشاہ کے ایوان میں کھڑا ہوں۔ میری آنکھیں کھلی
ہوئی تھیں، میں نے ایک سنگین ستون کا سہارا لے کر اپنے اثبات کا یقین کرنا چاہا۔ ہاں میں اپنے ہوش
و حواس میں تھا مگر میں ماضی میں سفر کر رہا تھا۔ اُس وقت میں صدیوں پہلے کا کوئی شخص تھا جو زمانوں کا
سفر کرتے کرتے واپس اپنے عہد میں پہنچ گیا تھا۔ اس وقت میں بیروت کی چمک دار شاہراؤں اور
شبینہ رقص گاہوں کا کوئی زندہ دل اور سرمست شخص نہیں تھا۔ میں اپنے عظیم ماضی سے دوبارہ ہم کنار
ہوگیا تھا۔ میں ان نوادر و اشیا اور اُس شوکت و حشمت کا نظارہ کر رہا تھا اور سب کچھ بھول گیا تھا کہ
یکایک اُسی نسوانی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ قدیم عربی لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''سیدی جابر۔ آخر تمہاری تقدیر تمہیں یہاں لے آئی۔ افسوس ہے یہاں تمہیں کوئی خوش آمدید
نہیں کہہ سکتا۔''

''میں کہاں ہوں؟'' میں نے اپنی تمام تر طاقت مجتمع کرتے ہوئے کہا۔

''تم میری قید میں ہو۔ تم نے مقدس طاقتوں کے انصاف کا انتظار نہیں کیا۔ تم نے فرار ہو
کی ناکام سعی کی۔ تم نے جزیرہ توری کے ایک معزز طبیب سمیت کئی آدمیوں کا خون کیا اور عظیم
کاکا کی مقدس نشانی پر قبضہ کرلیا۔ تم نے شوالا کی امانت توشا اور نیری کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر
ضروری معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔'' آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا۔ ایک روح پرور سکون، ا
میں کوئی اشتعال نہیں تھا۔

''خطروں سے نجات کی کوشش کوئی ماورائے انسانی اقدام نہیں۔'' میں نے کسی قدر حوصلے
جواب دیا۔ ''اے مقدس آواز میں نے جو کچھ کیا وہ اپنی زندگی کے دفاع میں کیا۔ میرے نزدیک
گناہ نہیں ہے۔'' میری نظریں اِدھر اُدھر بھٹکتی رہیں لیکن وہاں میرے سوا کوئی اور نہیں تھا۔

''تم نے انتظار کے بجائے عجلت کو ترجیح دی۔ اس جزیرے پر قدم رکھتے ہی تمہیں معلوم ہو
تھا کہ تم ایک ایسی سرزمین میں داخل ہوگئے ہو جو تمہاری سرزمین سے مختلف ہے۔ تم سے کہہ دیا گیا
کہ یہاں مقدس اقابلا کی حکمرانی ہے۔ اقابلا تمہارے ساتھ انصاف کرے گی مگر تم نے اپنے جذبا
اور نفس کے سوا کسی چیز پر توجہ نہیں دی۔'' نسوانی آواز نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''محترم خاتون، آپ کے اس پُرسکون لہجے سے میرے دل میں یہ خواہش اُبھرتی ہے کہ
آپ سے سامنے آنے کی درخواست کروں۔ یقین کیجئے میں نے جو کچھ کیا وہ اس وحشت ناک ماح
سے نجات کے لئے کیا۔ میں آپ کو بتاؤں گا کہ میرے ساتھ کیا ظلم ہوا ہے۔ مصیبت زدہ مسافروں
یہاں کیسی پذیرائی ہوئی ہے۔ میں موت سے نہیں ڈرتا لیکن بے بسی کی موت مجھے پسند نہیں ہے۔
معلوم ہے کہ آپ کے ایک اشارے پر میرا قصہ زندگی تمام ہوسکتا ہے اس لیے میں جرات کے سا
درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری تشنہ نگاہوں کو اپنے دل کش وجود سے سیراب کریں۔ میں آپ کی
بات کا جواب دوں گا۔'' میں نے عزم کے ساتھ کہا۔

دوسری جانب سے فوراً کوئی ردعمل ظاہر نہیں ہوا۔ بس قدموں کی چاپ محسوس ہو رہی تھی جی
کوئی میرے قریب آ رہا ہو، آہستہ آہستہ بہت پُروقار انداز میں، میں نے اپنے ذہن میں یہ با
پوری طرح بٹھالی تھی کہ میں طلسمات کے ایک وسیع جال میں ہوں۔ یہاں میرے ذہن کی کوئی پھر
اور میرے قویٰ کی کوئی حرکت کام نہیں دے گی۔ خود کو حالات کے سپرد کردینے ہی میں سکون قلب مض
ہے، یہی وجہ تھی کہ میرے اندر حوصلہ پیدا ہوا اور میں نے اس ماحول سے دلچسپی لینی شروع کردی
خطرہ میرے گردوپیش منڈلا رہا تھا لیکن کچھ کرگزرنا میرے امکان میں نہیں تھا۔

''تم ایک شجیع اور حوصلہ مند انسان ہو۔ تم اس وقت جو سوچ رہے ہو وہ مناسب ہے۔'' اس

واز بالکل قریب میرے پہلو سے اُبھری، میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے قریب، بہت قریب کھڑی
ہے۔ ایک دلنواز مہک مشام جاں معطر کرگئی۔

''کیا یہ ممکن نہیں مقدس دیوی کہ میں تمہارے حیات پرور وجود سے اپنی روح منور کرسکوں۔''
ں نے کمال فصاحت سے کہا، اس لیے کہ اس کی آواز اور لہجہ میری جادو بیانی اور فصاحت سے متاثر
ظر آتا تھا۔

''تم اس کی تاب نہ لاسکو گے۔'' وہ آہستہ سے مترنم آواز میں گویا ہوئی۔ ''تمہاری بصارت میں
نی استطاعت نہیں ہے۔''

''اگر وہ کوئی ایسا ہی ہوش رُبا اور مہلک جلوہ ہوا تو اس طرح میری موت سب سے آسان موت
وگی۔ اس میری درخواست نے قبولیت کا شرف حاصل کرلیا تو میں خود کو دنیا کا خوش قسمت آدمی سمجھوں
گا۔'' میں نے وارفتہ ہوتے ہوئے کہا۔

''ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کرلو۔'' مجھے حکم ملا۔

میں نے اس نازنین آواز کی ہدایت پر آنکھیں موندلیں۔ میرا ذہن ایک حسین عورت کی شبیہیں
نا رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ اقابلا ہے جو حسن میں سارے جہاں کی عورتوں سے افضل و برتر ہے۔
ں کے حسن اور شباب کے بارے میں توشا نے مجھے بہت کچھ بتایا تھا۔ اب میں چند لمحوں میں تاریک
اعظم کی اس حسین ساحرہ کا جلوہ دیکھنے والا تھا۔ جس کی سرزمین پر ہم نے ایک نئی دنیا دیکھی تھی۔
چانک برقی رو کی طرح ایک خیال دماغ میں در آیا۔ مقدس اقابلا ایک حسین وجمیل اور پرشباب عورت
ہے۔ اگر میں اپنے تاثر انگیز لہجے اور اپنے اشتیاق آمیز برتاؤ، والہانہ اظہار اور دلگداز رویے سے اُسے
کسی طرح متاثر کرلوں تو مجھے اپنی زندگی کی ضمانت مل سکتی ہے۔ میں اب تک کسی عورت کو مسخر کرنے
کی مہم میں ناکام نہیں ہوا تھا۔ میں نے نہ جانے کتنے حسین اور مغرور فتنوں کو اپنے نت نئے تجربوں
سے سر کیا تھا۔ توشا اور نیری بھی میری حیرت انگیز صلاحیتوں کا شکار ہوگئی تھیں۔ میں نے ایک لمحے میں
فیصلہ کیا کہ اپنی مردانہ وجاہت، دلیری، بے خوفی جرات، اقدام، پہل، نیازمندی، وارفتگی اور گفتگو
سے اقابلا کو متاثر کرنے کے لئے تمام تر تجربے آزماؤں گا۔ اس خوش فہمی نے میرا اشتیاق بڑھادیا اور
بری بند آنکھوں کے سامنے زرتار قبا میں ملبوس ایک حسین وجمیل دوشیزہ لہرا گئی۔

''تم آنکھیں کھول سکتے ہو۔ میں تمہارے سامنے ہوں۔'' جذبات میں ڈوبی ہوئی ایک دلنشین
ر سحرکار آواز میرے جسم و جان کو لرزہ براندام کرگئی۔ میں نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔ میں
کہوں گا کہ سارے عرب کے شاعروں کو لاؤ، تمام دنیا کے جادو بیان فن کاروں کو لاؤ۔ ان میں سے
کوئی یا وہ سب اس سرتاپا قیامت، اس حسن کامل، اس کرہ ارض کے ماہتاب کی جمال و دلربائی کا اظہار

کرنے سے قاصر رہیں گے۔ میں نے اپنی زندگی میں اتنا مکمل، اتنا شاداب، اتنا مسحور کن اتنا دلفر
حسن نہیں دیکھا..... اس کے خدوخال دنیا کی تمام عورتوں سے مختلف یونانی لڑکیوں سے کسی قدر مش
اور سب سے جدا تھے۔ اس کے بدن کا ہر عضو حسن کے سانچوں کی تکمیل تھا۔ مجھے اس کے بدن
سرخ سرخ شعاعیں پھوٹتی محسوس ہو رہی تھیں اس کی نیلی جھیل جیسی آنکھوں میں نہ جانے کس قسم
کشش تھی کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ان میں غرق ہو رہا ہوں۔ اس کا رنگ گلابی تھا اور ہونٹوں پر فاتح
مسکراہٹ تھی۔ نہ جانے مجھے کیا ہوا کہ میں نے آگے بڑھ کر اس کے قدم تھام لیے۔ رعب حسن
اقابلا کی سرفراز قوتوں کا تصور مجھ پر حاوی تھا۔ میں نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہا۔ ''اے حسن کی دیو
مقدس اقابلا، تجھے ایک نظر دیکھ لینے کے بعد زندگی کی تمام حسرتیں پوری ہوگئیں۔ اگر مجھے تیر
ہاتھوں سے موت نصیب ہو تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ میں شروع ہی سے ایک حسن
ہوں۔ میرے لیے تیرے جمال کی دید کے بعد زندہ رہنا محال ہے۔''

''مقدس اقابلا؟'' دوشیزہ مشک بار نے دُہرایا اور پھر اس کے قہقہوں سے خوابگاہ کے در
گونجنے لگے۔ کچھ دیر قہقہے گونجتے رہے پھول برستے رہے پھر اچانک اس کے چہرے پر سنجیدگی آگ
اور وہ مطربہ طرب آگیں انداز میں بولی۔ ''سیدی جابر، تم غلط سمجھے، میں اقابلا نہیں ہوں میں اس
ایک خادمہ، ایک کنیز ہوں۔ اس کی عظمت کی قسم اس نے مجھے اپنی تمام کنیزوں میں سب سے بڑا
دیا ہے اور ایک ممتاز و اعلیٰ مقام سے نوازا ہے۔ میں اس کے مقدس بدن کی گند ہوں، وہ معظم و مح
ہے۔''

میرے ذہن پر ایک ضرب سی لگی۔ میں آہستگی کے ساتھ اس کے پیروں سے اُٹھا اور اُلجھ
میں مبتلا ہوگیا کہ مجھے کس قسم کا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔

''کیا تمہیں میرے قُرب سے کوئی فرحت نہیں ہوئی۔''

''میری نگاہیں نظارے کی متحمل نہیں ہیں۔ تم، تم مقدس اقابلا نہ سہی مگر حسن و جمال کا شا
ہو۔'' میں نے سنبھل کر یہ حسین مہم سر کرنے کی ابتدا کی۔

''میں تو شا اور نیری کی طرح توری قبیلے کی کوئی لڑکی نہیں ہوں۔ میرا نام ژولین ہے۔
اقابلا کا قرب حاصل ہے۔ میں نے تمہیں دوبارہ زندگی دی ہے۔ تم موت کی طرف جا رہے
میں نے تمہیں اپنی طرف کا راستہ بتایا جو سلامتی اور شادابی کا راستہ ہے۔ تم اب میرے قیدی ہو۔''

پھر پُرمعنی لہجے میں مسکراتی ہوئی کہنے لگی۔ ''میرے سلسلے میں تمہارے وسیع تجربات کام
آسکیں گے۔ میں اپنی خواہشوں پر قادر ہوں۔''

''تمہاری قید میں رہنا میرے لئے باعث شادمانی و سعادت ہے۔'' میں نے نفی میں سر کو ج

ژولین کی سرد مہری نے مجھے محتاط رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کے سامنے ہوشیاری اور تجربوں کی
فضول تھی۔ میں خود کو بے دست و پا محسوس کرنے لگا تھا۔

''سنو سیّدی جابر!'' ژولین پُروقار انداز میں بولی۔ ''مجھے مقدس اقابلا کی رفاقت اور خدمت
زمانہ گزر چکا ہے۔ یہاں چہار سو عظیم اقابلا کی حکومت ہے۔ شوالا اور کالاری صرف ایک
اور قبیلے توری کے سردار ہیں۔ مقدس اقابلا کے حکم سے سرتابی کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تمہارے
فہرست طویل ہے۔ تم اپنے متعدد جرائم کی وجہ سے عظیم اقابلا کے عتاب کی زد میں آگئے ہو۔
معلوم کہ وہ تمہارے متعلق کیا سوچ رہی ہے۔ دیوی کی فکر ارفع و اعلیٰ ہے کوئی اس کے بارے
جانتا کہ وہ کیا فیصلہ دے گی۔ موت یہاں اتنی آسانی سے نہیں آتی جتنا تم سوچتے ہو۔ اگر
اقابلا نہ چاہے تو موت کی دیوی بھی تمہارے قریب نہیں آسکتی۔ وہ تمہیں کبھی نہ ختم ہونے والی
میں مبتلا کر سکتی ہے۔ تمہیں اپنے گناہوں کی عبرت ناک سزائیں بھگتنی ہوں گی۔''

میں نے ژولین کے حسین چہرے پر جاہ و جلال کی کیفیت دیکھی، تمام تر استقلال اور عزم کے
میرے جسم میں رعشہ پیدا ہوگیا۔

''میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں۔ اے آسمان کی پری ژولین، لیکن جو کوتاہیاں مجھ سے
ہوگئی ہیں۔ اس میں میرے ارادے کا اتنا دخل نہیں تھا جتنا ان غیر معمولی واقعات اور ماحول کی
کا دخل تھا۔ آزادی کے خیال نے مجھے اس جزیرے سے فرار ہونے پر اکسایا تھا۔ میں عظیم اقابلا
ضور اپنے گناہوں کا اعتراف کر سکتا ہوں۔ میری محبوبہ فلورا کے ساتھ جو کچھ ہوا اس نے مجھے پاگل
یا تھا۔ کیا شوالا نے اسے جبراً حاصل نہیں کیا؟'' میں نے صاف گوئی سے کہا۔

''فلورا کا خیال ذہن سے نکال دو۔'' ژولین نے غیر جذباتی لہجے میں کہا۔ ''شوالا اسے پسند
چکا ہے۔ اس نے اقابلا سے تائید حاصل نہیں کی۔ یہ فیصلہ اقابلا کرے گی کہ وہ شوالا کے لئے کوئی
تجویز کرے یا اُسے معاف کر دے۔ اب فلورا شوالا کی ہے۔ ہاں اگر شوالا چاہے تو اسے چھوڑ
ہے۔''

ژولین کی بات سن کر میرے دل میں غبار پیدا ہوا۔ میں نے اپنی برہمی چھپانا چاہی لیکن میرے
سے نکل گیا۔ ''یہ انصاف نہیں۔ شوالا نے زبردستی میری محبوبہ کو مجھ سے چھینا ہے۔ میں اس وقت
ات کی ستم ظریفیوں کا شکار ہوں ورنہ اگر یہ بات ہمارے معاشرے میں ہوتی تو میں شوالا کا سر قلم
دیتا۔''

''سیدی جابر، یہاں کے قوانین یہاں کی اقدار تمہارے معاشرے سے جدا ہیں، جب بھی کسی
نے یہاں قدم رکھا ہے، ہمارا سکون منتشر ہوگیا ہے۔ ہم یہاں اجنبیوں کی موجودگی پسند نہیں

کرتے اور انہیں غلاموں سے بدتر سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں۔'' ژولین نے افتخار سے کہا۔

''میں عالی مرتبت ژولین کو بتا چکا ہوں کہ میں غلامی کی زندگی سے، موت پسند کرتا ہوں۔'' نے شائستگی سے کہا۔

''تمہارے پسند کرنے سے کیا ہوتا ہے، تم ہمارے غلام ہو۔''

''میں ایک مجبور آدمی ہوں۔''

''تم چرب زبان ہو اور تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کہاں آ گئے ہو کن بلاؤں میں گھر چکے اذیتیں اب تمہارا مقدر ہیں۔''

ژولین کی نظریں متضاد کش مکش سے دوچار ہو کر میرے گلے میں پڑی ہوئی جارا کا کا کھوپڑی کا جائزہ لے رہی تھیں۔

یہ عورت کسی طور پگھلنے کے لئے تیار نہ تھی۔ میں نے ایک نئی کروٹ لی اور کہا۔ ''میرے گنا کی معافی کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی ژولین؟ کیا تم اقابلا سے میری سفارش نہیں کر سکتیں؟ میں اس قبیلے کی اقدار نادانستگی میں توڑی ہیں۔ کیا مجھ پر رحم نہیں کیا جا سکتا؟'' میں نے عاجزانہ کہا۔

ژولین کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ ''مقدس اقابلا چاہے تو تمہیں معاف کر سکتی ہے مگ رکھو کوئی اجنبی آج تک یہاں سے واپس نہیں گیا۔ شاید تمہاری موت بھی اسی جزیرے پر لکھی ہے۔ پھر کچھ دیر ٹھہر کر کہنے لگی۔ ''اقابلا سے بھلا میں تمہاری سفارش کیوں کروں؟ میرا تمہارا کیا تعلق؟''

''تم ایک حسین اور عالی جمال دیوی ہو۔ مجھے امید ہے تم اتنی بے رحم اور سنگدل نہیں ہو سکتیں میں نے ایک بار پھر اُسے نرم کرنے کی کوشش کی۔ کچھ دیر اس نے جواب دینے سے احتراز کیا۔ وہ سوچ رہی تھی پھر کہنے لگی۔

''اچھا سیدی جابر، میں کوشش کروں گی کہ اقابلا تمہیں معاف کر دے، مگر ایک شرط پر.....''

''مجھے ہر شرط منظور ہے۔'' میں نے بے اختیار کہا۔

اس کے چہرے پر فکر کی لکیریں اُبھر آئیں۔ میں اس کی شرط سننے کے لئے مضطرب تھا بولی۔ ''مگر شرط سننے سے پہلے تم جارا کا کا کی کھوپڑی اس ستون پر رکھ دو۔''

میں نے پس و پیش کیا اور جھجکنے لگا۔ اس نے میری یہ کیفیت محسوس کر لی اور سخت لہجے بولی۔ ''میں تمہیں حکم بھی دے سکتی ہوں لیکن نرمی سے کہہ رہی ہوں۔ کھوپڑی ستون پر رکھ دو۔ وعدہ کرتی ہوں کہ یہ کھوپڑی تمہیں واپس کر دی جائے گی۔''

''کب؟'' میں نے کھوپڑی دونوں ہاتھوں سے پکڑ لی۔

''کچھ دیر بعد..... ابھی؟'' اس نے کہا۔

اس کے وعدے پر میں نے کھوپڑی گردن سے اُتاری اور قریبی ستون کے کنارے پر رکھ دی۔

''میں شرط سننے کے لئے مضطرب ہوں۔'' میں نے کہا۔

''جابر! تمہیں عمر بھر میری غلامی میں رہنا ہوگا۔ اس محل میں میرے غلام کی طرح۔ تم کبھی اس محل سے باہر قدم نہیں نکالو گے اور تم اپنی خواہشوں پر عمل پیرا ہونے کی بجائے ہمیشہ میری خواہش کی تعمیل کرتے رہو گے۔'' ژولین نے عجیب شرط پیش کی۔

''میں عمر بھر یہیں رہوں گا یا ایک مدت بعد مجھے یہاں سے رہائی مل جائے گی۔'' میں نے وضاحت چاہی۔

''تم تا زندگی یہیں رہو گے۔ میں تمہیں آب زندگی پلاؤں گی تا کہ تمام عمر اسی طرح جوان اور شاداب رہو۔'' ژولین کے لہجے میں کشش اور شیرینی تھی۔

لیکن اس پُراسرار ماحول میں ایک عورت کے غلام کی طرح زندگی گزارنا جابر کی حمیت و غیرت کو گوارا نہ تھا۔ میں نے کہا۔ ''اگر میں یہ شرط ماننے سے انکار کر دوں تو؟''

میری اس جسارت پر اس کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار نمودار ہوئے۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ ایک طرف جھٹکا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اچانک میرا سارا وجود پگھل رہا ہے اور میں رِس رِس کر سیال کی صورت میں تحلیل ہو رہا ہوں اور میرا سارا جسم آگ پر رکھا ہوا ہے اور میرے ہاتھ اور پیر موم کی طرح پگھل رہے ہیں جسم میں اینٹھن اور مروڑ شروع ہو گئی۔ یہ اتنی شدید اذیت تھی کہ ایک ہی لمحے میں مجھے اپنا انجام نظر آ گیا۔ دم گھٹنے لگا اور میں بے اختیار اس کے قدموں کی طرف لپکا اور درد ناک آواز میں چیخنے لگا۔ ''مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔'' میں نے شکست خوردگی سے کہا۔

اُس نے فاتحانہ انداز میں میری طرف دیکھا اور اپنا دوسرا ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ میرا جسم حیرت انگیز طور پر اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ اتنی کربناک اذیت سہہ کر اور ژولین کی طاقت و سربلندی سے متاثر ہو کر میں عقیدت و خوف کا اظہار کرنے کے لئے اس کی سرخ ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ اس کے بدن سے مس ہو کر مجھ پر نشے کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میری آنکھوں میں خمار آ گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے کھڑا کیا۔ ایک لمحے بڑے غور سے میری طرف دیکھتی رہی۔ کچھ سوچتی رہی پھر اس نے ستون پر رکھی ہوئی جارا کا کا کی کھوپڑی میرے گلے میں ڈال دی۔

مجھے اس کی دلی کیفیت کا اندازہ کرنے میں دیر نہیں لگی۔ ژولین مجھ پر فریفتہ ہو چکی تھی۔ میرے وہم و گمان میں یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ مجھے ژولین جیسی سراپا قیامت کا قرب حاصل ہوگا۔ ظاہر ہے اب میری کوئی انا، کوئی شخصیت نہیں تھی۔ علیحدہ کوئی وجود نہیں تھا۔ میں دیوانہ وار اس پر نثار ہونے لگا۔ شوق و اضطراب کی یہ شدت زیادہ دیر برقرار نہ رہی۔ ژولین کے چہرے پر کرب کے آثار

نمودار ہوئے اور اس کی آنکھوں میں خوف اترنے لگا۔ اس نے کسمسا کر مجھے دور دھکیل دیا اور نامعلوم زبان میں چیخنے چلانے لگی۔ میں نے اس کے دل سوز لہجے سے اندازہ لگایا کہ وہ کسی سے فریاد کر رہی ہے اس کا جسم "تڑپا" مچلا اور گھر گھر کر چھانے والے سرخ رنگ کے بادلوں نے اُ میری آنکھوں سے اوجھل کر دیا۔ وہ چیختی رہی اور جب بادل وہاں سے ہٹے تو ژولین کی جگہ راکھ کا ڈھیر تھا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ چند لمحات میں یہ کیا بنے کیا ہو گیا؟ یہ ناقابل فراموش اور دلخ منظر دیکھ کر مجھ پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ میرے ہوش و حواس جاتے رہے اور جب میں آنکھ کھولنے کے قابل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میں جھونپڑی میں موجود ہوں، سرنگا میرے سرہانے ب مجھ پر جھکا ہوا کچھ کہنے کی کوشش کر رہا ہے۔ سریتا خوف سے میرے ہاتھ سہلا رہی ہے، توشا اور نیری دور کھڑی ہوئی کانپ رہی ہیں۔ فلورا کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن اس نے مجھے دیکھ کر کسی جذ اظہار نہیں کیا۔ میں خود کو دوبارہ جھونپڑی میں دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا؟ ابھی کہاں تھا؟ میں نے سرنگا کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھا اور پوچھا کہ میں یہاں کہ ہوں۔ اس نے بتایا کہ پلک جھپکنے کی دیر ہوئی ہے کہ اس نے مجھے جھونپڑی میں پڑا ہوا پایا ہے وہ ب دیکھ سکا تھا کہ میں خود یہاں آیا ہوں یا کوئی اور مجھے لے کر آیا ہے۔ میرے گلے میں جارا کا کھوپڑی موجود تھی۔ سرنگا اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"عزیزم جابر..... تم رات بھر کہاں غائب رہے؟" اس نے مضطرب انداز میں کہا۔ "رات یہ وحشی تمہاری تلاش میں سرگرداں رہے وہ متعدد بار جھونپڑی میں آئے اور ان دونوں لڑکیوں سے پوچھ گچھ کر کے چلے گئے جسے میں نہیں سمجھ سکا۔"

میں نے سرنگا کی بات کا جواب دینے کے بجائے ٹھنڈی سانس لی اور اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سر ہاتھ میں لے الگ کیا اور معذرت خواہانہ انداز میں اس کا شکریہ ادا کیا۔ وہ دُبلی پتلی معصوم، خوبص لڑکی نہیں مانی اور بدستور میرے ہاتھ دباتی رہی۔ گزشتہ رات میرے ساتھ جو ہولناک واقعات آئے تھے وہ ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آ گئے۔ ژولین کو کیا ہوا؟ کیا یہ سب ایک سحر سیا میری واپسی کتنی اچانک ہوئی ہے۔ کیا میں جارا کا کی کھوپڑی کی وجہ سے اس عظیم الشان قص واپس آ گیا؟ کیا ژولین؟ میں رات کے واقعات کی عقلی اور منطقی توجیہہ ڈھونڈنے میں غلطاں و تھا اور یہ میری بھول تھی۔ اس طلسم خانے میں عقل و منطق کی کیا گنجائش؟ مجھے خاموش اور فک مستغرق دیکھ کر سرنگا کہنے لگا۔ "سیدی جابر، یہ کھوپڑی تمہارے پاس کہاں سے آئی؟" اس نے در کیا۔ "کیا رات تم نے کوئی معرکہ سر کرنے کی کوشش کی تھی؟"

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بوڑھے سرنگا کو کیا جواب دوں۔ مقدس کھوپڑی دیکھ کر ا

صوں میں ایک مخصوص چمک پیدا ہوئی مجھے گمان ہوا کہ کہیں اس کھوپڑی کے حصول کے لئے سرنگا قتل نہ کر دے۔ چنانچہ اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں نے کراہ کی آنکھیں بند کر لیں۔ طرح میں سرنگا کو ٹال کر یہ فیصلہ کرنے کا وقت لے سکتا تھا کہ مجھے اسے یہ سارا واقعہ بتانا چاہئے یا ں۔ سرنگا اب تک میرے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا تھا۔ اس کی رفاقت میرے لیے بڑی مت تھی۔ مگر میرا دماغ ان پے در پے ناقابل قیاس واقعات سے پریشان تھا۔ میں کچھ دیر سکون ہتا تھا لیکن سکون اس جزیرے میں قدم رکھتے ہی ہم سے جدا ہو گیا تھا۔ اِدھر میں نے آنکھیں بند یں، اُدھر جھونپڑی کے دروازے پر شور ہوا۔ پھر روشنی کے ساتھ ہی ایک خونخوار، دیوہیکل حبشی گلے یں بڑے بڑے کپڑے ڈالے جسم پر نقش و نگار بنائے اندر داخل ہوا۔ اس کی صورت اتنی خوفناک اور یانک تھی کہ مجھے جھرجھری آ گئی۔ سریتا نے اپنا سر گھٹنوں میں دے لیا۔ توشا اور نیری اس مکروہ شخص د دیکھتے ہی تیزی سے اٹھیں اور اس کے قدم چاٹنے لگیں۔ یہ ان کی گہری عقیدت اور اُس شخص کی ظمت و برتری کا ثبوت تھا لیکن وہ شخص ان دونوں سے بے نیاز فلورا کو دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر اس ے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس نے جھک کر فلورا کا ایک ہاتھ اٹھایا۔ اسے سونگھا ر پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر بدن کے مختلف حصوں کا جائزہ لینے لگا۔ جب وہ اٹھا تو اس کی نظر مجھ پر پڑی ر حیرت سے مجھے گھورنے لگا۔ "شوالا!" میرے ذہن میں جب شوالا کا نام اُبھرا تو میں سرتاپا لرز لیا۔ اس کی گردن پر سانپ جھول رہے تھے اور عجیب و غریب قسم کے کیڑے اس کے جسم سے چمٹے ئے تھے۔ مجھے دیکھ کر اس کی نگاہوں میں قہر آ گیا۔ کچھ دیر تک وہ خوں بار انداز سے گھورتا رہا جیسے ھے قید خانے کی آخری تہہ میں پہنچانے کے منصوبے سوچ رہا ہو۔ سرنگا نے ہاتھ سے مجھے اشارہ کیا کہ ں پیچھے ہو جاؤں لیکن خوف و لرزش کے باوجود میں نے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں سے نہیں ٹائیں۔ پھر وہ میرے پاس جارا کا کی کھوپڑی دیکھتے ہی چونک پڑا۔ ایسا لگا جیسے یہ مقدس کھوپڑی ہرے گلے میں دیکھ کر اسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ اس کی آنکھوں کی سرخی گہری ہو گئی۔ وہ اپنی بان میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

"تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تھی؟" اس کی زبان اس کے چہرے کی طرح کرخت اور سخت ی۔

"ہاں، مقدس شوالا، میں رحم کا خواستگار ہوں۔" میں نے بمشکل تمام کہا۔

"تم نے ہمارے آدمیوں کو قتل کر دیا ہے، تم پر دیوتاؤں کا قہر نازل ہو گا۔" شوالا نے حقارت سے کہا۔

میں نے گڑگڑا کر اس سے رحم کی اپیل کی لیکن اس نے ہر بار مجھے دیوتاؤں کے قہر و غضب سے

دھمکایا۔ ''کیا تم نہیں جانتے کہ یہاں ہمارا حکم چلتا ہے۔ تم نے من مانی کیوں کی؟'' اُس نے
لہجے میں کہا۔

''مجھ سے غلطی ہوگئی مقدس شوالا۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تمہیں اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تم نے ایک گناہ نہیں، کئی گناہ کیے ہیں۔''
شوالا نے ایک چیخ بلند کی اور پشت پر کھڑے ہوئے نیزہ برداروں کو اشارہ کیا۔ وہ مجھ سے
تھے۔ میں نے انکار کی جرات نہیں کی۔ چپ چاپ ان کے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے حسرت کی
سریتا، سرنگا اور فلورا پر ڈالی۔ ہر لمحے یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید یہ ہمارا آخری وقت ہے۔ سریتا
پھوٹ کر رو رہی تھی۔ اس کی اس محبت پر میرا دل بھر آیا۔ جب مجھے وہ جھونپڑی کے باہر کھلے
میں لے گئے تو ڈھول پیٹے جانے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے وہاں ایک انبوہ کثیر نظر آنے لگا۔ ش
غضب کے کسی دیوتا کی طرح میرے قریب کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار میرے گلے میں پڑ
جارا کاکا کی کھوپڑی کی طرف اُٹھ جاتی تھیں اور ان میں خون اتر آتا تھا۔ میں نے محسوس کیا
اضطراب سے دوچار ہے۔ وہ عجیب عجیب، بے ہنگم قسم کی حرکتیں کر رہا تھا۔ کبھی اپنے گلے میں
ہوئے کڑے کھینچنے لگتا۔ کبھی اپنے جسم کا رنگ کھرچنے لگتا۔ کبھی بال کھسوٹنے لگتا۔ وہ اسی کیفیت
کافی دیر تک دوچار رہا۔ پھر اس نے ایک گرج دار آواز اپنے حلق سے نکالی۔ اتنی بھیانک کہ
اطراف کھڑے ہوئے نیزہ بردار حبشی بھی کانپ اُٹھے۔ موت کا یہ جشن نقاروں کی گونج میں منا
تھا۔ شوالا نے ہلاکت خیز آواز میں کہا۔ ''اے منحوس اجنبی مقدس جارا کاکا کی کھوپڑی اپنی گر
اتار دے، یہ شوالا کا حکم ہے۔''

شوالا کا حکم سن کر مجھے اپنی سانس اُکھڑتی ہوئی محسوس ہوئی لیکن میں مستعد کھڑا رہا۔ مجھے
آئی جس نے کہا تھا کہ جس شخص کے پاس جارا کاکا کی کھوپڑی ہو، وہ آسمانی بلاؤں اور زمینی
سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ خیال آیا تو کچھ ہمت پیدا ہوئی۔ میں نے سوچا جابر شوالا کھوپڑی اتار
اتنی سختی سے کیوں دے رہا ہے اور ژولین نے اپنی شرط منواتے وقت کھوپڑی اتارنے کی ہدایت
کی تھی۔ بات میری سمجھ میں آ رہی تھی۔ میں نے ہمت کر کے شوالا کو مخاطب کیا۔ ''شوالا، مجھے علم
تم توری قبیلے کے معزز سردار ہو، میں تمہاری پُراسرار طاقتوں کے بارے میں بھی جانتا ہوں۔
نے مجھے تمہارے آگے بے بس کر دیا ہے لیکن میں ذلت کی زندگی کے بجائے عزت کی موت
کرتا ہوں۔ مقدس جارا کاکا کی یہ کھوپڑی میں نے طاقت سے حاصل کی ہے۔ میں اسے نہیں
تم ایک بے بس انسان کے سامنے اپنی پُراسرار طاقت کا مظاہرہ کرتے ہو۔ اگر مجھ سے مقابلہ کر
یہ شعبدے علیحدہ رکھو، میں تم سے لڑنے کے لیے تیار ہوں۔''

''میں جانتا ہوں، تجھے یہ سب کہاں سے معلوم ہوا ہے۔'' شوالا نفرت انگیز لہجے میں بولا۔ ''تو
نے اس بدبخت توشا کو مجبور کر دیا تھا۔ تو نے میری امانت میں خیانت کر کے ایک ذلیل جرم کا ارتکاب
یا ہے، شوالا مدفون مردوں کا حال بھی جان سکتا ہے تو شا نے مجھ سے غداری کی ہے۔''

شوالا نے چند وحشیوں کو اشارہ کیا۔ اس کے حکم پر نیزہ بردار حبشی دوبارہ جھونپڑی میں گئے اور
شا کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے آئے مجھے حیرت تھی کہ توشا کے منہ سے اس وحشیانہ
یے پر ایک آہ تک نہ نکل سکی۔ البتہ وہ خوف سے زرد ہو رہی تھی۔ اس کے پیچھے سرنگا، سریتا اور نیری
ی نیزہ برداروں کے ساتھ اس اژدہام میں شامل ہوگئے۔ توشا نے مجھے دیکھا تو نفرت سے منہ پھیر
۔

شوالا نے با آواز بلند توشا پر غداری کا الزام عائد کیا۔ توشا جواب دینے کے بجائے خاموش
ھڑی رہی۔ شوالا چند لمحوں تک اسے گھورتا رہا پھر اس نے دونوں ہاتھ سینے کی سیدھ میں آگے کی
نب پھیلائے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنے ہاتھ کی کھلی ہوئی انگلیوں کو حرکت دی۔ اچانک میرے،
ریتا اور توشا کے منہ سے ایک چیخ نکل پڑی جس جگہ توشا کھڑی تھی، وہاں زہریلے ناگوں نے نہ
نے کن راستوں سے آ کر گھیرا ڈال لیا تھا اور خطرناک انداز میں پھنکار رہے تھے۔ توشا کی خاموشی
رار نہ رہی سکی۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں دہشت سے باہر نکل آئی تھیں۔
ہریلے ناگ اپنی زبانیں نکالے جھوم رہے تھے۔ پھر جو منظر میں نے دیکھا اسے بیان کرتے ہوئے
ان لڑکھڑاتی ہے، زہریلے ناگوں نے جس حصے کا احاطہ کر رکھا تھا وہاں زمین کے چھوٹے موٹے
راخوں سے بے شمار آدم خور چیونٹیاں نمودار ہو کر توشا کے بدن سے لپٹ گئیں، توشا نے خود کو
انے کی جدوجہد کی لیکن ناکام رہی۔ اس کی قوت مدافعت جواب دے گئی۔ چیونٹیوں نے اسے
پالیا اور منٹوں میں ان کا زہر تیزی سے اس کے خون میں سرایت کر گیا۔ وہ تڑپتی اور زمین پر ہاتھ پیر
ٹی رہی لیکن چیونٹیوں کے اس ہجوم نے اس طرح یلغار کی تھی کہ توشا زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکی۔ شوالا
پنے عمل میں مصروف تھا اور گردن اُٹھا اُٹھا کر دلچسپی سے توشا کا یہ عبرتناک انجام دیکھ رہا تھا۔ ڈھول
رہے تھے۔ میری حالت ابتر ہوگئی تھی میں نے افریقہ کے جنگلوں میں پائی جانے والی ان
نٹیوں کے بارے میں پہلے سنا ہی تھا۔ اب آنکھوں سے دیکھ لیا۔ توشا کا سارا بدن ان چیونٹیوں نے
ھاڑ الا۔ میری نظروں کے سامنے محض ہڈیوں کا پنجر رہ گیا تھا۔

سریتا بے ہوش ہو کر گر پڑی تھی۔ میری طبیعت بھی مکدر ہوگئی تھی۔ شوالا نے مجھے مخاطب کیا۔
یکھا تو نے مجرم توشا کا انجام؟ یہ ہے میری طاقت، میں کہتا ہوں تو مقدس جارا کاکا کی کھوپڑی اتار
ے۔''

سرنگا نے مجھے اشارے سے منع کیا کہ میں انکار کر دوں۔ میں نے انکار کر دیا۔ شوالا تلما گیا اور مجھے بھیانک سزاؤں سے ڈرانے دھمکانے لگا۔ یہ بات اب آسانی سے سمجھ میں آ گئی تھی لوگ خود بڑھ کر جارا کا کی کھوپڑی میری گردن سے اتارنے میں گریز کر رہے ہیں۔ یقیناً ا بھی ان کی کوئی مصلحت ہوگی۔ میں نے کھوپڑی پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لی اور سرنگا کے اشار دوبارہ منع کر دیا۔ شوالا یہ کہہ کر وہاں سے پیر پٹختا ہوا رخصت ہو گیا کہ وہ دو دن کی مہلت دے ر اگر کھوپڑی نہیں اتاری گئی تو کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی۔

ہم سب نیم جان و دل جھونپڑی میں واپس آ گئے۔ سریتا کا برا حال تھا میں نے اس کا ہاتھ اندر فلورا تنہا لیٹی ہوئی تھی۔ وہ غالباً اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔ سرنگا داس سر جھکائے کچھ سو تھا۔ یکا یک وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''عزیزم جابر! تم نے بتایا نہیں، کہ یہ کھوپڑی تم نے کہا حاصل کی ہے، کیا تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں رہا؟''

''نہیں نہیں، سرنگا۔'' میں نے شرمندگی سے کہا۔ ''اگر ہم بچے کھچے لوگ ایک دوسرے نہیں کریں گے تو پھر کس پر کریں گے۔''

''رات کی سرگزشت بتاؤ، شاید میں کوئی راہ نکال سکوں۔'' سرنگا نے حوصلہ دلایا۔

''راہ..... تمام راہیں مسدود ہو چکی ہیں سرنگا، ہماری کشتی چھپا دی گئی ہے یا ضائع کر ہے۔ ہم یہاں مرنے کے لئے آئے ہیں۔ اب کیا رہ گیا ہے۔ جلد ہی یہ روز روز کا تماشا ایک جائے گا سرنگا اب میں تھک چکا ہوں۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔

''تم ہمت ہار بیٹھے؟ ہونہہ، تم نے جارا کا کی کھوپڑی حاصل کر کے ایک کارنامہ س ہے، مجھے بتاؤ یہ سب کیسے ہو گیا؟''

اس کے اصرار پر میں نے گزشتہ رات کی تمام سرگزشت سنا دی۔ سرنگا شوق اور حیرت کچھ سنتا رہا اور آنکھیں پٹ پٹاتا رہا۔

''جابر! کیا تمہیں وہ غار یاد ہے؟'' اس نے کہا۔

''میں اُسے تلاش کر سکتا ہوں۔'' میں نے اضمحلال سے جواب دیا۔

''کیا تم مجھے لے کر وہاں چل سکتے ہو؟''

''مگر سرنگا یہ کس طرح ممکن ہے کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔''

''مگر کیوں؟''

''تمہیں پتہ نہیں کہ تم منزل سے کس قدر قریب پہنچ گئے تھے، تم نے اپنی جذباتی طبیع

رجلد بازی سے بنا بنایا کام بگاڑ دیا۔ تم نے مصلحت اندیشی سے کام نہیں لیا۔ بہرحال یہ کھوپڑی اپنے ں محفوظ رکھو۔ یہاں ابھی تمہیں کچھ اور بھی دلچسپ اور خوبصورت مناظر دیکھنے کو ملیں گے۔ تم نے ب بڑا کام کیا ہے۔ تمہارے پاس کھوپڑی موجود ہے، میری اور سریتا کی فکر نہ کرو۔ میں اپنی حفاظت د کر سکتا ہوں۔ میرے عزیز۔ یہ اسرار کی دنیا ہے۔ میں نے تمہیں بہت سمجھایا لیکن تم نے شاید غور ے میری باتوں پر توجہ نہیں دی۔ عزیزم حوصلے سے کام لو مجھے کسی طرح اس سرنگ میں پہنچا دو۔''

''کیا تم سریتا کے ساتھ جاؤ گے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں سریتا یہیں رہے گی۔''

''کیا سریتا کا یہاں تنہا رہنا ٹھیک ہوگا؟''

سرنگا نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔ سریتا کو یہاں تنہا نہیں چھوڑا جا سکتا تھا۔ نہ جانے وہ اس ے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ سرنگا داس بے چینی سے پہلو بدلنے لگا اور آخر اس نتیجے پر پہنچا کہ سریتا یہاں رہنا خالی از خطرہ نہیں ہے۔ ہم نے طے کیا کہ جب فلورا یہاں سے شوالا کے پاس چلی جائے ا اور نیری اس کے ساتھ رخصت ہو جائے گی تو ہم سریتا کے ساتھ یہاں سے فرار کی کوشش کریں ے۔

ہم دونوں دیر تک اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچتے رہے۔ سرنگا کے لہجے کی تمکنت اور نی خیزی سے میں پہلے ہی متاثر تھا۔ وہ میرے لیے ایک بہت ہی انمول شخص ثابت ہوا تھا۔ اسے پنے آپ پر قابو رکھنے کی غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ وہ کچھ ایسی پُراسرار باتیں اور حرکتیں کرتا رہتا ا جو میری عقل میں نہیں آتی تھیں۔ سارا دن ہم دونوں اِدھر اُدھر کی گفتگو کرتے رہے۔ سریتا بھی رے قریب بیٹھی غور سے گفتگو سنتی رہی، صبح سے شام تک آنسو بہانے کے سوا اسے کوئی کام نہیں تھا۔ ری نے دن بھر مجھ سے بات نہیں کی تھی۔ وہ حسرت ناک نظروں سے میری طرف دیکھتی اور فلورا کے ن سے کیڑے علیحدہ کرنے میں مصروف ہو جاتی۔ مجھے اس کی حالت پر رہ رہ کر ترس آتا تھا۔ سریتا ے کار بیٹھے بیٹھے اکتا گئی تھی۔ اُسے جب کوئی کام نہیں ملا تو وہ میرا سر دبانے لگی۔ یہ معصوم لڑکی ہرے دھیرے، بہت آہستہ آہستہ اپنے اندر کے جوہر مجھ پر عیاں کر رہی تھی۔ جب اندھیرا چاروں رف پھیل گیا تو ہم خاموش ہو گئے۔ کب تک باتیں کرتے؟ ہم آنے والی کل کی سلامتی کے لئے ائیں مانگنے لگے۔ آنے والی کل بڑی غیر یقینی تھی۔ میں سونا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے کہ مجھے خدشہ ا کہ کہیں کوئی میرے گلے سے یہ کھوپڑی نہ اُتار لے۔ ممکن ہے سرنگا کی نیت خراب ہو جائے ممکن ہے نیری اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے کیونکہ وہ اس کھوپڑی کی اہمیت سے پوری طرح واقف ہے۔ چنانچہ میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ مسلسل جاگتا رہوں۔ سوچتے سوچتے میرے ذہن میں آیا کہ

کیوں نہ کھوپڑی گلے سے اُتار کر اپنی شکستہ پتلون کے اندر ڈال لوں اور اس کا سر کسی بٹن سے
لوں لیکن اس سے کہیں کھوپڑی کی بے حرمتی نہ ہو۔ میں لیٹا رہا۔ جب بھی غنودگی طاری ہونے گ
ہڑ بڑا کر اُٹھ بیٹھتا۔ جب بھی اٹھتا نیری کو اداسی کے عالم میں بیٹھی ہوئی دیکھتا۔ وہ تو شا کی ا
موت کے غم سے نڈھال تھی اور اپنے انجام کی طرف سے متفکر نظر آتی تھی۔ آج تو شوالا نے اُ
دیا تھا مگر کل کیا ہوگا؟ اس کا جرم بھی تو شا کی نوعیت کا تھا۔

میرا دل کہنے لگا کہ اسے قریب بلاؤں۔ آخر وہ جاگ کیوں رہی ہے؟ آہ، کل یا پرسوں
ذبح کر دی جائے گی۔ میں نے اسے انگلی کا اشارہ کیا۔ جب وہ نہیں آئی تو کچھ توقف کے بعد
اسے آواز دی۔ ''نیری۔ مجھے تو شا کے انجام پر افسوس ہے مگر تمہیں معلوم ہے کہ میں یہاں مح
قیدی ہوں۔ کاش میں اس کی کوئی مدد کر سکتا۔''

جواب میں وہ سسکنے لگی میں نے اس کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ جارا
کھوپڑی سے خوفزدہ ہے۔ میں نے ہار پلٹ کر کھوپڑی کا رخ پشت کی طرف کر دیا۔ ''آؤ آ
مقدس جارا کا کی کھوپڑی اب تمہارے سامنے نہیں ہے کل پتہ نہیں تمہارے اور میرے
ہو؟ ہمارے پاس صرف آج کی مہلت ہے۔ کل کا کوئی بھروسہ نہیں۔ یہاں ہر سو خوں ریز
درندگی کا کھیل ہے ہم تم جو اس وقت سچے انسان ہیں کیوں نہ انسانوں کی طرح ملیں۔ زندگی
وقت ملا ہے اسے کیوں نہ لطف کے ساتھ گزارا جائے۔ تم موت سے ڈرتی ہو۔ ایک وقت تھ
بھی ڈرتا تھا مگر موت کئی بار آ کر ٹل گئی۔ ہر بار میں مرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا اور ہر بار بچ
ملی۔ اب میں نے موت کے بارے میں سوچنا تک چھوڑ دیا ہے۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔'' میر
افسردگی دور کرنے کے لئے حیات و ممات کے فلسفے پر اس کی ٹوٹی پھوٹی زبان میں آہستہ آہ
دے رہا تھا۔ نہ معلوم وہ میری باتیں سمجھ رہی تھی یا نہیں۔ میں اُسے باتوں میں لگا کر کچھ وقت
تھا۔

یہی موقع تھا جب میں اس سے مقدس اقابلا، جارا کا کی کھوپڑی کے کمالات اور اثر
بارے میں ضروری باتیں پوچھنا چاہتا تھا لیکن نیری آج کچھ بتانے سے گریز کر رہی تھی۔ وہ
آغوش پر چھپنے لگتی اور جب میں اسے زیادہ پریشان کرتا تو سسکیاں لینے لگتی۔ مگر میں نے
سلسلہ بند نہیں کیا۔ پوچھتا رہا۔ اس نے بھی اپنی خاموشی نہیں توڑی۔ چپ چاپ میری
رہی۔ جب میں نے بہت زیادہ اصرار کیا اور جھنجوڑ جھنجوڑ کر اس سے پوچھا تو اس نے رو
انداز میں کہا کہ وہ مزید کچھ نہیں جانتی۔ وہ اور تو شا جتنا کچھ جانتی تھیں، وہ پہلے ہی بتا چکی تھ
کا کا کی کھوپڑی کے متعلق اس نے صرف اتنا بتایا کہ وہ ان کے نزدیک سب سے مقدس

اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ اس کے اطلاقات اور طریقہ استعمال سے وہ قطعاً ناواقف تھی۔ میں
اس انداز میں سوالات کر رہا تھا جیسے میں جانتا تو سب کچھ ہوں لیکن برائے گفتگو برائے بحث
رہا ہوں۔

نیری معصومانہ انداز میں صرف ہوں ہاں کر رہی تھی۔ وہ بڑے لطیف احساسات کی حامل تھی۔
ایک بار اسے خوب اچھی طرح پرکھ چکا تھا۔ اب پھر وہ میرے قریب تھی۔ بہت قریب۔ میں نے
زمین پر لٹا دیا اور خود بھی اس کے برابر لیٹ گیا۔ اس کا بدن گرم تھا اور میرا لہو بھی سرد نہ تھا۔
پہ تھوڑی دیر کے لئے ہم دونوں یہ بھول گئے کہ ہم وادی اجل میں ہیں۔ موت ہمارے سرہانے
ی ہے اور کسی بھی لمحے ہمیں دبوچ سکتی ہے۔ نیری اب پوری طرح مغلوب ہو چکی تھی۔ جارا کا کا
کھوپڑی میرے دائیں بازو کے قریب پڑی آتش شوق کا یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ میں جذبات کے
نی دھارے میں بہنے لگا۔

''بس بس۔'' اس نے کہا۔ ''اب یہ ناممکن ہے۔''

''کیوں؟ آخر تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے؟''

''کچھ نہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔'' اس نے اکراہ سے کہا۔

''کیا تم پھر خوفزدہ ہو گئی ہو؟'' میں نے پیار سے پوچھا۔

''نہیں، وہ، یہ گناہ ہے۔'' اس نے جھجکتے جھکتے کہا۔

''گناہ؟ وہ کیسے؟'' میں نے ہنس کر پوچھا۔

''وہ، وہ سامنے ہے۔'' اس نے جارا کا کی کھوپڑی کی طرف اشارہ کیا۔

''تو کیا ہوا؟''

''اس کی موجودگی میں یہ گناہ ہے۔ یہ ہمارے قبیلے کی رسم ہے کہ جن لوگوں کے پاس جارا کا کا
وپڑی ہوتی ہے وہ جسمانی میل ملاپ نہیں کرتے۔''

میں نے عالم وارفتگی میں اسے اور دبوچتے ہوئے کہا۔ ''تم اس کھوپڑی سے ڈرتی ہو؟ اس بے
شے میں کیا دھرا ہے۔ یہ تم لوگوں کا اندھا اعتقاد ہے۔'' میں نے اسے آمادہ کرنے کے لئے یہ
کہہ تو دی، لیکن میں خود اس کھوپڑی کا قائل ہو گیا تھا۔

''نہیں۔ جب تک تمہارے جسم پر یہ مقدس کھوپڑی ہے، ایسا نہیں کیا جا سکتا۔'' نیری نے بہکی
سانسوں کے درمیان کہا۔

اس لمحہ سرمستی میں نیری کے اچانک انکار سے مجھ میں سرکشی آ گئی تھی مجھ پر ایک جنون طاری
تھا۔ میری عقل کھوپڑی کی علیحدگی کے لئے ہرگز تیار نہیں تھی مگر دل تھا کہ نیری کی بات مان لینے کو

بے چین تھا۔

میری عقل نے دلیل دی کہ اگر میں صرف تھوڑی دیر کے لئے جارا کا کی کھوپڑی اتار
آخر کیا حرج ہے۔ اس لڑکی کے دست و بازو اتنے قوی نہیں ہیں کہ وہ زبردستی اپنے گلے میں
زریں پہن سکے۔ سرنگا بے حس و حرکت پڑا ہے۔ فلورا اپنے حواس میں نہیں ہے، سریتا کو نے م
سو رہی ہے۔ میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''نیری میرے پاس آؤ، دیکھو میں یہ کھوپڑی اپنے گ
اتار رہا ہوں۔ آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔''

ابھی میں نے اپنے ایک ہاتھ سے ہار اتارنا چاہا ہی تھا کہ سرنگا بجلی جیسی سرعت سے اٹھ
اس نے میرا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔ ''کیا غضب کرتے ہو جابر۔'' سرنگا گرجنے لگا۔ ''شاید تمہا
توازن بگڑ گیا ہے۔ بدبخت اگر یہ کھوپڑی تمہارے گلے سے اُتر گی تو کچھ باقی نہ رہے گا۔
کیوں نہیں؟ یہ لڑکی تو شا کا انجام دیکھ چکی ہے۔ اب غالباً شوالا سے اپنی سزا معاف کرانے کے
اُس کی خدمت میں جارا کا کی کھوپڑی تحفے کے طور پر پیش کرنا چاہتی ہے۔ تم کیسا زبردس
مول لے رہے ہوں بڑے نادان ہو۔''

سرنگا کے مخل ہونے پر میں بہت تلملایا۔ اس وقت کوئی اور ہوتا تو میں اس کا خاتمہ کر
اپنے جسم کی آگ بجھا لیتا مگر سرنگا پر میرا ہاتھ نہیں اٹھ سکتا تھا۔ سرنگا نے میرے بال نوچنے
دیئے تھے تاکہ میں اپنے بہکتے ہوئے خیالات کا رخ موڑ سکوں۔ وہ اپنے مقصد میں کامیا
حالانکہ مجھے یقین نہیں تھا کہ نیری اتنی ذہین ہو سکتی ہے، میں نے ندامت سے گردن جھکا
فلسفیانہ انداز میں مجھے نصیحتیں کرتا رہا۔ رات گزرتی گئی۔ نیری ابھی تک جاگ رہی تھی۔ مجھے
آنے لگی تھی لیکن نیری کی شب بیداری میں سونا خطرہ کا سبب بن سکتا تھا، مگر میں کب تک جا
آخر میری آنکھ لگ گئی اور اس وقت کھلی جب نیری میرے گلے پر جھکی ہوئی بہت آہستگی سے
کی کوشش میں مصروف تھی۔ میں تیزی سے اٹھا۔ نیری مجھے اچانک اٹھتا ہوا دیکھ کر جھو
دروازے تک بھاگی۔ سرنگا کا گمان سچ نکلا میں نے طے کر لیا کہ مجھے اس کا کام تمام کر دینا
یہ کام بہت سخت تھا اور میرے جیسے شخص کے لئے تقریباً ناممکن تھا لیکن نیری کی
حبشیوں کے خلاف نفرت نے مجھے انتقام لینے پر مجبور کر دیا۔ میں نے مصمم عزم کر لیا کہ نیر
کے لئے سلا کر اپنی زندگی کا چراغ جلاؤں۔ میں اُٹھا اور بلا کی طرح اس کی طرف بڑھا لیکن
ایک تیز آواز سے جھونپڑی کا دروازہ کھلا جیسے کسی نے زور سے اسے دھکا دیا ہو۔ اس کے
ہوا۔ اس کا ذکر نہ کیا جائے تو بہتر ہے۔ مختصراً یہ کہ کسی آدمی کے بجائے کرکٹ کی گیند
روشن گولا فضا میں تیرتا ہوا اندر داخل ہو کر اوپر فضا میں معلق ہو گیا۔ نیری وہ پُراسرار گولا د

چیختی چلاتی ہوئی ایک طرف ہٹی، لیکن روشن اور متحرک گولے نے پھر اس کی طرف رخ
ری کا برہنہ بدن گولے سے ٹکرایا اور دیکھتے دیکھتے شعلوں کی زد میں آ گیا اور ایک ہی
راکھ بھی ہو گیا۔ اسے تو شا کی طرح نہ پھڑ پھڑانے کی اجازت ملی نہ آہ و بکا کی۔ وہ شوالا یا
را کا کا، پتہ نہیں کس کے طلسم کا نشانہ بن گئی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آگ کے شعلے نے نہ تو
اس جلائی جو زمین پر پڑی تھی اور نہ ہی جھونپڑی کو کوئی نقصان پہنچا اور دوسری تعجب خیز بات
اس ہنگامے میں سریتا اور سرنگا کی آنکھ تک نہ کھلی۔ حالانکہ سرنگا عموماً جاگتا رہتا تھا۔ وہ ایک
صاب کا شخص تھا جس کے متعلق میں نے یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ سوتا نہیں ہے۔ تاریک
ے ان کرشموں نے اسے بھی سلا دیا تھا۔ جب نیری کا جلا ہوا بدن راکھ کا ڈھیر بن گیا تو میں
کو جگانا چاہا مگر اس کے بجائے سریتا خود بخود انگڑائی لے کر اُٹھ کر کھڑی ہوئی۔ میں نے اسے
یا۔ ''سریتا۔ کیا بات ہے؟ تمہاری آنکھ کیسے کھل گئی؟'' سریتا میرے سوال کا جواب دینے کے
ہستہ سے اٹھی اور سرنگا کو پھلانگ کر دروازے کی جانب بڑھی۔ میرا خیال تھا کہ وہ کسی
سے بیدار ہوئی ہے لیکن اس کے چلنے کا انداز عجیب تھا۔ وہ میرے قریب سے کترا کر نکل
ں نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔ ''سریتا رات کے وقت تمہارا تنہا باہر جانا مناسب نہیں ہے۔
یدار کر لو۔'' اس بار بھی سریتا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اُس سے اس رویے کی توقع نہیں
یا نک مجھے خیال آیا کہیں وہ بھی کہیں وہ بھی اس وقت کسی طلسمی عمل کا شکار تو نہیں؟ میں نے
ے جا لیا اور اس کی کلائی پکڑ کر درشت لہجے میں پوچھا۔ ''کہاں جا رہی ہو تم؟''

برے خدا۔ سریتا نے خوفناک نظروں سے مجھے دیکھا۔ اس کی قہر آلود نظریں میرے جسم میں
ا۔ میں نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لی۔ سرنگا کو آواز دینا چاہی لیکن اس سے
اس دھان پان سی نازک شرمیلی لڑکی نے ایک جھٹکے سے اپنے کلائی چھڑا لی۔ میں تصور بھی نہیں
خا کہ اس کے دبلے دبلے ہاتھوں میں اس قدر طاقت ہو گی۔ اس کا کلائی چھڑانے کا انداز دیکھ
کے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سریتا مشینی انداز سے گھومی۔ پھر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی دروازہ
باہر نکل گئی۔

ں نے بھی اس کی پیروی میں دروازے سے باہر جانا چاہا لیکن پہرے دار حبشیوں نے اپنے
سے میرا راستہ روک دیا۔ میری عقل خبط تھی۔ ہوش ذرا ٹھکانے آئے تو میں نے سرنگا کو جھنجوڑنا
ر دیا۔ وہ بپھر کر اُٹھا اور تعجب سے پوچھنے لگا۔ ''جابر۔ کیا بات ہے کیا پھر کوئی واقعہ پیش آیا

'جلدی اٹھو سرنگا۔ سریتا چلی گئی۔''

''سریتا چلی گئی؟ کہاں؟'' سرنگا نے تیزی سے نظریں گھما کر ادھر ادھر دیکھا۔ پھر چیتے کی
اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ''کہاں گئی سریتا؟''

''مجھے نہیں معلوم میں نے اسے روکا تھا لیکن.....''

''لیکن کیا؟''

میں نے پہلی بار سرنگا کو حواس باختہ دیکھا۔ وہ مجھ پر برہم ہو گیا، اس نے میری گردن جَ
میں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ اس لیے کہ اس کا یہ اضطراب اور جنون قطعی فطری تھا۔ اس نے
مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا۔ ''تم نے اسے جانے کیسے دیا؟ تم ایک لڑکی کو نہ روک سکے؟''

میں نے اسے تحمل کی تلقین کی اور ایک ہی سانس میں پوری رات کی ہلاکت خیز روداد تفصیل
سنا دی۔ وہ کچھ پاگل سا ہو گیا لیکن اس کی یہ کیفیت عارضی تھی۔ اس نے جلد ہی سر جھٹک کر ا
لگام دل و دماغ کو قابو کیا۔ اس کے بعد وہ پھر سے ایک پرانا، ٹھنڈا، پُراسرار اور تجربہ کار بوڑھ
ہو گیا۔ اندھیرا میں اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''جابر۔ سریتا کو اغوا کر کے ان حبشیوں نے اچھا نہیں کیا۔ بہت برا کیا ہے۔ انہیں
واپس کرنا ہو گا۔''

میں نے اُس کی بات پر ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔ ''تم کہاں تک جاؤ گے؟ ان طلسمی چکر
کب تک بچو گے؟ یہ تو بہت پہلے ہونا تھا!''

سرنگا کے ہونٹوں پر ایک خوفناک مسکراہٹ اُبھر آئی۔ اس نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ
اپنی مورتی نکالی جو میں متعدد بار دیکھ چکا تھا۔ پھر اس نے کچھ بدبدانا شروع کر دیا۔ میں نے
قہقہہ لگایا لیکن وہ میرے ہذیان سے بے پروا مورتی سامنے رکھے اناپ شناپ کچھ کہتا ر
گھٹنوں کے بل زمین پر جھک گیا۔ اس کی آواز بتدریج تیز ہونے لگی اور کسی مجنوں کی آ
ہو گئی۔ میرا خیال تھا کہ سریتا کے جانے سے اس کے دماغ پر برا اثر پڑا ہے لیکن مجھے کچھ ایسا
کہ مورتی اپنا حجم بڑھا رہی ہے۔ میں نے غور سے اس کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ سرنگا تیز
پڑھ رہا تھا۔ میرا خون شریانوں میں منجمد سا ہونے لگا۔ میں نے دیکھا کہ پتھر کی اس مورتی
جیتی جاگتی ہندوستانی عورت کی شکل اختیار کر لی۔ وہ کوئی دیوی تھی۔ جھونپڑی کے سناٹے
شیریں آواز ابھری یہ اسی پُراسرار عورت کی آواز تھی۔ اس نے سرنگا کو مخاطب کر کے کچھ کہا۔
میں کچھ نہیں آیا۔ سرنگا فرط عقیدت سے عورت کے قدموں پر اپنی آنکھیں اور گال رگڑنے ا
بہاتا ہوا گڑگڑانے لگا۔ یہ بڑا ناقابل یقین سا پُراسرار منظر تھا۔ سرنگا نے عاجزی سے اور
پُرسکون لہجے میں کچھ باتیں کیں۔ میں ان کی زبان سے ناواقف تھا۔ جب سر

درمیان میں آتے تو میں کچھ سمجھ جاتا کہ بات انہی کے متعلق ہو رہی ہے۔

سرنگا کا یہ عمل کوئی دو منٹ سے زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا، جب اس نے عورت کے پیر
چھوئے تو اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا اور غائب ہو گئی۔ اب وہاں وہی چھوٹی سی مورتی تھی اور سرنگا تھا۔
سرنگا نے احتیاط سے مورتی جیب میں رکھی اور فخر سے میرے پاس آیا۔ ''حیران ہو سیدی جابر؟''

میں خاموش رہا تو کہنے لگا۔ ''سرنگا تنہا نہیں ہے۔''

میں نے گھور کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے میرے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر حکمیہ انداز میں کہا۔
''ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ پکڑ لو اور دوسرے ہاتھ سے جارا کا کی کھوپڑی تھام لو اور مجھے اس غار تک
لے چلو۔''

''سرنگا'' میری زبان میں لکنت آ گئی۔

''سرنگا میں کہتا ہوں اب تمہارا وہاں جانا بے سود ہو گا۔'' میں نے اس وحشت زدہ شخص کو
سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس گلبدن ژولین کو اپنی نظروں کے سامنے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل
ہوتے دیکھا تھا۔''

''میری ہدایت پر عمل کرو عزیزم جابر۔ ایک ہاتھ سے میرا ہاتھ تھام لو اور دوسرا ہاتھ جارا کا کی
کھوپڑی پر جما لو۔ ہمارا اس غار تک پہنچنا ضروری ہے۔ جہاں تم ژولین سے ملے تھے۔'' سرنگا نے
حکمیہ لہجے میں کہا۔

''لیکن سرنگا، تم.....'' میری آواز میں لکنت آ گئی۔

''دیر مت کرو عزیزم جابر گھبراؤ نہیں، میں نے تم سے کہا نہیں کہ میں تنہا نہیں ہوں۔ ہم یہاں
کب تک پڑے رہیں گے؟ اب سریتا بھی غائب ہو گئی۔ فلورا تمہارے سامنے بے ہوش پڑی ہے
انہوں نے ایک ایک کر کے ہمارے ساتھیوں کو ختم کر دیا ہے۔ ڈاکٹر جواد ابھی تک بیمار ہے۔ کیا تم
یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے یہاں بیٹھے رہنا چاہتے ہو؟ کیا ہمیں کوئی حرکت نہیں کرنی چاہئے؟ کیا ہم
ان وحشیوں کے ظلم و ستم کا اسی طرح نشانہ بنتے رہیں؟''

''سرنگا۔ سریتا چلی گی ہے تو تم اس طرح کی باتیں کرنے لگے ہو' حرکت کی ابتدا تو میں نے کی
تھی۔ تم اس وقت میرا ساتھ نہیں دے رہے تھے، مجھے پُرسکون رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔ فلورا اور
سریتا میں اتنا فرق ہے کہ سریتا کی گمشدگی سے تمہارے سرد خون میں ابال آ گیا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ
ہماری کوئی کوشش کامیاب ہو گی؟ جادو، پُراسرار واقعات، چاروں طرف سمندر، یہ اجنبی چہرے یہ طلسمی
ماحول اور ہماری ناتوانی، خاموشی اور سکون سے موت کے منتظر رہو۔ اب مفر کی کوئی صورت نہیں۔''
میں نے زہر خند سے کہا۔ ''سہارا تم کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتے، کیوں الجھن میں پڑے ہو؟

ژولین نے کہا تھا کہ آج تک کوئی اجنبی اس جزیرے سے واپس نہیں گیا۔ بس موت ہی ہمیں ان مصائب سے نجات دلا سکتی ہے۔''

''جابر کچھ سمجھنے کی کوشش کرو، اب کیفیت وہ نہیں ہے جو پہلے تھی۔ تم نے ایک غار کا پتہ چلا لیا ہے اور جارا کا کی مقدس کھوپڑی حاصل کر لی ہے اور میں نے اپنی دیوی سے رابطہ قائم کر لیا ہے۔ عزیزم یہ وقت تلخ باتیں کر کے گنوانے کا نہیں، ہمیں متحد ہو کر کچھ کرنا چاہئے۔ زندگی رہی تو تم مجھے بہت سے طعنے دے لینا۔'' سرنگا کے لہجے میں شکستگی اور اضمحلال تھا۔

''فلورا یہاں اسی طرح تنہا پڑی رہے گی؟ اب اس کے پاس توشا اور نیری بھی نہیں ہیں، کیا ہمارا اسے تنہا چھوڑ کر جانا مناسب رہے گا، یہ ظلم ہے سرنگا۔''

میں نے فلورا کی جانب اشارہ کیا۔ جو نیم جاں حالت میں تماشائے عبرت بنی وہاں پڑی ہوئی تھی۔ سامنے نیری کا جلا ہوا ڈھانچا تھا۔

اس بوڑھے پُرسکون شخص سرنگا کو میں نے پہلی بار مشتعل اور حواس باختہ دیکھا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ مکروہ چہرے والے حبشی سریتا کے ساتھ بھی فلورا والا واقعہ دہرائیں گے۔ سرنگا بڑے اطمینان سے کہا کرتا تھا کہ وہ سریتا پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔ اس کا یہ اعتماد کسی قدر بجا بھی تھا کیونکہ میں نے ابھی ابھی پتھر کی چھوٹی مورتی کو ایک ہندی عورت کی شکل میں نمودار ہو کر سرنگا سے کچھ باتیں کر کے غائب ہوئے دیکھا تھا۔ عورت کے غائب ہو جانے کے بعد سرنگا کے چہرے پر اطمینان سا نظر آیا تھا۔ میرے لیے اس کی شخصیت پہلے ہی پُراسرار تھی، اب اور اس نے متاثر کر دیا تھا لیکن میں ان پے در پے انوکھے اور ناقابل فہم واقعات سے کچھ ایسا دا برداشتہ ہو گیا تھا کہ اب زندہ رہنے اور آزاد ہو جانے کی موہوم سی امید بھی ختم ہو گئی تھی۔ سرنگا کے اصرار پر میں نیم دلی سے اٹھا اور باہر جھانک کر دیکھا۔ پہرے دار جاگ رہے تھے میں نے سرنگا کو بتایا کہ اس وقت باہر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ اس نے مجھ سے ان کی تعداد پوچھی۔ وہ سات تھے۔ سرنگا نے دروازے کی آڑ میں کھڑا کر کے ایک دم چیخنا شروع کر دیا۔ باہر حبشیوں کی آواز ابھری۔ وہ مطمئن رہے تھے۔ سرنگا کی کربناک چیخیں سن کر ان میں سے ایک سرنگا کے کرب کی وجہ جاننے کے لئے اندر آیا۔ اس کا اندر جھانکنا تھا کہ میں نے جھپٹ کر اس کی گردن پوری قوت سے دبوچ لی اور اُسے سنبھلنے کا کوئی موقع دیئے بغیر پشت سے ایک زبردست لات رسید کی۔ وہ چیختا زمین پر منہ کے بل ڈھیر ہو گیا۔ ادھر سرنگا نے نوجوانوں کی سی پھرتی سے نیزا چھین کر اسے بلند اور وحشیانہ انداز میں اس کی پشت میں گھونپ دیا۔ اس عرصے میں دوسرا پہریدار اپنے ساتھی کی آواز سن کر اندر آ گیا تھا۔ اس نے سرنگا پر نیزا تان لیا پھر سرنگا کا کام تمام ہونے ہی والا تھا کہ میں سامنے

آ گیا۔ میرے گلے میں جارا کا کی کھوپڑی لٹکی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر حبشی پہرے دار کے جسم میں رعشہ سا پیدا ہوا۔ بس اسی ایک لمحے کی رعایت میں، میں نے اس پر سامنے سے حملہ کر دیا۔ وہ زمین پر آ گرا اور اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ جب سرنگا نے نیزا اٹھا کر مجھے علیحدہ کر کے اس کے جسم میں نیزہ پیوست کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے اس کا ہاتھ روک لیا۔ دوسرے پہرے دار کا سانس خود بخود بند ہو گیا تھا اور گردن ڈھلک گئی تھی۔ اب ہم دونوں کے ہاتھوں میں نیزے تھے اور ہمارے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، میں نے ایک الوداعی نظر فلورا پر ڈالی اور ہم دونوں تیزی سے جھونپڑی سے باہر نکل آئے۔ سرنگا کا ایک ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور ہم جنگل کی سمت بے تحاشا بھاگ رہے تھے۔ اونچے نیچے راستوں پر کئی جگہ ہمیں ٹھوکر لگی لیکن ہم چوٹوں اور ٹھوکروں کی پروا کیے، بغیر آگے بڑھتے گئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ سرنگا کی دیوانگی ہے، شاید اسے اس علاقے کی سریت کا پوری طرح علم نہیں ہے۔ زندگی کے لئے یہ جدوجہد بے سود ہے۔ موت ہمیں یہاں کھینچ لائی ہے مگر سرنگا کی چال میں اب بھی دم تھا۔ زندگی کی ایک موہوم سی امید انسان کے دل سے کبھی نہیں جاتی۔ بس وہ ایک کرن، ایک ہلکی سی کرن ہی تھی کہ شاید کوئی معجزہ رونما ہو جائے اور اس جدوجہد سے کوئی نتیجہ نکلے۔ یہی امید ہمیں آگے لیے جا رہی تھی۔ افریقہ کے اس تاریک علاقے میں جب مہذب دنیا کے لوگ روشنیوں اور رنگینیوں میں زندگی کے گیت گا رہے ہونگے ہم سیاہ رات اور اس ہولناک ویرانے میں موت و زندگی کی کشمکش سے دوچار تھے۔ نہ جانے ہمارے اعزا ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے؟ میرے سخت گیر باپ۔ انہوں نے کہاں کہاں مجھے تلاش نہ کیا ہوگا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ان کا نوجوان بیٹا بلاؤں میں گھر گیا ہے۔ یہ کیسی دردناک موت ہے جو ہم سے مذاق کر رہی ہے اور ہماری آمادگی اور سپردگی کے بعد بھی ہم سے روٹھی ہوئی ہے مگر ہمارے ساتھ چلتی ہے۔ سرنگا کا سانس پھول گیا تھا۔ میں نے اسے کچھ دیر آرام کرنے کے لئے کہا لیکن وہ نہیں مانا۔ گرتا پڑتا چلتا ہی رہا حتیٰ کہ ہم جنگل میں پہنچ گئے۔

جنگل کا تذکرہ میں پہلے کر چکا ہوں کہ وہ کتنا وسیع اور گھنا تھا۔ اس کے راستے کتنے دشوار گزار اور خطرناک تھے۔ جگہ جگہ درندوں اور اژدہوں کا خدشہ لاحق رہتا تھا۔ جنگل کی رات بڑی وحشتناک ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو میری طرح بے بسی کے عالم میں ایسے حالات سے دوچار ہوئے ہوں۔ وہاں واضح ہو کر سرنگا کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ رات گزرنے سے پہلے غار کی تلاش ناممکن ہے۔ آگے بڑھتے تھے تو کسی درخت سے ٹکرا جاتا تھا۔ پھونک پھونک کر اور ٹٹول ٹٹول کر قدم بڑھاتے تھے تو دم گھٹنے لگتا تھا۔ ایک جگہ کسی درخت سے ٹکرانے پر ہماری ایک ہلکی سی چیخ نکلی اور جسموں کی ایک ذرا سی آہٹ ہوئی تو سارا جنگل جاگ گیا۔ عجیب خوفناک قسم کی آوازیں چہار سمت

گونجنے لگیں اور ہمیں معلوم ہوا کہ جنگل میں درندوں کی کس قدر کثرت ہے۔ پھر آگے بڑھنے بجائے ہم نے واپس جانے کو ترجیح دی۔ ابھی جنگل کی ابتدا تھی اور ہم ذرا سی جدوجہد کے بعد واپ ہو سکتے تھے۔ میں نے اپنا رخ موڑ لیا اور میری پیروی میں سرنگا بھی چار و ناچار پیچھے کی جانب چلنے کنارے پر ہمیں تاریکی کچھ کم معلوم ہوئی اور ہم درختوں کی پہلی قطار میں ایک ایسے درخت پر گئے جہاں ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ رات گزرنے میں ابھی وقت تھا میں اور سرنگا ایک موٹے تنے پر گم صم بیٹھے ایک دوسرے کے ہاتھ ہاتھوں میں دبائے اپنی دلی کیفیات اور اضطراب کا آپس میں کر رہے تھے۔ کوئی دو گھنٹے تک ہم اسی کیفیت میں بیٹھے رہے۔ کمر درد سے دُہری ہوگئی پہلو قرار نہیں تھا۔ چیونٹیاں جسم سے چپک گئی تھیں اور ہم دونوں جسم کے مختلف حصوں سے انہیں علیحدہ کر رہے تھے۔ اس جان لیوا مشغلے سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ ہم پوری طرح بیدار رہے صبح کے وقت ہم درخت سے اترے، اندھیرا دم توڑ رہا تھا۔ رات بھر کی تھکن سے جسم چُور چُور تھا' کہیں بے سُدھ گر کر گہری نیند لینے کے لئے اعضا تڑپ رہے تھے لیکن صبح کے طلوع ہونے کے ساتھ سرنگا کا جوش بھی طلوع ہو رہا تھا۔ وہ اب تیز تیز قدم بڑھا رہا تھا۔ اس کی استقامت پر مجھے رشک تھا۔ سورج طلوع ہوا تو جنگل میں طائروں کی چہکار مچ گئی اور ہم بچتے بچاتے جنگل کے اندر اپنا غار تلاش کرنے لگے۔ ہر طرف ایک جیسے درخت سر اٹھایا کھڑے تھے اس لیے سمت کا تعین مشکل تھا۔ بار بار مختلف کھوہ، کنجوں اور جھنڈوں میں ہم گھس کر دیکھتے۔ وہ غار تلاش بسیار کے بعد بھی نظر نہیں آیا۔ اس سے جھنجھلاہٹ اور بڑھ گئی۔ سورج سر پر آچکا تھا اور اس کی روشنی کہیں کہیں د سے بچ بچا کر ہمارے سروں پر پہنچ جاتی تھی ہمیں یہ ڈر تھا کہ جھونپڑی میں ہماری عدم موجو اطلاع پا کر حبشی ہماری تلاش میں جنگل کی سمت نہ دوڑ پڑیں۔ میں نے سرنگا کو مشورہ دیا کہ ہم آ ساحل کی طرف چلیں۔ شاید وہاں سے غار کی سمت متعین کرنے میں مجھے کوئی مدد مل سکے۔ ج ہونے کے بعد شروع ہوتا تھا اور یہ فیصلہ خاصا طویل تھا کوئی اور چارہ نہ دیکھ کر ہم نے سمندر کی کوچ کیا۔ سمندر کو دیکھ کر سرنگا کے چہرے پر عجیب تاثر پیدا ہوا۔ اس نے تمام کام چھوڑ کر اپنا آد پانی میں ڈبو دیا اور دیر تک پانی کے اندر دم سادھے بیٹھا رہا۔ میں نے بھی اپنے شکستہ لباس کی پر بغیر ساحل کے لہراتے پانی میں چھلانگ لگا دی۔ نہانے سے جسم میں چستی آگئی اور زندہ رہ چاہنے لگا۔ ساحل سے اندازے کے مطابق میں نے ایک طرف رخ کیا اور ہم دونوں بھاگتے پھر گھنے جنگل میں داخل ہو گئے۔ راستے میں ایک بار پھر میں نے سرنگا سے جھونپڑی میں واپس اصرار کیا لیکن سرنگا نے ایک طویل تقریر کر کے مجھے خاموش کر دیا۔ غار اب بھی کہیں نظر نہیں آ سرنگا نے جھنجھلا کر مجھ سے پوچھا۔ ''کچھ یاد آیا؟ آخر تمہاری یادداشت کیسی ہے؟ عزیزی جابر

ں بھول گئے؟''

مجھے بخوبی یاد ہے سرنگا، وہ غار جنگل کے اسی حصے میں واقع ہے مگر یہ سارا چکر طلسماتی ہے۔ حصہ یکساں ہے، بے فکر رہو مآل کار ہم اسے تلاش کر لیں گے۔'' میں نے اسے دلاسا دیا۔

جلدی کر دسیدی، ہم جتنی جلدی وہاں پہنچ جائیں، اتنا ہی اچھا ہے۔'' سرنگا نے جوشیلے لہجے

مگر سرنگا، میرا خیال ہے تم غلطی کر رہے ہو۔ میں نے اپنی آنکھوں سے اس تنگ و تاریک غار ایک عجیب اور حیرت انگیز دنیا دیکھی ہے۔ تم تن تنہا ان طاقتوں کا کیسے مقابلہ کرو گے؟''

'جابر! آنے والا وقت بتائے گا کہ سرنگا کیا کر سکتا ہے۔''

'کیا تم سمجھتے ہو وہ سریتا کو چھوڑ دیں گے؟''

'سریتا ان کے لئے اتنی سہل نہ ہوگی جتنی فلورا تھی کیونکہ سریتا سرنگا کی بیٹی ہے۔''

"سوچ لو۔ ہم جس سرزمین پر ہیں وہاں کا ہر ذرہ اپنے اندر بے شمار اسرار رکھتا ہے۔''

"مجھے اندازہ ہے، ہم ایسے ایسے مناظر دیکھیں گے جو تصور میں بھی نہیں آسکتے۔ مگر اس تاریک کا تصد کرتے وقت میں نے ان باتوں پر غور کر لیا تھا عزیزم!'' سرنگا نے بزرگی سے کہا۔

"کیا ہم یہاں سے رہا ہو جائیں گے؟'' میں نے بچوں کی طرح پوچھا جیسے سرنگا کو اس کا معلوم ہو۔

سرنگا نے میری طرف اس طرح دیکھا جیسے وہ میرے ذہنی بلوغ پر شبہ کر رہا ہو۔ میں جھینپ سا سرنگا نے کہا۔'' جابر، کوئی انقلاب ضرور آئے گا ہم اتنے آسان اجنبی ثابت نہیں ہوں گے، جتنے ماں جزیرے پر پہلے آچکے ہیں۔''

"تم مجھے صاف صاف کیوں نہیں بتاتے؟'' میں نے ضد کی۔

"تم یہ باتیں نہیں سمجھو گے۔ بس حوصلہ برقرار رکھو۔ تم اپنے عزم سے طوفان کو شکست دے عقل اور برداشت، جرات اور جذبے کے بغیر تم کچھ نہیں کر سکتے۔''

"ماورائی قوتوں کے آگے عقل کیا حیثیت رکھتی ہے؟''

"ماورائی قوتوں کے استعمال کے لئے بھی عقل کی ضرورت پڑتی ہے۔ ہم پہلے انہیں حاصل ماگے۔ جارا کاکا کی کھوپڑی کی حفاظت اور اس کا صحیح استعمال عقل ہے۔''

مغرب کی جانب سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کا شور ابھی تک ہمیں سنائی دے رہا تھا۔ میں ابھی اتلاش میں اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا کہ عجیب و غریب آوازوں کا شور ابھرا اور فوراً معدوم ہو گیا۔ ایسا ہوتا تھا جیسے لاتعداد بدروحیں چیختی چنگھاڑتی جزیرہ توری پر یلغار کرتی ہوئی گزر گئی ہوں۔'' یہ شور

کیسا تھا؟'' میں نے سرنگا کو ہکلاتے ہوئے مخاطب کیا۔

''غار تلاش کرو جابر جلدی۔'' عرنگا چیخا۔ ''کالی طاقتیں ہمارے گرد گھیرا ڈال رہی ہیں۔''

''عقل کیا کہتی ہے؟'' میں نے طنز کیا۔

''عقل تم جیسے کوڑھ مغز پر ماتم کر رہی ہے جو ایک اہم غار کا راستہ بھول گیا۔'' سرنگا نے اڑاتے ہوئے کہا۔

آوازوں کے شور اور سرنگا کی بوکھلاہٹ نے مجھے گڑبڑا دیا تھا۔ اب بچاؤ کا ایک ہی راستہ وہ غار تلاش کر لینا جو پہلے بھی میرے لیے بہترین پناہ گاہ ثابت ہوا تھا۔ سرنگا بار بار مجھے خطرے کا احساس دلا رہا تھا مجھے حیرت تھی کہ وہ شخص جو تمام راستے صبر اور برداشت کا ثبوت دیتا آیا اچانک کیوں اس قدر بوکھلانے لگا ہے۔ کیا اس کی مضبوط قوت شامہ نے کوئی خطرہ سونگھ لیا۔ ان رفتہ رفتہ قریب آنے والی آوازوں میں کوئی رمز پنہاں ہے جس کا سرنگا کا بصیرت افروز عرفان ہو گیا ہے۔ میں گھبرایا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور جھاڑ جھنکار کو ایک جگہ سے ہٹا رہا تھا خوفزدگی کے عالم میں تھا کہ ایک گرج اور نسوانی آواز اُبھری۔ ''رُک جاؤ سرنگا، آگے مت بڑھو

میں دہشت سے اُچھل پڑا اور پلٹ کر سرنگا پر نگاہ ڈالی۔ وہ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ اس آواز کا پیغام ایک بار پھر سنائی دیا اور اس کے ساتھ ہی سرنگا کے بڑھتے ہوئے قدم رُک گئے۔ لیے مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ مین نے سرنگا کو رکتے دیکھا تو تیزی سے لپک کر اس کے قریب کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''سرنگا یہ آواز کیسی ہے؟ یہ شور کیسا ہے؟ میرا مشورہ مانو تو بھاگ اب تو مفر کی بھی کوئی صورت نہیں ہے میں نہ کہتا تھا کہ یہ خطرہ مول لے کر تم موت کو قریب ہو؟ اب بتاؤ ہم کیا کریں؟ خطرہ ہمیں گھیرے میں لے چکا ہے۔''

سرنگا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے جسم اور زبان میں ایک معمولی سی جنبش بھی نہیں مجھے خیال ہوا کہ ممکن ہے خوف کی شدت نے سرنگا پر سکتے کی کیفیت طاری کر دی ہو میں بازو تھام کر اُسے ہوشیار کرنے کی کوشش کی مگر وہ بازو کسی انسان کا نہیں تھا۔ مجھ پر حیرتیں چھا بازو کسی انسان کا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ تو پتھر تھا اپنے شبہے کی تصدیق کی خاطر میں نے سرنگا کے دوسرے حصے بھی چھو کر دیکھے۔ وہ چشم زدن میں سرتاپا پتھر کے ٹھوس مجسمے کی صورت میں تبد تھا۔ میرے خدا کس قدر دہشت ناک تھا وہ لمحہ میرا دل ڈوبنے لگا۔ وقت کی رفتار جیسے تھم میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا اور پھر مجھ میں کھڑے ہونے کی طاقت بھی نہ رہی۔ کتنے لمحات دبے قدموں یوں گزر گئے کہ مجھے احساس تک نہ ہوا۔ پھر میں اس وقت چونکا کہیں کہیں سے حبشیوں کا شور بلند ہوا۔ موت میرا تعاقب کرتی ہوئی جنگل کے اس حصے تک

موت میرے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہی تھی۔ میں اس طرح چونکا جیسے سوتے میں کسی نے کوئی نوک دار چیز میرے جسم میں چبھو دی ہو۔ پھر موت کو شکست دینے اور زندگی برقرار رکھنے کی خواہش نے میرے منجمد خون کو دوبارہ حدت بخشی۔ میں آنے والی آوازوں کی مخالف سمت میں دوڑنے لگا۔ خار دار جھاڑیاں شکستہ کپڑوں سے الجھ کر انہیں اور تار تار کیے دے رہی تھیں مگر زندگی ان خراشوں سے زیادہ قیمتی تھی۔ میں کسی غیبی مدد کی امید میں دوڑتا رہا کبھی کسی جھاڑی میں الجھ کر گرتا کبھی کسی تناور درخت سے ٹکرا کر کراہتا ہوا اٹھتا۔ حبشیوں کی رفتار مجھ سے تیز تھی۔ میرا سانس رکنے لگا لیکن میں نے جدوجہد جاری رکھی۔ قدرت کو میری حالت پر شاید رحم آ گیا۔ بھاگتے بھاگتے میں کسی پتھر سے ٹکرایا۔ پھر کسی غار میں اوندھے منہ گر کر نشیب کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔

''باگوش باگوش۔ چیکولا رابی گوماشومو۔'' (تلاش کرو، تلاش کرو وہ یہیں کہیں روپوش ہو گا۔) یہ تعاقب کرنے والے حبشیوں کے آخری الفاظ تھے جو میرے ذہن میں محفوظ رہے۔ پھر مجھے کچھ سننے اور یاد رکھنے کا یارا بالکل نہ رہا۔

☆==========☆==========☆

چہرے پر نمی محسوس ہوئی تو میں پھر کچھ سوچنے کے قابل ہوا۔ غار میں مکمل تاریکی تھی اور ایک نظر اطراف میں گھما لینے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ یہ وہ غار نہیں ہے جہاں میں پہلے آیا تھا۔ یہ کوئی اور غار تھا۔ دیکھئے اب قسمت کہاں لے آئی ہے۔ یہ سوچ کر میں اُٹھا۔ غار میں کسی سوراخ سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ اندر کوئی جھرنا تھا جس سے زمین بھیگ گئی تھی۔ میں نے اپنے شکستہ و درماندہ اعصاب سمیٹے اور ابھی زمین سے اٹھا ہی تھا کہ مجھے اپنے سامنے اندھیرے میں دو چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں جیسے اندھیرے میں کسی خونخوار بلی کی آنکھیں چمکتی ہیں۔ کسی درندے کا خیال کر کے میں لرز گیا اور میرے منہ سے بے ساختہ ایک چیخ نکل گئی اور یکبارگی میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور جب دوبارہ کھولیں تو وہ دہکتی ہوئی آنکھیں میرے مقابل تھیں۔ وہ کسی درندے کی آنکھیں نہیں تھیں۔ کوئی شخص میرے سامنے کھڑا تھا۔ ''مدد مدد مجھے پناہ دو۔ وہ لوگ میرے تعاقب میں ہیں۔'' میں نے ٹوٹی پھوٹی افریقی زبان میں کہا۔ حالانکہ اس علاقے کے کسی باشندے سے مدد اور پناہ کی امید رکھنا عبث تھا لیکن بے اختیار یہ الفاظ میرے منہ سے نکل گئے۔ میری چیخ و پکار سے ان چمک دار آنکھوں میں جنبش ہوئی وہ میرے قریب آئیں۔ میں دہشت سے پیچھے ہٹ گیا اور غار کی کھردری دیوار سے چپک گیا۔ اچانک مجھے اپنے ہاتھ پر ایک تنومند ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' وہ بھاری بھرکم لہجے والا کوئی انسان تھا جو افریقی زبان میں مجھ سے مخاطب تھا۔ اگر میں اس سے پہلے کسی غار میں آباد ایک نئی دنیا کا کرشمہ نہ دیکھ چکا ہوتا اور حسین ژولین سے

میری ملاقات نہ ہو چکی ہوتی تو ممکن تھا کہ یہ آواز سن کر خوف و دہشت سے میری حرکت قلب بند ہو جاتی لیکن یہ کوئی عام طرز کا علاقہ نہیں تھا۔ یہ جزیرہ توری تھا جہاں کسی وقت بھی کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اس نے بڑھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' اس نے دوبارہ اسی پروقار انداز میں حکم دیا۔

میں اس کے اشارے پر اس کا ہاتھ پکڑے مزید کوئی سوال کیے بغیر غار کے اندر چلنے لگا۔ تھوڑا سا دور جا کر غار کشادہ ہو گیا وہ بلا کی تاریکی چھٹ گئی جو ابتدا میں تھی۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہوئی کہ آنکھ ہو اتنی دیر میں اندھیرے سے مانوس ہو گئی ہوں۔ میں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس شخص کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اب بھی مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دو آنکھیں اور ایک ہاتھ میرے ساتھ چل رہا ہو۔ وہ کوئی بہروپ ہی سیاہ بدن شخص تھا جس کا جسم تاریکی سے مشابہ تھا۔ اس لیے صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں جسم سے مختلف رنگ کی تھیں اور انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ مجھے ساتھ لے کر تاریکی روشنی کی طرف چلنے لگا۔ راستہ آگے جا کر اور صاف ہو گیا۔ اب مجھے اس کا جسم صاف نظر آنے لگا وہ ایک طویل قامت اور قوی الجثہ حبشی تھا۔ اس کے گلے میں مختلف قسم کے ہار اور کڑے پڑے ہو تھے۔ میں نے دیکھا کہ اس میں جارا کا کی کھوپڑی بھی موجود ہے۔ پچھلے اذیت ناک تجربوں کے بعد میرے لیے فی الفور کسی حبشی پر اعتبار کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ وہ سب میری جان کے دشمن تھے مگر ایسے وقت میں میرے پاس اس کے سوا کوئی راستہ بھی تو نہیں تھا کہ میں بے چون چرا اس کے ساتھ چلتا رہوں۔ دل میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہو رہے تھے اور میں انہیں رد کرتا ہوا اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

''ادھر آؤ۔'' اس نے بائیں سمت مڑتے ہوئے کہا۔

میں خاموشی سے مڑ گیا۔ اتنا اندازہ اس مختصر سفر میں یقیناً ہو گیا تھا کہ وہ کوئی عام حبشی نہیں ہے اس کی آواز میں طنطنہ اور چال میں وقار تھا۔ ایک جگہ پہنچ کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور اپنے دونوں ہاتھ سینے کی طرف باندھ کر پھر انہیں کھول دیا۔ اس کا یہ عمل کرنا تھا کہ سامنے والا دروازہ خود بخود کھل گیا اور ہم خاموشی سے معمولی قسم کے پتھروں کے بنے ہوئے چھوٹے کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرے میں جانوروں کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں اور مختلف اقسام کی کھوپڑیاں اِدھر اُدھر پتھروں پر ہوئی تھیں۔ سامنے لوہے کا ایک کڑھا رکھا تھا۔ وہاں ہر چیز اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد اور پُراسرار تھی۔ اس کمرے سے گزر کر ہم دوسرے کمرے میں داخل ہو گئے جو نسبتاً زیادہ صاف، کشادہ اور روشن تھا اور وہاں اس وقت کسی قسم کی بو بسی ہوئی تھی جو نہ زیادہ خوشگوار تھی نہ اتنی ناگوار۔ بس ایک تعفن جو سارے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس کمرے میں بھی عجیب و غریب قسم کی اشیاء

سا سفید پتھر میز کی شکل میں پتھر کے چار ٹکڑوں پر ٹکا ہوا تھا۔ سامنے کی دیوار پر ایک روشن مشعل ا۔ کمرے میں پہنچ کر اس نے اشارہ کیا۔ ''بیٹھ جاؤ۔''

ں اس کا حکم سن کر ایک پتھر نما اسٹول پر بیٹھ گیا اور اس کے دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگا۔ خود ے پہلے میں اس کی زبانی کچھ سننا چاہتا تھا تاکہ اپنے بارے میں اس کے رویئے کا تعین ں۔ وہ غور سے میرا چہرہ دیکھ رہا تھا اور میری حالت یہ تھی کہ میں اس سے آنکھیں چار کرتے برا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بلا کی روشنی تھی چہرے پر کرختگی اور تدبر جھلک رہا تھا۔ کچھ دیر دونوں ایک دوسرے کا جائزہ لیتے رہے۔ ایک دوسرے کو تکتے رہے پھر وہ شاہانہ انداز میں کچھ کھاؤ گے؟''

''نہیں شکریہ میرے حواس درست نہیں ہیں۔ میں پہلے یہ یقین کر لینا چاہتا ہوں کہ میں تمہاری ہوں یا.....'' میں کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''تم میری پناہ میں ہو۔ اس مسکن میں لوگ ہمیشہ کچھ لینے کے لئے آتے ہیں تم نے پناہ مانگی ں نے پناہ دے دی۔'' اس کا سارا جسم ساکت تھا مگر لب ہل رہے تھے۔

میں نے اطمینان سے پہلو بدلا۔ وہ شخص اپنے لہجے سے زبان کا پکا اور عزت دار معلوم ہوتا تھا ہ سارا ماحول، یہ کھوپڑیاں، یہ اشیاء؟ میرے ذہن میں بہت سے سوال کلبلا رہے تھے۔ اپنی بانی سے میں اکثر مصیبت میں پڑ چکا تھا۔ لہٰذا میں نے کم بولنے پر اکتفا کی اور اس طرح اپنی ت کی شہادت پیش کرنا چاہتی۔

''جزیرہ توری میں صرف ایک جگہ ہے جہاں تم پناہ لے سکتے تھے اور وہ یہ ہے۔ یہاں تم ا سے رہ سکتے ہو۔'' اس نے شاید میرا اضطراب بھانپ کر کہا۔

''تم کون ہو؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

اس کی آنکھوں میں اُلجھن کے آثار نمودار ہوئے جیسے وہ جواب دینے سے گریز کر رہا ہو۔ اپنے میں کچھ بتاتے ہوئے وہ ایک لمحے جھجکا، پھر کہنے لگا۔ ''تمہارے لیے اتنا جاننا کافی ہے کہ تم جگہ ہو۔''

''بہتر ہے۔'' میں نے اطمینان سے اس بار زبان کھولی۔ ''جب سے ہم بدنصیب مسافروں ں جزیرے پر قدم رکھا ہے۔ ہم ایک ساعت بھی سکون سے نہیں سوئے ہیں۔ ہمارے بے گناہ مارے گئے، ہماری عورتیں اغوا کر لی گئیں، جب ہم نے آزادی کے لئے کوشش کی تو ہم پر عرصہ اور تنگ کر دیا گیا۔ ابھی ابھی میرے ایک ساتھی کو پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس ے پر تم پہلے آدمی ملے ہو جس نے مجھ سے ہمدردی کی بات کی۔ ہمارا قصور یہ ہے کہ ہم ایک غرق

شدہ جہاز کے بدقسمت مسافر ہیں جنہوں نے اس علاقے میں زندگی برقرار رکھنے کے لئے ز
تھے لیکن.....''

''مجھے معلوم ہے۔'' اس نے درمیان میں داخل دیا۔

''تمہیں معلوم ہے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''تمہیں معلوم ہوگا۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کیا یہ وحشی انسان نہیں ہیں کہ انہیں اپنے جیسے انسانوں کو مصر دیکھ کر دکھ نہیں ہوتا۔''

''اجنبی منحوس ہوتے ہیں۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

میں نے سوچا کہوں۔ اجنبی عورتیں منحوس نہیں ہوتیں؟ لیکن اس تنومند وحشی سے زیادہ اظہار کرتے ہوئے مجھے خوف آیا۔ وہ بہت تحمل سے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اس کے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ چپ چاپ ٹکٹکی باندھے دیواروں پر نظر کیے رہا۔ چند لمحوں بعد اپنی ران پر زور سے دو ہاتھ مارے اور بجلی کی سی سرعت کے ساتھ کمرے میں موجود پتھر کا کو آواز کرتا ہوا کھلا اور اس میں سے ایک نوجوان لڑکی برآمد ہوئی جو نقش و نگار کے اعتبار سے نیری سے کہیں زیادہ حسین تھی۔ وہ ایک مکمل، شاداب اور تازہ لڑکی تھی۔ اس کی عمر زیادہ ہونٹ عام افریقیوں کی طرح بھدے نہیں تھے۔

آنکھوں میں اپنی طرف کھینچ لینے کی ساری طاقت موجود تھی۔ اس کے دلکش بدن کے رنگے ہوئے تھے۔ جس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ اس نے مہذب دنیا کے کسی نئے فیشن کا لباس جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئی میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ میں کی زندگی میں پہلا شخص تھا جس کی جلد کی رنگت اتنی بدلی ہوئی تھی اور جو لباس پہنے ہوئے تھ آکر ٹھٹکی، حیرت زندہ ہوئی۔ حبشی نے مجھے اشارہ کر کے پھر بٹھا دیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ م کھانا لائے۔ وہ جس طرح آئی تھی، اسی طرح واپس چلی گئی۔

''یہ میری بیٹی ہے۔ اس کا نام دیوتاؤں نے ترام رکھا تھا۔'' میں نے مہذب ان جھکایا۔ ترام پتھر کی ایک کشتی میں پھل اور گوشت لے آئی اور اس نے میرے ہاتھ میں تھما کی صعوبت اور بیداری کے بعد صبح ہی صبح یہ مقوی ناشتہ جب سامنے آیا تو اشتہا بڑھ گئی۔ مـ سے اجازت لے کر اُسے کھایا وہ دونوں آپس میں کوئی بات کیے بغیر مجھے دیکھتے رہے کٹورے میں میرے سامنے پانی پیش کیا گیا۔ اپنی یہ خاطر تواضع اور نگہداشت دیکھ کر مجھ ہوتا تھا کہ میں سو رہا ہوں یا بیدار ہوں، کھانے سے خوب سیر ہونے کے بعد حبشی نے اپنی کیا اور مجھ سے کہا۔ ''اس کے ساتھ چلے جاؤ۔''

میں کسی معمول کی طرح اُٹھا اور لڑکی کے پیچھے ہولیا۔ اب میں نے اُسے قریب سے دیکھا۔ ں اور وحشت کے سبب سے میں اپنے ذہن میں اس کے حسن کا کوئی بہت غیر معمولی تاثر قائم نہیں یکا تھا لیکن اس کے بدن کی جنبش اور اس کے دل نواز پہلو کی رفاقت سے مجھے معلوم ہوا کہ میں اس حسن کی داد میں کوتاہی کر رہا تھا۔ حبشی اس کمرہ میں رہ گیا۔ لڑکی مجھے لے کر ایک ایسے کمرے میں جو پہلے والے دو کمروں سے مختلف تھا۔ چوکی نما اونچے پتھروں پر گھاس بچھی ہوئی تھی۔ اس نے ے اشارہ کیا کہ میں وہاں سو جاؤں۔ میرا دل اس سے بات کرنے اور کچھ سراغ لگانے کے لئے طرب ہوا لیکن جس انداز سے یہ واقعات پیش آ رہے تھے، اس میں مجھے محتاط رہنے کی ضرورت تھی ا انتا میں نے ضرور کیا کہ جو کام زبان سے لے سکتا تھا وہ نگاہوں اور رویے سے لیا۔ اس وقت مجھے اس ہوا کہ میری داڑھی کتنی بڑھ گئی ہے۔ کاش میرے پاس ریزر ہوتا۔

یہ حبشی کون ہے؟ جو اس غار میں جانوروں اور انسانوں کی کھوپڑیوں اور اپنی نوجوان بیٹی کے ھ رہتا ہے؟ یہ غار انہوں نے کتنی مشقت سے بنائے ہوں گے۔ اس کے اندر قیام کرنے والے حبشی کے اطوار کتنے مہذب ہیں اور وہ کتنے دبدبے اور بزرگی سے بولتا ہے۔ کیا میں کسی غلط جگہ تو ں آ گیا؟ پھر اس کی مہربانی کی وجہ سے کیا ہے؟ کیا؟ مگر نہیں۔ اب مزید سوچنا بیکار ہے۔ مجھے اس اور خشک گھاس پر اس کی منشا کے مطابق سو جانا چاہئے۔ میں نے اپنے بے اعتباروں کو سمجھایا۔ آدمی روں طرف سے مشکلوں میں گھرا ہو اور ایک گوشہ عافیت کا نظر آئے تو اسے وہ بھی مشکوک نظر آتا ہے ا بار بار ذہن جھنکتا تھا کہ جو ہوگا اسے کوئی نہیں روک سکتا میں تنہا کیا کر سکتا ہوں؟ اس کے سوا کہ ا کی خوشنودی حاصل کر کے اپنی بقا کے امکانات وسیع کروں۔ میں نے شرماتی ہوئی ترام کو مسکرا کر ھا اور چوکی پر دراز ہو گیا۔ پھر میں ایسا سویا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔

بہت دیر بعد جب میری آنکھ کھلی تو کمرے میں، صرف میں تھا اور ایک مشعل فروزاں تھی۔ کیا ا اس کی قید میں ہوں؟ چاروں طرف سے یہ کمرہ بند ہے۔ میں ہڑبڑا کر اٹھا اور سارے کمرے کا ئزہ لیا۔ ہر طرف پتھر کی دیواریں تھیں۔ دیواروں میں راستہ ٹٹولتے ہوئے مجھے ایک دروازہ نظر گیا۔ میں نے اسے دھکا دیا تو وہ ذرا سا کھسک گیا اور جھانک کر جو منظر میں نے دیکھا، اس پر میری ھوں کو یقین نہیں آیا۔ کمرے کا ماحول اسرار میں ڈوبا ہوا تھا وہاں عجیب قسم کی دردناک آوازیں ہاروں سے پھوٹ رہی تھیں۔ حبشی اس کی نوجوان بیٹی اور ایک تیرہ چودہ سالہ بچہ ایک بڑے کڑھاؤ ے سامنے جھکے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ کڑھاؤ کے نیچے آگ روشن تھی اور اوپر بھاپ، حبشی کی ت میری طرف تھی۔ وہ سیدھا ہوتا اور بار بار کوئی چیز کڑھاؤ میں ڈال دیتا۔ کڑھاؤ میں تیل بھڑک تا اور آوازیں اور تیز ہو جاتیں۔ پھر اس نے ایک مالا اُتار کر جس میں کسی جانور کی کھوپڑی آویزاں

تھی، کڑھاؤ میں ڈالدی اور اس کے بعد ایسا شور ہوا جیسے ان گنت انسانی پنجر آپس میں کھڑکھڑا رہے ہوں اور کمرے میں رکھی ساری کھوپڑیوں نے ہنسنا شروع کر دیا ہو اور ان کے قہقہوں سے کمرے کی سنگی دیواریں اب گرنے والی ہوں۔ حبشی کے اس عمل کے بعد چھوٹے لڑکے نے یہ عمل دہرایا۔ بار بار یہی بے ہنگم، لرزہ خیز شور اُٹھا اور دب گیا۔ پھر وہاں سکون چھا گیا۔ قبرستان کی سی میں چپکے سے اپنی چوکی پر آ کر لیٹ گیا اور خوف کے سبب دروازہ بھی اس کی جگہ نہیں کیا میں ان وکرم پر تھا اور بار بار اُٹھ کر بیٹھ جاتا تھا۔

کچھ دیر بعد ترام اور چھوٹا لڑکا اندر داخل ہوئے لڑکے نے مجھے دزدیدہ نظروں سے دیکھا ترام نے اسے کچھ بتا دیا تھا۔ میں نے اُسے پاس بلایا، وہ جھجکتا ہوا میرے پاس آ کر بیٹھ گیا التفات حاصل کرنے یہ بہترین موقع تھا۔ میں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

غالباً اسے یقین نہیں تھا کہ میں بولتا بھی ہوں۔ اس نے حیرت سے نظریں اُٹھائیں۔ اس سے اُسی شفقت آمیز لہجے میں دوبارہ اس کا نام پوچھا۔ ترام بھی دلچسپی کی نگاہوں سے رہی تھی۔ لڑکے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ترام بولی۔ ''اس کا نام جمرال ہے، یہ میرا بھائی ہے

''تمہارا بھائی؟ کتنا پیارا بچہ ہے۔ بہت ذہین معلوم ہوتا ہے۔''

''تم کون ہو؟'' میری خوش آوازی سے متاثر ہو جمرال نے لب کھولے۔

''میں ایک بدنصیب اجنبی ہوں۔ میرا نام جابر ہے۔''

''جابر۔'' اس نے دُہرایا۔

''ہاں جابر! ایک مظلوم اور بدقسمت شخص۔'' اپنا نام بتاتے ہوئے میرے سینے سے اُ اور میں نے خواہ مخواہ مختصراً اسے اپنے اوپر گزرے ہوئے واقعات سنا کر اس کی ہمدردی چاہی، اس طرح میں ترام سے بھی مخاطب تھا۔ میرے پُر اثر لہجے اور مظلومیت کی داستان دونوں کے چہرے پر شکنیں اُبھر آئیں۔ میں نے جمرال کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اُسے چمٹا علاقے میں صرف تم تین آدمی ایسے ملے ہو جنہوں نے مجھ سے انسانیت کا برتاؤ کیا ہے۔'' کے واقعات تو شا اور نیری کے لئے بھی دلچسپی کا باعث تھے انہیں سن کر ترام کی دلچسپی بھی بڑ نے مجھ سے میرے لباس کے بارے میں سوال کرنے شروع کر دیئے۔ اس کا سوال مختصر جواب اتنا جستجو انگیز، طویل اور دلچسپ کہ ان کا اشتیاق بڑھا دیتا تھا۔ ان دونوں کو قریب موقع میں نہ نہیں کھویا۔ کچھ ایسے دلکش پیرائے اور تجسس کے ساتھ اپنے ہاں کے لوگوں، ان و اطوار، تہذیب اور ترقی کے بارے میں باتیں کیں کہ وہ ایک ہی نشست میں مجھ سے گھل

ام بھی میرے دائیں جانب بیٹھ گئی۔ میرا ہاتھ اس کے مرمریں کاندھے پر جانے اور جمرال کی طرح ے قریب کرنے کے لئے بے تاب سا ہوا لیکن میں دانستہ اس عمل سے باز رہا۔ اس طرح میں اپنے راس کے درمیان ایک طرح کی دوری پیدا کر کے ایک طرح کی قربت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں ان ے باتیں کر رہا تھا کہ پُراسرار حبشی اندر داخل ہوا اور اس نے اپنے بچوں کو مجھ سے قریب پا کر کسی بھی ذبے کا اظہار نہیں کیا۔ اس کا یہ انداز بہت غنیمت تھا۔ وہ ہم پر ایک نظر ڈالتا ہوا کسی دوسرے روازے سے رخصت ہو گیا یہ جگہ بہت دلکش تھی۔ غار کے اندر کچھ ایسا انتظام کیا گیا تھا کہ سورج کی روشنی اندر آ سکے۔ وہاں تازگی تھی۔ تازگی کا احساس مجھے یوں بھی ہوا کہ ان کے ہمدردانہ چہرے دیکھ کر اپنے قلب میں طمانیت محسوس ہوتی تھی۔ وہ دونوں مجھے گھسیٹ کر اپنا غار دکھاتے رہے، وہ میری توقع کے خلاف ایک بہت کشادہ غار تھا جس میں جھرنے کا پانی مختلف جگہوں پر بہتا اور روشنی کے لئے ہمیشہ جلنے والی مشعلیں روشن رہتیں۔ میں نے زیادہ تر باتیں جمرال سے کیں۔ میرا خیال ہے کہ میرے اس امتناع کی بنا پر ترام نے مجھ سے قریب ہونے کی کوشش کی۔ رات تک مختلف ملاقاتوں کے دوران میں نے ان سے بہت سی باتیں پوچھ لی تھیں۔

وہ ایک کاہن تھا جو قسمتیں تقسیم کرتا تھا اور پیشگوئیاں کرتا تھا۔ اسے اقابلا کا کاہن اعظم ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ سارا جزیرہ اس سے کانپتا تھا۔ اس کا نام سمورال تھا۔ کاہنوں اور قدیم تاریخ میں ان کی اہمیت کے متعلق میں نے یونانی دیومالا اور مصری تاریخ کی کتابوں میں بہت کچھ پڑھا تھا۔ جب ترام نے مجھے اشارتاً اپنے باپ کی عظیم حیثیت کے متعلق بتایا تو میں سب کچھ سمجھ گیا کہ وہ ایک جادوگر ہوگا جس کے فیصلے اور احکام کی سرتابی کی ہمت اقابلا میں بھی نہ ہوگی۔ وہ اس غار میں پُراسرار طاقتوں کو زیر اثر رکھنے اور کالی قوتوں سے ہمیشہ رابطہ قائم رکھنے کے لئے گوشہ نشین ہو کر اپنے دو بچوں کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا۔ باہر کے لہولعب سے اس کا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ یہ احساس میرے لیے مژدہ راحت تھا کہ میں تاریک براعظم میں اقابلا کے بعد سب سے مضبوط شخص کی پناہ میں ہوں۔ وہ میرے ساتھ کوئی غداری نہیں کر سکتا۔ اس کے عظیم مرتبے کے لحاظ سے یہ بات اس کے شایان شان بھی نہیں تھی مگر وہ آخر مجھ پر اتنا مہربان کیوں ہے؟ یہ سوال بار بار ذہن کو پریشان کرتا تھا اور میں مختلف انداز میں اس کی توجیہیں کرتا رہتا تھا۔ شاید جارا کاکا کی کھوپڑی کی وجہ سے ایسا ہو کہ وہ مجھے لائق ہمدردی سمجھ رہا ہو۔

رات کو جمرال اور ترام ایک ساتھ میرے لیے کھانا لے کر آئے اور میں نے انہیں اپنے پاس بٹھا لیا اور انہیں بھی ساتھ کھانے کی دعوت دی۔ جمرال نے منع کیا کہ وہ آج کل اپنے باپ کے حکم پر ترکِ لذات کی مشق کر رہا ہے اور صرف گھاس پھوس کھاتا ہے۔ ترام اس منزل سے گزر چکی تھی۔

میرے اصرار پر اس نے ساتھ کھانا منظور کرلیا اور میں نے نہایت محبت سے اس کے منہ کے گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا۔ اس نے جھجک کر دانت مارلیا اور پھر میں نے اسی جگہ سے جہاں اس نے راتھا کھانا شروع کر دیا۔ اس نوجوان لڑکی کے دل میں میری اس حرکت پر کیسا فشار برپا ہوگا۔ مجھے اندازہ تھا۔ میرے کھانا کھانے کے بعد وہ چلے گئے۔ اس لیے کہ جمرال کو رات گئے تک اپنے جداد کی روحوں سے ملاقات کرنا تھی۔ رات بخیریت گزر گئی تو علی الصباح میں بیدار ہوگیا۔ سب پہلے سمورال کمرے میں آیا۔ میں نے اُٹھ کر اسے ادب سے سلام کیا۔ جس کے جواب کی امید نہیں ورہی ہوا میں نے ..... احتیاط اس سے پوچھا۔ ''مجھے یہاں کب تک رہنا چاہئے عظیم سمورال؟''

میری زبانی اپنا نام سن کر اس کی آنکھیں چمکیں۔ ''تم ابھی باہر نہیں جاسکتے۔''

''معلوم نہیں میرے ساتھی سرنگا کا کیا حشر ہوا؟ اس کی لڑکی سریتا بھی پرسوں رات ا غائب ہوگئی تھی۔ فلورا وہاں بے ہوش پڑی تھی۔ ڈاکٹر جواد بیمار ہے۔ اے مقدس کاہن اعظم ہم لوگوں کا کیا ہوگا؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''ابھی وقت نہیں آیا ہے۔'' اس نے صرف اتنا کہا۔

''آپ نے مجھے پناہ دی ہے سمورال' مجھے کوئی مشورہ دیجئے۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تم یہیں ٹھہرے رہو۔'' اس نے حکم دیا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں نے زیادہ بات کرنی مناسب نہیں سمجھا۔ پھر اس نے کچھ سوچ کر مجھے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ اپنے کمرہ خاص میں آکر اس نے کڑھاؤ کے نیچے لکڑیوں کو آگ لگا دی ایسی زبان میں کچھ پڑھنے لگا جس سے میں ناواقف تھا۔ پھر اس نے جارا کاکا کی کھوپڑی احترا اپنے ہاتھ میں پکڑی اور مجھے کڑھاؤ کے اندر جھانکنے کا حکم دیا۔ ''اس میں دیکھو''۔

میں نے گومگو کی کیفیت میں جھجکتے ہوئے کڑھاؤ میں جھانک کر دیکھا اور اس میں رکھے تیل میں ایک لہر سی محسوس کی۔ یہ سرگزشت پڑھنے والے یقین کریں گے؟ میں نے ایک دہشتنا منظر دیکھا۔ سرنگا کی شبیہہ تیل پر ابھری۔ وہ جنگل میں مارا مارا اور بدحالی میں ادھر اُدھر گھومتا پھر ''یہ سرنگا ہے۔'' میں نے اچھل کر کہا۔ ''یہ پھر حرکت میں آگیا ہے کاہن اعظم! مجھے بتاؤ کہ اس کس طرح کی جاسکتی ہیں؟''

''وہ تنہا نہیں ہے۔''

''اس کے ساتھ کوئی نظر نہیں آرہا۔'' پھر مجھے فوراً اس مختصر جملے کے معنی سمجھ میں آگئے۔ سچ کہتے ہو۔ وہ تنہا نہیں ہے مگر سریتا کہاں ہے؟'' میں نے کاہن اعظم سے پوچھا۔

اس نے پھر اپنا عمل دہرایا اور اس طرح تیل میں جنبش پیدا ہوئی اور میں نے دیکھا، س

ال ایک جھونپڑی میں پڑی ہے، فلورا کی طرح دو خوبصورت لڑکیاں اس کے بدن پر گلکاری کر رہی ں۔

''یہ کہاں ہے مقدس کاہن؟ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟''

''وہ کالاری کے پاس ہے۔''

''کالاری؟'' میں نے دانت بھینچ کر غصے سے کہا۔ ''کاش میرے پاس کوئی طاقت ہوتی کہ ی جاکر اس کا کام تمام کر دیتا۔ مقدس کاہن۔ خدا کے لئے یہ دلدوز منظر بند کرو۔ میری آنکھوں میں دیکھنے کی قوت نہیں ہے۔ میری مدد کرو۔ تم ایک بڑے کاہن ہو کالی طاقتیں تمہارے پاس ہیں۔ یا تم میری مدد نہیں کرسکتے؟ تمہارے لیے یہ کون سا بڑا کام ہے؟ ہم اس جزیرے سے فی الفور گ جائیں گے یقین کرو۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ آناً فاناً وہ منظر غائب ہوگیا۔

''بتاؤ۔ ہماری نجات کا کیا راستہ ہوگا؟'' اس کی خاموشی دیکھ کر میں نے کہا۔ ''مقدس کاہن ایسا رو کہ مجھے اپنا غلام بنا لو۔ میں ہمیشہ تمہارا وفادار ثابت ہوں گا لیکن مجھے اجازت ہو کہ میں شوالا اور لاری کو تہس نہس کردوں۔''

''تم ایک بہادر جوان ہو۔ اس قبیلے میں وہی سرفراز ہوتا ہے جو خود کو دوسروں سے افضل ثابت رتا ہے۔'' اس نے اپنا سکوت توڑا۔

''مگر میں ان نادیدہ قوتوں کے سامنے ایک حقیر شخص ہوں۔ میں تن تنہا کیا کرسکتا ہوں؟''

''تم نے مقدس جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی حاصل کی ہے۔ اقابلا کو وہ لوگ پسند ہیں جو شجیع اور صلہ مند ہیں۔''

''جارا کاکا کی مقدس کھوپڑی نے میرا ساتھ نہیں دیا، مجھے بتاؤ کہ میں اس سے کس طرح دے حاصل کرسکتا ہوں؟''

''ابھی وقت نہیں آیا ہے۔ جاؤ اندر جاکر آرام کرو۔ ترام تمہارے لیے کھانا لے کر آگئی ہے۔''

میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اندر واقعی ترام موجود تھی اور ساتھ میں جمرال بھی۔ میں نے کھانا رمار کیا۔ سریتا جیسی نازک بدن اور شرمیلی لڑکی بھی کالاری کی بھینٹ چڑھ گئی۔ یہ سوچ سوچ کر رے جسم میں آگ لگ رہی تھی۔ یہاں سے جانے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ میں نے ایک بار پھر ارادہ ا اور اپنا ذہن تردد اور تفکر کی آلودگی سے آزاد کر کے ترام سے باتیں شروع کر دیں۔ ایک دن کی ی رنگ لائی تھی۔ ترام کچھ اور بے تکلف ہوگئی تھی۔ اس لڑکی اور جمرال کو قابو میں کر کے میں کاہن م سمورال کی توجہ اپنی جانب مبذول کرا سکتا تھا۔ خالی بیٹھے بیٹھے دل اکتا گیا تھا۔ اس لئے میں نے

گوشت کے پارچے لے کر اپنی معمولی شد بد کے مطابق انہیں پکایا۔ روسٹ کیا اور جب انہوں
اسے کھایا تو وہ چٹخارے لینے لگے۔ خود کاہن اعظم بھی مزے لے لے کر کھاتا رہا۔ ایک ہفتہ ا
تکے ہنگاموں میں اسی طرح گزر گیا۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ مجھ پر کمرے کے اندر باہر آنے
کے لئے کوئی پابندی نہیں رہی۔ میں نے وہاں نفس کشی اور ترک لذت کے ایسے واقعات دیکھے
سے قبل کبھی سننے میں بھی نہیں آئے تھے۔ وہ تینوں غیر معمولی صفات کے انسان تھے۔ ان کی ر
گھنٹوں جاری رہتی تھی۔ کبھی وہ رات کے سناٹے میں روحیں طلب کرنے کا عمل شروع کرتے
سے باتیں کرتے اور کبھی ڈھانچوں کا رقص اور بے جان اشیاء کے متحرک ہونے کا مظاہرہ ہو
نے ایک ہفتے میں اپنے حسن سلوک اور محتاط رویے سے کم از کم ترام اور جمرال کے دلوں میں
کرلیا تھا۔ میں نے انہیں ایسے قصے کہانیاں سنائیں جو انہوں نے آج تک نہیں سنی تھیں۔ کاہن
اپنے جادوئی افعال واشغال سے فرصت نہیں ملتی تھی کہ وہ انہیں عام بچوں کی طرح تربیت دیتا
مقصد زندگی غالباً صرف یہ تھا کہ وہ کسی طرح اپنے بچے جمرال کو اپنی جانشینی کے لئے تیار کر
اسے اس کا اہل ثابت کرے۔ اس سلسلے میں اس نے کم سن جمرال کو نفس مارنے اور کڑی
کرنے کی بہت خوب تربیت دی تھی۔ بہرحال اس غار میں ایک عجیب دنیا اور عجیب لوگ آ
اب شبہے اور بے اعتباری کا کیا سوال تھا؟ میں اپنی آنکھوں سے ماورائی مظاہر کا کئی بار مشا
تھا۔ اپنی اہمیت جتانے کے لئے میں نے سمورال کی متبرک اشیاء کی دیکھ بھال اور صفائی شرو
تھی۔ ان کی غذا میں تبدیلی کی تھی، انہیں زیادہ اشیاء کے بارے میں معلومات بہم پہنچائی تھیں
اور خوش اخلاقی سے روشناس کرایا تھا۔ وہ لطیف باتیں جن سے وہ نا آشنا تھے میں
خوبصورت انداز میں ان کے گوش گزار کی تھیں۔ غرضیکہ میں نے بہت غیر شعوری انداز
خواہشوں کی ترغیب دلائی اور اس قصر کے وسائل میں رہ کر کچھ ایسی دل کشی پیدا کر دی کہ و
پر مائل نظر آنے لگے۔

اس غار کا احوال رقم کرتے وقت میں نے غالباً ایک کوتاہی کی ہے میں نے ترام
میں کچھ بخل سے کام لیا ہے شاید میں پوری طرح اس کا اظہار نہیں کرسکا کہ وہ کتنی نفیس اور
تھی۔ اس بیان میں ابھی تک میں نے اس کے حسن کے شایان شان کوئی بات نہیں کہی ہے
پُرشباب لڑکی تھی جسے ابھی تک کسی مرد نے ہوس کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا، ایسی نگاہ سے نہیں
جس سے طوفان آجاتے ہیں۔ میرا دل اس پر فریفتہ ہوا جاتا تھا اور میں اسے اپنی آغوش میں
لیے ہر وقت مضطرب رہتا تھا۔ جابر بن یوسف الباقر کے لئے یہ کیسی آزمائش کا مقام تھا؟
کہ وہ پُرشباب دوشیزہ میرے برابر کے کمرے میں تنہا سو رہی ہے۔ اس کے سینے میں بھی

لگی ہوئی ہے لیکن کیا کاہن اعظم کی پناہ میں آیا ہوا کوئی شخص اس سے حظ حاصل کرسکتا تھا؟ جب کہ
اس نے کاہن کے عظیم الشان کارنامے بچشم خود دیکھے ہوں۔ ہاں میں نے ایک ماہ کے اندر اپنی لطیف
گفتگو اور شوخیوں سے اس کے خوابیدہ جذبات میں ہلچل ضرور مچا دی تھی۔ میں نے وہ سب کچھ کیا
جس کا اظہار مشرق کے رومان پرور شاعر اپنے اشعار میں محبت کے آغاز میں کیا کرتے ہیں، کاش مجھے
اس کی زبان کی فصاحت پر عبور ہوتا مگر جذبوں کی زبان تو اور ہی ہوتی ہے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ ہماری
گفتگو کے دوران اچانک کاہن اعظم سمورال کمرے میں داخل ہوگیا لیکن اس کے چہرے پر کوئی رنگ
نہیں آیا۔ میں اس کے احترام میں کھڑا ہوگیا اور وہ وہاں سے رخصت ہوگیا۔

مجھے اس کے پاس رہتے ہوئے چوالیس دن ہوگئے۔ یہ مدت کسی غار میں موجود تین چار
آدمیوں میں محبت کے فروغ کے لئے کافی ہوتی ہے اس عرصے میں مسلسل تگ و دو اور کوششوں کے
بعد مجھے کئی جادوئی عمل آگئے اور جارا کا کی مقدس کھوپڑی سے کام لینے کے بہت سے طریقے بھی
معلوم ہوئے۔ مجھے اس بات کا گمان بھی نہ تھا کہ جارا کا کی کھوپڑی حاصل کر کے میں نے اس
جزیرے میں اپنے تحفظ کے لئے کیسا زبردست کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس عرصے میں کئی بار میں
نے سمورال سے باہر جانے کی خواہش ظاہر کی مگر اس نے مجھے جھڑک دیا۔ تین نفوس کی آبادی پر مشتمل
اس غار میں آخر میرا دل اُکتا گیا۔ شروع شروع میں کئی کام تھے۔ دن کٹ گئے۔ ترام کو اپنی طرف
راغب کرنے کا مسئلہ تھا۔ وہ بھی حل ہوگیا۔ ان کے اسرار دیکھنے کا شوق تھا، وہ بھی پورا ہوا۔ جارا کا کا
کی کھوپڑی کے تقدس کا عرفان حاصل کرنا تھا، اس کی بھی تکمیل ہوئی۔ جو کھانے پکائے تھے، وہ
پکالیے۔ ترام قریب آئی مگر اس کی قربت نے تو اور پریشان کر دیا کیونکہ کاہن اعظم جو غار سے باہر کی
دنیا کے مناظر اپنے تاریک کمرے میں دیکھنے کی طاقت پر قادر تھا، اس سے خود اپنے گھر کا حال کیسے
روپوش رہتا؟ ان تمام باتوں نے مجھے اکتاہٹ میں مبتلا کر دیا اور میں اپنے محسن کی قربت سے فرار
ہونے کی کوشش میں مصروف رہا۔ اس لئے کہ اس نے جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا تھا اور
اب اس سے رخصت کے لئے پوچھتے ہوئے بھی خوف آتا تھا۔ وہ اب مجھے اپنی عبادت میں بھی
شریک کرنے لگا تھا۔ رفتہ رفتہ میں کالے علم کے خوفناک کرشمے دیکھنے کا عادی ہوگیا۔ ۴۳ ویں دن
میں نے اس سے سریتا، سرنگا اور فلورا کا حال جاننا کے لئے اصرار کیا جسے وہ ٹال گیا۔ اس بات سے
میں اور مضطرب ہوگیا اور میں نے طے کرلیا کہ اب مجھے کسی نہ کسی طرح یہاں سے فرار ہونا ہی ہے۔
ساری زندگی بیروت کی اعلیٰ سوسائٹی میں رہنے والا مہذب نوجوان جابر یہاں وقت نہیں گزار سکتا تھا۔
نا صرف گزار لینا تو کوئی بات نہ ہوئی۔

کاہن اعظم گاہے گاہے ہی غار سے باہر نکلتا تھا اور فرار کی کوشش صرف اس کی عدم موجودگی میں

کی جاسکتی تھی۔ ۴۴ ویں دن وہ اقابلا کی طبلی پر مختلف قسم کی کھوپڑیوں کے ہار گلے میں ڈالے
کے جسم پر نیا رنگ کرا کے اور ہاتھوں پیروں میں لمبے لمبے کڑے پہن کر غار سے نکلا۔ چلتے و
نے ترام اور جمراں کو اور مجھے غور سے دیکھا۔ میں اس کی نگاہوں کی تاب نہ لا سکا۔ مجھے ایسا محـ
جیسے وہ میرے ارادے تاڑ چکا ہے، مجھے جھرجھری آ گئی۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے ترام کو بتا
دو دن کے لئے اس جگہ سے جانا چاہتا ہوں۔ ترام اور جمرال دونوں اس امر پر راضی نہ ہوئے
آبدیدہ ہوگئی۔ لیکن اگر میں یہ موقع کھو دیتا تو پھر نہ جانے کب کاہن اعظم غار سے باہر نکلـ
میرے لیے کوئی مخملیں فرش بچھائے استقبال کے لئے نہیں کھڑا تھا۔ قدم قدم پر خطرے
ہوش ربا طلسمی جزیرے میں صرف ایک عافیت کی جگہ تھی اور میں وہ جگہ چھوڑ رہا تھا۔ اس موقـ
کہیں گے کہ کیا میں پاگل ہوگیا تھا؟ میرا جواب یہ ہے کہ میں اس طرح اپنی تمام زندگی گزا
موت کو ترجیح دیتا تھا۔ جمرال اور ترام میرے پیچھے سائے کی طرح لگے رہے لیکن مجھے ان کی
کے اوقات کا علم تھا۔ وہ شام کو طلسمی عصا لے کر ہولناک قسم کی مشقیں کیا کرتے تھے اور جـ
معمول کے مطابق اس عمل میں مصروف ہوگئے تو میں نے خاموشی سے دروازہ کھولا اور پہلـ
میں آ گیا۔ اس کمرے میں بڑا دروازہ تھا جو غار کے ویران حصے میں کھلتا تھا اور جہاں سے
طرف کا راستہ جاتا تھا۔ بڑا دروازہ بند تھا۔ بظاہر اس میں کوئی کنڈی یا قفل نہیں تھا مگر زور لگا
وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ یکا یک مجھے خیال آیا کہ میں جارا کا کی کھوپڑی سے مدد کیوں نہ لو
نے اسے گلے سے اتار کر بازو میں باندھ لیا اور سمورال کے مخصوص انداز میں سینے پر پہلے دو
باندھے اور پھر انہیں پھیلا دیا۔ میری آنکھیں چندھیانے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل
غار میں اندھیرا تھا پھر بھی راستہ ٹٹولتا ہوا میں دہانے تک پہنچ گیا۔ باہر تازہ اور فرحت بخش ہو
استقبال کیا۔ اتنے دنوں بعد اس کھلی فضا میں آنے سے دل پر ایک عجیب خوش گواری طاری ہ
کی نشان دہی کے لئے میں نے اِدھر اُدھر سے چند پتھر اکٹھا کر کے انہیں ایسی ترتیب سے
مجھے دوبارہ آنا پڑے تو کوئی زحمت نہ ہو۔ پھر میں کچھ خوف کچھ امید لیے جنگل میں جگہ جگہ سر
کرتا ہوا ساحل سمندر کی طرف نکل آیا۔ سورج غروب ہونے والا تھا اور سرنگا کا کہیں نام ونشـ
میں ہر جگہ رُک رُک کر آوازیں دیتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہوگئی۔ رات کو جنگل میں ٹھہرنے
نہ تھا۔ چار و نا چار میں نے سرنگا کی تلاش ختم کی اور دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیا کہ سرنگا بھی ان
بھینٹ چڑھ گیا ہے۔ وہ بوڑھا بھی شاید رخصت ہوگیا۔ اگر کہیں ہوتا تو مجھے مل جاتا..... مجبو
نے اس کوٹھری کی راہ لی جس میں ہم چار اشخاص قید تھے۔ راستے میں اکا دکا حبشیوں کے
ڈر نہیں تھا۔ مجھے جارا کا کی کھوپڑی کے رموز کے بارے میں بہت کچھ معلوم ہو چکا تھا۔ ج

ہوپڑی جس کے پاس ہوتی تھی وہ انہیں ایک مخصوص اصطلاح سے مخاطب کر کے اپنی عظمت کا پہلے
ے اعلان کر دیتا تھا اور جب وہ قریب آ کر اُسے دیکھ لیتے تھے تو مخاطب کے احکام کی بجا آوری ان پر
ض ہو جاتی تھی۔ جنگل سے جھونپڑی تک کا راستہ بخریت گزر گیا وہ جگہ سنسان پڑی ہوئی تھی جہاں
رازنداں تھا۔ میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو وہاں ہمارے کسی ساتھی کا کوئی نشان نہیں تھا۔ ایک حبشی
ندان رہ رہا تھا۔ میں نے سرد پُروقار لہجے میں کہا۔ ''تیرا ما جارا۔'' میری زبان سے یہ لفظ نکلنا تھا کہ
راحبشی خاندان دوزانو ہوگیا۔

''وہ اجنبی کہاں ہیں جو اس جگہ قید تھے؟'' میں نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

''مقدس شوالا کو معلوم ہے۔ مقدس کالاری کو معلوم ہے۔'' اس نے خوف زدہ لہجے میں جواب

۔

''ان کی عورتیں کہاں ہیں؟''

''شوالا اور کالاری کے پاس۔'' اس نے جواب دیا۔

''یہ کہاں رہتے ہیں۔ میرے ساتھ آؤ اور مجھے بتاؤ۔'' حبشی میرے حکم پر اُٹھا اور سر جھکا کر
نپڑی سے باہر نکل آیا اور پہلی بار میں اس جزیرے کی اصل آبادی میں داخل ہوا۔ یہاں جھونپڑیوں
تعداد بے شمار تھی۔ تاحد نظر جھونپڑیاں نظر آتی تھیں جو رات کی سیاہی میں عجیب ویران اور اُداس
رپیش کر رہی تھیں۔ کہیں کہیں کوئی مشعل روشن تھی۔ ورنہ ہر جگہ سکوت چھایا ہوا تھا۔ راستے میں ہمیں
حبشی بھی ملے۔ سب سے پہلے کالاری کی وسیع جھونپڑیاں پڑتی تھیں۔

''یہ ہے وہ جگہ جہاں مقدس کالاری رہتا ہے۔ اس سے آگے دوسری بستی مقدس شوالا کی ہے۔''
ے حبشی رہبر نے کہا۔

''کالاری۔'' میں نے زیرلب دہرایا۔ پھر نفرت اور غصے میں اس کی جھونپڑیوں کے سلسلے کی
ف بڑھنے لگا۔ حبشی میرے ساتھ تھا۔ میں نے اس سے مختلف جھونپڑیوں کے بارے میں اطلاعات
ل کیں اور حبشی کو باہر چھوڑ کر ایک بڑی جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ میرے سامنے گھاس پھوس کے
پر سریتا پڑی تھی۔ قریب ہی دو لڑکیاں دراز تھیں۔ قریب جا کر مجھے معلوم ہوا کہ سریتا کا بدن رنگ
گیا ہے۔ اس نازک شرمیلی لڑکی کو اس حال میں دیکھ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ میں نے
یوں کو ہٹایا اور سریتا کے سرہانے بیٹھ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے
۔ مجھے اس پر بہت رحم اور پیار آیا۔ میں نے اس کی لٹیں درست کیں اور سر پر ہاتھ پھیرا۔ دونوں
یاں میرے حکم پر ایک کونے میں سمٹ کر کھڑی ہوگئیں۔

''آنکھیں کھولو سریتا۔ میں آ گیا ہوں۔'' میں نے سرگوشی کی۔

''کون؟'' اس کی سہمی ہوئی آواز اُبھری۔

''میں۔ میں جابر..... میں تمہارے پاس ہوں۔ تمہیں لینے آیا ہوں۔ اٹھو میرے ساتھ چل

''جابر..... جابر تم؟ تم زندہ ہو؟'' اس کے منہ سے خوشی کی بنا پر لفظ نہیں نکل رہے تھے۔

''ہاں میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔ اب تمہیں کوئی نہیں ستا سکتا۔ میں آ گیا ہوں۔ نے عزم کے ساتھ کہا۔

''باوا کہاں ہے؟ کیا.....؟'' اس کی آواز میں لرزش تھی۔

''نہیں۔'' میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ''وہ جنگل میں کہیں روپوش ہے۔ بس حواس درست کرلو۔ تمہارے ساتھ ان ظالموں نے کیسا سلوک کیا ہے۔''

سریتا بے اختیار میرے سینے سے چمٹی اور زار و قطار رونے لگی۔ میرا سینہ تر ہوگیا۔ میں سمجھانے اور تسلیاں دینے لگا۔ ''سریتا جلدی اُٹھ جاؤ۔ کسی ہنگامے سے پہلے، بہتر ہے ہم یہاں فرار ہو جائیں۔''

''جابر..... میں..... اس حالت میں۔'' سریتا نے شرم سے نظریں جھکاتے ہوئے دبی میں کچھ کہنا چاہا، میں اس کا مقصد سمجھ گیا۔

''یہ وحشیوں کی بستی ہے سریتا۔ کیا تم کبھی سوچ سکتی تھی کہ تمہارے سامنے مرد برہنہ ہو گے؟ ہم بدقسمتی سے جن حالات کا شکار ہوگئے ہیں، ان میں سب کچھ برداشت کرنا ہوگا۔''

میں نے اسے اُٹھایا، وہ ایک کراہ کے ساتھ اٹھی۔ میں نے اس کی کمر کے گرد دایاں باز کر کے دروازے کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ دونوں لڑکیاں گم صم کھڑی تھیں لیکن اُ دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ ایک کریہہ صورت گرانڈیل حبشی اندر داخل ہوا۔ اس کے جھاگ نکل رہے تھے۔ وہ شوالا کی طرح اپنا جسم آراستہ کیے ہوئے تھا۔ ہاتھوں میں کڑے، کا بالے، گلے میں ہار، رنگ برنگا جسم اور بائیں کاندھے پہ ایک سیاہ خوار بندر بیٹھا ہوا۔ اند پھنکارا اور اس نے ایک جھٹکے سے سریتا کو مجھ سے علیحدہ کر دیا۔ سریتا کی حالت قابل رحم ہوگئی خوب صورت آنکھوں سے دہشت عیاں تھی۔ کالاری نے اس کی کلائی تھام کر جھٹکا دیا تو وہ کر گئی۔ سریتا کی چیخ پکار پر کالاری نے اسے ایک جھٹکے سے فرش پر ڈھیر کر دیا، اس کی آنکھوں میں تھی۔ پلکے جھپکتے اس نے جھپٹ کر سریتا کا نازک بدن اپنے بدہیئت بازوؤں میں سمیٹ لی نے چیخنے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز جیسے حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ دہشت سے اس کی حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ کالاری پر کس طرف سے حملہ کروں چنانچہ اس کی پشت پر جا کر اس کے گلے میں پڑے ہوئے کڑے کھینچنے شروع کر دیئے۔ کالاری کو

ں کر میں یہ جسارت کروں گا۔ اس کے جوابی ردعمل سے اس کا خون خوار بندر مجھ پر جھپٹا۔ میں پہلو گیا اور بندر ان دونوں لڑکیوں پر جا گرا۔

میں نے اپنا عمل جاری رکھا اور دفعتہً کالاری کو سریتا کے بدن سے علیحدہ کرنے میں کامیاب لیا لیکن جیسے ہی وہ پیچھے ہٹا اس نے اچانک پینترا بدلا اور اپنے دونوں ہاتھ جھونپڑے کی چھت کی ف اُٹھائے۔ یکا یک باہر کی طرف سے درندوں کی خوفناک آوازیں جھونپڑی میں آنے لگیں۔ میں گیا کہ کالاری نے اپنے تابع درندوں کی آواز دی ہے۔ میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں م کر دل ہی دل میں اپنے تحفظ کی خواہش کی۔ یہی عمل پھر کالاری نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی وپڑی کے ذریعے کیا۔ ادھر خون خوار بندر دوبارہ میری ٹانگوں سے چمٹ گیا تھا۔ کالاری نے اسے سے الجھا ہوا دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا۔ وہ بندر طاقت میں شیر کا ہم پلا تھا۔ اس نے میری ٹانگ میں جگہ کاٹنے کی کوشش کی لیکن مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا، بعد کو میری سمجھ میں آیا کہ وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا تا تھا۔ اس وقفے میں جب میں بندر سے الجھا ہوا تھا کالاری پھر سریتا پر جھپٹ پڑا۔ شاید وہ مجھ سے بلہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سریتا نے اس کی دست درازی پر یک فلک شگاف چیخ ماری۔ میں پھر کالاری لہ کرنے والا تھا کہ جھونپڑی میں اچانک وہی عورت نمودار ہوئی جو ایک بار سرنگا کے پاس آئی تھی۔ ہ دیوی تھی جس کی مورتی سرنگا اپنی جیب میں رکھتا تھا۔ دیوی کے تیور آج خطرناک نظر آتے تھے۔ نے نمودار ہوتے ہی کالاری کو افریقی زبان میں حکم دیا۔ ''دور ہو جا، اس لڑکی کو چھوڑ دے۔'' دیوی قہر بھری آواز میں کالاری کو للکارا تو کالاری یوں اچھل کر کھڑا ہوگیا جیسے وہ اب تک سریتا کے ئے بجلی کے ننگے تاروں سے الجھا ہوا تھا۔ دیوی کی آمد پر میں ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوگیا اور خون ر بندر دوبارہ اپنے مالک کے کاندھے پر جا بیٹھا۔ کالاری غیظ و غضب کے عالم میں اس وقت کسی خوار درندے سے مشابہ تھا۔ وہ دیوی کو پھاڑ کھانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''تو پھر آ گئی؟'' وہ دہاڑا۔ ''لیکن میں آج اسے نہیں چھوڑوں گا اور تجھے بھی۔''

''تو اسے چھوڑ دے۔ میں تجھے حکم دیتی ہوں۔'' دیوی نے تمکنت سے کہا۔ ''تیری بربادی ب ہے۔''

—

کالاری غضب ناک انداز میں اُٹھا اور دیوی کی طرف بڑھا۔ ''یہ علاقہ ہمارا ہے۔ تو ہمارے لات میں داخل نہ دے، ورنہ عظیم اقابلا تجھ سے سردار کالاری کی توہین کا بدلہ لے گی۔''

''میں تیرے معالات اور تیری ملکہ کے درمیان نہیں پڑنا چاہتی۔ تو اس لڑکی کو آزاد کر دے تو تجھے چھوڑ دوں گی۔'' دیوی نے حکیمہ انداز میں کہا۔

''جارا کاکا کی عظمت کی قسم۔ اس علاقے پر صرف اقابلا کی حکمرانی ہے۔ تو یہاں سے اب نہیں

جاسکتی۔''

اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی کالاری نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے زور زور ہلانے شروع کر دیئے۔ دوسرے ہی لمحے جھونپڑی کے باہر لاتعداد شکاری کتوں کی خون خوار سنائی دی۔ دیوی کے ہونٹوں پر ابھرنے والا تبسم بڑا ہی معنی خیز تھا۔ اس نے کالاری پر حقارت نظر ڈالی۔ پھر تیزی کے ساتھ لپک کر جھونپڑی سے باہر نکل گئی۔

کالاری اس کے تعاقب میں جھپٹا۔ میں بھی تیزی سے جھونپڑی کے دروازے پر آ گیا سماں مجھے نظر آیا وہ انتہائی خوفناک اور حیرت انگیز تھا۔ خوبصورت دیوی کو کالاری کے درجنو نے اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اور اسے بھنبھوڑ ڈالنے کے لئے پر تول رہے تھے۔ دیوی درمیان کھڑی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اچانک اس نے اپنی نظریں ان بھونکتے ہو پر ڈالیں تو وہ سارے کے سارے پل بھر میں کریہہ آوازیں نکالتے ہوئے زمین پر لو ہو گئے۔ کالاری نے اضطرابی کیفیت میں دیوی کی طرف دیکھا۔

''سریتا کو لے جاؤ۔'' دیوی نے مجھے حکم دیا۔

اچانک کالاری نے خود کو زمین پر گھٹنے کے بل گرا دیا۔ پھر زمین پر سر ٹیک کر دوبارہ اٹھ بڑی بڑی آنکھیں سرخ انگاروں کی مانند دہک رہی تھیں۔ اس نے اپنے سینے پر دو ہاتھ مار کے ہونٹ لرز رہے تھے۔ پُراسرار دیوی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ میری نظر اچانک آسمان کی ط گئی۔ میں سرتاپا لرز اُٹھا۔ جہاز کی تباہی اور حفاظتی کشتی کا تباہ کن سفر میرے ذہن میں تازہ کی دھڑکنیں غیر متوازن ہونے لگیں، ایک سیاہ ٹکڑا فضا میں تیرتا ہوا نیچے کی سمت آ رہا تھا۔ مجھے سیاہ ذرات کی اس آندھی کا حیرت انگیز کرشمہ دیکھ چکا تھا۔ مجھے تو مغا یاد آیا جوان پُراسرار سیا شکار ہوا تھا۔

کالاری بار بار سینے پر بے تحاشا ہاتھ مار رہا تھا۔ پُراسرار دیوی کے چہرے پر گہری سنجی تھی۔ میں دم بخود کھڑا آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سرنگا کی پُراسرار دیو کالاری کے مقابلے میں بڑی پُرسکون تھی اور اس پر حاوی رہی تھی لیکن کیا وہ سیاہ ذرا زبردست آندھی سے خود کو محفوظ رکھنے کی تاب لا سکتی ہے؟ میرے ذہن میں یہ سوال بڑی چکرا رہا تھا۔ سیاہ ذرات خوفناک انداز میں چکراتے ہوئے دیوی کے سر پر پہنچ کر رُ کے تو اپنی ایک انگلی اوپر اٹھا کر اسے جنبش دی۔ سیاہ خطرہ اس کے سر پر معلق تھا۔ غالباً اس اشارے نے اسے ایک فاصلے پر روک دیا تھا۔ یہ تمام تماشا میرے لیے بے حد حیرت انگ نے سریتا کا ہاتھ پکڑا اور اس ہنگامے میں موقع غنیمت جانتے ہوئے فرار ہونے کی کوش

الاری چیختا چنگھاڑتا ہوا پھر آڑے آ گیا۔ دیوی کے سر پر سیاہ ذرات منڈلا رہے تھے۔ میں نے نہ نے کیا سوچ کر کالاری کی گردن میں ہاتھ ڈالا اور تاک کر جارا کا کی کھوپڑی پوری قوت سے کھینچ ۔ میرے اس اچانک اقدام سے کالاری حواس باختہ ہو گیا اور میں نے کمال پھرتی سے دروازے ے باہر کھڑے ہوئے حبشی کے ہاتھ سے نیزا کھینچ کر کالاری کے سینے میں گھونپ دیا۔ کالاری ایک ناک چیخ مار کر زمین پر گر گیا لیکن گر کر تڑپنے کی اسے مہلت نہیں ملی۔ اس کا کام تمام ہو گیا تھا۔ حبشی نا چلاتا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ دیوی کے سر پر سیاہ ذرات کی یلغار بھی معدوم ہو گئی اور خود دیوی ی..... میں نے جارا کا کی دوسری کھوپڑی سریتا کے ہاتھ میں دے دی اور اسے ساتھ لے کر فان کی طرح جنگل کی سمت بھاگنا شروع کر دیا۔ کالاری کے خوفناک بندر نے میرا تعاقب کیا۔ میں نے رفتار اور تیز کر دی لیکن بندر اچک کر میرے کاندھے پر بیٹھ گیا اور میرا کان سہلانے لگا۔ میں نے سے دھتکارنا چاہا لیکن وہ میرے کاندھے سے چمٹا رہا۔ میں حواس باختگی کے عالم میں سریتا کو لے کر گے کی طرف بھاگتا رہا۔ مشکل یہ تھی کہ سریتا میری رفتار کا ساتھ نہیں دے پا رہی تھی۔ ناہموار ستوں پر کئی جگہ وہ ٹھوکر کھا کر گری پھر ایک مقام پر نڈھال ہو کر اس نے مجھ سے کچھ دیر ٹھہرنے اور انس درست کرنے کی التجا کی۔

یکا یک پیچھے سے شور بلند ہوا۔ انہوں نے ہمارا تعاقب شروع کر دیا تھا لیکن نہ معلوم کیا بات تھی لہ اس وقت مجھے اُن کے شور اور تعاقب سے پہلے جیسا خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ تاہم حفاظت اور اع کی خاطر میں نے سریتا کو اپنی پشت پر بٹھایا اور اپنے جسم کی ساری توانائی بھاگنے میں صرف کر ا۔ میرا رُخ جنگل کی طرف تھا۔ بندر میرے کاندھے سے اُتر کر اب میرے ساتھ بھاگ رہا تھا اور ا رہا تھا۔

سریتا اب بھی ہانپ رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھوں اور ٹانگوں سے میرا جسم مضبوطی سے جکڑ رکھا ا۔ میں اسے اپنی کمر پہ اٹھائے ہوئے آخر اس تاریک رات اور تاریک جنگل میں داخل ہو گیا۔

☆==========☆==========☆

میرے تعاقب میں شور غل ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا، اُدھر کالاری کا بندر میرے ساتھ بھاگ رہا کبھی وہ میرے آگے آ کر زور زور سے غراتا اور مجھے رُکنے کا اشارہ کرتا، کبھی اُچھل اُچھل کر تعاقب رنے والوں کو عجیب و غریب انداز میں کچھ سمجھاتا مگر میں اس کی ان حرکتوں سے بے پروا ہو کر تیزی ے ساتھ تاریک جنگل میں آگے کی جانب بھاگ رہا تھا۔ میرا سانس مسلسل بھاگنے کی وجہ سے پھول یا تھا۔

یہ خوش گوار بوجھ اُٹھا کر بھاگنے میں مجھے کوئی ایسی خاص دشواری پیش نہیں آ رہی تھی، لیکن اس

تاریکی اور جنگل کے پر پیچ راستوں میں جلدی اندازہ ہوگیا کہ میں زیادہ دور تک سریتا کو اپنی لادے ہوئے نہیں بھاگ سکتا۔ میں جوں جوں جنگل میں بڑھتا جارہا تھا، تاریکی کی چادر دبیز ہ رہی تھی۔ خاردار جھاڑیوں میں اُلجھنے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ بچے کھچے کپڑے تار تار ہورہے تھے جسم پر جابجا خراشیں بھی لگ گئی تھیں۔ بھاگتے بھاگتے میں ایک تناور درخت سے ٹکرا کر گرا تو سر گرفت میری پشت پر ڈھیلی ہوگئی۔

میں نے سنبھل کر اسے دوبارہ اُٹھانے کی کوشش کی۔ وہ سسکنے لگی۔ ''جابر! تم مجھے یہیں چھو میری خاطر اپنی زندگی خطرے میں کیوں ڈالتے ہو؟ تم ان سے بچ کر کہاں جاؤ گے؟ وہ اس بستی ہر جگہ تمہیں تلاش کرلیں گے۔''

''ہمت سے کام لو سریتا! مایوسی گناہ ہے۔'' میں نے ایک جھٹکے سے اُسے اٹھا کر دوبارہ پی لادلیا اور اندھیرے میں بھاگنا شروع کردیا، بے ہنگم آوازوں کا شور اب اور قریب آگیا تھا۔ راستوں کے عادی تھے، جب وہ خاصے قریب آگئے تو میں اندھا دھند اِدھر اُدھر اپنے لیے کوئی کوئی دفاعی جگہ تلاش کرنے لگا، مجھے یقین تھا کہ اب عنقریب ننگ دھڑنگ حبشی ہمیں دبوچ لیں اور پھر وہ میرے ساتھ ظاہر ہے، کوئی اچھا سلوک نہیں کریں گے۔ میں نے ان کے قبیلے کے ایک سردار کالاری کو ہلاک کردیا تھا۔

''گو جا۔ گو جا۔ آہولارا۔'' (رُک جاؤ۔ بھاگو مت) پشت سے ملی جلی آوازوں میں آواز واضح طور پر سنائی دی۔ کالاری کا بندر اپنے حلق سے تیز تیز آوازیں نکال کر تعاقب کرنے حبشیوں کو سمت کا نشان بتا رہا تھا۔ میں نے اپنی رفتار تیز کردی اور جارا کاکا کی سال خوردہ کھوپڑی سے چھو کر اس بات کی شدت سے خواہش کی کہ وہ کاہن اعظم کے غار تک میری رہنمائی کر میری حالت ناگفتہ بہ تھی۔ پھر بھی یہ یقین تھا کہ جارا کاکا کی کھوپڑی کی موجودگی میں مشتعل حبشی سریتا کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے لیکن میں اس وقت وہاں رُک کر کسی قسم کا خطرہ مول لینے کے نہیں تھا۔

اُکھڑی اُکھڑی سانسوں پر قابو پاتا میں آگے کی سمت بڑھ رہا تھا کہ اچانک کسی پتھر سے اور میں سریتا سمیت کسی غار میں پشت کی جانب لڑھکتا چلا گیا۔ توازن برقرار ہونے پر میں کو دوبارہ سنبھالا اور غار میں اندر کی جانب بڑھنے لگا۔ ان غاروں میں روپوش افراد کے بار مجھے تھوڑا بہت اندازہ ہوگیا تھا۔ کالاری کا بندر اب میرے نزدیک نہیں تھا لیکن غار کے دہانے کی آوازیں ابھی تک اندر آرہی تھیں، حبشیوں کی چیخ وپکار بھی ایک مرکز پر تھم کر رہ گئی تھی۔ آوازوں سے دُور ہوتا گیا۔ پھر جب میں ایک دروازے کے قریب پہنچا تو میری خوشی کی کوئی

ی کیوں کہ اب میں جزیرہ توری کے سب سے محفوظ مقام کاہن اعظم کے غار کے اندر تھا۔ میں نے ریتا کو اُتار کر ایک طرف کھڑا کیا اور جارا کاکا کی کھوپڑی گلے سے اُتار کر بازو میں باندھی اور سمورال ی مخصوص انداز میں سینے پر پہلے دونوں ہاتھ باندھے، پھر انہیں پھیلا دیا، میری توقع کے مطابق وازہ کھل گیا۔ سریتا کا ہاتھ تھام کر میں نے اُسے آگے کی جانب بڑھنے کا اشارہ کیا۔ وہ اپنے پیروں چلنے لگی۔ اس راستے سے مجھے پوری واقفیت تھی۔ سریتا دم بخود تھی۔ کبھی وہ میرا چہرہ دیکھتی اور کبھی غار اندرونی نظام سمجھنے کی کوشش کرتی۔ میں نے اُس کی وحشت دور کرنے کے لئے مختصراً سمجھا دیا کہ اس ن کوئی خطرہ ہمارا تعاقب نہیں کرسکتا۔ ہم جزیرہ توری کے سب سے محفوظ مقام پر ہیں۔ پھر بھی سریتا خوف کم نہیں ہوا۔ ان پریشان کن حالات کے باوجود اپنے بدن کے بعض حصے چھپانے کی ناکام وشش میں مصروف تھی۔ میں اسے غار کے اس حصے میں لے گیا جہاں ترام اور جمرال کی موجودگی کی وقع تھی۔ کاہن اعظم سمورال کے بارے میں مجھے علم تھا کہ اس کی واپسی دو روز بعد ہوگی کیوں کہ وہ دس اقابلا کی طلبی پر گیا ہے۔ سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ تھی کہ میں اس کی واپسی سے پہلے ہی پنے مقصد میں کامیاب ہوکر اس پناہ گاہ میں آگیا تھا۔

دوسرے کمرے میں ترام اور جمرال دونوں موجود تھے، جمرال گھاس کے بستر پر محوِ خواب تھا لیکن ام جاگ رہی تھی، قدموں کی آہٹ سن کر وہ تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس کی نگاہوں میں رت کی چمک پیدا ہوئی مگر جب اس کی نگاہیں سروقد سریتا پر پڑیں تو اس کے چہرے پر کھنچاؤ سا پیدا گیا۔ مجھے ترام کی یہ کیفیت دیکھ کر تعجب ہوا۔ جزیرہ توری کے متعلق تو شا اور نیری نے مجھے بتایا تھا کہ ں جنس کی کوئی قدر موجود نہیں ہے۔ تاہم عورتیں ایک خاص عرصے کے لئے یا اگر وہ چاہیں تو عمر بھر ے لئے کسی مرد کے ساتھ وابستہ کردی جاتی تھیں۔ وہ مرد اگر چاہے تو اپنے مہمان مردوں کو اپنے رف کی عورتیں خوشنودی کے حصول اور مہمان نوازی کے جذبات کے طور پر پیش کرسکتا تھا لیکن ار کے اس اختلاف کے باوجود تمام دنیا کی عورتیں جذبوں میں یکساں ردِعمل کا اظہار کرتی ہیں۔ ترام کی دلی کیفیت کا اندازہ لگانے میں دیر نہیں ہوئی۔

سریتا نے بھی شاید ترام کی یہ کیفیت محسوس کرلی۔ وہ ترام کی نظروں کی تاب نہ لاکر جلدی سے ی پشت پر آگئی اور سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''سیدی جابر! یہ لڑکی کون ہے؟ شاید اسے میرا آنا ار گزرا ہے۔''

''نہیں سریتا! یہ بہت اچھی لڑکی ہے۔'' میں نے انگریزی میں کہا۔ ''یہ لڑکی ایک عظیم کاہن کی ہے، وہ کاہن میرا محسن ہے۔ تم جو ابھی تک مجھے زندہ دیکھ رہی ہو، یہ سب اسی خانوادے کے سبب ہے۔ اگر ان لوگوں نے مجھے پناہ نہ دی ہوتی تو تم شاید کالاری کی ہوس پر قربان ہوگئی ہوتیں۔''

سریتا کو مطمئن کر کے میں ترام کے نزدیک گیا۔ وہ خاموشی سے ہم دونوں کی گفتگو سن ر
وہ ابھی تک نظریں چرا کر سریتا کے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی، ترام کے اندرونی جذبات ج
شخص نہ سمجھتا تو پھر کون سمجھتا؟ میں نے اُسے اعتماد میں لینے اور اس کے دل کا غبار دور کرنے
کہا۔ ''ترام! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں اطلاع دیے بغیر یہاں سے چلا گیا تھا۔ مجھے معلوم
کبھی مجھے باہر جانے کی اجازت نہیں دو گی اس لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ یہ لڑکی .....
سے ملو۔ اس کا نام سریتا ہے، یہ ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی کہ کالاری اسے اپنے لیے اُٹھا کر
اگر میں اس کی مدد نہ کرتا تو کالاری اسے برباد کر دیتا۔''

ترام کچھ دیر خاموش رہی جیسے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ ''تم اس لڑکی کی خاطر باہر
کے لئے بے چین تھے؟ اسی وجہ سے تم نے میری جمرال کی اور جزیرہ توری کے کاہن اعظم کی ہ
بھی نظر انداز کر دیں؟'' وہ پُر وقار لہجے میں بولی۔

''ہاں ترام! میں اپنے ساتھیوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ یہ کمزور لڑکی میری م
باعث ظلم وستم سے بچ گئی ہے۔'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ ''میں کاہن اعظم سمورا
احسانات کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس مقدس شخص نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اس کی
ثبوت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نیک دل سمورال میری نیت سے واقف ہوگا اور اس گستاخی او
پر مجھے معاف کر دے گا۔''

''اس لڑکی کو تم یہاں کیوں لائے ہو؟'' ترام نے سرد لہجے میں پوچھا۔

وہ بار بار تیکھی نظروں سے سریتا کو دیکھ رہی تھی، سریتا اپنا بدن سمیٹے سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

''اس لیے کہ اس پُر اسرار علاقے میں سب سے محفوظ جگہ ہے، یہاں کے باشندوں کے
محفوظ رہے گی۔'' میں نے حوصلے سے جواب دیا۔ ''کاہن اعظم کے احسانات اور محبت کے
سمجھتا ہوں کہ وہ اس جسارت پر برہمی کا اظہار نہیں کرے گا۔ یہ لڑکی تمہیں کوئی نقصان نہیں
گی۔ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں۔''

''کیا تم اس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گے؟''

ترام کا تجسس اور گلہ میں نے محسوس کر لیا۔ وہ مجھ سے سریتا کے سلسلے میں کوئی حتمی بات
لئے مضطرب نظر آتی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں سریتا جیسی نازک بدن، دل کش لڑکی
موڑ لوں؟ جس نے آہستہ آہستہ میرے دل میں جگہ بنانی شروع کر دی تھی، کیا میں اس ہندی
سے دست بردار ہو جاؤں؟ میں نے ایک نظر سہمی ہوئی سریتا پر ڈالی پھر ترام سے فیصلہ کن ا
مخاطب ہوا۔ ''میں نے اس لڑکی کے سلسلے میں اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اس کی قسمت کا فیصلہ

سمورال کرے گا۔''

ترام جز بز ہو کر بولی۔ ''اگر میرے باپ نے اس لڑکی کے خلاف کوئی حکم صادر کیا تو کیا تم اُسے
قبول کرلو گے؟''

''مجھے معلوم ہے وہ پاک باطن شخص ایسا نہیں کرے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو مقدس سمورال کا ہر حکم
بہر حال میں قبول ہوگا۔'' میں نے صاف دلی سے اس سے کہا۔

میرا یہ واضح جواب سن کر ترام کی آنکھوں میں معنی خیز چمک پیدا ہوئی۔ ہمارے درمیان چونکہ
مقامی زبان میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس لئے سریتا گم صم کھڑی رہی۔ ترام کا تجسس بڑی حد تک دور ہو گیا
تھا۔ جب وہ اپنے طور پر مطمئن ہو گئی تو اس نے آگے بڑھ کر سریتا کا ہاتھ تھاما اور اسے جمرال کے
قریب لے جا کر اشارے سے گھاس کے بستر پر آرام کرنے کے لئے کہا۔ میں نے سریتا کو ترام کا
مدعا سمجھایا تو وہ کسی قدر جھجکی، پھر اپنا پھول جیسا جسم سمیٹ کر خاموشی سے لیٹ گئی۔ میں ترام کو سریتا
کے پاس چھوڑ کر غار کے اس حصے میں آ گیا جو چوالیس دنوں تک متواتر میرے تصرف میں رہا تھا میں
نے ایک طویل انگڑائی لے کر خود کو فرش پر بے سدھ گرا دیا اور سیاہ چھت کو گھورنے لگا۔ مشعل کی روشنی
میں ایوان کمرے میں بڑی ہیبت ناک لگ رہی تھی، ابھی میں غنودگی کی منزل میں تھا کہ ترام آ گئی۔

میں سمورال کی وجہ سے اپنے سرکش نفس کو دبائے رکھنے پر مجبور تھا۔ جب وہ میرے پاس فرش پر
بیٹھ گئی تو اس نے بہت مدہم لہجے میں کہا۔ ''جابر! کیا یہ لڑکی تمہیں پسند ہے.....؟''

''پسند.....؟'' میں نے اس کا مفہوم سمجھ کر کہا۔ ''ہاں پسند ہے۔ مگر تمہیں ایسی باتیں کرنا کہاں
سے آ گئیں؟''

''یہ سب تمہی نے سکھایا ہے۔ کیا تم اسے بہت پسند کرتے ہو؟''

''ہاں بہت زیادہ۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''مگر..... مگر تم سے زیادہ نہیں۔''

یہ کہہ کر میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ''خدا کی قسم، مقدس سمورال کی عظمت کا خیال
ہے ورنہ میں تمہیں یہاں سے اٹھا لے جاتا۔''

''پھر تم میرا کیا کرتے؟'' ترام نے معصومیت سے کہا۔

''میں تمہیں اپنے دل کی ملکہ بناتا۔ میں تمہیں بیروت لے جاتا۔ جب تم اعلیٰ لباس میں وہاں
لوگوں پر جلوہ گر ہوتیں تو لوگ دنگ رہ جاتے۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

غار کے اس حصے میں میرے اور ترام کے سوا کوئی نہیں تھا۔ جمرال سو رہا تھا۔ سریتا کے بارے
مجھے یقین تھا کہ وہ نازک بدن حالات سے اس قدر خوف زدہ ہے کہ اپنی جگہ سے ہلنے تک کا خطرہ
نہیں لے سکتی، سمورال، مقدس اقابلا کی طلبی پر اس کی بارگاہ میں گیا ہوا تھا۔ یہ سناٹا، یہ بھڑکتی ہوئی

سریتا کو مطمئن کر کے میں ترام کے نزدیک گیا۔ وہ خاموشی سے ہم دونوں کی گفتگو سن رہی تھی، وہ ابھی تک نظریں چرا کر سریتا کے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی، ترام کے اندرونی جذبات کا شخص نہ سمجھتا تو پھر کون سمجھتا؟ میں نے اُسے اعتماد میں لینے اور اس کے دل کا غبار دور کرنے کے لیے کہا۔ ''ترام! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں اطلاع دیے بغیر یہاں سے چلا گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کبھی مجھے باہر جانے کی اجازت نہیں دو گی اس لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ یہ لڑکی ... سے ملو۔ اس کا نام سریتا ہے، یہ ہمارے ساتھ سفر کر رہی تھی کہ کالاری اسے اپنے لیے اُٹھا کر اگر میں اس کی مدد نہ کرتا تو کالاری اسے برباد کر دیتا۔''

ترام کچھ دیر خاموش رہی جیسے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ ''تم اس لڑکی کی خاطر با کے لئے بے چین تھے؟ اسی وجہ سے تم نے میری جمرال کی اور جزیرہ توری کے کاہن اعظم کی بھی نظر انداز کر دیں؟'' وہ پُر وقار لہجے میں بولی۔

''ہاں ترام! میں اپنے ساتھیوں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ یہ کمزور لڑکی میری باعث ظلم و ستم سے بچ گئی ہے۔'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ ''میں کاہن اعظم سمو احسانات کبھی نہیں بھول سکتا۔ اس مقدس شخص نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اس کی ثبوت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نیک دل سمورال میری نیت سے واقف ہوگا اور اس گستاخی او پر مجھے معاف کر دے گا۔''

''اس لڑکی کو تم یہاں کیوں لائے ہو؟'' ترام نے سرد لہجے میں پوچھا۔

وہ بار بار تیکھی نظروں سے سریتا کو دیکھ رہی تھی، سریتا اپنا بدن سمیٹے سہمی ہوئی کھڑی تھی۔

''اس لیے کہ اس پُر اسرار علاقے میں سب سے محفوظ جگہ ہے، یہاں کے باشندوں کے محفوظ رہے گی۔'' میں نے حوصلے سے جواب دیا۔ ''کاہن اعظم کے احسانات اور محبت کے سمجھتا ہوں کہ وہ اس جسارت پر برہمی کا اظہار نہیں کرے گا۔ یہ لڑکی تمہیں کوئی نقصان نہیں گی۔ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں۔''

''کیا تم اس لڑکی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو گے؟''

ترام کا تجسس اور گلہ میں نے محسوس کر لیا۔ وہ مجھ سے سریتا کے سلسلے میں کوئی حتمی بات لئے مضطرب نظر آتی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں سریتا جیسی نازک بدن، دل کش لڑ موڑ لوں؟ جس نے آہستہ آہستہ میرے دل میں جگہ بنانی شروع کر دی تھی، کیا میں اس ہن سے دست بردار ہو جاؤں؟ میں نے ایک نظر سہمی ہوئی سریتا پر ڈالی پھر ترام سے فیصلہ کن مخاطب ہوا۔ ''میں نے اس لڑکی کے سلسلے میں اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب اس کی قسمت کا ف

ورال کرے گا۔''

ترام جز بز ہو کر بولی۔ ''اگر میرے باپ نے اس لڑکی کے خلاف کوئی حکم صادر کیا تو کیا تم اُسے ل کر لو گے؟''

''مجھے معلوم ہے وہ پاک باطن شخص ایسا نہیں کرے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو مقدس سمورال کا ہر حکم ے ہر حال میں قبول ہوگا۔'' میں نے صاف دلی سے اس سے کہا۔

میرا یہ واضح جواب سن کر ترام کی آنکھوں میں معنی خیز چمک پیدا ہوئی۔ ہمارے درمیان چونکہ امی زبان میں گفتگو ہو رہی تھی۔ اس لئے سریتا گم صم کھڑی رہی۔ ترام کا تجسس بڑی حد تک دور ہو گیا ۔ جب وہ اپنے طور پر مطمئن ہو گئی تو اس نے آگے بڑھ کر سریتا کا ہاتھ تھاما اور اسے جمرال کے یب لے جا کر اشارے سے گھاس کے بستر پر آرام کرنے کے لئے کہا۔ میں نے سریتا کو ترام کا ریہ سمجھایا تو وہ کسی قدر جھجکی، پھر اپنا پھول جیسا جسم سمیٹ کر خاموشی سے لیٹ گئی۔ میں ترام کو سریتا ے پاس چھوڑ کر غار کے اس حصے میں آ گیا جو چوالیس دنوں تک متواتر میرے تصرف میں رہا تھا میں ے ایک طویل انگڑائی لے کر خود کو فرش پر بے سدھ گرا دیا اور سیاہ چھت کو گھورنے لگا۔ مشعل کی روشنی ا ویران کمرے میں بڑی ہیبت ناک لگ رہی تھی، ابھی میں غنودگی کی منزل میں تھا کہ ترام آ گئی۔

میں سمورال کی وجہ سے اپنے سرکش نفس کو دبائے رکھنے پر مجبور تھا۔ جب وہ میرے پاس فرش پر ر بیٹھ گئی تو اس نے بہت مدہم لہجے میں کہا۔ ''جابر! کیا یہ لڑکی تمہیں پسند ہے.....؟''

''پسند.....؟'' میں نے اس کا مفہوم سمجھ کر کہا۔ ''ہاں پسند ہے۔ مگر تمہیں ایسی باتیں کرنا کہاں ے آ گئیں؟''

''یہ سب تمہی نے سکھایا ہے۔ کیا تم اسے بہت پسند کرتے ہو؟''

''ہاں بہت زیادہ۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''مگر..... مگر تم سے زیادہ نہیں۔''

یہ کہہ کر میں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ ''خدا کی قسم، مقدس سمورال کی عظمت کا خیال ے ہے ورنہ میں تمہیں یہاں سے اٹھا لے جاتا۔''

''پھر تم میرا کیا کرتے؟'' ترام نے معصومیت سے کہا۔

''میں تمہیں اپنے دل کی ملکہ بناتا۔ میں تمہیں بیروت لے جاتا۔ جب تم اعلیٰ لباس میں وہاں لڑکوں پر جلوہ گر ہوتیں تو لوگ دنگ رہ جاتے۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

غار کے اس حصے میں میرے اور ترام کے سوا کوئی نہیں تھا۔ جمرال سو رہا تھا۔ سریتا کے بارے مجھے یقین تھا کہ وہ نازک بدن حالات سے اس قدر خوف زدہ ہے کہ اپنی جگہ سے ہلنے تک کا خطرہ نہیں لے سکتی، سمورال، مقدس اقابلا کی طلبی پر اس کی بارگاہ میں گیا ہوا تھا۔ یہ سناٹا، یہ بھڑکتی ہوئی

مشعل، یہ دوشیزہ اور میں۔ میں کہ ایک سرمست نوجوان۔ اندر چھپے ہوئے اس بدبخت شخص نے ہوس کی طرف لاکھ اُکسایا میرا دل چاہا کہ ترام کو گھسیٹ کر اس امتناع کا دروازہ بند کروں جو ایک عورت کو ایک نوجوان مرد سے دور کرنے کا غیر فطری جبر ہے لیکن مقدس سمورال نے مجھ پر اظہار کیا تھا۔ حالانکہ اس علاقے میں اس قسم کے اعتماد، دوشیزگی، عصمت اور جنس کے بارے گریز نہیں تھے جو ہمارے معاشرے میں موجود ہیں لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ وہ ہوس بدنیتی اور نفر بارے میں نہ جانتے ہوں۔

میں اُٹھ کھڑا ہوگیا۔ اگر میں دیوانگی اور سرشوری کے اس لمحے میں بہک گیا تو مقدس س ناراض ہوسکتا ہے اور پھر جزیرہ توری کا کوئی گوشہ میری پناہ گاہ میں نہیں بن سکتا، کاہن اعظم اقابلا کے روبرو موجود ہے، لیکن کاہن اعظم کی نگاہیں اس کے گھر میں موجود ہوں گی۔ وہ سار محسوس کر رہا ہوگا اور دیکھ رہا ہوگا۔ چونکہ وہ برتر طاقتوں کا حامل ہے، اب جبکہ میں جزیرے سردار کو ختم کر کے ایک سنگین جرم کا مرتکب ہو چکا ہوں تو میرے لیے احتیاط لازم ہے۔ یقی اپنے سردار کی موت پر برہم ہوگی اور سمورال بھی لازماً اپنی ملکہ کا ہم نوا ہوگا، کالاری کے خاتمے حالات اور سنگین ہوگئے ہیں، مجھے سریتا کو حاصل کرنے کے جوش میں اس کا اندازہ ہی نہیں ہو اور آرام کی یہ ساعتیں اس خونیں ہنگامے کے بعد کہیں نصیب ہوئیں تو مجھ پر خوف غالب آ دیکھی بلاؤں کا خوف، آنے والے سانحوں کا خوف، ایک سردار کی موت کوئی چھوٹا واقعہ نہیں جانے اب کیا؟ کون سے امتحانوں سے گزرنا پڑے۔

ترام نے پھر مجھے چونکا دیا۔ وہ حیرت سے مجھے ٹہلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ ''تم نے سردا سے اسے کیسے حاصل کرلیا؟''

''مقدس سمورال نے مجھے حوصلہ بخشا تھا ورنہ کالاری جیسے دیوزاد اور بڑے سردار پر میر محال تھی۔'' میں نے کہا۔

مگر تم نے اسے زیر کیسے کرلیا؟ یہ ایک ناممکن کام ہے۔''

میرے ساتھ سچائیاں تھیں میرے پاس حوصلہ تھا اور سریتا کا ساتھ کچھ اور طاقتیں تھیں۔ اسی لئے مجھے اسے مارنے میں آسانی ہوئی۔''

''کیا؟..... کیا تم نے اُسے مار دیا؟'' ترام حیرت سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''ہاں میں نے اس کا کام تمام کر دیا۔'' میں نے پُرسکون لہجے میں اسے جواب دیا۔

''یقین نہیں آتا..... جانتے ہو، کالاری مقدس اقابلا کا ایک سردار تھا۔ اُس پر آسمان کا سایہ تھا اور عظیم اقابلا کی عنایتیں اس کی جلو میں تھیں کسی معمولی انسان کا اس کے م

امیاب ہونا ممکن نہیں ہے۔'' ترام مجھے تجسس آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی حیرت بے جا ں تھی۔ میں نے ایک ثانیے تامل کیا، پھر شروع سے آخر تک کے تمام واقعات ترام کو سنا ڈالے۔ وہ لیں چھپائے بغیر مجھے تعجب سے دیکھ رہی تھی جیسے میں کوئی ان ہونا واقعہ سنا رہا ہوں۔ اس نے میری ہانی سننے کے بعد کسی رائے کا اظہار نہیں کیا البتہ اس کے انداز سے اُلجھن اور خوف مترشح تھا۔ میں نے اس خشک موضوع سے اجتناب کیا اور اس کے نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر آہستہ سے ہا۔ ''تم یہاں سے چلی جاؤ..... ورنہ تمہارا قرب مجھے بہکا دے گا۔ میں مقدس سمورال کے سامنے رمندہ ہونا نہیں چاہتا۔''

قریب تھا کہ میں اس جنون خیز سیلاب میں بہہ جاتا کہ غار کا بیرونی دروازہ کھلنے کی تیز آواز نے رے جسم میں سنسنی پیدا کر دی۔

ترام مچھلی کی طرح تڑپ کر میرے ہاتھوں سے نکل گئی۔ وہاں رکنے کے بجائے وہ بھاگتی ہوئی ں حصے کی طرف چلی گئی جہاں سریتا اور جمرال موجود تھے۔ میں ششدر بیٹھا اپنے منتشر اعصاب مجتمع رنے کی کوشش میں مصروف تھا کہ میرے کمرے میں سمورال نمودار ہوا، اس کے چہرے پر بلا کی تی تھی، آنکھوں میں ایسا دبدبہ تھا کہ اس سے نظریں نہیں ملا سکا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ میرے ہوس ناک ردوں سے باخبر ہوگیا ہے۔ خوف زدہ ہو کر میں نے اسے اپنے رواج کے مطابق سلام کیا اور خاموشی ے گردن جھکا کر کسی مجرم کی طرح اس کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ غار کے در و دیوار پر موت کا سکوت ری تھا۔ کچھ لمحے اسی بھیانک سکوت میں گزر گئے، پھر سمورال کی گرج دار آواز اُبھری۔ ''میرے تھ آؤ۔''

میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ سمورال غار کے دوسرے حصے کی طرف جانے کے لئے گھوم چکا

انکار کی کیا مجال تھی؟ میں نے تمام تر عجلت سے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ مجھے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ ے اپنے اندر کے وحشی انسان کو بے لگام چھوڑ کر اور ترام کا ناآسودہ بدن برانگیختہ کر کے یقیناً کسی ں مندی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ وہ لمحات بڑے جاں گسل تھے۔ میں اس کی تقلید میں دو کمروں سے ر کر اس کی مخصوص عبادت گاہ میں داخل ہوگیا۔ کاہن اعظم بڑے کڑھاؤ کے سامنے آ کر رک گیا۔ ے نے کڑھاؤ کے نیچے لکڑیوں کو مشعل دکھا دی۔ آگ بھڑک اٹھی تو وہ اپنی زبان میں کچھ پڑھنے لگا۔ سکتے کے عالم میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ اونچی آواز میں کچھ تا رہا۔ پھر اس نے مقدس جارا کا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر اپنے ہاتھ میں لے لی اور میری ف گھور کر تحکمانہ آواز میں بولا۔ ''اس میں جھانک کر دیکھو۔''

میں نے ڈرتے ڈرتے آگے بڑھ کر کڑھاؤ میں جھانکا۔ تیل میں ایک لہر سی پیدا ہوئی۔ پھر اندھیری رات میں غار کے باہر کا منظر روز روشن کی طرح تیل کی لہروں پر نمودار ہوگیا۔ غار کے تنگ دھڑنگ مردوں اور عورتوں کا ایک جم غفیر اکٹھا تھا۔ کالاری کا بندر اچھل اچھل کر سینہ کوبی میں مصروف تھا۔ بظاہر وہ سب میرے خون کے پیاسے معلوم ہو رہے تھے۔ میرے جسم میں سردی کی لہر دوڑ گئی۔ میں رعشہ براندام تیزی سے گھوم کر کاہن اعظم سے بولا۔ ''مقدس سموراں، یہ کیا ہے؟ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں؟''

''تم کیا سمجھ رہے ہو؟'' سموراں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''یہ لوگ آج مجھے تمہاری پناہ سے نکال لے جانے کے لئے آئے ہیں۔ یہ میرے خون کے پیاسے ہیں۔'' میں نے بدقت تمام کہا۔

''غلط۔'' سموراں نے جواب دیا۔ ''یہ صحیح ہے کہ یہ تمہیں یہاں سے لے جانے کے لئے ہیں۔''

''اور یہاں سے لے جا کر یہ لوگ مجھے آدم خور چیونٹیوں کے حوالے کر دیں گے۔'' میں جلدی سے کہا۔

''نہیں یہ تمہیں اپنا حکمران بنانے کے لیے بے چین ہیں۔''

''حکمراں.....؟ تم کیا کہہ رہے ہو مقدس کاہن؟''

''ہاں حکمراں.....تم نے کالاری کو مار کر خود اس کا مقام حاصل کر لیا ہے۔ اس جزیرے کا رسم ہے جب کوئی سردار کو مقابلے کی دعوت دیتا ہے یا اسے مار دیتا ہے تو اسے سرداری کا اہل سمجھا جاتا ہے۔ تم عظیم اقابلا کے آسمانی قانون کی رو سے اب کالاری کے جانشین ہو کیونکہ تم ایک ایسے شخص سے زیادہ طاقت ور ثابت ہوئے جو یہاں کا سردار تھا۔ مقدس اقابلا کی عظمت تم پر سایہ گیر رہے یہاں کے سردار ہو۔ کسی اجنبی کو آج تک یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی۔''

''تم.....تم.....تم۔'' مگر میں کچھ نہ کہہ سکا۔ میں اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے مذا کر رہا ہے لیکن میں اس کے سامنے اس بے ادبی اور گستاخی کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ یہ انکشا میں حیرت زدہ رہ گیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ اچانک مجھے جز میں ایک بڑے سردار کا منصب مل سکتا تھا۔ حیرت اور خوشی کی بنا پر میرے منہ سے لفظ نہیں تھے۔ یہ لوگ جو باہر چیخ پکار مچا رہے ہیں یہ مجھے اپنا حاکم بنانے کے لئے آئے ہیں۔ بیرو عرب نوجوان پُراسرار جزیرہ توری کا ایک سردار تسلیم کر لیا جائے گا؟ اس جزیرے کا سردار جس کل تک خود اس کے لئے تنگ تھی وہ ان لوگوں پر حکمرانی کرے گا جو کل تک اس کے خون کا

لئے مضطرب تھے۔ میری عقل میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ میں نے رحم طلب نظروں سے رال کی جانب دیکھا۔ وہ میرا اضطراب بھانپ کر نرم لہجے میں یوں گویا ہوا۔ ''کاہن کبھی غلط بیانی کام نہیں لیتا جس وقت تم نے کالاری کو زیر کیا تھا۔ اس وقت میں مقدس اقابلا کی بارگاہ میں حاضر لیکن مقدس اقابلا نے مجھے فوراً واپس جانے کا حکم دیا۔ کاہن اعظم ہی کسی شخص کے سرداری کا ب سنبھالنے کی ضروری رسمیں انجام دیتا ہے۔ اب تمہیں کالاری کی ذمے داری سنبھالنی ہے، تم مشکل حالات کے باوجود جس جواں مردی، شجاعت اور حوصلے کا ثبوت دیا ہے، اس کا صلہ تمہیں مل لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم نے مصائب سے نجات حاصل کر لی ہے۔ توری جزیرے کے ورواج کے مطابق ابھی تمہیں کالاری کا منصب سنبھالنے سے پہلے چند امتحانات سے گزرنا ہوگا اور کہ تم اجنبی ہو۔ اس لیے اقابلا کے آسمانی..... قانون سے واقف ہونا ہوگا۔''

''عظیم سموراں! مگر میں سوچتا ہوں کہ کیا میں اس منصب جلیل سے پوری طرح انصاف کر سکوں گا؟ اور وہ امتحانات کیا ہیں اے کاہن اعظم..... جن سے مجھے گزرنا ہوگا۔'' میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''میں دیکھ رہا ہوں اور مجھ سے پہلے بہت سے کاہنوں نے دیکھا ہے..... میں دیکھ رہا ہوں کہ تم یرہ توری کی تاریخ کے وہ شخص ہو جس کی پیش گوئی بہت پہلے کر دی گئی تھی..... میں تمہیں کچھ اور نہیں سکتا۔'' اس نے ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''مقدس کاہن! میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب تمہاری وجہ سے ممکن ہوا۔ تم نے مجھے پناہ دی۔ مجھے رار سمجھانے اور حوصلہ بخشا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ تمہاری رضامندی کو اولیت دوں ا۔'' میں نے جذبات میں ڈوب کر کہا۔

''ادھر دیکھو.....'' کاہن اعظم نے میری باتیں نظر انداز کر کے مجھے پھر کڑھاؤ میں جھانکنے کا حکم یا۔ میں نے آگے بڑھ کر کڑھاؤ میں دیکھا۔ حسب دستور تیل میں ایک لہر سی پیدا ہوئی۔ پھر جو منظر نظر یا، اسے دیکھ کر تو میرا خون ہی خشک ہوگیا۔ آنکھیں بند ہوگئیں۔ میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ وہ منظر تے ہوئے تیل پر نظر آنے لگا جو ابھی کچھ دیر پہلے کاہن اعظم کی عدم موجودگی میں اس اندھیرے مرے میں پیش آیا تھا۔ میں نے سموراں کے چہرے کی جانب اس کا ردعمل جاننے کے لئے نظریں ھائیں۔ اس کی عقابی نگاہیں میرے جسم میں نیزے کی انی کی طرح چبھنے لگیں۔ ''اس علاقے میں پتا رکنے کی آواز بھی مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔'' سموراں کی ٹھوس آواز کمرے کے در و دیوار سے ٹکراتی ئی ابھری۔ ''تم نے ترام کا خوابیدہ بدن جگا کر میری ریاضت میں رخنہ ڈالا ہے۔ میں اپنے دونوں چوں و نفسانی آلائشوں سے دور رکھنا چاہتا تھا اور میرا ارادہ تھا کہ انہیں تربیت دے کر اقابلا کے حضور

پیش کروں گا لیکن تم نے میری بچی کو راستی کی راہ سے ہٹا دیا۔''

''میں معافی کا خواست گار ہوں مقدس کاہن!'' میں نے معذرت خواہانہ انداز

''جو کچھ ہوا، اس میں ترام سے میری محبت کا گہرا دخل تھا وہ ایک جذباتی فعل تھا لیکن میر مرحلے پر کاہن اعظم کی بیٹی کا احترام ملحوظ رکھا ہے۔''

''خاموش۔'' سمورال نے بلند آواز میں کہا۔'' کاہن وضاحت طلب نہیں کرتے کیونکہ کے اندر جھانکنے کی قوت رکھتے ہیں۔''

میرا جسم پسینے پسینے ہوگیا۔ سمورال نے سلسلہ کلام جاری رکھا۔'' تم ایک بہادر نوجوان ہو ان امتحانات کے لئے تیار ہو جاؤ جن سے جزیرہ توری کی سرداری کے لئے تمہیں گزرنا ہے ا کہ کاہن اعظم کی کسی بات سے انکار کی جرات کرنے والا اس جزیرے پر فوراً ہی موت کی سپرد کر دیا جاتا ہے۔''

''میں ہر امتحان کے لیے تیار ہوں۔'' میں نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''کیا تم اس کڑھاؤ کے ابلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگا سکتے ہو؟'' سمورال نے تیز دریافت کیا۔

میں یہ حکم سن کر لرز اٹھا۔ کڑھاؤ میں ابلتا ہوا تیل میرے امتحان کا منتظر تھا۔ میں نے طرف رحم طلب نگاہوں سے دیکھا، مگر مفر کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ سمورال کا انداز بہت بے میں نے ایک لمحے میں کچھ سوچا یقیناً یہ کوئی آزمائش ہے۔ مگر یہ کوئی فریب نہ ہو؟ لیکن انکار ممکن ہے؟ کیا میری تمام مشقتیں اور صعوبتیں رائیگاں جا رہی ہیں؟ اور کیا یہ خونیں غسل میرا پروانہ ہے؟ میں لرز لرز گیا۔ میں نے مضبوطی سے جارا کا کی کھوپڑی پر ہاتھ رکھا اور کاہن سوال کے جواب میں چارو ناچار جلتے ہوئے تیل میں غوطہ لگانے کی ٹھان لی۔ کڑھاؤ کے جل رہی تھی اور تیل اس کے اندر ابل رہا تھا۔ مجھے جھرجھری سی آگئی لیکن میں سینہ تان کر آگے قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر چڑھ کر جلتے ہوئے تیل میں چھلانگ لگا دی۔ اس وقت میر خود بخود بند ہوگئی تھیں لیکن کڑھاؤ میں گرتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا جسم سرد پانی میں ہو۔ میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ ابلتا ہوا تیل سرد پانی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میں کو نے باہر آیا تو سمورال نے میرے کاندھے پر شفقت کا ہاتھ رکھ دیا اور میں نے پہلی بار اس پر خفیف سی مسکراہٹ محسوس کی۔'' تم یقیناً اس جزیرے کی سرداری کے اہل ہو۔'' وہ بلند بولا۔'' لیکن یہ ایک آسان سا امتحان تھا۔ اس سرد مقدس پانی میں غسل کر کے تم نے باہر گندگی دھو ڈالی ہے۔ دوسرے امتحان ایک ہفتے کے اندر اندر تمہیں اطلاع دیئے بغیر لیے جا

رتم اس میں ثابت قدم رہے تو ایک ہفتے بعد تمہیں آبادی کے روبرو قبیلے کی سرداری سونپ دی جائے ی۔''

''میرے لیے اور کیا حکم ہے؟'' میں نے سعادت مندی سے پوچھا۔

''تم اب آرام کر سکتے ہو۔ میں غار کے باہر ان لوگوں کو مطمئن کر کے آتا ہوں جو تمہاری آمد کے منتظر ہیں۔''

''میں ایک خواہش کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے ادب سے کہا۔

''کہو.....؟''

''میں مقدس کاہن کو زیادہ قریب رکھنے کے لئے اس سے ایک چیز مانگنا چاہتا ہوں۔ مجھ سے عدہ کرو کہ تم میری یہ گستاخی معاف کر دو گے۔''

''تم اس جزیرے کی جس لڑکی کو چاہو، ملکہ بنا سکتے ہو۔''

''میں صرف ترام کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''ترام!'' سمورال نے دہرایا اور اس کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوگئیں.....

''کیا تم اسے جزیرہ توری کے ایک شریف النفس سردار کی بیوی بنانے پر تیار نہیں ہو گے؟ اس طرح ہم دونوں اور قریب آ جائیں گے اور جب ہم دونوں قریب آ جائیں گے تو پھر کوئی ہمیں شکست نہیں دے سکتا۔'' میں نے جوش سے کہا۔

سمورال کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔'' ہم اب بھی قریب ہیں۔ جزیرہ توری کا ہر سردار مجھ سے قریب رہتا ہے۔''

''مگر ترام سے میں محبت کرتا ہوں۔'' میں نے اسے راضی کرنا چاہا۔

وہ میرے پیہم اصرار پر بہت دیر بعد کہیں راضی ہوا۔'' میں ترام تمہیں دیتا ہوں لیکن خیال رہے وہ کاہن اعظم کی بیٹی ہے۔''

''میں اسی احساس برتری کے لئے اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔''

''تم اب جا سکتے ہو۔'' وہ میری چرب زبانی سے غالباً برہم ہوگیا تھا۔

''میں سرینا کے سلسلے میں تمہارا ارادہ جاننے کا خواہش مند ہوں۔'' میں نے چلتے چلتے پوچھا۔ ''کیا تم اسے کچھ دنوں تک اسی غار میں رکھ لو گے؟''

''ہاں۔ کچھ دنوں تک اسے یہاں میرے پاس رہنا ہوگا۔ پھر اسے سرنگا کے حوالے کر دیا جائے گا۔''

''کیا سرنگا زندہ ہے؟'' میں نے چونک کر دریافت کیا۔

''ہاں سرنگا ابھی زندہ ہے۔'' سمورال کا جواب مختصر اور معنی خیز تھا۔ سرنگا کے بارے م
کچھ اور معلومات کرنے کی جستجو ہوئی لیکن سمورال کا معنی خیز لہجہ اس بات کی ترجمانی کر رہا تھا
کسی مشکل سے دوچار ہے اور وہ بتانے سے گریز کر رہا ہے۔ سمورال نے مجھے مزید کچھ سوچنے
نہیں دیا۔ اس نے مجھے کمرے سے جانے اور آرام کرنے کی ہدایت کی۔ میں بادل نخواستہ وہا
چلا آیا اور اپنے کمرے میں فرش پر دراز ہوگیا۔ اس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ حالات نے ک
انقلابی انداز میں پلٹا کھایا تھا۔ کون سوچ سکتا تھا کہ جزیرہ توری کے ایک اجنبی کو یہ اعزاز حاصل
اس رات مجھے اپنے وطن اپنے شہر اور اپنے گھر کی بہت یاد آئی اور ایک ایک کر کے سارے منا
نگاہوں میں گھوم گئے۔ حسین فلورا کی یاد نے مضطرب کیا اور میں نے خود کو اس بات کے لئے آ
شروع کر دیا کہ اب میں کبھی وطن واپس نہ جاسکوں گا۔ میرا جسم اسی قبیلے کی خاک میں مل
اپنے عزیزوں کو دیکھنے کا دوبارہ کوئی موقع مجھے نصیب نہیں ہوگا۔ اس قربانی کے عوض مجھے اس
کی سرداری مل گئی ہے، زندہ رہنے کے لئے یہ سہارا بہت کافی ہے۔ مجھے بہرحال اپنے حالا
مفاہمت کرنی چاہئے اور اس جزیرے کی حبشی آبادی کی کایا پلٹ دینی چاہئے۔ میں نے دیر تک
سے منصوبے بنائے اور سوچنے لگا کہ میں ان لوگوں کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ میں اقابلا کا قر
حاصل کر سکتا ہوں؟ اور فلورا کو شوالا سے کیسے بچا سکتا ہوں؟ فلورا کی جدائی کا داغ میرے
دھواں دیتا ہے غرضیکہ رات کے پچھلے پہر تک میں جاگتا رہا اور اپنے ذہن میں آئندہ زندگی کے
بناتا رہا۔ فرار کا خیال کرنا بھی اس جزیرے میں گناہ تھا۔ کیونکہ کاہن اعظم کو ہر بات کی خبر
تھی۔ چنانچہ میں نے اپنی نیت صاف کی اور صمیم قلب کے ساتھ اپنی آبادی میں گھل مل جانے
آمادہ کیا۔

علی الصباح کاہن اعظم نے مجھے طلب کیا۔ جمرال کے ساتھ میں اس کے پاس پہنچا تو
و پریشاں سریتا وہاں موجود تھی۔ میرے پہنچنے کے بعد ترام کو بلایا گیا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قد
سمورال کے قریب آ کر کھڑی ہوگئی۔ ''ادھر آؤ میرے قریب۔'' سمورال نے تحکمانہ لہجے میں
مخاطب کیا۔ وہ قریب آئی تو سمورال نے میرا ہاتھ تھاما۔ پھر ترام کا ہاتھ پکڑ کر ہم دونوں کے
میں کڑا ڈال دیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ ایک کڑے میں پڑے ہوئے تھے۔ اس عمل کے بعد
سے جلتی آگ کے سامنے کچھ پڑھنے لگا۔ ترام کے چہرے پر سرخی چھا رہی تھی اور اس کی گر
سے جھک گئی تھی۔ سمورال کی آواز تیز ہوتی گئی۔ ہم سب خاموشی سے سمورال کی عبادت د
تھے۔ جب وہ اس سے فارغ ہوا تو اس نے ترام کو کچھ اشارہ کیا۔ ترام اچانک گھٹنوں کے بل
اپنا سر میرے پاؤں سے رگڑنا شروع کر دیا۔ یہ غالباً کوئی رسم تھی جس کی ادائیگی ترام پوری

سے کر رہی تھی۔ دیر تک وہ یہی عمل کرتی رہی پھر سمورال نے اسے اٹھایا اور اپنے ہاتھ سے بائیں ران
پر بندھا ہوا خنجر نکالا۔ میں حیرت زدہ اور سراسیمہ ہو کر وہ عجیب و غریب رسمیں دیکھ رہا تھا۔ میرے
دیکھتے ہی دیکھتے سمورال نے خنجر کی نوک اپنے سینے میں اتار لی۔ پھر خون میں اپنے سیدھے ہاتھ کی
درمیانی انگلی ڈبو کر اسے ترام کے سینے پر لگا دیا۔ ترام کے سینے پر سرخ خون کی لکیر بہنے لگی اور اس کا سر
عقیدت سے جھک گیا۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور اس نے خنجر کی نوک میری انگلی میں چبھو دی۔ مجھے
شدید درد کا احساس ہوا لیکن میں برداشت کر گیا۔ ترام نے کمال تیزی سے میری کٹی ہوئی انگلی چوسنی
شروع کر دی۔

''جابر بن یوسف! ترام اس جزیرے کے رسم و رواج کے مطابق تمہاری بیوی ہے آج کے بعد
سے تم اس کے محافظ ہو۔ میری ذمے داری ختم ہوئی۔'' سمورال کے لہجے میں کرب تھا۔ میں وہاں کے
رسم و رواج سے بالکل ناواقف تھا۔ پھر بھی میں نے اپنی عقل کے مطابق آگے بڑھ کر سمورال کے ہاتھ
کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ ''مقدس سمورال! تیری عنایتوں نے مجھے غلام بنا لیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں
کہ ترام میرے پہلو میں محفوظ رہے گی۔ اس کی حفاظت مجھے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہوگی۔''

سمورال نے مجھے اور ترام، سریتا اور جمرال کو اپنی عبادت گاہ سے رخصت کر دیا۔ سریتا بہت
مایوسی اور خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔ ہم جب دوسرے کمرے میں آ گئے تو بھی اس نے مجھ سے
کوئی سوال نہیں کیا۔ میں نے رسمی طور پر اس کی خیریت پوچھنے کے بعد اپنے کمرے کی راہ لی۔ اس
سے نگاہ ملاتے ہوئے نہ جانے کیوں مجھے جھجک سی محسوس ہوئی تھی۔ ایک خلش سی محسوس ہو رہی تھی اور
یہ خلش اس وقت تک قائم رہی جب تک میں ترام کے ساتھ گھاس کے فرش پر نڈھال ہو کر گر نہ گیا۔
ترام قریب آئی تو میں سب کچھ بھول گیا۔

یہاں مجھے شاعری کی اجازت دیجئے۔ میں نے ایسے تیور دیکھے جن سے اب تک نا آشنا تھا۔
میں اس پھول کی مہک سے بے خود ہو گیا۔ ترام کی بات ہی اور تھی۔ شاید کاہن اعظم نے اسے زیادہ
لطیف اور دلکش بنانے میں اپنی ماورائی قوتوں سے بھی کام لیا تھا۔

اب میں اپنی اس عجیب و غریب داستان کے کچھ غیر اہم درمیانی حصے چھوڑ کر اصل کہانی کی
طرف آ رہا ہوں۔ سمورال کے غار میں مجھے ایک ہفتہ گزر گیا۔ ترام سے شادی کے بعد اب اس گھر
میں میری حیثیت کسی پناہ گزیں کی نہیں تھی بلکہ گھر کے ایک فرد کی سی تھی۔ میں نے اس مدت میں
جمرال، ترام اور سمورال سے بہت کچھ حاصل کرنے کی کوشش کی۔ قبیلے کے رسم و رواج سے آگاہی اور
کالی طاقتوں کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے اور سرداری کے آداب سیکھنے میں مجھے سارا ہفتہ گزر
گیا۔ ترام کے دل کش جسم کی رفاقت کے ساتھ ساتھ میں دشوار گزار مراحل سے بھی گزرا۔ وہ

امتحانات جن کا تذکرہ سمورال نے کیا تھا، ان میں بھی میں نے بہ کمال و تمام کامیابی حاصل کی
آزمائشوں کا تذکرہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ترام کی عبادت گاہ کی جادوئی اشیاء اور ہڈیوں کے پنج
نے متحرک ہو کر میری برداشت اور حوصلے خوب آزمائے۔ اچانک مجھ پر کوئی افتاد پڑ جاتی تھی کبھ
دھانچہ میرا گلا دبوچنے کے لئے رات کے اندھیرے میں میری طرف بڑھتا، کبھی خوف ناک
کے جانوروں کی کھوپڑیاں بھیانک آوازوں سے مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش کرتیں۔ یہ پور
اسی آنکھ مچولی میں گزر گیا اور آخر وہ لمحہ آ پہنچا جب سمورال نے مجھے باہر جانے اور قبیلے کی سردار
مسند سنبھالنے کی اجازت دے دی۔ میں جب سمورال کے ساتھ باہر آیا تو وہاں مردوں، عورتوں
بچوں کا اژدہام تھا۔ مجھے دیکھ کر کالاری کا بندر خوشی سے ناچنے لگا اور اچھل کر میرے کاندھے
گیا۔ حبشی مردوں اور عورتوں کے مرجھائے ہوئے چہرے مجھے دیکھ کر کھل گئے۔ انہوں نے خوشی
اظہار کے طور پر وحشیانہ انداز میں رقص کرنا شروع کر دیا، ڈھول، چمٹے اور مستانہ نعرے۔ ان آوا
کے درمیان مجھے جلوس کی صورت میں کالاری کی بستی میں پورے تزک و احتشام سے لے جا
سمورال میرے ہمراہ تھا اور اس کے ساتھ ترام بھی تھی۔ ترام کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا لیکن
اعظم ایک جذبات سے عاری شخص معلوم ہو رہا تھا۔

کالاری کی بڑی جھوپڑی کے سامنے یہ قافلہ رک گیا۔ پھر قبیلے کے رواج کے مطابق
درندوں کو کھلے میدان میں اکٹھا کر کے ان کا خون پتھروں کے بنے ہوئے بڑے بڑے برتنوں
کر لیا گیا اور اس خون سے مجھے غسل دیا گیا۔ میرے کپڑے پہلے ہی اُتار دیئے گئے تھے۔ اب
بالکل برہنہ آبادی کے درمیان کھڑا تھا۔ میں بہ کراہت مجبوراً برداشت کر گیا۔ خون کے اس غسل
بعد مجھے بستی کے بزرگ برہنہ افراد کے سامنے لایا گیا اور سمورال نے جارا کا کی کھوپڑی پر ہا
کر ایک قسم کا حلف وفاداری مجھ سے اُٹھوایا۔ میں اسے حلف وفاداری ہی کہوں گا۔ سمورال جو
گیا، اس کا میں اپنی گردن ہلا ہلا کر اقرار کرتا رہا۔ اس رسم سے فارغ ہونے کے بعد میری تاج
جشن برپا ہوا۔ یہ جشن تین روز تک مسلسل جاری رہا۔ اس عرصے میں سمورال برابر میرے ساتھ
مجھے میرے آئندہ فرائض کے بارے میں ہدایتیں دیتا رہا۔ میرا تمام جسم مختلف رنگوں اور اشکال
رنگ دیا گیا تھا اور گلے اور ہاتھوں میں بڑے بڑے کڑے ڈال دیئے گئے تھے۔ کان چھید کر ان
بندے جیسی اشیاء لٹکا دی گئی تھیں۔ تین روز تک کھلے میدان میں سالم جانور بھوننے، مقامی شر
پینے، رقص کرنے اور ڈھول پیٹنے کے ہنگامے ہوتے رہے۔ پانچویں روز سمورال جانے لگا تو اس
مجھے علیحدہ لے جا کر کہا۔ ''جابر بن یوسف! آسمان تم پر رحم کرے، میں اب تم سے رخصت ہو رہا
لیکن جاتے جاتے چند ضروری نصیحتیں کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔''

میں ہمہ تن گوش تھا۔ سمورال مجھ سے کہنے لگا۔ ''کالاری کی جگہ سنبھالنے کے بعد اب مقدس
بلا کے حکم سے اس کے تمام اختیارات تمہیں حاصل ہو گئے ہیں۔ جزیرہ توری کے تمام درندے
ہارے حکم کے تابع ہیں، لیکن جزیرے کے دوسرے سردار شوالا کے پاس بھی غیر معمولی طاقتیں
..... اسے اپنی طاقت اور مقدس اقابلا کی عنایتوں کی وجہ سے ایک بڑا درجہ حاصل ہے۔ یقیناً وہ
بلا کے سامنے اپنی سرخ روی کے لئے تمہیں زیر کرنے کی کوشش کرے گا لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے
ب تم اپنی بستی کی حدود سے باہر نکلو۔ بہتر یہی ہے کہ جزیرہ توری کے تم دونوں سرداروں میں مفاہمت
فضا قائم رہے۔ اقابلا اس جزیرے کے سرداروں کے درمیان خون ریزی پسند نہیں کرتی۔ دوسرا
ص جو تمہیں کسی وقت بھی نقصان پہنچانے کے درپے ہو سکتا ہے وہ تمہارا ہندی ساتھی سرنگا ہے۔
ہیں اس سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا۔''

''سرنگا؟'' میں نے چونک کر حیرت سے کہا۔ ''سرنگا ایک خاموش اور وضع دار بوڑھا ہے۔ میں
نے سرینا کو کالاری کے چنگل سے نجات دلا کر اس پر احسان کیا ہے۔''

''تم اس سرزمین کے بارے میں ابھی کچھ نہیں جانتے۔ یہاں کا ذرہ ذرہ طاقت کی پرستش کرتا
ہے، انسان یہاں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ہر سمت اقابلا کی حکمرانی ہے، ہر طرف کالی طاقتوں کا جال
بچھا ہے۔ تم انہیں محسوس کر سکتے ہو، دیکھ نہیں سکتے، یہاں تمہیں اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا
پڑے گا۔ ورنہ یہاں کا طلسمی جال تمہیں اپنی لپیٹ میں لے کر تباہ و برباد کر دے گا۔ تمہیں ہر طرح
مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل کرنی ہوگی، اسی طرح تم بلاؤں سے محفوظ رہ سکتے ہو۔''

''عظیم سمورال..... کیا مقدس اقابلا میرے اس منصب سے خوش نہیں ہے؟''

''اس کی خوشی ناخوشی اس کے سوا کوئی اور نہیں جان سکتا۔'' اس کے چہرے کے تاثرات سے
ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ اہم باتیں چھپا رہا ہے۔ میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی لیکن
سمورال بڑی خوب صورتی سے میرا تجسس بہلانے میں کامیاب ہو گیا۔ جاتے جاتے اس نے مجھے
اپنے گلے سے گھونگھوں کی ایک مالا اتار کر دی اور بڑی راز داری سے بولا۔ ''جارا کا کی مقدس
کھوپڑی کی طرح یہ مالا بھی حیرت انگیز صفات کی حامل ہے۔''

میں نے شکریہ کے ساتھ اپنی گردن میں ڈال لیا۔ سمورال مجھ سے رخصت ہو کر جانے لگا تو
کالاری بستی کے بوڑھے مرد اس کے ساتھ ساتھ ہو لیے۔ یہ گویا عقیدت کا اظہار تھا، سمورال کے جانے
کے بعد میں نے اپنی جھونپڑی کا جائزہ لیا۔ یہ دو بڑے کمروں اور ایک چھوٹے کمرے پر مشتمل تھی۔
ں نے اسے سنوارنے اور اپنی پسند کا بنانے کے لئے بستی کے لوگوں کی مدد حاصل کی اور اسے جلد ہی
یک خوب صورت مکان میں تبدیل کر دیا۔ اردگرد متعدد جھونپڑیاں کنیزوں اور سردار کے محافظوں کے

لئے بکھری ہوئی تھیں۔ صبح و شام بستی کی کنواریاں میری نگاہ التفات کی منتظر رہتیں، وہ اپنے سر
دیتیں، اس کے جسم کی مالش کرتیں۔ رقص کرتیں اور اپنے ساز بجاتیں اور ترام کی خدمت کر
شاہانہ انداز سے ان کے درمیان فروکش ہوتا۔ میرا رفیق بندران سے انکھیلیاں کرتا رہتا۔ ا
کا ہوتھا۔ تین دن بعد میں نے بستی کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان سے ان کی ضروریات
خواہش ظاہر کی۔

آج تک کسی سردار نے ان سے اس قسم کی خواہش ظاہر نہیں کی تھی وہ حیرت سے میرا
لگے۔ میں نے غذا کی صورت حال، جھونپڑیوں کی تعداد اور دوسرے امور پر ان سے بحث
بھی نہیں جانتے تھے اور زندگی صرف اس لیے بسر کرتے تھے کہ سردار کو کسی طور خوش رکھ
کانفرنس طلب کر کے میں نے جھونپڑی کے درمیان سڑکوں کا ایک وسیع منصوبہ تیار کیا، جگہ
نہ تھی۔ زرخیزی بہت تھی۔ بارش بھی خوب ہوتی تھی۔ مجھے جزیرہ توری میں اپنی سرداری
ہوئے اکیس روز گزر گئے، اپنی اس دنیا میں مجھے ہر قسم کی آسائش حاصل تھی، اکیس دنوں
کچھ اور انکشاف ہوئے، کالاری کی دو حسین بیویاں اور بہت سی کنیزیں تھیں جو اپنے شوہر
بے حد رنجیدہ تھیں ان دونوں نے ایک نئے سردار کی حیثیت سے میرا قرب حاصل کر
کوشش کی لیکن میں نے انہیں قریب نہیں پھٹکنے دیا۔

اصل میں ترام کی موجودگی میں کسی دوسری عورت کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوسکی
ابالیش نامی ایک بوڑھے شخص نے جو کالاری کے بعد اب میرا نائب تھا، مجھے بتایا کہ اس
لوگ میری سرداری سے بے حد خوش ہیں۔ وہ کالاری کی سخت گیر طبیعت سے بہت ہرا
تھے۔ ابالیش نے بھی مجھے کاہن اعظم کے مشورے کے مطابق محتاط رہنے کی تاکید کی۔
طریقے سے میرا رفیق اور وفادار ثابت ہوا، مجھے اب اس کی زبان پر خاصا عبور حاصل ہوگیا
گفتگو کے دوران میں نے اس سے سرنگا کے بارے میں معلوم کیا۔

اس نے کہا۔ ''آقا۔ ابالیش تمہارا تابعدار ہے، مجھے آج تک سرداری نصیب نہ
میں جزیرہ توری کا ایک عمر رسیدہ شخص ہوں، بہت سے تجربے رکھتا ہوں، میں اپنے علم کے
دور تک دیکھنے پر قادر ہوں، سرنگا کی بابت مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ زندہ ہے۔''

''کیا اس کی لڑکی اسے مل چکی ہے۔''

''عظیم جابر۔ سریتا آج کل سرنگا کے پاس ہے۔ کاہن اعظم نے اسے آزاد کر
میں اس کی کوئی مصلحت ہوگی۔'' ابالیش نے فرماں برداری سے کہا۔

''مجھے ان کے بارے میں سب کچھ بتاؤ کہ وہ کہاں ہیں؟'' میں نے حکیمہ لہجے میں

ابالیش لرزنے لگا۔ اس کی جھجک پر میرا اصرار بڑھ گیا۔ وہ مجھے حالات سے پورے طور پر باخبر
رکھنے سے گریز کر رہا تھا۔ آخر میرے اصرار پر وہ بولا۔ ''مقدس جابر۔ ایک نائب کی حیثیت سے میرا
فرض ہے کہ تمہیں ایسے حالات سے لاعلم رکھوں جو تمہاری پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں۔''

''مگر یہ لاعلمی میرے لیے خطرناک ہوسکتی ہے۔ مجھے سب کچھ بتاؤ۔''

''ابالیش کی زندگی اپنے آقا کے لئے وقف ہے۔ جب بھی کوئی ایسا موقع آیا، ابالیش تمہیں قبل
از وقت حالات سے باخبر کردے گا۔''

''تم نے کالاری کو خطرے سے آگاہ کیوں نہیں کیا؟''

''میں نے اس سے کہا تھا اور وہ خود مجھ سے بہتر جانتا تھا لیکن شاید اس سے برگزیدہ طاقتیں
روٹھ گئی تھیں، ہر ترکیب بے کار ثابت ہوئی۔'' ابالیش نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے مگر میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ بات کیا ہے جو تم مجھ سے چھپا رہے ہو؟''

ابالیش میری بات سن کر کسی گہری فکر میں غلطاں ہوگیا۔ چند لمحے وہ کسی ذہنی انتشار کا شکار رہا۔
پھر کہنے لگا۔ ''اے مقدس آقا! تم پر اقابلا کی برکتیں نازل ہوں، میں ابھی یہ راز سینے میں دفن رکھنا چاہتا
تھا لیکن تمہارے حکم سے سرتابی ممکن نہیں ہے۔ دراصل سرنگا اور سریتا نے شوالا سے گٹھ جوڑ کرلیا ہے۔
سرنگا شوالا کے ہاں مہمان ہے۔''

شوالا کا نام سن کر مجھے سسورال کی باتیں یاد آگئیں اور فلورا کی یاد بھی تازہ ہوگئی۔ فلورا جس کی
خاطر یہ تمام مصائب مجھ پر ٹوٹے تھے۔ قسمت نے کہاں سے لاکر کہاں پھینک دیا تھا۔ حالات کے
تحت میں فلورا کے لئے کچھ نہ کرسکا مگر اب جب کہ میرا اور شوالا کا رتبہ مساوی تھا۔ میرے لیے یہ خیال
ہی ناقابل برداشت تھا کہ فلورا کسی اور کی قید میں ہو۔

میرے چہرے پر جلال کے آثار دیکھ کر ابالیش نے کہنا شروع کیا۔ ''آقا شوالا تمہاری سرداری
کے جشن میں شریک نہیں ہوا تھا۔ اس نے تمہارا یہ عہدہ خوش دلی سے قبول نہیں کیا۔ تمہاری وجہ سے اس
کی دو خوبصورت داشتائیں توشا اور نیری موت کی بھینٹ چڑھ گئیں، اگر تمہارے پاس مقدس جارا
کاکا کی کھوپڑی نہ ہوتی تو وہ تمہیں کبھی کا اپنے عتاب کا نشانہ بنا چکا ہوتا۔ اب شوالا نے سرنگا کو اپنے
مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے۔ سرنگا کے پاس ایک دیوی کی طاقت موجود ہے جس نے سریتا کو
کالاری کی ہوس سے بچایا تھا۔ سرنگا شوالا کے قریب رہ کر یہاں کی کالی طاقتوں کا راز جاننا چاہتا ہے،
شوالا اپنی مکاری سے کام لے کر سرنگا کو اس بات پر اکسانا چاہتا ہے کہ وہ تمہیں ہلاک کر کے تمہارے
بجائے خود بستی کی سرداری کا شرف حاصل کرے، ساتھ ہی وہ سرنگا کی دیوی کی طاقت کا راز جانا چاہتا
ہے۔ اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوگیا تو وہ عظیم قوتوں کا مالک بن جائے گا۔''

''ابالیش ..... میری زندگی میں یہ ناممکن ہے، شوالا کا یہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہو
چاہتا ہوں کہ فلورا کو شوالا سے چھین لیا جائے۔ رہا سرنگا کا مسئلہ تو میں اُس ہندی بوڑھے کو سمجھا
میں نے غصے سے کہا۔

''آقا۔ آقا۔'' ابالیش میرا فیصلہ سن کر پریشان ہوگیا۔ ''اپنا یہ ارادہ دل سے نکال دیجئے
کی سرکوبی فی الحال ممکن نہیں ہے۔ وہ اپنے جسم پر بے شمار آنکھیں رکھتا ہے۔ اس پر مقدس اقابلا
ہے۔ اگر بستی کی حد بندیوں کی خلاف ورزیوں کا خوف نہ ہوتا تو شوالا اب تک تمہارے نزدیک
ہوتا۔''

''میں شوالا سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''اسے فلورا کو ہر
میرے حوالے کرنا ہوگا۔''

''فلورا کے لئے کسی مناسب موقع کا انتظار کرو۔ حالات ابھی تمہارے حق میں سازگار
ہیں۔ جب تک عظیم اقابلا تمہیں ملاقات کے شرف سے سرفراز نہیں کرتی اس وقت تک تمہیں
محتاط رہنا ہوگا۔''

''مقدس اقابلا سے ملاقات کی کیا صورت ہوسکتی ہیں؟ میں اسے دیکھنے کے لئے
ہوں۔ میں نے اس کی عظمت کے بارے میں اتنا کچھ سنا ہے کہ اب اشتیاق اور زیادہ ہوگیا
میں نے تیزی سے کہا۔

''اس سلسلے میں کاہن اعظم بھی تمہاری مدد نہیں کرسکتا۔ وہ اپنی مرضی کی مختار ہے۔ البتہ
ضرور جانتا ہوں کہ وہ بستی کے سرداروں کو اپنے دیدار کی عزت ضرور تقسیم کرتی ہے۔''

ابالیش کے جانے کے بعد میں کچھ اور نہ سوچ سکا۔ سرنگا اور شوالا کی سازباز کے انکشا
میرا خون اور گرما دیا۔ دانش مندی کا تقاضا یہ تھا کہ میں سمورال اور ابالیش کے مشوروں پر عمل
لیکن شوالا کا کانٹا دل سے نہیں نکلتا تھا۔ میں اس جزیرے پر اپنے ساتھ ایک دوسرے وحشی
مرد سب شخص کی برتری کیسے برداشت کرسکتا تھا؟

دو روز تک میں نے اپنی جھونپڑی سے باہر قدم نہیں نکالا۔ تیسرے روز میں باہر جانے
تیار ہوا تو ترام ابالیش کی طرح ناصح بن کر سامنے آئی۔ اس نے شوالا کا خیال دل سے نکال
وہی فرسودہ مشورہ دیا جو میری چڑ بن گیا تھا۔ اس نے مجھے شوالا کی طاقت سے خوف زدہ کیا لیکن
شوالا کو کوئی مہلت دینا نہیں چاہتا تھا۔ جب سے فلورا کا خیال آیا تھا سکون مفقود ہوگیا تھا۔
ترام کو فلورا کے سلسلے میں تمام سرگزشت سنائی پھر بھی وہ مصر رہی کہ میں شوالا کے سلسلے میں
سے کام نہ لوں، آخر ہم دونوں میں یہ طے پایا کہ ہم شوالا کو اپنی بستی میں مدعو کریں۔

اس طرح اس کی نفرتیں اور عزائم جاننے کا ہمیں ایک موقع مل جائے گا اور اگر بات آگے بڑھی
ں سے فلورا کی واپسی کی بھی درخواست کی جائے گی۔ ترام اور ابالیش نے مجھ سے یہ وعدہ لیا کہ
ں بستی میں شوالا کی آمد پر اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اسے عظیم مہمان کی طرح
ں آمدید کہا جائے گا اور خوش دلی سے رخصت کر دیا جائے گا کیونکہ اقابلا کے جزیرے پر مہمانوں
ساتھ فیاضانہ سلوک کرنا چاہئے۔ اگر کوئی اس کے برعکس کرتا ہے تو اقابلا اس سے ناراض ہو جاتی
میں مطمئن تھا کہ میں اپنی گفتگو اور سیاسی سوجھ بوجھ، تدبر اور ایک برتر تہذیب کے پروردہ شخص
حیثیت سے شوالا کو زیر کرلوں گا۔ جب سے میں نے سرداری کی مسند سنبھالی تھی، میرا ذہن خود بخود
ئی انداز میں سیاسی پہلوؤں پر غور کرنے لگا تھا۔ اپنے اقتدار کی مضبوطی کے لئے منصوبہ بندی،
ے ابھرتے ہوئے نوجوانوں پر کڑی نظر رکھنا، رعایا سے ایک خاص قسم کی دوری برقرار رکھنا، اپنے
م کے بارے میں رازدارانہ طور طریق برتنا میرے معمولات تھے۔ میرا خیال ہے جب آدمی کو کوئی
ے داری سونپی جاتی ہے تو وہ خود بخود اس کے متعلق دور رس باتیں سوچنے لگتا ہے۔ مجھے خود اپنے
تغیر پر حیرت تھی۔ یہ بردباری، یہ سنجیدگی، یہ وقار، یہ صفات میرے ہاں کبھی نہ تھیں۔

دوسرے دن شام کو جب میں جھونپڑی میں بیٹھا شوالا کی آمد کا منتظر تھا۔ میرا محافظ بندر کا ہو
ملتا ہوا اندر داخل ہوا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر باہر کی جانب اشارہ کرنے لگا۔ اس کی حرکت میں
رار تھا۔ میں ابھی باہر جانے کا ارادہ کر رہی رہا تھا کہ ابالیش اندر داخل ہوا اور دونوں ہاتھ گردن پر
ھ کر دوزانو ہوگیا۔ ''مقدس جابر! مقدس شوالا تم سے ملاقات کے لئے باہر موجود ہے۔''

''شوالا!'' میں ایک جھٹکے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ''وہ تنہا ہے یا کچھ اور لوگ بھی اس کے ساتھ
ہیں؟''

''مقدس شوالا تنہا ہے میرے آقا!'' ابالیش نے جواب دیا۔

''اسے عزت سے اندر لے آؤ۔'' پھر میں نے تالی بجائی۔ کنیزوں کا ایک ہجوم کمرے میں جمع
ہوگیا۔ میں نے اُن سے شراب لانے کے لئے کہا اور ایک کنیز سے اس رقص کی فرمائش کی جو میں نے
سے بطور خاص سکھایا تھا۔

ابالیش آہستگی سے اُٹھا اور اُلٹے قدموں جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ کاہو اُچھل کر میرے
ندھوں پر بیٹھ گیا۔ ترام میرے قریب موجود تھی، وہ اٹھ کر اندر چلی گئی۔ چند لمحوں بعد جب ابالیش
ر داخل ہوا تو اس کے ساتھ میرا حریف شوالا تمام تر نخوتوں، تمام تر احتشام اور رعونت سے موجود تھا۔
ما نے اسے غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں، میں نے اپنے لیے حقارت کا جذبہ محسوس کیا۔ اس
ا ایک ایک حرکت اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ خود کو مجھ سے برتر سمجھ رہا ہے۔ اس کا برتاؤ ایک

ہم رتبہ سردار کے شایان شان نہیں تھا۔ میرا گرم خون ایک ہی اشارے میں اپنے اس کینہ خصا
کو ہلاک کرنے کے لئے کھولنے لگا لیکن سموارال، ترام اور ابالیش کی ہدایتوں نے مجھے
میرے کمرے کی زیبائش دیکھ کر مسکراہٹ اس کے لبوں پر چھا گئی اور اس نے میری کنیز
طائفے کی طرف دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا۔ میں نے رقص کرتی ہوئی کنیز کو اشارہ کیا کہ وہ
خدمت میں شراب پیش کرے۔ اور اس نے رقص کرتے ہوئے شوالا کو ایک جام پیش کیا جو
کے بستر پر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی کینہ توز نظریں اب میرے چہرے پر کچھ تلاش کر رہی تھیں، ا
اس کے جزیرے میں اس کا ہم رتبہ بن گیا تھا۔ ظاہر ہے یہ تلخ گھونٹ اتنی آسانی سے اس
سے نہیں اتر سکتا تھا۔ ابالیش ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔ کاہو میرے کاندھے پر سہما ہوا بیٹھا تھا
آمد کے بعد اس نے اچھلنا کودنا بند کر دیا اور شوالا کے جسم پر لہراتے ہوئے حشرات الارض
زدہ ہونے لگا۔

''مقدس شوالا۔'' میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔ ''میں ایک سردار کی حیثیت سے تمہیں اپ
حدود میں خوش آمدید کہتا ہوں۔''

''مجھے تمہاری سرداری کی اطلاع مل گئی تھی مقدس جابر!'' شوالا نے پیشانی پر بل ڈا
''لیکن میں جنگل میں اپنی مصروفیت کے سبب تمہارے جشن میں شریک نہ ہو سکا۔''

''بہر حال مجھے خوشی ہے کہ اب تم یہاں آئے ہو، ہمارے درمیان جو تلخیاں پیدا ہو گئی
اب نظر انداز کر دینا چاہئے اور نئے سرے سے دوستی کی تجدید کرنی چاہئے۔ اب ہمارا
ہے۔'' میں نے نپے تلے الفاظ استعمال کیے۔

''ہاں۔'' شوالا نے زہر خند سے کہا۔ ''جزیرہ توری میں یہ انقلاب حیرت انگیز ہے مگر
ہے۔ یہ وقتی باتیں ہیں۔''

''کیا تمہیں کالاری کی جگہ مجھے مسند نشین دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی؟'' میں نے
دریافت کیا۔

شوالا نے شروع ہی میں مغائرت کی فضا پیدا کر دی تھی۔ میں بہت مشکل سے اپنی ز
پا رہا تھا۔

''مقدس اقابلا محترم ہے، اس کے فیصلوں پر کوئی نکتہ چینی نہیں کر سکتا۔'' شوالا نے
میں کہا۔ پھر میرے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے بولا۔ ''تم نے مجھے یہاں کس مقصد سے
ہے؟''

''میں جزیرے توری کے ایک سردار سے مفاہمت پیدا کرنا چاہتا ہوں، ہم دونوں

در ہے تو یہ جزیرے کی بھلائی ہوگی۔ میں تم سے چند اہم باتیں کرنے کا متمنی تھا۔'' میں نے سفارتی
ز میں کہا۔

''یہ تو ٹھیک ہے۔'' شوالا کی نفرت میں کمی نہیں آئی۔ ''مجھے تعجب ہے کہ تمہیں اس کی اہمیت کا
اس جلد ہونے لگا۔''

''جو باتیں باہمی مشوروں سے طے ہو جائیں وہ بہتر رہتی ہیں۔'' میں پینترا بدل کر بولا۔

''تم شوالا سے کس قسم کے مشوروں کے خواہاں ہو؟'' شوالا بیزاری سے بولا۔ ''میں معزز سردار
کو آگاہ کرتا ہوں کہ شوالا اسے کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔''

شوالا کہیں سے بھی بات شروع کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا۔ میں نے ٹھنڈے دل اور سرد
میں اسے شیشے میں اتارنے کی کوشش کی لیکن اس کا توہین آمیز رویہ نہیں بدلا۔ جلد ہی مجھے اندازہ
یا کہ اس سرکش سے مفاہمت ناممکن ہے۔ اس بے ہودہ شخص سے اب دوسرے انداز میں بات
نی چاہئے۔ مجھے صرف اتنا خیال تھا کہ وہ میری دعوت پر یہاں آیا ہے۔ میں نے رسمی باتیں بالائے
ن رکھ کر براہ راست اصل مقصد کی جانب اشارہ کیا۔ ''مقدس شوالا! میں تم سے فلورا کے متعلق گفتگو
نا چاہتا تھا۔''

''فلورا!'' شوالا اس کا نام سنتے ہی اُچھل کر اس طرح کھڑا ہو گیا جیسے اسے کسی بچھو نے ڈنک مار
ہو۔ وہ شدید غصے اور نفرت کے لہجے میں بولا۔ ''معزز جابر! تمہیں سرداری کے آداب نہیں آتے۔
ل مرضی کے بغیر میری شوشی (داشتہ) کا نام لے کر تم نے میری توہین کی ہے، تمہیں اپنے اس بے
رویے کی معافی مانگنی ہوگی۔ شوالا پسند نہیں کرتا کہ اس کی ذاتی زندگی میں کوئی دوسرا شخص مخل ہو، یہ
سرداری توہین ہے۔''

''مقدس شوالا! فلورا میری محبوبہ تھی تم نے زبردستی اپنی طاقت اور اقتدار کے بل پر اسے اغوا کیا
۔'' میں نے حتی الامکان اپنے طیش پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''فلورا پہلے صرف میری محبوبہ تھی، لیکن
وہ جزیرہ توری کے ایک معزز سردار کی عزت اور وقار کا مسئلہ بن گئی ہے، میں چاہتا ہوں یہ مسئلہ
انی سے طے ہو جائے۔''

''معزز جابر! فلورا کو میں نے اس وقت حاصل کیا تھا، جب تم اس جزیرے میں ایک قیدی کی
یت رکھتے تھے، تم نے ہماری سرزمین پر آنے کی گستاخی کی تھی، مقدس اقابلا محترم ہے۔ اس کے رحم
م نے تمہیں سرداری بخش دی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم ایک قدیم اور معزز سردار شوالا کو
طرح للکارو۔''

''میں صرف فلورا چاہتا ہوں۔ کیا تم اسے واپس کرو گے؟ یا تمہارا جواب نفی میں ہے؟ اس کے

سوا مجھے تم سے کوئی عناد نہیں۔'' میں نے درشت لہجے میں کہا۔

''ہواُو ہواُو.....'' غیظ وغضب کی حالت میں شوالا کی گردن میں رعشہ پیدا ہوا اور ا سے عجیب قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ مجھے اعتماد تھا کہ میری بستی کی حدود میں وہ مجھے کوئی نق پہنچا سکتا۔ اس کا یہ تمام طیش اور جلال، یہ حقارت اور نفرت بے سود تھی۔

چنانچہ میں نے تلخی سے اُسے مخاطب کیا۔ ''حالات سے تمہیں سبق سیکھنا چاہئے۔ مقد ایک اجنبی تمہاری بستی کا سردار ہے۔ تمہارا واسطہ مہذب دنیا کے ایک فرد جابر بن یوسف ا ہے۔ شاید تم غلطی کر رہے ہو۔ شاید تمہیں اس وقت احساس ہو جب پانی سر سے اونچا ہو جا اپنے معزز مہمان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ سختی کے بجائے نرمی کا رویہ اختیار کرے۔''

''معزز جابر!'' شوالا نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہا۔ اس کے کڑے جھنجھنا اٹھے۔ ''ایک دوسرے سردار شوالا کے ساتھ دعوت مبارزت ہے، اقابلا کی قسم آج تک کسی سردار نے سردار سے اس انداز میں گفتگو نہیں کی۔ یہاں خون ریزی ہوگی۔ میں مقدس اقابلا سے کہو اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔''

''اور سنو شوالا! سرنگا تمہارے کسی کام نہیں آسکے گا، وہ ہندی بوڑھا گدھا اپنی غرض آیا ہے۔'' میں نے شوالا کو بھڑکانے کے لئے کہا۔ ''سریتا کے معاملے میں تم کچھ نہیں کر سکتے جس کی تم تمنا کر رہے ہو تمہارے ہاتھ نہیں آسکتی۔ تمہیں کالاری کے انجام سے عبرت ہ چاہئے۔'' میں نے شعلہ بیانی کی۔

شوالا کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی شیر کی طرح دہاڑا۔ پھر اس نے ایک جست لگا جھونپڑی سے آناً فاناً نکل گیا۔ میں اس کے تعاقب میں باہر نکلا لیکن شوالا اپنی کالی طاقتوں میری بستی کی حدود سے باہر نکل چکا تھا۔ مجھے شوالا سے گفتگو کر کے مسرت ہو رہی تھی۔ جھو واپس جاتے ہوئے ابالیش کے سراسیمہ اور متوحش چہرے پر میری نظر پڑی تو وہ ہکلا کر ''مقدس جابر! تم نے شوالا کو چھیڑ کر تدبر کا ثبوت نہیں دیا وہ انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے

''ابالیش۔'' میں نے تیز اور خشک لہجے میں کہا۔ ''ایک سردار کی حیثیت سے میں ا کے لئے کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔ شوالا کے سلسلے میں، میں نے یہ رویہ سوچ سمجھ ہے۔''

ابالیش نے مجھے حیرت کی نظروں سے دیکھا پھر مؤدبانہ واپس ہو گیا۔ میں اپنی جگہ مط فلورا کے سلسلے میں شوالا سے جو تلخ و تند گفتگو ہوئی ہے وہ دوررس اثرات کی حامل ہوگی۔ فیصلے کئے تھے وہ آہنی اور ٹھوس چٹانوں کی طرح اٹل تھے۔ جھونپڑی کے اندر ترام میری منتظ

پریشان دکھائی دے رہی تھی لیکن اس نے اس وقت مجھ سے نہیں کہا۔ غالباً وہ میرے ارادوں گاہ ہو چکی تھی کیونکہ وہ بہر حال کاہن اعظم کی بیٹی تھی۔

دو روز اسی طرح گزر گئے، کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا۔ دو روز تک مجھے شوالا کو شکست کے وسائل کی تلاش کرنے میں خاصا وقت مل گیا۔ میں نے سکون سے کئی منصوبے بنائے۔ اس ے میں ترام کی حیثیت ایک خاموش تماشائی کی رہی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کسی آنے والے ے کی بو محسوس کر رہی تھی لیکن میں نے اس کی کوئی دل جوئی کرنی مناسب نہیں سمجھی۔ تیسری رات وہ میرے پہلو میں دراز میرے قرب کے اعتماد میں تھی، بولی۔ ''تم نے کاہن اعظم کی ہدایتوں پر ہ کر کے اچھا نہیں کیا مجھے ڈر ہے کہ حالات پھر تمہارے خلاف نہ ہو جائیں۔''

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''اے جنگلی دوشیزہ! ہمارے ہاں شطرنج کا ایک کھیل کھیلا جاتا ہے۔ وہ ناشے سے مشابہ ہے جو اس جزیرے میں ہم دونوں کے مابین جاری ہے۔ تم ہراساں نہ ہو۔ ت کی کروٹیں ہمیشہ منفی اثرات مرتب نہیں کرتیں۔ خطرے مول لیے بغیر زندگی میں کامیابی نہیں ۔''

''مجھے اجازت دو کہ میں کچھ کہوں..... تم سمجھ نہیں سکتے مقدس سردار جو میں دیکھ رہی ہوں۔'' نے میرے سینے میں سماتے ہوئے کہا۔ ''کاش میں تمہیں کاہن اعظم کی تربیت یافتہ بیٹی ہونے ناطے کچھ بتا سکتی۔''

''کیا تمہیں کوئی خطرہ لاحق ہے؟'' میں نے تشویش سے کہا۔

''عظیم قوتیں..... برتر قوتیں معزز جابر۔'' ترام نے سہمے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ ش میں تمہیں کچھ بتا سکتی۔ مجھ پر اپنے قبیلے اور ایک سردار کی بیوی ہونے کی حیثیت سے کچھ ں عائد ہیں، میں وہ حدود پھلانگنے کی ہمت نہیں کر سکتی میں تمہیں اتنا ضرور بتاؤں گی کہ ں.....''

وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔ اس سے قبل کہ وہ کوئی انکشاف کرتی، اُس کی آواز حلق میں بیٹھ گئی۔ پھر ی مچھلی کی طرح تڑپ کر میرے بازوؤں سے نکلی۔ اسے کوئی کھینچ رہا تھا، کوئی غیر مرئی طاقت۔ ے بازوؤں کے حلقے سے نکل کر وہ پیال کے بستر پر شدید کرب کے عالم میں تڑپنے لگی۔ پھر ت ہوگئی۔ میں نے اس دہشت ناک افتاد پر دھڑکتے ہوئے دل سے اس کی نبض ٹٹولی اس کا تنفس ی تھا۔ میں تیزی سے اُٹھ کر باہر کی جانب لپکا۔ ترام کو فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت تھی لیکن جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں پہنچتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔ وہ دوشیزہ ژولین میرے سامنے ی تھی جو حسن میں بے مثال تھی اور جسے میں ایک غار میں آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں غائب

ہوتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ اسے دوبارہ اپنی نگاہوں کے سامنے زندہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ میر کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

''جابر!'' ژولین نے سرد لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''ترام اپنی سزا کو پہنچ گئی ہے، وہ اپ حدود پھلانگنے کی حماقت نہیں کرے گی۔ اس کی سزا میں رعایت کی گئی ہے۔''

''ترام کو سزا دی گئی ہے؟'' میں نے تعجب سے کہا۔ ''مگر کس کی طرف سے؟''

''مقدس اقابلا کی طرف سے۔''

''مقدس اقابلا؟'' میں نے حیرت سے ژولین کو دیکھا۔ اقابلا کا نام سن کر میرا قلب یہ کہیں معدوم ہونے لگا۔ میں نے دیوار کا سہارا لے لیا اور اپنے منتشر اعصاب یکجا کرنے کی کوشش کی، مجھے اپنے اعصاب پر غنودگی طاری ہونے کا احساس ہونے لگا۔

''مقدس اقابلا نے تمہیں طلب کیا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔''

یہ ژولین کی آواز کا سحر تھا یا کسی پُراسرار قوت کا کرشمہ کہ میں اعصابی طور پر بالکل ماؤف ژولین کا ہیولا آہستہ آہستہ دھندلا ہو رہا تھا۔ میری نظروں کے سامنے ہر طرف دھند ہی دھند پھ تھی، میرے قدم خود بخود حرکت کرنے لگے لیکن اس دھویں میں کوئی چیز صاف نظر نہیں آ رہی تھی اپنے چاروں طرف دھند کے بادل پھیلتے ہوئے نظر آئے اور میرے قدم میرے ارادے خود بخود متحرک ہو گئے۔ پھر ایسا ہوا کہ بصارت نے ہر طرف اندھیرا محسوس کیا۔ کوئی عجیب سحر کی تکان تھی، نہ وقت گزرنے کا احساس ہوتا تھا۔ ہاں میں چل رہا تھا۔ زمین پر نہیں۔ قدموں کسی سخت چیز کا گمان نہیں ہوتا تھا لیکن میں برق رفتاری سے چل رہا تھا۔

جب کہر چھٹی فضا رفتہ رفتہ صاف نظر آنے لگی۔ اب ہم دونوں ایک روشن غار میں تھے۔ چوڑا اعلیٰ درجے کی تراشی ہوئی دیواروں کا غار تھا۔ غار میں دونوں طرف مشعلیں جل رہی تھ راستہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ میرے دل پر خوف کا غلبہ تھا اور میں اقابلا کی عظمت و جلال کا غیر احساس لیے آگے بڑھ رہا تھا۔

جب وہ طویل راستہ ختم ہو گیا تو ژولین ایک عالی شان دروازے کے سامنے جا کر رک اس نے کسی غیر زبان میں چند جملے ادا کیے۔ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ میرا خیال تھا کہ اندر ایک عریض محل ہوگا۔ سنگ مرمر کے بنے ہوئے در و بام ہوں گے، فنکاری کے نادر نمونے دیکھنے کو ملیں اور ژولین کی اقامت گاہ سے کہیں زیادہ پُرشکوہ، کہیں زیادہ عظیم الشان کوئی محل ہوگا۔ جب داخل ہوئے تو مجھے اپنے تصور کی کم مائیگی کا احساس ہوا۔ میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ میں لیلہ کی داستانوں میں ان پرستانوں کا حال صرف پڑھا تھا۔ وہ میرے تصور اور میری نگاہ کی

کہیں زیادہ شاندار اور پُرجلال جگہ تھی۔ ژولین کو دیکھ کر خوب صورت لڑکیوں کا ایک ہجوم اس کے منے جھک گیا اور ژولین نے ہاتھ کے اشارے سے ان کی پذیرائی سراہی۔ ہر طرف خوبصورت در ار تھے اور نیلے، ادوے، آسمانی، سرخ، پیلے رنگ کے بادل دروں سے ہم آغوش ہوئے جا رہے ۔ یہ منظر ایسا رومانی اور افسانوی تھا کہ میں مبہوت ہو گیا اور آنکھیں پھاڑے ایک ایک چہرے کا زہ لینے لگا۔ ژولین بے نیازی سے اُس بڑے کمرے سے گزر گئی اور ہم ایک چھوٹی سی راہداری عبور کے ایک وسیع ہال میں داخل ہو گئے۔ ہال کے درمیان میں ایک حوض تھا اور دیواروں پر دیوتاؤں مجسمے ایستادہ تھے۔ ہال کے سامنے والی دیوار پر مقدس جارا کا کا کی کھوپڑی کا ایک مجسمہ نصب تھا۔ اگر وہاں کے فن تعمیر کی دل کشی اور خوبی کا احوال بیان کرنے بیٹھوں تو کتابیں جمع ہو جائیں۔ ے ہال میں مجھے دو ننگ دھڑنگ حبشی ایک اونچی کرسی کے گرد نظر آئے۔ یوں اس ہال میں ان دو سوا اور کوئی شخص موجود نہیں تھا۔ یہ اتنا بڑا ہال تھا کہ اس میں آسانی کے ساتھ تیس چالیس ہزار آدمی سکتے تھے۔ یہ سارا ہال سنہرا تھا اور بلاشبہ سونے کا معلوم ہوتا تھا۔ اونچی کرسی بھی سنہری تھی اور اس ، دونوں ہتھوں پر نیولے کھدے ہوئے تھے۔ میں نے حیرت سے آنکھیں گھما کر اس ہال پر نظر ل۔ اقابلا کے جلال و جمال کا رعب میرے دل و دماغ پر کچھ اور مسلط ہو گیا لیکن میں نے اپنا خوف ہ ذہن گرفت میں رکھا۔ ژولین نے ایک زنجیر پکڑ کر زور زور سے ہلائی۔ ہال میں چاروں طرف ٹیوں کا دل نشیں شور گونج گیا۔ پھر اچانک یہ گھنٹیاں بجنی بند ہو گئیں اور ہال کے ایک کونے سے حسین و جمیل لڑکی برآمد ہوئی۔

اب کس کس کے حسن کا تذکرہ کروں اور قدرت کی صناعی کی داد کن الفاظ میں دُوں۔ وہ سراپا لکت لڑکی اپنے سرخ بالوں کے ساتھ بیروت اور یورپ کے کسی کلب میں نظر آ جاتی تو اہل شہر پاگل جاتے اور سڑکوں پر خون بہنے لگتا۔ ژولین نے اس کے سامنے سر جھکا دیا اور اس نے مجھے ایک دل ز تبسم کے ساتھ انگلی کا اشارہ کیا۔ میں نے کچھ سوچ کر سر نہیں جھکایا مگر اس کے اشارے پر دائیں نب مڑ گیا۔ وہ مجھے ایک دروازے سے اندر لے گئی۔ اندر کمروں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ خوب ورت آرائشی محرابیں، رنگ، موسیقی، حسین لڑکیاں، حوض، فوارے ایک عجب چہل پہل۔ ہر طرف ش رہا نظارے، ہر طرف حسن میں اس حسن و جمال کا حق ادا نہیں کر رہا ہوں۔ میں اچٹتی اُچٹتی ں بیان کر رہا ہوں۔

آخر مجھے ایک کمرے میں روک دیا گیا۔ یہ کمرہ دوسرے کمروں سے مختلف تھا۔ سونے کے در یوار پر جانوروں اور دیوتاؤں کی شکلیں اُبھاری گئی تھیں۔ فرش بھی اتنا گداز تھا کہ پیر زمین میں دھنسے ات تھے۔ پورے کمرے میں اعلیٰ نوادر ہمارے ہاں سے مختلف قدیم طرز کا فرنیچر موجود تھا۔ یہ سارا

سازو سامان گزرے ہوئے کسی عظیم دور کی یاد دلاتا تھا۔ کمرے میں نیلگوں روشنی کی ٹھنڈ
شعاعیں فضا کو سحر آگیں اور کیف آور بنا رہی تھیں۔ وہی بادلوں کا منظر، رنگ رنگ کے بادل ج
دیواروں پر امنڈ رہے تھے۔ میں ششدر تھا کہ میں کہاں آ گیا ہوں، میں اس شیش محل میں ا
تھا جسے جنگل سے لا کر قید کر دیا گیا ہو۔ جو چیز دیکھتا وہ انسانوں کے دست صناعی سے ماورا
عقل حیران تھی کہ اس زندگی میں یہ سب کس طرح دیکھا جا سکتا تھا۔ میں اس طلسمی ماحول کے
پوری طرح کھو چکا تھا کہ ایک ترنم ریز آواز کمرے کے چاروں کونوں سے گونجتی ہوئی ابھری۔
ساتھ آنے والی لڑکی رخصت ہو گئی۔

''جابر بن یوسف الباقر! اس وقت تم اقابلا کے قصر میں ہو۔''

میں نے گھبرا کر چاروں سمت نظر دوڑائی۔ اس نسوانی آواز کا کوئی ایک رخ نہیں تھا۔
گونج ہر سمت تھی اور فصیح و بلیغ عربی میں گویا تھی۔

''مقدس اقابلا کا غلام اس کی طلبی پر حاضر ہے۔'' میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا اور ا
جسم ادب سے جھکا دیا۔

''تم یہاں بے خوفی سے گفتگو کر سکتے ہو۔'' وہ شیریں آواز گونجی۔

''میں اس سعادت کے لئے مقدس اقابلا پر اپنی جان پیش کر سکتا ہوں۔'' میں ۔
فصاحت سے کہا۔

میں نے خود کو سمجھایا کہ جابر اپنے آپ کو سنبھالو۔ تم کبھی یہاں کے اسرار سے واقف
گے۔ کاہن اعظم سمورال نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ تاریک براعظم کا یہ علاقہ اقابلا کے طلسم
ہے۔ اس آواز میں شاہانہ جلال تھا لیکن اس مختصر عرصے میں میرے اندر خاصا اعتماد آ گیا تھا اور
زیادہ مکمل، جامع اور دل کش جواب دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری فتح
شجاعت اور اعتماد میں مضمر ہے۔ ابھی تک مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ مقدس اقابلا نے مجھ
طلب کیا ہے؟ لیکن ظاہر ہے یہ سوال کرنے کی جرات کر کے میں کوئی خطرہ مول نہیں لے
ہاں وہ قصر دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں نے مقدس اقابلا کی سلطنت اور اقتدار کا تخمینہ لگا
غلطی کی تھی۔

''جابر بن یوسف! کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں شرف باریابی سے کیوں نوازا گیا ہے؟'' ا
نے مجھے مخاطب کیا۔

''کاہن اعظم سمورال نے مجھے بتایا تھا کہ مقدس اقابلا اپنے ہر سردار کو اس اعزاز سے
ہے۔'' میں اس مبارک موقع کا منتظر تھا لیکن اگر مجھے اجازت دی جائے تو عرض کروں کہ

مقدس اقابلا کے حضور میری طلبی کا مقصد اس اعزاز کے سوا کچھ اور بھی ہے؟'' میں نے جرات
کہا۔

''اس کی وضاحت کی جائے۔'' شیریں آواز نے دبدبے سے پوچھا۔

''آسمان مقدس اقابلا کے ساتھ رہے۔'' میں نے شائستگی سے کہا۔ ''یقیناً غلام سے کچھ غلطیاں
شعوری عالم میں سرزد ہوئی ہیں، یہ اجنبی اس مملکت حسن و اسرار کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔
اس نے فرار کی کوشش کی۔ پھر یہاں کے رسم و رواج کے خلاف اس سے کچھ ناروا حرکتیں سرزد
ئیں لیکن جب اسے مقدس اقابلا کی عظمت کا عرفان ہوا تو وہ اس کا مطیع ہو گیا اور اس کے بعد سے
اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔ مگر اسے یقین ہے کہ مقدس اقابلا اس کی سادہ دلی
وں کر رہی ہو گی کیونکہ اس سے کوئی بات مخفی نہیں رہتی۔ اس اجنبی کے دل میں اب کوئی شر نہیں
ہے۔''

''ہم نے سنا تھا تم ایک ذہین آدمی ہو۔ اس سلطنت میں اجنبی برداشت نہیں کیے جاتے۔ تم وہ
ے اجنبی ہو جو زندہ ہو اور جزیرہ توری کے ایک حصے کے سردار بھی بنا دیے گئے ہو۔ یہ اعزاز آج تک
ی اجنبی کو حاصل نہیں ہوا۔'' دلکش آواز نے اس بار کسی قدر نرمی سے مخاطب کیا۔

''مجھے اندازہ ہے میرے ساتھ کچھ رعایتیں کی گئی ہیں۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''نہیں..... تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی گئی۔'' آواز کے لہجے میں برہمی تھی۔ ''اس
تے میں وہی شخص سرفراز رہتا ہے جو ذہین اور شجیع ہو۔''

''میں اس کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن میں زندہ رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہی کوشش مجھے اس مقام
ے لے آئی کہ میں آج اقابلا کے حضور حاضر ہوں۔ میری یہ درخواست ہے کہ اگر آداب شاہی کی
اکت و لطافت پر کوئی بات گراں گزرے تو مجھے ایک اجنبی سمجھ کر معاف کر دیا جائے، ایسے دلکش
ارے، یہ خوبصورت در و بام، اتنی شیریں آوازیں اور یہ نظر فریب ماحول۔ میں ایک اجنبی ان سب کا
مل نہیں ہو سکتا۔ میری زبان اپنا مقام بھول سکتی ہے۔'' میں نے اور جرات سے کام لیا۔ ''میں
ک سکتا ہوں۔''

میرے اس جملے پر نقرئی گھنٹیوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ اس کا لطیف قہقہہ اس بات کا ثبوت تھا
کہ میری شیریں بیانی نے اس پر اچھا اثر مرتب کیا ہے۔ وہ پھر کہنے لگی۔ ''تمہیں بے باکی سے گفتگو
رنے کی اجازت دی گئی ہے لیکن گفتگو کی حدود کا تعین تمہاری ذہانت پر منحصر ہے۔''

''میں اپنے قدموں پر کھڑا رہنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔
مرے میں گونجتی ہوئی آوازیں مجھے سراسیمہ کیے دے رہی ہیں۔ میں مقدس اقابلا کے دیدار سے اپنی

بصارت منور کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی عظیم ملکہ اپنی دیوی کو دیکھنے کی شدید خواہش ہے۔ خو
سے آج یہ موقع ملا ہے۔ غلام کو اپنے دیدار کی سعادت سے بہرہ ور کیجئے۔'' میں نے جھجکتے جھجکتے
''تمہارے اعصاب جواب دے جائیں گے۔ تم تاب نہ لاسکو گے۔''

''میں اپنی دیوی کے جمال افروز دیدار کے بعد مرنا تک پسند کرلوں گا لیکن مجھے اس
جلوے سے محروم نہ کیا جائے۔'' میں نے عاجزی سے کہا۔

''تم سامنے والے تخت پر بیٹھ جاؤ۔'' اس آواز نے مجھ حکم دیا میں فوراً اس تخت پر
میرے بیٹھنے کی دیر تھی کہ میرے سامنے عجیب وغریب تراش کی ایک سنگی میز خود بخود نمودار ہوئی
زدن میں اس پر ایک جگ اور سنہرا پیالہ بھی نمودار ہوگیا۔ ''اسے تم پی سکتے ہو۔''

میں نے تعمیل میں جگ سے وہ مشروب انڈیلا اور اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔ پہلا گھونٹ
ہی مجھے اندازہ ہوا کہ میں روئے زمین کا سب سے نفیس، سب سے معطر اور سب سے شیریں
اپنے حلق میں اُنڈیل رہا ہوں۔ اچانک مجھے طمانیت کا احساس ہوا اور میرا جسم بہت لطیف ہوگیا

''میں اس عزت افزائی کے لئے مقدس اقابلا کا ممنون ہوں۔ کوئی اجنبی اقابلا کا مہمان
کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ یہ مقدس اقابلا کی فیاضی اور رحم وکرم کے سبب ہی ممکن ہے۔'' میں
''تمہاری دنیا اور اس دنیا میں بہت بڑا فرق ہے۔'' دل کش آواز نے سنجیدگی سے کہا۔
کی سمت کا تعین میرے لیے مشکل نہ تھا۔ وہ یقیناً میرے دائیں جانب کوئی دس قدم کے فاصلے

''مجھے اس کا احساس ہے، یہاں ہر چیز مختلف ہے۔ صرف جسمانی ہیئت یکساں ہے
کوشش کررہا ہوں کہ میں خود کو اس علاقے کے مطابق ڈھال لوں۔'' میں نے ادب سے کہا۔

''تمہیں سرداری کے منصب سے نوازا گیا ہے لیکن جو لوگ اپنی حدود پھلانگنے کی جرات
ہیں وہ اپنی تباہی کو دعوت دیتے ہیں۔'' آواز آئی۔

''مجھے اس کا علم ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ ناانصافی مقدس اقابلا کو یقیناً پسند نہ ہوگی
اپنے علاقے میں انصاف اور سکون پسند ہوگا۔'' میں نے سنبھل سنبھل کر کہا۔

''جزیرہ توری اس عظیم سلطنت کا صرف ایک چھوٹا سا علاقہ ہے جس پر دو سردار حکومت
ہیں۔ ہر ایک کے لئے اس کی حدود مقرر کردی گئی ہے اور اسے نظم وضبط کے لئے ماورائی قوتوں
مسلح کیا گیا ہے۔ اس طرح طاقت کا ایک توازن رکھا گیا ہے۔ عموماً ایک سردار دوسرے سر
نہیں الجھتا۔'' آواز نے مدبرانہ انداز میں کہا۔

میں سمجھ گیا کہ میری طلبی کا کیا مقصد ہے۔ یقیناً شوالا نے میری شکایت اقابلا سے کی
اقابلا کو شوالا کے ساتھ میری ملاقات کا حال معلوم ہوگا۔ جب ترام نے مجھے کچھ بتانے کی کوشش

سے سزا دے دی گئی تھی۔ میں تخت پر پہلو بدل کر بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے خشک گلا بھی اسی مشروب
ز کیا۔ ''میں مقدس شوالا کی عزت کرتا ہوں۔ چونکہ مجھے یہاں بے جھجک ہوکر گفتگو کرنے کی
زت مرحمت فرمائی گئی ہے۔ اس لیے میں عرض کروں گا کہ شوالا ایک متکبر، سخت مزاج، سنگدل اور
شخص ہے۔ اس نے ہم اجنبیوں کو سخت اذیتوں میں مبتلا کیا۔ حالانکہ ہم پہلے ہی مصیبت زدہ تھے
بدقسمتی سے ایک جہاز کی تباہی کے سبب ادھر آنکلے تھے۔ اس نے میری محبوبہ فلورا کو میری مرضی کے
اغوا کرلیا اور جب سردار بننے کے بعد میں نے اس سے فلورا کی واپسی کا مطالبہ کیا تو وہ برہم ہوگیا۔
اس نے میرے ساتھی سرنگا اور اس کی لڑکی سریتا دونوں کو اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اس کا مقصد یقیناً
س اقابلا سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔ کیا میں نے ایک سردار کی حیثیت سے فلورا کی واپسی کا ناجائز
البہ کیا تھا؟ میں نے اسے اپنے ہاں بلا کر اس کی عزت کی تھی لیکن وہ کسی اجنبی کو جزیرہ توری کے
ھے پر سرداری کے منصب پر فائز نہیں دیکھنا چاہتا۔'' میں نے پُراثر انداز میں اس کے سامنے اپنا
ف پیش کیا۔

''جابر بن یوسف! اتنی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، تم اس سرزمین پر کیوں آئے اور جہاز
ں تباہ ہوا، یہ تمہاری ظاہر بیں نگاہیں نہیں دیکھ سکتیں۔ وہاں جارا کا کی مقدس کھوپڑی کی بے
تی کی گئی تھی۔ تمہیں بتا دیا گیا تھا کہ اس علاقے میں اجنبی پسند نہیں کیے جاتے، شوالا اور کالاری کو
ر اختیار تھا کہ وہ تمہارے ساتھ جس طرح کا سلوک چاہیں کریں۔ تمہیں معلوم تھا کہ سردار کی حیثیت
ے انہیں رعایتیں حاصل ہیں لیکن تم نے سرکشی اختیار کی۔ تمہاری سرکشی ہی تمہاری زندگی کا سبب بن
ئی۔ تم نے اس عظیم سلطنت کی سربراہ کو اپنی جرات اور بے باکی سے متاثر کرلیا اور تمہارے سلسلے میں
نہیوں کا قانون واپس لے لیا گیا۔ تمہیں سرداری سے نواز دیا گیا لیکن کاہن اعظم نے تمہیں بتایا تھا
کہ شوالا کس حیثیت کا مالک ہے۔'' آواز کا لہجہ تیز ہوگیا۔ ''تمہیں بتایا گیا تھا کہ شوالا کو خاص مراعات
حاصل ہیں۔''

''مجھے معلوم ہے اے مقدس آواز! مگر وہی مراعات جو شوالا کو حاصل ہیں، انہیں میں حاصل کرنا
چاہتا ہوں۔ میری یہ خواہش غیر فطری نہیں ہے جس طرح فرار کی جدوجہد غیر فطری نہیں تھی۔ مقدس
اقابلا کے قوانین بلاشبہ سب سے بالا ہیں لیکن انسانوں کو چند خاص قسم کے جذبوں سے نوازا گیا ہے۔
مجھے یقین ہے کہ مقدس اقابلا بنیادی انسانی جذبے کے محرکات نظرانداز نہیں کرسکتی۔''

''تم اپنی گفتگو جاری رکھ سکتے ہو۔'' آواز نے وقار سے کہا۔

''میرے دل کا راز مقدس اقابلا سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں نے سرداری کے منصب پر فائز
ہونے کے بعد اس جزیرے کے لوگوں کو نئی زندگی سے روشناس کرانے اور انہیں خوش حالی کی طرف

راغب کرنے کی کوشش کی۔ میں ایک مختصر مدت میں ان کی زندگی میں انقلاب لے آؤں گا
یقین ہے کہ مقدس اقابلا مجھے اپنے قرب دل نشیں اور صحبت رنگین سے نوازے گی۔''

''تمہاری باتوں کا کیا مطلب ہے؟'' آواز نے دلکشی سے کہا۔

''میں اس شاندار ایوان اور زیریں ماحول سے کچھ ایسا متاثر اور مسحور ہوگیا ہوں کہ
یہیں گزارنے کو جی چاہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو اس پُر کیف ماحول میں رہنے کی اجازت
لے وہ دنیا کا خوش قسمت شخص ہے، یہاں وہ سب کچھ ہے جسے میرا دل چاہتا ہے۔ یہاں
میری کمزوری ہے۔ یہاں موسیقی ہے جو میری رگ جاں ہلا دیتی ہے۔ یہاں میرے خو
یہاں رنگ ہیں، یہاں بدن ہیں، یہاں خوشبوئیں ہیں، یہاں طاقت ہے، یہاں کیا نہیں
اس آستانے کا غلام بننا چاہتا ہوں۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''تم نے ابھی اس قصر کی سربراہ کا دیدار نہیں کیا ہے۔ پھر تم ایسی باتیں کیوں کر
آواز کے لہجے میں اب دلچسپی کا عنصر نمایاں تھا۔

''میں نے اس جہاں سوز نظارے کا اندازہ لگا لیا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میری درخوا
دی گئی لیکن میں مقدس اقابلا سے مایوس نہیں ہوا ہوں۔ مجھے اپنی بدبختی کا شدت سے احسا
میں آواز کا بدن نہیں دیکھ سکا۔'' میں نے حسرت سے کہا۔

''تم فلورا کو شوالا سے حاصل کرنا چاہتے ہو؟'' اس نے گفتگو کا رخ بدل دیا۔

''ہاں۔ وہ میری محبوبہ تھی۔ اسی کے لئے میں نے یہ طویل سفر اختیار کیا تھا۔ اب وہ
بن گئی ہے۔ میں اسے بلاشبہ شوالا سے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے زور دے کر کہا۔

''لیکن تمہیں ابھی سرداری کے منصب کی منتقلی کے لئے بہت سے امتحانات سے گزر
سیاہ علوم کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔''

''یہ سارا جزیرہ قدم قدم پر امتحان گاہ ہے میں ہر امتحان سے گزرنے کے لئے خود کو
ہوں۔ مجھے حکم دیا جائے کہ میں یہ خنجر نکال کر اپنا کام تمام کرلوں۔'' میں نے حوصلے سے کہا۔

''دلچسپ۔'' اس نے دھیرے سے سریلی آواز میں کہا۔ ''جابر بن یوسف! تمہاری
شجاعت، دور اندیشی اور بہادری پر تمہارے مستقبل کا انحصار ہے۔ تمہیں دوسرے سرداروں
موقع فراہم کیا جاتا ہے کہ تم ایک دوسرے سے خود کو برتر ثابت کرسکو۔ یہ کھیل اقابلا کو ہمیشہ
ہے لیکن یہ تمام کھیل ازلی قوانین کے دائرہ کار میں کھیلے جاسکتے ہیں۔ تم کوئی ایسا کام نہیں کر
اس علاقے کے قوانین کے خلاف ہو اور تمہیں خود کو برتر ثابت کرنے کی مکمل اجازت بھی ا
کے تحت حاصل ہے لیکن اقابلا کے فیصلے محفوظ رہتے ہیں اور وہ سب سے بالا ہے وہ قوانین

''یہ بات مجھے کاہن اعظم سموراں نے بتا دی تھی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ناانصافی، جبر اور ظلم کو
ئی رعایت ان قوانین میں نہیں دی گئی ہوگی۔'' میں نے تنقید کے انداز میں کہا۔

''نہیں..... تم اپنی دنیا کے قوانین سے ان کا موازنہ نہ کرو۔ آسمانی قانون غلاموں اور حکمرانوں
دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ان سب کی حدود ہیں حکمرانوں کو پورا اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی
د کے مطابق فیصلے صادر کریں۔ طاقت سب سے بڑا فیصلہ ہے جس کے پاس طاقت ہوتی ہے وہ
ار کر کے دوسری طاقت کو للکار سکتا ہے اور کامیاب ہو کر برتر جگہ حاصل کرلیتا ہے اور غلاموں پر
ومت کرنے لگتا ہے لیکن وہ بھی غلام رہتا ہے، ان غلاموں اور عام غلاموں میں صرف یہ فرق ہے کہ
ض کو اقابلا کی خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے اور بعض اپنے حکمراں تک محدود رہتے ہیں۔'' آواز کے
راز میں تمکنت اور تدبر تھا۔

''میں اس وضاحت کے لئے شکر گزار ہوں۔ میری کوشش یہی ہوگی کہ میں اقابلا کے زیادہ
یب آنے کے لئے برتر و افضل مقام حاصل کروں لیکن اگر مقدس اقابلا مجھے اپنے دیدار سے
ازنے کا شرف بخشتی تو میں اپنے اندر جدوجہد کرنے کا کچھ اور جذبہ محسوس کرتا۔ میں دوبارہ
خواست گزار ہوں۔'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''آج تک کسی سردار کو پہلی طلبی پر اقابلا نے اپنے دیدار سے نہیں نوازا مگر تمہاری یہ خواہش پوری
ا جائے گی۔ تم اپنی آنکھوں میں استقامت اور اعصاب میں توانائی پیدا کرو۔ تم تصور کرو کہ تم
رائے تصور ماحول میں ہو۔ کوئی بھی چیز تمہارے سامنے، کوئی بھی غیر معمولی چیز کسی قسم کا حادثہ پیش
سکتا ہے۔'' آواز نے دل نشیں لہجے میں کہا۔

''یہ احکام میری بے قراریاں بڑھا رہے ہیں۔ میں اس علاقے کی سب سے حسین، سب سے
ظیم ہستی کو دیکھنے کا منتظر ہوں۔'' میں نے بلیغ انداز میں جواب دیا۔

پھر ایک نقرئی قہقہہ کمرے میں گونج گیا۔ میں نے نظر اٹھا کر اس جانب دیکھا تو ایک ہی جھلک
ہری نظریں خیرہ کرگئی۔ اس کے حسن و جمال کا ذکر کون کم بخت کرسکتا ہے، وہ ایک ہزار ژولینوں کے
مال کا ہم رتبہ تھی۔ میرے پاس قدرت کلام نہیں۔ میری زبان، سچ، میرا لہجہ ہلکا ہے۔ اس کی
شر سامانی ماورائے بیاں ہے۔ اس کے بال سرخ، آنکھیں بڑی بڑی اور بدن۔ شاید میں بیان و
ظہار کی شدت میں کمی کا جرم کر رہا ہوں۔ اسے دیکھا تو یوں محسوس ہوا جیسے دنیا ایک بے رونق جگہ ہے
ماری دنیا وہی ہے۔ وہ کائنات ہے۔

وہ..... میں تشبیہ دینے سے قاصر ہوں۔ جابر بن یوسف البا قر۔ ایک حسین ترین شخص اس کے

قیامت خیز حسن کے سحر میں گم ہو کر رہ گیا۔ اس کی زبان بند ہوگئی۔ اس کے قدم لڑکھڑانے لگے جسم لرزنے لگا۔

''جابر بن یوسف!'' اس کی مترنم آواز نے میری محویت میں خلل ڈالا اور مجھے احساس میں کہاں کھڑا ہوں۔ مجھ سے کیا گستاخی سرزد ہو رہی ہے۔ ہوسکتا ہے میری پہلی باک نگاہی پر دریدہ چشمی، اسے گراں گزرے۔ میں نے جبر کر کے نگاہیں جھکالیں اور مرتعش آواز میں کہا مقدس اقابلا کی عظمتوں کو سلام کرتا ہوں یقیناً میرے ہوش وحواس میں اتنی استطاعت نہیں ہے اس ہوش رُبا جلوے کا تادیر نظارہ کرسکوں۔ میں اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اپنی خوش بختی ہے کہ میں نے اس جزیرے میں آکر وہ سب کچھ دیکھ لیا جس کا خیال بھی میرے ذہن میں نہیں تھا۔'' وہ ایک دعوت تھی اسے دیکھ کر میرے اشتہا بڑھ گئی۔ نہ جانے کیوں میرا جی چاہا کہ اسے کھسوٹ لوں، میں اسے سموچا نگل جاؤں۔ الفاظ میری زبان پر تھے لیکن دل پر ایک دہشت تھی۔ میں اپنے اوپر جبر کر رہا تھا، ایسا جبر جو شدید ترین اذیت میں بھی میں نے کبھی نہیں کیا تھا دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ وہ میرے سامنے کے تخت پر بیٹھ گئی۔ اس طرح کہ اس کا ایک ہاتھ کمر پر دوسرے سے اس نے ٹیک لگا رکھی تھی۔ میری ستائش اور وحشت نے شاید اسے اور ستم گر بنادیا میں کبھی نظریں جھکاتا تھا، کبھی حیرانی سے اُسے دیکھنے لگتا تھا۔ کسی ایک جگہ جم کر نظر نہ ٹھہرتی تھی وہ کچھ دیر تک میری وحشت کا نظارہ کرتی رہی۔ پھر بولی۔ ''اقابلا کی خوشنودی' اس کا قرب کرنے کے لئے صدیوں میں لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ نظارہ تمہارے تصور سے ماورا نہیں یہ انسانوں کو غیر معمولی کارنامے کرنے پر نہیں اکساتا؟'' اس نے بے تکلفی سے کہا۔

''یہاں انسان پاگل ہو جاتے ہوں گے۔ جو اس نظارے کے متحمل ہوتے ہوں گے۔ ا اعصاب یقیناً فولاد کے ہوں گے۔ میں اپنے ذہنی توازن پر مشکل سے قابو پا رہا ہوں۔ تاہم یوسف الباقر امید فردا میں اپنے ہذیان اور ضبط سے دستبردار ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جذبہ مقدس اقابلا کو متاثر کیے بغیر نہ رہ سکے گا۔ مجھے حکم دو کہ میں کیا کیا کروں؟ میں اپنا خون پیش کروں دل نکال کر رکھ دوں۔ میرے سینے میں جو آگ لگی ہے وہ اب مقدس اقابلا کے قرب دائم ہی ہوسکتی ہے کیا کوئی شخص اس قصر میں غلامی کے لئے نہیں رکھا جاسکتا۔'' میں نے جذبات انگیز کہا۔

''میں تمہارے قریب آنا چاہتی ہوں۔'' اس کے انداز میں شوخی آگئی۔

''میں موت کا منتظر ہوں۔'' میں نے نیازمندی سے جواب دیا۔

''میں تمہیں قریب سے دیکھنا چاہتی ہوں۔'' اس نے جذبات میں ہل چل مچادینے

ثابت قدمی کا سب سے بڑا امتحان ہے۔'' میں نے کہا۔

انداز میں اچانک حیرت انگیز تبدیلی آگئی تھی۔ مجھے یہ سب کچھ عجیب سا لگا۔ میں سانس بہت تیزی سے خیالات میرے ذہن میں آرہے تھے اور میں اس کی اس وارفتگی پر ہو کر میرے دماغ میں یہ خیال بھی آیا کہ میں کسی سحر میں تو مبتلا نہیں ہوں؟ کہیں یہ ات ہے۔ مجھے [redacted] قبل ژولین بھی اسی طرح مجھ پر وارفتہ وشیدا ہوئی تھی۔ ممکن ہے یہ تا ہوں۔'' میں [redacted] مبتلا ہوگیا۔ جب اس خیال نے دل میں جگہ پکڑی تو کسی نے سے کہا۔ احتیاط شرط ہے۔ اقابلا جیسی عظیم ہستی بذات خود اتنی وارفتگی کا اظہار کیے بن ینہ آگیا۔ کاہن اعظم سموراں کا چہرہ نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ یقیناً یہ میری برداشت، ت واستقامت کا امتحان ہے لیکن یہ حسین لڑکی، اتنی حسین لڑکی، اتنا شباب، اس قدر ول، وہ شیریں مشروب۔ میرے بہکنے میں اب کیا دیر تھی؟ لیکن میں نے سختی سے اپنے لیے اور قدم نرم فرش پر مضبوطی سے جما دیئے۔ وہ میرے جسم کا جائزہ معنی خیز نظروں سے ں چپ چاپ کسی مجسمے کی طرح کھڑا رہا۔

وچ ہی رہا تھا کہ اقابلا اتنی جلدی اپنے کسی غلام پر مہربان نہیں ہوسکتی۔ سرداری کے منصب صیات کی ضرورت پڑتی ہے۔ اقابلا مجھے ان خصوصیات کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتی ہے۔ کیا رہا ہوں؟ کیا میں غلطی نہیں کر رہا ہوں؟ کیا میں توہین کا مرتکب ہو رہا ہوں؟ کیا میرے دل سابق تہذیب کی جھلک موجود ہے؟ کیا میں یہ خسروانہ عنایت ٹھکرانے کی جسارت کر رہا میں پاگل ہوگیا ہوں؟ میرا عمل کس قدر درست ہے۔ مجھے اس وقت کاہن اعظم بار بار یاد نے زیر لب اس کا نام لیا، مجھے کوئی جواب نہیں ملا لیکن مجھے بہرحال ایک فیصلہ کرنا تھا کہ میں ل گداز حسین وجمیل گداز بانہوں میں خود کو گرادوں یا یوں ہی نظریں نیچی کیے ساکت و جامد ں اور اس کے کسی دوسرے حکم کا منتظر رہوں؟ آخری بات مجھے زیادہ صائب نظر آئی۔ اس خطرے کے امکان کم تھے۔ دل نہیں مانتا کہ اقابلا عظیم مقدس اقابلا، یہاں چاروں طرف گرانی ہے وہ اتنی جلد قرب کا مظاہرہ کرے گی۔ پھر یہ کون ہے؟ میں خاموش کھڑا رہا اور میں اس کا التفات مسترد کر دیا۔ تاریک براعظم کی حکمراں، میں جس کی طلسماتی دنیا کا اسیر، وہ ں مجھے اشارے پر ناچنے کے لئے مجبور کر دیتی، اتنی عجلت کا مظاہرہ کم از کم اقابلا کے شایان نہ ہوسکتا۔ کچھ دیر سکوت رہا پھر دل کش موسیقی سارے کمرے میں گونجنے لگی۔ میں نے گھبرا کر ائیں۔ وہاں کوئی نہیں تھا صرف میں کمرے میں کھڑا تھا۔ پھر کمرے میں رنگ رنگ کے

بادل تیرنے لگے۔ موسیقی کی آواز تیز ہوگئی۔ میری آنکھوں پر بادلوں نے پردہ کر دیا۔ میں سراسیمہ و مبہوت کھڑا رہا کہ اب کیا منظر پیش آنے والا ہے؟ لمحوں میں بادل چھٹنے لگے اور میں نے دیکھا کہ حسین و جمیل لڑکیوں کا ایک پرا دائیں جانب کھڑا ہے۔ میں کس کس کے حسن کی اور کس کس کی مدح و ثنا کروں؟ وہ لڑکی برابر کے تخت پر بیٹھی ہوئی تھی اور سامنے کے بڑے تخت پر بادلوں کی اوٹ میں ایک زہد شکن، شعلہ رُخ، دراز قد لڑکی شان و شوکت کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ راز میں کہا گیا پہلے محو کلام تھی۔ اب بھی حسین نظر آ رہی تھی۔ مگر ان سب میں یکتا، نا [illegible] نگستاعت نہیں ہے کہ اور جہاں قدرت نے اپنے سانچے توڑ دیے ہوں گے اور جہاں رتا ہوں اور مجھے اپنی خوش بختی ہے کہ میرا وہ لڑکی جاہ و جلال کے ساتھ فروکش تھی اور اب کوئی شبہ نہیں تھا کہ میں اقابلا کے رو ہوں۔ اس کی آنکھیں سحر انگیز تھیں۔ اس نے نظر اٹھا کر ایک ادا کے ساتھ مجھے دیکھا۔ سیاہ زلفو اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ وہ سب کی سب یونانی خدوخال کی عورتیں تھیں۔ حسین عورتوں کے تمام دنیا میں یکساں ہوتے ہیں۔ اسے مشرق و مغرب کسی بھی جگہ کی حسین لڑکی کہا جا سکتا تھا کے حسن کی شان میں شاعر تمام عمر لکھ سکتے تھے۔ مصور تمام عمر رنگ بھر سکتے تھے۔ مجسمہ ساز تمام تراش سکتے تھے اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ انہوں نے اقابلا کو تمام و کمال منتقل کر دیا ہے۔

پھر وہ لڑکی کھڑی ہوئی اور اس نے با آواز بلند بالکل بدلے ہوئے شاہانہ لہجے میں مخاط

''جابر بن یوسف! میں مقدس اقابلا کی نائب اشمار تم سے مخاطب ہوں۔ تم نے اپنی ذہانت، دور صبر اور ضبط نفس کے اس امتحان میں کامیاب ہو کر مقدس اقابلا کو شاد ماں کیا ہے۔ تم نے ثابت کہ تم اقابلا کی عظمت و جلال کے سچے اطاعت گزار ہو۔ تم جزیرہ توری کے دوسرے سردار کی سے منتخب کر لیے گئے اور اقابلا نے تمہاری اہلیت کی سند دی ہے لیکن اسے دائم و قائم رکھنے ضروری ہے کہ تم ایک سردار کی عام تعلیم و صفات سے خود کو مسلح کر لو۔ ان بقیہ امتحانوں سے گزر ایک جزیرے کے سردار کے لئے مقرر کیے گئے ہیں۔''

میں نے سر جھکا دیا۔ ''میں مقدس اقابلا کے حضور اپنی بہترین صفات بروئے کار لانے کرتا ہوں۔ مگر میں ایک درخواست اپنے دل کی تمام گہرائیوں کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں مجھے نہیں کہ اس قصر کے کیا آداب ہیں اور مقدس اقابلا کی حکمرانی کا سلسلہ کب سے جاری ہے۔ صد پھیلی ہوئی اس زندگی اور شباب میں کون سا رمز پوشیدہ ہے۔ میں اقابلا کے ہر حکم پر سر تسلیم خم کر لیکن کیا مقدس اقابلا مجھے اپنی بارگاہ میں خدمت کرنے اور اپنے قریب رہنے کا موقع فراہم نہیں گی؟'' میں نے دیکھا کہ اقابلا کے لبوں پر ایک دلآویز تبسم چھا گیا۔ خرمن عقل و ہوش پر بجلی گرا تبسم، اقابلا نے جواب میں اشمار کو اپنے دست حنائی سے اشارہ کیا۔

''تم سے جو باتیں ابھی کہی گئی ہیں۔ انہیں اقابلا ہی کی جانب سے سمجھا جائے۔ اقابلا کا قرب ل کرنے کے لئے خود کو اقابلا کا اہل ثابت کرو۔ تم جزیرے میں واپس جاؤ اور اپنی برتری کی جہد کرو۔ جبھی تم اقابلا کی بارگاہ میں قبول کیے جا سکتے ہو۔'' اشمار نے کہا۔

''یہاں سے جانے کے بعد مجھے مقدس اقابلا کا جلوہ یاد آتا رہے گا۔ اب ساری دنیا سے کنارہ ہو کر یہیں کا ہو جانا چاہتا ہوں، مقدس اقابلا کی ایک نگاہ التفات میری زندگی کی سب سے بڑی ادت ہے۔ مجھے یہیں رہنے دیا جائے۔ میں اب کہیں کا نہیں رہا۔ میں مقدس اقابلا کے پیر چاٹنا تا ہوں۔'' میں نے اس کے حسن سے مغلوب ہو کر کہا۔

''تم ابھی شوالا اور فلورا کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ اقابلا اس معرکے میں دلچسپی رکھتی ہے۔'' اشمار نے کہا۔

''میں شوالا سے کوئی معرکہ نہیں چاہتا۔ میں فلورا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن اگر اس نے مجھے رادینے سے انکار کر دیا تو مقدس اقابلا کی اجازت سے اس سے معرکہ آرا بھی ہوں گا۔'' میں نے ہستہ سے کہا۔

میرے جواب میں اشمار نے اقابلا کی طرف دیکھا اور اقابلا نے میری طرف دیکھا۔ اس کی طروں میں نہ جانے وہ کونسی کشش تھی کہ میں لڑکھڑا گیا۔ اسی لمحے اشمار مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''عظیم اقابلا کو طاقت کا کھیل پسند ہے، وہ تمہیں شوالا سے زور آزمائی کا موقع فراہم کرے گی۔ ردانگی کے کھیلوں میں اسے گہری دلچسپی ہے۔''

میں نے اقابلا کی طرف ایک سہمی ہوئی نظر کی۔ وہ شکل و صورت سے بڑی معصوم اور شوخ نظر آتی تھی اور کسی طرح بھی اس میں درندگی کی علامات نہیں پائی جاتی تھیں۔ میرا عالم یہ تھا کہ میں اپنا سب کچھ اسی آستانے پر، حسن کی اس جلوہ گاہ پر قربان کر دینا چاہتا تھا۔ اس کی پہلی ہی نظر میرے دل میں فشار برپا کر گئی۔ میں نے اشمار کو ہر ممکن طریقے سے اپنے دل کے قالب میں اتارنے کی کوشش کی اور اشاروں کنایوں میں اپنے اس طوفان کا ذکر کیا جو اقابلا کو دیکھ کر میرے جسم میں اٹھا تھا۔ میری جذباتی گفتگو پر اقابلا نے ایک دل نشیں مسکراہٹ کے سوا کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ اقابلا کا جسم شاداب، بھرپور تھا اور وہ بھی بے داغ تھا۔ جلد کی رنگت اتنی صاف، سرخ و سپید تھی کہ میں فلورا، ژولین اور اشمار کو بھول گیا حالانکہ وہ تینوں غیر معمولی حسین عورتیں تھیں۔ میں اس میں کھویا ہوا تھا کہ اشمار نے میری محویت توڑی۔ ''سمورال کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ اس معرکے کا بندوبست کرے جو تمہارے اور شوالا کے درمیان طے پایا ہے۔ جو سردار اس مقابلے میں شکست کھا جائے گا، اسے دوسرے سردار کی گئی منتخب اور پسندیدہ چیز سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ پھر تم فلورا کو اس سے مانگ سکتے ہو۔''

''عظیم اور مقدس اقابلا کی عنایتیں مجھ پر سایہ گستر رہیں۔ اگر یہ حکم ہے تو مجھے منظور یہ خواہش ہے تو میرا سر حاضر ہے لیکن میں ایک نیا سردار ہوں جو ابھی اس قبیلے کے رسم و رواج علوم سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ اگر یہ مقابلہ جسمانی قوتوں تک محدود رہا تو مجھے اپنی امید ہے۔ بصورت دیگر طلسماتی حربوں اور پُراسرار قوتوں کے سامنے میری شکست یقینی۔ نے مہذب انداز میں جرات سے کہا۔

''اقابلا اس پر غور کرے گی۔'' اشمار نے شان بے نیازی سے کہا۔ ''یہ فیصلہ کرنا اقابلا کہ وہ تمہارے معرکے کے لئے کون سا طریقہ استعمال کرے۔''

''میں انکار کی جرات نہیں کرسکتا۔ کیا مقدس اقابلا مقابلے میں بہ نفس نفیس موجود ہوگ نے یوں ہی گفتگو بڑھانے کے لئے ایک سوال کرلیا۔

''اقابلا کی آنکھیں مکانی قیود سے آزاد ہیں۔ ہاں وہ چاہے گی تو ضرور اس میں شریک اشمار نے کہا۔

''مقدس اقابلا کا یہ فرمان میرے لیے عزت کا باعث ہے۔'' میں نے عجز کا اظہار وقت اقابلا نے اشمار کو ہاتھ کا اشارہ کیا اور میری نظروں سے یہ خوبصورت منظر اوجھل ہوگیا کے اس ہجوم نے میرے گرد گھیرا ڈال لیا اور خلاؤں میں سفر کرتا ہوں واپس اپنی جھونپڑی میں میں غنودہ تھا۔ جب میں اپنی جھونپڑی کے فرش پر نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑا تھا کہ ابا مجھے اٹھایا اور ترام نے میرے شانے جھنجوڑے۔ ترام اب بالکل ٹھیک ہوچکی تھی۔ نوجوان میری دونوں خادماؤں کے نوجوان سیاہ بدن اب میرے لیے کوئی کشش نہیں رکھتے تھے۔ حسن جہاں سوز کا نشہ کچھ اس طرح میرے دل و دماغ پر طاری رہا کہ میں تین دن تک اپنی میں پڑا اچھتیں گھورتا رہا تھا۔ چوتھے روز ابالیش کی درخواست پر میں باہر آیا اور میں نے اپنے معاملات میں دلچسپی لی۔ اب میں اس دن کے انتظار میں تھا، جب شوالا سے میرا مقابلہ منعقد ذہن منصوبوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور میں اس علاقے میں اقابلا کی خوشنودی کے لئے کارنامے انجام دینے کی ترکیبوں میں لگا ہوا تھا۔ رات اور دن اسی غور و فکر میں گزر رہے ہفتے تک میری حالت نہیں سنبھل سکی لیکن یہ سلسلہ کب تک چلتا؟ آخر میں نے اپنے قبیلے کا دو سمورال سے ملنے کا ارادہ کیا۔ مقابلے کے سلسلے میں سمورال کے مشورے میرے لیے بڑ ثابت ہوتے لیکن اس رات جب میں لیٹے لیٹے قصر اقابلا کے خوب صورت مناظر میں کھو میری جھونپڑی پر دستک ہوئی۔ اتنی رات گئے اس قسم کی دستک پہلی بار ہوئی تھی۔ میں جھونپڑی کے درزوں میں سے باہر دیکھا۔ اندھیری رات میں مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔ ''کون

ہے پوچھا۔

''دروازہ کھولو سیدی جابر! میں سرنگا ہوں۔ میں تم سے چند اہم باتیں کرنا چاہتا ہوں۔'' سرنگا کی ائی ہوئی آواز آئی۔

میں نے بادل نخواستہ اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ سرنگا ہانپتا کانپتا اندر داخل ہوا۔ ''تنہائی کا کوئی ل سکے گا؟'' وہ آتے ہی بولا۔

میں اسے دوسرے کمرے میں لے گیا۔ جہاں کوئی موجود نہ تھا۔ میں نے سرنگا کو ایک چوکی نما پر بٹھایا اور اندر سے مشعل لے آیا۔ ''کیا بات ہے سرنگا؟ تم اتنے دنوں تک کہاں تھے اور اس یہاں کیسے؟''

''میں الجھنوں میں گھر گیا تھا جابر! میں بہت پہلے تمہارے پاس آنا چاہتا تھا لیکن مجبور تھا۔ ی سرداری سے پہلے شوالا نے مجھے پناہ دی تھی اور صرف اس لیے کہ وہ مجھ سے میری عظیم دیوی کا ا جاننا چاہتا ہے۔ میں نے موقع غنیمت سمجھا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔ پھر کاہن اعظم نے سریتا کو ے حوالے کردیا۔ سریتا کی موجودگی میں یہ اور بھی مشکل تھا کہ میں وہاں سے فرار ہوکر تمہارے آتا۔'' سرنگا نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''پھر تم یہاں کیسے آگئے؟'' میں نے سرنگا کی آنکھوں میں گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میں بڑی مشکل سے تمہارے پاس پہنچا ہوں۔ جب فرار کی کوئی صورت نہ نکلی تو آخر میں نے ظیم دیوی سے مدد لی۔ میں نے شوالا کو اس بات پر راضی کرنا چاہا کہ وہ مجھے تم سے ملنے کا موقع م کردے لیکن شوالا تیار نہیں ہوا۔ نتیجتاً میری دیوی نے میری مدد کی۔'' سرنگا کے لہجے میں وہی پہلے ا بردباری اور سنجیدگی تھی۔

کاہن اعظم سمورال اور میرے نائب ابالیش نے بتایا تھا کہ مجھے اس ہندی بوڑھے سے ہوشیار ہوگا۔ سرنگا کی اس وقت اچانک آمد سے کوئی فیصلہ نہ کرسکا۔ سرنگا کے چہرے پر کسی قسم کا فریب ا جھلکتا نہیں پھر بھی میں اپنی جگہ محتاط رہا۔ میں نے پوچھا۔ ''تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے؟''

''یہ تم کیسی عجیب بات کہہ رہے ہو؟ بھلا میں اپنے ساتھی جابر بن یوسف کے عہدہ سرداری کے اس سے علیحدہ کس طرح رہتا؟ اس علاقے میں اب تمہی میری پناہ گاہ تھے۔ تم نے ان مصائب کا بلہ کرکے غیر معمولی شجاعت کا ثبوت دیا ہے۔ قسمت تم پر مہربان ہے۔ کوئی تصور کرسکتا تھا کہ کوئی ی قیدی ایک جلیل عہدے پر فائز ہوگا۔ اصولاً مجھے تمہارے پاس آنا ہی چاہیے تھا۔'' سرنگا نے یت بھرے لہجے میں کہا۔

''نہیں نہیں سرنگا۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ تم شوالا کے ساتھ مل کر میری سرکوبی کی فکر میں ہو۔ شوالا

تم پر تمہاری دیوی اور سریتا کی وجہ سے مہربان ہے۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

''تم سچ کہتے ہو۔ میں نے شوالا سے یہی کہا تھا اور اسی صورت میں وہ مجھ پر مہربان ہو شوالا نے مجھے کئی بار دھمکایا کہ میں کسی طرح تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں، اس طرح میں کا مددگار بن سکتا تھا مگر یہ ایک ناممکن بات تھی، مجھے معلوم ہے کہ تمہاری فتح میں اس علاقے کی طاقتوں کی حمایت کو بھی دخل ہے۔ تم یہ حقیقت فراموش نہیں کر سکتے کہ میری دیوی نے بھی میں تمہاری مدد کی تھی۔''

''وہ تو اس وجہ سے ممکن ہوا کہ میں سریتا کو بچانے کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ مجھے کاہن اعظم سمورال نے اپنی اقامت گاہ سے باہر نکلنے کی ممانعت کر رکھی تھی لیکن میں کالا عفریت سے صرف سریتا کی وجہ سے لڑ بیٹھا تھا۔ پھر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ سریتا شوالا کے میں ہے تو میرے سینے سے دھواں اٹھا۔'' میں نے کہا۔

''میرے عزیز سیدی جابر! کیا تم مجھے سازشی سمجھتے ہو؟ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں اس میں کیوں آیا ہوں۔ سریتا شوالا کے تصرف میں نہیں ہے۔ اس کی حفاظت دیوی کر رہی ہے۔ تک پاک و صاف، دوشیزہ ہے۔ وہ شوالا کے لئے ایک چیلنج بن چکی ہے۔'' سرنگا نے جذبے

''اس وقت تمہارے آنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ تم فلورا کے سبب شوالا سے جو مقابلہ کرنے والے ہو، الحال ملتوی کر دو، اس لیے کہ شوالا کی طاقت کا اندازہ تم نہیں کر سکتے، میں نے اسے قریب ہے اس کے پاس کالی طاقتیں ہیں۔ اس کے پاس حشرات الارض کی ایک فوج ہے۔ وہ ا زیادہ قریب ہے۔ وہ ایک پرانا اور تجربہ کار سردار ہے اور تم اس کے مقابلے میں یقیناً شکست گے اور جب تمہیں شکست ہو جائے گی تو ہم چند ساتھیوں کو وہ آسانی سے دبا لیں گے اور یہ کر سامنے آجائے گی کہ شوالا تم دونوں میں مقدس و محترم ہے۔'' سرنگا نے کہا۔

''میں اس مقابلے سے دستبردار نہیں ہو سکتا اس لیے کہ مقدس اقابلا نے اس کا حکم دیا ہے۔'' میں نے مایوسی سے جواب دیا۔

''یہ تو بہت برا ہوا۔ یہ تو میرے منصوبے کے خلاف ہوا۔ تمہیں میرے بارے میں غ فہمیاں ہوگئی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے مجھے اس طرح خوش آمدید نہیں کہا جس کی مجھے تو بہرحال یہ بات دل سے نکال دو کہ سرنگا تمہارے مقابلے میں شوالا کو ترجیح دے گا۔ میں چاہتا تم ساتھ مل کر ایک طاقت بن جائیں۔ اس جزیرے سے فرار ناممکن ہے ہم اسے تسخیر کر سکتے اقابلا کی خوشنودی حاصل کر لیتے تو یہاں ہماری حکمرانی ہوتی۔ یہ لوگ دماغی طور پر اتنے آگے

ہم ہیں صرف ان کی پُراسرار طاقتیں زیر کرنا ہمارا کام ہے۔'' سرنگا نے جوشیلے لہجے میں کہا۔

''اگر میں تمہیں یہاں روک لیتا ہوں تو اس کا مطلب ہے شوالا سے بغض و عناد کا ایک اور سبب لیا جائے۔ میرا خیال ہے کہ تم واپس ہو جاؤ اور مقابلے کے بعد کی صورت حال کے منتظر رہو۔ ہے مجھے شکست ہو جائے۔ پھر نہ تو تم شوالا کے مقرب خاص رہ سکتے ہو، نہ میرے پاس خوش رہ ہو، کیونکہ میں شکست کے بعد خودکشی کو ترجیح دوں گا یا اگر میں زندہ بھی رہا تو مجھے عملاً شوالا کا محکوم رہنا ہوگا۔''

''سیدی! تمہارا یہ انداز گفتگو میرے اعتماد پر ضرب لگاتا ہے۔ میں اب یہاں آگیا ہوں۔ اب واپسی بہت مشکل ہے۔ تم مجھے پناہ دو۔ کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو؟'' سرنگا نے التجا آمیز انداز میں

میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''سرنگا! تم اگر مُصر ہو تو یہاں ٹھہرو میں تمہیں جگہ دیتا ہوں۔ تم میرے ان بن کر رہو لیکن خیال رہے کہ مجھے کاہن اعظم کا قرب حاصل ہے۔ بہرحال میں تم پر اعتماد کرتا ہا۔''

''جو چیزیں تم حاصل نہیں کر سکے میں انہیں یہاں آسانی سے حاصل کر سکوں گا۔ شوالا کے ہاں ہے۔ وہاں میری حیثیت ایک قیدی کی ہے۔ جسے جیل میں اے کلاس دے دی گئی ہو۔ تم سمجھنے کی ش کرو سیدی جابر! کیا میں کبھی تمہارا دشمن ہو سکتا ہوں؟ میں ایک بوڑھا شخص جس کی زندگی کے تھوڑے ہیں۔'' سرنگا نے کہا۔

سرنگا کا اصرار اس قدر بڑھ گیا تھا کہ میں کاہن اعظم سمورال اور ابالیش کے شکوک کے باوجود ے منع نہیں کر سکا۔ میں نے اُس رات اسے اپنے کمرے میں ٹھہرایا۔ ہاں یہ بات ضرور تھی کہ سرنگا آنے کے بعد میں اپنے دل میں اطمینان سا محسوس کر رہا تھا جیسے میں اب اکیلا نہیں ہوں۔ سرنگا کا اس کی سرد مزاجی، زیرکی اور سریت میں کئی بار دیکھ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ بوڑھا جذبات میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا جو خود اس کے لئے خطرہ بن جائے گا۔ جب سے اقابلا سے ملاقات ہوئی تھا میں اپنے آپے میں نہیں تھا۔ سکون غارت ہو چکا تھا، اس رہزن تمکین و ہوش نے مجھے کہیں کا نہ ا۔ شوالا سے مقابلہ؟ جسے سودائے جنون ہو، وہی اس پر آمادہ ہو سکتا ہے۔ یہ وہی کیفیت تھی جو رات میں فلورا کے آنے پر ہوئی تھی بلکہ اس سے کچھ سوا تھی میں اپنی قسمت کے فیصلے کا منتظر تھا۔

صبح ہونے پر میں نے ابالیش اور ترام سے سرنگا کا تعارف کرایا۔ ابالیش نے سرنگا کو دیکھ کر بھوں چڑھائی لیکن میں نے اسے یہ کہہ کر مطمئن کر دیا کہ اب سرنگا کے خیالات بدل چکے ہیں۔ اپنے کالے علم سے سرنگا کے دل کا حال پڑھ سکتا ہے، اس عرصے میں ٹوٹے پھوٹے چند لفظ سرنگا کو

بھی مقامی زبان کے آگئے تھے۔ میں نے اس کی ترجمانی کے فرائض انجام دیے اور ابالیرہ
سرنگا کے لئے ایک عمدہ جھونپڑی کا انتظام کر دیا۔ صبح ہوتے ہی سرنگا اس میں منتقل ہو گ
خدمت کے لئے میں نے دو لونڈیاں ساتھ کر دیں اور جھونپڑی پر نیزہ بردار حبشیوں کا پہرا لگ

اس دن میں نے سمورال سے ملنے کا ارادہ کیا لیکن میرے ارادے سے قبل ہی سمورا
کے ایک بہت بڑے جلوس کی جلو میں میری جھونپڑی میں آموجود ہوا۔ اس کے استقبال کے
باہر گیا اور اسے عزت و احترام سے اندر لایا۔ تر ام جھک کر کورنش بجالائی۔ سمورال کے
سنجیدگی اور وقار مسلط تھا۔ میں نے مقامی انداز میں گردن کے گرد دونوں ہاتھ لپیٹ کر ج
سلام کیا جس کا جواب سر کی ایک خفیف سی جنبش سے دیا گیا۔ میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا
اندرونی طور پر کسی فکر میں ڈوبا ہوا ہے۔

''عظیم سمورال! جابر بن یوسف ایک سردار کی حیثیت سے تمہیں خوش آمدید کہتا ہے۔''

سمورال نے سر ہلا کر میرا سلام قبول کیا۔ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر بھاری بھرکم آواز
''مقدس اقابلا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے اور شوالا کے مقابلے کا بندوبست کروں۔''

''مجھے اس کا علم ہو چکا ہے عظیم سمورال!'' میں نے احترام سے کہا۔ ''اور اسی سلسلے میں
اور ہدایتوں کے لئے تمہاری خدمت میں حاضر ہونے والا تھا۔''

''جابر بن یوسف! میں یہاں ایک کاہن کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتا ہوا
اقابلا کا فیصلہ ہر بات پر مقدم ہے۔ مقابلے کا اہتمام جزیرہ توری کی رسم کے مطابق میری
مطابق ہوگا۔ مقدس اقابلا کا یہی فیصلہ ہے۔ میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں د
دونوں سردار میرے لیے یکساں حیثیت رکھتے ہو۔''

سمورال نے میری تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ ''مجھے اندازہ ہے عظیم سمورال!'' میں
دلی سے کہا۔

''کاہن اعظم کی ذات اقابلا کے سوا اس علاقے میں کسی طرف تقسیم نہیں ہوتی۔ تمہیں
کسی رعایت کی امید نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ اگر تم نے شوالا کے مقابلے میں شکست کھائی تو
باپ کی حیثیت سے مجھے دکھ ہوگا لیکن میرا یہ دکھ اس جزیرے کے مستقبل پر اثر انداز نہیں
سمورال نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''کاہن اعظم کا اقبال بلند رہے۔ مجھے کیا اس سوال کا جواب مل سکتا ہے کہ فتح و کا
کے نصیب میں لکھی ہے؟ کاہن اعظم جو سوکھے پتوں کی جنبش کا احوال جان سکتا ہے، اسے
علم یقیناً ہوگا۔'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

''اگر یہ جنگ تمہارے سوا کسی اور سے ہوتی تو میں کوئی پیشگوئی کرتا لیکن میں نے اس سلسلے میں
غور و فکر نہیں کیا۔ آسمانی طاقتوں نے سمورال کو ہمیشہ نوازا ہے۔ مقدس دیوتا ہمیشہ سمورال پر مہربان
ہیں لیکن تمہارے انجام کے بارے میں میں نے ان سے کچھ نہیں پوچھا۔ میں نے ان سے کچھ
پوچھنا مناسب نہیں سمجھا۔'' سمورال نے مجھے بالکل مایوس کر دیا۔

''نہ سہی لیکن مجھے اعتماد ہے کہ کاہن اعظم کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہیں۔''

''خاموش۔'' سمورال نے بلند آواز میں کہا۔ ''تم ایک بہادر نوجوان ہو تمہیں کسی کی ہمدردیوں
زیادہ اپنی قوت بازو پر اعتماد کرنا چاہئے اگر تمہارا خیال ہے کہ جنگ میں شوالا کے خلاف تمہاری
مدد کی جائے گی تو یہ خیال دل سے نکال دو۔''

''میرا مطلب یہ نہیں ہے عظیم کاہن!'' میں تیزی سے بولا۔ ''میرے لیے یہ بات بھی باعث
فخر ہے کہ مقدس سمورال نے مجھے شفقت پدری سے نوازا ہے اور قدم قدم پر میری رہنمائی کی ہے۔''

''جابر..... جابر۔'' سمورال نے بے چینی سے مجھے گھورتے ہوئے سخت الفاظ میں مخاطب کیا۔
''میں تمہیں محتاط رہنے اور زبان پر قابو رکھنے کا حکم دیتا ہوں۔ تم جیسا معاملہ فہم اور دور اندیش شخص بچوں
کی سی باتیں کر رہا ہے؟''

''مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے اے برگزیدہ کاہن!'' میں نے جلدی سے کہا اور اپنی حماقت پر
ندامت کے اظہار کے لئے سمورال کے سامنے جھک گیا۔ سمورال اس جزیرے میں اقابلا کے بعد
سب سے محترم شخص تھا اور فطری طور پر اس کی ہمدردیاں میرے ساتھ ہونی چاہئے تھیں لیکن یہ باتیں
زبان پر نہ آتیں تو ٹھیک تھا۔ کاہن اعظم اپنے منصب اور مرتبے کے خلاف کوئی بات کیسے کر سکتا تھا
جس نے اسے مکدر کر دیا تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ ''سرنگا رات میرے پاس آگیا ہے۔ میں
نے کوئی غلطی تو نہیں کی؟''

''جابر بن یوسف! تمہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ ایسے موقعوں پر جب کہ شوالا
کا تمہارا مقابلہ ہونے والا ہے۔ میں سرنگا کے بارے میں تمہیں کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ میں ایک
جانب دار شخص ہوں۔ تم سے پہلے میں شوالا کے پاس ہو آیا ہوں اور اسے بھی میں نے اسی طرح
یقین دہانیاں دی ہیں۔ میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ آج سے چار روز بعد تمہارے اور شوالا کے درمیان غیر
جانب دار علاقے میں تمہارا اور اس کا مقابلہ ہوگا۔''

''میں مقابلے کا منتظر ہوں۔ مقدس اقابلا کا حکم اور کاہن اعظم کی بات پر سر تسلیم خم کرنا میرے
فرائض میں داخل ہے۔'' میں نے سعادت مندی کا مظاہرہ کیا۔

کاہن اعظم اسی جلوس کے ساتھ رخصت ہو گیا جو اس کے ساتھ آیا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ چوم

رہے تھے۔ میں نے اسے رخصت کیا۔ جلوس کا شور وغل سن کر سرنگا بھی اپنی جھونپڑی سے
اس نے بڑی عقیدت سے عظیم سمورال کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سمورال نے تیکھے انداز
دیکھا۔ ان دونوں کی آنکھیں پراسرار ہوگئیں۔ میں نے چلتے ہوئے سرنگا کا تعارف اس سے
سرنگا نے سریتا کو پناہ دینے کے لئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ سمورال کے جانے کے بعد
جھونپڑی میں چلا آیا اور کہنے لگا کہ اس نے اپنی دیوی سے میری مدد کے لئے کہا ہے۔ اس
وہ چار دن مسلسل ریاض کر کے اپنی طاقتوں کو مدد کے لئے بلائے گا۔ اس کا اندازہ مجھے اس
ہوا کہ سرنگا چار روز تک اپنی جھونپڑی سے باہر نہیں نکلا اور جب میں اسے دیکھنے گیا تو وہ
مورتی کے سامنے آنکھیں بند کیے کسی فکر میں مستغرق تھا۔

ترام اس مقابلے میں سخت دہشت زدہ تھی۔ وہ بار بار میرے پاس آ کر وحشت کا اظہا
شوالا کی عظیم طاقت کے خوف سے وہ نڈھال ہوئی جاتی تھی۔ ابالیش بھی سخت مضطرب تھا
سے ایک دن پہلے میں نے ابالیش کو طلب کیا اور شوالا سے جنگ کرنے کے بارے میں
مشورے طلب کیے۔ ابالیش نے بھی دبے دبے لہجے میں مجھے یہی بتایا کہ یہ جنگ میرے لیے
ہوسکتی ہے۔ اس نے بھی شوالا کی قوتوں کے بارے میں مجھے تفصیل سے بتایا۔ میں نے ابالیش
کہا۔ ''تم کالے جادو کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو، مجھے بتاؤ۔ وقت بہت کم ہے لیکن
رہنمائی کر سکتے ہو۔''

''اے مقدس سردار!'' ابالیش نے دردمندی سے کہا۔ ''میں نے کالا ری اور اس جز
برگزیدہ قوتوں کی رفاقت میں بہت سی چیزیں سیکھی ہیں لیکن وہ شوالا کے مقابلے میں کوئی حیثیت
رکھتیں۔ افسوس یہ ہے کہ سرداروں کی جنگ کے مابین کوئی اور مداخلت نہیں کر سکتا۔ اگر ایسا ہو
آپ کو مقابلے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا اور اپنا تمام علم صرف کرتا۔''

''کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ تم اس مختصر مدت میں مجھے کالے جادو کے دو چار مجرب اور
نکتے بتا دو تا کہ موقع پر میں انہیں کام میں لا سکوں۔''

''مقدس آقا! تم پر اقابلا مہربان رہے۔ مقدس جارا کا کی عظیم روح تمہاری ہمدرد رہے
میرے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ تمہیں وہ علم منتقل کر سکوں جو برسوں ریاض کے بعد حاصل ہو
سرداروں کی اس جنگ میں مقدس اقابلا شامل ہے، اگر میں نے یا کسی اور نے دونوں سردار
میں سے کسی کی مدد دینے کی کوشش کی تو اقابلا کا عتاب اسے برباد کر دے گا۔ یہاں کے قوانین
سخت ہیں۔ میں نے تمہیں اس لیے اس جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی کہ اگر مجھے کچھ
جاتا تو میں بوڑھا اور ناتواں ہونے کے باوجود تمہارے ہاتھ مضبوط کرنے کے لئے بہت کچھ

''ابالیش! مجھے تمہاری وفاداری پر اعتماد ہے۔ کیا یہ ممکن ہے شوالا مجھ سے محض جسمانی جنگ
ے؟ کیا اس جزیرے میں ایسی کوئی رسم نہیں ہے؟''

''ہے لیکن جب مقدس اقابلا چاہے۔ شوالا یہ کیوں چاہے گا کہ وہ اپنے تمام ہتھیاروں میں سے
چند ہتھیار استعمال کرے، حریف سے رعایت کی توقع کرنا عبث ہے۔''

☆==========☆==========☆

اس رات میں سو نہیں سکا۔ سرنگا کی جھونپڑی میں گیا تو اس کا انہماک بدستور تھا۔ ترام بھی
رہی تھی اور ابالیش بھی سہما ہوا بیٹھا تھا۔ میں کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتا، کبھی لیٹ جاتا، نیند غائب تھی،
کا خوف، کل نہ جانے کیا ہو؟ جزیرے توری کے ایک عظیم سردار سے ایک اجنبی کا مقابلہ؟ اس
ے مقابلہ جس کے پاس اعتماد کے سوا کچھ نہیں تھا۔ جسمانی طاقت کے اعتبار سے بھی وہ دیوزاد
مجھ سے برتر تھا۔ میں کبھی بہت خوف زدہ ہو جاتا کبھی اپنے دل کو سمجھاتا کہ جو ہونا ہے ہو جائے
اس مقابلے میں مفر ممکن نہیں ہے۔ پھر خوف اور خطرہ کیسا؟ دل کو سمجھاتا پر دل باز نہ آتا۔ رات
ں پر بسر کی۔

وقت گزر نہیں رہا تھا۔ اقابلا کے حسین قرب کا خیال آتا تو ساری دنیا فتح کرنے کی توانائی اپنے
محسوس کرتا۔ اقابلا کے لئے موت اقابلا کے لئے شکست، اس تصور نے مجھے کچھ سکون بخشا مگر اس
رکا لمحہ بڑا لمحاتی تھا۔ چوتھے روز اعلان کے مطابق ایک وسیع میدان میں دونوں قبیلوں کی تمام
ی جمع ہوگئی۔ ڈھول تاشے، کڑے کے ناچ کا بے ہنگم شور۔ ایک لکیر کے ذریعے دونوں قبیلوں کی
ی کے بیٹھنے کی جگہ کی حد بندی کر دی گئی۔ دور ایک کونے پر درمیان میں اقابلا کے بیٹھنے کا انتظام
۔ میں وقت سے چند منٹ پہلے ابالیش، ترام اور سرنگا کے ہمراہ وہاں پہنچا۔ شوالا پہلے سے وہاں
جود تھا۔ مجمعے اور سرنگا کو دیکھ کر اس نے حقارت سے اپنے گلے سے خرخر کی آوازیں نکالیں۔ میں نے
را کر اعتماد سے اس کا جواب دیا۔ شوالا اپنے نائب سے سرگوشیوں میں مصروف تھا۔ یہ ایک نفسیاتی
ہ تھا۔ میں نے اس کا جواب اپنی خاموشی اور مسکراہٹ سے دیا۔ بار بار شوالا کی نظریں تضحیک آمیز
ز میں میری اور سرنگا کی جانب اٹھتی تھیں۔ سانپ شوالا کے جسم پر لہرا رہے تھے اور وہ بن سنور کر اپنا
خوب رنگ کر میدان میں آیا تھا۔

ابھی تک سمورال نہیں آیا تھا۔ جب دم دم، ٹاپ ٹاپ، اوہواو، اوہواو کی آوازیں تیز ہونے
ں اور قبیلے کی نوجوان لڑکیوں نے وحشیانہ رقص شروع کر دیا تو شوالا نے اپنے دو خادموں کو قریب
یا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک خادم کی کمر پکڑ کر اسے دوسرے پر دھکا دے دیا، وہ

دونوں بلبلاتے ہوئے پھر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شوالا نے دوسرے خادم کے ساتھ بھی یہی عمل
اسے اپنے کاندھوں سے اوپر اٹھا کر دور پھینک دیا۔ پھر اس نے ہیبت ناک انداز میں خوا
آوازیں نکالیں۔ نیچے پڑے ہوئے آدمی کو تین چار موٹے اژدہوں نے اپنی لپیٹ میں لے
نے اس پر بھی بس نہیں کیا۔ اس نے باری باری اسی طرح اپنی طاقت کے کئی ہتھکنڈے آز
حیرت میں ڈال دیا۔ پھر اس نے جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر ایک پھنکار ماری
سامنے آگ روشن ہوگئی۔ اور اس آگ کے گرد شوالا کے خدام اور نائبین نے بے تحاشا رقص
دیا۔ شوالا اپنی پُراسرار طاقت کے کرشمے دکھا رہا تھا' جیسے بیروت کے شبینہ کلبوں میں مداری
ہیں۔ سنجیدہ بوڑھا سرنگا میرے پاس آیا اور رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا۔

''سیدی جابر! کیا خیال ہے کیا تم ان اسرار سے متاثر ہو رہے ہو؟''

''یہ کھیل بے حد دلچسپ ہیں۔'' میں نے مختصراً کہا۔

''اور بے حد خطرناک بھی۔'' ابالیش نے کہا۔

''پھر تم نے کیا سوچا ہے؟'' سرنگا نے تشویش سے پوچھا۔

''میرے پاس جارا کاکا کی کھوپڑی ہے اور ایک اور چیز بھی ہے' میرا خیال ہے کہ ان
موجودگی میں اس کے حربے کامیاب نہیں ہوں گے اور میں جسمانی طور پر اسے قابو کرلوں
نے سرسری سا جواب دیا۔

''مگر وہ بہت تنومند ہے۔'' سرنگا نے شوالا کے جسم کی طرف اشارہ کیا۔

''میں ابھی تک پُرامید ہوں۔''

''میں تمہارے لیے دعا گو ہوں۔ ارے رے یہ شور کیسا؟''

سامنے گرد و غبار کا ایک طوفان نظر آیا۔ اچانک ہر طرف موت کا سناٹا طاری ہوگیا۔
جہاں کھڑا تھا وہیں ساکت ہوگیا میں نے ابالیش سے اس خاموشی کا مطلب معلوم کرنا چاہا
نے اشارے سے خاموش رہنے کی ہدایت کی۔ جہاں اقابلا کا اونچا تخت رکھا تھا، وہ جگہ گرد
گھری ہوئی تھی۔ ابالیش نے مجھے آسمان کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا۔ دھوئیں کا ایک گولا
تیزی سے نیچے کی سمت آرہا تھا۔ ہر فرد کی نظر اس پر جمی ہوئی تھی۔ دھوئیں کا چکراتا ہوا مرغولا
پر پہنچ گیا جہاں مقدس اقابلا کی نشست محفوظ تھی۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر وہ طلسمی گولا دیکھ
دھوئیں کا غبار آہستہ آہستہ چھٹ رہا تھا۔ جب دھند چھٹ گئی تو اس نشست پر اقابلا کا ہیولا
بتدریج واضح ہوتا گیا۔ اس کے برابر ہی سمورال کھڑا تھا۔ اقابلا نے چہرہ اور پورا بدن سبز
ڈھانپ رکھا تھا۔ صرف آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اسے اس انداز میں دیکھ کر مجھے دھچکا سا لگا۔

سین چہرہ اور سراپا دوبارہ دیکھنے کے لطف سے محروم رہا۔ میں نے ان آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش
مگر کامیاب نہ ہوسکا اور تلملا کر رہ گیا۔ مقدس اقابلا اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ جب اپنی
ت پر جلوہ افروز ہوگئی تو میدان میں مجمع کے تمام افراد کے سر عقیدت سے جھک گئے۔ ابالیش نے
ہاتھ تھام کر زور سے دبایا تو میں نے بھی جلدی سے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر اپنا سر جھکا دیا۔
بارہ لوگ اس وقت کھڑے ہوئے جب کاہن اعظم کی گرج دار آواز خاموشی کا سینہ چیرتی ہوئی
ری۔ میں نے اپنے اطراف میں دیکھا۔ ہر شخص کوئی حرکت کیے بغیر بت کی طرح کھڑا تھا۔ اتنی
ب کس میں تھی کہ وہ اقابلا کی طرف نگاہیں اٹھاتا۔ کاہن اعظم اقابلا کے دائیں جانب کھڑا بلند آواز
ے کہہ رہا تھا۔ ''جزیرہ توری کے لوگو! مقدس اور مہربان اقابلا کا سایہ تم پر قائم رہے۔ آج کا دن
مارے لیے مسرت کا دن ہے، مقدس اقابلا ایک عرصے بعد ہمارے درمیان موجود ہے۔ اعلان کے
مابق آج ہمارے قبیلے کے دو معزز سرداروں کے درمیان مقابلہ ہوگا۔ یہ مقابلہ مقدس اقابلا کے
مان کے مطابق منعقد کیا گیا ہے۔ جو سردار اس مقابلے میں فتح یاب ہوگا' اقابلا اس کے لئے اپنی
یانیوں میں اضافہ کردے گی اور وہ برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم کیا جائے گا اور اسے حق ہوگا کہ وہ
ست خوردہ سردار سے اپنی پسندیدہ کوئی بھی شے طلب کرلے۔''

میں نے شوالا کی طرف دیکھا اس کا چہرہ مسرت اور اعتماد سے دمک رہا تھا۔ یقیناً اسے اس بات
کامل یقین تھا کہ فتح اس کے قدم چومے گی۔ وہ اقابلا کے بائیں جانب سینہ تانے کھڑا تھا اور
کراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے ایک نظر مقدس اقابلا کی طرف ڈالی۔ اُس کی گستاخ
اہی نے مجھے پریشان کردیا لیکن اقابلا کی نظریں اپنی رعایا کا جائزہ لے رہی تھیں۔ رعایا کے لوگ مہر
لب سر جھکائے اس کے حضور میں کھڑے تھے اور خاموش پرستش کر رہے تھے۔ کاہن اعظم سمورال
نے کچھ وقفے کے بعد بلند آواز میں کہا۔

''جزیرہ توری کے دونوں سردار شوالا اور جابن بن یوسف الباقر مقابلے کے لئے تیار ہو
ائیں۔ یہ جنگ ان کے مستقبل کا فیصلہ کرے گی۔''

شوالا نے اپنے پیروں کو جھٹکا دیا۔ اس کی ٹانگوں میں لپٹا ہوا سانپ زمین پر گر گیا اور وہ اس پر
ار رکھ کر اعتماد سے اپنے نائب کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگا لیکن اسی وقت کاہن اعظم نے جس بات کا
علان کیا اسے سن کر شوالا کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا۔ کاہن نے کہا تھا۔ ''مقدس اقابلا کے فرمان کے
طابق یہ مقابلہ ہر دو فریق کی صرف جسمانی قوت کی بنیاد پر ہوگا کوئی فریق اپنی طلسمی قوت یا سیاہ علم کا
ستعمال نہیں کرسکے گا۔ اگر کسی نے ایسا کرنے کی حماقت کی تو تاریک براعظم کی حکمراں اقابلا کا قہر اور
قتاب اس پر نازل ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسا کرنے والا سرداری کے عہدے سے ہٹا دیا جائے۔''

شوالا یہ اعلان سن کر بری طرح تلملا گیا تھا۔ اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی تھی اور بھرے انداز سے اقابلا اور سمورال کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسی لمحے کاہن نے دوبارہ کہا۔ ''مقابلہ قریب آچکا ہے۔ اس لیے اب قبیلے کے افراد چالیس قدم پیچھے ہٹ جائیں۔ صرف دونوں سامنے میدان میں آجائیں اور مقدس جارا کا کی کھوپڑی اور دوسری اشیاء میرے حوالے کر

کاہن اعظم کا اعلان سن کر دونوں قبیلے کے افراد چالیس قدم پیچھے ہٹ گئے۔ اب اور شوالا آمنے سامنے رہ گئے تھے۔ سرنگا نے جیب سے اپنی مورتی نکال کر چوم لی۔ میں نے کی کھوپڑی اور کاہن اعظم کی عطا کی ہوئی مالا گردن سے اتار کر اس کے حوالے کر دی۔ یہ نے کیا۔

ہر چند کہ شوالا ایک تنومند شخص تھا لیکن مجھے اپنی پھرتی اور نفسیاتی طریقہ کار پر پورا اعتماد اب یہ مقابلہ جیت لوں گا، اقابلا نے میری درخواست قبول کر کے یہ مقابلہ محض جسمانی محدود کر کے میرے سلسلے میں اپنی عنایتوں کا ایک اور ثبوت دیا تھا۔ میرا دل مسرت سے سرشار شوالا مغلوب الغضب تھا۔ اسے اقابلا سے ایسے کسی فیصلے کی امید نہیں تھی لیکن یہ بات خلاف تھی۔

میدان صاف ہونے کے بعد کاہن اعظم ہمارے قریب آیا تو شوالا چپ نہ رہ سکا۔ سمورال کو گھورتے ہوئے تلخ لہجے میں پوچھا۔

''کیا اس مقابلے کے لئے مقدس کاہن نے عظیم اقابلا سے کوئی خاص سفارش کی تھی؟''

''شوالا۔'' سمورال نے اسے کرخت لہجے میں پکارا۔

''ایک عرصے سے یہ دستور ہے۔ جابر بن یوسف کے لئے خصوصی رعایت کیوں کی گ شوالا نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''کیا میں یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں کہ ترام.....''

''چپ ہو جا شوالا!'' سمورال سخت لہجے میں بولا۔ ''تو گستاخی کا مرتکب ہو رہا ہے۔ ا واپس لے لے۔ ایسا نہ ہو کہ میری تضحیک تیری عبرت ناک موت کا پیشہ خیمہ بن جائے۔''

سمورال کے لہجے میں اتنی سختی تھی کہ میرے علاوہ شوالا بھی سہم گیا۔ وہ دبی زبان ''شوالا کاہن اعظم سے معافی چاہتا ہے اور اپنے الفاظ واپس لیتا ہے لیکن جارا کا کی مقدس قسم کہ شوالا کو اس پر اعتراض ہے۔''

''تم ایک تنومند شخص ہو، تمہیں قبل از وقت انجام سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ مقدر میں نے کمال ہوشیاری سے شوالا کو احترام کے ساتھ مخاطب کیا۔ ''مقدس اقابلا کی تعظیم ہم فرض ہے۔''

''جابر!'' شوالا دہاڑتے ہوئے بولا۔ ''شوالا جانتا ہے کہ اس جزیرے کی قسمت میں انقلاب ہے۔ مقدس اقابلا نے تم پر ترس کھا کر تمہاری درخواست قبول کر لی ہے لیکن یاد رکھو کہ میرے نے تمہاری حیثیت ایک چیونٹی سے زیادہ نہیں ہے۔''

شوالا کا جواب میری مرضی کے مطابق تھا۔ میں نے اپنے تیور خراب کرنے کے بجائے مسکراہٹ تقا کیا۔ شوالا میرا اطمینان دیکھ کر اور برافروختہ ہو گیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا زمین سے ایک بلند ہوا اور پل بھر میں غائب ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے شوالا نے تیزی سے گھوم کر اقابلا کی سمت ا۔ پھر دونوں ہاتھ گردن کی پشت کی جانب باندھ کر سجدہ ریز ہو گیا۔ سمورال کسی گہری سوچ میں غرق شعلہ بلند ہونے اور شوالا کے سجدہ ریز ہونے سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ شعلہ اقابلا کی طرف ایک تنبیہی اشارہ تھا جس نے شوالا کو محتاط روی کی تلقین کی تھی چند لمحوں تک شوالا سجدے کرتا رہا، پھر ر کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں دہشت اور نفرت کے تاثرات نمایاں تھے۔ کاہن نے شوالا کو کھڑا کر خشک لہجے میں مخاطب کیا۔ ''مقابلے کا آغاز مقدس اقابلا کے اشارے پر ہو گا میں تم دونوں کو ت کرنے آیا ہوں کہ سیاہ طاقت کا استعمال مقدس اقابلا کے لئے ناقابل برداشت ہو گا تمہیں یہ بھی رکھنا ہو گا کہ مقدس اقابلا اور سمورال کی نظریں اگر چاہیں تو دل کی گہرائی کا حال بھی جان سکتی ہیں۔''

میں نے اثبات میں سر جھکایا۔ شوالا نے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ سمورال ہم دونوں کو ضروری ت دے کر پلٹا اور پُروقار انداز میں قدم اُٹھاتا مقدس اقابلا کی جانب چلا گیا جو ایک بلند مقام پر جلوہ ز تھی۔ میدان میں ہولناک خاموشی طاری تھی۔ آنے والے لمحات کس کے حق میں فیصلہ کرنے لے تھے؟ اس کا علم اقابلا کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ میں اپنی مظلومیت سعادت مندی، نیاز مندی اور صومیت ثابت کر کے شوالا کو مطعون کرنے کا موقع دے رہا تھا اور اس میں کامیاب رہا۔ مجھے خوشی تھی شوالا نے خودسری کر کے اقابلا اور سمورال کو برہم کر دیا ہے۔ وہ اس وقت بھی بری طرح جھلایا ہوا تھا ے یقین تھا کہ جھلاہٹ اس کے لئے اچھے نتائج کا پیش خیمہ ثابت نہیں ہو گی۔

کاہن اعظم نے اقابلا کے سامنے جا کر عقیدت سے سر جھکایا پھر اُس کے داہنی جانب کھڑا گیا۔ اقابلا کی نظریں ہم دونوں کی سمت مرکوز تھیں۔ اُن نظروں میں وقار، حسن، تمکنت اور جاہ و جلال ۔ اچانک اقابلا نے اپنا سیدھا ہاتھ فضا میں بلند کیا پھر اسے نیچے کر لیا۔ جنگ کے آغاز کا اشارہ چکا تھا۔ شوالا کسی خوں خوار درندے کی مانند مجھ پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا تھا۔ میں نے ابلا کی خوبصورت آنکھوں میں جھانک کر پینترا بدلا اور مقابلے کے لئے تیار ہو گیا۔

جسامت اور قد و قامت کے اعتبار سے میرا حریف بلاشبہ مجھ پر حاوی نظر آتا تھا۔ چنانچہ میں نے ملہ کرنے میں پہل نہیں کی اور اپنی جگہ قدم جما کر شوالا کے حملے کا انتظار کرنے لگا۔ میدان میں ہر

طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ دونوں قبیلوں کے افراد کی نظریں اپنے اپنے سرداروں پر جمی ہ
شوالا کچھ دیر تک بازو پھیلائے قہر و غضب سے مجھے گھورتا اور اپنے حلق سے خرخر خوں
خارج کرتا رہا۔ پھر اچانک اس نے جست لگائی۔ میں پوری طرح تیار تھا۔ شوالا کے جست
میں تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ نتیجہ ظاہر تھا شوالا اپنی جھونک میں وار خالی جانے کی وجہ
گرا مگر پھر جس انداز میں اس نے بجلی کی سی تیزی سے قلابازی کھا کر خود کو اپنے پیروں پر
حیرت انگیز تھا۔ میں اس کی پھرتی اور تیزی دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ اب وہ مجھے خوفناک نگاہوں
رہا تھا۔ اس نے غالباً اندازہ لگا لیا تھا کہ میں کس طریقے کی جنگ آزمائی کا ارادہ رکھتا ہو
دوسری بار اس نے وحشیانہ انداز میں جست لگانے کے بجائے آہستہ آہستہ کھسک کر مجھے گھیر
دیا۔ ہم دونوں کے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ نظریں ایک دوسرے پر مرکوز تھیں اور دونوں ہی قد
آگے بڑھ رہے تھے۔ فاصلہ بتدریج کم ہوتا جا رہا تھا۔ میری خواہش تھی کہ خود تازہ دم رہ کر
طرح ٹھکانے لگا دوں لیکن میں نے شوالا کی ذہنی استعداد کا غلط اندازہ لگایا تھا۔ وہ ایک چالا
شخص ثابت ہوا۔ وہ میرا ارادہ بھانپ گیا تھا اس لیے اس نے اچھل کود بند کر دی تھی۔ ہم
دوسرے کو جلد از جلد زیر کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ میرا ذہن تیزی سے وہ نفسیاتی حر
تھا جو ایسے موقعوں پر عموماً آزمائے جاتے ہیں۔ شوالا نے بائیں جانب قدم اُٹھاتے اُٹھا
دائیں جانب قدم اُٹھایا۔ مجھے بھی اسی طرز پر اپنا رخ بدلنا پڑا لیکن اس سے پہلے کہ میں اپ
شوالا تیزی سے جھک کر اچھلا اور میرے اوپر آ گیا اور اس کی بھرپور لاتیں میرے سینے پر
اُلٹ گیا۔ میری نگاہوں کے سامنے اچانک اندھیرا پھیل گیا لیکن یہ وقت تکلیف محسوس
بجائے اپنے بچاؤ کا تھا۔ میں نے بڑی سرعت سے بائیں جانب دو تین کروٹیں لیں اور تیز
گیا۔

شوالا کے قبیلے کے افراد اپنے سردار کے پہلے حملے کی کامیابی پر اچھل اچھل کر مسرت
رہے تھے۔ شوالا اب دوبارہ پینترا بدل کر میرے سامنے آ چکا تھا۔ بار بار وہ اپنا جسم دائیں با
کر میری توجہ اور ثابت قدمی مجروح کرنے کی کوشش کر رہا تھا، میں پوری احتیاط سے اس کے
ایک جنبش کا جائزہ لے رہا تھا۔ چند ثانیوں تک ہم دونوں ایک دوسرے پر حملے کے موقع
رہے پھر اچانک میں تیزی سے آگے بڑھا۔ شوالا یہ جان کر کہ میں اس پر حملہ کر رہا ہوں، بجلی
سے اچھل کر میری طرف آیا، مجھے اسی بات کا انتظار تھا۔ جیسے ہی شوالا نے جست لگائی میں
گیا، پھر اسی پھرتی سے اٹھا کہ شوالا ہوا میں قلابازی کھا کر دوسری جانب جا پڑا۔ اس بار میر
افراد نے خوشی سے چیخنا شروع کر دیا۔ میری ہمتیں جوان تھیں اور میری توجہ نعرہ ہائے تحسین

اپنے حریف کی سرکوبی کی طرف تھی۔ شوالا کو سر کے جھٹکے سے فضا میں اُچھال کر میں تیزی سے پلٹا۔ میرا
ارادہ تھا کہ اسے زمین سے اُٹھنے سے پیشتر ہی داب لوں لیکن شوالا کے جسم میں بجلی بھری تھی۔ وہ زمین پر
گرتے ہی یوں اچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے کسی پُراسرار قوت نے اسے پکڑ کر اُٹھا دیا ہو۔ مجھے مجبوراً پینترا
بدلنا پڑا۔ شوالا میرے حملے کی کامیابی پر اور زیادہ خوں خوار ہو گیا۔ اس کی وحشت اور دیوانگی میں اور
اضافہ ہو گیا۔

''جابر!'' شوالا کی ہانپتی ہوئی آواز گونجی۔ ''تم اپنی زندگی سے کب تک لڑو گے، شوالا ناقابل
تسخیر ہے۔''

''انتظار کرو شوالا! اس کا فیصلہ ابھی ہوا جاتا ہے کہ آسمان کس کا منتظر ہے۔'' میں نے ہنستے
ہوئے کہا۔

میرے جواب نے اسے اور غضبناک کر دیا، اس سے پیشتر کہ میں اور کچھ کہتا اس نے جھکائی دے
کر حملہ کیا اور اپنی جھونک میں مجھے زمین پر گرا دیا۔ وہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ میرے قدم اُکھڑ گئے۔
پھر شوالا نے مٹھی باندھ کر ایک بھرپور ضرب میرے پیٹ پر لگائی میری آنکھوں میں شعلے رقص کرنے لگے
اور جب دوسرا گھونسا میری گدی پر لگا تو میں چکرا گیا۔ شوالا نے دو حملوں کے بعد اکڑوں بیٹھ کر میرے
اوپر سوار ہونے کی خطرناک کوشش کی، اگر وہ اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو میرے فرشتے بھی اس کا
بھاری بھرکم جسم ہٹانے سے قاصر رہتے۔ میں نے اوسان بحال کرتے ہوئے تیزی سے ٹانگیں اُٹھا کر
پشت کی جانب قلابازی کھائی اور اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شوالا کو اس بار میرے بچ نکلنے کی امید نہیں تھی۔ اس
لیے وہ ایک پل کے لئے ششدر ہوا، اس ایک پل میں میں نے لپک کر ایک بھرپور مکا اس کے منہ پر
مارا۔ اس کے سیاہ چہرے پر خون کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ نکلی۔ شوالا نے میرا دوسرا وار بچانے کی خاطر
سر کے بل قلابازی کھائی اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔

ہم ایک بار پھر فاصلے پر کھڑے ہوئے ایک دوسرے کو تول رہے تھے۔ شوالا کی تھوڑی خون آلود
تھی۔ میں نے اسے غصہ دلانے کے لئے کہا۔ ''شوالا کا اقبال بلند رہے۔ اسے اپنا خون صاف کرنے
کے لئے کچھ دیر کی مُہلت دی جاتی ہے۔''

''یہ خون شوالا اب تیری کھال سے صاف کرے گا۔'' شوالا دانت پیس کر کسی زخمی تیندوے کی
طرح دونوں ہاتھوں کا دائرہ وسیع کر کے آگے بڑھنے لگا۔

میں بہت محتاط انداز میں اس کی پیش قدمی کا جائزہ لے رہا تھا، شوالا نے حملہ کیا اور میں
خوبصورتی سے بچا گیا۔ وہ غصے میں سر جھٹک کر پلٹ پڑا اس کے ہونٹوں سے رستا ہوا خون اب اس
کے کشادہ سینے تک پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ دونوں طرف کے افراد دم بخود کھڑے اس خونیں

جنگ کا انجام دیکھنے کے منتظر تھے۔ شوالا پھر آہستہ آہستہ میری طرف بڑھ رہا تھا پھر اچانک اس
ایسا حربہ استعمال کیا جس کی کم از کم مجھے توقع نہ تھی۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے دفعتہً زمین
اٹھالی اور اسے میری جانب پھینک دیا۔ میری آنکھیں درد و کرب سے بند ہونے لگیں، ٹھیک اس
شوالا کا وزنی جسم میرا توازن بگاڑ گیا۔ میں لڑکھڑا کر چاروں خانے چت گرا اور میرے کوئی
دفاع کا کوئی اور طریقہ اختیار کرنے سے پہلے شوالا اچھل کر میرے پیٹ پر چڑھ بیٹھا۔ اس نے
دونوں ہاتھ پلک جھپکتے میں اس طرح جکڑ کر اپنے گھٹنوں کے درمیان پھنسا لیے کہ میرا جنبش کر
ہوگیا۔ موت کو اتنی جلد قبول کرنے پر میں آمادہ نہیں تھا مگر موت میرے قریب تھی اور جب موت
قرب کا اندازہ ہو جائے تو کوئی غیر معمولی توانائی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے پورے
طاقت لگا کر اور ٹانگیں اٹھا کر شوال کا بوجھ ہٹانا چاہا لیکن مجھے مایوسی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ ش
احساس میرے اعصاب جھنجوڑ گیا۔ مخالف قبیلے کے افراد نے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا۔

''جابر! شوالا سرد لہجے میں بولا۔'' میں نے تم سے کہا تھا کہ تم غلطی کر رہے ہو۔ اب کیا
ہے؟ کہو تو ایک ہی وار میں تمہیں چیونٹی کی طرح مسل دیا جائے۔''

''مجھے تم سے اتنی پست حرکت کی توقع نہیں تھی میں نہیں سمجھتا تھا کہ جزیرہ توری کا ایک سر
قدر اونچی اور رکیک حرکت کا مرتکب ہوگا۔ تم نے میری آنکھوں میں مٹی ڈال کر ایک طرح سے
برتری تسلیم کر لی ہے۔'' میں نے حقارت سے کہا۔

''اس جنگ میں سب جائز ہے۔'' شوالا نے زہر خند سے جواب دیا پھر کرخت آواز میں
اب تمہاری شکست یقینی ہے جابر! کاہن اعظم سمورال بھی تمہیں شوالا کے عتاب سے نہیں بچا
بہت دیر میں قابو میں آئے۔ کوئی اجنبی یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتا۔ تم نے تو بہت اچھے دن
لیے۔''

مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ اس بار شوالا کے شکنجے سے نکلنا بہت مشکل ہے۔ گو اس نے
کرنے کے لئے ایک رکیک حرکت کی تھی لیکن میں مقابلے کی اس شق سے قطعاً واقف نہیں
آ ادانہ جنگ میں یہ حرکت بھی جائز سمجھی جا سکتی ہے؟ ورنہ میں خود بھی یہ طریقہ اختیار کرتا۔ ایک
بہت سی باتیں میرے ذہن میں گھوم گئیں۔ میں نے سوچا کیا میں ذلت و رسوائی کی مو
جاؤں گا؟ کیا جزیرہ توری کی وہ روایت پوری ہوگی جس کے مطابق یہ زمین اجنبیوں کو راس نہیں
کیا میں اب اقابلا کے شرربار جلوے سے دست بردار ہو جاؤں؟ کیا اقابلا کے سامنے اس طرح
توہین مقدر تھی؟ آہ جس ماہ وش نے مجھے اپنے حسن جہاں سوز کے نظارے سے نوازا تھا وہ میری
کا یہ افسوسناک منظر بھی دیکھے گی۔ کیا کاہن اعظم سمورال اپنی دختر ترام کے لئے میری مدد کو نہیں

؟ شوالا میرے سینے پر چڑھا ہوا مسکرا رہا تھا اور میں اس کے بھاری جسم کے نیچے اپنی موت کا انتظار
رہا تھا۔ میری تمام تمنائیں میرے سینے میں گھٹ رہی تھیں۔ ایک لمحہ، وہ جاں کنی کا اذیت ناک
۔اس ایک لمحے میں ان گنت حسرتیں ابھریں اور معدوم ہوگئیں۔ میں نے ایک بار پھر پوری طاقت
ے زور لگایا لیکن شوالا کی گرفت اور سخت ہوگئی۔ میں کراہ کر رہ گیا۔ پھر میں نے سوچا۔ مقابلے کی رُو
ے جب تک میں شکست کا اقرار زبانی طور پر نہیں کر لیتا، شوالا اسی طرح میرے سینے پر بیٹھا رہے گا
ں اسے بیٹھا رہنے دوں گا لیکن جہاں اس نے پینترا بدلنے کی کوشش کی، میں اسے خود سے علیحدہ
رنے کی کوشش کروں گا۔

''میں شوالا ہوں۔ میرا نام شوالا ہے۔ میں اس جزیرے کا طاقت ور سردار ہوں۔ میری گرفت
ں کمزور نہیں ہوتی۔ میرا شکار میرے ہاتھوں سے بچ کر کہیں نہیں جاتا۔'' شوالا نے وحشت ناک لہجے
ں کہا۔ ''اب تم اپنی شکست تسلیم کرتے ہو یا اور سختی کرنا پڑے گی؟''

''شکست کا اعتراف بہادروں کا شیوہ ہے۔ اگر تم نے ایمان داری سے مجھے زیر کیا ہوتا تو میں
وشی اپنی شکست تسلیم کر لیتا لیکن یاد رکھو میں اپنی آخری سانس تک تم سے مقابلہ جاری رکھوں گا۔''
ں نے نفرت سے جواب دیا۔

شوالا کا ردِعمل اور ذیت ناک ثابت ہوا۔ اس نے گھٹنوں کے بل اُٹھ کر اپنا وزن ایک جھٹکے سے
نیچے گرایا۔ میں تکلیف کی شدت سے بلبلا اُٹھا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا کلیجا حلق کے راستے باہر
ل پڑے گا۔ مجھے چہار سمت اندھیرا نظر آنے لگا۔ شوالا بار بار اپنا عمل دہرا رہا تھا۔ مجھے اپنا دل سینے کی
لہرائیوں میں ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ موت کا روح فرسا تصور سر دلہر کی صورت میرے رگ و پے
ں دوڑ رہا تھا مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میری توقعات کے خلاف بھی تھا اور حیرت انگیز بھی، شوالا
یک بار گھٹنے کے بل اُٹھا تو اس طرح اچھلتا ہوا میرے سر کی پشت سے دور جا گرا جیسے اسے کسی ماورائی
اقت نے اچھال کر زمین پر پھینک دیا ہو۔ یہ موقع میرے لیے غنیمت تھا میں اسی لمحے کا منتظر تھا کہ
کب شوالا اٹھے اور کب میں اس کی طرف لپکوں۔ میں نے کھوئے ہوئے اوسان مجتمع کیے اور جلدی
سے اٹھ کھڑا ہوا، شوالا ابھی تک زمین پر پڑا ہوا تھا۔ میں نے اس پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن اسی
قت میرے اور شوالا کے درمیان زمین سے ایک شعلہ بلند ہو کر غائب ہوگیا۔ میں نے چونک کر اقابلا
کی طرف نظر ڈالی۔ اس کے چہرے پر جاہ و جلال برس رہا تھا۔ وہ اپنی مسند پر کھڑی ہوئی تھی، اس کا
سارا بدن پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اُف اس کی آنکھیں، وہ سرخ آنکھیں۔ میں ان کی تاب نہ لا سکا۔
ں کی خوبصورت آنکھوں سے شعلے اُبل رہے تھے۔ پورے ماحول پر ہولناک سناٹا طاری ہوگیا۔

ابھی میں حالات کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اچانک میرے قدم لڑکھڑانے لگے۔ پورا

میدان یوں لرز رہا تھا جیسے زلزلے کے جھٹکے لگ رہے ہوں۔ قبیلے کے دونوں طرف کے افر
بوس ہوگئے اور بار بار اپنے سر زمین پر مارنے لگے۔ وہ اچانک پیدا ہونے والی اس خوفناک
آسمانی عتاب سمجھ کر دیوتاؤں کی خدمت میں سجدہ ریز ہو رہے تھے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ
اچانک یہ کیا ہوا؟ پھر آسمان پر بجلی کا شدید کڑاکا ہوا اور بادلوں کی گرج سے پورا ماحول کانپ
میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو لرزہ براندام ہوگیا۔ سیاہ ذرات کا بھنور تیزی سے چکراتا
کی سمت آ رہا تھا۔ یہ بھنور میں ایک مرتبہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ یہ مقدس جارا کاکا کا عتاب تھا
پر نازل ہونے والا تھا؟ میں سرتاپا لرز اٹھا۔ میری نظر سیاہ ذرات کے بھنور پر جمی ہوئی تھی جس
بار بار خوف ناک شعلے بھی نمودار ہو رہے تھے۔

اقابلا اور کاہن اعظم کی نظریں آسمان کی جانب تھیں جہاں سیاہ ذرات کوندنے والے
جنگ جاری تھی۔ پھر اچانک شعلے بھڑکنا بند ہوگئے۔ ذرات کا بھنور خاصا نیچے آگیا تھا۔ میرے
ہول اُٹھ رہے تھے۔ آنے والے لمحات نہ جانے کس کے حق میں تباہی لانے والے تھے؟ سیا
کا بھنور نیچے آچکا تھا۔ وہ اقابلا کی مسند کے سامنے جا کر ٹھہر گیا۔ میں نے اقابلا کی گردن
دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

''اے جارا کاکا کی مقدس رُوح!'' کاہن اعظم سمورال کی آواز بلند ہوئی۔ ''اقابلا تیر
نذرانہ عقیدت پیش کرتی ہے۔ تیرے احسانات بے شمار ہیں۔ تیزی نوازشات اتھاہ ہیں۔ ا
سلطنت کی حکمراں کی حیثیت سے عہد کرتی ہے کہ ابد تک تیرے جلال کی اسی طرح پرستش ہ
گی۔ تیرا قیام آسمانوں میں ہے، آسمان جو تیری ملک ہیں اور سارے احترام تیرے لیے واج
کوتاہی کرنے والے تیری سزا کے مرتکب ہیں سب کچھ تیرا ہے کہ تو امین ہے۔''

اقابلا کا خوبصورت ہاتھ دراز ہوا اور کاہن اعظم خاموش ہوگیا، تھوڑی دیر خاموش ر
اقابلا ریت کے ان ذرات سے مخاطب ہو، اس کا بلند ہاتھ نیچے کی طرف گیا ہی تھا کہ سیاہ ذر
بادل اُوپر کی جانب بلند ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ناقابل فہم منظر سامنے آگیا
سے ذرات کی یلغار اوپر کی جانب بلند ہوئی تھی۔ وہاں اب شیشے کا ایک قد آدم جار نظر آ رہا
جار میں ایک حسین عورت بند تھی۔ اسے دیکھتے ہی مجھے سرنگا کی وہ مورتی یاد آگئی جسے میں
قریب سے دیکھ چکا تھا۔ عورت کی شکل ہو بہو مورتی سے ملتی جلتی تھی اور وہ ہندی لباس
تھی۔ جار کے اندر وہ بہت متوحش نظر آ رہی تھی۔ میں نے نظریں گھما کر دور کھڑے ہو
دیکھا، اس کا چہرہ بوڑھا اور زرد ہو چکا تھا۔ یقیناً جار میں مقید عورت سرنگا کی وہ دیوی تھی جس
وہ بڑی عقیدت سے اپنے پاس رکھتا تھا اور والہانہ انداز میں جس کا تذکرہ کرتا تھا۔ جارا کاکا

روح نے اسے کیوں قید کرلیا تھا؟ اور اقابلا نے جنگ کیوں بند کردی تھی؟ کیا وہ مجھے شکست خوردہ تسلیم
کر چکی تھی؟ میرا ذہن عجیب عجیب اندیشوں میں گھر گیا۔ اسی وقت سرنگا کی دلدوز چیخ نے میری توجہ
اپنی جانب مبذول کرلی۔ میں نے اسے آسمان کی جانب ہاتھ پھیلائے دیکھا۔ سیاہ ذرات کا بھنور اب
چکراتا ہوا دوبارہ نیچے آ رہا تھا، اس کا رخ سرنگا کی جانب تھا۔

''نہیں نہیں۔'' سرنگا ہذیانی انداز میں چیخا۔ ''اے مقدس آقا، مجھے معاف کر دے۔ اپنے
دوست کی مدد کرنا میرے مذہب میں داخل ہے۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا، مجھے معاف کر دے اے
مقدس روح! یہ بوڑھا تجھ سے ہاتھ پھیلائے درخواست گزار ہے۔''

سرنگا کی چیخ پکار اور اس کی آہ و زاری سن کر میری سمجھ میں یہ بات آگئی کہ جنگ بندی اور آسمانی
عتاب کی کیا وجہ تھی۔ سرنگا کی مشکوک شخصیت بھی صاف ہوگئی۔ اس بوڑھے ہمدرد نے مجھے شوالا کے
ہاتھوں زیر ہوتا دیکھ کر اپنی دیوی کے ذریعے میری مدد کرنا چاہی تھی اور یہ دیوی ہی کی طاقت کا کرشمہ تھا
کہ اس نے شوالا سے مجھے نجات دلائی لیکن اعلان کے مطابق اس جنگ میں ماورائی طاقتوں کا
استعمال ممنوع تھا۔ ظاہر ہے، اقابلا کو یہ مداخلت پسند نہیں تھی۔ اس کے اشارے پر جارا کاکا کی روح
نے دیوی کو جار میں مقید کر دیا تھا۔ ساری گتھیاں سلجھ چکی تھیں۔

سرنگا بے تحاشا چیخ رہا لیکن سیاہ ذرات کا بھنور مسلسل اس کے نزدیک ہوتا جا رہا تھا۔ پھر سرنگا نے
خود کو اس آفت سے بچانے کے لئے کھلے میدان میں پاگلوں کی طرح دوڑنا شروع کر دیا۔ قبیلے کے
تمام افراد موت و زندگی کی یہ آنکھ مچولی انگشت بدنداں دیکھ رہے تھے۔ سرنگا اپنی پوری طاقت سے
بھاگ رہا تھا اور سیاہ ذرات کا بھنور اس کے تعاقب میں تھا۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکا۔ ایک
جگہ سرنگا لڑکھڑا کر گرا تو سیاہ ذرات کے بھنور نے ایک آن میں اُسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ سرنگا
چیختا رہا۔ مجھے معلوم تھا کہ سیاہ ذرات کا یہ لشکر سرنگا کو اپنے ساتھ اُڑا لے جائے گا اور میں سرنگا کو
دوبارہ کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ میری نظروں کے سامنے سیاہی کے وہ خوفناک بادل تھے جو سرنگا کو اپنے
دائرے میں لے کر اِدھر اُدھر پھیل جاتے تھے۔ پھر جب وہ طوفان بلا خیز اوپر کی جانب بلند ہوا اور آناً
فاناً نظروں سے دور ہوگیا تو میرے دل کے سیہ خانے میں امید کی ایک شمع روشن ہوئی۔ سرنگا زمین پر
بے سدھ پڑا ہوا تھا لیکن اس کی جلد کا رنگ سیاہ ہو چکا تھا اور پورے جسم پر جگہ جگہ بڑے بڑے آبلے
نظر آ رہے تھے۔ سریتا اب تک دم بخود کھڑی تھی۔ وہ چیختی ہوئی بھاگی اور سرنگا کے جسم سے لپٹ کر
تڑپنے لگی۔ میرا دل چاہا کہ آگے بڑھ کر سرنگا کو دیکھوں کہ وہ مرگیا ہے یا زندہ ہے؟ اور سریتا کی دل
جوئی کروں جس کی فلک شگاف چیخیں دل دہلائے دے رہی تھیں لیکن اس وقت شوالا کے سامنے سے

ہٹنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ میری یہ حرکت نہ جانے کس نگاہ سے دیکھی جاتی۔ میں ابھی اسی
مبتلا تھا کہ تنگ دھڑنگ حبشی آگے بڑھے اور انہوں نے سرنگا اور سریتا دونوں کو اُٹھا کر اقابلا کے
میں ڈال دیا۔ سریتا نے اب شور کرنا بند کر دیا تھا۔ شاید اقابلا کے رعب اور دبدبے نے اسے م
دیا تھا یا خوف و دہشت نے اسے سکتے کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔

اس ہولناک سناٹے میں کاہن اعظم کی گرج دار آواز اُبھری۔ ''جزیرہ توری کے لوگو!
اعظم نے مقدس اقابلا کا اشارہ پا کر بلند آواز میں کہنا شروع کیا۔ ''مقدس اور عظیم اقابلا کی حکم
تم پر قائم رہے، مقدس جارا کا کا تمہیں اپنے حفظ و امان مین رکھے۔ قبیلے کے دو معزز سردا
جنگ کیوں روکی گئی تھی، یہ نکتہ مجھ پر منکشف ہو چکا ہے۔ اب میں مقدس اقابلا کے حکم سے
سرداروں کو دوبارہ جنگ شروع کرنے کی ہدایت کرتا ہوں۔''

''کاہن اعظم۔ اے عظیم سمورال؟'' شوالا نے اپنی جگہ سے بلند آواز میں کہا۔ ''اگر یہ
مقدس اقابلا کی شان میں گستاخی نہ سمجھی جائے تو مجھے کہنے دیا جائے کہ میں اس جنگ میں اپنا
ثابت کر چکا ہوں۔ مقدس اقابلا نے خود اس جنگ کا مشاہدہ کیا ہے۔ میری درخواست ہے
فیصلہ کر دیا جائے کہ کس نے کس پر برتری حاصل کی۔ میں یہ درخواست اس بنیاد پر کر رہا ہوں
کی دیوی نے مداخلت بعد میں کی تھی، میں جابر بن یوسف کو اس سے پیشتر ہی بے بس کر چکا
دیوی نے مداخلت نہ کی ہوتی تو میں اپنے حریف کو شکست تسلیم کرنے پر آسانی سے مجبور کر
بہر حال مقدس اقابلا کا فیصلہ قانون کا درجہ رکھتا ہے۔''

سمورال نے اقابلا کی طرف دیکھا۔ اقابلا نے ہاتھ سے کوئی اشارہ کیا پھر سمورال نے
مخاطب کیا۔ ''شوالا! اس جنگ میں یہ شرط بھی ہے کہ حریف جب تک اپنی شکست کا اقرار نہ
اس میں جواب دینے کی سکت ختم نہ ہو جائے، اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔''

سمورال کا جواب سن کر میرے عزائم میں ایک نیا جوش پیدا ہوا۔ مجھے خدشہ تھا کہ چونکہ
احتجاج کسی حد تک حق بجانب ہے اس لئے وہ مقدس اقابلا کو میرے خلاف فیصلہ کرنے پر
دے لیکن مقابلے کی ایک نازک شرط کی وجہ سے مجھے رعایت مل گئی۔ یہ آخری موقع تھا اور
ہوں کہ اقابلا کی جانب سے یہ دوسری عنایت تھی۔ مجھے یہ عنایت تازہ دم کر گئی۔ میں نے
دیکھا۔ وہ میری جانب بڑھ رہا تھا۔ میرے لیے اب محتاط رہنا ضروری تھا۔ ویسے ایک بار م
منہ سے نکلنے کے بعد اب مجھے یہ یقین ہو چلا تھا کہ قسمت مجھ پر مہربان ہے اور جنگ کا فیصلہ
حق میں ہوگا۔ پھر بھی میں پوری طرح محتاط تھا۔ شوالا نے جب دوسری بار حملہ کیا تو میں نے
ایک جانب ہٹتے ہوئے پاؤں سے لنگی لگائی۔ شوالا اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ وہ منہ کے بل

میں نے حیرت انگیز برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے جست بھری اور شوالا کی پشت پر پوری
سے اچھل کر نیچے گرا۔ شوالا کی ہڈیاں چیخ گئیں۔ وہ کربناک آواز میں چلایا۔

میں نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع نہیں دیا اور یکے بعد دیگرے اس کی گدی پر گھونسے رسید
پھر ایک خطرناک خیال کے پیش نظر میں شوالا کا سیدھا ہاتھ دونوں ہاتھ سے جکڑ کر اچانک اتنی
سے جھٹکے مارے کہ کہنی کے پاس کا جوڑ ٹوٹ گیا۔ شوالا کے حلق سے نکلنے والی بھیانک چیخوں
سہارا میدان گونج رہا تھا۔ پھر میں نے اس کا سیدھا ہاتھ چھوڑ کر اُلٹا ہاتھ پکڑ لیا لیکن اس بار میں
گرفت میں نہیں لے سکا کیونکہ شوالا دہاڑتا ہوا نیچے سے تڑپا تو اس کا ہاتھ میرے قابو میں نہ رہ
توازن کا بگڑنا تھا کہ دوسرے جھٹکے میں شوالا نے مجھے دوسری طرف پھینک دیا میں نے اٹھنے میں
نہیں لگائی لیکن اتنی دیر میں شوالا بھی اٹھ چکا تھا۔ اس کا چہرہ غضبناک ہو رہا تھا۔ سیدھا ہاتھ کہنی کے
سے جھول رہا تھا لیکن اشتعال کی شدت نے درد کی تکالیف ابھرنے نہیں دی۔ اس کی آنکھوں میں
خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔

''جابر!'' وہ اکھڑی اکھڑی آواز میں بولا۔ ''شوالا کی زبان شکست کا اقرار کرنا نہیں جانتی۔ تم
زندگی میں مجھے زیر نہ دیکھ سکو گے۔ میرا ایک ہاتھ بھی تمہاری موت کا سبب بن سکتا ہے۔''

''تمہارا یہ فیصلہ دانشمندی کے منافی ہے۔'' میں نے احترام سے اسے مخاطب کیا۔ ''اے معزز
الا! بازی الٹ چکی ہے، میری طاقت کا اندازہ تم نے کر لیا ہے۔ بہتر ہے کہ اپنے بچے کھچے جسم پر
اعت کرو اور شکست تسلیم کر لو۔''

''شکست۔'' شوالا نے ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔ ''شکست؟ جابر بن یوسف! سنو میں دل سے
بھی اپنی شکست تسلیم نہیں کروں گا۔ میرے ساتھ میرے لوگ نہیں ہیں۔ تمہیں رعایت دی گئی ہے۔
ہیں عظیم طاقتوں نے نوازنے کی کوشش کی ہے۔ شوالا کی نظریں سب کچھ دیکھ رہی تھیں۔ میری ہتکی
تمہاری طاقت کو دخل نہیں ہے۔''

''تم اس وقت شدید تکلیف سے دوچار ہو شوالا!'' میں نے دانستہ ہمدردی کا اظہار کیا۔
موجودہ کیفیت میں مقابلہ جاری رکھنا تمہارے لئے مناسب نہ ہوگا۔ تم اگر چاہو تو میں مقدس اقابلا
حضور یہ درخواست کرنے پر آمادہ ہوں کہ تمہاری صحت مندی تک مقابلہ ملتوی کر دیا جائے۔''

''شوالا اس رعایت پر موت کو ترجیح دیتا ہے۔ سنبھلو جابر! میں عذاب ہوں، میں قہر ہوں۔''
والا نے اکھڑی اکھڑی سانسوں کے درمیان کہا، پھر آندھی اور طوفان کی طرح لپکتا ہوا میری جانب
پھٹا۔ میں اپنی جگہ پوری طرح مستعد تھا۔ شوالا نے جیسے ہی قریب آ کر حملہ کیا۔ میں نے زمین پر بیٹھ
کر تقریباً چابکدستی سے اس کا اُلٹا ہاتھ تھاما اور قلابازی کھا گیا۔ میرے ساتھ ہی شوالا بھی ربڑ کی گیند

کی طرح فضا میں دائرے کی صورت میں گھوم کر چاروں خانے چت گر گیا اور بلبلانے ا
قبیلے کے افراد خوشی سے ناچنے لگے مگر دشمن کو حقیر سمجھنا غلط تھا اس لیے میں نے احتیاطاً دو
شوالا پر دوبارہ قابو پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ وہ زمین پر تڑپ رہا تھا۔ کاہن اعظ
روک دیا اور اقابلا کی مسند کے قریب سے شوالا کے پاس آیا' اسے غور سے دیکھا اور پھر اقا
جا کر کچھ کہا اور مجمع میں اس کی آواز گونجی۔

''جابر بن یوسف! مقدس اقابلا کے فیصلے کے مطابق تمہیں فاتح قرار دیا جاتا ہے۔ ہ
کی ہمدردیاں عظیم شوالا کے ساتھ ہیں۔''

کاہن اعظم کا اعلان سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں نے دوبارہ زندگی پائی ہو۔
سے تن گیا۔ میں نے تشکر کے جذبات سے طاقت کی عظیم دوشیزہ اقابلا کی جانب دیکھا۔ و
پر بڑے پُرسکون انداز میں جلوہ افروز تھی۔ اس کا چہرہ چونکہ پتوں سے ڈھکا ہوا تھا اس لـ
کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ نہیں لگا سکا۔ ہاں اس کی آنکھیں' وہ قیامت آنکھیں، ایک
مسرت ظاہر کر رہی تھیں۔ ممکن ہے یہ میرا وہم ہو۔ میں نے ان آنکھوں میں جھانکنے کی کوـ
مجھے اپنے لیے جذبے تلاش کرنے میں بڑی مشکل پیش آئی۔ شوالا زمین پر بے سدھ پڑا تھ
نائب نے قریب جا کر اسے اُٹھایا اور اس کی شکست کی اطلاع دی۔ وہ چیخنے لگا۔ اس نے ا
طور پر کچھ کہنا چاہا لیکن وہ اپنے قدموں پر کھڑا نہ رہ سکا، معلوم ہوتا تھا کہ اس کے زخمی ہاتھ
کی تکلیف ہے۔ کاہن اعظم نے میرے قبیلے کے اچھلتے ناچتے، غل غپاڑا کرتے ہوئے ا
کے اشارے سے خاموش رہنے کی تاکید کی پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''جابر بن یوسف ا
مقابلے میں فتح یاب ہونے کے بعد تم جزیرہ توری کے ایک برتر سردار کی حیثیت سے تسلیم
ہو۔ اعلان کے مطابق اب تم شکست خوردہ سردار سے اپنی پسند کی کوئی بھی چیز طلب کرنے کـ
ہو۔''

''اے عظیم کاہن! مقدس اقابلا کا غلام صرف اس کی قربت کا طلب گار ہے، اس کی
جویا ہے۔'' میں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اقابلا کی طرف گھومتے ہوئے انتہ
احترام سے کہنا شروع کیا۔ ''میں اس عنایت کا شکر گزار ہوں کہ مقدس اقابلا نے مجھے شکـ
سردار سے اپنی پسند کی کوئی شے طلب کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اگر عظیم ملکہ
احساسات پر یہ گزارش بار نہ گزرے تو میں عرض کروں کہ ایک فاتح کی سب سے بڑی مسر
فتح ہے۔ شکست خوردہ سردار سے کچھ طلب کرتے ہوئے مجھے ایک بوجھ سا محسوس ہوتا ہـ
لیے یہی انعام بہت ہے کہ میں اس سلطنت کے ایک جزیرے میں برتر سردار کی حیثیت سـ

ہوں۔ ایک اجنبی کے لئے اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوگی۔'' یہ کہہ کر میں نے اقابلا کی طرف
میرا جواب سن کر اس کی خوبصورت آنکھوں کی پتلیاں متحرک ہوئیں اور کاہن اعظم نے اس کا
پا کر دوبارہ گردن ہلائی، پھر میری طرف نظر اٹھا کر مخاطب ہوا۔

''جابر بن یوسف! مقدس اقابلا کو تمہارے جواب نے متاثر کیا ہے، تم نے اعلیٰ ظرفی اور
ت کا ثبوت دیا ہے لیکن اعلان کے مطابق تمہیں اپنی پسندیدہ شے کا اظہار کرنا ہوگا۔ اگر تم براہ
ن شوالا سے کچھ طلب کرنے میں جھجک محسوس کرتے ہو تو اپنی درخواست مقدس اقابلا کے حضور
کر دو، وہ تمہیں اپنے فرمان سے مطلوبہ شے مرحمت کر دے گی۔''

میں نے گردن جھکا کر کچھ سوچنا شروع کر دیا۔ پھر میں نے ایک عزم کے ساتھ اونچی آواز میں
شروع کیا۔ ''کاہن اعظم میں اپنی عظیم و جلیل حکمراں سے ہندی دوشیزہ سریتا کو اپنے دوست سرنگا
لئے طلب کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔''

میں نے دیکھا کہ میرا غیر متوقع جواب سن کر اقابلا اور سموراں نے کسمساہٹ سے پہلو بدلا۔
اپنے دل کی دھڑکن صاف سنائی دے رہی تھی۔ جزیرہ توری کی عظیم حکمراں کے لئے یہ جواب یقیناً
ن انگیز تھا۔ کاہن اعظم سموراں اپنی جگہ خاموش کھڑا کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ اس کے چہرے
اثرات بھی اس امر کی غمازی کر رہے تھے کہ اسے بھی میری طلب سے خوشی نہیں ہوئی۔ ایسے عالم
جب سرنگا جارا کا کی مقدس روح کا ہدف بن چکا تھا۔ میرا سریتا کو طلب کرنا بے محل تھا۔ مجمع پر
ن کا سکوت طاری تھا۔ چند ثانیے تک مکمل خاموشی رہی۔ پھر مقدس اقابلا اپنی مسند سے اٹھی۔ قبیلے
تمام افراد کی گردنیں جھک گئیں۔ میں سراسیمہ اور وحشت زدہ ہو کر اقابلا کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سبز پتوں
دنیا کا سب سے حسین اور سروقد بدن چھپائے کھڑی تھی۔ اس نے پہلی بار مجھے ہاتھ کا اشارہ کیا۔
میرا گیا اور دیوانہ وار اس کی مسند کی طرف دوڑا۔ آنے والے لمحوں کا خوف مجھ پر غالب تھا۔ ویسے
نے کوئی غلط چیز طلب نہیں کی تھی۔ میں شوالا کے تصرف کی کوئی بھی چیز طلب کر سکتا تھا۔ وہ چاہے
ہو یا فلورا۔ سرنگا نے اس وقت میری مدد کی کوشش کی تھی جب میں شکست کے قریب تھا۔ اگر اس
دوستی کا حق ادا نہ کیا ہوتا اور بروقت اپنی دیوی کو شوالا کی پسپائی کے لئے نہ بھیجا ہوتا تو کیا عجب تھا
مکمل ہار جاتا۔ اقابلا کی قربت کا حسین تصور اب میری زندگی کی سب سے شدید آرزو تھی۔ شکست
صورت میں یہ آرزو میرے سینے میں گھٹ کے رہ جاتی۔ پھر میں اس پری وش کے سامنے سربلندی
کس طرح جاتا؟ ممکن تھا کہ ہمیشہ کے لئے اس جمال افروز دیدار سے محروم ہونا پڑتا۔ شوالا کے
بلے میں میری حیثیت کم تر ہو جاتی۔ عرصہ حیات مجھ پر تنگ ہو جاتا اور مستقبل کا وہ حسین خواب کبھی
تعبیر نہ ہوتا۔ جس کے بارے میں میں نے بہت سے خوبصورت منصوبے بنائے تھے اور نہ

جانے کیا کیا ہوتا۔ اگر مجھے شکست ہو جاتی تو میں کہیں کا نہ رہتا لیکن سرنگا جسے میں اپنے لیے سمجھتا تھا، عین وقت پر، میری بربادیوں کے آڑے وقت پر میرے کام آ گیا تھا۔ اس نے اٹھائی اور مقدس جارا کاکا کی روح کا جبر سہا۔ خدا جانے وہ غریب زندہ بھی تھا یا مر چکا تھا۔

میں اقابلا کے قریب پہنچ کر ایک فاصلے پر رک گیا۔ اب میری نظریں اس کے چہرے تھیں اور ذہنی کیفیت متزلزل تھی۔ میں اس کی شیریں گفتاری کا منتظر تھا۔ وقت کی رفتار جیسے اقابلا کی سحر آگیں نظروں نے میرے جسم کا احاطہ کیا اور مجھے جھرجھری آ گئی۔ مجھے اپنا وجود محسوس ہوا۔ میں نے اپنی نظریں زمین پر ٹکا دیں۔

''سیدی جابر!'' کاہن اعظم کی بھاری بھرکم آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ''تم کو نہیں کر رہے ہو؟ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم فلورا کو طلب کرنا چاہتے تھے۔''

''مجھے اس سے انکار نہیں ہے۔'' میں نے مودبانہ جواب دیا۔

''تمہیں سوچنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ اسے مقدس اقابلا کی عنایت خسروانہ سمجھو۔'' نے کہا۔

''بے شک میری زندگی اسی کی مرہون منت ہے۔'' میں نے دبی آواز میں کہا۔ ''تاہم اپنے ایک ساتھی کے ساتھ دوستی کا حق نبھایا ہے اس لیے میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ درخواست ہے کہ سریتا کو سرنگا کے حوالے کر دیا جائے۔''

''مگر سرنگا ایک بڑے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔''

''مجھے امید ہے کہ کاہن اعظم میری حمایت کریں گے کیونکہ سریتا سے کوئی جرم سرزد میں سریتا کو طلب کر رہا ہوں۔'' میں نے ہمت کر کے کہا۔

''کیا تم سمجھتے ہو کہ سرنگا زندہ ہے؟ جارا کاکا کی مقدس روح نے اس پر عتاب نازل کاہن اعظم نے کہا۔

''میری خواہش ہے کہ وہ زندہ رہے، مقدس جارا کاکا کی روح کا عتاب میں پہلے ہوں لیکن میرے خیال میں سرنگا وہ پہلا شخص ہے جسے سیاہ ذرات نے زمین پر چھوڑ دیا۔ شا کی مقدس روح نے اس کے ساتھ کوئی رعایت برتی ہے۔'' میں نے ادب و احترام سے کہا۔

''مقدس اقابلا تمہاری فراست اور زود فہمی سے متاثر ہوئی ہے۔'' سمورال نے کہ قیاس درست ہے کہ سرنگا زندہ ہے لیکن جارا کاکا کی مقدس روح نے تمہارے ہندی دوست دی ہے وہ اس سے آسانی سے نجات نہیں پائے گا۔ مقدس اقابلا تمہاری خواہش کے مطابق سرنگا کے حوالے کرتی ہے۔ وہ دونوں تمہارے قبیلے میں قیام کر سکتے ہیں۔''

''ایک اجنبی کے ساتھ مسلسل ان نوازشوں نے وطن کی محبت اس کے دل سے دور کر دی۔ یہ بری خوش نصیبی ہے کہ میری قسمت مجھے اس علاقے میں کھینچ لائی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بہترین سائی کام میں لاؤں گا۔ میں اس علاقے کو خوشحال بنانے اور اس کے باسیوں کو سربلند رکھنے میں کوئی قیقہ فروگزاشت نہیں کروں گا۔ مقدس ملکہ کی قربت کا حصول میری زندگی کا مقصد ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں ایک دن اس مقصد میں کامیاب ہو کر رہوں گا۔'' میں نے ایک جوشیلا بیان دیا اور لطف و رم کے اس مجسمے کو دل کی گہرائیوں سے دیکھا۔ ''جابر بن یوسف الباقر تا زندگی مقدس اقابلا کی شنودی کا مطیع رہے گا۔ جابر بن یوسف حسن و جمال کی دیوی کے آگے اپنی تمام محبتیں اور عقیدتیں نثار کرتا ہے۔''

''مقدس اقابلا تمہاری زبان کی تاثر آفرینی سے خوش ہے وہ فلورا کے سلسلے میں تمہیں زبان کھولنے کی اجازت دیتی ہے۔'' کاہن اعظم نے مقدس اقابلا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''کوئی شبہ نہیں کہ یہ جنگ میں نے فلورا ہی کے حصول کے لئے لڑی تھی لیکن میں اعلان کے مطابق اپنی ایک پسندیدہ شے کا اظہار کر چکا ہوں۔ اس لیے مزید کوئی چیز طلب کرتے ہوئے مجھے جھجک محسوس ہوتی ہے۔ عین ممکن ہے کہ عظیم شوالا میری اس جسارت پر احتجاج کرے۔''

''سیدی جابر! یہاں کا ہر ذرہ اقابلا کا تابع ہے۔ اقابلا مقدس و عظیم ہے وہ چاہے تو شوالا کو ختم کر دے، وہ چاہے تو شوالا سے سب کچھ چھین لے۔ اس کے فیصلے کے خلاف دل میں کوئی خیال لانا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ فلورا کے سلسلے میں تمہیں زبان کھولنے کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ سریتا کو شوالا نے حاصل نہیں کیا تھا۔ اسے اس بستی کے کاہن نے سرنگا کے حوالے کر دیا تھا جو اس وقت شوالا کے پاس تھا۔'' کاہن اعظم نے اقابلا کی ترجمانی کی۔

''یہ درست ہے، تاہم شوالا اسے اپنی ملک تصور کرتا ہے۔ میں اپنی عظیم ملکہ کے ادنیٰ اشارے پر اپنی جان بھی پیش کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔ میں عرض کروں گا کہ یہ فیصلہ فلورا پر چھوڑ دیا جائے کہ وہ ہم دونوں سرداروں میں سے کسے منتخب کرتی ہے۔ اس بات سے میرے سکون کا سامان ہو جائے گا۔''

''تمہاری درخواست قبول کی جاتی ہے۔'' کاہن اعظم نے پروقار لہجے میں جواب دیا۔ ''سیدی جابر! یہ تم پر منحصر ہے کہ اپنی دانش مندی، تدبر، عقیدت اور پرستش سے مقدس اقابلا کی قربت سے ہمکنار ہو۔'' پھر کاہن اعظم نے حکم دیا۔ ''فلورا کو حاضر کیا جائے۔''

کاہن کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے ہی تھے کہ اس کی تعمیل میں بمشکل پانچ منٹ لگے۔ فلورا کو اقابلا کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ میں نے بہت دنوں بعد اپنی اُس محبوبہ کا جلوہ دیکھا جس کے لئے میں

نے یہ طویل سفر اختیار کیا تھا اور اس اجنبی بستی کے اسرار میں گرفتار ہو گیا تھا۔ فلورا کے حسن پ
نہیں آئی تھی۔ اس کا سرخ و سفید رنگا ہوا بدن نگاہیں خیرہ کیے دے رہا تھا۔ اس کے چہر
سنجیدگی طاری تھی۔ میں نے دل میں اقابلا کا خیال کر کے اس کی جانب سے توجہ کم کر دی۔
کہ مجھے دیکھ کر فلورا کے چہرے پر کیا رنگ آیا۔ سمورال نے اقابلا کا اشارہ پا کر نرم لہجے
مخاطب کیا۔

''عزیزہ فلورا یہ جنگ یہ مقصد سامنے رکھ کر لڑی گئی تھی کہ جابر بن یوسف الباقر، شوالا
طلب کرنا چاہتا تھا لیکن جنگ کے اختتام پر فتح کے بعد اس نے تمہارے بجائے سریتا کو
لیکن مقدس اقابلا دونوں سرداروں کے درمیان ہر قسم کے جھگڑے ختم کرنے کے لئے تمہیں
دیتی ہے کہ تم جسے چاہو منتخب کر لو۔ شوالا کو یا جابر بایوسف کو۔''

غیر اختیاری طور پر میں نے نرم و نازک فلورا کو دیکھا۔ پہلی بار اس کی نظریں مجھے اپنے
چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں، اس کی نگاہوں میں حسرت تھی۔ ترام اور سریتا میرے قریب کھڑ
اس نے خاموشی سے میرا جائزہ لیا۔ میں اس کا فیصلہ سننے کے لئے بے تاب تھا۔ مجھے یقین
عرصے بعد میری محبوبہ میری آغوش میں آ جائے گی۔ وہ یقیناً میرے حق میں فیصلہ کرے گی
کی اس بستی میں مجھ سے زیادہ اور کون اس کے قریب ہو سکتا تھا؟ مگر فلورا نے فوراً کوئی جو
دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی ذہنی خلفشار سے دوچار ہے، پھر جب اس نے سمورال کا جو
بار سنا تو اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے۔ ایک بار اس نے میری جانب اور میں
جانب دیکھا ہر چند کہ اقابلا کی قربت کا طلب گار نہ تو اب ترام کے بھرپور بدن سے متاثر ہو
فلورا کے سحر انگیز بدن سے، اب میرا مرکز و محور کوئی اور تھا۔ وہ اقابلا تھی، مجھے حیرت تھی کہ فلو
کرنے میں پس و پیش کیوں ہے؟ جب تیسری بار فلورا سے اس کی مرضی کا اظہار کرنے کی
گئی تو فلورا ملتجی نظروں سے مسند کی سیڑھیوں کی طرف بڑھی اور اس نے اقابلا کے پیر پکڑ لے
تیزی سے اُٹھی اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی ہوئی شوالا کی جانب چلی گئی۔ شوالا ابھی تک میدان
کونے میں بے ہوش پڑا تھا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا، فلورا کے فیصلے نے میرے اع
پہنچائی تھی، اس نے میرا یقین مجھ سے چھین لیا تھا۔ میں نے سٹپٹا کر اس کی جانب دیکھا۔

''سیدی جابر!'' سمورال کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''فلورا نے فیصلہ کر لیا ہے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کاہن اعظم! میں اس فیصلے کا احترام کرتا ہوں۔'' میں نے دل پر
ہوئے کہا۔ ''میں تو صرف مقدس اقابلا کی نگاہ التفات کا متمنی ہوں، میں ایک لاکھ فلورا
قربان کر سکتا ہوں۔'' میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ پھر میں نے کاہن اعظم سے درخوا

''مجھے اجازت دی جائے کہ میں بھی فلورا کی طرح مقدس اقابلا کے قدم چوم کر اپنے ہونٹوں کو لذت دوام بخشنے کی سعادت حاصل کروں۔''

''اجازت ہے۔''

اقابلا کی اجازت پا کر میں بے اختیار سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ اس نے بڑی شان سے اپنا
مرمریں پیر آگے کر دیا۔ وہ پیر، کسی پری، کسی حور کا نرم و گداز پیر، اقابلا کا پیر، اس علاقے کی سب سے
برگزیدہ ہستی کا پیر۔ میرے خدا۔ ان حسین پیروں کا لمس۔ میں اس کا تصور نہیں کر سکتا تھا، مجھ پر غنودگی
سی طاری ہونے لگی۔ اس جادو داں لمس نے مجھے ایک عجیب سرور سے نوازا۔ اس کے لمس کی تپش نے
میرا خون گرما دیا، میری خواہش تھی کہ وقت ٹھہر جائے یا میری زندگی کا چراغ ان قدموں میں گل ہو
جائے، جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسے سہلایا اور وارفتگی کے عالم
میں دیوانہ وار اسے اپنے چہرے پر ملنے لگا۔ ہاں حسن چاٹنے کے لئے ہوتا ہے، میں نے اس کے پیر
چاٹے، یہ کیفیت وہی صاحبان دل محسوس کر سکیں گے جنہیں ان کا مطلوب سعی مسلسل اور جہد پیہم کے
بعد ملا ہو، وہ پیر میرے ہاتھوں کے حلقے میں تھا کہ اچانک ایک زوردار دھماکے نے میری محویت کا
نسوں توڑ دیا۔ میں گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اقابلا نے اپنا پیر جھٹک کر میرے ہاتھوں سے چھڑایا اور کھڑی
ہو گئی۔ اس کی شعلہ بار نظریں اُس جار پر مرکوز تھیں جو دفعتاً ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ سرنگا کی دیوی
غائب ہو چکی تھی۔

''سمورال!'' میں نے پہلی بار اقابلا کی آواز سنی۔ میدان میں گھنٹیاں سی گونجنے لگیں۔

''ہاں اے مقدس ملکہ! گستاخ دیوی فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی ہے۔ مقدس اقابلا کی طرف
سے تمام کالی طاقتوں کو حکم دے دیا گیا ہے اور عظیم جارا کاکا کی مقدس روح سے درخواست کی گئی ہے
کہ اگر دیوی ہمارے علاقے کے کسی بھی حصے میں ہو تو اسے مقید کر کے پابہ زنجیر ہمارے حوالے کر دیا
جائے۔'' یہ کہہ کر سمورال نے سر تسلیم خم کیا پھر اچانک نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے فوراً بعد رنگ
برنگے بادلوں کا ایک تودہ نمودار ہوا اور اقابلا کو اپنے اندر جذب کر کے اوپر اُٹھتا چلا گیا۔ میں نے فلورا
کی طرف دیکھا۔ وہ بے ہوش شوالا کے قریب سر جھکائے بیٹھی تھی۔

اقابلا اور کاہن اعظم کے جاتے ہی میرے قبیلے کے افراد ناچتے گاتے خوشیاں مناتے آگے
بڑھے اور مجھے کندھوں پر اٹھا کر جلوس کی صورت میں میری سرحد کی طرف بڑھنے لگے۔ اس ہجوم میں
میرا نائب ابالیش پیش پیش تھا۔ میں نے ابالیش کو سرنگا اور سریتا کی خبر گیری کی ہدایت کی اور اُلٹے
قدموں میدان کی طرف پلٹ آیا۔

یہ جشن عجیب و غریب ہنگاموں کے ساتھ ختم ہو گیا۔ میرے قبیلے کے لوگوں نے تین روز تک

شب و روز ہاؤ ہو، چیخوں اور رقص کا یہ جشن جاری رکھا۔ سریتا اور سرنگا جزیرہ توری کے پُرا
حیرت انگیز رسمیں نہ دیکھ سکے، سرنگا کی حالت خراب تھی اور سریتا ہمہ وقت اس کی تیا
مصروف تھی۔ میں نے اپنے وفادار دوست کے لئے طبیب فراہم کرنا چاہا لیکن ابالیش
سے روک دیا، اس کی دلیل یہ تھی کہ سرنگا جارا کا کا کی مقدس روح کے عتاب کی زد پر ہے
پر کوئی دوا کارگر نہ ہوگی۔ اس بات کا امکان بھی تھا کہ میرے اس فعل پر جارا کا کا کی مقد
سے ناراض ہو جاتی۔ یہاں کی ہر بات، ہر دلیل عجیب تھی۔ کسی خوف اور تردید کے بغ
کرنے ہی میں سلامتی مضمر تھی۔

میں تین روز تک جشن کی مصروفیت میں سرنگا سے ملاقات نہ کر سکا البتہ اس کی خبر
رہی۔ چوتھے روز جب مجھے فرصت ہوئی تو میں اپنے ہندی دوست کی مزاج پرسی کے لئے
نے ان دونوں کے لئے ایک علیحدہ جھونپڑی کا بندوبست کر دیا تھا۔ جس وقت میں جھونپڑ
ہوا، سرنگا آنکھیں بند کیے بے سدھ پڑا تھا۔ سریتا اس کے قریب حسرت و یاس کی تصویر
اس نے مجھے شکایتی نظروں سے دیکھا۔ سرنگا کی حالت بڑی ابتر تھی، اس کے جسم پر
آبلوں نے زخموں کی صورت اختیار کر لی تھی، رستے ہوئے زخم۔ مجھے وہ زخم دیکھ کر متلی ہو
کی حالت سے مجھے وحشت ہو رہی تھی اس لیے میں نے معذرت خواہانہ لہجے میں سر
سریتا تمہارے باپ پر جو گزری ہے، اس کا مجھے دلی افسوس ہے لیکن ماورائی قوتوں کے آ
لوگ کیا کر سکتے ہیں؟ تم صبر کرو۔ سرنگا جلد ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میرے باپ نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔" سریتا نے سسکتے ہوئے جواب دیا۔ "ال
ایک غلطی ضرور کی تھی، آدمی اگر اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مارے تو خدا بھی اس سے نا
ہے۔ میں نے اپنے باپ کو یہاں آنے سے منع کیا تھا۔ یہاں آ کر یہ سب کچھ تو ہونا
موت کیوں نہیں آ جاتی؟"

سریتا کی دل خراش باتوں کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ میں اسے تسلی ہی د
میں نے اسے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بے معنی تسلیاں د
وقت سرنگا نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا اور نقاہت بھری آواز میں کہا۔ "سیدی جابر! مجھ
تم میری خبر گیری کرو گے یہاں، میرے پاس بیٹھو۔"

میں دل پر جبر کر کے اس کے قریب بیٹھ گیا۔ سرنگا نے کچھ بولنے کی کوشش کی اور
اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ "تم پریشان ہو جابر؟ میں جلد اچھا ہو جاؤں گا۔ جارا کا کا کی ر
جو سر چڑھی ہے، وہ پچاس دن سے زیادہ نہیں رہ سکتی۔ پچاس دن کی مدت میں کوئی دوا مجھ

دگی۔ اس کے بعد میں خود بخود ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

"سرنگا! میں تمہارا سلوک فراموش نہیں کر سکتا۔" میں نے آہستگی سے کہا۔ "اگر تم نے بروقت
ہری مدد نہ کی ہوتی تو حالات اس وقت کچھ اور ہوتے۔"

"سیدی جابر! مجھے افسوس تو یہی ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکا تم نے ایک بار جان پر کھیل کر سریتا کو
رنے سے بچایا تھا اور اب مجھے یہ اطلاع بھی مل چکی ہے کہ تم نے اقابلا سے فلورا کے بجائے سریتا کو
برے لیے مانگا تھا۔"

"اس کے باوجود سریتا مجھ سے ناراض نظر آ رہی ہے۔" میں نے سریتا کی طرف مسکرا کر دیکھا۔

"یہ دیوانی ہو گئی ہے سیدی! اس کا خیال ہے کہ اگر میں شوالا کو چھوڑ کر تمہارے پاس نہ آیا ہوتا تو
ہ پر یہ مصیبت نازل نہ ہوتی لیکن میں اپنے دوست کو کیسے بھول سکتا تھا؟ یہ بے وقوف ہے۔ بچی
ہے۔"

اس گفتگو کے دوران میں سرنگا نے سریتا کو کسی کام سے باہر بھیج دیا اور بڑی رازداری سے بولا۔
'سیدی! مجھ تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں۔ میرے اور قریب آ جاؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ
یواریں بھی ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن سکیں۔"

سرنگا کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ کوئی طویل گفتگو کر سکتا لیکن وہ ایک بہت حوصلہ مند اور مستقل
زاج بوڑھا تھا۔ وہ اپنے زخموں کی پروا کیے بغیر بولتا رہا۔ اس کے ہونٹ لرزش کر رہے تھے۔ میری
لجھن بڑھتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد سرنگا کی پتلیاں متحرک ہو گئیں۔ اس نے جھونپڑی کے چاروں
لرف دائرے کی صورت میں دیکھنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی وہ کچھ پڑھ کر پھونکتا بھی جا رہا تھا۔ ایسی
بالکی کی کیفیت میں اور اس عمل کے دوران مجھے وہ بڑا پُراسرار نظر آیا۔ اس کا حوصلہ نوجوانوں سے
کہیں بلند تھا۔ پُراسرار عمل سے فراغت کے بعد سرنگا نے میری جانب گھورتے ہوئے سرگوشی کی۔
'سیدی! اب ہم بے خوف و خطر باتیں کر سکتے ہیں۔"

"مگر تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے وضاحت طلب انداز میں پوچھا۔

"سیدی، ہم اس طرح ہاتھوں پر ہاتھ رکھ کر خاموش نہیں بیٹھ سکتے کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم
ہمیشہ اس جزیرے میں محبوس رہیں گے؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ سرنگا تنہا نہیں ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ
یہ لوگ ذہنی طور پر اتنے آگے نہیں ہیں۔ میں نے اس وقت ایک جاپ کے ذریعے یہ جھونپڑی محفوظ
کر لی ہے۔ اب کچھ دیر کے لئے پُراسرار اور ماورائی قوتیں بھی ہماری گفتگو نہیں سن سکیں گی۔"

"میں کچھ بھی نہیں سمجھا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

سرنگا کے ہونٹوں پر معنی خیز تبسم اُبھر آیا وہ دبی ہوئی پُرجوش آواز میں بولا۔ "سیدی! تمہیں ابھی

یہ باتیں سمجھنے میں وقت درکار ہوگا، ابھی تو تم نے یہاں کے اسرار میں پہلا قدم بھی آگے نہیں
وقت کے ساتھ ساتھ تمام اسرار تم پر منکشف ہو جائیں گے۔ وقت کم ہے اور مجھے تم سے کچھ
باتیں کرنی ہیں لیکن اس شرط پر کہ تم ان باتوں کا ذکر اپنے ہمزاد سے بھی نہیں کرو گے، اگر تم
کیا تو ہم سب تباہی و بربادی کا شکار ہو جائیں گے اور کوئی طاقت ہمیں نہیں بچا سکے گی۔''

سرنگا کی شخصیت میرے لیے جہاز کی تباہی والے واقعے کے بعد سے اب تک پُراسرار
تھی۔ اس وقت وہ بطور خاص بہت ہولناک نظر آ رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر اعتماد کی جھلکیاں
تھیں۔ اس نے کہا۔ ''سرنگا پر اعتماد کرو۔ میں یہاں کے اسرار سے بھی زیادہ الجھی ہوئی
ہوں سیدی!'' سرنگا نے میرے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیا۔ ''میرے بارے میں زیادہ
سوچو۔ جو کچھ میں کہوں اسے غور سے سنو۔ سب سے پہلے میں تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ابالیش
ہوشیار رہو، ہو سکے تو اسے کسی الزام میں ملوث کر کے ختم کر دو، دوسری بات یہ ہے کہ تمہیں کالا
بندر کا ہو کو ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے تندرست ہونے سے پہلے تم ان
کاموں سے نمٹ لو۔''

سرنگا کی بات سن کر میں اور الجھ گیا۔ کاہو کو ٹھکانے لگانے کی بات مجبوراً تسلیم کی جا سکتی
ابالیش میرا نائب تھا۔ اس نے قدم قدم پر میری رہنمائی کی تھی مجھے ابھی اس سے کافی
سیکھنا تھا۔ میں نے سوچا کہ جارا کا کی مقدس روح نے سرنگا کو سزا دی ہے کہیں اس کی وجہ
اپنا ذہنی توازن تو نہیں کھو بیٹھا؟ یہ درست تھا کہ شوالا کے مقابلے میں میری کامیابی اسی کی وجہ
ہوئی تھی لیکن اس کے عوض ابالیش جیسے وفادار نائب کو موت کے گھاٹ اتار دینا یقیناً ناانصافی
میں نے کچھ سوچ کر پوچھا۔ ''کیا ابالیش اور کاہو کے بارے میں تم کسی خاص شبہے کا اظہار
ہو؟''

''شبہ۔'' سرنگا ٹھوس لہجے میں بولا۔ ''سرنگا سطحی باتوں کا عادی نہیں ہے، یہ سب کچھ
سوچ سمجھ کر کہہ رہا ہوں، حالات نے مجھے وقتی طور پر بے بس کر دیا ہے، ورنہ ابالیش اور کاہو
میں خود اپنے ہاتھوں سے کرتا۔''

''مگر کیوں؟'' میں نے جھنجلا کر پوچھا۔ ''وجہ کیا ہے؟''

''سیدی! میں سب کچھ تمہیں بتا دوں گا، تم اس وقت جس ذہنی کش مکش میں مبتلا ہو
محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا دور اندیش آدمی بھی وسوسوں کا شکار ہو رہا ہے
سیدی! اگر میں تمہارا دشمن یا بدخواہ ہوتا تو کیا دیوی کو شوالا کے خلاف استعمال کرنے
تمہارے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا تھا! مجھے اس کرب میں گرفتار ہونے کی کیا ضر

رے بجائے اگر میں شوالا کے ساتھ رہتا اور اس کی ہمدردیاں حاصل کرتا تو مجھے کون روک لیتا!
افسوس ہے کہ میں تم پر احسان جتا رہا ہوں۔'' میں نے اس بوڑھے کا چہرہ تشویش سے دیکھا۔ وہ
کہنے لگا۔ ''اگر آزمانا چاہتے ہو تو تمہارے گلے میں سمورال کی دی ہوئی جو مالا پڑی ہے، اسے آج
اپنے گلے سے اُتار کر کہیں قریب رکھ دینا۔ ابالیش کی حقیقت تم پر خود آشکار ہو جائے گی لیکن ایک بات
یاد رکھنا اگر تم اس طرح یہ مالا کہیں کھو نہ دینا، اسے اپنے سامنے ہی کسی جگہ رکھنا، اگر تم اس کی طرف
سے ایک لمحے کے لئے بھی غافل ہوئے تو بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا ہے۔''

میں اس سے کچھ اور نہ پوچھ سکا۔ سرینا کے آ جانے سے سرنگا نے بھی خاموشی اختیار کر لی اور
کمرے میں بھرنے لگا۔ میں کرب و اضطراب کے عالم میں وہاں سے اُٹھا۔ اس وقت میرے ذہن میں
صرف سرنگا تھا، ایک پُراسرار شخص ایک بوڑھا گدھ۔ مجھے رات کی آمد کا بے چینی سے انتظار تھا، میں
اس کے شبہات کی تصدیق ضروری سمجھتا تھا۔

دن چڑھے ابالیش مجھ سے ملاقات کے لیے آیا مگر میں نے دانستہ ملاقات سے گریز کیا۔
کالی کا بندر کاہو بدستور جھونپڑی کے باہر ایک مستعد چوکیدار کی حیثیت سے تعینات رہا۔ اس روز
اس نے تزام سے بھی کوئی خاص بات نہیں کی۔ کٹا کٹا رہا۔ رات آئی تو میں پوری طرح اس امتحان
کے لئے تیار ہو گیا جس کا اشارہ سرنگا نے کیا تھا۔ تزام اس وقت گہری نیند سو رہی تھی، میں اسے چھوڑ کر
اپنی کمرے میں آ گیا۔ میں نے تذبذب کی کیفیت میں مالا گلے سے اتار کر سامنے والی دیوار پر لٹکا
دیا اور اس طرح اس کے سامنے لیٹ گیا کہ میری نظریں اس پر جمی رہیں، وقت گزر رہا تھا اور میری
بے چینی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا، مالا گلے سے جدا کیے ہوئے مجھے خاصی دیر ہو گئی تھی، اسے مسلسل
تکتے دیکھتے آنکھوں میں سوزش سی ہونے لگی، اچانک میرے ذہن میں تیزی سے یہ خیال اُبھرا کہ
کہیں سرنگا خود یہ قیمتی مالا حاصل کرنے کی فکر میں تو نہیں ہے؟ سمورال نے یہ مالا میرے حوالے
کرتے وقت کہا تھا کہ یہ پُراسرار قوتوں کی حامل ہے ممکن ہے میرے گلے میں پڑے ہونے کی وجہ
سے سرنگا اسے حاصل کرنے میں ناکام رہا ہو اس نے اس کے حصول کا یہ طریقہ سوچا ہو؟ لیکن وہ جس
حالت میں گرفتار تھا اس کے لئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا بھی مشکل تھا۔ میرے ذہن میں مختلف
خیالات اُبھر رہے تھے۔ بہرحال میری نظریں بدستور مالا پر مرکوز تھیں۔ جب کچھ اور وقت گزر گیا تو
میری پریشانیاں بڑھ گئیں، اب مجھ پر جھلاہٹ طاری ہو گئی تھی کہ میں بیکار ایک بے بنیاد شبہے کی خاطر
اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں، مجھے سکون کی نیند سو جانا چاہیے۔ یہ خیال پختہ کرنے کے بعد میں مالا دوبارہ
گلے میں ڈالنے کے لئے اُٹھنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ باہر کسی کے قدموں کی ہلکی سی چاپ سنائی دی،
دروازہ آہستہ سے کھلا اور ایک انسانی ہیولا میری نظروں کے سامنے آ گیا، قد و قامت کے اعتبار

سے وہ بے شک ابالیش ہی معلوم ہوتا تھا لیکن اندھیرے کی وجہ سے میں اس کے خط و خال پر نہیں دیکھ سکا۔

آنے والا شخص دروازے پر احتیاط سے کھڑا میری جانب دیکھتا رہا پھر وہ پنجوں کے بل اس سمت بڑھنے لگا جہاں میں نے مالا لٹکائی تھی۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آخر آنے والے کو علم کیسے ہوا مالا کس جگہ ملے گی؟ لیکن یہ خیال ظاہر ہے کہ سطحی تھا۔ اس علاقے میں ہر بات ممکن

نووارد آہستہ آہستہ مالا کی جانب کھسک رہا تھا لیکن اس طرح کہ اس کی نظریں میری تھیں، میں آنکھوں کے درمیان ہلکی سی جھری کیے اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ حفظ ماتقدم کے طور پر گلے میں لٹکی ہوئی جارا کاکا کی کھوپڑی پر اپنی گرفت مضبوطی سے جما کاہن اعظم نے مجھے اس مقدس کھوپڑی کے استعمال کے مختلف طریقے بتائے تھے اس لیے یہ تھا کہ جب چاہوں گا، نووارد کو اس کے ذریعے زیر کرلوں گا، مالا اور اس شخص کا درمیانی فاصلہ قدم رہ گیا تو میں کمال پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ نووارد اس اچانک بیداری کے لئے تیار بری طرح گھبرا گیا اور اس کے فرار ہونے سے پہلے ہی میں نے اپنی پوری توانائی کے ساتھ لیا، ہم دونوں زمین پر گر گئے لیکن اس طرح کہ نووارد میرے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور میں اس پر چڑھا بیٹھا تھا۔

اب اس کا چہرہ میری نظروں کے سامنے تھا، سیاہ چہرہ، واقعی وہ ابالیش ہی تھا۔

میں نے سانس قابو میں کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ ''ابالیش! میں اپنے وفادار کبھی اس حرکت کی توقع نہیں کرسکتا تھا۔''

''مقدس آقا..... میں .....'' ابالیش ہکلانے لگا۔

میں نے ڈپٹ کر کہا۔ ''مجھے معلوم ہے بدبخت ابالیش کہ تو یہاں کس مقصد سے آیا کاہن اعظم کا عطیہ تجھے اتنی آسانی سے حاصل ہوسکتا تھا؟ تو نے یہ کیوں نہیں سوچا۔''

ابالیش کا چہرہ فق ہوگیا۔ اس نے مجھے خوف زدہ نظروں سے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھیں طور پر چمکنے لگیں، اس کے ساتھ ہی اس کے منہ سے کچھ نامانوس قسم کی آوازیں نکلنے لگیں۔ مجھے ہوگیا کہ ابالیش کالے جادو کو اپنی نجات کا ذریعہ بنانے کی کوشش کررہا ہے۔ میرے لیے اب بھی ضائع کرنا دانش مندی کے خلاف تھا، میں نے جارا کاکا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر ابالیش کے سر پر ماری، میرے دل میں اس کی ہلاکت کا تصور تھا، کھوپڑی جیسے ہی ابالیش اس نے کربناک انداز میں چیخ ماری، پھر یوں تڑپنے لگا جیسے شدید اذیت میں مبتلا ہو، اس سرد پڑ گیا۔ میں نے اس کی نبض ٹٹولی، دل پر کان لگا کر سنا مگر وہ اپنی زندگی کے دن پورے کر

نے جلد از جلد مالا اُتار کر گلے میں ڈالی پھر ابالیش کی لاش ایک جھٹکے سے پیٹھ پر اُٹھا کر اور اسے جھونپڑی سے کچھ دور پھینک دیا۔ جھونپڑی سے نکلتے وقت میں نے کاہو کی موجودگی یا کے متعلق غور نہیں کیا تھا، لیکن جب واپسی پر میں نے اسے غائب پایا تو مجھے ایک جھٹکا سا پہلے ایسا نہیں ہوا تھا، کاہو دن رات میری جھونپڑی کے دروازے سے لگا بیٹھا رہتا تھا پھر نے اس وقت کاہو کی وہاں غیر موجودگی کی کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ صرف یہی نتیجہ اخذ کیا نے اپنے علم کے ذریعے اسے یہاں سے ہٹا دیا ہوگا۔

اور وہ رات اُن مضطرب ترین راتوں میں سے ایک تھی جو میں نے جزیرہ توری پر گزاریں۔ علی نے پھر کاہو کو ڈھونڈا مگر وہ ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ میرے قدم بے خودی کی کیفیت جانب بڑھ گئے جہاں میں نے رات کو ابالیش کی لاش پھینکی تھی۔ اس کی لاش کے بجائے وہاں کا ایک انسانی ڈھانچا ملا جو سیاہ ہو چکا تھا۔ میں وہاں سے فوراً واپس آیا اور سوچنے لگا کہ ابالیش کے سلسلے میں جن خیالات کا اظہار کیا وہ درست ثابت ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی وقت میری راہ کا کانٹا ثابت ہوسکتا ہے۔ کہیں کاہو کو میرے ارادے کا علم تو نہیں ہوگیا فرار کیوں ہوگیا ہے؟ سرنگا کو ان خفیہ باتوں کا علم کیسے ہوگیا؟ کیا سرنگا معتوب ہونے کے اپنے اندر غیر معمولی روحانی خوبیاں رکھتا ہے؟ کتنی حیرت انگیز باتیں تھیں۔ میں سوچتا رہا۔

بہ غور و فکر کے انحطاط کا وقت تھا۔ میں نے فوراً سمورال سے ملنے کا ارادہ کیا۔ میرے لیے یہی تھا کہ میں جلد از جلد سمورال سے مل کر اس کے سامنے پورے واقعات رکھ دوں اور اس سے گزرا واقعات کی تشریح چاہوں اور آئندہ پیش آنے والی دشواریوں کے بارے میں معلومات کروں۔ اس کا غار آسانی سے مجھے مل گیا۔ میں جانے پہچانے راستوں سے گزر کر غار میں داخل ہوا سب سے پہلے میری ملاقات نوعمر جمرال سے ہوئی۔ ترام کا چھوٹا بھائی، جمرال مجھے دیکھ کر خوشی سے اٹھا۔ پھر ہم دونوں اُس حصے میں گئے جہاں سیاہ رنگ، پروقار چہرے اور تنومند جسم کا مالک سمورال موجود تھا۔ میں نے ادب سے اپنے جسم کو خم دیا۔ سمورال کی پیشانی پر لکیریں اُبھر آئیں، نے کی خفیف جنبش سے مجھے بیٹھنے کی ہدایت کی۔ میں قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور سے کچھ کہنے کے لئے سوچنے لگا میں محسوس کررہا تھا کہ کاہن اعظم میری آمد پر کچھ جز بز سا ہے، وہ میرے چہرے پر لکھی ہوئی پریشانیاں پڑھنے کی کوشش کررہا تھا، پھر اچانک وہ اُٹھا اور نے کا اشارہ کرتا ہوا مجھے اپنی مخصوص عبادت گاہ میں لے گیا۔ جمرال وہیں رُک گیا تھا۔ عبادت داخل ہوکر کاہن اعظم نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''جلدی بتاؤ تم یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟''

''مقدس سموراں! مجھے رہنمائی کی ضرورت ہے۔'' میں نے باادب جواب دیا۔ پ
لاقات، ابالیش کی پُراسرار موت اور کاہو کی گمشدگی کے تمام واقعات بیان کر ڈالے۔ ا
سرنگا کی شخصیت محفوظ کرنے کے لئے اپنے بیان میں محض اتنی تبدیلی کر دی کہ ابالیش کو
خاطر مالا والا تجربہ میں نے خود کیا تھا۔

''جابر!'' سموراں مجھ سے تفصیل سن کر بولا۔ ''کیا تم نے سرنگا سے دریافت کیا
بالیش کی ذات پر کسی قسم کا شبہ ہے؟''

''جی ہاں، میں نے دریافت کیا تھا کاہن اعظم! لیکن سرنگا نے اس شبہے کو اپنی چھ
تعبیر کیا تھا۔'' میں نے بڑی خوبصورتی سے جواب دیا۔

سموراں میرے چہرے پر ابھی تک کچھ تلاش کر رہا تھا اس کا انداز بتا رہا تھا جیسے وہ
کڑیاں ملانے میں اُلجھن محسوس کر رہا ہے۔

''میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ یہ سرزمین اسرار سے پُر ہے۔ یہاں تمہارے
پنے سائے سے بھی محتاط رہنا شرط ہے۔ ہوسکتا ہے ابالیش نے طاقت کے زور سے تمہیں
سرداری حاصل کرنے کا خواب دیکھا ہو۔ مقدس اقابلا نے بھی تمہیں یہی بتایا تھا کہ اسے
مردانگی کے کھیل پسند ہیں لیکن تم بہت غیر محتاط رہتے ہو۔ تم نے مالا اپنی گردن سے اتار کر
کا ثبوت دیا تھا۔ اگر مالا ابالیش کے ہاتھ لگ جاتی تو تمہاری حیثیت اس کے ہاتھ میں مو
ہوتی، جسے کوئی بھی اپنی مرضی پر چلا سکتا ہے، میں نے تمہیں سختی سے تاکید کر دی تھی کہ آ
پل کے لئے بھی گلے سے نہ اُتارنا۔''

''مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے اے بزرگ۔'' میں نے شرمندہ ہو کر کہا۔

سموراں سپاٹ لہجے میں بدبدایا۔ ''سرنگا کی دیوی ہماری حدود سے باہر نکل گئی ہے،
سترس سے دور ہو جانا اچھا شگون نہیں ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ حالات اپنا رُخ بدل رہے
یسے حالات رونما ہونے لگیں تو بلائیں گھیر لیتی ہیں اور سلطنت کا وجود متزلزل ہونے لگتا ہے۔

''مگر کیا مقدس اقابلا نے یہ خطرہ محسوس نہیں کیا ہے؟ کیا وہ دیوی پر قابو پانے سے
ہے؟''

میرے اس سوال پر سموراں کا چہرہ تمتمانے لگا۔ اس نے گرجتے ہوئے کہا۔ ''جا
اقابلا کی شان میں گستاخی کر رہے ہو۔ آئندہ تمہیں اپنی زبان قابو میں رکھنی ہوگی۔ اقابلا
کی مالک ہے، سرنگا کی دیوی نے اس کی غفلت سے فائدہ اٹھایا تھا ورنہ مقدس اقابلا کا
اشارہ اسے شعلوں کی نذر کرنے کے لئے کافی تھا۔''

''میں معافی کا خواستگار ہوں اے نیک بزرگ!'' میں نے خوف زدہ ہو کر کہا۔ ''دراصل
ش کی موت اور کاہو کی گمشدگی نے مجھے مضطرب کر رکھا ہے، میں نے اپنی معلومات میں اضافے
ظر بر سبیل تذکرہ ایک رسمی بات دریافت کر لی تھی، اس سے مقدس اقابلا کی تضحیک مقصود نہیں

''میرا حکم ہے کہ سوچ سمجھ کر زبان کھولا کرو۔'' سموراں نے غصے سے کہا۔ پھر کچھ توقف کے
بولا۔ ''تمہیں محتاط رہنا ہوگا۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ کاہو کی گمشدگی میں ابالیش کی شرارت ہو۔
حال میں دیکھتا ہوں کہ وہ کہاں چھپا بیٹھا ہے۔''

''میں رہنمائی کے لئے حاضر ہوا ہوں کاہن اعظم!'' میں نے بدقت تمام کہا۔

سموراں نے میری بات پر خاموشی اختیار کر لی۔ اس نے طلسمی کڑھاؤ کے قریب جا کر لکڑیوں کا
وروشن کر دیا، پھر آنکھیں بند کر کے کوئی عمل پڑھنے لگا۔ مجھے شدید گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ جتنی
آنکھیں بند کئے اپنے عمل میں مصروف رہا، میں اس کے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لیتا رہا۔ اس
نے یکایک آنکھیں کھول دیں اور کڑھاؤ کے قریب رکھی ہوئی تپائی پر چڑھ کر اُبلتے ہوئے تیل کے
رجھانکنے لگا۔ میں ڈر رہا تھا کہ اگر سموراں نے اپنے علم کے ذریعے سرنگا سے میری ملاقات کا پورا
حال معلوم کر لیا تو وہ یقیناً میری دروغ گوئی کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھے گا۔ اس کی ناراضگی میری
موت تک کر سکتی تھی، اس کی خوشی مجھے اقابلا سے قریب کر سکتی تھی، وہ اقابلا کا دست راست تھا۔ خوف
سے میرے چہرے پر پسینہ آ گیا۔ آنے والے لمحات نہ جانے کیا گل کھلانے والے تھے۔ میں اسی
ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا کہ یکلخت وہ تپائی سے بجلی کی تیزی سے اچھل کر نیچے اُترا، اس کی آنکھوں سے
شرارے نکل رہا تھا، میرے خدا کس قدر خوفناک لگ رہی تھیں وہ غضب ناک آنکھیں..... کاہن اعظم کی
آنکھوں کی قہر دیکھ کر میں سرتاپا لرز اٹھا۔

''جابر بن یوسف!'' اچانک سموراں ہذیانی انداز میں چیخا۔ ''وہ میرے اور تمہارے درمیان کا
عہد توڑ رہا ہے، کاہو۔ وہ شیطان بندر اس وقت تمہاری جھونپڑی کی طرف ترام کو ختم کرنے کی غرض
سے بڑھ رہا ہے۔ جابر بن یوسف، وہ ترام کو نہیں مار سکتا۔ ترام..... میری بچی..... مگر یہ کیوں ہوا؟ میں
اس کا کاہن ہوں..... کاہن اعظم..... میں اس خبیث روح کو دیکھوں گا۔ جابر وہ ترام کو نشانہ بنانا
چاہتا ہے..... دیوتا میرے قریب ہیں۔''

سموراں عبادت گاہ میں کسی پاگل کی طرح اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا، میں سکتے کی کیفیت سے
دوچار تھا، ہم دونوں میں سے کون کس کو دلاسا دیتا، میری زبان گنگ ہوگئی تھی۔ پھر اچانک کاہن اعظم
سموراں کا وجود غائب ہوگیا۔ میں ایک لمحے گم صم کھڑا لکڑی کے الاؤ کے شعلے بھڑکتے ہوئے دیکھتا

رہا۔ پھر تیزی سے واپس ہو گیا اور غار سے باہر جانے والے راستے پر دوڑنے لگا۔

اس ہندی بوڑھے سرنگا نے جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ درست ثابت ہو رہی تھیں۔ ا
میں مل چکا تھا اور کاہورات کی تاریکی میں چھپ کر کہیں فرار ہو گیا تھا۔ اس نے میری عدم
فائدہ اٹھا کر ترام کو مارنے کا ارادہ کر لیا۔ مجھے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ اگر میں
مشورے پر عمل کرتے ہوئے کاہو کو اپنے راستے سے ہٹا دیا ہوتا تو ترام اس متوقع حملے
جس کا اندیشہ کاہن اعظم نے ظاہر کیا تھا۔

یہ کون سی سازش تھی جو جزیرہ توری کے ایک سردار کے ساتھ کی جا رہی تھی؟ بے
مارنے کا کیا جواز تھا؟ کیا مجھ سے نادانستگی میں کچھ غلطیاں سرزد ہو گئی تھیں۔ سرنگا کے
وسوسے غلط ثابت ہو رہے تھے۔ اس نے پہلے ہی حادثے سونگھ کر مجھے متنبہ کر دیا تھا۔ سرنگا
شخص معلوم نہیں ہوتا تھا میں نے ہمیشہ اس کا تخمینہ غلط لگایا تھا۔ اس نے جو مخبری کی تھی
سمورال بھی اس سے لاعلم تھے۔ گویا سرنگا پُراسرار حالات سے نمٹنے کی قدرت رکھتا تھا۔ مجھ
وہ بار بار کہا کرتا تھا۔ ''سرنگا تنہا نہیں ہے۔'' لیکن مجھے حیرت تھی کہ کاہن اعظم سمورال جوا
طرف آنکھیں رکھتا تھا اور جس کی روحانی صلاحیتوں میں کوئی کلام نہیں تھا' اسے کاہو
ارادے کا علم کیوں نہیں ہو سکا۔

اب مجھے اپنے وطن کے بارے میں، اپنے عزیزوں کے بارے میں، سوچتے ہوئے
آتا تھا۔ ہم لوگ یہاں بری طرح گھر گئے تھے۔ میں نے اس زندگی سے مفاہمت کر لی تھی
کہ اب واپسی کا کوئی سوال نہیں تھا۔ جزیرہ توری سے آج تک کوئی اجنبی واپس نہیں گیا تھا۔
خیال بھی احمقانہ لگتا تھا کہ ہمیں واپسی کے متعلق سوچنا چاہئے۔ ہم یہاں بے بس ہو گئے تھے
جسم رنگے ہوئے تھے۔ مہذب دنیا کا کوئی فرد ہمیں دیکھ کر پہچان تک نہیں سکتا تھا کہ ہم
یہاں کسی وقت بھی کچھ ہو سکتا تھا ہر چیز پُراسرار تھی۔ ہر آنے والا لمحہ مشکوک لمحہ تھا۔

دیر تک بھاگتے بھاگتے میرا سانس پھول گیا اور جب میں جھونپڑی میں داخل ہو
آنکھوں نے ایک خوف ناک منظر دیکھا۔ میرا کلیجا دھک سے رہ گیا۔ جو سامنے تھا وہ حقیقت
نے اپنی زندگی میں اتنا لرزہ خیز منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ چہرہ جو کبھی میری آغوش میں چھپ
تھا۔ وہ بدن جو کبھی میرے خون میں ہلچل مچا دیا کرتا تھا۔ وہ چہرہ گردن سے کٹا ہوا تھا اور کا
سمورال کے ہاتھوں میں تھا جسے اس نے بالوں سے پکڑ رکھا تھا اور وہ علیحدہ بدن اب بھی خا
میں تڑپ رہا تھا۔ کاہن اعظم سمورال اپنی بیٹی، اپنی لخت جگر کا سر ہاتھوں میں لیے کھڑا تھا۔
خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ سمورال کا چہرہ شدت کرب سے مسخ ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹ

ے میرے اوسان خطے ہونے لگے۔ ماحول پر بھیانک سناٹا طاری تھا۔ ''ترام!''
ظمی کی آواز میں کئی آوازیں شامل تھیں۔ ''ترام! اے روح ترام مجھے کچھ مہلت دے۔ جسم
ہونے سے پہلے مجھے سے بات کر۔ میں سلطنت اقابلا کا کاہن اعظم، مقدس اقابلا کا نائب تجھ
ب ہوں۔ ذرا ٹھہر۔ تیرا باپ تجھ سے مخاطب ہے۔ میں تجھے جارا کاکا کی مقدس روح کی
ے حکم دیتا ہوں کہ کچھ دیر کے لئے بیدار ہو جا۔ مجھے اندھیرے میں نہ رکھ۔''
مجھے ایک بار ابالیش نے بتایا تھا کہ ''دودو'' ایک ایسا علم ہے جس سے یہاں کے باشندے اپنے
ہوئے لوگوں سے عارضی طور پر باتیں کر لیتے ہیں۔ غالباً سمورال اس عمل میں مصروف تھا۔ میں
مورال کو اتنا پریشان اور غیر متوازن کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ترام کی موت کے اچانک صدمے نے
یوانگی طاری کر دی تھی۔ اس نے اپنا عصا اُٹھا کر چاروں طرف گھمایا وہ ٹھوس آواز میں بار بار
یدار ہونے کی ہدایت دے رہا تھا۔ سمورال کی یہ حالت دیکھ کر میری آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔
نے چاہا کہ آگے بڑھ کر اُسے دلاسا دوں لیکن میرے جنبش کرنے سے پہلے میری نظروں نے ایک
یقین منظر دیکھا۔ ترام کے پپوٹے آہستہ آہستہ اوپر کی جانب حرکت کر رہے تھے۔ خوف و
ے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ ترام کی آنکھیں پوری طرح
یں۔ میں نے اس کی پتلیاں جنبش کرتی ہوئی دیکھیں۔ گو ان خوبصورت آنکھوں میں اب وہ
شوخی اور زندگی کی رمق نہیں تھی لیکن پلکیں اور پتلیاں متحرک تھیں۔ وہ اپنی ویران نظروں سے
کو دیکھ رہی تھی سمورال اپنا عصا ایک ہاتھ سے زمین پر پٹک رہا تھا اور منہ سے ایسے الفاظ نکال
ن کا مطلب میں سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں غیظ و غضب تھا چند لمحوں تک وہ
چہرہ اپنے مقابل رکھے گھورتا رہا، پھر گرج دار آواز میں بولا۔ ''تو اپنے دنوں سے پہلے چلی گئی۔
ت کا جواب دے۔ کیا تو مجھے سن رہی ہے؟''

''ہاں!'' ترام کی آوازیں کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ میرے لیے یہ لمحات تعجب خیز
ں بار بار اپنی آنکھیں ملتا تھا۔ ترام کے بے جان ہونٹ ہلکی ہلکی جنبش کر رہے تھے۔

''ترام..... آسمانوں میں جانے سے پہلے اپنے باپ سے چند باتیں کرتی جا۔ میں نے تجھے ہر
اہل دیا تھا اور پوری طرح مطمئن ہو کر تجھے اس اجنبی سردار کے حوالے کیا تھا۔ کیا تجھے اس
ی خبر نہیں ہو سکی؟''

''نہیں۔'' ترام کے ہونٹ ہلے۔ ''وہ اچانک آیا تھا اور مجھے ختم کر کے اچانک چلا گیا۔''

''میں اس خبیث روح کو سکون سے نہیں رہنے دوں گا۔ اطمینان رکھ، اس کا انجام بھیانک
ہوتا تیرے باپ کے ساتھ ہیں۔'' سمورال نے غصے سے لرزتی ہوئی جذباتی آواز میں کہا، پھر

جلدی سے بولا۔ ''میں زیادہ دیر تک تیرا راستہ نہیں روکوں گا۔ تجھے ایک طویل سفر پر جانا
بہت کم ہے۔ اے روح ترام کیا تو مجھے بتا سکتی ہے کہ موت سے پہلے تجھ پر کیا کیا کیفیتیں
تھیں؟''

اس بار ترام نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے بے نور چہرے پر کرب اور
تاثرات طاری تھے۔ وہ سموراں کو خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے
اعظم کی باتوں کا جواب دینے سے قاصر ہے۔

''مجھے بتا یہ بہت ضروری ہے۔ جو باتیں مجھ سے مخفی ہیں، میرا انہیں جاننا ضروری
باپ تجھ سے ایک آخری خواہش کا اظہار کر رہا ہے۔ ان کیفیتوں کا اظہار کر جن سے تو مو
دو چار ہوئی۔ موت سے قبل کس قسم کی یورش تجھ پر کی گئی تھی؟'' سموراں کا لہجہ کرب ناک
تاریکی کا یہ پردہ چاک کرنا چاہتا ہوں، تو مجھے یہ باتیں بتائے بغیر اپنا سفر شروع نہیں کر سکتی۔
روح ہمیشہ مضطرب رکھوں گا۔ یاد رکھ میں تجھے سخت اذیت میں مبتلا رکھ سکتا ہوں۔ میرے آ
کا انحصار تیرے جواب پر ہے۔ طاقتوں کا ٹکراؤ یہاں کا طلسم منتشر کر سکتا ہے۔ یہ اس علا
میں ہے، تو مجھے صاف صاف بتا دے۔''

اس بار بھی ترام خاموش رہی۔ اس کا کٹا ہوا سر ساکت رہا۔ اس کی ویران نظروں
اور بے کسی کا راج تھا۔ سموراں چند لمحے بے چینی سے جواب کا منتظر رہا پھر یکلخت چیخ اٹھا۔
کی قدر کر اے روح ترام! یہ سلسلہ اگر ٹوٹ گیا تو میں اندھیروں میں بھٹکتا رہوں گا۔ میں
کاکا کے مقدس نام پر مجبور کرتا ہوں تھوڑی دیر کے لئے زبان کھول، پھر ابدیت میں گم ہو جا

ترام پھر اذیتوں سے گزری' اس کی آنکھوں کی ویرانی، اس کے اداس اور غمگین
تاثرات اور کپکپاتے ہونٹ اس امر کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی شدید کرب سے دو
سموراں کی آنکھوں میں درندگی چھائی ہوئی تھی۔ ترام نے ایک بار بھی نظریں گھما کر مجھے نہیں
اس کی آنکھیں صرف سموراں کی طرف ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ میری موجودگی سے بے نیاز نظر
شاید یہ بھی اُس طلسم کا اثر ہو جس کے ذریعے کاہن اعظم نے اس کی مُردہ نگاہوں میں جا
تھی' اس کے خاموش لبوں کو قوت گویائی کے عارضی لمحے بخشے تھے۔

''مقدس باپ!'' ترام کی بھرائی ہوئی مدہم آواز سکوت کا سینہ چاک کرتی ہو
''دیوتا جانتے ہیں کہ میں نے اپنے لب سی لیے تھے لیکن جارا کاکا.....''

''ہاں ہاں کہہ اے روح ترام! کہہ میں سن رہا ہوں۔'' ترام کو خاموش ہوتے دیکھ
نے جلدی سے کہا۔

''دھند' کہر' کڑکتی بجلیاں، شیطان، شعلے۔ روحوں کی چیخ اور مق.....قد.....'' ترام رُک رُک کر
بمشکل ایک کر نہ جانے کیا کہہ رہی تھی لیکن آخری الفاظ اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئے۔ پھر اس کی
آنکھیں اچانک بند ہو گئیں۔ ہونٹ چپک کر بے جان ہو گئے۔ سموراں اس کیفیت کے بعد بھی اسے
مسلسل آوازیں دیتا رہا۔ غالباً عارضی حیات کی مدت پوری ہو چکی تھی۔ ترام کا تڑپتا ہوا بدن بھی
ساکت ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک کاہن اعظم دیوانوں جیسی حرکتیں کرتا رہا۔ پھر خاموش ہو گیا۔ آہستہ سے
گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس نے ترام کی کٹی ہوئی گردن اس کے مردہ جسم کے ساتھ رکھی۔ جھک کر اس
کے دائیں رخسار کو بوسہ دیا، پھر لڑکھڑاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ ابھی تک وہ میری موجودگی کو کوئی اہمیت نہیں
دے رہا تھا۔ وہ آہستہ سے گھوما تو نظریں چار ہوئیں۔ میں دوڑ کر اس کے کشادہ سینے سے لپٹ گیا اور
مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ ''اے مقدس بزرگ! جو کچھ میری آنکھوں نے دیکھا وہ تمہاری بزرگی کی
دلیل ہے اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہوا وہ میری بدنصیبی کا آغاز ہے۔ میرا ذہن جواب دے گیا ہے۔
ترام بے قصور تھی۔ میرا خدا گواہ ہے، میں نے اسے ہر طرح عزیز رکھا تھا۔'' جتنی دیر تک سموراں ترام
سے گفتگو کرتا رہا، میں اس حیرت انگیز منظر کے سبب ساکت و جامد کھڑا رہا لیکن سموراں سے نگاہیں
ملتے ہی مجھے بڑی شدت سے ترام کی موت کا احساس ہوا۔ میں آہ و بکا کرنے لگا۔ سموراں کسی خاموش
آتش فشاں کی طرح اپنی جگہ اٹل کھڑا رہا۔ نہ اس نے مجھے تسلی دی نہ میرے آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔
وہ کچھ سوچتا رہا۔ جب میری رقت اور گریہ وزاری کی کیفیت ختم ہوئی تو اس نے کسی قسم کی مروت کا
اظہار نہیں کیا۔ اس کا لہجہ اکھڑا اکھڑا تھا۔

''جابر بن یوسف! میرے اور تمہارے درمیان غیر رسمی تعلق کا جو سلسلہ تھا وہ ٹوٹ گیا اب میرا
تمہارا براہ راست کوئی رابطہ نہیں رہا۔''

''میں تمہارے سہارے کا محتاج ہوں مقدس کاہن!'' میں نے عجز سے کہا۔ ''تم نے میرے
ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا ہے۔ اس اجنبی سرزمین پر تمہی وہ عظیم شخص ہو جس نے مجھے پناہ دی اور اپنی
بیٹی بخش دی، میرا یہ اعزاز مجھ سے چھن گیا لیکن مجھے قدم قدم پر تمہارے مشوروں کی ضرورت پڑے
گی۔ تم دیکھ رہے ہو کہ نادیدہ حریفوں کی نگاہیں میرے جسم میں چبھ رہی ہیں۔ میرا جینا دوبھر ہو گیا
ہے۔ تم کنارہ کش ہو گئے تو اندھیرے میری طرف بے محابا لپکیں گے۔ میرے لیے ایک قدم بھی آگے
بڑھنا مشکل ہو گا۔ جزیرہ توری کے عظیم و جلیل کاہن! مجھے بتاؤ کہ ترام میری زندگی، میری روح کو کس
نے جدا کیا ہے؟ مجھے اس درندے کا ہو کا سراغ دو۔ میں اس سے بھیانک انتقام لینے کا عہد کرتا
ہوں۔''

''ماضی بھول جاؤ جابر بن یوسف!'' سموراں نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ ''مستقبل پر

نظر رکھو۔ جو ہو گیا وہ لکھا نہیں گیا تھا، جو ہو گا ابھی اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔''

''عظیم سمورال!'' میرے لہجے میں ارتعاش تھا۔ ''تمہاری باتیں میرے عزائم کی موت ہیں۔ میرا سینہ جل رہا ہے۔ میری آگ سرد کرنے کے بجائے تمہاری باتیں اسے اور بھڑ ہیں۔ کیا تِرام کی موت اتنی آسانی سے بھلائی جا سکتی ہے؟ کیا یہ سانحہ آئندہ پیش آنے والے کی نشاندہی نہیں کرتا؟''

سمورال نے مجھے گھور کر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں جیسے آگ لگ رہی تھی۔ ایک لمحے اس کے چہرے پر قہر آلود علامتیں رونما ہوئیں لیکن دوسرے ہی لمحے وہ پُرسکون آواز میں بولا۔ کہہ سکتا ہے کہ وقت یکساں رفتار سے چلتا رہے گا۔ کسے معلوم ہے کہ پناہ گاہیں جہنم بن جائیں کنارے حاصل کرنے ہیں تو طوفانوں سے کھیلنا سیکھو۔ روشنیاں درکار ہیں تو اندھیروں کی ڈالو۔ میں تمہیں سمندر میں ابھرنے کا مشورہ دوں گا ہم دونوں ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔''

''تم جانتے ہو میں نے مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کیا ہے۔ میں نے اس طلسمی اور سربفلک زمین میں اپنے لیے جگہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ میرا باطن صاف ہے۔'' میں نے جوشیلے انداز کہا۔ ''مجھے کاہو کا پتہ درکار ہے۔ مجھے ان اشاروں کا مقصد سمجھاؤ جو روح تِرام نے دائمی سفر پر سے قبل کہے تھے۔ وہ کیا کہنا چاہتی تھی؟''

''جابر بن یوسف!'' سمورال نے طیش میں آ کر کہا۔ ''یہ باتیں تمہارے منصب کی نہیں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی زبان قابو میں رکھو میں تمہیں اپنے معاملات میں داخل ہونے کی اجا نہیں دے سکتا۔''

''میں یہ جرات نہیں کر سکتا۔ میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ تمہاری دور بیں نگاہیں ٹھکانہ جانتی ہوں گی مجھے اس کا پتہ درکار ہے۔'' میں نے نہایت ادب اور متانت سے پوچھا۔

''نہیں۔'' سمورال نے سرد لہجے میں جواب دیا اور کچھ کہے بغیر جھونپڑی سے باہر چلا گیا۔

☆=========☆=========☆

مجھے یہ تسلیم کرنے میں قطعی عار نہیں ہے کہ وہ ایک عارضی اثر تھا۔ تِرام کی موت مجھ پر زیا انداز نہیں ہو سکی۔ میں اسے دوسرے ہی روز بھول چکا تھا۔ البتہ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ مجھ کی آخری رسوم (جن کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں) میں شریک ہونے سے کیوں روک دیا اس کی لاش اسی دن اُٹھوا دی گئی تھی۔ تِرام کے جانے کے بعد گھر میں ایک عارضی اداسی رہی لیکن شام کو قبیلے کی طرف سے منتخب لڑکیاں پیش کر دی گئیں جن پر میں نے کوئی توجہ نہیں دی مجھے معاملات پر سوچنے کے لئے تنہائی کی ضرورت تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے صرف اقابلا کے تصو

ہاں رہنے چاہئے۔ کوئی عجب نہیں کہ کسی دن وہ ماہ وش اپنے شرربار جلوے کی سعادت مجھے بخشے ی یاد میں پناہ ہے۔ اس کی پرستش میں عافیت ہے۔ اس کی طلب میں سرخوشی ہے، جب میں نے ے بارے میں سوچنا شروع کیا تو طبیعت کی گرانی ختم ہو گئی اور میرے پژمردہ اعصاب میں ئی توانائی آتی گئی۔ تِرام کی موت کے بعد میں نے طے کیا کہ اب میں اس قسم کی کوئی پابندی قبول کروں گا۔ اس لیے کہ یہ پابندی اقابلا کے قرب میں ایک رکاوٹ ثابت ہو سکتی ہے۔ ہاں ذہن جس تھا کہ یہ سب کیوں ہوا؟ میں یہ گتھیاں جتنی سلجھانا چاہتا تھا اتنی ہی الجھ جاتی تھیں۔ میں ان کا مفہوم جاننا چاہتا تھا جو تِرام کی زبان سے سمورال کے حکم پر دوبارہ بیدار ہونے کے بعد ادا ے تھے۔ میں وہ راز معلوم کرنا چاہتا تھا جو کاہن اعظم نے اپنے سینے میں دفن کر لیا تھا۔ سمورال نے کو ایک خبیث روح کے نام سے یاد کیا تھا۔ اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا کہ دیوتا اس کے قریب کاہو تِرام کو نہیں مار سکتا۔ پھر کہا تھا کہ حالات اس کی توقع کے خلاف سنگین صورت میں نمودار ے۔ جزیرہ توری کا عظیم کاہن جو اندھیری رات میں کسی پتے کی کھڑکھڑاہٹ سے بھی واقف تا تھا وہ آخر تِرام کے سلسلے میں کیوں بے خبر رہا؟ کاہو کو تِرام سے کیا دشمنی تھی؟ اور جب سمورال ں انتقام میں جل رہا تھا تو تِرام کی زبان سے چند اشارے ادا ہونے کے بعد سرد کیوں پڑ گیا تھا؟ ہ وہ اتنا اہم راز تھا جس نے کاہن اعظم کو کاہو کے مقابلے میں بھی خاموشی پر مجبور کر دیا تھا۔ میں پنے تجسس سے کچھ حل نہ کر سکا۔

دس روز تک میں نے خود کو اپنی جھونپڑی میں محبوس رکھا اور اپنے فرضی سوگ کا بھرم برقرار رکھا۔ یارہویں روز میں نے جھونپڑی سے قدم باہر نکالا۔ سمورال سے اس عرصے میں ایک بار بھی ملاقات ں ہوئی تھی۔ میں ٹوہ لینے کے خیال سے سب سے پہلے اس کے غار میں گیا۔ اس موقع پر میں نے ی احتیاط سے کام لیا۔ سمورال کے ہاں یوں بھی تپاک کی کمی تھی لیکن اس بار وہ بالکل سرد تھا۔ مجھ سے سرسری باتیں کرتا رہا۔ جب میں اس کی اجازت حاصل کر کے اُٹھنے لگا تو اس نے معنی خیز انداز کہا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ تم تِرام کو بھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ مقدس اقابلا کی عنایتوں نے تمہیں سر کیا۔ تم ایک قبیلے کے سردار ہو۔ تمہیں اب اپنے فرائض میں پوری دلچسپی لینی چاہئے۔''

''کاہن اعظم کا اقبال بلند ہو۔ کیا مجھ سے اب تک کوئی ایسی حرکت سرزد ہوئی ہے جو قبیلے سے ری غفلت یا بے اعتنائی پر محمول کی جا سکے۔'' میں نے باادب پوچھا۔

''نہیں لیکن سربلندی اور سرفرازی کے لئے تدبر شرط ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں، میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے محبوب کاہن کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گا۔ تِرام کی کڑی ٹوٹ گئی لیکن میں ایک روایت پسند آدمی ہوں۔'' میں نے مہذب لہجے میں کہا اور الٹے

قدموں سموراں کی عبادت گاہ سے باہر آ گیا۔ ترام کا چھوٹا بھائی جمرال غار کے دہانے پر میرا
اس نے میرا راستہ روک لیا وہ کچھ بے قرار سا نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر تیزی سے میرے قر
بولا۔ ''محترم جابر بن یوسف' اگر تمہیں جانے کی جلدی نہ ہو تو میں تم سے کچھ ضروری باتیں
کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم میرے پرانے دوست ہو جمرال۔'' میں نے بڑی شفقت سے اس کے کاندھے
رکھ کر کہا۔ ''کہو کیا بات ہے؟''

''یوں نہیں اے عالی مرتبت سردار! پہلے مجھے قول دو کہ جو کچھ میں دریافت کروں گا وہ
بتا دو گے اور مجھے ٹالنے کی خاطر کوئی غلط بات نہیں کہو گے۔'' جمرال حد درجہ سنجیدہ تھا۔

''تمہیں اس بات پر شبہ کیوں ہے کہ میں تم سے دروغ گوئی کروں گا جب کہ تم ترام کے
ہو۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔''

''رشتوں کی بات مت کرو معزز جابر! یہ سب خواب ہیں کبھی ان کی تعبیر مل جاتی ہے،
خواب ہی رہتے ہیں۔ مجھے ضبط و تحمل، ایثار و قربانی کا درس دیا گیا ہے۔ میرے جذبے میرے
ہیں۔'' جمرال نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

''کاہن اعظم کی تربیت نے تمہیں نکھار دیا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم
مقدس باپ کے صحیح جانشین ثابت ہو گے۔''

''کم طلبی میں آسودگی ہے معزز سردار!'' جمرال سنجیدگی سے بولا۔ ''تم نے میری بات کا
نہیں دیا؟''

''تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو جمرال!'' میں نے بھی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ جمرا
فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے تیز نظروں سے اطراف کا جائزہ لیا۔ پھر زور سے تالی بجائی
زبان میں بولا۔

''میں جانتا ہوں معزز سردار! کاہن اعظم نے یقیناً ترام کو بیدار کیا تھا؟ اس وقت اس
کہا تھا؟ اس عارضی حیات میں جو کچھ اس نے کہا وہ مجھے بتا دو۔''

''کیا مقدس سموراں نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟'' میں نے جمرال کے سوال پر چونکتے
پوچھا۔

اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ ''وقت ضائع نہ کرو معزز سردار! مجھے بتاؤ کہ ترام
کیفیتوں کا تذکرہ کیا تھا۔ تم نے اگر مجھ سے تعاون کیا تو ہمیشہ مجھے اپنا ہمدرد پاؤ گے۔ ہو سکتا
وقت میں تمہارے کام آ جاؤں۔''

جمرال کی سنجیدگی نے مجھے شش و پنج میں مبتلا کر دیا۔ میں ابھی یہ فیصلہ کر ہی رہا تھا کہ جمرال کو
حالات سے باخبر کروں یا خوبصورتی سے ٹال جاؤں کہ یکلخت جزیرہ توری کا کاہن بھاگتا ہوا غار سے
برنمودار ہوا۔ جمرال کی آنکھوں کی سرخی کاہن کو دیکھ کر زردی میں تبدیل ہو گئی۔ اس نے حسرت بھری
نظروں سے مجھے دیکھا اور ہاتھ ملنے لگا۔

''تم جمرال..... تم؟'' سموراں نے زہر اگلتے ہوئے کہا۔ ''تم میری محنت اتنی آسانی سے ضائع
نہیں کر سکتے۔ کیا تم بھول گئے کہ میں نے تم سے کس بات کے لئے منع کیا تھا؟ تمہاری تالی کی آواز
ورائی طاقتوں کی سماعت پر پہرا ڈال سکتی ہے لیکن میں تمہارا تالیق بھی ہوں، تم نے میری تنبیہ کا کوئی
نہیں لیا؟ تم خود سری پر آمادہ ہو گئے۔ کیوں؟''

''مقدس باپ میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے ندامت ہے۔'' جمرال نے نیچی نظروں سے
جواب دیا۔

''اندر جاؤ۔'' سموراں نے اسے حکم دیا۔ جمرال نے حکم کی تعمیل میں ذرا دیر بھی نہیں لگائی، سر
جھکائے غار کے اندر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد کاہن اعظم نے طیش کی نگاہوں سے مجھے دیکھتے
ہوئے کہا۔

''جابر بن یوسف! میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ ترام کے بعد اب میرے اور تمہارے درمیان کا
رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ اب تم کبھی میری قیام گاہ کا رخ نہیں کرو گے۔ یہ میرا حکم ہے۔''

''میں نے جمرال کو کوئی ترغیب نہیں دی، اس کے علاوہ میں اپنی کسی بھی گستاخی کے لئے
عذرت کا طالب ہوں۔ مجھے اپنی شفقتوں سے محروم نہ کرو اے نیک بزرگ۔'' میں نے التجا کی۔
''مقدس سموراں تم میرے محسن ہو! مجھے تنہا مت کرو۔''

''میں آخری الفاظ ادا کرتا ہوں۔ تم نے اگر سن لیا ہے تو مجھے دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔''
سموراں نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ ''تمہیں میری قیام گاہ سے دور رہنا ہو گا۔ البتہ اگر تم چاہو تو
مشورے کے لیے مجھے بلا سکتے ہو۔''

''اس سے بڑی اذیت اس سرزمین پر ممکن نہیں۔'' میں نے جرات سے کہا۔ میری عقل دنگ
تھی۔ سموراں کے لہجے میں مروت قطعاً نہیں تھی۔ کیا وہ جمرال کو مجھ سے دور رکھنا چاہتا تھا؟ کیا جمرال
کو اس کیفیت کی تہہ کا علم ہو جاتا جس کا اظہار ترام نے کیا تھا؟ تو کیا قیامت آ جاتی؟ میں اس الجھن
میں گرفتار تھا کہ سموراں نے خشک آواز میں کہا۔ ''روح ترام نے جو کچھ کہا تھا وہ میری امانت ہے تم
بھی اس میں شامل ہو گئے ہو اگر تم نے اس امانت میں خیانت کی تو زمین تمہیں جلد ہی نگل لے گی۔
میں تمہیں احتیاط، دور اندیشی اور تحمل کا مشورہ دیتا ہوں۔'' اتنی تلخ باتوں کے بعد وہ غار کے دہانے کی

طرف مڑ گیا اور غار کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔

سمورال کے جانے کے بعد میں شدید مایوسی کے عالم میں اپنے قبیلے کی جانب قدم اُ
سمورال کی بدلی ہوئی نگاہوں نے مجھے تذبذب میں ڈال دیا تھا۔ اس کی ناراضگی میری سمجھ
تھی۔ اب قدم قدم پر احتیاط شرط تھی۔ ایک معمولی سی لغزش بھی مجھے کسی بڑی تباہی سے دو
تھی۔ ترام کی اچانک موت نے میری الجھنوں میں اضافہ کر دیا تھا۔ صورت حال کے اس تغیر
جیسے مضبوط اعصاب کے شخص کو سخت بددل کر دیا تھا۔ مجھے اپنا ملک، اپنا شہر، اپنا گھر یاد آ رہا تھا
شخص کو تحفظ حاصل تھا۔ میں یہاں کا سردار ہونے کے باوجود ان گنت اسرار سے ناواقف
اپنے تمام منصوبے خاک میں ملتے نظر آ رہے تھے۔ سمورال کی امانت ایک بڑا سہارا تھی، م
احساس کے ساتھ کہ سمورال میری پشت پر ہے۔ میں بڑے سے بڑا معرکہ سر کر سکتا تھا لیکن
ناراضگی میری ہلاکت کا سبب بن سکتی تھی۔ میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ زندگی کی تمنا اس لیے تھی
کے حسن و جمال کی تلاش نے مجھے پاگل کر دیا تھا۔ ہر وقت، ہر لمحے اسی کا خیال رہتا تھا۔ مخالف
میں میرے ذہن میں ایک خیال ابھرا کہ مجھے ہندی بوڑھے سرنگا سے ملنا چاہیے۔ شاید وہ
کارآمد مشورہ دے سکے یقیناً وہ میرے لیے ایک بہترین معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ اس لیے
نہیں ہے۔ اس کے ناتواں جسم کے ساتھ غیر معمولی طاقتیں ہیں۔ اس کی قوت مشاہدہ تیز ہے
نے فوراً اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ سرنگا اقابلا کی سلطنت میں ایک معتو
تھا۔ ایسے مشکوک حالات میں اس کے پاس جانا اور اس سے رازداری کی بات کرنا میرے لیے
مصائب کھڑے کر سکتا تھا۔ سرنگا ابھی تک جارا کا کی مقدس روح کے عتاب میں تھا۔ یہ مدت
دن کی تھی۔ میرے لیے یہی مناسب تھا کہ پچاس دن تک میں اس سے دور رہوں۔ پتہ نہیں
بارے میں اوپر کے لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔ اس کی اذیتوں کے خاتمے میں اب ایک ماہ اور
باقی تھے۔ ہر چند کہ یہ مدت طویل تھی لیکن انتظار کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے طوعاً کر
سے ملنے کا ارادہ ملتوی کیا اور گہری سوچ میں غرق اپنی جھونپڑی کی طرف واپس آ گیا۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق میں نے بظاہر ہر بات سے بے نیاز ہو کر قبیلے کے کامو
دلچسپی لینی شروع کر دی۔ ہر شعبہ زندگی نئے سرے سے جانچا اور اپنے آپ کو اس طرح مصروف
کہ میں ہر بات بھول جاؤں۔ میں قبیلے کی زندگی میں آہستہ آہستہ انقلاب لا رہا تھا۔ میں نے
تقسیم کا نظام رائج کیا۔ مختلف ایسے شعبے قائم کیے جو قبیلے کی فلاح و بہبود سے متعلق تھے۔ ہر شعبے
سردار مقرر کیا جو اپنے شعبے کی تنظیم کا ذمے دار تھا۔ میں نے اپنے ذہن کے مطابق جنگل کی لکڑ
کئی چیزیں ترشوائیں۔ پہلے جو افراد بیکار تھے انہیں کام پر لگایا۔ قبیلے کا جو علاقہ بنجر پڑا تھا

ن بنانے کے لئے ضروری اقدام کئے۔ چند معمر افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی جس کا کام قبیلے میں
ونی حرکتوں کا سدباب اور شر پسند عناصر کی روک تھام تھا۔ غرضیکہ بیس روز تک میں نے خود کو ان
وں میں الجھائے رکھا۔ میرے قبیلے کے لوگ جو پہلے ہی میرے مداح تھے، اب میری پرستش
نے لگے۔ اس عرصے میں متعدد لڑکیاں میری خدمت میں پیش کی گئیں جو اپنے سردار کی ایک نظر
ت کی متمنی تھیں۔ میرے پیش رو کالاری کی دونوں عورتیں میری تنہائی دور کرنے کے لئے آتیں
ں نے ان سب کو دھتکار دیا۔ اب صرف ایک خیال تھا۔ اقابلا کی طلب کا خیال۔ جسے اقابلا کا
ر بانظارہ مطلوب ہو وہ کس طرح ان چھوٹی موٹی تتلیوں کی جانب راغب ہو سکتا تھا۔ مجھے معلوم تھا
یرے احساسات اس کی بارگاہ میں منتقل ہو رہے ہوں گے میں خود کو اذیت دے رہا تھا۔ عشق کی
ں ایک منزل ہے۔ اس میں مجھے لذت ملتی تھی۔ میں اسے اور یاد کر رہا تھا۔ شدت سے یاد کر
یری بے تابیاں اس کے جمال افروز خیال کے ساتھ بڑھتی گئیں میں نے کئی بار سوچا کہ اس سے
ی درخواست کی جائے لیکن ہمیشہ ایک خوف مانع رہا۔ ابالیش کے بعد میں نے قبیلے کے ایک معمر
ں فزارو کو اپنا مشیر خاص بنا لیا تھا۔ فزارو ایک انتہائی دور اندیش، معاملہ فہم اور زیرک شخص ہونے
ساتھ ساتھ کالے عالم پر بھی خاصی دسترس رکھتا تھا۔ وہ ابالیش کا انجام دیکھ چکا تھا اس لیے اس کی
داری ایک عرصے تک یقینی تھی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جب کسی سردار کی بیوی مر جاتی ہے تو مقدس
ا ایک ماہ تک اسے طلب نہیں کرتی۔ وہ اپنے سردار کو اپنی محبوب بیوی کے سوگ کا موقع فراہم کرتی
۔

یہ اکیسویں روز کی بات ہے۔ میں اپنی آبادی کا چکر لگانے کے بعد شام کے وقت جھونپڑی میں
ں آیا تو خلاف توقع مقدس اقابلا کی نائب اور ترجمان اشمار کو وہاں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اشمار کا ذکر
پہلے تفصیل سے کر چکا ہوں وہ اتنی حسین تھی کہ مجھے اس پر اقابلا کا گمان گزرا تھا۔ وہ اتنی دل کش تھی
اگر میں اقابلا کو نہ دیکھتا تو وہی میرا مقصود ہوتی۔ اس در نایاب کو اپنی جھونپڑی میں ایک شان بے
ی سے دیکھ کر مجھے ان گنت شکوک نے گھیر لیا۔

اشمار مجھے اپنے اندر اس طرح مستغرق دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ میری پریشانیوں کا
زہ لیتی رہی۔ پھر ایک قدم اٹھا کر میرے اور قریب آ کر مستانہ وار نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے
ا۔ ”جابر بن یوسف الباقر! مقدس اقابلا کی نائب اشمار تمہارے پاس آئی ہوں۔ تمہاری دہشت
ی بجا ہے لیکن میرا تمہارے پاس آنا ضروری ہے۔“

”حسین اشمار! خوش آمدید۔ میں سوچ رہا ہوں کہ یہ مجھ پر عالم تصور طاری ہے یا میں اپنی دنیا
موجود ہوں۔ میں اس خسروانہ لطف و کرم کا کس طرح شکریہ ادا کروں۔“ میں نے تمام تر عجز اور

تمام تر اشتیاق سے اپنی زبان کھولی۔

اشار کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی جیسے کوئی غنچہ چٹک گیا ہو۔ جیسے ہلکی پھوار پڑ گئی ہو۔

بن یوسف!'' وہ پُروقار انداز میں بولی۔'' تم اپنے ہر امتحان میں کامیاب ہو رہے ہو لیکن اگر نایاب کا حصول اتنا آسان نہیں ہے جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو۔''

''میں نے سنا ہے اور میرا یقین ہے کہ سچائیاں اثر کرتی ہیں، میری طلب بے وجہ نہیں ہے۔ طلب اس وجہ سے نہیں ہے کہ مادی آسودگیاں پیش نظر ہیں۔ میں یہ تمام اعزاز خیر باد کہتا ہوں ان تمام عنایتوں سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں جو مجھے سربلند کرتی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ طمانیت میرا اختیار ہے۔ میرا سکون قرب جمال میں مضمر ہے۔ اس کی نظریں وسیع اور حواس سب زیادہ طاقت ور ہیں وہ دیکھ رہی ہوگی کہ میرے ساتھ میرے باطن کا صدق ہے۔'' میں نے انداز میں اشار سے کہا۔

جابر بن یوسف!'' اشار کا بدن لچک گیا۔'' تمہارے اظہار بیان میں اضطراب ہے لیکن سمجھتے ہو کہ تم اُس کے حیات آفریں جمال کی تاب لاسکو گے! کیا تم خود کو اس کا اہل سمجھتے ہو کہ اس عنایت سے نوازا جائے! کیا تم نے کبھی سوچا ہے کہ وہ کون ہے؟ تم کس کی طلب کر رہے ہو؟

''مجھے اپنی کم تری، کم مائیگی کا احساس ہے یقیناً میں پاگل ہو جاؤں گا لیکن میں پاگل چاہتا ہوں۔ میں اس کے قدموں میں مرنا چاہتا ہوں اور اگر میری جسارت معاف کر دی جا۔ کہوں کہ میں اس کے ہاتھوں مرنا چاہتا ہوں۔ کسے اپنی زندگی کی فکر ہے؟ اس کے جمال پر ہزاروں زندگیاں نثار کی جاسکتی ہیں اور سن لو معزز اشار! یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ ایک سلطنت سربراہ ہے اور ہم اس کی امان میں رہتے ہیں۔ یہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں اس دنیا میں طمانیت حاصل ہوگئی ہو، جو یہ سوچیں کہ اس کے بعد آسودگی کی کوئی منزل نہیں ہے۔ اقابلا کا قرب زندگی اگر کرم کا یہ سلسلہ بند ہو جائے تو موت ہے۔ میں ہزاروں امتحانوں سے گزرنے کے لیے تیار ہو میں نے کہا۔

اشار چمکتی نگاہوں سے میرے پُراثر بیان میں کھوئی ہوئی تھی، اچانک کہنے لگی۔'' میرے تعریف کرو۔''

''تم .....'' میں اس سوال پر پریشان ہوگیا۔ وہ مجھے بہت حسین نظر آ رہی تھی۔ اس الجھن میں ڈال دیا کہ میں کیا جواب دوں لیکن تھوڑے سکوت کے بعد سنبھل کر بولا۔'' تم عکس جمیل ہو تم وہ دروازہ ہو جو جنت کی طرف کھلتا ہے۔ تمہارا مرمریں بدن اس کے خمیر سے تمہارے لبوں کی دل کشی میں اس کی حلاوت شامل ہے۔ تمہاری آنکھوں میں اس کا جمال رقص

گوشت پوست کا ایک انسان ہوں۔ اگر پتھر بھی تمہارا ہوش رُبا نظارہ کریں تو پگھل

م ایک ذہین آدمی ہو۔'' اشار نے مسکرا کر کہا۔'' تم نے ابھی کہا ہے کہ میں اُس کا عکس جمیل ں اگر تم سے یہ کہوں کہ راستہ بہت دشوار ہے تم بلندی تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جاؤ گے۔ تم نے ں کی وسعتوں کا اندازہ نہیں کیا۔ مجھے مقدس اقابلا نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ منزلوں کی دشواری کا اندازہ کر کے تم مجھ سے مفاہمت کر سکتے ہو۔ یہ اس کی کرم گستری ہے۔ تم اس سے رات نہیں کرو گے۔''

قدس اقابلا نے اسے میرے پاس بھیجا ہے؟ جزیرہ توری کے ایک معمولی اور اجنبی سردار کے ہ جو اقابلا کی نائب ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آسکا۔ ممکن ہے اب بھی اسے میرا امتحان ہو۔ احتیاط لازم تھی۔ میں نے بڑی خوبصورتی سے جواب دیا۔'' اگر اقابلا نے تمہیں بھیجا ہے تو وں پر تمہارا آشیانہ ہے۔ اے پری وش! میں اپنے خون سے تمہارے قدموں کو غسل دوں۔ ال کر تمہیں پیش کروں؟ تمہیں اس نے بھیجا ہے جو مجھے مطلوب ہے۔ میں انکار کی جرات لیکن اس سے کہہ دینا کہ یہ تیرا حکم ہے جو عشق کرتے ہیں ان کا سر جھکا رہتا ہے لیکن اسے کہ تمہاری قبولیت میں اس کی خوشنودی ملحوظ ہے۔''

میں تمہیں یاد دلاتی ہوں تم اپنی محبوبہ فلورا کے حسن کے اسیر تھے۔ پھر تم تمہارے قریب آگئی .....''

اور اب اشار.....'' میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔'' مجھے ان سب کا اعتراف ہے لیکن یہ زائم نہیں ہیں۔ وہ سب اس کے آگے ہیچ ہیں۔ جس دن سے یہ خیال دل میں جاگزیں ہوا ان سے کسی نے میرے نہاں خانہ دل پر دستک نہیں دی۔ یوں میں اپنی اشتہا مٹاتا رہا لیکن علیحدہ چیز ہے۔ کوئی جذبہ جنس سے آلودہ ہو تو وہ مادی ہوتا ہے۔ یہاں تو تمنا ہی فنا ہونے کی

اور اگر تم اس میں ناکام ہوگئے تو؟'' اس نے ادا سے کہا۔

میں ناکام ہوگیا تو پھر کہاں رہوں گا میرے ساتھ یہ احساس ختم ہو جائے گا۔'' میں نے عزم

لیکن اب میں تمہارے مقابل ہوں۔ میں مقدس اقابلا کی نائب ایک خاص مقصد سے ہاں بھیجی گئی ہوں۔'' اشار نے کہا۔

میں حکم کا منتظر ہوں۔ میرا ذہنی توازن درست ہے اور میں ہوش و حواس میں تمہاری شیریں

زبان سے لطف اندوز ہونے کے لئے مضطرب ہوں۔ کیا اسے میرے سر کی ضرورت ہے
اسے اپنے جسم سے لٹکا ہوا چاقو دکھا کر کہا۔

''نہیں۔ سنو جابر بن یوسف! تم پر جارا کا کی مقدس روح کا سایہ رہے۔ ترا
موت کی بنا پر تم زبردست صدمے سے دوچار ہوئے ہو۔ میں مقدس اقابلا کی طرف سے
ہوں کہ وہ تمہارا درد محسوس کرتی ہے۔ اس کے بعد تم نے تنہائی کی جو زندگی گزاری ہے وہ
نہیں ہے۔ اس علاقے میں ہر دو جنسوں کو اپنی نفسانی خواہش پوری کرنے کی اجازت
اقابلا اپنی رعایا کے اس حق کا ہر اعتبار سے تحفظ کرتی ہے۔ ترام کی موت کے بعد تمہاری ز
خلا پیدا ہو گیا ہے تم اسے پورا کر سکتے تھے۔ ویسے یہ خلا پُر کرنا تمہاری مرضی اور پسند پر موقو
تم نے اپنے آپ پر جبر کیا اور اپنے مقصود کی خاطر ترک لذت کا وتیرہ اختیار کیا اس لیے اق
تمہارے پاس بھیجا ہے۔ مقدس اقابلا نے اپنے فرمان کے مطابق مجھے تمہارے پاس ا
کے لئے مامور کیا ہے جب تک تم کوئی مستقل بندوبست نہیں کر لیتے۔''

''معزز اشمار!'' میں نے حیرت سے اشمار کے بدن کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔''
میرے صبر وضبط کا امتحان تو نہیں لے رہی ہو! میرے خدا۔ یہ مذاق ہولناک ہے۔''

''نہیں۔ یہ کوئی امتحان نہیں ہے۔ مگر میں تمہارے سفارش نامے کی حیثیت رکھتی ہ
یقین ہے کہ تم میری بات سمجھ گئے ہو گے۔'' اشمار کی نگاہوں میں بجلی تھی۔ ''میرا یہ فعل مقدس
حکم کا تابع ہے میں تمہارے تمام نازک احساسات اسے منتقل کروں گی اور تمہاری شیفتگی
بیان بھی کروں گی بشرطیکہ تم اپنے قول کے مطابق اس پر پورے اترے۔''

اشمار کی پیش کش حیرت انگیز تھی۔ اس کی دعوت مسترد کرنے کی سکت اب میرے ہا
مجھے یقین آ گیا کہ وہ جو کچھ کہہ رہی ہے سچ ہے۔ وہ مقدس اقابلا کا نام درمیان میں لا کر غلا
جرات نہیں کر سکتی اور اگر اس نے کی بھی ہے تو میں مقدس اقابلا کے نام پر اس کے قرب کا
ہوں۔ میرا دل اسے آغوش میں لینے کے لیے بے تاب تھا۔ یہ تصور کر کے مجھ پر شادی
کیفیت طاری ہو گئی کہ میرے کثیف کھردرے، سخت ہاتھ اس کے صاف، نرم اور خوبصورت
سے مس ہوں گے۔ میرا خوف کم ہو گیا۔ میں نے اس بار ایک بھرپور نظر اس سرتاپا قیامت کو
راعتبار سے حسن مجسم تھی۔ میں محو نظارہ تھا کہ اشمار آہستگی سے بولی۔

''جابر! کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آیا؟''

''معزز اشمار! میری نظریں ایسے نظارے کی عادی نہیں ہیں۔'' میں نے اپنی آنکھیں
کہا۔ ''میں مقدس اقابلا کی نوازشوں کا شکریہ کس طرح ادا کروں؟ کون تصور کر سکتا ہے کہ مجھ

سعادت نصیب ہو گی۔ تم اس کا تحفہ ہو۔ میں تمہیں سینے سے لگا کر رکھوں گا۔''

''سیدی جابر!'' پہلی بار اشمار نے میرے نام کے ساتھ سیدی کہا۔ ''میں نے خود کو تمہاری
کے لئے آمادہ کر لیا ہے۔''

''شاید میں اندھا ہو جاؤں۔''

''میں تمہیں پھر بصارت دے دوں گی۔ تم خوب صورت باتیں کرتے ہو۔''

''یہ تمہارے حسن کا اعجاز ہے۔''

''میں تمہارے قریب آ رہی ہوں۔'' اشمار نے نشیلی نگاہوں سے کہا۔

''میرے حواس تمہارے سپرد ہیں۔'' میں نے اشتیاق سے جواب دیا۔

وہ قریب آ رہی تھی اور میں لرز رہا تھا۔

''جابر بن یوسف!'' اس نے خوابیدہ آواز میں کہا۔

''اشمار!'' مجھے اپنی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

''وہ روایت ٹوٹ رہی ہے جو برسوں سے اس علاقے میں رائج تھی۔ قصر اقابلا کی ایک شہزادی
دار کے پہلو میں ہے۔'' اس نے سرگوشی کی۔

''یہ ایک مبارک روایت قائم ہوئی ہے تم اس لذت بے بہا کا اندازہ نہیں کر سکتیں۔ میں ایک
ں ہوں۔ میں نے اس منصب کی تمنا نہیں کی تھی۔''

☆==========☆==========☆

اس نے مجھے سختی سے تاکید کی کہ میں اپنی جھونپڑی میں اس کی موجودگی کا تذکرہ کسی اور سے نہ
۔ اشمار نے مجھے یہ بھی بتایا کہ وہ میرے سوا کسی اور کو نظر نہیں آ سکتی۔ مجھے اس پر کوئی تعجب نہیں

تاریک براعظم کے فسوں کار ماحول میں کوئی امر تعجب خیز نہیں تھا۔ ہر بات ممکن تھی۔ اشمار دیر
علاقے کی روایتوں کے بارے میں باتیں کرتی رہی اور مجھے ہدایات دیتی رہی پھر شوخی سے
یدی جابر! تم نے ایک قبیلے کی سرداری حاصل کر کے رتبہ حاصل کر لیا ہے۔ مقدس اقابلا کی
بھی تمہیں حاصل ہیں لیکن تم ابھی ایک کمزور آدمی ہو جب تک تم طلسمی علوم پر دسترس حاصل
لیتے اس علاقے میں تمہاری زندگی کے گرد خطرے منڈلاتے رہیں گے۔''

''اشمار! میں نے اس سلسلے میں کوشش کی تھی لیکن مجھے کوئی اچھا اتالیق نہیں مل سکا۔ اگر تم میرے
اہن کرو۔''

''صرف چند باتیں۔'' اشمار سنجیدگی سے بولی۔ ''مقدس اقابلا کی قربت کے لئے یہاں کے ہر

شخص کو ہر طرح مسلح ہونا پڑتا ہے میں نے بھی مقدس اقابلا کی بارگاہ میں جو منزل حاصل کی امتحانوں کے بعد مجھے ملی ہے۔ میں تمہیں صرف چند باتیں بتا سکتی ہوں لیکن تمہیں یہ علوم سیکھ ایک طویل مدت صرف کرنی پڑے گی۔''

''میں بصد شوق انہیں سیکھوں گا۔''

''جزیرے باگماں میں جانے سے پہلے تمہیں ابتدائی پُراسرار طلسمی علوم سے آگاہی ورنہ تم وہاں ایک دن بھی سکون سے نہیں گزارو گے۔''

''جزیرہ باگماں؟'' میں نے چونک کر کہا۔ ''یہ کس جگہ کا نام ہے؟ مجھے وہاں کس لیے گا؟''

''مقدس اقابلا کی حکومت تاریک براعظم کے طول و عرض میں دور دور تک پھیلی جزیرہ باگماں ہمارے ہاں ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ہر سردار کو وہاں تربیت حاصل لئے ایک بار ضرور جانا پڑتا ہے۔'' اشمار مسکرا کر بولی۔ ''چونکہ تم نے اپنی شجاعت اور ذہانت زیر کر کے اقابلا کی خوشنودی حاصل کی ہے اور چونکہ تم نے نامساعد حالات میں غیر معمو ثبوت دیا ہے اور چونکہ تم مقدس اقابلا کے قرب کے سچے شیدائی ہو اس لیے تمہیں بہت جا جائے گا۔''

اشمار مجھے مختصر طور پر جزیرہ باگماں کے متعلق بتانے لگی اس نے مجھے جو باتیں بتائیں کرنے کو دل آمادہ نہیں ہوتا تھا لیکن میں نے اشمار پر اپنی حیرت کا اظہار نہیں ہونے دیا۔ ہوئی تفصیلات ذہن نشین کرتا رہا۔ میں پورے طور پر اس جزیرے کے متعلق معلومات حاص تھا لیکن اشمار یہ موضوع ٹال گئی۔ اس نے کہا کہ ابھی اسے صرف اسی قدر بتانے کی اجازت

دوسرے روز سے اشمار نے کالے علم اور طلسمی اسباق کی ابتدا کی۔

مجھے اندازہ ہوا کہ یہ کام شدید مشقت' عرق ریزی اور جاں سوزی کے بعد مکمل ہو کے لئے جانوروں کے خون اور دیوتاؤں کی پرستش، مردہ انسانوں کے پنجروں اور کھ استعمال کا ہنر آنا لازمی ہے۔ بہرحال یہ ایک دلچسپ سلسلہ تھا۔ میں کسی ویرانے میں نہیں اشمار نے اس کی ابتدا اور بنیادی عمل سے متعلق چند اسباق رٹا دیئے۔ اتنا ہوا کہ مشکل الفاظ پر چڑھنے لگے اور میں جانوروں کو سدھانے اور انہیں اپنی طرف ملتفت کرنے کا ہنر سیکھ گیا بار میں نے جزیرہ باگماں کا ذکر چھیڑا مگر اشمار نے کوئی توجہ نہ دی۔ میرے لیے زیادہ ا نہیں تھا۔ اشمار سے بے تکلفی ہوئی تو میں نے مقدس اقابلا کے دیدار کے متعلق اپنے اشتیا لیکن اس نے یہ کہہ کر مایوس کر دیا کہ وہ میری کوئی مدد کرنے سے قاصر ہے یہ اقابلا پر

مجھے یہ سعادت بخشتی ہے۔

میں تیزی کے ساتھ اس سے پُراسرار علوم سیکھ رہا تھا اور وہ بڑی تندہی سے مجھے اسرار کی دنیا سے ا کر رہی تھی۔ مجھے امید تھی کہ ان علوم کی آگاہی کے بعد میں بہتر طور پر اس اجنبی ماحول میں اپنے جما سکوں گا۔ یہ علوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ قبیلے کے کاموں میں میری دلچسپی بدستور قائم تھی جب سے میرا کوئی محافظ یا سردار ملنے آتا تو وہ اشمار کی موجودگی سے لاعلم ہوتا۔

گیارہویں روز فزارو نے مجھے صبح ہی صبح ایک ایسی خبر سنائی کہ میں غصے سے تلملا اٹھا۔ فزارو کی ی اطلاع مجھے اشمار نے دی تھی۔ میں جھونپڑی سے باہر گیا تو فزارو دروازے پر کھڑا تھا۔ وہ مجھے ج ہی بولا۔ معزز سردار جابر! کل رات ایک اجنبی شخص نے ایک جُرم کیا ہے۔ اگر فوراً ہی اس کا ل نہ کیا گیا تو قبیلے کی زندگی کے لئے مضر ہو سکتا ہے۔''

''مجھے تفصیل سے آگاہ کرو؟'' میں نے اس سے حکمیہ کہا۔

''معزز سردار! کل شام ہمارے قبیلے میں ایک اجنبی شخص ظاہر ہوا تھا مجھے معلوم ہوا کہ اسے ا اقابلا کی اعانت حاصل ہے اس لیے میں نے اس کے قیام کا بندوبست کر دیا مگر اس کے بعد نے جو حرکت کی، وہ میرے لیے حیرت انگیز ہے۔ نووارد جارا کا کی مقدس روح کے معتوب ے مہمان سرنگا کی لڑکی کو جبراً اپنے ساتھ لے گیا اور اب وہ کسی قیمت پر اسے آزاد کرنے کے لئے ا ہے۔ میں اس وقت یہی اطلاع دینے آیا ہوں۔''

''فزارو! کیا تمہاری اطلاع درست ہے کہ وہ سریتا کو لے گیا ہے؟ کیا ہمارے انسداد جرائم کے نے اس شخص کی کھال نہیں اُدھیڑ دی، میں پوچھتا ہوں کہ یہ کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟'' میں نے میں آ کر کہا۔

''ہم نے اپنی سی کوشش کر لی ہے۔ نووارد سرکشی پر آمادہ ہے۔ اس کے ہاتھ پر مقدس اقابلا کی ت ہے۔ اس نے ہمارے احکام ماننے سے انکار کر دیا اور ہم قانوناً اس کے خلاف کوئی جارحانہ ائی نہیں کر سکتے۔'' فزارو نے نگاہیں نیچی کر کے کہا۔ ''وہ کہتا ہے کہ میں مقدس اقابلا کے سوا کسی ے جواب دہ نہیں ہوں۔ میں نے اسی لیے یہ اطلاع تم تک پہنچائی ہے۔''

وہ سریتا جسے میں نے ایک بار اپنی زندگی داؤ پر لگا کر کالاری سے حاصل کیا تھا اور شوالا کو شکست کے بعد فلورا کے بجائے اسے طلب کیا تھا۔ اس سروقد خوبصورت ہندی دوشیزہ پر دوبارہ جبر کی ان کر مجھے سخت غصہ آیا۔

وہ میرے دوست میرے ساتھی سرنگا کی لڑکی تھی۔ سریتا اب پھر مصیبت میں گرفتار تھی۔ میں ا تاب کھاتا ہوا اسی لمحے فزارو کی قیام گاہ کی سمت چل پڑا۔ فزارو معمر ہونے کے باوجود

میری برق رفتاری کا ساتھ دے رہا تھا۔ ہم جلد ہی اس جھونپڑی تک پہنچ گئے جس کے دروازے
لمبا تڑنگا سیاہ فام شخص نیزا لیے کھڑا تھا۔ اس شخص کو دیکھ کر مجھے تعجب ہوا۔ اپنے قبیلے میں پہلی
ایک ایسا شخص نظر آیا تھا جس کے جسم کے زیریں حصے سبز پتوں نے ڈھانپ رکھے تھے۔ اس
سینے پر سپید رنگ سے کنڈلی مارے ہوئے کوبرا کی شکل بنی ہوئی تھی۔ جب میں نے اس کے
طرف دیکھا تو حیرت دوچند ہوگئی اس کی آنکھوں کی جگہ دو ویران گڑھے نظر آ رہے تھے۔ وہ قطعاً
نابینا ہونے کے باوجود بڑے محتاط انداز میں جھونپڑی کے دروازے پر تعینات تھا۔ میں نے فز
پوچھا۔ ''یہ کون سی مخلوق ہے؟''

''معزز سردار! پہرے دار صبح تک یہاں موجود نہیں تھا لیکن اب اس کی موجودگی میں ہ
کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اقابو کی موجودگی اس بات کی ضمانت ہے کہ نووارد کو ہماری عظیم المرتبت
تحفظ حاصل ہے۔'' فزارو نے سراسیمگی سے کہا۔

''اقابو؟ یہ کیا بلا ہے۔ کیا یہ ایک سردار کا راستہ روکنے کی ہمت کرے گا؟ آج سے پہلے
کوئی ایسا شخص اپنے قبیلے میں نہیں دیکھا۔'' میں نے اس سے وضاحت چاہی۔ ''کیا یہ نابینا
خاص فرقے سے متعلق ہے؟''

''معزز جابر! اقابو ان تمام افراد کا نام ہے جو مقدس اقابلا کے محافظ دستے میں شامل
اقابو کے سینے پر کنڈلی مارے ہوئے کوبرا کی تصویر کندہ ہوتی ہے۔ اقابو دستے کے سردار
پر مگرمچھ بنے ہوتے ہیں، مقدس اقابلا کے حکم کے مطابق قبیلے کا کوئی فرد کسی اقابو سے
جرات نہیں کرسکتا۔ ہاں اگر کسی کو اس سے کوئی شکایت ہو تو وہ اپنی شکایت مقدس حکمراں تک
ہے۔'' فزارو یہ تفصیل بتاتے ہوئے ایک ثانیے ٹھہرا پھر آہستہ سے بولا۔ ''پہلے کوئی اقابو
ہوتا تھا لیکن ایک بار ایک سرکش اقابو نے، دیوتا مجھے معاف کریں، مقدس اقابلا کو گستاخی
دیکھنے کی ناقابل معافی حرکت کی تھی۔ عظیم ملکہ کا جاہ وجلال تا ابد سلامت رہے، اس نے ا
اقابوؤں کی آنکھیں نکلوا دیں مگر انہیں دوسری غیر معمولی صلاحیتیں ودیعت کر دی گئیں،
استعداد تیز کر دی گئی اور انہیں ایسی سوجھ بوجھ سے نواز دیا گیا کہ ہر اقابو نابینا ہونے کے
زیادہ زیرک، طاقت ور اور دُور اندیش ہوتا ہے۔ یہ ہوا کی آہٹ پر صحیح صحیح نشانہ لگانے کے
ہیں۔''

''کیا اقابو قبیلے کے سردار زیادہ بلند رتبے کے مالک ہوتے ہیں؟'' میں نے فز
دریافت کیا، مجھے محتاط رہنا ضروری تھا۔ مقدس اقابلا کی مداخلت بے وجہ نہیں ہوسکتی تھی
موجودگی کا مطلب یہ تھا کہ سریتا کو اغوا کرنے والا شخص یقیناً کوئی خاص مقام رکھتا ہوگا۔

''کوئی اقابو قبیلے کے سرداروں سے بلند مرتبہ نہیں رکھتا مگر اُن کے اختیارات بہت وسیع ہوتے
فزارو نے اپنے جواب کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ ''تم ایک سردار کی حیثیت سے اقابو
جودگی کے باوجود جھونپڑی میں جاسکتے ہو۔ نووارد سے گفتگو کرسکتے ہو لیکن سریتا کو اقابو کی
ی میں آزاد نہیں کرا سکتے۔''

جھونپڑی سے میرا فاصلہ آٹھ گز سے زیادہ نہیں تھا۔ کوئی اور لڑکی ہوتی تو شاید میں واپس چلا آتا
یتا کا معاملہ تھا۔ میں نے کچھ سوچنے کے لئے لمحے بھر اپنی آنکھیں موندیں۔ پھر فزارو کو زکنے
رہ کر کے آگے بڑھا۔ اقابو کسی مجسمے کی طرح دروازے پر ایستادہ تھا۔ میں جیسے ہی تین گز کے
پر پہنچا۔ اقابو نے بلا کی پھرتی کا مظاہرہ کیا اور نیزا میری سمت تان کر کھڑا ہوگیا۔ جیسے وہ میری
نیچ نشانہ باندھنے کا نقطہ تلاش کر رہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس کی کرخت آواز بھرائی۔ ''سیکھائی
ورودگی شابوغوغا مالارا'' (تم کون ہو؟ تمہاری آمد کا مقصد ہے؟ جواب دو، ورنہ میں دیوتاؤں
ے تمہیں ہلاک کردوں گا)

''میں اس قبیلے کا سردار جابر بن یوسف الباقر ہوں اور اس شخص سے بازپُرس کرنے آیا ہوں،
نے ہمارے قبیلے کی ایک معزز لڑکی کا اغوا کیا ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

اقابو نے جلدی سے نیزا نیچے کرلیا اور باادب بولا۔ ''سیکوگوی لارا، آہو شوشابا گو (میں معافی کا
ار ہوں، تم اندر جاسکتے ہو)

میں اقابو کے قریب سے گزرتا ہوا جھونپڑی میں داخل ہوا تو مجھے ایک اشتعال انگیز منظر نظر آیا۔
یال کے بستر پر پڑی اپنی حفاظت کی جدوجہد کر رہی تھی اور گندمی رنگ کا شخص اس پر تسلط جمانے
ا بھرپور کوششوں میں مصروف تھا۔

مجھ سے سریتا کی یہ بے بسی نہ دیکھی گئی۔ مجھ پر جنون طاری ہوگیا اب تک وہ اس علاقے میں
رہی تھی، کسی پھول کی طرح پاک وصاف اور وہ اس وقت بھی شدید مزاحمت کر رہی تھی۔ میں
ہانکہ یہ ناقابل برداشت منظر دیکھتا رہا پھر میں نے گندمی رنگت کے آدمی کو للکارا۔ وہ سریتا کو
تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا پھر ہم دونوں کی نظریں ملیں تو بہت سے سلسلے مل گئے۔ دونوں نے ایک
ے کو تعجب سے دیکھا۔ اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی میرا جسم رنگا ہوا تھا لیکن ہمیں ایک دوسرے کو
یکھ کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ وہ ڈاکٹر جواد تھا۔ ڈاکٹر جواد اس خطرناک مہم میں میرا
تھی جس کا ذہنی توازن بگڑ گیا تھا اور جزیرہ توری کے ایک طبیب نے اس کے دماغ میں میخیں
ٹھوکی تھیں۔ وہ ایک عرصے سے مجھے نہیں ملا تھا کئی بار میرے دل میں آئی کہ اس کے متعلق
ع کروں لیکن میں اپنی مصروفیتوں میں گھرا رہا۔ مجھے یہ معلوم ہوگیا تھا کہ وہ صحت مند ہوتا جا رہا

ہے وہ میرے اور شوالا کے قبیلے کی حدود سے دُور ایک غیر جانبدار علاقے میں مقیم تھا۔ وہاں سربرآوردہ افراد کا قیام تھا۔ ہم لوگ بھی شروع میں وہیں قید تھے، وہ مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر جواد نے گفتگو میں پہل کی۔ ''آہا۔ جابر بن یوسف الباقر! میرے دوست۔ خوش آ

''ڈاکٹر جواد۔'' میں نے محتاط انداز میں کہا۔ ''ایک عرصے بعد تمہیں تندرست دیکھ کر خوشی حاصل ہوئی ہے لیکن یہ لڑکی.....'' میں سریتا کی جانب اشارہ کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا جواد نے بڑی تیزی سے میری بات کاٹ دی۔

''یہ سریتا ہے سیدی جابر! اس بوڑھے ہندی سرنگا کی لڑکی جس نے لائف ا انسانوں کا گوشت کھانے کے بجائے موت کو ترجیح دی تھی۔ وہ بوڑھا بے وقوف.....'' ہوئے بولا پھر سہمی ہوئی سریتا کی طرف ہوسناک نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''یہ لڑکی مجھے ا میں پسند آ گئی تھی۔ کل رات میں اسے ہندی بوڑھے سرنگا کی جھونپڑی سے کھینچ کر لے آ لڑکی ابھی تک سرکشی پر آمادہ ہے۔ میں رات سے اسے ہموار کرنے کی کوشش کر رہا ہ سرکشی، مزاحمت اور جدوجہد مجھے پسند ہے۔ اس کی وحشیانہ حرکتیں مجھے ایک نئے لطف ہیں۔ ارے رے۔ تم کھڑے کیوں ہو میرے دوست جابر؟ آؤ بیٹھو۔ کچھ اپنی کہو۔ کچھ بلاشبہ ایک عرصہ بعد مل رہے ہیں۔''

''شاید تمہیں معلوم ہو کہ تم اس وقت جس قبیلے میں موجود ہو اس کا سردار میں اقابلا کی عنایتوں نے مجھے یہ مقام عطا کیا ہے۔'' میں نے اپنے بارے میں مختصر طور پر قدرے درشت لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''مجھے اس بات کی اطلاع کچھ دیر پہلے ہی ملی بوڑھے سرنگا کی بیماری اور اس پر نازل ہونے والے جارا کا کا کے عتاب سے فائدہ اٹھا لڑکی کو اغوا کر لیا ہے حالانکہ وہ تمہارا ساتھی تھا اور وہ ان لوگوں میں شامل ہے جو اس میں محبوس ہو گئے ہیں۔''

''سیدی جابر!'' جواد نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''تو گویا تم ایک سردار کی حیثیت ہو؟ میرا خیال تھا کہ میں اپنے ایک بدنصیب ساتھی سے ملاقات کر رہا ہوں۔ تم تو ابھی رہے ہو جہاں عورت کو مرد سے اور مرد کو عورت سے دور رکھا جاتا ہے۔ میرے عزیز میں چاہتا ہوں کہ یہاں کی اقدار مختلف ہیں۔ یہاں وہ حماقتیں نہیں کی جاتیں جو ہماری سوسائٹی میں کی جاتی ہیں۔''

''ڈاکٹر جواد..... لیکن یہ قبیلے کی کسی دوشیزہ کا معاملہ نہیں ہے، یہ ایک ایسی لڑکی اُسی تہذیب سے تعلق رکھتی ہے جہاں دوسرے انداز سے سوچا جاتا ہے۔ بہرحال مجھ

ے جلد تم میری آمد کا..... مقصد سمجھ گئے۔'' ''میں نے ناگواری سے کہا۔'' ہم نے جس بدقسمت جہاز پر ر کیا تھا اس کے نائب کپتان نے مجھے بتایا تھا کہ تم ایک ذہین اور معاملہ فہم شخص ہو۔ میں تمہارے کسی ا آ سکتا ہوں تو مجھے بتاؤ۔''

''جابر! سیدی جابر۔ تم سریتا کے معاملے میں اتنے سنجیدہ کیوں ہو؟ کہیں تمہاری کوئی وابستگی تو میان میں نہیں آ رہی ہے؟ بہتر ہوگا کہ ہم اچھے دوستوں کی طرح سریتا کی ذات کے بجائے کسی اور ضوع پر گفتگو کریں۔ یہ دوشیزگی، عصمت، پاک بازی، عزیز از جاں یہ سب مہمل الفاظ ہیں۔ تم ان کے معانی جانتے تھے۔ یہاں ایسے لفظ ایجاد ہی نہیں ہوئے ہیں۔'' ڈاکٹر جواد نے ہنستے ے کہا۔

''یہ سرنگا کی لڑکی ہے ڈاکٹر جواد! سرنگا نے ایک موقع پر میری جان بچائی تھی۔ وہ میرا محسن ہے۔'' میں اکتاہٹ سے بولا۔ ''یوں بھی ایک قبیلے کے سردار کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں ریتا کو تمہارے چنگل سے آزاد کراؤں۔''

''بخدا تم کچھ نہیں جانتے۔'' ڈاکٹر جواد نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ ''تم بھول رہے ہو۔ تم ہا کبھی نہیں کر سکتے۔ مگر ٹھہرو۔ تمہیں میرے بارے میں تفصیل سے معلوم نہیں ہے۔ فی الحال میں ہیں اتنا بتا سکتا ہوں کہ میں اقابلا کی سلطنت میں ایک نہایت اہم شخص ہوں۔ میں اتنے دنوں تم گوں سے اس لیے دور رہا کہ یہاں کے مختلف جزیروں میں جڑی بوٹیوں پر تحقیقات کر رہا تھا۔ مقدس قابلا نے مجھے طبیبوں کی ایک خاص جماعت کا رکن بنایا ہے۔ یہاں طبیبوں کو خاص مراعات حاصل ہیں۔ وہ ایک بلند مرتبت شہری ہیں۔ میں جزیرہ توری، جزیرہ سولا اور جزیرہ امسار کا سفر کر آیا ہوں اور تینوں جزیروں کی کسی بھی ایسی لڑکی کو اپنی وابستگی کا ذریعہ بنا سکتا ہوں جو کسی کی تحویل میں نہ ہو، یا کسی سردار سے متعلق نہ ہو۔ سریتا کو بھی میں نے مقدس اقابلا کی عنایت کردہ رعایتوں کے تحت حاصل کیا ہے۔ اگر تم چاہو تو براہ راست مقدس اقابلا سے میری شکایت کر سکتے ہو۔''

جی میں آئی کہ گزشتہ دنوں اشمار نے مجھے جو کچھ سکھایا ہے اس علم کی مدد سے اس گستاخ شخص کی ان بند کر دوں لیکن یہ جلد بازی کا موقع نہیں تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اس سرزمین پر ڈاکٹر کو ی عزت و احترام سے دیکھا جاتا ہے، ویسے بھی ڈاکٹر جواد سے کوئی جھگڑا مول لے کر میں مقدس قابلا کے قہر کا شکار نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پھر بھی یہ کیسے ممکن تھا کہ میں سریتا کو اس وحشی کے ساتھ چھوڑ ل۔ میں کچھ دیر گم صم کھڑا رہا۔ پھر سرد آواز میں بولا۔ ''مقدس اقابلا کی جانب سے یہ تمہارا استحقاق ہے تو میں ایک دوست کی حیثیت سے تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم سریتا کی خواہش سے دست ردار ہو جاؤ۔''

''سیدی جابر! تم دوستی کا واسطہ دے رہے ہو مگر خود دوستی کے منافی اقدام کر رہے ہو۔ ہندی دوشیزہ پر عرصے سے میری نظر تھی۔ اس کی ملاحت اور صباحت نے مجھے بڑا متاثر کیا۔ رات بھی تمہارے چند آدمیوں نے مجھے پریشان کرنے کی کوشش کی تھی میں نے انہیں دھتکار خلل اندازی کے پیش نظر میں نے اپنی حفاظت کے لئے مقدس اقابلا سے درخواست کر کے اپ کو باہر تعینات کرایا ہے۔ اسی بات سے تم سمجھ سکتے ہو کہ میں اس لڑکی کے لئے کس قدر سنجید میں سمجھتا ہوں کہ اس جزیرے کے طلسمی جال میں پھنسنے کے بعد یہ ایک بہترین انعام ہے میری جگہ ہوتے تو ایسی شاداب لڑکی کو چھوڑ دیتے؟ کبھی نہیں جابر کبھی نہیں۔''

ڈاکٹر جواد کسی طرح میری بات ماننے پر آمادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ ڈاکٹر جواد کا جواب م لیکن میں آسانی سے اس کی بات کیسے مان لیتا؟ چنانچہ میں نے ایک آخری کوشش کی۔ میں ''اگر تم چاہو تو میں تمہیں سریتا سے زیادہ نوخیز اور حسین لڑکیاں فراہم کر سکتا ہوں۔ لیکن تمہیں درخواست پر سریتا کو آزاد کرنا ہوگا۔''

''تمہارا لہجہ تحکمانہ ہے۔'' ڈاکٹر جواد نے زہر خند سے جواب دیا۔ ''یہ مژدہ میرے لیے جاں ہے کہ تم ایک قبیلے کے سردار ہونے کی حیثیت سے میرے لیے خوب صورت لڑکیاں فراہم ہو۔''

ڈاکٹر جواد نے براہ راست میری تذلیل کی تھی۔ میرے وقار پر حملہ کیا تھا اور میرا پندار مج تھا۔ قریب تھا کہ میں غصے کی انتہا میں کوئی خطرناک قدم اٹھا بیٹھتا کہ میرے گلے میں پڑی میرے سینے میں چبھنے لگی۔ یہ مالا مجھے کاہن اعظم نے تحفے میں دی تھی۔ مالا کی چبھن کے ساتھ سرگوشی میرے کانوں میں ابھری۔ ''سیدی جابر! تمہارا کوئی بھی اقدام تمہاری بربادی کا آغا ہے۔ سریتا کو بچانے کی کوشش میں تمہارا اقتدار بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔''

یہ سرگوشی سن کر مجھے اچانک ہوش آ گیا۔ میں نے بے بسی سے سریتا کی جانب دیکھا۔ دل پر جبر کر کے میں نے جواد سے کہا۔ ''ڈاکٹر! میں نہایت افسوس کے ساتھ واپس ہوں۔ تم نے میری درخواست رد کر کے مجھے شدید دکھ پہنچایا ہے۔'' یہ کہہ کر میں فوراً جھونپڑی آ گیا۔ اقابو بڑی مستعدی سے اپنی جگہ جما کھڑا تھا۔

فزارو باہر میرا منتظر تھا۔ ''معزز سردار! کیا نووارد نے تمہارے حکم کا احترام نہیں کیا!'' مجھے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''وہ نووارد نہیں ہے۔ میرا پرانا دوست ڈاکٹر جواد ہے۔ وہی ڈاکٹر جس کے پاگل پن کیا گیا تھا۔'' میں نے بمشکل اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ''سریتا کو اس ز جبراً مقـ

لئے حاصل کیا ہے وہ اس میں حق بجانب ہے۔ مقدس اقابلا نے اسے خاص مراعات دے رکھی ہیں۔''

فزارو میرا جواب سن کر مطمئن ہو گیا اور میرا اشارہ پا کر چلا گیا۔ مجھے کسی پل قرار نہیں تھا۔ آہ بے چارہ سرنگا۔ وہ سرنگا اب خاموش پڑا تھا جو سریتا کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا تھا۔ کیا اس کی پرسرار دیوی کا گزر اس علاقے میں ممکن نہیں ہے؟ وہ نازک اندام لڑکی سریتا۔ میں نے اسے کتنی بار بچایا؟ لیکن اس کی قسمت میں رسوائی لکھی تھی۔ میں سرنگا کے پاس جانے سے گریز کر رہا تھا لیکن میرے قدم غیر اختیاری طور پر اس کی جھونپڑی کی جانب بڑھنے لگے۔ میں اظہار غم کرنا چاہتا تھا۔ جب میں جھونپڑی میں داخل ہوا تو سرنگا قدرے بہتر حالت میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ اس وقت بھی وہ بے حد پُراسرار نظر آ رہا تھا۔ غصے یا انتقام کی کوئی علامت سرے سے موجود نہیں تھی۔ بظاہر وہ بڑا پُرسکون معلوم ہو رہا تھا۔ ''آؤ آؤ سیدی جابر!'' اس نے مستحکم لہجے میں کہا۔ ''مجھے یقین تھا کہ تم پُرسش حال کے لئے میرے پاس آؤ گے۔''

''سرنگا!'' میں نے اداسی سے کہا۔ ''مجھے بے حد افسوس ہے۔''

''کاہے کا افسوس سیدی؟'' سرنگا نے بے نیازی سے کہا۔

''کیا تمہیں سریتا کے بارے میں علم ہو چکا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ارے ہاں۔'' سرنگا کی آواز میں رعشہ آ گیا۔ ''مجھے سب کچھ معلوم ہے کہ وہ کن حالات سے دوچار ہے اور کس آزمائش سے گزر رہی ہے مگر وہ میری بیٹی ہے۔''

''میں ابھی ڈاکٹر جواد کے پاس سے آیا ہوں۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''تم نے برا کیا سیدی!'' سرنگا نے تیزی سے کہا۔ ''تمہیں ڈاکٹر جواد کے پاس نہیں جانا چاہئے تھا مگر ٹھہرو۔ کیا تمہیں پہلے سے اس بات کا علم نہیں تھا کہ ڈاکٹر جواد کو مقدس اقابلا کا تحفظ حاصل ہے؟''

''مجھے جواد کی زبانی حالات کا علم ہو چکا ہے۔''

''آنکھیں کھلی رکھا کرو سیدی!'' سرنگا نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ ''اگر سریتا کے علاوہ میرے پاس کچھ اور ہوتا تو میں اسے بھی مقدس اقابلا کے حکم پر قربان کر دیتا۔ مقدس اقابلا ہم پر مہربان ہے۔ وہ عظیم اور قابل پرستش ہے اس کا ایک ادنیٰ اشارہ بھی ہمارے لیے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔''

سرنگا کا جواب سن کر مجھے حیرت ہوئی میں اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کے ہونٹ مرتعش ہو گئے۔ اس کی آنکھیں [illegible] کے بعد جب وہ دوبارہ کھلیں تو اس نے تین بار دائرے

کی صورت میں انہیں گھمایا اور سرگوشی میں بولا۔ ''سنو سیدی..... کچھ پتہ نہیں کہ حالات کیا خطرناک صورت اختیار کرلیں۔ تم سریتا کی طرف سے مطمئن رہو۔ جب تک سرنگا زندہ ہے، سریتا محفوظ ہے ہاں تم محتاط ہونے کی عادت ڈالو۔ اشمار بے وجہ تمہارے پاس نہیں آئی ہے۔ تم ایک سخت امتحان سے گزر رہے ہو تمہیں کسی بھی لمحے جزیرہ باگمان جانے کا حکم مل سکتا ہے۔ وہاں تمہیں عجیب وغریب حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ تم ان کا تصور بھی نہیں کرسکتے مگر پریشان ہونے کے بجائے ثابت قدم رہنا۔ جارا کاکا کی روح نے مجھے جس عذاب سے دوچار کیا ہے، اس کے ختم ہونے میں صرف چند گھنٹے باقی ہیں، تم نے میرے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا ہے۔ بوڑھے سرنگا کی دعائیں تمہارے ساتھ ہیں ایک بات اور ذہن نشین کرلو، سمورال کی دی ہوئی مالا کی حفاظت تمہیں اپنی جان سے زیادہ کرنا ہے اور.....''

اور اس سے پہلے کہ سرنگا اپنا جملہ مکمل کرتا، ہوا کا اتنا شدید اور خطرناک ریلا آیا کہ سرنگا کی پوری جھونپڑی لرز اٹھی۔ دوسرے ہی لمحے سرنگا کے ہونٹ ہلے، اس نے پھر نظریں گھمائیں اور موضوع بدل کر اونچی آواز میں کہنا شروع کردیا۔ ''وہ عظیم ہے۔ اس کی عظمتیں بے پناہ ہیں۔ جس نے اسے پالیا۔ اس نے سرخوشی پالی۔ وہ تاریک براعظم کی حکمراں ہے۔ اس محترم ومقدس دیوی کی نوازشیں تم پر قائم رہیں، سریتا کے لئے تمہاری پریشانی بے سود ہے۔ میں اسے مقدس اقابلا کے قدموں پر قربان کرسکتا ہوں۔''

میں سرنگا کی تبدیلی حیرت انگیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ سراپا عجز و نیاز بنا ہوا تھا۔ جھونپڑی کی لرزش میں سکوت آگیا تھا۔ دفعتاً میں نے دیکھا کہ اشمار میری نظروں کے سامنے نمودار ہوئی اور مجھے مخاطب کرکے پُروقار انداز میں کہنے لگی۔ ''تمہاری خواہش پہنچا دی گئی تھی۔ تمہارے لئے یہ مژدہ ہے کہ مقدس اقابلا نے تمہیں شرف باریابی عطا فرمایا ہے لیکن خبردار اپنے ہندی دوست کے سامنے زبان نہ کھولنا میرے ساتھ چپ چاپ جھونپڑی سے باہر نکل چلو۔''

''مجھے مقدس اقابلا سے تمہاری عقیدت دیکھ کر خوشی ہوئی۔'' میں نے دھڑکتے دل سے سرنگا کو مخاطب کیا۔ ''میری دعا ہے کہ تم اس کی نوازشوں سے سُرخ رُو ہو۔''

پھر میں نے سرنگا سے اجازت طلب کی اور جھونپڑی سے باہر آگیا۔ اشمار میرے ساتھ تھی۔ چند کہ اشمار نے مجھے میرے محبوب میری ملکہ اقابلا کی قدم بوسی کا مژدہ سنایا تھا لیکن میرا دل انجانے وسوسوں سے دھڑک رہا تھا۔ اشمار کا بے نیاز لہجہ ذہن میں تکدر پیدا کررہا تھا۔ اقابلا کے دیدار کی خوشی معدوم ہوتی جارہی تھی جو مجھے شدت سے تھی۔ اقابلا۔ میں اپنی محبوب کے پاس جارہا تھا، میں تاریک براعظم کی عظیم الشان ملکہ کے حضور جارہا تھا۔ سرنگا کے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے

تھے۔ پھر اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں بادلوں میں گھر گیا ہوں۔ میں نے اشمار کو فضا میں تحلیل ہوتے ہوئے محسوس کیا مجھے یوں گمان ہوا جیسے ہر طرف سیاہی کا طلسم موجود ہے اور میری آنکھوں نے بینائی بند کردیا ہے، میرے کانوں نے سننا موقوف کردیا ہے۔

☆==========☆==========☆

مجھے محسوس ہوا کہ اُس کا نرم و نازک ہاتھ میری گرفت میں ہے۔ میرے حواس میرا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ میں فضاؤں میں سفر کررہا ہوں۔ پری جمال اشمار میرے ساتھ ہے۔ وہ مجھے تاریک براعظم کے سب سے حسین وجود لیکن باجبروت اور مطلق العنان اقابلا کی بارگاہ میں لے جارہی ہے۔ اقابلا کے جمال کا خیال آتے ہی ایک عجیب نشہ سا طاری ہوگیا تھا۔ میں اس کے پاس جارہا تھا جس کے بارے میں سوچنا ہی میرا کام رہ گیا تھا۔ جس نے مجھے سب کچھ بھلانے پر مجبور کردیا تھا لیکن ان لطیف احساسات کے پہلو میں خوف بھی کہیں چھپا ہوا تھا۔ یہ خوف کہ میں ایک غلام، ایک اجنبی، ایک محکوم، ایک مجرم ایک بہت ہی حقیر شخص ایک شہنشاہ، ایک حاکم، ماورائی طاقتوں کی امین، اس علاقے کی سب سے اہم شخصیت کی خدمت میں لے جایا جارہا ہوں۔ اس کے لئے میرے دل کی یہ شدتیں اس کی توہین کا سبب تو نہیں بن رہی ہیں؟ کیا ایک محکوم کو اقابلا کی طلب کا خیال دل میں لانا چاہئے؟ میں سوچ رہا تھا۔ شاید میں نے اس کی عظمت وشوکت پوری طرح اپنے دل ودماغ میں نقش نہیں کی مگر مجھے خود پر قابو ہی کب تھا؟ جب زندگی میں حوادث ہی مرقوم ہیں تو میں انہیں کس طرح مٹا سکتا ہوں۔ جو ہوگا اُسے ہونے دیا جائے۔ اس اشتیاق کا اگر یہی حال ہے تو کچھ برا نہیں۔ جابر بن یوسف الباقر عشق میں ہلاک ہوگیا اور کس کے عشق میں؟ اس کے عشق میں، عام انسانی ذہن جس کے جمال کے تصور تک سے عاری ہے۔ کوئی سوچ سکتا ہے کہ حسن کی یہ منزل بھی ہوسکتی ہے؟ میں اس کے تصور میں گم تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں۔ اس کے تصور میں ہوش کا کیا سوال؟

جب اشمار کے مرمریں ہاتھ کا دباؤ بڑھا تو میری آنکھیں خود بخود کھل گئیں۔ میں اقابلا کے قصر میں کھڑا تھا۔ وہاں حسب معمول حسین وجمیل مناظر اور دوشیزائیں ہماری پذیرائی کے لئے موجود تھیں۔ اشمار جو بلاشبہ ان سب میں یکتا تھی وہ اس رنگین ہجوم سے مجھے گزار کر آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں کسی بارونق بازار سے گزرنے والے راہ گیر کی طرح ان دمکتے اور چمکتے ہوئے چہروں پر سرسری نظر ڈالتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ وہ سب اشمار کے سامنے خمیدہ ہوئی جارہی تھیں۔ میں نے احتیاط اور اعتدال خود پر طاری کیا۔ اشمار بڑی بے نیازی سے میری رہنمائی کا فرض انجام دے رہی تھی۔ میں یک سو ہوکر اس کی پیروی کرنے لگا۔ ہم مختلف شیش محلوں، طلائی ایوانوں اور ناقابل بیان عجائب گھروں کی کہکشاں سے گزر رہے تھے۔

چاروں طرف دلنواز موسیقی ساعت میں رس گھول رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے در
سے دل نشیں نغمے پھوٹ رہے ہوں۔ میں اس قصر کا تفصیلی ذکر پھر کسی موقع پر کروں گا۔ بہت
اُس خصوصی نشست گاہ میں پہنچ گئے جہاں ذی حشم اقابلا مجھے باریابی کے شرف سے نوازنے وا
یہ ایک وسیع وعریض ہال تھا جس کی دیواریں رنگارنگ روشنیوں سے معمور تھی۔ یہاں پہنچ کر آ
اور جانے کی تمنا کرنے کے لائق نہیں رہتا۔ یکا یک دیواروں سے نقرئی گھنٹیوں کا ایک کیف
اُبھرا۔ میری سماعت اس ساز سے نامانوس نہیں تھی پھر بھی میں گویا کسی خواب سے چونک پڑا۔
تمام راستے میرے آگے آگے چلتی رہی تھی اب وہ میرے سامنے نہیں تھی۔ میں گھبرا کر مڑا
اضطراب کے عالم میں چاروں طرف دائرے کی صورت میں گھوم گیا۔ اشمار کہیں موجود نہیں تھی
میں پہلی مرتبہ ژولین کے ساتھ اس طلسم خانے میں آیا تھا تو ژولین ہال کے باہر کہیں معدوم ہو گ
مگر آج اشمار باہر رکنے کے بجائے میرے ساتھ اندر آئی تھی بلکہ اس نے مجھ سے پہلے ہال
رکھا تھا۔ میں نے مزید سوچنے کا ارادہ ترک کیا اور آئندہ پیش آنے والے واقعات کے لئے خ
کرنا شروع کر دیا۔ نقرئی گھنٹیوں کی موسیقی بلند آہنگ ہوگئی۔ ساتھ ہی ایک نسوانی ہیولا کسی
طرح گویا آسمان سے وارد ہوا اور میرے عین مقابل کوئی دس گز کے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ میں
اشتیاق میں آنکھیں پٹ پٹا کر اسے دیکھا۔ ہیولا لمحوں میں واضح ہو گیا۔ وہ اقابلا نہیں تھی۔ اش
بالکل نئی اشمار، تر و تازہ اشمار، اس کا بدن اب اوپر سے نیچے تک سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا
پھول بدن سے اُگ رہے ہوں، جیسے کسی چمن نے ایک بدن کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اس
سے فضا میں ایک عجیب خوشبو پھیل گئی۔ ان پنکھڑیوں میں وہ نازنین پرستان کی شہزادی معلوم
تھی۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہی اشمار ہے جو ابھی کچھ دیر پہلے میرے ساتھ تھی وہ وہی تھ
سب کچھ وہی تھا مگر وہ بہت نئی معلوم ہوتی تھی۔ اس کی غزالی آنکھوں میں کچھ اور نشہ آور شراب
رہی تھی۔ میں وہاں کے آداب سے غافل نہیں تھا۔ پھر بھی بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ ''اشمار

اشمار کی نیل گوں آنکھوں سے بے اعتنائی ہویدا تھی۔ وہ اس طرح مسکرائی جیسے کوئی کسی
بات پر ہنس پڑے۔ میں نے بیتاب ہو کر کہا۔ ''اشمار! میری نگاہیں تمہیں تلاش کر رہی تھیں۔ تم
اچانک غائب ہونے کے بعد میرا اضطراب سوا ہو گیا تھا۔ تم اتنے دنوں میرے ساتھ رہی ہو
تمہارے بغیر نامکمل ہوں، اب اس وقت اس کے سامنے تمہارا رہنا ضروری ہے، اس لئے کہ
میری ترجمان ہو۔ تم نے دیکھا ہے کہ میں اس کی طلب میں کس قدر صادق ہوں۔ میری گزار
کہ تم یہیں رہو ورنہ اُس کے سامنے میری زبان نہ کھل سکے گی۔''

''تمہاری نظریں جس اشمار کو تلاش کر رہی ہیں، وہ یہاں موجود نہیں ہے۔ اس نے دوشیزہ

ز میں کہا۔ ''اشمار میری پیش رو تھی۔ مقدس اقابلا نے اسے ایک عرصے کے لئے تمہارے سپرد کر دیا
اب مقدس اقابلا کی نیابت کے فرائض میں انجام دیتی ہوں۔''

میں حیران رہ گیا۔ دو جڑواں بہنوں میں بھی کبھی ایسی زبردست مشابہت نہیں سنی تھی۔ مجھے
ن نہیں آتا تھا کہ یہ لڑکی سچ بول رہی ہے لیکن یہاں کی ہر بات پر بے چون و چرا یقین کرنے ہی
سلامتی تھی۔ میں نے اپنا سر جھکا لیا اور نہایت ادب سے بولا۔ ''لائق صد احترام اقابلا کا پرستار،
کا غلام حاضر ہے۔ میرا خنجر اپنا خون پیش کرنے کے لئے مضطرب ہے، میں حکم کا منتظر ہوں۔ مجھے
ں خدمت کے لئے طلب کیا گیا ہے؟''

اُس نے ایک بھرپور نظر سے مجھے سرتاپا دیکھا۔ ''جابر بن یوسف! وہ یہاں ابھی جلوہ گر ہونے
ا ہے۔ میں تمہیں تنبیہہ کرتی ہوں کہ تم اپنے اعصاب پر قابو رکھنا۔'' یہ کہہ کر اس نے ہاتھ بڑھایا۔
رے ہی لمحے ایک بلوریں جام اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اس نے میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے
م جھکا کر اسے دونوں ہاتھوں سے تھام لیا اور دوسری ہدایت کا منتظر رہا۔ ''اسے پی جاؤ۔'' اس نے
روان جھٹک کر تمکنت سے کہا۔

میں نے فوراً اسے حلق میں اُنڈیل لیا۔ اس مشروب کے ذریعے سے میں پہلے بھی لطف اندوز
چکا تھا۔ مجھے اچانک محسوس ہوا جیسے میرا سارا جسم ہلکا ہو گیا ہو۔ میری نظروں میں ارتعاش سا پیدا ہوا
پھر وہی کیفیتیں مجھ پر غلبہ پانے لگیں جن کا تجربہ اس سے پہلے بھی مجھے ہوا تھا۔ وہی بادل، وہی
ے، وہی روشنیاں، مشروب حلق میں اترنے کے کچھ دیر بعد تک میری اس سے کوئی بات نہیں ہوئی۔
لمحوں بعد ہال میں اچانک سناٹا چھا گیا۔ پھر ایک گرج سی پیدا ہوئی۔ روشنیاں جھلملانے لگیں اور
حسوس ہوا جیسے خورشید جہاں تاب کروڑوں میل دور سے اتر کر زمین پر آ گیا ہو۔ میری آنکھیں
ھیا گئیں۔ جب صورتحال معمول پر آئی تو وہ ایک زرنگار تخت پر اپنے تمام کروفر اور طمطراق کے
ھ جلوہ افروز نظر آئی۔ میری ذات باقی نہیں رہی تھی میں اس کے حسن میں جذب ہو گیا تھا۔ حیرت
بات یہ تھی کہ اقابلا کا تخت زمین پر کوئی تین فٹ اونچا خلا میں معلق تھا۔ اقابلا کی نائب سربسجود
چکی تھی۔ میں نے بھی گردن جھکانا چاہی لیکن اس طرح میں اُس کے جلوے سے محروم ہو جاتا۔ اس
لیے میں سینہ تانے کھڑا رہا۔ میں نے سوچا، زیادہ سے زیادہ موت کا حکم صادر ہوگا۔ اُسے دیکھنے کے
میرے قدم زمین پر مضبوطی سے جم گئے۔ میں نے اپنا دل قوی کیا کہ میرا مطلوب دنیا کی سب
سے نادر شے ہے۔ وہ تاریک براعظم کی ملکہ اقابلا تھی۔ اس کی متناطیسی نگاہوں میں جنبش ہوئی۔ میں
رہ گیا اور میں نے چور نظر سے اس کا سراپا اپنے قلب ونظر میں سمونے کی کوشش کی۔ اس کا ریشمیں
روان سبز پتوں اور پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کے لانبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ اقابلا کی

انگشت حنائی کا اشارہ پا کر سجدہ ریز دوشیزہ اٹھ کھڑی ہوئی اور کسی قدر بلند آواز میں مجھ
ہوئی۔ ''جزیرہ توری کے اجنبی سردار! میں مقدس اقابلا کی نائب سارما تم سے مخاطب ہو
مستعد ہوگیا۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں یہاں کیوں طلب کیا گیا ہے؟''

''میں اسے اپنی عظیم ملکہ کی عنایت سمجھتا ہوں کہ میرے احساسات منتقل ہو گئے ہیں
خوش بختی ہے۔'' میں نے کمال فصاحت سے کہا۔

''جابر بن یوسف! تم یہ جاننے کے باوجود کہ یہ اسرار کی سرزمین ہے اور تمہاری مہذب
اس کا کوئی تعلق نہیں اور تمہیں غیر معمولی نوازشوں سے آراستہ کیا گیا ہے اور یہ تمام صفتیں مقد
کی عظیم وجلیل ہستی کی مرہون منت ہیں۔ تم نے اپنے دل میں ایک ایسی خواہش بیدار کیوں ہ
جو آج تک تاریک براعظم پر بسنے والے کسی فرد میں کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔'' دوشیزہ سارما
دبدبے سے کہا۔

''یہ میری شعوری کوشش نہیں تھی۔ میرے دل میں اس خواہش کی تخلیق اُس کے حیا
جمال سے ہوئی۔ میں اگر جزیرہ توری میں پیدا ہوا ہوتا تو ممکن تھا کہ اس خیال کی آمد پر کوئ
ہوتی لیکن میں اس اجنبی سرزمین سے تمام تر مفاہمت کے باوجود اپنی دنیا کی تہذیب وتر
پوری طرح دور کرنے میں ناکام رہا ہوں۔ میری دنیا میں لوگوں نے ایک ایسے معاشرے کی
دی ہے جہاں افراد اپنی طرح کے لوگوں سے اتنے فاصلے پر نہیں ہوتے جتنے اس مقدس سر
ہیں۔ وہاں کوئی کسی کی بھی تمنا کر سکتا ہے اور کوئی کسی کے بھی حصول میں کامیاب ہو سکتا ہے
نے جرات سے کہا اور ایک نظر اقابلا کے وجود پر ڈالی۔ اُس کے لبوں پر میں مسکراہٹ تلاش
لیکن وہ بے نیازی سے میری باتیں سن رہی تھی۔

''جابر بن یوسف! تمہاری شدتیں سونگھ کر تمہیں اشمار سونپ دی گئی ہے۔ یہ ایک بہت بڑ
ہے۔ قناعت میں امان ہے۔ تمہیں ان سنگلاخ مرحلوں کا اندازہ نہیں ہے۔ مقدس اقابلا بہت
فگن ہے۔'' سارما نے سنجیدگی سے کہا۔

''مجھے فاصلوں کا اندازہ ہے اور اپنی توانائی کا بھی' یقیناً اشمار کا اعزاز کچھ کم نہیں ہے لیکن
فنا ہونا چاہتا ہوں۔ میں غلام ہونا چاہتا ہوں۔''

''نہیں .....'' سارما نے نفی میں گردن ہلا دی۔ ''تم سے جو کچھ کہا جا رہا ہے، بس اتنا
کرو۔ اپنے جسم میں فولاد کی قوت اور کھوپڑی میں لومڑی کا ذہن پیدا کرو۔ جو باتیں تمہیں نہیں
چاہئیں، انہیں جاننے کی کوشش نہ کرو۔ ورنہ بلائیں تمہیں گھیر لیں گی۔''

سارما کے تحکم آمیز لہجے کے جواب میں میں نے اثبات میں سر ہلا دیا میرے لیے

وال تھا لیکن میں جو باتیں کرنا چاہتا تھا، مجھے ان کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ میں نہ جزیرے
خواہاں تھا نہ جزیرہ توری میں کسی بلند مقام پر خود کو فائز دیکھنا چاہتا تھا۔ میری نظر میں
کے سوا ہر شے حقیر تھی۔ میں اسی کا ذکر کرنا چاہتا تھا۔ اشمار کے جانے کے بعد اس کی نئی
امنے اظہار بیان میں کچھ تکلف سا محسوس ہوتا تھا۔ حالانکہ میں نے بہت سی باتیں کہہ دی
لاقات کے بعد نہ جانے پھر کب موقع نصیب ہوتا۔ اس مختصر گفتگو کے بعد وہ ایک لمحے
وئی ہوئی۔ مجھے ڈر محسوس ہوا کہ کہیں یہ نشست برخاست نہ ہو جائے اس لیے میں نے
ب کر کے دوبارہ اقابلا کی شان میں تمام تر صاحت اور دلکشی سے قیصدے پڑھنے شروع کر
روانی سے بول رہا تھا۔ یہ میرا پسندیدہ موضوع تھا مجھے حسن کی مدح سرائی میں قدرت
ی۔ ایک بار میں نے اسے براہ راست مخاطب کیا لیکن اس کے تیوروں میں کوئی فرق نہ
بات اور مضطرب کیے دیتی تھی پھر میں نے سوچا، نشست کو طول دینے کے لئے الطاف و
ں خاص وقت میں ترام کے سفاکانہ قتل کا مغما' سرنگا اور سریتا کی اعانت اور ڈاکٹر جواد کی
لئے کچھ کہوں لیکن آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔ میں غیر اختیاری طور پر شدت بیان میں اتنا
ر میں نے سارما سے اقابلا کے پیر چومنے کی اجازت چاہی۔ ایک بار پہلے بھی شوالا سے
بعد مجھے اس کا موقع ملا تھا۔ پھر سارما کا اثبات میں گردن ہلانا تھا کہ میں بے تحاشا مقدس
ب لپکا۔ میرا دل اسے آغوش میں سمیٹنے کے لیے زور سے دھڑکا لیکن تخت کے قریب پہنچ کر
انجمد ہوگئے۔ اس کا عریاں پیر میرے سامنے تھا۔ اس کے لمس کا شیریں ذائقہ میری نس
پا ہوا تھا۔ میرے ہونٹ اقابلا کے پاؤں سے مس ہوئے تو زبان پر ایک مٹھاس سی محسوس
سین سے حسین دوشیزہ کے لب عارض بھی اتنی حلاوت نہ رکھتے ہوں گے۔ وہ آب حیات
میری زبان اس پر مچلنے لگی۔ میں صدیوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔ میرا گلا قرن ہا قرن سے
ا لیے سیرابی ضرور ہوئی، مگر سیری نہیں ہوئی۔ میرا چہرہ اس سے مس ہوا۔ میں نے ایک بار
ہاتھوں سے اس کے پیر پکڑ لیے اور میرے دل میں یہ جارحانہ خیال عود کر آیا کہ میں ان
ٹخنوں سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اقابلا کو اپنی آغوش میں کھینچ لوں۔ یکا یک اقابلا کا ہاتھ مجھے
محسوس ہوا۔ میں نے سر اٹھایا۔ اس کی نگاہوں میں شعلے تھے۔ میں نے سراسیمگی سے اُسے
پنا چہرہ پاؤں سے ہٹا لیا۔ اس سے اتنے قریب سے نگاہیں چار ہوئیں تو مجھ پر غشی طاری
میں پاگل ہو رہا تھا۔ یقیناً اس نے میری نگاہیں پڑھ لی ہوں گی۔ میں نے بھی اس کی
جھانک کر دیکھا تھا، وہ ایک لمحے کی بات تھی۔ اس کی آنکھیں جل رہی تھیں۔ اعتدال
انے اور وحشت زدہ ہو جانے کو طبیعت کرتی تھی' لیکن مجھے خود پر اختیار کہاں تھا؟ میں نے

ہوس ناک انداز میں ایک بار پھر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ اس کے ہاتھ تک پہنچنے کی آرز
گئی۔ میں وہیں اس کے قدموں میں دوزانو بیٹھ کر اپنا خنجر نکال کر اپنے سینے میں پیوست کر
کر رہا تھا کہ قصر میں ایک گرج سی پیدا ہوئی۔ اقابلا نے اپنے پیر کھینچ لیے۔ اس کی آنکھو
شعلہ نکلا اور کمرہ لرزنے لگا۔ وسیع و عریض خلوت کدے میں شور سا برپا ہوا جیسے برق و
ہو۔ اسی اثناء میں توقع کے خلاف اقابلا کی آواز گونجی۔ مجھے صرف اتنا سنائی دیا کہ وہ سمورال
رہی ہے۔ اسی وقت ہال کی دیوار ایک جگہ سے شق ہوئی اور میں نے دیکھا کہ جزیرہ تو
اعظم سمورال اضطراری کیفیت میں اندر داخل ہو کر اقابلا کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ میں ا
اٹھ کر پیچھے آ گیا۔ سمورال، میری اور سارما کی موجودگی سے بے نیاز نظر آ رہا تھا۔ اس
ہوئے تھے۔ اسے غالباً اقابلا کے کسی حکم کا انتظار تھا۔ اقابلا کی پیشانی پر تفکر کی شکنیں نمودا
اس نے کسی نامعلوم زبان میں سمورال کو کچھ ہدایات دیں۔ میرے دل کی دھڑکن رکنے
سے میری نبض ڈوبنے لگی۔ پھر جیسے ہی اقابلا کی ہدایات کا آخری لفظ ادا ہوا، ہال میں م
چھا گئی۔ مجھے اپنی خبر نہ رہی۔

جب میری آنکھوں کے دریچے وا ہوئے تو میں اپنی جھونپڑی میں لیٹا ہوا تھا اور اشا
پر جھکی ہوئی میری پیشانی پر انگلیاں پھیر رہی تھی۔ آنکھیں کھلیں تو میرے ذہن میں اچانک
پیدا ہوئے۔ کچھ ہی دیر پہلے میں ایک دلربا جلوے میں کھویا ہوا تھا۔ اقابلا کی بارگاہ میں کا
بے وقت نمودار ہونے کا عقدہ مجھے بے چین کیے ہوئے تھا۔ میں اس سلسلے میں اشار سے
کرنا چاہتا تھا لیکن میرے زبان کھولنے سے پہلے ہی اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر
رہنے پر مجبور کر دیا۔ اشار مجھے اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے آج ہی تمام ادائیں آزمالے گی
جلوہ گاہ سے لوٹنے کے بعد میں اشار کی ان حسن پاشیوں سے متاثر ہونے کے قابل کہاں ر
سے ملاقات، اُس کی تنبیہہ۔ میں ایک سخت آزمائش سے گزر رہا ہوں۔ اشار کا سرنگا کی جھ
وارد ہونا اور قصر اقابلا میں اپنی طلبی، پھر سمورال کا وحشت زدہ انداز میں وہاں پہنچنا۔ یہ تمام
ندگی میرے ذہن پریشان کیے ہوئے تھے۔ اشار میری دلی کیفیات سے آگاہ ہوگئی
ہدیانی انداز میں اس سے کہا۔

''معزز اشار کیا ان پریشان کن لمحوں میں تم میری مدد نہیں کر سکتیں؟ یہ سب کیا ہو
میں کسی غلطی کا مرتکب ہوا ہوں۔''

اشار نے اپنی نرم و نازک انگلیوں سے میری آنکھیں بند کر دیں۔

''اپنی آنکھیں اتنی متوحش نہ رکھا کرو۔ جارا کا کا کی مقدس روح تمہیں محفوظ رکھے،

تمہارا قبیلہ دیوتاؤں کے قہر کی زد پر ہے۔''

''میں نے ہڑبڑا کر اٹھنا چاہا لیکن اشار مجھ پر اس طرح جھک گئی کہ میں اٹھ نہ سکا۔
کہا۔ ''تشویش نہ کرو، جو چیز تمہارے اختیار میں نہیں ہے، اسے اپنے اختیار میں
۔''

یلے کے لوگ؟'' میں نے اشار کو سینے سے ہٹانے کی کوشش کی مگر اس گل اندام لڑکی
سے اتنی طاقت آ گئی تھی کہ میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔

سے بولی۔ ''سیدی! تمہیں اپنے قبیلے کے کسی فرد کے لئے تردد کرنے کی ضرورت نہیں
م نے اس وقت عجلت میں کوئی قدم اٹھایا تو سخت نقصان کا اندیشہ ہے۔ باہر تمہارا
کے تین دوسرے معمر افراد کے ساتھ بے چینی سے تمہارا منتظر ہے۔ انہوں نے تمہاری
چھان مارا ہے وہ یہاں بھی آئے تھے لیکن تم سو رہے تھے میں نے ان کی نگاہوں پر
ھوڑی دیر میں وہ تھک کر یہاں سے چلے جائیں گے، پھر تمہیں تفصیل سے پوری رو

''میں نے اس گرفت میں پھسلتے ہوئے کہا۔

، زبان سی لو۔'' اشار نے مجھے کچھ کہنے کا موقع نہ دیا۔ ناچار میں نے خاموشی سے
ا۔

☆==========☆==========☆

ا جب میں خواب غفلت سے بیدار ہوا تو خلاف توقع اشار جھونپڑی میں موجود نہیں
موجودگی سے وہ ہیجان انگیز خیالات پھر سر اٹھانے لگے جو سونے سے قبل مجھ پر طاری
دیکھنے کے لئے جھونپڑی کے دوسرے کمرے میں گیا۔ وہ وہاں بھی نہیں تھی۔ میں
باہر آیا تو وہاں فزارو بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔ اس کے پژمردہ چہرے پر خوف مترشح
مجھے دیکھا تو لپک کر میری طرف آیا اور کسی تمہید کے بغیر جلدی جلدی کہنے لگا۔ ''ہم سخت
سردار! آسمان ہم سے ناراض ہو گیا ہے مقدس جارا کا کا ہم پر رحم کرے۔ ہم نے
کے لئے تمہیں سارے علاقے میں دیکھ لیا تھا۔ یقیناً تم دیوتاؤں کی پناہ میں تھے۔''

فزارو؟ کیا جنوب سے پھر کوئی مخالف ہوا چلی ہے؟'' میں نے شوالا کے علاقے کی
رتے ہوئے پوچھا۔

ل کہہ سکتا۔ میں نہیں کہہ سکتا لیکن کل مقدس اقابلا کے محافظ دستے کا اقابو پر اسرار طور پر
کی سے یہ واقعہ ہمارے قبیلے میں پیش آیا ہے، مگر دیوتاؤں کی قسم سردار! ہم بالکل بے

قصور ہیں۔ بہت دنوں بعد ایسا سانحہ ہوا ہے۔ میری زندگی میں پہلی بار غضب ہوگ
فزارو خوف زدہ لہجے میں بولا۔ وہ اس طرح گڑگڑا رہا تھا جیسے میں نے اس وا
جواب طلب کیا ہو۔

''سکون فزارو! مجھے سوچنے دو۔'' میں نے اپنی پریشانی پر قابو پاتے ہوئے
کہا۔ میں فزارو سے زیادہ سراسیمہ تھا لیکن اپنے نائب پر اس کیفیت کا اظہار نہیں کر
جھونپڑی میں لے آیا اور اطمینان سے بیٹھ کر پوری بات بتانے کا حکم دیا۔ فزارو کی آ
پھیلی ہوئی تھیں اور وہ غالباً اتنی زیادہ باتیں کہنا چاہتا تھا کہ ایک بات بھی اس کے مو
تھی۔ میں نے اس کا شانہ تھپتھپا کر اسے دلاسا دیا۔ اسی اثناء میں میرے پیش رو
بیویاں ناشتے کے لئے میرے مرغوب جنگلی پھل اور دودھ کا خوان لے کر حاضر ہوگ
بے حد غمگین نظر آرہی تھیں۔ انہوں نے حسب معمول میرے سکھائے ہوئے سلیقے
اور خاموشی سے الٹے قدموں واپس چلی گئیں۔ میں نے ایک پھل اٹھا کر منہ میں ر
ہے کہ اس وقت میرا دل کچھ کھانے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ اشار کی غیر موجودگی اور ف
اطلاع نے مجھے سخت حواس باختہ کر رکھا تھا مگر فزارو کے سامنے یہ ظاہر کرنا ضرور
مطمئن ہوں اور ہر کام معمول کے مطابق کر رہا ہوں۔

بوڑھے فزارو نے لکنت زدہ لہجے میں مجھے بتایا۔ ''کل جس وقت ڈاکٹر جواد
کی لڑکی سریتا پر دست درازی کر رہا تھا، اس وقت قبیلے والوں نے سریتا کی ایک دل خ
سب بے بسی کے ساتھ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں سہمے بیٹھے رہے چند لمحوں کے لئے
میں ڈوب گئی۔ پھر اچانک دل دہلا دینے والا ایک شور برپا ہوا اور اقابو کی خوفناک
گئی۔ اقابو اتنا طاقت ور اور چالاک ہوتا ہے کہ ہم کسی بھی مرحلے پر اُس کے زیر
خوردہ انداز میں چیخنے کا تصور نہیں کر سکتے۔ پھر اُس کی شخصیت مقدس اقابلا کی نسبت
واجب الاحترام بھی ہے۔ اس لیے پورا قبیلہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں سمیت جھونپڑ
آیا۔'' فزارو کہہ رہا تھا۔ ''میری آنکھیں پگھل کر بہہ جائیں معزز سردار! میری زبان
میدان میں اقابو کے دونوں ہاتھ جسم سے علیحدہ ہو کر دور پڑے ہوئے تھے۔ ٹا
میں بکھر گئی تھیں اور اس کا بقیہ جسم زمین پر اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے تیل کے کڑھا
ہو۔ اس کی کھوپڑی خشک پتے کی طرح اِدھر اُدھر اڑ رہی تھی۔ ایسا بھیانک منظر ہم
دیکھا تھا۔''

میں بظاہر تحمل اور دلچسپی سے فزارو کی روداد سن رہا تھا۔ میرے ذہن میں ان گ

ہر طرف اندھیرا نظر آتا تھا۔ فزارو کہہ رہا تھا۔ ''اس دہشت انگیز واقعے کے تھوڑی دیر بعد
ظم ہائے واردات پر پہنچا اور جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ قبیلے کے لوگ افراتفری کے عالم میں
بکھرے ہوئے تھر تھر کانپ رہے تھے۔ کاہن اعظم نے باہر آکر ہاتھ کے اشارے سے مجھے
دوسرے آدمیوں کو طلب کیا۔ ہم اس کے پیچھے جھونپڑی میں گئے۔ سرنگا کی جوان بیٹی سریتا
بستر پر غائب تھی اور اس پر دست درازی کرنے والا نووارد بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ ہم نے
کاہن اعظم کے حکم پر بے ہوش نووارد کو اُٹھا کر ایک دوسری جھونپڑی میں منتقل کیا اور اسے ہوش میں
لانے کے لئے کچھ جڑی بوٹیاں کھلائیں، جب تک ہم وہاں رہے وہ ہوش میں نہیں آیا۔ لحیم شحیم اقابو کا
پورا جسم کاہن اعظم کے ایک اشارے سے کہیں روپوش ہوگیا تھا۔''

''سرنگا کہاں ہے اور کیسا ہے؟'' میں اپنی بے تابی پر قابو نہ پا سکا۔

''میں نہیں جانتا۔ مجھے کوئی علم نہیں ہے۔'' فزارو نے بتایا۔ ''کاہن اعظم نے ہم سب کو
وہیں واپس چلے جانے کا حکم دے دیا تھا۔ میں کل اُسی وقت سے تمہارا منتظر تھا تاکہ تمہیں
حالات سے مطلع کر سکوں لیکن تم غالباً رات گئے واپس آئے۔ اس ہولناک سانحے پر شوالا اور
قبیلے کے لوگ خوشی سے دیوانے ہوگئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ چونکہ یہ سانحہ تمہاری عمل
میں آیا ہے اس لیے.....'' فزارو نے میرے قدموں میں سر رکھ دیا۔

''ہماری بربادیاں قریب ہیں معزز سردار! اب عبادت کے سوا کوئی چارہ نہیں، ہمیں قربانیاں
دینی ہوں گی۔ روٹھے ہوئے دیوتاؤں کو منانے کے لئے ہمیں اپنے قبیلے کے لوگوں کا خون کرنا

اقابلا کے نام سے میرے جسم میں آگ سی لگنے لگی۔ مجھے گاہے گاہے خبریں ملتی رہتی تھی کہ وہ خود
پاشکست کے بعد نچلا نہیں بیٹھا ہے، ہر چند کہ وہ ابھی تک بستر علالت پر تھا اور اس کے زخم
مندمل نہیں ہوئے تھے، میں نے سوچا۔ کیا شوالا ہی اس خوف ناک سانحے کا سبب
ہیں۔ شوالا اقابو کی اہمیت سے واقف ہے اسے معلوم ہوگا کہ اقابلا اور کاہن اعظم سے یہ
بچ نہیں رہ سکتی ہے، پھر یقیناً، یقیناً۔ خوف کی ایک سرد لہر نے میرے جسم کا احاطہ کرلیا۔ ہاں،
میں نے سر جھٹک کر خود سے کہا۔ ''بے شک یہ وہی ہے، وہ پھر آگئی ہے۔ وہ پھر آگئی ہے، اب نہ
بچ سکوں گا، مگر اس میں میرا کیا قصور ہے؟ کیا میں نے کوئی اقدام کیا تھا؟ نہیں میں نے تو اپنے عزیز
دوست سرنگا کی بیٹی کو بچانا چاہا تھا۔ میرا باطن صاف ہے۔ لیکن اس سے کیا ہوتا ہے، وہ یہاں
کیوں آئی، وہ کوئی خوف ناک طاقت معلوم ہوتی ہے، سرنگا۔ میرے ذہن میں اُس کی عظمت کا ہیولا
ابھرا۔ اتنے اطمینان اور اعتماد سے کیوں باتیں کرتا ہے لیکن شاید اسے اندازہ نہیں ہے، یہ ان کی

سرزمین ہے، اس نے اقابلا کا قصر، اس کا جلال، اس کی شان و شوکت نہیں دیکھی، یہ سر
دیکھا ہے، میں یہ کیسے تسلیم کرسکتا ہوں کہ سرنگا جو کچھ سوچ رہا ہے وہ درست ہے، یہاں ہ
کیا محل ہے' وہ طوفانوں سے کھیل رہا ہے۔ کیا وہ پاگل ہوگیا ہے؟ یہ کیسا اعتماد ہے؟ کیا
ذہن میں؟ ہاں اس نے ایک بار کہا تھا کہ اس کے ذہن میں واپسی کا خیال ہے یعنی ہم لوگ
متمدن دنیا سے مل سکتے ہیں، یہ کیسا احمقانہ اور طفلانہ خیال ہے سمندر ننگا ہے' ہر طرف پہا
نصب ہیں، کوئی سہارا نہیں، ہمارے بازو شل ہیں، بلائیں ہمارے تعاقب میں گامزن ہ
واپس جاسکتے ہیں؟ سرنگا واقعی پاگل ہوگیا ہے، میرے دل و دماغ میں اپنے مغرور قیدی
بارے میں ہیجان برپا تھا۔ دن چڑھے میری جھونپڑی کے باہر قبیلے کے بے شمار افراد جمع
کے چہرے لٹکے ہوئے تھے۔ میں نے باہر نکل کر ایک اونچی جگہ سے انہیں خطاب کیا۔ م
''میرے لوگو! کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے ہماری عظیم ملکہ مقدس اقابلا کے محافظ د
سپاہی اقابو کو بری نگاہ سے دیکھا ہے۔''

''کوئی نہیں، کوئی نہیں۔'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''کیا تم جانتے ہو کہ یہ سب کیوں ہوا ہے؟ کیا تمہیں صحیح حالات کا علم ہے؟ کیا
ناک واقعہ سننے اور دیکھنے کے منتظر تھے؟''

''نہیں۔ نہیں!''

''کیا اس قبیلے میں نیکی دوسروں کے کام آنے، خیر، قربانی اور ایثار کی تعلیم نہیں دی ہ

''ہم اپنے معزز سردار کے ممنون ہیں۔''

''پھر تمہارے خوف کی کیا وجہ ہے، تم اپنی زندگی کے معمولات جاری رکھو، ابھی قہ
نہیں آیا ہے، ایسی کوئی بات ہوگی تو سب سے پہلے میں قربانی پیش کروں گا۔''

''ہمارے معزز سردار پر جارا کاکا کی مقدس روح کا سایہ ہے، اس کی عظمتوں میں
ایک ساتھ بہت سی آوازیں گونجیں۔

''جاؤ اپنے گھروں کو سدھارو۔ دیوتاؤں سے رحم کی بھیک مانگو۔ انہیں خوش رکھو
رہو۔'' میں نے انہیں منتشر کردیا۔ صرف فزارو میرے پاس رہ گیا۔ میں فزارو کو چھوڑ کر جھ
آگیا۔ مجھے تخلیہ درکار تھا۔ اشمار ابھی تک غائب تھی، سب سے پہلے مجھے اُس کا سراغ
الوقت اس کی صرف ایک تدبیر میرے پاس تھی، میں نے گلے میں لٹکی ہوئی جارا کاکا کی کھو
ہتھیلیوں میں لے کر اپنے چہرے کے سامنے کی اور اشمار کا تصور کر کے دل ہی دل میں ا
کا طالب ہوا۔ میں کافی دیر تک کھوپڑی تھامے رہا لیکن میرا خالی ذہن کسی جواب سے

تک کہ میرے ہاتھ دکھنے لگے کھوپڑی کی طرف سے مایوس ہو کر میں نے کاہن اعظم سموراں کی
ے مدد چاہی، مگر یہ صورت بھی کارگر نہ ہوئی۔ شاید میں عمل میں کوئی غلطی کر رہا تھا' کچھ بھول رہا
آخر میں نے اشمار کے سکھائے ہوئے تمام پُراسرار علوم آزمائے، وہ بھی میری کوئی مدد نہ کرسکے۔
ہوی سے پیال کے بستر پر بے سُدھ گر پڑا۔ صرف ایک بات کی مسرت تھی کہ سریتا ڈاکٹر جواد کی
کے ہاتھوں برباد ہونے سے بچ گئی۔ سرنگا کے بارے میں میرا خیال تھا کہ وہ پھر ایک طویل
کے لئے عتاب سے دوچار ہو چکا ہوگا' ممکن ہے بدبختی کے اس تسلسل نے اسے جان سے مار ڈالا
ں خیال نے میری رگوں میں تہلکہ مچا دیا۔ مجھے ناقابل بیان اندیشے لاحق ہوگئے۔ اقابلا سے کل
اطمینان بخش گفتگو ہوئی تھی مگر اس گفتگو میں یہ تازہ واقعہ شامل نہیں تھا۔ پتہ نہیں اس واقعے کے
ں کا ردعمل کیا ہوگا، میرے جزیرہ باگمان جانے کے لئے اس نے کسی وقت کا تعین بھی نہیں کیا۔
ام وہموں میں صرف ایک خیال سے تقویت ہوئی کہ اقابلا کا تصور کرو' چاہے موت آجائے۔
حالات میں، میں اپنے دوست سرنگا کو دیکھنے نہیں جاسکتا تھا۔ آج ترام ہوتی تو میں کاہن اعظم
یب ہوتا اور بہت سی گتھیاں خود بخود سلجھ گئی ہوتیں، ترام اور سموراں کے ساتھ ہی مجھے جمرال کا
آیا۔

جمرال کا خیال آتے ہی میرے ذہن میں اُمید کا ستارہ روشن ہوگیا۔ کچھ کرنے ہی سے کچھ
ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے سے انتشار بڑھے گا۔ مجھے متحرک اور مستعد رہنا چاہئے۔

میں نے اپنے گلے میں جارا کاکا کی کھوپڑی اور کاہن اعظم کی مالا درست کی اور جھونپڑی سے
ا۔ فزارو ایک طرف بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ احتراماً کھڑا ہوگیا۔ میں نے اس
ب بیٹھ کر اس سے اُس جھونپڑی کا پتہ معلوم کیا جہاں ڈاکٹر جواد کو بے ہوشی کی حالت میں لے
تھا۔ پھر میں فزارو کو واپس جانے کا حکم دے کر خود اُس جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔

میرا اندازہ درست تھا۔ جھونپڑی کے باہر ایک اور اقابو تعینات تھا۔

اس سے میں نے اپنا تعارف کرانے کے بعد آسانی سے یہ بات معلوم کرلی کہ کاہن اعظم اندر
ی میں ڈاکٹر جواد کے پاس موجود ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کل سے اس علاقے میں ہے۔ میں
چا ایک سردار کی حیثیت سے میں اندر جاسکتا ہوں یہ کوئی غلط قدم نہ ہوگا۔ اس طرح میں کاہن
سرگرمیوں کے بارے میں کوئی رائے قائم کرسکتا ہوں، میں جرات کے ساتھ اندر داخل ہوگیا۔
را ایک کونے میں بے ہوش پڑا تھا اور سموراں اُس پر جھکا ہوا کسی زبردست عمل میں مصروف
ا نے میری آمد کا کوئی تاثر قبول نہیں کیا چنانچہ میں جیسے گیا تھا ویسے ہی واپس آگیا۔ موقع بہت
تھا۔ میں تیزی سے سموراں کے غار کی طرف روانہ ہوا حالانکہ سموراں سخت لفظوں میں مجھ پر

وہاں جانے کی پابندی عائد کر چکا تھا لیکن اس تاریکی میں مجھے بہرحال اپنے لیے ایک آ
تھا۔ میرا دوست سرنگا نہ رہا، سمورال نہ رہا، اشمار چلی گئی، تر ام مرگئی۔ اب جمرال ہی رہ جا
بھر طرح طرح کے اندیشے میرا دماغ پراگندہ کرتے رہے میں تین مرتبہ غار کے دہانے پر
آیا۔ آخر چوتھی بار میں نے ہمت کی اور اشمار کے سکھائے ہوئے کچھ کلمات پڑھتا ہوا غا
ہوگیا۔ مجھے معلوم تھا کاہن اعظم کی ممانعت کے بعد غار میں میرا داخلہ ایک بڑا جرم ہے
سازش یا جرم کے تحت یہاں نہیں آیا تھا۔ میں جمرال سے قربت چاہتا تھا اور اسے کسی
استعمال کرنا بھی نہیں چاہتا تھا صرف چند اندھیرے دُور کرنے کے لئے مجھے کسی شخص کے
ضرورت تھی۔ جمرال، کاہن اعظم سمورال کا نوعمر ذہین لڑکا اپنے کمرے میں عبادت کر رہا
سن کر وہ چونکا، پھر جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا، اس طرح چیخ مار کر اُٹھا اور ایک طرف سمٹ گ
جمرال کے ہاتھوں میں لوہے کی ایک سلاخ تھی، جو اس نے اپنے سینے کے ساتھ دبا
مجھ سے کچھ چھپا رہا تھا۔ اس کے اس رویے نے مجھے تذبذب میں مبتلا کر دیا۔ اس کی آ
طرح پھٹی ہوئی تھیں، جیسے میں کوئی خوف ناک درندہ ہوں اور ابھی اسے پھاڑ کھاؤں گا
بڑی مشکل سے اپنے ہونٹوں پر مسکراہٹ پیدا کی۔ ''جمرال! مجھے پہچانا نہیں کیا؟ میں ہوا
یوسف، تمہارا دوست۔''

''تم فوراً یہاں سے چلے جاؤ معزز سردار!'' جمرال نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''میں بڑی الجھنوں میں گرفتار ہوں میرے دوست! سخت اذیت میں تمہارے پاس
مجھے تم سے کچھ نہیں چاہئے۔ صرف تمہاری دوستی کا اعتماد چاہتا ہوں، اتنے سنگ دل نہ بنو آ
کچھ دن ساتھ گزارے ہیں، کیا تم بھی مجھے دھتکار دو گے؟ میں کسی سازش کے تحت تمہارے
آیا ہوں، ایک اجنبی جزیرہ توری پر کیا سازش کر سکتا ہے؟ وہ تو ہمدردوں اور ہمدردیوں کا طا
میری پلکیں بھیگ گئیں۔

''میں مجبور ہوں سیدی!'' جمرال کچھ اور پیچھے ہٹ گیا۔ ''میں تم سے التجا کرتا ہوں کہ
فوراً چلے جاؤ۔ دیوتا یہی چاہتے ہیں۔''

''دیوتاؤں کا نام نہ لو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''تم ابھی بچے ہو، مجھے معلوم ہے کہ تمہیں
کس نے پڑھایا ہے، میں کاہن اعظم کا دل سے احترام کرتا ہوں، میری سمجھ میں نہیں آتا
گستاخی کی بنا پر مجھ سے کھنچا کھنچا رہتا ہے بہرحال تم اتنے خوف زدہ ہو تو میں جا رہا ہوں، لیکن
تم نے رشتوں کا خیال نہیں کیا' ممکن ہے کسی روز تمہیں اپنے رویے پر ندامت ہو، میں تمہار
بہن کا شوہر ہوں، میں کوئی ایسا برا شخص نہیں ہوں جس سے تمہاری بہن کے مرنے کے بعد تم

جائیں۔'' مجھے احساس ہوگیا تھا کہ جمرال کچھ نہیں بتائے گا اس لیے میں سرعت سے غار کے
آگیا۔ جمرال کے پاس میرا مزید رکنا قطعی فضول تھا۔ اس لڑکے کی تربیت بہت سخت ہوئی تھی اور وہ
پہلی مرتبہ باپ کا بے حد فرماں بردار فرزند تھا۔

مجھے شدید تنہائی محسوس ہو رہی تھی، جمرال کے سلوک نے اور دل گرفتہ کر دیا تھا۔ مجھ سے واپس
ہوا جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا میں ایک ویرانے سے گزر رہا تھا کہ نڈھال ہو کر ایک
پر بیٹھ گیا۔ نہ جانے کتنی دیر ہوگئی میں واقعات و حادثات کی کڑیاں ملاتا ہوا اونگھنے لگا۔ کچھ دیر کے
میری آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو کچھ سکون محسوس ہوا۔ میں نے دوبارہ ذہن سے وحشتیں جھٹکیں
اداسی کے جذبات جو بار بار مجھے پر طاری ہو جاتے تھے انہیں دور کیا اور ایک عزم کے ساتھ
کی طرف بڑھنے لگا۔ میرے قدم دوبارہ ڈاکٹر جواد کی جھونپڑی کی طرف تھے۔ اس بار کاہن
سمورال سے میں دوٹوک گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ اقابو نے میرا راستہ چھوڑ دیا۔ اندر پہنچتے ہی میں سکتے
ہوگیا۔ میری گناہگار آنکھوں نے ایک لرزہ خیز منظر دیکھا۔ ڈاکٹر جواد ایک چٹائی پر لیٹا ہوا تھا۔
کے پیٹ میں دائیں پسلی کی طرف کسی دھات کی بنی ہوئی ایک نلکی چھرے کی طرح پیوست تھی،
ڈیڑھ گز لمبی نلکی کا دوسرا سرا مٹی کے ایک بڑے تسلے سے منسلک تھا اور نلکی کے سوراخ سے ڈاکٹر
خون قطرہ قطرہ کر کے تسلے میں جمع ہوتا جا رہا تھا۔ سب سے عجیب بات یہ تھی کہ خون کا رنگ
سیاہ تھا مگر ڈاکٹر جواد کی جلد بدستور گندمی تھی، کاہن اعظم سمورال جارا کاکا کی کھوپڑی ایک چراغ
سامنے رکھ کر کچھ بدبدا رہا تھا۔ اس کی نگاہیں تسلے میں گرنے والے خون کے قطروں پر گڑی ہوئی
اس کام میں وہ اتنا منہمک تھا کہ اسے میری آمد کا احساس تک نہیں ہوا یا ممکن ہے اس نے مجھ
بے ضرر آدمی کی موجودگی کی کوئی اہمیت نہ دینا چاہی ہو۔

جب سے ہم نے اس پُراسرار علاقے میں قدم رکھا تھا۔ ہماری آنکھیں اس قسم کے واقعات
دیکھی ہوگئی تھیں۔ کوئی اگر یہ کہتا کہ زمین الٹی ہوگئی ہے اور ہم سب آسمان میں لوٹ گئے ہیں تو
کرنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی، کالے علم کے بھیانک واقعات، جادو اور دیوتاؤں کے نام سے
ل آنے والے کرشمے، ہر چیز عجیب تھی، ہر بار ایک نئے واقعے کا تجربہ ہوا تھا۔ ذہن اب آسانی
ہونی باتیں قبول کر لیتا تھا پھر بھی متاثر تو ضرور ہوتا تھا۔ ڈاکٹر جواد کی حیرت انگیز حالت دیکھ کر
ہاپلرز گیا اور سمورال کے کام میں خلل انداز ہوئے بغیر ایک کونے میں دبک کر کھڑا ہوگیا۔
میں محویت کے عالم میں کھڑا تھا کہ اشمار یاد آنے لگی۔ کاہن اعظم سے اس کے بارے میں کچھ
بے کار تھا کیونکہ اشمار کا میرے پاس آنا صیغہ راز میں تھا۔ سمورال کے فارغ ہونے کے بعد میں
سرنگا کے بارے میں بھی کچھ نہیں پوچھ سکتا تھا۔ گفتگو کا آغاز کرنے کے لئے میں اس سے چند

ہدایتیں لینے کا اصرار ضرور کرسکتا تھا اور جزیرہ باگمان جانے کے متعلق اس سے بات چیت کرتا
ویسے اُصولاً ایک سردار کی حیثیت سے سمورال کو مجھ سے اتنی بے اعتنائی نہ برتنی چاہئے تھی، سہانو
میرے علاقے میں پیش آیا تھا اس لیے اسے مجھے اس واردات کی باضابطہ اطلاع دینی چاہئے تھی
اس کے پس منظر سے واقف رکھنا چاہئے تھا۔ میں بے تابی سے کاہن اعظم کے فارغ ہونے کا
کرنے لگا لیکن آج فارغ ہونے کے آثار ہی نظر نہیں آتے تھے، مجھے یاد آیا کہ سرنگا کی دیوی کے
سے آزاد ہو جانے کے بعد کاہن اعظم کی حالت غیر ہوگئی تھی اس کی دوبارہ آمد نے یقیناً
براعظم کے حکمرانوں کو ہلا دیا ہوگا۔ اس لیے کل سے سمورال اتنے انہماک سے مصروف ہے۔ بہر
بعد ڈاکٹر جواد کا تمام خون تسلے میں جمع ہوگیا۔ میں نے غور سے دیکھا۔ اس کے جسم میں خون کا
قطرہ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ اس کی کھال ہڈیوں کے ڈھانچے پر چست ہو چکی تھی، اس کے سا
رفتار بے حد سست تھی اور وہ چند لمحوں کا مہمان نظر آتا تھا۔

کاہن اعظم کے لب ساکت ہوئے۔ ادھر چراغ کی لو سے جارا کاکا کی کھوپڑی سیاہ ہو
سمورال نے آہستہ سے کھوپڑی اُٹھائی اور اسے تسلے میں رکھے ہوئے خون میں ڈبو کر فوراً باہر نکا
کھوپڑی سے سیاہ خون ٹپک رہا تھا۔ کاہن اعظم نے اسے اپنے گلے کے ایک کڑے سے ہو
اور جھک کر سیاہ خون سے بھرا ہوا تسلا آہستگی سے نلکی کے نیچے سے ہٹالیا مگر نلکی ڈاکٹر جواد کے
پیوست رہنے دی، اس کے بعد کاہن اعظم سمورال تسلا ہاتھ میں لیے اتنی تیزی کے ساتھ جھونپڑ
باہر نکل گیا کہ میں اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کی مہلت ہی نہ پاسکا۔ میں بھی اس کے پیچھے
میرے نکلتے ہی اقابو جم کر پھر دروازے پر کھڑا ہوگیا۔ کاہن اعظم کسی پاگل کی طرح خون کا
میں لیے اپنی پوری رفتار سے چلا جارہا تھا اسے اپنے گردوپیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ تیز تیز قدم اُٹھ
وجہ سے اس کی چال خاصی مضحکہ خیز ہوگی تھی، میں نے اسے اس طرح بے وقاری سے چلتے ہو
نہیں دیکھا تھا۔ قبیلے کے جن افراد نے سمورال اور اس کے پیچھے مجھے تقریباً بھاگتے ہوئے
ایک طرف ہٹ کر مودب کھڑے ہوگئے۔ سمورال آبادی کی حدود سے نکل کر اپنے غار کی طرف
تھا۔ راستے میں کئی ایسے سنسان مقامات پڑتے تھے جہاں میں اُسے روک کر اس سے تنہائی
کرسکتا تھا لیکن میں نے سوچا کہ اسے اِس وقت چھیڑنا مناسب نہیں ہے۔ شام ہو چلی تھی اور
دن بھر کی تگ و دو کے بعد نڈھال ہوگیا تھا۔ میں پریشاں حال اپنی جھونپڑی کا رخ کر
ہوگیا۔

میرا خیال تھا رات کے کسی حصے میں اشار آجائے گی لیکن اُس رات خاصا وقت گزر
بعد بھی اشار نہیں آئی۔ میں نے خود کو دلاسا دیا کہ ایسے وقت جب سلطنت اقابلا کا ہر شخص پُرا

میں سرگرداں ہوگا' اشار کیسے میرے پاس رہ سکتی تھی؟ ممکن ہے اسے اقابلا نے طلب کرلیا
کیونکہ وہ مجھ سے کچھ چھپانا چاہتی تھی، اس لیے شاید میرے اصرار و استفسار سے بچنے کے لئے
پاس نہ ٹھہری ہو، شاید میں ایک اجنبی ہونے کی حیثیت سے اس علاقے میں ابھی تک ایک
ں ہوں، مجھے کھلونا بنانے کے لئے سرداری کے اعزاز سے نوازا گیا، مگر نہیں، مجھے بدگمانی نہیں
ہئے، سرداری ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ اقابلا نے مجھے غیر معمولی اہمیت دی ہے، کالی
کے تمام راز مجھ پر کیسے آشکار ہو جائیں؟ میں یقیناً کسی طویل مدہوشی اور فریب کاری کا شکار
ں کوئی شبہ نہیں میرے تمام ساتھی مارے گئے ہیں۔ سرنگا معتوب ہو چکا ہے۔ سریتا آوارہ تنکے
ا اِدھر اُدھر اُڑ رہی ہے، تمام تحفظ تمام اعزازات مجھے حاصل ہوئے ہیں۔
ملی رات کا عمل ہوگا کہ اچانک کسی کے آنے کی آہٹ ہوئی۔ میں نے چونک کر دروازے کی
یکھا۔ گہری تاریکی میں ایک ہیولا نظر آیا۔ یہ اشار ہرگز نہیں ہوسکتی تھی اس کے آنے کا طریقہ
ں تھا۔ وہ آتی نہیں تھی، نمودار ہوتی تھی۔ میرے قبیلے کے کسی فرد کو فزار و سمیت یہ مجال نہ تھی کہ
طرح رات گئے اپنے سردار کی خلوت میں آتا۔ تو کہیں سرنگا تو نہیں آیا؟ یہ کیسے ممکن ہے، وہ
تو جارا کاکا کے عتاب کے باعث چلنے پھرنے سے معذور ہے اور پھر دروازے میں نظر آنے
ہولے کا قد سرنگا کے قد سے مختلف ہے، پھر یہ کون ہوسکتا ہے؟ میں نے اپنا خنجر گرفت میں لیا
ارا کاکا کی کھوپڑی سنبھال لی اور حلق سے چیخا۔ ''کون؟''
ہیولے جیسے قد و قامت کا وہ ہیولا کوئی جواب دیئے بغیر پھرتی سے میری طرف لپکا۔ میں یک بیک
ہوگیا۔ جارا کاکا کی کھوپڑی اور سمورال کی مالا پر میری گرفت مضبوط ہوگئی۔ میں نے پھر آواز بلند
کیا۔ ''کون ہو؟ کیا چاہتے ہو؟''
''سیدی جابر!''
میں ششدر رہ گیا۔ یہ جمرال کی آواز تھی۔ ایک خیال بڑی سرعت سے میرے ذہن میں ابھرا
ہے کاہن اعظم کو اس کی غیر موجودگی میں میرے پہنچنے کا علم ہوگیا ہو اس نے طیش میں آکر جمرال
کو مار کر نکال دیا ہو لیکن اس میں جمرال کا کیا قصور؟ بہرحال میں نے کہا۔ ''خوش آمدید جمرال!''
سامنے جھک کر غیر ارادی طور پر پیال کا بستر اُٹھایا اور اسے جھاڑ کر دوبارہ بچھاتے ہوئے کہا۔ ''آؤ۔
عزیز من جمرال! زہے نصیب میں خود جلد از جلد تم سے ملنے کا متمنی تھا، مجھے تم سے معافی مانگنی تھی،
تمہارے میں نے تمہیں ناراض کر دیا تھا۔ دراصل اس وقت میں بے حد پریشان تھا ورنہ وہاں بے
ادبی پہنچ کر مقدس کاہن کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہوتا۔ خیر آؤ کھڑے کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ۔''
جمرال نے ہاتھ پکڑ کر جمرال کو اپنے ساتھ بٹھالیا۔ اندھیرے کی وجہ سے میں اس کے چہرے کے

تاثرات نہیں دیکھ سکا لیکن اس کے لہجے سے گھبراہٹ نمایاں تھی، وہ بہت عجلت میں معلوم ہو
اندازاً وہ کوئی دس منٹ وہاں ٹھہرا۔ اس عرصے میں اس سے میں نے بہت کچھ پوچھنا چاہا
میری کسی بات کا جواب دینے پر آمادہ نہیں تھا بلکہ اسے میری باتوں کے جوابات کا غالباً علم ہی
اس نے کچھ پڑھ کر ایک حصار کھینچا تاکہ جھونپڑی میں ہونے والی گفتگو جزیرے کی پُراسرار
افشا نہ ہونے پائے پھر اس نے جلدی جلدی ایک عجیب بات بتائی۔ اس نے کہا۔ ''معزز
زارمے تم سے ملنا چاہتا ہے۔''

''زارمے! یہ کون ہے؟ میں اسے نہیں جانتا۔''

''یہ تمہارے معاصر شوالا کا نائب ہے۔ تم نے یقیناً اسے دیکھا ہوگا۔ قبیلے کے برگزیدہ
میں سے ہے کاہن اعظم کے مقربین میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ کالے جادو اور دیگر علوم میں ان کا
ہے۔ مجھ سے نہایت شفقت و محبت سے پیش آتا ہے، وہ جزیرے کا واحد شخص ہے جس سے میں
تک بے تکلف ہوں۔ زارمے بہت نیک طینت اور صلح پسند آدمی ہے وہ تم سے متاثر ہے اور
خیال ہے کہ اگر اسے تمہاری رفاقت میسر آجائے تو وہ جزیرے کے مقبول آدمیوں میں شمار ہو
گا۔ تم نے اپنے علاقے میں جو اصلاحات کی ہیں اس سے شوالا کے نائبین بہت متاثر ہیں۔ شوا
جارح شخص کی حیثیت سے مشہور ہے اس لیے زارمے اسے چھوڑ کر تمہارے پاس آنا چاہتا ہے
الحال تمہاری کوئی اور مدد نہیں کرسکتا اور نہ ہی وعدے کرسکتا ہوں۔ سیدی جابر! یہ علاقہ اجنبیوں
نظر سے نہیں دیکھتا کیونکہ جب بھی اجنبی آتے ہیں، یہاں کا سکون غارت ہو جاتا ہے۔ ان دن
یہاں زبردست کش مکش جاری ہے۔ ہر طرف افسوں کی گرم بازاری ہے میں تمہیں کچھ بتا نہ
لیکن میرے محترم سردار! پھونک پھونک کر قدم اُٹھانا۔ دیوتا تمہیں اپنی امان میں رکھیں، تم زا
اپنے گروہ میں شامل کر کے اور اُسے شوالا سے جُدا کر کے یقیناً فائدے میں رہو گے۔ تمہار
میں اس کا کوئی ہم سر نہیں ہے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ وہ تم سے ملنا چاہتا ہے' ملنے کی غایت
سے سننا۔ کاہن اعظم اس وقت دور سمندر کے کنارے کسی عمل میں ہمہ تن اور ہمہ حواس مصروف
میں موقع غنیمت جان کر صرف یہ اطلاع دینے آیا ہوں کہ کل رات عین اسی وقت زارمے یہا
ہوگا۔ کسی تذبذب اور شک میں مبتلا نہ ہونا۔ میری ذمے داری اور سفارش پر فراخ دلی سے
پذیرائی کرنا اور سکون سے اس کی بات سننا۔ اب میں جا رہا ہوں۔ یاد رکھنا کل اسی وقت اور یہا
پر اعتماد ہے کہ تم کسی کے سامنے اس بات کی تکرار نہیں کرو گے۔''

نوعمر جمرال آناً فاناً جھونپڑی سے باہر نکل گیا مگر مجھے شدید اذیت میں مبتلا کر گیا۔ صبح
بہت ناروا سلوک کیا تھا اور اس وقت وہ خود میرے گھر چلا آیا تھا یہ بھول بھلیاں، یہ معمے میری

ابھی صبح بھی نہیں ہوئی تھی کہ میری جھونپڑی پر پھر دستک ہوئی۔ جمرال کے بعد اس وقت کون
ہے؟ یقیناً کوئی اہم واقعہ رونما ہوگیا ہے۔ میں بے چینی سے اٹھا اور میں نے دروازے کے
پار کر آواز دی۔ ''کون ہے؟''

''دروازہ کھولو سردار! میں سمورال ہوں۔''

''سمورال! کاہن اعظم؟ مجھ پر خوف طاری ہوگیا۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور اس
آتے ہی سوال کیا۔

''کاہن اعظم اس وقت کیسے؟ کیا میری کسی خدمت کی ضرورت پڑ گئی ہے؟''

''نہیں۔'' اس کے لہجے سے بے نیازی ٹپک رہی تھی۔ ''جابر بن یوسف! مقدس اقابلا نے
جزیرہ باگمان کے لئے روانگی کا حکم دیا تھا۔''

''مجھے مقدس اقابلا کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں۔''

''سیدی جابر!'' اچانک سمورال درشت لہجے میں بولا۔ ''خود کو پہچاننے کی کوشش کرو۔''

''میں سمجھا نہیں عظیم سمورال؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''تمہیں جزیرہ باگمان اسی وقت روانہ ہونا پڑے گا۔'' سمورال نے بے دلی سے کہا۔

''کیا مقدس اقابلا کو میری روانگی میں تاخیر گراں گزری ہے؟'' میں نے روکھے لہجے میں کہا۔
''میں جزیرہ باگمان کس طرح جاتا؟ کسی رہنمائی کے بغیر۔''

''تم بحث کیوں کرتے ہو؟ یہ ایک بُری علامت ہے۔'' سمورال تلملا کر بولا۔ ''میرے ساتھ
میں تمہیں سمندر تک چھوڑ آؤں۔''

میں کوئی جواب دینے کے بجائے خاموشی سے سمورال کے ساتھ ہولیا۔ سمورال کا لب ولہجہ اس
ناغمازی کر رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر کسی آتش فشاں کی طرح سلگ رہا ہے۔ ترام کی موت پر میں
کیفیت دیکھ چکا تھا۔ اس کی حالت کسی ایسی ٹھہری ہوئی لہر سے مختلف نہ تھی، جس کے پہلو میں
طوفان پوشیدہ ہوں۔ وہ ایک ناقابل حل معمہ تھا۔ وہ اپنے خیالات میں گم جنگلوں سے گزر رہا
تھا اور میں اس کے پیچھے پیچھے چلا جا رہا تھا۔ سارا جنگل چہچہا رہا تھا۔ میں رات کو یوں بھی خاصی دیر تک جاگتا رہا تھا۔ اب صبح
کے وقت وہ آدھمکا۔ یہ خیال میرے لیے پریشانی کا باعث تھا کہ آخر سمورال نے یہ وقت
منتخب کیا؟ کیا اسے جمرال سے ہونے والی گفتگو کا علم ہو چکا ہے؟ جنگلوں سے گزرنے کے بعد
اس نے اپنا رُخ ساحلی چٹانوں کی طرف موڑ دیا۔ چٹانوں کے سلسلے کے درمیان ایک جگہ وہ
ہم میں اترنے لگا۔ راستے اس قدر پر پیچ اور دشوار تھے کہ میرا انہیں یاد رکھنا مشکل تھا۔ پھر ہم ایک

ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں ایک گلی نما کٹا پھٹا ساحل نظر آ رہا تھا۔ وہیں مجھے ایک کشتی نظر آئی۔

''یہ کشتی تمہیں تمہاری منزل پر پہنچا دے گی۔''

''مقدس اقابلا پر دیوتا سایہ فگن رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں اپنی منزل سے کامران لوٹ

سمورال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے ہمت کر کے پوچھا۔ ''کیا کاہن اعظم مجھے پسند کرے گا کہ جزیرہ باگمان میں مجھے کس قسم کی تربیت حاصل کرنی ہوگی؟'' میں نے اسے کوشش کی۔

''دیوتا جانتے ہیں۔'' سمورال نے کرخت آواز میں جواب دیا۔ میں چپ ہوگیا۔ نظریں نیچی کر کے اس کشتی کی طرف دیکھا اس پر سفر کا کوئی سامان نہیں تھا۔ یہ ایک معمولی کشتی تھی۔ ''جزیرہ باگمان کا سفر کتنا طویل ہے؟ میری راہنمائی کون کرے گا؟''

''دیوتا تمہاری رہنمائی کرے گا۔ تم ایک ہفتے میں وہاں پہنچ جاؤ گے۔'' سمورال نے مختصر دیا۔

''میرے لیے کوئی اور ہدایت ہے..... کوئی حکم؟''

''جابر بن یوسف! میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا کہ یہ اسرار کی زمین ہے۔ یہ طلسم خانہ دنیا سے بالکل مختلف ہے۔ یہاں تمہیں قسمت لے آئی ہے تو یہاں کی دنیا میں گم ہو جاؤ۔ سوال کرو۔ نتائج کا انتظار کیا کرو اور انہیں تسلیم کرنے کی عادت ڈالو۔ تمہیں مقدس اقابلا کی خو حاصل ہے۔ یہ اعزاز قائم رکھنے کی کوشش کرو۔ ذہانت اور طاقت ہی دو خوبیاں ہیں جو تمہیں دو سے ممتاز کر سکتی ہیں۔''

''میرے محسن کاہن اعظم کے مشورے میرے لیے شمع ہدایت ہیں۔ کیا جزیرہ باگمان کی میں داخل ہونے کے بعد بھی میں مقدس سمورال کو اپنی رہبری کے لئے کسی وقت یاد کر سکتا ہوں۔ نے سمورال کے چہرے کا بغور جائزہ لیتے ہوئے دریافت کیا۔

''حالات پر منحصر ہے۔'' سمورال نے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ پھر تیزی سے گھوما تیز قدم اٹھاتا چٹانوں کے سلسلوں میں گم ہوگیا۔ میں چند لمحے اپنی جگہ کھڑا حالات پر غور کرتا رہا۔ لمحے کے لئے میرے دل میں یہ خیال آیا کہ کہیں کاہن اعظم مجھے کوئی فریب تو نہیں دے رہا ایسے وقت میں اس کا جھونپڑی کے دروازے پر دستک دینا اور اس ویران مقام پر ایک کشتی چھوڑ دینے کا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ اس کے اکھڑے اکھڑے لہجے سے بیزاری مترشح تھی۔ ہے وہ جزیرہ توری میں ان ہنگاموں کی بنیاد مجھے سمجھتا ہو؟ اسے جمرال کے میرے پاس آنے کی نہیں ہوگئی؟ میں تھوڑی دیر تک کھڑا ہوا سوچتا رہا مگر جزیرہ توری کا اتنا بڑا شخص مجھ سے دھوکا نہیں

نے مقدس اقابلا کا نام لیا۔ جارا کا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں سنبھالی اور سیڑھیوں سے اترتا ہوا ہیں بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی کشتی خود بخود چلنے لگی۔ اس کی سمت متعین ہوگئی اور میں حیرت سے ولی کشتی کا کرشمہ دیکھنے لگا۔ کشتی تیز رفتاری سے سمندر کے بیچ میں آ چکی تھی۔ میں آرام سے کھلے سمندر میں سفر کرتے ہوئے مجھے اپنا پچھلا دردناک سفر یاد آ گیا۔ حسین فلورا، سرنگا، ، ڈاکٹر جواد، مصری تاجر شیخ کمال، یہودی، وہ سب لوگ یاد آ گئے جو ایک بڑے عذاب چار ہو گئے تھے۔ آہ یہ وہی سمندر تھا جہاں سے میرے گھر میرے وطن کو راستہ جاتا تھا لیکن میں جانے کا تصور تک نہیں کر سکتا تھا۔ کشتی چلتی رہی۔ میں سمندر کے پانی سے کھیلتا اور سوتا رہا۔ کھانے کا انتظام خود بخود ہو جاتا تھا۔ شاید میرے ساتھ کچھ نادیدہ مسافر بھی سفر کر رہے تھے جو چلانے کا کام بھی کر رہے تھے۔ ساتویں رات کشتی ایک کنارے پر جا کر لگ گئی۔ میں سمجھ گیا کہ منزل آ گئی ہے۔ چار سو تاریکی تھی۔ زبردست اندھیرے نے سارا جزیرہ لپیٹ میں لے رکھا وہاں عجیب سیلن اور بدبو تھی۔ میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ میں نے اپنی رفتار بڑھا دی۔ اندھیرے ٹتا اور پھر نامانوس راستوں پر..... میری حالت کسی اندھے کی سی تھی۔ آخر ایک جگہ میرے اسر ٹکرایا۔ درخت تھا۔ میں مبہم امیدوں کے سہارے راستہ ٹٹولتا ہوا آگے ہی بڑھتا رہا لیکن چند قدم چلنے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ آگے بڑھنا سخت مشکل ہے۔ ہر طرف جھاڑ جھنکار ہیں اور درخت راستے ڑے ہوئے ہیں۔ صبح کا انتظار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ میں نے صبح کے انتظار میں اس ویران پر رات گزار دی۔ مگر یہ ایک طویل رات تھی جو گزرنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اٹھتے بیٹھتے اور ہوئے میرے اعصاب شل ہو گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ کوئی دو دن کا وقفہ تھا جو میں نے ایک بج کر گزارا تھا۔ وہ رات ختم ہی نہیں ہوتی تھی۔ اکتا کر میں کشتی کی طرف گیا مگر کشتی بھی وہاں نہیں تھی۔ یکا یک مجھے خیال آیا کہ مجھے اپنے دونوں سہاروں سے کام لینا چاہئے۔ کاہن اعظم کی جارا کا کا کی کھوپڑی۔ میں نے اشمار کا سکھایا ہوا ایک عمل پڑھ کر مالا ہاتھ میں لے لی۔ اچانک ی ایک تیز باریک لکیر اندھیرے میں نمودار ہوئی۔ میں گھبرا کر رک گیا۔ غور کیا تو پتہ چلا کہ روشنی لکیر کی چھوٹی ٹارچ سے مشابہ تھی اور میرے ہاتھ میں پڑی ہوئی مالا کے ایک دانے سے پھوٹ ی۔ سرنگا نے مجھے بتایا تھا کہ سمورال کی عطا کردہ مالا حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے، مجھے ایک کے لئے اسے اپنے جسم سے علیحدہ نہیں کرنا چاہئے۔ اسی مالا کے لیے ابالیش نے سازش کی تھی۔ کہ اندھیرے میں روشنی کی وہ باریک لکیر جس کا دائرہ محدود تھا۔ میرے لیے حیرت انگیز ثابت نے کے ساتھ ساتھ تقویت کا باعث بھی تھی۔ میں نے اس روشنی میں سامنے کی جانب دیکھا۔ راستہ سے تنگ نظر آیا۔ اندھیرے میں سفر جاری رکھنا میرے لیے ناممکن تھا۔ میں نے اس روشنی کی

معاونت سے اپنا سفر جاری رکھا۔ راستہ کئی جگہ بہت تنگ ہوگیا۔ وہاں جگہ جگہ چٹانیں تھیں۔ ا
پر تو مجھے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر آگے بڑھنا پڑا۔ یہ کیفیت کئی ساعت تک برقرار رہی۔ پھر مجھے
پڑا۔ آگے جا کر زمین کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا غالباً وہاں کوئی گہرا کھڈا تھا۔ میں نے ناہموار زمین
کر آگے رینگنا شروع کر دیا۔ آگے سر نکال کر روشنی کی لکیر نیچے ڈالی تو دل لرز کر رہ گیا۔ نیچے تقر
فٹ نشیب میں پانی ہی پانی نظر آ رہا تھا۔ اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا، جس سے میں
جاری رکھتا۔ میری تگ و دو رائیگاں جا رہی تھی۔ میں چند لمحوں تک نشیب میں جمع پانی دیکھتا
رینگ کر کوئی دو گز پیچھے ہٹا اور نشیب کی جانب دیکھا تو میرے اوسان خطا ہو گئے۔ میں کسی طا
کا اسیر ہو چکا تھا۔ پشت کا راستہ جس سے گزر کر میں آیا تھا مکمل طور پر بند ہو چکا تھا اس نشیب
چھلانگ لگانے اور اس طرح اسے عبور کرنے کے سوا کوئی صورت نظر نہیں آتی تھی۔ میں دیر
تیار کرتا رہا، ٹھہرا رہا لیکن اب تو پیچھے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں نے اسے پہلی آزما
بے دریغ پانی میں چھلانگ لگا دی۔ پانی بے حد سرد تھا، بے حد بدبودار لیکن ایسے موقعوں پر حر
کس نے خیال رکھا ہے۔ اس سرد پانی سے تیرتے ہوئے گزر کر میں دوسری سمت کے ڈ
طرف آ گیا اور اوپر چڑھنے لگا۔ میں اپنا وہ اذیت ناک سفر بہت اختصار سے اور کسی قدر سرسر
رہا ہوں۔ بہرحال میں شدید مشقت کے بعد دوسری طرف اوپر چڑھنے میں کامیاب ہو گ
جاتے ہی جسم چھلنے اور بے پناہ تھک جانے کی وجہ سے میں بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ میرا جسم گ
ابھی تک بدستور اندھیرا تھا۔ کھلے آسمان کے نیچے میں ایک ویران اور سنسان مقام پر بے سہا
تھا۔ آکسفورڈ کا تعلیم یافتہ ایک مہذب نوجوان جابر بن یوسف الباقر..... اس کے جسم سے
لتھڑی ہوئی تھی ہر طرف اندھیرا تھا۔ موت اس کے چاروں طرف رقص کر رہی تھی اور زندگی
موت سے بہرصورت نبرد آزما ہو رہا تھا۔ آسمان پر چھوٹے چھوٹے تارے کہیں کہیں چمک رہ
آگے کوئی میدان تھا۔ ہر طرف سناٹا طاری تھا اور تاریکی تھی کچھ دیر تک میں اپنی جگہ
پڑا رہا۔ یہ آزمائش گاہ کم حوصلہ لوگوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ یہاں تو جری، متحمل مزا
جان اور بلند حوصلہ قسم کے لوگ ہی سانس لے سکتے تھے۔ اگر مجھے پہلے سے یہ علم نہ ہوتا کہ
میری مزید زندگی اور میرے سنہرے مستقبل کے لیے لازمی ہے تو میں کبھی کا حوصلہ چھوڑ د
آگے بڑھتا رہا۔ دور میدان میں مجھے روشنی کے جھماکے نظر آئے جیسے کوئی سرچ لائٹ ہو، یا
تھوڑی دیر کے لئے چمکے یا کوئی چراغ لو بڑھا کر بجھ جائے۔ اس اندھیرے میں یہ روشنیاں
منظر پیش کر رہی تھیں۔ روشنیوں کی لکیریں اِدھر سے اُدھر جا رہی تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا
کوئی آبادی ہو اور میں رات کے وقت طیارے میں بیٹھا ہوا کسی شہر کی جلتی بجھتی روشنیا

فتاً اب میں نے اپنا سیدھا ہاتھ جارا کا کی مقدس کھوپڑی پر رکھ لیا۔ بہت دُور تک کوئی
ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ اچانک دائیں بائیں اور پشت سے روشنی کی دس بارہ تیز لکیریں
پھر تاریکی میں غائب ہوگئیں۔ میں ایک بار پھر رُک گیا۔ اس قسم کی تیز روشنی میں نے پہلے
دیکھی تھی۔ روشنی کا گھپ اندھیرا میں اس طرح اچانک نمودار ہو کر غائب ہو جانا تعجب خیز
کھڑا ہوا اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ مجھے اندھیرے میں فلک شگاف
ئی دیئے۔ وہ میرے قریب آ گئے۔ ان کے سفید دانت اور چمکتی ہوئی آنکھیں اندھیرے میں
ہت ناک لگ رہی تھیں۔ انہوں نے چاروں طرف سے مجھے گھیر لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مجھ
پڑے۔ میں نے اپنے جسم کی تمام توانائی صرف کرتے ہوئے ان سے کہا کہ وہ کچھ دیر کے
ئے کریں۔ وہ رک گئے اور ان میں سے ایک بولا۔ ''ہوراشو۔'' (تم کون ہو؟)

میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار جابر بن یوسف الباقر ہوں۔'' میں نے دبنگ آواز
ب دیا۔ روشنی کی لکیروں نے میرے جسم کا احاطہ کر لیا۔ مجھے آہنی گرفت سے آزادی ملی۔ جس
نے سوال کیا تھا، کسی قدر نرم لہجے میں مخاطب ہوا۔ ''تم آ گئے..... تم آ گئے ہو۔ ہو، خوب مزہ
''

میں یہاں بھیجا گیا ہوں، مقدس اقابلا کے حکم پر۔''

ہم تمہارا استقبال کرتے ہیں۔'' وہ قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔

یہاں رات کتنی طویل ہوتی ہے۔ میں تم لوگوں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے مفاہمت کے
کہا۔

رات.....'' اس نے پھر کسی مجذوب کی طرح قہقہہ لگایا۔ ''رات۔ معزز سردار کی معلومات
لمان کے متعلق کچھ بھی نہیں، یہاں ہمیشہ رات رہتی ہے۔''

نہیں۔'' میں نے حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔

یہ اس کا کرشمہ ہے۔ اس بزرگ و برتر ہستی کا جس کا مقدس نام اقابلا ہے۔ مقدس اقابلا نے
افراد کی تربیت کے لئے یہ جزیرہ اپنے طلسماتی نظام سے آراستہ کیا ہے۔'' تنومند حبشی کے
ہ گئے تھے۔ ''اسے اندھیرے پسند ہیں۔ اندھیروں میں اس کا خیال ہے جسم کی صلاحیتیں جلا
حواس تیز اور اعصاب مضبوط ہوتے ہیں۔ اندھیرے میں انسان کے باطن کی تعلیم ہوتی
میں غیر معمولی خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور اس کے باطن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس کا
ہو جاتا ہے۔''

وہ عظیم ہے۔ ہم سب اس کے غلام ہیں۔'' میں نے عقیدت سے کہا اور اسے ہموار کرنے

کے لئے اپنے اور اپنے قبیلے کے متعلق اطلاعات پہنچانی شروع کر دیں۔ جب میں نے ا
میں ایک اجنبی ہوں اور مقدس اقابلا کی نوازشوں سے سرداری کے منصب پر فائز ہو گیا ہو
نے حیرت کا اظہار کیا۔ وہ کوئی سخت آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کا نام کابالو تھا۔ کابالو نے
جزیرے کے ناظم اعلیٰ کا نام لوکا سا ہے جو انتہائی سخت گیر شخصیت کا مالک ہے۔ وہ اصولوں
اور لغزشیں پسند نہیں کرتا۔ میں نے اس سے ملنے کی خواہش کی تو کابالو معنی خیز لہجے میں بو
سے تمہارا واسطہ پڑتا رہے گا۔ لوکا سا سب سے ملتا ہے، اسے یہ جان کر خوشی ہوگی کہ تمہارا تع
دنیا سے ہے۔''

مجھے اس گفتگو سے اندازہ ہو گیا کہ یہاں بہت محتاط انداز میں دن گزارنے ہوں گے
توری سے زیادہ خطرناک علاقہ معلوم ہوتا تھا۔ انہوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈال
مجھے ساتھ لے کر آگے بڑھنے لگا۔ کوئی آدھ گھنٹے چلنے کے بعد بولا۔ ''معزز سردار! یہاں تک
جاتی ہے۔ اب تم آنکھیں بند کر لو جب تک میں نہ کہوں تم اپنی آنکھیں بند رکھو گے۔ لوکا
خلاف ورزی کرنے والے کو اپنی پسند کی سزا دیتا ہے۔''

''تم مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو مگر رات میں آنکھیں بند کرنے سے کیا ہوگا یہاں مجھے و
دکھائی نہیں دے رہا ہے۔'' میں نے نرمی سے کہا۔

''یہ لوکا سا کی ہدایت ہے۔ لوکا سا اس جگہ رہتا ہے جہاں روشنیاں زیادہ ہیں۔ مقا
انتخاب شک اور شبہے سے بالاتر ہے مگر تمہیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ یہ جزیرہ ایک تربیت گا
ماورائی علوم سیکھنے کی۔'' اس نے درشتی سے کہا۔

میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس عرصے میں کئی بار مجھے دائیں بائیں گھومنا پڑا۔ ا
پتھریلی سیڑھیوں سے نشیب میں بھی اترنا پڑا۔ میں نے اس مشکل سفر میں سختی سے آنکھیں
پھر مجھے احساس ہوا کہ وہ میرے ساتھ نہیں رہے۔ میں عجیب مخمصے میں پھنس گیا کہ آ
آنکھیں کھول دوں۔ دیر تک میں یوں ہی آگے چلتا رہا۔ پھر ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ م
اب بھی بند تھیں، میں نے ٹٹول کر گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ چاروں طرف پتھروں کی دیوار
نے ٹٹول کر وہاں سے باہر جانے کا راستہ تلاش کیا۔ راستہ بند تھا۔ گویا میں ایک اندھیر
مقید ہو چکا تھا۔ میری جی چاہا کہ آنکھیں کھول دوں۔ وہ مجھے یہاں چھوڑ کر غائب ہو گئے
آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ میری آنکھیں دکھنے لگیں۔ اسی حالت میں کافی دیر ہو گئی۔ اس
گرمی اور وحشت تھی۔ میں آئندہ لمحوں کا منتظر تھا اور میرے حواس جواب دینے لگے تھے
آواز کمرے میں گونجی۔ ''معزز سردار! عظیم لوکا سا کی ہدایت پر قریسا تمہیں خوش آمدید

بول سکتے ہو۔''

میں نے تیزی سے گھوم کر آواز کی سمت دیکھا۔ اٹھارہ انیس سال کی ایک سیاہ فام لڑکی میرے
کھڑی تھی اور مجھے عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا گٹھا ہوا بدن اس روشن کمرے
ح کی مانند چمک رہا تھا۔ سارا کمرہ بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ دیواروں پر مشعلیں ایستادہ تھیں۔ اعلیٰ
کی ناقابل فہم تصویریں دیواروں پر منقش تھیں۔ کمرے میں ایک چوبی میز کے سوا اور کسی قسم کا
نہیں تھا۔ دیواریں اونچی اور ہیبت ناک تھیں، وہ حسین خدوخال کی لڑکی مجھے غور سے گھور رہی

''میں کہاں ہوں؟ یہاں کا ناظم اعلیٰ لوکا سا کہاں ہے؟''

''لوکا سا مقدس لوریما کے جشن سالگرہ کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ سالگرہ کا یہ جشن جزیرہ
کا مذہبی تہوار ہے۔ یہ تقریب آج سے آٹھ روز بعد منعقد ہوگی۔ اس سے پہلے عظیم لوکا سا کسی
ملاقات نہیں کرے گا مجھے تمہارے پاس اسی غرض سے بھیجا گیا ہے کہ تمہیں لوکا سا کی مصروفیت
آگاہ کروں اور اس جزیرے میں تمہاری آمد کے پُرمسرت موقع پر عظیم دیوتاؤں کا وہ جام پیش
جو یہاں کے دستور کے مطابق ہر نووارد کو نوش کرنا پڑتا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ اس مبارک جام کی
کے لئے آج میرا انتخاب عمل میں آیا ہے۔''

میں نے دیکھا کہ یہ جملہ کہتے وقت اس کے چہرے پر خوشی کی کوئی علامت نمودار ہونے کے
برعکس اذیت ناک تاثرات نمایاں ہوئے اس کی آنکھوں کی چمک ماند پڑ گئی۔ میں محسوس کر
سکتا تھا کہ اس کا دل خوف سے دھڑک رہا ہے۔ اس کی بے ترتیب سانسیں اس کے سینے کے زیر و بم سے
ظاہر ہو رہی تھی۔

''حیرت ہے کہ میری پذیرائی یہاں عجب انداز میں ہوئی ہے۔ ناظم اعلیٰ جشن میں مصروف
تھے کوئی ہدایت بھی نہیں دی گئی جب کہ میں مقدس اقابلا کے فرمان کے مطابق یہاں آیا ہوں۔''
بے دلی سے کہا۔

''جشن سالگرہ سے پہلے قصر لوریما سے اس کا آنا ناممکن ہے۔'' اس نے اداسی سے کہا۔ اس
میں کوئی چاشنی نہیں تھی۔ خوف شامل تھا۔ ''کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اپنے مہمان سردار کے
جاؤں کا خاص جام تیار کرنا شروع کروں؟''

''اجازت ہے۔'' میں نے جھنجھلا کر کہا۔

میرا جواب سن کر قریسا کی آنکھوں کی ویرانی کئی گنا بڑھ گئی۔ اس کے سینے کا تلاطم طوفانی شکل
رہا تھا۔ وہ کسی جانب سے سخت ہراساں نظر آ رہی تھی۔ میرے قریب آ کر وہ میرے قدموں پر

سجدہ ریز ہوگئی۔ پھر دوبارہ اٹھی اور مجھے اداس نظروں سے دیکھتی ہوئی اس چوبی میز کے قر
کھڑی ہوگئی جو کمرے کے مشرقی گوشے میں موجود تھی۔ معاً میری نظر چوبی میز پر ر
سازوسامان پر پڑی۔ میں چونک اٹھا۔ وہاں جو سامان موجود تھا وہ عمل جراحی سے متعلق تھ
سوچا کہ کہیں قریسا کی آنکھوں کی ویرانی کا سبب میرا اقرار تو نہیں ہے وہ عمل جراحی کے ان آ
کس قسم کا مشروب تیار کرسکتی ہے؟ اس نے اپنے انتخاب کئے جانے پر فخر کا اظہار کیا تھا۔ پھ
زدہ کیوں تھی؟ اس کے تنفس کی رفتار بے ترتیب کیوں ہو رہی تھی؟ اس کی خوبصوت آنکھو
ماند کیوں پڑ گئی تھی؟

میں شش و پنج میں مبتلا ہوگیا۔ میری نظریں قریسا کے چہرے پر جمی ہوئی تھی اور قریسا
اس درندے کی کھوپڑی پر مرکوز تھیں جو دریائی سانڈ سے مشابہہ تھا۔ میں نے قریسا کو اس کی
کے سامنے عقیدت سے سر جھکاتے دیکھا۔ پھر اس کی نظریں درندے کی کھوپڑی سے ہٹ
رکھے ہوئے سامان پر جم گئیں۔ چند لمحوں تک وہ مجسمہ کھڑی پتھر کے آلات دیکھتی رہی، پھر
ہاتھ بڑھایا اور شیشے کا طشت اٹھا کر اپنے سینے کے نیچے میز پر رکھ لیا۔ میں حیرت سے کھڑا اس
ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک میں نے محسوس کیا کہ کمرے میں ہم دونوں کے
تیسرا وجود بھی موجود ہے۔ میرا اندیشہ درست ثابت ہوا۔ میرے بائیں جانب زمین پر تقر
فٹ لمبا ایک سیاہ سانپ پھن اُٹھائے جھوم رہا تھا۔ میں غیر ارادی طور پر اچھل کر اپنی جگہ سے
مگر سانپ کا رخ میری طرف نہیں تھا۔ وہ تیزی سے رینگتا ہوا چوبی میز کی جانب بڑھا اور میز
وہ قریسا کے سامنے پھن کاڑھ کے جھومنے لگا۔ میں نے قریسا کی تپتی ہوئی نظروں میں اچانک
سرخی نمودار ہوتے دیکھی وہ پوری طرح سانپ کی جانب متوجہ تھی، دفعتہً اس نے ہاتھ بڑھا کر
پھن گرفت میں لے لیا اور برق رفتاری کے ساتھ میز سے خنجر اٹھا کر سانپ کا پھن کاٹ دیا۔

قریسا سانپ کا جسم درمیان سے چاک کر کے اس کا خون طشت میں نچوڑ رہی تھی، میں
ہو کر یہ تمام ہولناکیاں دیکھ رہا تھا۔ سانپ کے جسم سے خون کا آخری قطرہ نچوڑنے کے بعد
اسے بڑی حقارت سے ایک جانب اچھال دیا۔ پھر اس نے تیز دھار خنجر دوبارہ مضبوطی سے
میں جکڑ کر فضا میں بلند کیا۔ اس کے ہونٹ متحرک ہوئے، وہ کچھ پڑھ رہی تھی۔ میں صاف
نہیں سن سکا۔ اس کی آواز میں شہد کی مکھیوں جیسی بھن بھناہٹ تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ نہ جا
بڑبڑاتی رہی، پھر اس نے مقامی زبان میں بہ آواز بلند کہا۔ ''راہو آہو غوغا میکولائی سامارتا
باگی۔'' (مقدس دیوتاؤ! گواہ رہنا کہ قریسا تمہارے اشارے پر قربانی پیش کر رہی ہے۔)

قریسا کی زبان سے یہ الفاظ ہوئے تو مجھے جھرجھری آگئی اور اس سے پہلے کہ میں

روکتا، قریسا کا خنجر والا ہاتھ بجلی جیسی تیزی سے نیچے آیا اور خنجر اس کے سینے میں پھل تک
خون کا فوارہ ابل پڑا۔ میں سراسیمگی سے قریسا کی قربانی کا منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بلند
تھی۔ اس نے کمال بے نیازی کے ساتھ اپنا سینہ خنجر سے چاک کر کے خنجر نکال لیا اور طشت پر
اس کا خون سانپ کے خون میں شامل ہوگیا۔ جب طشت لبالب ہوگیا تو وہ گرتی پڑتی
قریب آئی۔ میرے معبود! کس قدر ہولناک تھا وہ منظر۔ قریسا کی آنکھیں ابل آئی تھیں لیکن
قریب آگئی اور طشت کی طرف اشارہ کر کے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہنے لگی۔ ''معزز
رہنماؤں کا جام نوش کرو، اسے قبول کرو۔''

قریسا کی پیش کش پر میرے اوسان خطا ہوگئے ہیں۔ میں وہ خونیں طشت اٹھا کر پھینک دینا
لیکن کوشش کے باوجود ایسا نہ کرسکا۔ اس لیے کہ سمورال کی دی ہوئی مالا میری گردن میں چبھنے
یہ ایک علامت تھی کہ میں غلط انداز سے سوچ رہا ہوں، مالا کی پُراسرار حرکت نے میری
کی، میں سنبھل گیا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر طشت تھام لیا۔ اس کے اندر نظر ڈالی۔ سانپ اور
کا خون جمع تھا، مجھے کراہت کا شدید احساس ہوا لیکن میں نے دل پر جبر کر کے طشت ہونٹوں
لیا اور آنکھیں بند کر کے ایک ہی سانس میں اسے حلق سے نیچے اتارنے لگا۔ مجھے شدید
آرہی تھیں۔ میرا سارا جسم تھرتھرا رہا تھا لیکن بے پناہ متلی کے باوجود میں طشت خالی کر گیا۔
ف وہ کام سے فراغت پا کر میں نے نظریں اٹھائیں تو دیکھا کہ قریسا کی لاش میرے قدموں
لا ہے۔ میرا جی اُلٹ رہا تھا۔ قریسا کی لاش کی ہئیت کذائی نے کچھ ایسا اثر کیا کہ طشت میرے
پھوٹ کر فرش پر گرا اور ریزہ ریزہ ہوگیا۔ مجھے اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہوا، قے کی شدت کے
ہاتھ نشے اور بے ہوشی کی کیفیت بڑی تیزی سے مجھ پر مسلط ہو رہی تھی۔ کمرے کی دیواریں اور
ہوتی ہوئی نظر آرہی تھی، میں لڑکھڑانے لگا اور سنبھلنے کی کوشش میں کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔ میں
کمرے میں وحشت کا رقص کر رہا تھا کہ اچانک کمرے میں بھیانک قہقہوں کی آوازیں
اور پھر قہقہوں کی گونج میں سینہ چیرتی ہوئی ایک حیوانی آواز شدت سے ابھری۔ میں یقین
کہہ سکتا کہ وہ ماحول کا اثر تھا یا درندے کی چیخ کا خوف، میرا سارا جو دلرزہ براندام ہوگیا۔ میں
بے ہوشی کے عالم میں آواز کی جانب نظر کی تو میری آنکھیں اسی سمت ساکت ہوگئیں۔ کالاری کا
مجھے خونیں نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن بے ہوشی اور نشے
بہت میرے اعصاب پر غالب آنے لگی۔

کاہو کی خوں خوار نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں، وہ اپنے دونوں ہاتھ انتہائی غیظ و غضب
کے فرش پر مار رہا تھا۔ اس کے تیوروں سے جلال ٹپکتا تھا اسے دیکھ کر مجھے بہت سی باتیں یاد

آ گئیں۔ میرے ہاتھ اس خنجر کی طرف بے اختیار اُٹھے جس سے قریسا نے سانپ کو اور خود کو ختم

☆==========☆==========☆

قریسا کا خنجر میرے ہاتھ میں تھا۔ اس کمرے میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ایک قبر ہو جس کے ہر طرف پتھر کی دیواریں ہوں۔ ابھی ابھی میں نے قریسا کا ہول ناک وا تھا اور میں نے اس کے اور سانپ کے خون سے تیار کیا ہوا' دیوتاؤں کا عظیم جام نوش کیا تھا۔ دونوں ہاتھ انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں فرش پر مار رہا تھا۔ اس کی خرخراہٹ بپھرے ہو دہاڑ سے مشابہہ تھی۔ میرے کانوں میں اس کی اشتعال انگیز چیخوں سے اس قدر دباؤ پڑ رہا تھا اپنا ذہن ماؤف معلوم ہونے لگا۔ ایسی صورت میں کوئی مناسب اور نتیجہ خیز فیصلہ کرنا میرے اختیار نہیں تھا لیکن اسے سامنے دیکھ کر میرا خون تیزی سے جسم میں گردش کرنے لگا۔ ترام کی پُراسرار کے بعد یہ میرا رفیق بندر جو غیر معمولی صلاحیتوں کا مالک تھا' جزیرہ توری سے اچانک غائب اور سمورال بھی اپنی تمام بزرگی و برتری کے باوجود اسے سزا دینے میں ناکام ہو گیا تھا۔ ترام کی معمہ ابھی تک میرے لیے پریشانی کا سبب بنا ہوا تھا۔ ترام کی اذیت ناک موت کے ساتھ بوڑھے ہندی دوست سرنگا کی بات یاد آئی۔ جس نے کاہو کے سلسلے میں مجھے ہوشیار رہنے کی تھی، مگر اس سے پہلے کہ میں اہالیش کی طرح اسے بھی ٹھکانے لگاتا۔ وہ میری جھونپڑی رفاقت چھوڑ چکا تھا۔ اب وہ پھر انتہائی خون خوار نظروں کے ساتھ میرے سامنے موجود تھا۔ بے اختیار خنجر تانا اور نشانہ باندھ کر پوری قوت سے کاہو کی طرف پھینکا لیکن اس کی حیرت انگ اور مستعدی سے میرا نشانہ خطا ہو گیا۔ خنجر اندھیرے میں کہیں دور جا گرا۔ میں اس کے پیچھے وہ اِدھر سے اُدھر کھسک گیا۔ دیوتاؤں کا جام خاص حلق میں انڈیلنے کے بعد مجھ پر دیوانگی طا تھی۔ کاہو بار بار اُس طرف آ جاتا تھا' جہاں میرے ہاتھ سے مشروب کا طشت گرا تھا میں اپنے قابو میں کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ کاہو کی چیخیں بلند ہو گئی تھیں اور وہ وحشت ناک قلا بازیاں کھا رہا تھا۔ پھر اس کے حلق سے ایک کریہہ چیخ بلند ہوئی اور وہ زمین پر لوٹنے لگا۔ کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ میری زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ میں نے اسے لرزتی آواز میں مخا

''کاہو! میں تیرے انتظار میں تھا بدنصیب چوپائے..... میں اب تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ تو نے ہے۔ تو نے میری اجازت کے بغیر میری رفاقت چھوڑی۔ تو نے میرے ساتھ دغا کی۔ مقدس قسم! تو میرے عتاب میں آ چکا ہے۔''

کاہو نے لوٹتے لوٹتے اچانک پھرتی سے جست لگائی اور ایک ہی جھٹکے میں وہ بجلی کی کے ساتھ خنجر میرے ہاتھ سے جھپٹ لے گیا۔ اس کی پھرتی اور دفاعی انداز سے میری عقل

نے سے جھک رہی تھی۔ اس کی خون خوار نظروں میں اب خوف نمایاں تھا اور اس وقت تو میری ی کوئی انتہا نہ رہی جب وہ میرے پیروں میں لوٹنے لگا۔ وہ بار بار نظریں اٹھا کر مجھے دیکھتا، پھر ے پاؤں چاٹنے لگتا۔ میں چند لمحے اس کے رویے کی تبدیلی اور یہ عجیب و غریب حرکت دیکھتا رہا۔ نے شرر بار لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''آہ کاہو! میں جانتا ہوں منحوس روح۔ تو میرے قدموں میں ں پڑا ہے۔ تو نے سمورال کو مجھ سے دور کر دیا۔ اب تو رحم کا طالب ہے۔ یاد رکھ میں تجھے کسی ت معاف نہیں کروں گا۔ ترام کی موت کی آگ ابھی تک میرے سینے میں سلگ رہی ہے۔''

''رحم! اے معزز سردار رحم!'' اچانک کاہو کے حلق سے انسانوں جیسی آواز بلند ہوئی۔ ''تم جو کہہ رہے ہو، وہ درست ہے لیکن مجھے مجبور کر دیا گیا تھا..... میں آج بھی مجبور ہوں۔ اگر تم نے رحم دروازے بند کر دیئے تو میری روح ہمیشہ تڑپتی رہے گی۔ مجھے اجازت دو اے معزز سردار، کہ میں اؤں کے اُس جام خاص کے چند قطرے اپنے حلق میں انڈیل لوں جو قریسا نے تمہارے لیے تیار تھا۔ ایک مدت سے میں اس موقع کا منتظر تھا۔ مجھے ترام سے کوئی بغض نہیں تھا لیکن میں مجبور ہو گیا

پہلی بار مجھ پر یہ راز منکشف ہوا تھا کہ کاہو انسانوں کی طرح بول سکتا ہے۔ ویسے اس کی حیرت، رصلاحیات کے متعلق مجھے بہت کچھ علم ہو چکا تھا۔ میں اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے استعجاب میں دیکھ کر میرے پیر چاٹتے ہوئے کاہو بڑی لجاجت سے بولا۔ ''فیصلہ کرنے میں دیر نہ کرو۔ یہ لمحات رگئے تو پھر کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میں اسی طرح بھٹکتا رہوں گا۔ مجھ پر رحم کرو۔ مجھے اس مشروب چند قطرے چاٹنے کی اجازت دے دو۔ کاہو جب آزاد ہو جائے گا تو اس احساس کے عوض تمہاری انت پر ہمیشہ تیار رہے گا۔ تم کیوں نہیں سمجھتے کہ یہاں ہر چیز برتر احکام کی تابع ہے۔ میں مقدس اکا کی کھوپڑی کی قسم کھاتا ہوں کہ میں تمہارا وفادار ہوں گا لیکن اپنے حصے میں سے چند قطرے آزادی کے مجھے عطا کر دو۔''

کاہو کے لہجے میں رقت تھی، وہ بار بار اپنا سر میرے قدموں پر رکھ رہا تھا۔ اب وہ پوری طرح ے قابو میں تھا۔ میں چاہتا تو اسے ایک لمحے میں اٹھا کر اس کی گردن مروڑ دیتا۔ میں چاہتا تو خنجر اس کا جسم کئی حصوں میں منقسم کر دیتا لیکن اس کے رقت انگیز بیان سے میرا غصہ پگھل گیا اور اس تجسس نے لے لی، آخر کاہو اس مشروب کے چند قطرے چاٹنے کے لئے کیوں مصر ہے؟ میں مارنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ آخر وہ کیا راز ہے جس نے کاہو کو میرے قدموں پر لوٹنے کے کر دیا ہے۔ مجھے اس سے بہت سی باتیں معلوم کرنی تھیں۔ پھر اس نے جارا کاکی مقدس کی قسم کھا کر میری معاونت کا عہد بھی کیا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر لمحوں میں ایک فیصلہ کیا اور

کاہو سے سوال کیا۔ ''آخر تمہیں کس نے مجبور کیا تھا؟''

''جابر بن یوسف! جزیرہ توری کے معزز سردار! کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں ان ط
شناخت کرا سکتا ہوں جو خود پردہ پوشی کی متمنی ہیں۔ تمہیں اس بات سے آگاہ کرنا ہوتا تو اب
معلوم ہو گیا ہوتا۔ مجھ سے ایسی باتیں پوچھنے سے گریز کرو۔ میں تمہیں کچھ بتا نہیں سکوں گا''
فریاد کرتے ہوئے کہا۔

''پھر تم مجھ سے کیوں توقع رکھتے ہو کہ میں ترام کا قاتل ہونے کے باوجود تمہیں اس
خاص کے چند قطرے پینے کی اجازت دے دوں گا'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''تم نقصان میں نہیں رہو گے۔ وہ مشروب تم نے زمین پر گرا دیا ہے جس میں جزیرہ
ایک دوشیزہ کا خون شامل ہے، تمہیں جو کچھ پینا تھا، وہ تم پی چکے ہو۔ اتنے سنگ دل نہ بنو، تم
دنیا کے ایک فرد اور رحم دل شخص ہو۔ میں بڑی امید سے تمہارے پاس آیا ہوں۔ تم نے انکار
پھر نہ جانے کب مجھے موقع ملے۔'' کاہو نے لجاجت سے کہا۔

''میرے ہاتھ تمہیں ختم کرنے کے لئے مضطرب ہیں اور تم رحم کی امید رکھتے ہو؟''
درشتی سے کہا۔

''میں تم سے آخری وقت تک رحم کی درخواست کرتا رہوں گا'' کاہو نے میرے قدم
اپنا سر رگڑنا شروع کر دیا۔

مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ مجھے ترام کی موت کے سلسلے میں کسی سراغ سے آگاہ نہیں کر
لیے میں نے آئندہ لمحوں میں کسی نئے واقعے کے ظہور کی دلچسپی کے لئے اسے بہ اکراہ مشروب
کی اجازت دے دی۔ کاہو نے احسان مندانہ نظروں سے میری جانب دیکھا اور اس نے پھر
ایک قلابازی کھائی۔ وہ کچھ دیر تک رقص کے انداز میں دیوانہ وار کمرے میں گھومتا رہا جیسے یہ
عبادت کا حصہ ہو، پھر وہ تیزی سے کودتے ہوئے طشت کی جانب بڑھا اور زبان نکال کر
مشروب چاٹنے لگا۔ اس خون خوار بندر کے منہ سے عجیب قسم کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ زمین
قطرہ باقی نہیں رہا تو اس نے زمین پر لوٹ لگانا شروع کر دیا۔ اس وقت میرے ذہن میں ایک
نے سر ابھارا کہ کہیں مجھ سے غلطی تو سرزد نہیں ہو گئی؟ وہ جام، جو بطور خاص میرے لیے تیار کیا
اسے میں نے کاہو کو پیش کر کے دیوتاؤں کی حرمت کو کوئی زک تو نہیں پہنچائی، بندر اچھل رہا تھا
اپنی پیش کش پر نادم ہو رہا تھا کہ اچانک میرے سامنے ایک شخص اندھیرے کی اوٹ سے نمودار
جس طرف سے آیا تھا۔ وہاں کی مشعل دم توڑ چکی تھی اور دوسری مشعلیں روشن تھیں۔

''جزیرہ توری کے معزز سردار! کاہو تمہارا احسان مند ہے، اسے اپنے عہد کی زبان یاد ہے

میں نے اسے غور سے دیکھا۔ میری نظروں کے سامنے ایک معمر، دراز ریش حبشی برہنہ بدن
کھڑا تھا۔ اس کے چہرے کی جھریوں سے تجربے نمایاں تھے۔ اس کے انداز میں وقار اور لہجے
تھا۔ وہ مقامی زبان میں کسی قدر لرزش کے ساتھ مجھ سے مخاطب تھا۔ اس کی نگاہوں میں
کشش اور سنجیدگی موجود تھی۔ وہ کوئی مذہبی پیشوا لگ رہا تھا۔ کہن سالی دیکھ کر صاف اندازہ ہوتا
کہ اس نے زمانے دیکھے ہیں۔ وہ کوئی مدبر اور ذہین شخص ہے۔ سمور ال کی طرح اس کے جسم پر بھی
اور پرندوں کی عجیب اشکال مختلف رنگوں سے بنی ہوئی تھیں۔ میں حیرتوں میں غرق تھا کہ اس
نوواردنے بھاری بھرکم آواز میں کہا۔ ''جابر بن یوسف! تم نے کاہو پر ایک عظیم احسان کیا ہے۔
کاہو تمہارے احسان کا سزاوار نہیں تھا۔ اگر تم مجھے اپنا بچا ہوا مشروب استعمال کرنے کی اجازت
دینے تو میری روح اسی بندر کے جسم میں مقید رہتی ہے جو اس وقت تمہارے سامنے اچھل کود کر رہا
میں تمہارے انتظار میں تھا۔ معزز سردار! مجھے معلوم تھا کہ تم مجھے اجازت دے دو گے؟''

''تمہاری روح!'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''کیا تم کوئی روح ہو؟''

''ہاں اب میرا کوئی جسم نہیں یہ جسم جو تمہیں نظر آ رہا ہے، اس کا بوجھ اس زمین پر نہیں ہے۔ اب
صرف ایک ہیولا ہوں۔ جسم ایک فانی چیز ہے۔ یہ ہیولا تمہاری نظر کا فریب ہے۔'' اس نے
سرار انداز میں کہا۔

''تم ایک روح ہو۔ میں ایک روح سے ہم کلام ہوں۔ میں تمہارا جسم چھو کر اس کی تصدیق کرنا
ہوں۔'' میں اپنا تجسس چھپا نہ سکا۔ میں نے جھپٹ کر اسے دبوچنا چاہا۔ میرے ہاتھ خلا میں معلق
لئے اور پھر اپنی جگہ واپس آ گئے ہیں۔ اس کا جسم نہیں چھو سکا تھا۔ حیرت سے میں اپنی جگہ ساکت
ا۔

''تم مجھے چھو نہیں سکتے، یہ میری آمادگی پر منحصر ہے۔'' اس نے اداسی سے کہا۔

''مگر تمہیں کس نے مقید کیا؟'' میں نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

''آہ سیّدی جابر! یہ ایک طویل داستان ہے۔ مجھے اپنی زبان بند رکھنی ہوگی۔ ہر چند کہ میں ایک
ہوں اور میرا رشتہ اس جہان سے منقطع ہو چکا ہے لیکن مقدس اقابلا نے آسمانوں میں جانے سے
میری روح مقید کر لی تھی کیوں کہ میں اس کا مستحق تھا۔ میں کسی زمانے میں اس عظیم الشان
ت کا ایک برگزیدہ شخص تھا۔ کون تھا جو میرے احکام کے سامنے سرتابی کی جرات کرے۔ میں
فی علوم کا ماہر، اس پُر اسرار سرزمین میں مقدس اقابلا کے بعد سیاہ و سپید کا مالک تھا۔ میری یہ برتری
میرے منصب سے محروم کر گئی۔ میرا علم مجھے کھا گیا۔ میرا تدبر مجھے چاٹ گیا۔ میں نے جو سوچا تھا
سوچا تھا اور میں نے جو کہا تھا وہ غلط کہا تھا۔ آخر مجھے اپنا جسم چھوڑنا پڑا اور یوں میں اپنی روح

بھی اس کے جاہ وجلال، اس کے عتاب کی زد سے نہ بچا سکا۔ اس نے مجھے ایک بندر کے جسم
کر دیا۔"

کاہو ایک لمحے کو رکا۔ پھر اس نے دوبارہ کہنا شروع کر دیا۔ "سیدی جابر! تم ان ہو
مصائب کا تصور نہیں کر سکتے جن سے میری روح دوچار رہی ہے۔ میں اس کی خوشنودی حاص
کے لئے ایک زمانے سے اس کے اور اس سے قریب ہر شخص کے اشاروں پر اپنا سر جھکا تا
آج میری جدوجہد کی تکمیل ہوئی اور مجھے آزادی نصیب ہوئی۔ جو سزائیں میرے مقسوم میں لک
تھیں، میں ان سے گزر چکا ہوں، مجھے معلوم تھا کہ تم میری نجات کا سبب بن سکتے ہو۔ میں
باگمان کے اندھیروں میں تمہاری آمد کا منتظر تھا اور وہ میرے پیچھے تھا۔ آخر تم آ گئے اور میری تو
مطابق تمہیں دیوتاؤں کا جام پیش کیا گیا۔ میری ذلت اور خواری کے دن گئے۔ میں نے کالا
کم تر درجے کے سردار کے ہاں اذیت کے دن گزارے۔ میں ایک حقیر بندر کے ناتواں جسم
تھا۔ اقابلا کی سلطنت کے ایک بڑے شخص کو مرنے کے بعد بھی سکون نہیں ملا۔ میری کوشش ہو
معزز سردار کہ میں تمہیں بلاؤں سے دور رکھوں۔ تمہیں جس وقت میری ضرورت ہو، مجھے
کرو۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا۔ جہاں اس کے مقدس قوانین آڑے آ جائیں گے اور جہاں
محسوس کروں گا کہ تمہاری اعانت میرے لیے مناسب نہیں ہے اور جہاں مجھ پر پابندی عا
جائے گی، وہاں میں تمہاری اعانت نہیں کر سکوں گا اور سنو، اگر تم نے میری روح کی آزادی کا
اور سے کیا تو میں کبھی تمہاری مدد کو نہیں آؤں گا۔ پھر تم مجھے کبھی نہ پا سکو گے اور میں ہمیشہ
زمین کو خیرباد کہہ دوں گا۔"

میں اس کی باتیں تجسس، حیرت اور اشتیاق سے سن رہا تھا اور اس سے بہت کچھ پوچھ
کچھ جاننے کا خواہش مند تھا لیکن وہ میرے سوالات نظر انداز کر کے اپنی بات کہنے پر ہی اکتفا
میں نے پھر اس سے ترام کی موت کا سبب جاننا چاہا۔ وہ پھر گڑبڑ کر گیا۔ میں نے اقابلا کی شخصی
کی سلطنت کے اسرار، کاہن اعظم سمورال اور اپنے مستقبل کے بارے میں سوال کیے تو اس
واضح جواب نہیں دیا۔ مجھے احساس ہوا کہ ایسے سوالات مجھے سرے سے کرنے ہی نہیں چاہئیں
کی باتوں سے اتنا اندازہ ہوا کہ وہ کسی زمانے میں اقابلا کی حکومت کا ایک صاحب اثر شخص تھ
طاقت اور اثر کے سحر میں کوئی نادانی کر بیٹھا اور نتیجتاً عتاب کا شکار ہو گیا۔ یہاں تک کہ مرنے
اس کی روح بھی قید کر لی گئی۔ میں اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا اور مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ جزیرہ
میں ایک پُراسرار قوت کی اعانت مجھے حاصل ہو گئی۔ حالانکہ مجھے اس سے کوئی زیادہ توقع نہیں تھ
لیے کہ اس نے میری مدد کرنے کے لئے اپنی حدود و شرائط کا ذکر تفصیل سے کر دیا تھا۔

"میں صرف ایک چیز پوچھنا چاہتا ہوں معزز کاہو! تم نے اپنے طور پر یہ پیش کش کی ہے کہ تم
عتاب میں میرا ساتھ دو گے۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ جزیرہ باگمان میں مجھے کسی قسم کے حالات سے
پڑے گا اور میں کب تک یہاں رہوں گا؟" میں نے اس سے متاثر ہو کر کہا۔

"تاریک براعظم کے اسرار میری نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہیں یہاں
کیوں بھیجا گیا ہے۔ تمہیں اس تربیت گاہ میں جن حالات سے دوچار ہونا ہے، وہ بھی میرے علم میں
ہیں لیکن جسے بتانا اسے مقصود نہیں، اُسے میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ اس علاقے کی روحیں اس کی برتری
کی قائل ہیں۔ مجھے افسوس ہے میرے محسن کہ میں تمہیں پیش آنے والے واقعات سے باخبر نہیں کر سکتا
لیکن ایک مشورہ ضرور دے سکتا ہوں کہ جن اعلیٰ اوصاف سے تم نے اس علاقے میں اپنے لیے کوئی
جگہ بنائی ہے، انہیں مت چھوڑنا۔" اس نے بے نیازی سے کہا۔

"میرے ذہن پر دُھند چھائی ہوئی ہے، میں ہر چیز جاننے کا خواہش مند ہوں۔" میں نے بے
مینی سے کہا۔

"دُھند صاف ہو جائے گی۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"میں اپنے ہندی دوست سرنگا کے بارے میں اگر کچھ جاننا چاہوں تو....." میں نے جھجکتے جھجکتے
پوچھا۔

"سرنگا!" کاہو کا لہجہ سرد ہو گیا۔ "سرنگا..... وہ ہندی بوڑھا، پر جابر بن یوسف الباقر اس
سرزمین پر صرف مقدس اقابلا کی حکمرانی ہے۔ یہاں کسی اور کی برتری کا تصور کرنا جرم ہے، اگر امان
چاہتے ہو تو صرف اس کی طرف رُخ کرو، اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو سوچنا بند کر دو یہ کیوں ہوتا ہے،
تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اسے سمجھنے کے لئے اس کا قرب اور اس کے انصاف و اکرام کا سایہ ہونا
ضروری ہے۔"

"کاہو! مجھے اس کا احساس ہے، میں سب کچھ بھول چکا ہوں۔ اب صرف ایک ہی خواہش ہے
کہ....." میں نے چھت کی طرف گھورتے ہوئے نشیلے لہجے میں کہا۔ "اس کا حصول..... بس پھر موت
میری پناہ ہے۔"

"جابر بن یوسف! میرے محسن میں جا رہا ہوں، اس سے زیادہ گفتگو میرے لیے مہلک
ہوگی۔ میری دعا ہے کہ دیوتا تم سے خوش رہیں۔" کاہو نے مجھے دعا دی اور مزید کچھ پوچھنے سے پہلے
وہ اگلے لمحے کی اوٹ میں کہیں گم ہو گیا۔ وہ بندر ابھی تک اِدھر اُدھر دوڑ کر راستہ تلاش کر رہا تھا۔ راستہ
تو تھا، ہر طرف پتھر کی دیواریں مجھے سخت آزمائش و ابتلا کا خوف دلا رہی تھیں۔ روز ایک انکشاف ہوتا
تھا اور روز اقابلا کی طلسب کے مقابلے میں مجھے اپنا قد کم ہوتا محسوس ہوتا تھا۔ ہر روز اس کی وسیع و عریض

سلطنت کی عظمت و شوکت کا رعب مجھ پر پہلے زیادہ مسلط ہو جاتا تھا۔ جتنا منزل کے قریب منزل اتنی ہی دور معلوم ہوتی تھی۔ منزل شوق کا فاصلہ بڑھتا جاتا تھا۔ وہ اور دور ہو جاتی تھی؛ سے ملاقات کے بعد وہ اور مشکل معلوم ہوتی تھی۔ ایک بار میں نے سوچا کہ مجھے اس کی طلا دستبردار ہو جانا چاہئے۔ وہاں تک پہنچنے میں میرے بال سفید ہو جائیں گے اور میرے جسم پر کو لگے گی لیکن اس کی طلب سے دستبردار ہونا میرے امکان میں نہیں تھا۔ اس کا احساس مجھے جو تھا۔ وہ میرا حوصلہ تھی۔ چاروں طرف سے بند اس کمرے میں، مجھے تلخیوں اور اذیتوں کا احساس لیکن میں نے سوچا، یہ دیواریں گر جائیں گی۔ کوئی آئے نہ آئے ممکن ہے یہیں میری قبر بن اب مجھے صرف اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔ بندر بار بار میرے خیالوں کی یکسوئی میں حا تھا اور میں اسے ڈانٹ کر خود سے دور کر دیتا تھا۔ وقت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ مشعلوں کی رو رات ہی رات نظر آتی تھی۔ ایک نہ ختم ہونے والی رات۔ گھڑیاں بیت رہی تھیں۔ پھر مجھے نیا جب میں بیدار ہوا تو کمرے کے ماحول میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہی خاموشی ہر سو طاری تھ وہاں سے قریسا کی لاش، سانپ کے ٹکڑے، چوبی میز اور طشت بھی غائب تھا۔ اب صرف میر بدقسمت بندر ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔ وہ ایک طرف کونے میں سہما ہوا بیٹھا تھا اور میں طرف بیٹھا، آنے والے لمحات کے انتظار میں آنکھیں کبھی کھولتا، کبھی بند کرتا تھا۔

اس تنہائی کی طوالت دنوں اور گھڑیوں میں بیان نہیں کی جا سکتی۔ روشنیوں کے نشیب وقت کا تعین کرتے ہیں یا پھر انسانوں نے اسے ناپنے کے لئے گھڑیاں ایجاد کر رکھی ہیں۔ اس میں ایسی کوئی چیز نہیں تھی۔ یہاں یکساں روشنی تھی مجھے کوئی اندازہ نہیں کہ کس قدر وقت بیت گیا۔ کئی دن، میرا خیال ہے، تین چار دن، میری کمر دکھنے لگی اور میرے معدے میں کھولن سی ہونے بندر بھی نیم مردہ ہو چکا تھا۔ بھوک کی شدت سے ہم دونوں شاید ایک دوسرے کی موت کے منتظر نہ پانی تھا اور نہ غذا۔ جتنا وقت گزرتا جا رہا تھا جس میں اینٹھن شدید ہوتی جاتی تھی۔ مجھے یہ یقی چلا تھا کہ میں نے کاہو کی مدد کر کے دیوتاؤں کی منشا میں مداخلت کی ہے اور مجھے اس زنداں میں کی سزا مل رہی ہے۔ میں نے خود پر لعن طعن کی، پتھروں کی دراڑوں میں بار بار اٹھ کر راستہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہاں تو ہر طرف پتھر تھے۔ سنگین دیواریں۔ ایک دردناک موت میر میں گھوم گئی۔ یہیں پڑے پڑے ایک دن میرے اعصاب جواب دے جائیں گے اور میں ہڈیوں پنجر کی شکل میں تبدیل ہو جاؤں گا۔ میری بے احتیاطیوں نے آخر مجھے اپنے انجام تک پہنچا دیا۔

مجھے اپنے آپ پر ہنسی آ گئی۔ میں کتنا بڑا احمق تھا کہ پے در پے مصائب جھیلنے کے بعد بھی نے کچھ حاصل نہیں کیا تھا۔ میں نے کیوں آسمان پر پہنچنے کی کوشش کی تھی جب کہ مجھے اس بات کا

چکا تھا کہ یہ فسوں کار لوگوں کی بستی ہے۔ یہاں کے انسان مختلف، ان کے رسم و رواج جُدا کے اطوار سربستہ اسرار ہیں۔ میں مر رہا ہوں۔ اس اجنبی کا خاتمہ قریب ہے، جس نے اس میں صرف اپنی ذہانت اور شجاعت کے بل پر کوئی حیثیت حاصل کی تھی۔ مجھے وہ سب یاد سرنگا، ترام، سمورال اور جمرال۔ میں کہاں کہاں سے گزر کر اور کن کن لوگوں کو مسخر کر کے یہاں پہنچا تھا۔ اسی لمحے مجھے سرنگا کی دیوی یاد آئی جس نے سریتا کو محفوظ رکھا تھا۔ اپنا دوست سرنگا۔ نہ وہ کس عالم میں ہوگا۔ جمرال آخر شب میرے پاس کیوں آیا تھا؟ اور زارے مجھ سے کیوں ملنا اشارہ۔ وہ لڑکیاں جو میرے اشارے پر جبینیں جھکا دیتی تھیں۔ مگر اب ان سب کے بارے بے کار تھا۔ تنہائی میں کوئی کیا کیا سوچ سکتا ہے جو شخص ایسے حالات سے دوچار ہو، اس کی گی کے متعلق کوئی کم مایہ شخص ہی تصور کر سکتا ہے۔ ان پریشان کن خیالوں سے نجات پانے صرف ایک ترکیب سمجھ میں آئی، جس سے مجھے ایک عجیب فرحت اور توانائی کا احساس ہوا۔ نے سوچا۔ یہاں بہتر یہی ہے کہ اس کافر کی یاد میں محو رہا جائے۔ وہ بت طناز، وہ شعلہ بدن، وہ خ، وہ آسمانوں کی کوئی حور جب بھی میں نے اسے یاد کیا' میرا ذہن آسودہ ہوا۔ میں اس کے کیا صاف بیان کروں۔ میں اسے کن لفظوں سے پکاروں۔ اقابلا! حسین اقابلا!! ماہ جبیں اقابلا!!! امت ہوئی کہ میں گستاخی کر رہا ہوں اس کے لئے یہ الفاظ مناسب نہیں۔ اس کے لئے تصور کی ال وسعت شرط ہے۔

اس تصور کے ساتھ میں نے حواس کھو بیٹھا۔ وہ بندر میرے قریب آیا اور اس نے میرے قریب لا دیا۔ شاید اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اب اس کے لئے کوئی خطرہ نہیں بن سکتا۔ میں نے اس ر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ ہم دونوں پھر غافل ہو گئے۔ علوم نہیں کہ کتنا وقت گزرا۔ جب پتھروں میں گرج سی پیدا ہوئی تو میں نے نقاہت سے آنکھیں ریں۔ سامنے کابالو کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ ایک بے بس انسان کے ساتھ یہ کیسا مذاق ہو رہا تھا۔ کابالو کے انداز سے بے نیازی ظاہر ہوتی تھی۔ وہ میری ابتر حالت سے قطعی علوم نہیں ہوتا تھا۔ ''کیا موت کا حکم سنانے آئے ہو؟'' میں نے طنزاً کہا۔

''مجھے نہیں معلوم، ممکن ہے وہ تمہارے لیے موت کا فیصلہ کر دے یہ اس کے اختیار میں ہے۔ ی ہر چیز اس کے اختیار میں ہے۔ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کے پاس چلے ''، کابالو نے بیزاری سے کہا۔

مل نے اپنا منتشر جسم اکٹھا کیا اور اپنے رفیق بندر کو گود میں اٹھائے خاموشی سے اس کے ساتھ اس مرتبہ بھی کابالو نے ایک عمل سے میری بینائی معطل کر دی تھی۔ کابالو مجھے ساتھ لیے ہوئے

چلا۔ میں آگے ہی بڑھتا گیا جیسے اس کمرے میں کوئی دیوار نہ ہو، نہ کوئی دروازہ کھلنے کی آواز آئی، کوئی دیوار ہٹنے کی آہٹ ہوئی۔ آگے چل کر میں نے محسوس کیا کہ میں کمرے سے باہر آچکا ہوں۔ درختوں اور پتوں کی خوشبو نے میرے نتھنوں میں داخل ہو کر مجھے دوبارہ زندگی کا احساس دلایا۔ نے بندر کو چھوڑ دیا۔ وہ بھی میرے طرح بھوکا تھا اس لیے نہ جانے کس طرف ہولیا میں اس کے سا چلتا رہا۔ ٹھوکریں کھاتا اور جھنجھلاتا ہوا۔ ''تمہاری منزل آگئی ہے معزز سردار!'' کابالو کے مخاط ہوتے ہی میری بینائی واپس آگئی۔ میں ایک غار کے دہانے پر کھڑا ہوا تھا۔ اسی طرح اندھیرا تھا، برسات کی رات میں کالے بادل، اس اندھیرے میں یوں بھی میں کچھ نہیں دیکھ سکتا تھا، نہ جانے کا نے کس مصلحت کے تحت میری بینائی معدوم کر دی تھی۔ ''عظیم لوکا سا کے حضور پہنچنے سے پہلے یہ یا یاد رکھو کہ وہ سخت گیر طبیعت کا مالک ہے۔ وہ اصولوں کا پابند ہے۔ لغزشیں برداشت کرنا اس نے نہیں سیکھا۔ اسے تربیت حاصل کرنے والے افراد کی خودسری سخت ناپسند ہے۔''

میں نے اس کی باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ قرب و جوار میں گھنے جنگلات محسوس ہوتے کابالو غائب ہو چکا تھا، میں نے ایک ثانیے کے لئے کابالو کی ہدایتوں پر غور کیا، پھر بے جھجک غار داخل ہو گیا۔ غار کا دہانا تنگ اور راستہ پر پیچ تھا۔ مجھے کوئی دس منٹ تک اپنا سفر جاری رکھنا پڑا۔ کے بعد میں ایسے کشادہ اور روشن کمرے میں پہنچ گیا جہاں اعلیٰ قسم کا ساز و سامان بڑے سلیقے سے سجا تھا۔ وہ کمرہ مجھے کسی قدیم بادشاہ کا ملاقاتی کمرہ لگ رہا تھا۔ تمام چیزیں پتھر کی بنی ہوئی تھیں۔ دیوار پر عجیب و غریب شکلوں کے انسان بنے ہوئے تھے۔ فرنیچر پرانے طرز کا مگر مصر کی قدیم تہذیب معلوم ہوتا تھا۔ میں کمرے کی دیواروں پر منقش تصویریں دیکھ رہا تھا کہ ایک تیز آواز میری محویت فسوں کا شیرازہ منتشر کرتی ہوئی اُبھری۔ ''تو وہ تم ہو۔''

میں نے گھوم کر اس سمت دیکھا' جدھر سے آواز آئی تھی۔ ایک پستہ قد گٹھے ہوئے جسم کا تیکھی نظروں سے میرا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ صورت شکل کے اعتبار سے کسی بے رحم جلاد سے کم نہیں اس کی آنکھوں سے سفاکی اور درندگی جھلکتی تھی۔ اس کے جسم پر جانوروں کی شکلیں اور بیل بوٹے ہوئے تھے۔ گلے میں مالائیں، مردہ جانوروں کی کھوپڑیاں اور کڑے لٹک رہے تھے، اسے دیکھ کر لمحے میں یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ کوئی آسان آدمی نہیں ہے، اس سے محتاط گفتگو کرنی چاہئے۔ پہلی میں اس نے مجھے خاصا دہشت زدہ کر دیا تھا لیکن اپنی ناتوانی، نقاہت اور حیثیت نظر انداز کر کے نے اطمینان سے کہا۔ ''میرا نام جابر بن یوسف الباقر ہے۔ مقدس اقابلا نے مجھے خاص تربیت لئے بھیجا ہے۔ میں جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار ہوں اور جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ سے حاصل کرنے آیا ہوں..... اگر میرا اندازہ غلط نہیں ہے تو میں اس وقت جزیرہ باگمان کے ذی مر

علی لوکا سا کے روبرو کھڑا ہوں۔''

''تم مہذب دنیا سے تعلق رکھتے ہو..... اوہ تم وہاں کے ایک فرد ہو، تم میرے لیے ایک دل آدمی ثابت ہو گے۔'' پستہ قد حبشی نے میرے مہذب طرز گفتگو پر اپنی تلخ اور درشت آواز سے پھیر دیا۔

''میں اپنے ماضی سے رشتہ منقطع کر چکا ہوں۔ اب میں یہیں کا ایک فرد ہو۔ صرف میرا نام پرانا ہوں نام سے کیا ہوتا ہے۔ میری کوشش ہو گی کہ تمہارے ایک اچھے شاگرد کی حیثیت میں یہاں سے ں۔'' اس کا لہجہ مجھے گراں گزرا تھا لیکن میں نے محتاط آواز میں کہا۔ ''کیا میں دوبارہ یہ دریافت کر سکتا کہ میں مقدس لوکا سا سے ہم کلاں ہوں؟''

''تمہارا اندازہ ٹھیک ہے لیکن تمہیں اپنا منصب اس وقت تک کے لئے بھول جانا ہو گا جب تک رہ باگمان پر ہو۔ یہاں لوکا سا رہتا ہے۔ یہاں لوکا سا کا حکم چلتا ہے، لوکا سا یہاں کا حکمراں اس نے رعونت سے کہا۔

''میں تربیت گاہ کے آداب سے واقف نہیں ہوں۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ م مقدس لوکا سا کی خوشنودی میرے لیے باعث افتخار ہو گی۔ میری مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔''

''ممکن ہے تم یہاں سے واپس ہو جاؤ ممکن ہے تم یہاں سے کبھی واپس نہ جاؤ۔'' اس کے جملے ل تھرا گیا۔ ''یہ سب تم پر منحصر ہے۔ اس عظیم و برتر ہستی نے تمہیں یہاں بھیجا ہے جو سب سے ا ہے، لیکن یہاں بھیجنے سے اس کا مقصد بجز اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ اس تربیت گاہ میں آدمی کی آزمائش کی جائے۔ یہاں تمہارا بدن تپ کر جھلس بھی سکتا ہے اور تم اپنے لیے ایک نئی زندگی تخلیق لئے ہو۔ مجھے یقین ہے میرے پاس لانے سے قبل میرے آدمیوں نے تمہیں میرے بارے میں کچھ بتا دیا ہو گا۔ مجھے جھوٹ، غلطی اور حماقت سے نفرت ہے، ان کی سزائیں میرے ہاں بہت یاں۔ میں اپنے علاقے میں دوسرے علاقے کے افراد کی آمد پسند نہیں کرتا لیکن تم اس سے مستثنا لم تم خود نہیں آئے ہو۔''

اس کے سخت لہجے سے مجھے بے حد اُلجھن ہوئی۔ یہ بڑبولا شخص مجھے کسی طور اچھا نہیں لگا۔ کوئی فع ہوتا تو میں اس سے نمٹنے کی کوشش کرتا، اس کے لئے میرے دل میں ایک کینہ پیدا ہو گیا، یہ ہ اور نفرت کا لہجہ اس کے لئے تکبر اور بے رحمی کا غماز تھا۔ ''میں نے تمہاری اطاعت کا فیصلہ کر لیا ں کوشش کروں گا کہ تمہیں مجھ سے کسی قسم کی شکایت نہ ہو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ ا آنے کے بعد ہی مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ مجھے کن سخت مرحلوں سے گزرنا ہو گا۔ پہلے ہی دن آوری کے ایک معزز سردار کی جو پذیرائی ہوئی اور اسے دیوتاؤں کے جام کے سوا ہر چیز سے محروم

رکھا گیا، اسے بھوکا رکھا گیا۔ اس امر نے مجھے احساس دلا دیا ہے کہ میرے آنے والے اذیت ناک ہوں گے۔'' میں نے شکایتاً کہا۔

''یہ آغاز ہے۔ جزیرہ توری کے اجنبی سردار۔'' میرا جواب سن کر اس کے چہرے کی کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ وہ خونیں نظروں سے میری طرف گھورتا رہا۔ جیسے ابھی ابھی مجھے زندہ گا۔ پھر اچانک اس نے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا ایک خاص انداز سے بلند کیا۔ دوسرے جوان شگفتہ گداز بدن لڑکی تیز تیز قدم اُٹھاتی کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں تھال اُٹھا رکھا تھا۔ تھال میں جو شے موجود تھی اسے بڑے بڑے پتوں سے ڈھانپ دیا گیا لوکا سا کے قریب پہنچ کر کورنش کے انداز میں ذرا سی خم ہوئی، پھر خاموشی سے دو قدم ہٹ کر بائیں ہاتھ کی جانب کھڑی ہوگئی۔ ''تم بھوکے ہو جابر بن یوسف!'' اس نے قہقہہ لگا کر کہا کسی رعایت کی توقع مت کرنا۔ تمہاری حیثیت یہاں مہمان کی نہیں ہے۔''

''میں اپنی بھوک پر قابو رکھنا جانتا ہوں۔'' میرے منہ سے یہ جملہ نکل گیا۔

اس نے میری چرب زبانی پر گھور کر مجھے دیکھا اور زہر خند سے بولا۔ ''جابر بن یوسف بھوکا نہیں رہنے دیا جائے گا۔ میں نے بطور خاص تمہارے لیے ''لیغو'' کا تحفہ محفوظ رکھا ہے۔ ہے؟ یہ ان نافرمانوں اور کج رو لوگوں کا نام ہے جو کسی حکم کی تعمیل میں ناکام ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کا لذیذ گوشت ہے جو جزیرہ باگمان سے فرار حاصل کر کے قریبی علاقے میں گھس جا۔ جب انہیں پکڑ لیا جاتا ہے تو ان کا لذیذ گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس گوشت کا ذائقہ سب مختلف ہوتا ہے۔ نہایت لذیذ.....'' میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ گرج کر بولا۔ ''نہیں جب میں بولتا رہوں، تمہیں زبان ہلانے کی اجازت نہیں ہے۔ تم نے اپنی مہذب دنیا اور جزیرہ توری اعلیٰ درجے کی غذائیں کھائی ہوں گی لیکن لیغو کا ذائقہ..... اوہ..... اس کا ذائقہ..... تم اسے نہیں گے۔ تمہاری اشتہا بھی شدید ہے۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔''

لوکا سا نے اپنا بیان ختم کر کے اشارہ کیا۔ لڑکی ایک بار پھر احتراماً خم ہوئی، پھر اس نے تھ سے پتے ہٹا دیئے۔ مجھے جھرجھری آ گئی۔ تھال میں انسانی جسم کا گوشت ٹکڑوں کی شکل میں موجو میرا جی اُلٹنے لگا اور اُبکائی آنے لگی۔ میں ابھی آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ ہی رہا تھ لڑکی نے گوشت کا ایک لوتھڑا تھال سے نکال کر میری جانب اس طرح پھینکا جیسے کسی بھوکے کتے گے بوٹی کا ٹکڑا پھینکا ہو۔ میں احتجاج کرنا چاہتا تھا لیکن لوکا سا نے اس کی مہلت نہیں دی۔ وہ ی سے بولا۔ ''لیغو کی طرف سے منہ پھیرنے والا لیغو جیسا مجرم ہوتا ہے، آگے بڑھو اور اس ٹا تحفے کی سعادت سمیٹو۔''

لیے مفر کی کوئی گنجائش نہیں تھی، میں نے جبراً و قہراً گوشت کا وہ لوتھڑا اٹھایا جس کے اندر ہت آمیز بو پھوٹ رہی تھی، مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے میرا دم گھٹ جائے سانی گوشت اور پھر یہ تعفن۔ اس وقت مجھ پر کیا گزر رہی تھی' اس کا اندازہ لگانا مشکل اتاہی کے بعد لائف بوٹ کے طویل سفر کے دوران بھوک سے مجبور ہو کر تو مغا نے ایک ودی کو قتل کر کے اس کا کچا گوشت کھایا تھا، تو مغا کی دیکھا دیکھی دوسرے مسافروں کے یہودی کے جسم کی بوٹیاں نوچ کر کھانے پر مجبور ہو گیا تھا، صرف سریتا اور سرنگا اس جرم ے تھے۔ اس وقت زندگی بچانے کا مسئلہ درپیش تھا لیکن اِس وقت خالی معدہ ہونے کے گوشت چبانا میرے بس کی بات نہیں تھی۔ لوکا سا سے میری پہلی ملاقات ہی نفرت و اکراہ ی تھی۔ میرا انکار اسے میرے خلاف کوئی بھی فیصلہ کرنے پر اُکسا سکتا تھا اور کیا عجب تھا حکم کی نافرمانی مجھے باغی قرار دینے کا سبب بن جاتی اور ایک دن مجھے بھی لیغو کی شکل میں ایا جاتا۔

دل کی حالت ناقابل بیان تھی، لوکا سا بہت انہماک سے میری ایک ایک حرکت کا جائزہ شت کے تعفن سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ دل چاہا کہ لیغو! کا سا کے منہ پر مار کر وہاں وں، یہ زندگی کی کیسی آرزو تھی جو انسانوں کے متعفن گوشت کے استعمال پر منحصر تھی۔ پھر دل کو سمجھایا، جابر بن یوسف! تم انسان کہاں رہے ہو؟ یہ تمہارا حلیہ' یہ برہنگی، جسم پر یہ یہ بڑھے ہوئے بال، تم نے اسی علاقے میں انسانی خون پیا، تم نے اپنے دوست کا کچا تم وحشی ہو، تم ایک جانور ہو۔ پھر یہ اکراہ کیوں، اُٹھاؤ یہ پارچہ اور اپنے معدے کو ا کا عادی بنا لو، میرا ہاتھ آہستہ آہستہ منہ کی جانب بڑھنے لگا۔ مجھے یہ بیان کرتے ہوئے لہ میں جمال و رعنائی کا جویا، لطافت و نزاکت کا علم بردار، حسین عورتوں کے لمس سے کرنے والا شخص میں۔ میں نے وہ غذا استعمال کی، میرا ذہن مجھ سے بچھڑ گیا۔ میں نے ربڑی سرعت کے ساتھ لیغو اپنے منہ میں رکھ لیا۔ وہ برداشت کا امتحان تھا۔ گوشت منہ بعد اتنا کثیف نہیں تھا جتنا باہر سے معلوم ہوتا تھا مگر میرا خیال ہے مجھے یہ ذکر چھوڑ دینا ا کے چہرے پر تحیر تھا۔ وہ مجھے تعجب خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُسے شاید یقین نہیں آ رہا وہ پورا ٹکڑا ہضم کر لیا اور مسکرا کر کہا۔ ''مقدس لوکا سا نے سچ کہا تھا۔ لیغو کے ذائقے نے ت سے روشناس کرایا ہے۔ میں اس مقدس تحفے کے لئے لوکا سا کا شکر گزار ہوں۔''

نے جواب دینے کے بجائے ہاتھ اٹھا کر دوبارہ اشارہ کیا۔ لوکا سا کا اشارہ ملتے ہی لڑکی گوشت کے دو اور ٹکڑے میری جانب اُچھال دیئے۔ جب ایک ٹکڑا کھا لیا تھا تو دوسرے

میں کیا تھا۔ میں نے انہیں اپنے پیٹ کے جہنم کی نذر کر دیا۔ لوکاسا کی آنکھیں فرط حیرت
تھیں۔ اس نے لڑکی کو باہر جانے کا حکم دیا۔ کمرے میں جب ہم دونوں تنہا رہ گئے تو لوکا
حیرتوں پر قابو پاتے ہوئے اسی تند و تلخ لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''تمہاری خود اعتمادی اور
کوئی نئی بات نہیں، مگر یہ بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے جزیرہ توری کے قیام کے دوران
علاقہ پورے طور پر قبول کرنے کی جو کوشش کی ہے وہ تمہیں کچھ دنوں اور زندہ رکھے گی۔ ا
باگمان..... جزیرہ باگمان، جزیرہ توری سے مختلف ہے۔ یہاں وہی شخص قدم جما سکتا ہے جو
پر بے شمار آنکھیں ہوں۔''

''اس کی رحمتیں سایہ گستر رہیں، اس کی چاہت دل میں جاگزیں رہے۔'' میں نے
کہا۔ ''میں یہ سب کچھ اس کی نظر میں اپنے لیے کوئی رعایت پیدا کرنے کے لئے کر رہا ہو
یقین ہے کہ میری ریاضت رائیگاں نہیں جائے گی۔'' پھر میں نے دل میں کہا۔ ''اگر یہی اس
کا مقصود ہے تو یہی سہی۔ اگر یہی مقسوم زندگی ہے تو پھر اپنی گردن خم کر دینی چاہئے۔''

''بعض اوقات طالب کو اس کا مقصود زندگی میں نہیں ملتا۔ جزیرہ باگمان پر تربیت کی
طویل بھی ہو سکتی ہے۔'' اس نے نفرت سے کہا۔

''مقدس لوکاسا، اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے آنے والی آزمائشوں اور وقت کا خوف دلا
حق میں کوئی مفید کام کر رہے ہو تو میں گزارش کروں گا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے
جملہ کوائف سے مطلع کرو مجھے کیا کرنا ہوگا؟ میرے لیے کیا حکم ہے؟'' میں نے دلیری سے کہا۔

''کوائف!'' لوکاسا نے مجھے جھڑک دیا۔ ''تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو۔ یہ دل
گستاخی ہے۔ یہ دنیا وہ نہیں ہے جہاں سے تم آئے ہو۔ یہ سارا علاقہ امتحان گاہ ہے۔ ہر
آزمائش ہے۔ ہر پل ایک امتحان ہے۔ اس کا انحصار مجھ پر ہے کہ میں کس وقت تمہارے
دیتا ہوں۔ مجھے گستاخ لوگ ناپسند ہیں۔''

وہ آدمی نہیں جانور تھا۔ وہ بولتا تھا تو کسی درندے کی خو نظر آتی تھی۔ وہ ذرا ذرا سی بات
ہو جاتا اور اشتعال میں دیر تک بہکتا رہتا۔ اس نے مجھے کئی بار مشتعل کر دیا۔ اس کی گردن دبو
لیے میرے ہاتھوں میں کسمساہٹ ہوئی لیکن میں نے اپنے پیر زمین پر جما لیے اور اپنا وجود فنا
دیا۔ اس کی کینہ توز اور حقارت آمیز نظریں میرے جسم کا طواف کرتی رہیں۔ میں خاموشی پر
برہمی سے کہا۔ ''تمہیں غالباً جزیرہ باگمان اور اس کے ناظم اعلیٰ کے مرتبے کے متعلق تفصیل
نہیں کیا گیا۔''

''مجھے یہاں کے اسرار سے کوئی دلچسپی نہیں۔'' میں نے تنگ آ کر کہا۔

کا چہرہ اور غضب ناک ہو گیا۔ اس کی نگاہیں خون برسا رہی تھیں۔ ''اے شخص! آج تک
یں ملانے کی جرات کسی کو نہیں ہوئی۔ لوگ اس کا نام سن کر لرز اٹھتے ہیں۔ روحیں راستہ
''

مقدس ناظم اعلیٰ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میں اس کی توہین کی جرات نہیں کر سکتا۔ شاید ایسا
ہے کہ مقدس لوکاسا کو جزیرہ باگمان پر میری آمد سے کوئی خوشی نہیں ہوئی؟'' میں اپنے
ی پیدا کرنے کی کوشش میں ناکام رہا۔

برافروختہ ہو گیا۔ ''لوکاسا کو غلط فہمی، لوکاسا کی توہین، لوکاسا کی ناراضی..... کیا تمہاری
ہائے؟ کیا تمہارے منہ میں آگ بھر دی جائے۔ اسے ناہنجار شخص! کیا تیرا دماغ خراب
وکاسا نے طیش میں کہا۔ ''وقت بتائے گا کہ تو نے اپنی زبان دراز کر کے عرصہ حیات اپنے
ہے۔ لوکاسا پر طنز۔ اوہ۔ اوہ لوکاسا کی توہین۔''
کر زمین پر پیر مارنے لگا۔
مجھ سے گستاخیاں ہو گئی ہیں۔ میں اپنے مطمع نظر کی ترسیل مناسب الفاظ میں نہیں کر رہا
سا کی عظیم ذات کا عرفان مجھے رفتہ رفتہ ہو رہا ہے۔ مجھے کوئی حکم دیا جائے۔'' میں نے

ر کرنے میں دیر لگی۔ میں نے وہاں غیر معمولی برداشت کا مظاہرہ کیا آخر اس نے مجھے
ان بعد قصر لوریما میں جوشان دار جشن منعقد ہونے والا ہے میں اس میں شرکت کروں
نے اطاعت گزاری کا عہد کروں۔ لوریما جو اس علاقے میں ایک عظیم دیوی کی حیثیت
ہے۔ ہر عہد میں دیوی کی ترجمان ایک دوشیزہ ہوتی ہے۔ جو دیوی کا پرتو کہلاتی ہے۔
ا جانشین سمجھ کر جزیرہ باگمان کا ہر شخص اس کی عبادت اور اطاعت اپنا فرض سمجھتا ہے۔
دار کی حیثیت سے فعال رہتا ہے اور جزیرے پر اس کا کلی تصرف رہتا ہے۔ لوریما دیوی
تی ہے اور پھر خود اسی سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ لیکن لوریما کی حیثیت اس سے متاثر نہیں
رے میں سب سے محترم اور افضل رہتی ہے مجھے لوکاسا نے سرسری طور پر لوریما کے
کی عظمت کے بارے میں بتایا۔
کی اکھڑی اکھڑی گفتگو سے میں نے جو نتیجہ اخذ کیا وہ یہ تھا کہ وہ اپنے موجودہ عہدے
طمئن نہیں ہے، یقیناً لوکاسا اپنی غیر معمولی جرات و شجاعت، اہلیت اور صلاحیت کے بعد
کردار منتخب ہوا ہوگا۔ میں اس سے بہت سے سوال کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے اس موقع
ناسب نہیں سمجھی، ہاں لوریما کو دیکھنے کا اشتیاق میرے دل میں پیدا ہو گیا۔ میں نے جشن

لوریما میں شرکت پر اپنی خوشی کا اظہار کیا تو لوکا سا نے سختی سے کہا۔ ''میں کوئی ایسی بات پسند
گا جو مقدس لوریما کی شان کے خلاف ہو۔''

''میں عورتوں کی قدر کرتا ہوں۔'' میری خوش دلی لوٹ آئی۔

''لیکن مقدس لوریما کوئی عورت نہیں ہے، وہ دیوی ہے، لوکا سا کا سر بھی اس کے سا
جاتا ہے۔'' لوکا سا نے تلخی سے کہا۔

''وہ میرے لیے قابل پرستش ہے۔'' میں نے تیزی سے کہا۔

''اس کا دیدار بھی ایک امتحان ہے۔ وہاں تمہیں اپنی شجاعت اور ذہانت کے جوہر
موقع دیا جائے گا ممکن ہے کل ہی فیصلہ ہو جائے۔ بہتر یہی ہے کہ تم تکلیفوں سے بچ جاؤ
ہوں، موت زیادہ آسان طریقہ ہے۔'' لوسا کا نے سرگوشی کی۔

''میں سمجھا نہیں؟'' میں نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''تم جا سکتے ہو۔'' لوکا سا نے حقارت سے کہا۔ میں نے کسی ایسی مشین کی طرح عمل
کوئی بٹن دبا دیا گیا ہو۔ میں لوکا سا سے اور گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہیں
اشارہ پا کر میں نے خاموشی اختیار کر لی اور چپ چاپ واپسی کے راستے پر ہو لیا۔
اندھیروں نے پھر میرا احاطہ کر لیا۔ میں راستہ ٹٹولتا ہوا غار کے دہانے سے باہر آ گیا۔ باہر
میں سانس لیتے ہی مجھے متلی ہونے لگی اور میں نے حلق میں ہاتھ ڈال کر تمام گوشت لوٹ د
قدر سکون ہوا تو میں نے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا، میرا کوئی جادہ نہیں تھا، میری کوئی منزل نہیں
اندھیرا تھا اور کوئی میرا رہبر نہیں تھا۔ طعام و قیام کا مسئلہ مجھے خود حل کرنا تھا۔ میں ایک
کنارے ستانے بیٹھ گیا اور دیر تک اپنے خیالوں میں گم رہا۔ گاہے گاہے روشنی کے جھ
نظریں خیرہ کر جاتے تھے، ہر طرف درخت تھے، صرف اندھیروں میں بڑھنے والے یہ در
میں رہنے والے جانور میرے ساتھی تھے۔ آبادی دور کہیں بہت دور نظر آتی تھی۔ میں
طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہنے سے کیا ہوگا۔ میں نقاہت سے ختم ہو جاؤں گا۔
حاصل کرنی چاہئے، چاہے مجھے آبادی کی طرف جانا پڑے۔ یہ کیسا علاقہ ہے جہاں
پوچھتا۔ وہ مجھے قید بھی نہیں کر رہے ہیں، کم از کم غذا اور قیام کے بارے میں بے فکر ہو جا
نے مجھے ایک آوارہ کتے کی طرح چھوڑ دیا ہے جو کونے کھدروں میں اپنی غذا سونگتا پھرتا
اس بندر کا خیال آیا، پتہ نہیں اسے کیا ملا۔ میں چھ دن تک اس کمرے میں بند رہا تھا۔ لو
ہونے میں دو دن رہ گئے تھے اور فریسا نے مجھے بتایا تھا کہ جشن آٹھ روز میں منعقد ہوگا
سیاہی میں رات دن کی تمیز مشکل تھی۔ پانچ دن پانچ راتیں میں اور بندر بھوکے رہے۔ خ

ہو گئی میں نے درخت ٹٹولنے شروع کیے کہ شاید کوئی پھل مجھے مل جائے لیکن وہاں سبز
ع سوا کچھ نہیں تھا۔ میں نے مجبور ہو کر اشار کے سکھائے ہوئے کچھ عمل کیے اور جارا کا کا کی
ی کو ایک خاص سمت میں رکھ کر اس سے رہنمائی کی درخواست کی۔ اسی لمحے مالا سے روشنی کی
ہوئی اور میں بستی کی طرف چل دیا۔ مالا کی روشنی نے بستی کی سمت اشارہ کیا تھا۔ میں تیز تیز
چلتا ہوا بستی میں داخل ہو گیا۔ بستی گنجان تھی اور چھوٹی بڑی جھونپڑیوں پر مشتمل دور تک پھیلی
ہاں۔ انسانی آوازوں کی گونج اور چہل پہل نے میرے اوسان بحال کیے۔ تھوڑی دیر تک میں
ی کی قطاروں کے ساتھ بل کھاتے ہوئے راستوں پر چلتے لگا۔ کوئی دیا کہیں ٹمٹما رہا تھا تو کہیں
ہنسنے رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، آخر ایک نسبتاً صاف، کشادہ اور روشن جھونپڑی میں، میں
خل ہو گیا۔ میرے گلے میں پڑی ہوئی مالا سے روشنی پھوٹ رہی تھی جس سے جارا کا کا کی
ی نمایاں ہو گئی تھی۔ اندر پہنچ کر مجھے ایک بوڑھی عورت اور اس کی نوجوان بیٹی نظر آئی۔ وہ میری
ہم گئیں میں نے جزیرہ توری کی رسم کے مطابق انہیں سلام کیا اور اُن سے کہا۔ ''مجھے کھانا
۔''

''تم کون ہو؟'' نوجوان لڑکی نے سراسیمہ ہو کر پوچھا۔

''میں ایک بھوکا آدمی ہوں اور اس جزیرے میں اجنبی ہوں۔'' میں نے انکسار سے کہا۔

''اجنبی..... اجنبی۔'' اس کی آنکھیں دہشت سے پھیل گئیں۔ ''کیا اس نے تمہیں نہیں دیکھا؟''

''کس نے؟ کس نے اے معصوم لڑکی؟ تم کس سے خوف زدہ ہو۔''

''وہ اجنبیوں کو پسند نہیں کرتا، تم یہاں سے چلے جاؤ۔''

''کون؟ مگر میں یہاں مقدس اقابلا کے حکم سے بھیجا گیا ہوں۔''

''مقدس اقابلا۔ مگر تمہیں پہلے اس کے پاس جانا چاہئے۔''

''اگر تمہاری مراد مقدس لوکا سا ہے تو میں اس سے مل چکا ہوں۔ اے پیاری لڑکی۔ تم باتیں بعد
ا۔ مجھے شدید بھوک لگی ہے۔'' میں نے بے چارگی سے کہا۔

''ہم پر عذاب نازل ہوگا۔ ہم تمہیں اس کی اجازت کے بغیر کھانا نہیں دے سکتے۔'' بوڑھی
تھا بار بولی۔

''ایک اجنبی شخص جو بھوکا ہے، تمہارے دروازے پر آیا ہے میں جزیرہ باگمان پر تربیت کے
بھیجا گیا ہوں۔ اگر تم نے مجھے کھانا دینے سے انکار کر دیا تو میں خود حاصل کر لوں گا۔ میں جزیرہ
ر ایک قبیلے کا سردار ہوں۔'' میں نے سختی سے کہا۔

''تم ایک معزز شخص معلوم ہوتے ہو لیکن دیوتاؤں کے لئے ہمیں ایسی باتوں پر مجبور نہ کرو۔ اس

کا حکم ہے کہ نافرمانوں اور اجنبیوں کے ساتھ کوئی سلوک مت کرو۔ وہ اپنے اصولوں کا پ
بوڑھی عورت نے التجا کی۔

"مجھے معلوم ہے لیکن میں بھوک کی نقاہت میں اب چل بھی نہیں سکتا۔ مجھے کھانا
زبردستی تم سے چھین لوں گا۔ پھر تم کسی عتاب کا شکار نہ ہوگی۔" یہ کہہ کر میں آگے بڑھا او
کے برتنوں پر قبضہ جمالیا۔ اس نے میرا ہاتھ روکا، لڑکی بھی اپنی ماں کی مدد کو آگئی لیکن
دھتکار دیا اور بے تحاشا منہ میں آدھ گلا گوشت چبانے لگا میں انہیں دھمکیاں دے رہا تھا
میں جارا کا کا کی کھوپڑی ہے اور میں پُراسرار علوم سے کسی حد تک واقف ہوں۔ میری
ہوئیں۔ وہ سہم کر پیچھے ہٹ گئیں اور میں نے اُن سے بے نیاز ہو کر خوب سیر ہو کر کھایا۔
قابل رحم تھی۔ زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جبراً کسی دوسرے کی غذا کھائی تھی۔
پہنچی تو مجھ پر نشہ طاری ہوگیا اور میں بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ کوئی اندازہ نہیں کہ میں کر
جب جاگا تو اندھیرا موجود تھا۔ لڑکی کی ماں ایک طرف کونے میں دبکی ہوئی تھی اور لڑکی
میں خوف زدہ سی بیٹھی تھی۔ میں نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور بڑی ملائمت سے لڑکی کا
نے جھجکتے جھجکتے اپنا نام نکری بتایا۔ میری آنکھیں غذا اور نیند سے کھل گئی تھیں۔ پہلی بار
غور سے دیکھا۔ وہ جاذب نظر تھی۔ ہر جوان لڑکی جاذب نظر ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نے
اتارنے کے لئے اپنے لہجے میں گداز اور اپنے انداز میں وارفتگی پیدا کرلی۔ وہ خاموش
باتیں سنتی رہی اور اس نے مجھے تاؤ دلانے کی حد تک جواب سے گریز کیا۔ لیکن وہ آ
علاقے کی ایک معصوم لڑکی تھی۔ وہ اور اس کی ماں کہاں تک میرے طرز عمل سے متاثر
پر لوکا سا کا خوف طاری تھا۔ لوکا سا کوئی مقبول اور پسندیدہ شخص نہیں معلوم ہوتا تھا۔
کمزوری پکڑ کر اُن سے گفتگو چھیڑ دی۔ آخر مجھے چند باتیں پتہ چل گئیں کہ لوکا سا حال
کے منصب پر فائز ہوا ہے اور اس نے آتے ہی سخت قوانین نافذ کر دیئے وہ جسے چاہتا
ہے۔ ساری بستی اس کے نام سے لرزتی ہے اس سے پہلے اسٹالا جزیرے کا سردار تھا۔
جزیرے سے روپوش ہوگیا۔ لوکا سا سخت تربیت کے بعد اسٹالا کا نائب بن گیا تھا، دو
لوریما سے ایک اعلان ہوا کہ اب اسٹالا کی جگہ لوکا سا سردار ہے۔ نکری سے میں نے جز
لوگوں کے نام نہایت احترام سے لیے اور ایک بچے کی طرح کارآمد معلومات حاصل کیں
کوئی خوف نہیں تھا کہ ان معلومات کے عوض نکری پر کیا گزرے گی۔ پھر بھی میں نے
رکھی اور اسے بچانے کے لئے الٹے سیدھے سوالات کیے اس جزیرے کی سیاست کے
زیادہ معلومات فراہم نہیں کرسکتی تھی لیکن مجھے اس بکھرے ہوئے مواد سے مفروضے قائم

مفروضے جن کی بنیاد پر میں آئندہ اپنے لیے کوئی راہ متعین کرسکتا تھا۔ نکری نے میرے جذبات
پھر چالائی لیکن میں اس سے دُور ہی رہا۔ کچھ دیر بعد میں بستی میں گھومنے چلا گیا۔ جشن لوریما کی
تیاں شباب پر تھیں۔ ہر سال لوریما دیوی کی سالگرہ کا جشن نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا
بستی سے نکل کر میں پھر جنگل کی طرف روانہ ہوگیا اور وہاں ایک درخت کی چھاؤں میں بیٹھ کر
کے متعلق سوچنے لگا۔ میرا ذہن اس وقت عجیب پیچیدگیوں میں مبتلا تھا۔ جزیرہ توری کی سرداری
یران اور شوالا کو زیر کرنے کے بعد میں اسی قسم کی باتیں سوچتا رہا تھا۔ لوکا سا میرے امتحان کی
بول کرسکتا تھا اور لوکا سا مجھے جلدی یہاں سے روانہ بھی کرسکتا تھا۔ اس منفعض اور نفرتی شخص نے
ئی اچھا اثر نہیں چھوڑا تھا۔ نکری کی زبانی اسٹالا کی سرکوبی کی خبر سن کر مجھے لوکا سا کی اہمیت کا
ہوا۔ لوکا سا نے اسے سازش کر کے ہی ہٹایا ہوگا۔ اسٹالا خود بھی غیر معمولی طاقتوں کا مالک ہوگا۔
مجھے یہاں کی سیاست کے پیچ وخم سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میری دلچسپی کا محور تو میں خود تھا جو
جلد یہاں سے فارغ ہو کر اپنے جزیرے پر پہنچنا چاہتا تھا اور اس کی بارگاہ میں قرب کا جویا
معلوم نہیں کہ سورج کس وقت چھپا اور کس وقت طلوع ہوا ہوگا، جزیرہ باگمان سے سورج بچ کر
میں نکری کی جھونپڑی میں دھرنا دے کر بیٹھ گیا۔ دوسرے وقت کا کھانا بھی میں نے اسی
اور جھینا جھپٹی میں کھایا۔ وہ میری موجودگی سے سخت ہراساں تھیں۔ نکری خود کوئی بات نہیں کرتی

اور پھر وہ وقت آگیا جب لوریما کا جشن سالگرہ منایا جانے والا تھا۔ اس وقت بستی کے لوگ
جوق ایک سمت جارہے تھے میں بھی ان میں شامل ہوگیا اور بستی سے خاصی دور ایک کھلے
کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ ڈھول پیٹتے، کڑے اُچھالتے، رقص کرتے، گانا گاتے اور شور مچاتے
جارہے تھے۔ یہ ان کا مذہبی تہوار تھا۔ افریقی قبائل کے ان تہواروں کو وہاں کی تہذیب میں
حاصل ہے۔ جو سنا تھا اس سے کہیں بڑھ کر پایا۔ میدان میں سورج پوری آب وتاب سے
میدان کے باہر اندھیرا تھا۔ عجیب حیرت کا مقام تھا کہ سورج نے زمین کا صرف ایک حصہ
لوگوں کے لئے منتخب کیا تھا۔ سورج کی روشنی میں آکر جزیرہ باگمان کے لوگ اچھلنے کودنے اور
ناچنے لگے۔ جو لوگ سال میں صرف ایک مرتبہ سورج دیکھتے ہوں۔ ان کا کیا عالم ہوگا۔ اس
چوکڑی اور غل غپاڑے کو دیر ہوگئی۔ اُن کے سیاہ جسم سورج کی روشنی میں چمک رہے تھے۔
کڑوں کے ساتھ دیوانہ وار رقص کررہی تھیں ان کے انداز میں جارحیت تھی جیسے آج رقص میں
خوں کھودیں گے۔ ڈھول کی تھاپ، سمندر کی سیپیوں سے بنائے ہوئے باجوں، رنگین جسموں
کے گلے اور ہاتھوں میں پڑے ہوئے کڑوں کی جھنکاروں نے ایک عجیب سماں پیدا کررکھا تھا۔

پھر غلغلہ ہوا اور میدان میں زور سے نقارے بجنے لگے۔ سامنے پتوں سے بنا ہوا جال کا پر
اور جزیرہ باگمان کے تمام لوگ زمین کو بوسے دینے لگے۔ سب سے پہلے لوکا سا نمودار ہوا
ہاتھ بلند کر کے رقص کرتی ہوئی دو نوجوان لڑکیوں کو اشارے سے آگے بلایا۔ لوکا سا کے د
پتھر کی بنی ہوئی ایک مورتی نصب تھی۔ وہ ایک عورت کا ایک مجسمہ تھا جس کے ہاتھ میں پ
اس کا سارا جسم عریاں تھا۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلکی ہوئی تھی۔ نوجوان لڑکیاں اس
قریب پہنچ گئیں تو لوکا سا نے بڑی پھرتی سے اپنے دونوں ہاتھوں کے خنجر ان کے سینوں
دیئے۔ لڑکیاں تیورا کر مجسمے کے قدموں میں گر پڑیں اور بُری طرح تڑپنے لگیں۔ خون چا
بہنے لگا۔ مجمع کی ہاؤ ہُو، شور غل میں اور اضافہ ہوگیا۔ نقارے اور تیزی سے پیٹے جانے لگے
لمحوں بعد ان دونوں تڑپتی ہوئی لڑکیوں کو مورتی کے قدموں سے ہٹا دیا گیا اور وہاں سبز
پھولوں سے ڈھکی ہوئی لڑکیاں جلوہ گر ہوگئیں۔ ان کے کاندھوں پر ایک تخت رکھا ہوا تھا
نازک اندام حسین وجمیل لڑکی تمکنت کے ساتھ رونق افروز تھی۔ وہ یقیناً اشمار اور سارما کے
کا عکس تھی اور ان سیاہ فام حبشیوں میں سب سے علیحدہ نظر آ رہی تھی۔ اس کی رنگت سرخ
نگار حبشیوں سے قطعی مختلف تھے۔ جلد ہی تخت مورتی کے قدموں کے آگے رکھ دیا گیا اور مو
اس کے زہد شکن شباب پر پڑنے لگا۔ وہ لوریما کی جانشین کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔
ہوئی کہ اتنی حسین لڑکی لوکا سا جیسے کریہہ اور بھدے شخص سے خلوت پر آمادہ ہو جاتی ہے۔
تھا اور اسے قریب سے دیکھنے کے لئے میرا دل بُری طرح مضطرب ہو رہا تھا۔ ہجوم میں را
میں اس کے قریب ہوتا گیا اور ایک کونے میں کھڑا ہوگیا۔

وہ اقابلا کی پری جمال دوشیزاؤں کے حلقے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے جلوہ گر ہو
ادا کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کیا۔ ایک خلقت لوریما کے اوصاف کے گن گانے لگی۔ پھر اس
کر کے انہیں خاموش کر دیا۔ لوکا سا اپنے نائبین، اپنے محافظ دستے اور جزیرے کے سربرا
کے ساتھ بڑے طنطنے اور دبدبے سے کھڑا تھا۔

''مقدس لوریما تمہاری مسرتوں میں شریک ہے۔'' لوکا سا کی آواز آئی اور مجمع میں ا
مچ گئی۔

پھر جزیرے کی ساری آبادی رقص کرتی ہوئی قطاروں کے ساتھ لوریما کے سامنے
لوریما پر پھولوں کی پتیاں بکھیرتی ہوئی کھلے میدان میں جمع ہوتی رہی۔ لوریما کے خوبصو
کی عقیدوں کا بہت آہستگی سے جواب دے رہے تھے۔ میں اس کے اور قریب ہوگیا
ڈولنے لگا۔ مجھے لوکا سا پر رشک آنے لگا۔ اس نازک بدن لڑکی کے سارے حقوق اس

ں کے لب پھولوں کی پتیاں، اس کے رخسار جیسے دہکتے ہوئے شعلے، اس کے دانت جیسے یمن
ی، اس کی نگاہیں جیسے گہری نیلگوں جھیلیں، وہ سمن بردہ ستم گردہ غارت گر جب نگاہیں اُٹھاتی
ام شخص لڑکھڑا جاتا تھا۔

''یہ ہے وہ۔'' زیر لب میں نے خود سے کہا۔ میں اس کے پاس جانے کے لئے پَر تولنے لگا۔
کا سا کی موجودگی میں کسی گستاخی کی سزا مجھے معلوم تھی۔ اسی اثناء میں میدان میں درمیان کی جگہ
ی اور جانوروں کی پیٹھ پر بیٹھا ہوا رنگ برنگا ایک جلوس شور مچاتا ہوا گزرا پھر کچھ ستم رسیدہ قیدی
لائے گئے۔ ان کے چہرے مسخ ہو چکے تھے اور وہ مجہول انداز میں گرتے پڑتے زنجیروں کے
ں چل رہے تھے۔ انہیں ایک ایک کر کے دہکتی ہوئی آگ میں ہجوم نے بے پروائی سے جھونک
ں کی دل دوز چیخوں کا کسی پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر لوکا سا اس کے قریب آ گیا اور اس نے وہاں
ہن کی موجودگی میں غسل آتش کیا۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ لوکا سا آگ میں کود گیا تھا اور
طرف سے صحیح وسلامت نکل آیا تھا۔ اس کے نمودار ہوتے ہی مجمع میں ایک بھنبھناہٹ سی ہوئی۔
قریب آ کر لوریما کے سامنے سربسجود ہوگیا۔ دیوانگی اور وحشت کے کئی اور مظاہرے وہاں
۔ پھر کھیلوں کے مقابلے، جسمانی کرتب اور وحشیانہ رقص قبیلے کے منتخب نوجوان مجمع کو چیلنج
، کوئی سامنے آتا، ان سے لڑتا اور جو جیت جاتا وہ لوریما کے پہلو میں کھڑا کر دیا جاتا۔ جسمانی
بہادر لوگ ایک دوسرے سے مقابلہ کر کے لوریما کے پہلو میں کھڑے ہوتے تھے۔ لوریما یہ
بڑے اشتیاق سے دیکھ رہی تھی۔ اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی جب ایک دوسرے
ابلہ کر کے ایک نوجوان سربلند قرار دیا گیا تو لوکا سا نے مجمع کو مخاطب کیا کہ اب کوئی اس نوجوان
قابلے کا دعویٰ کرنے پر آمادہ ہے؟ میں نے سوچا مجھے آگے بڑھنا چاہئے۔ یہ نوجوان شوالا نہیں
بھی اگر میں ہار گیا تو میرے تمام منصوبے خاک میں مل سکتے ہیں۔ بڑی ذلت کا سامنا کرنا
میں نے نوجوان کے جسم کا جائزہ لیا، وہ ایک بھرپور اور مضبوط شخص تھا میں نے جارا کا کی
ی ہاتھ میں پکڑی۔ آنکھوں میں اقابلا کا چہرہ گھوم گیا۔ اس وقت مجھے سرنگا بھی یاد آیا۔ زبردست
ادی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں لوکا سا کے سامنے آ گیا اور میں نے با آواز بلند کہا۔ ''میں اس
نوجوان سے مقابلے کے لئے تیار ہوں۔''

لوکا سا میری جرات پر حیرت زدہ رہ گیا۔ میں نے بہت قریب سے لوریما کے حسین چہرے پر
ی۔ اس سے میری نظریں چار ہوئیں تو مجھ پر ایک کیفیت طاری ہوئی۔ اس کی آنکھوں اور
ئی سنجیدگی نے مجھے اور کرب میں مبتلا کر دیا۔ میں نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا اور وہی ہوا جو میں
تھا۔ لوریما کے سامنے مجھے اپنی زبان کی فصاحت اپنے لہجے کی دلکشی اور اپنے اطوار کی شائستگی

دکھانے کا موقع مل گیا۔ لوکا سا نے مجھے منع کیا۔ اس نے اصرار کیا۔ میں انکار و اصرار کو طول د
تھا تا کہ میں کسی طرح لوریما کے دل میں اقابلا کی طرف سے آئے ہوئے جزیرہ توری کے
لئے کوئی گداز پیدا کر سکوں۔ میں کچھ دیر لوکا سا کو اِدھر اُدھر کی باتوں میں اُلجھائے رہا۔ میرے
کے خدوخال، جاذبیت اور میری آنکھوں کی تہذیب نے لوریما کو میری طرف دیکھنے پر مجبور کر
اس سے تعارف کرایا گیا اور لوکا سا نے مجھے ذلیل کرنے کے لئے اس کے سامنے دھمکیاں د
اپنے اثر و اقتدار کی نمائش کی۔ میرا حربہ کامیاب تھا۔ میں خود کو ایک خاص حیثیت سے روشناس
میں کامیاب ہو گیا تھا لیکن جب لوریما نے ہاتھ اُٹھا کر لوکا سا کو خاموش کر دیا اور مقابلے کے
اعلان کیا تو یک بارگی میرے اعصاب میں رعشہ سا آ گیا۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو بوسہ
لیکن حبشیوں نے مجھے بے دردی سے کھینچ لیا اور میدان میں کسی جانور کی طرح پھینک دیا۔ ا
اُٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک بزرگ شخص میرے پاس آیا اور اس نے میرے گلے سے
کی کھوپڑی اور مالا اُتار لی، نوجوان نہتا تھا۔ اس نے آتے ہی غرا کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں جھکا
کر اسے زمین پر گرانے میں کامیاب ہو گیا۔ شوالا سے جنگ جیتنے کے بعد میں کوئی نئی بات محسو
کر رہا تھا۔ اس مقابلے کی طوالت کا ذکر میرے خیال سے مناسب نہ ہو گا۔ مختصر یہ کہ میں نے
نفسیاتی طریقوں سے اسے دہشت زدہ کرنے کے حربے اختیار کئے۔ پھر مختلف طریقوں سے ا
وار بچاتا رہا، اسے تھکاتا رہا اور خود مسکراتا رہا، میں اس کے سامنے اس طرح کھڑا ہو جاتا جیسے
شیر خوار بچہ ہو۔ جب وہ غصے میں بپھرا ہوا مجھ پر حملہ آور ہوتا تو میں کبھی غیر متوقع طور پر اس کی
پکڑ کر اسے لوٹ دیتا، کبھی سامنے سے ہٹ جاتا اور وہ زمین پر دھب سے گر پڑتا۔ وہ ایک تنو
متوسط قد کا فولادی آدمی تھا، سارے مجمع کے لئے یہ کھیل دلچسپ تھا۔ کچھ میرے انداز کے سبب
اور کچھ آخری مقابلے کی وجہ سے۔ میں درمیان میں ایسے جملے بولتا رہا جو اس کی ہمتیں پست کر
وہ ایک پیشہ ور جسم باز تھا۔ میں اس میدان کا کھلاڑی نہیں تھا لیکن میں عام انداز سے ہٹی ہوئی
رہا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اس نے میرا جسم اپنے آہنی ہاتھوں کی گرفت میں لے لیا۔ مجھے اند
کہ وہ کتنا سخت جان ہے اور میرا خیال ہے اسے بھی اندازہ ہو گیا ہو گا کہ جابر بن یوسف البا
کوئی شخص اس کی گرفت میں ہے، میں نے اسے زور کرنے دیا۔ وہ مجھے ہلا بھی نہ سکا۔ مجھے خو
آپ پر حیرت ہوئی۔ یہ کس بل پہلے تو نہ تھا۔ اس ہنگامے میں خاصا وقت گزر گیا۔ وہ پسینے میں
ہو گیا میں نے آخر دیوتاؤں کا جام نوش کیا تھا میں نے زور کرنا شروع کیا اور اسے سنبھلنے کا موقع
بغیر پے در پے حملے کرنے شروع کر دیئے۔ میں اتنی پھرتی اور اتنی مستعدی سے اس پر وار کر رہا
وہ بوکھلا گیا اور ایک جگہ لڑھک کر گر گیا۔ یہی موقع تھا جب میں پورے طور پر اس دیو پر غالب

نے مجھے اس سے علیحدہ کیا۔ مجمع میں پھر نقارے بجنے لگے اور نعرہ ہائے داد و تحسین بلند ہوئے۔
کاہن نے میری مالا اور جارا کا کا کی کھوپڑی واپس کر دی۔ پھر مجھے اس کے روبرو لے جایا
اس نے چمکیلی آنکھوں سے میرے سراپا کا جائزہ لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ اس
ادائے دلبرانہ سے مجھے دیکھا۔ میں نے جھک کر اس کے قدموں کا بوسہ لے لیا اور اس کے
وشفاف پیر اپنی پلکوں سے لگا لیے۔ اس نے مجھے ایک سنہری مالا بطور تحفہ دی۔ میں نے آنکھوں
میں اپنی تشنگی کی کئی داستانیں اسے سنا دیں۔ اس نے لوکا سا کو اشارہ کیا۔ لوکا سا نے اپنے گھٹنے
ٹیک دیئے۔ ''جابر بن یوسف الباقر کو قصر میں پیش کیا جائے۔''
''مقدس لوریما کے حکم کی تعمیل کی جائے گی۔'' لوکا سا نے کہا۔
کاہن نے مجھے اس کے سامنے سے ہٹا دیا۔ لوکا سا کے چہرے پر خشونت کا اظہار چھپ نہ سکا۔
مقابلے کے بعد جانوروں پر قابو پانے کے مقابلے میں پیش ہوئے۔ یہ ایک دل ہلا دینے والا منظر
آدمی درندوں کے سامنے چھوڑ دیئے جاتے تھے اور وہ انہیں سر کرنے کی کوشش میں ان کا لقمہ
تے تھے۔ آدمیوں کا انتخاب کاہن کرتا۔ وحشی ہاتھی، چیتے، شیر اور گیدڑ۔ میدان میں پہلے گیدڑ
ے گئے اور دس آدمیوں کی ٹولی کا کاہن نے پسند کر کے انہیں میدان میں چھوڑ دیا لیکن انہوں نے
ں پر قابو پا لیا۔ پھر ایک مست ہاتھی، پھر ایک چیتا۔ الامان والحفیظ۔ ان لرزہ خیز مقابلوں کی
یان کرنے کا یارا نہیں۔ ہاتھی نے یکے بعد دیگرے کئی آدمیوں کو کچل دیا۔ پھر بھی وہ اس پر قابو
لے۔ میدان میں خون ہی خون بکھرا پڑا تھا۔ چیتے کے ساتھ بھی یہی وحشت انگیز خونیں تماشا کیا
مجھے خوف تھا کہ کہیں لوکا سا مجھے منتخب نہ کر لے۔ میں درندوں پر حاوی تھا لیکن یہاں میرا کون سا
تا۔ آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ کاہن نے لوکا سا کے اشارے پر میرے سینے پر انگلی رکھ دی اور
مجھے پندرہ آدمیوں کی ٹولی کے ساتھ ایک کھلے ہوئے چیتے کے سامنے جانا پڑا۔ ان سب کے
سفید ہو گئے تھے۔ کاہن نے دوبارہ جارا کا کا کی کھوپڑی اور مالا میری گردن سے اتار لی تھی
نے ان سب کو منظم کیا اور کہا کہ وہ ایک ساتھ مقابلہ کریں۔ ہم ایک ساتھ آگے بڑھے۔ مگر چیتے
ب دم جست لگائی اور ہمیں زخمی کرتا ہوا دوسری طرف پھلانگ گیا۔ میں نے انہیں پھر حوصلہ
کی کوشش کی اور کہا کہ وہ اس بار چیتے کو ٹانگوں اور دُم سے پکڑنے کی کوشش کریں۔ جب وہ
ہوا ہمارے غول کی طرف بڑھا تو وہ اس کی ٹانگیں اور دُم کا پھندنا پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔
چیتے کی خوفناک غراہٹ سے دہشت زدہ ہو گئے وہ ان کے ہاتھوں سے پھر نکل گیا۔ اس کے
سے دو آدمی نیم جاں ہو کر زمین پر لوٹنے لگے۔ اب چیتے کا غضب بڑھ گیا تھا اور اس کی آنکھوں
امنڈ آیا تھا یہ ایک بہت خطرناک کھیل تھا۔ میں نے ان کا عزم جوان کرنے کی کوشش کی۔ چیتا

اس بار پھر ہمارے ہاتھوں میں آ گیا اور دو چار کو زخمی کر کے دوبارہ گرفت سے آزاد ہو گیا۔ کھیل میں رفتہ رفتہ 9 آدمی ڈھیر ہو گئے۔ چیتا کسی کے قابو میں نہیں آتا تھا۔ سارے ہجوم پر خاموشی طاری تھی اور پھر وہ وقت آ گیا جب ہماری تعداد صرف تین رہ گئی۔ جو شخص میدان ہونے کی کوشش کرتا۔ لوکا سا کے محافظ اسے اندر دھکیل دیتے اور وہ لرزتا ہوا ہمارے ساتھ جاتا۔ جب تین آدمی رہ گئے تو مجھے تشویش سی ہونے لگی۔ میری تمام ہدایات ضائع گئی تھیں۔ باقی افراد میری باتوں پر کوئی توجہ نہیں دے رہے تھے۔ ایسے عالم میں مجھے کاہن اعظم سورا سرنگا کو میں نے پکارا اور جب ان میں سے کوئی میری مدد کو نہیں آیا تو میں نے کاہو کو آواز د آواز دیتے ہی میرے بدن میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آ گئی کہ میں نے بڑی آسانی کی ایک بھرپور جست پر اسے اپنی گرفت میں لے لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے کچھ نظر میں نے اسے دبوچ لیا تھا اور میرے دو ساتھیوں نے فوراً اس کی ٹانگیں مروڑنی شروع کر چیتے کو زیر دیکھ کر دوسرے زخمی بھی کراہ کر اٹھ آئے اور ہم سب اس پر پے در پے ٹوٹ پڑے لاتوں، گھونسوں اور پے در پے حملوں سے چیتا بے ہوش ہو گیا۔ یہ معرکہ اتنا سخت تھا، اتنا کہ میں اب بھی یاد کرتا ہوں تو میرا رواں رواں کانپنے لگتا ہے۔ مجھے دوبارہ لوریما کے سا گیا اور اس نے ایک بھرپور نظر ڈال کر مجھے دیکھا۔ میں وہ نظریں پہچانتا تھا۔ حالانکہ اس مجھے لوریما کی طرف سے ایک اور مالا پیش کی گئی لیکن میرا تحفہ تو اس کی وہ مسکراہٹ تھی جس کا نہیں۔

سورج غروب ہونے لگا اور جزیرہ باگمان کی طویل ترین رات کا آغاز ہو گیا۔ اندھیروں میں ڈوب گئی۔ میں بستی کے لوگوں کے جلو میں سرفراز نکری کے گھر جا رہا تھا۔ خوش نظر آ رہی تھی۔ رات کو وہاں چراغاں تھا۔ عام دعوت میں آگ پر مسلم جانور بھونے جا اور شراب انڈیلی جا رہی تھی۔ لوگ بدمست تھے۔

دوسرے دن صبح۔ وہ صبح ہی ہو گی، جزیرہ باگمان میں زندگی اپنے معمول پر آ گئی۔ میں کر ویران جھونپڑی کی طرف دیکھا۔ نکری اور اس کی بوڑھی ماں دونوں موجود نہیں تھیں، میں کھڑا ہو گیا اور اپنے منہ پر پانی کا ایک چھپکا مار کر تیزی سے جھونپڑی سے باہر نکل گیا۔ سارا ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ میں نکری کی تلاش میں بستی سے آگے نکل گیا۔ میرے خدشات در ہوئے بستی سے آگے ایک جگہ مشعل روشن تھی اور وہاں نکری اور اس کی ماں کے سر لٹکے ہو مشعل کی روشنی میں ان کے خود آلود چہرے بڑے بھیانک لگ رہے تھے، ان دونوں کے پڑے ہوئے تھے۔ یہ خوف ناک منظر دیکھ کر صدمے سے میری حالت غیر ہو گئی۔ قتل و

ہی سزاؤں اور درندگی کا یہ کھیل یہاں عام تھا لیکن ان دونوں کی گردنیں صرف میری وجہ سے تہہ تیغ ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے اعانت کی بڑی شدید، بہت عبرت ناک سزا پائی تھی۔ میرے دل میں لوکا سا کے لئے نفرت اور غضب کا ایک طوفان اُٹھا۔ میری مٹھیاں بھنچ گئیں اور رگیں تن گئیں میں نے نکری کا سر اُتار کر اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور تلملا کر بستی سے آگے بڑھ گیا۔ میں کچھ ہی آگے گیا ہوں گا کہ لوکا سا کے محافظوں نے مجھے آلیا۔ کابالو بھی ان کے ساتھ تھا جو میری کسی بات کا جواب نہیں دے رہا تھا۔ مجھے اندھیرے راستوں سے گزار کر ایک بڑے دروازے تک پہنچا دیا گیا۔ سارے پہرے دار باہر رہ گئے ہیں۔ اکیلا دروازے میں داخل ہوا۔ اندر روشنیاں ہی روشنیاں تھیں، وہ محل مبری توقع اور تصور کے مطابق تھا۔ اس کی تعمیر بھی اقابلا کے قصر کی طرح ہوئی تھی اور وہ شان و شوکت کے اعتبار سے جزیرہ باگمان کی حسین و جمیل دیوی لوریما کے عین شایان شان تھا۔ میں تفصیلات سے گریز کر رہا ہوں، صرف اتنا فرق تھا کہ یہاں قصر اقابلا کی طرح سفید فام دوشیزاؤں کے بجائے سیاہ فام لڑکیوں نے میرا استقبال کیا۔ میں مختلف کمروں اور ایوانوں سے گزر کر ایک آراستہ شبستان میں پہنچ گیا۔ پورا ماحول گلاب کی خوشبو سے معطر تھا۔ شاید لوریما دیوی کو گلاب بہت پسند تھا۔ ایسی جاذب نظر دلکش سیاہ فام دوشیزائیں میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں، ان کے انتخاب میں بہت احتیاط برتی گئی تھی، وہ سب کی سب متوازن بدنوں کی تھیں، انہوں نے میرے گرد احاطہ کر لیا اور مجھے جلد ہی مقدس لوریما کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔ اس لوریما کے پاس جو جزیرہ باگمان میں سب سے محترم تھی اور لوریما دیوی کی جانشین کہی جاتی تھی۔ میں نے لوریما کو متاثر کرنے کے لئے رات بھر مختلف طریقے سوچے تھے۔ اس وقت حسن و شباب کی وہ دیوی میرے سامنے تھی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں اتنی جلد اس کی بارگاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ وہ ایک بڑے مجسمے کے نیچے تمام تر شکوہ اور رعنائی سے فروکش تھی۔ میں جاتے ہی اس کے سامنے جھک گیا۔ اس کے دل نواز ہونٹوں پر تبسم رقص کرتا نظر آیا۔ میری اس سے نگاہیں چار ہوئیں تو میں نے حسرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"مقدس لوریما نے مجھے شرف باریابی بخش کر ایک اجنبی کو نوازا ہے، اس کے لئے سارے احترام واجب ہیں۔ میں اپنی جان نذر کرتا ہوں۔" میں نے شائستگی سے کہا۔

"آہا۔ تمہارے بارے میں سچ سنا گیا تھا۔" اس کے ہونٹ پھول کی طرح کھلے۔ "جابر بن یوسف! تمہاری شجاعت اور ذہانت نے لوریما کو بہت متاثر کیا۔"

"کون جانتا ہے مگر مقدس لوریما کے علم میں ہو گا۔" میں نے بلیغ انداز میں کہا۔ "کہ شجاعت کی تحریک کس کے قرب جمال سے پیدا ہوئی؟"

"اوہ۔ اوہ۔" وہ مسکرائی۔ "لطیف۔ خوبصورت۔"

وہ اقابلا نہیں تھی، اقابلا نے آج تک مجھے براہ راست مخاطب کرنے کی سعادت نہیں
صرف اس کے مخاطب ہونے کی دیر تھی، پہلے میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے ہاں بھی ترجمانی کے
اور انجام دیتا ہوگا۔ چنانچہ مجھے اظہار میں خاصی دقت پیش آئے گی مگر اب میرا کام آسان
میں نے شکوہ لفظی اور تاثر انگیزی میں اپنی ساری توانائی استعمال کی۔ جہاں حسن ہو جہاں
یوں کہیے کہ مناسب محل وقوع ہو اور پھر جہاں جابر بن یوسف ہو، وہاں کیا کیا کرشمے رونما
ہوں گے۔ لوکاسا کے مقابلے میں مجھے برتری کا ایک احساس تھا۔ برتری کا احساس کہ میں
کا ایک فرد ہوں، میں نے اقابلا کا قرب حاصل کیا ہے' اشمار جیسی نادر لڑکی میرے تصرف
ہے، میں نے کاہن اعظم کی لڑکی سموراں کو فتح کیا۔ توشا اور نیری کو اپنے قالب میں ڈھالا، ہ
سے متاثر ہوگئی اور فلورا جیسی لڑکی آخر مجھ پر ملتفت ہوگئی اور سریتا۔ نہیں نہیں، اس کے بار
عجب احساسات دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ سریتا۔ یہ کیسے موقع پر یاد آگئی۔ نہ جانے و
؟ سرلا پر کیا گزری ہو؟ مجھے شدت سے اپنا قبیلہ یاد آیا لیکن میں اس وقت مقدس لوریما کے سا
میں نے شاعری شروع کر دی اور اس سے درخواست کی کہ وہ میری رہبری کرے اور گاہے گا
حسن جہاں تاب سے سیرابی کا موقع عطا کیا کرے، میں نے اظہار و ابلاغ کا کوئی گوشہ نہیں
چنانچہ مجھے لوریما کے نازک ہاتھوں کا بوسہ لینے کا اعزاز حاصل ہوگیا اور جب مجھے یقین ہوگیا
اس کی مخصوص وابستگی کی حدود اور اپنے شوق کی لامحدود وسعت سے ایک کش مکش اُس کے دل
کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ہم اس سے آگے نہیں ہ
تھے۔ میں نے بہرصورت ایک چنگاری روشن کر دی تھی، یہ چنگاری جو دل نشین پیرائیہ اظہار
اور جرات و ذہانت سے بھڑکتی ہے۔ میں دیوانہ وار اس کے ہاتھوں کے بوسے لے رہا تھا۔
ایک سیاہ فام دوشیزہ مؤدبانہ اندر داخل ہوئی اور اس نے ہمارے انہماک و ارتکاز میں خلل ڈا
اس نے لوکاسا کی آمد کا اعلان کیا۔ دیوی نے سرکی جنبش سے اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔ اس
سے مجھے وحشت ہوئی لیکن میں اس کی اجازت کے بغیر اس کا ہاتھ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چند ثانیو
لوکاسا اندر داخل ہوگیا۔ لوریما نے وقار و تمکنت سے اسے دیکھا، جیسے اُسے اس وقت اس کی آمد
گزری ہو اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور میں اس سے ہٹ کر کسی قدر دور کھڑا ہوگیا۔

''مقدس دیوی!'' لوکاسا کے لہجے میں تلخی چھپی ہوئی تھی یا ممکن ہے کہ یہ صرف میرا گما
اس نے کہا۔ ''اس نوجوان جابر بن یوسف البا قر کو مقدس اقابلا نے بھیجا ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' لوریما نے بے نیازی سے کہا۔

''مقدس دیوی کے علم میں یہ بات بھی ہوگی کہ یہ نوجوان تاریک براعظم میں اجنبی

دنیا سے آیا ہے۔ اور اجنبی ہمارے لئے ہمیشہ نحس ثابت ہوتے ہیں۔'' لوکاسا نے نرمی سے کہا۔

''میں اب اجنبی نہیں ہوں۔'' میں نے درمیان میں دخل دیا۔

''میں اس حقیقت سے واقف ہوں لیکن وہ ہم سب سے افضل ہے وہ جانتی ہے کہ کون شخص نحس
ان سعد۔'' لوریما نے وقار سے کہا۔

''وہ محترم ہے۔'' لوکاسا نے سنبھل کر کہا۔ ''تیری بارگاہ میں اس وقت میری حاضری کا مقصد
جوان ہے۔ اس نے اپنی ابتدائی تربیت مکمل کر لی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب اسے زارشی کی
ں پر ریاضت کے لئے بھیج دیا جائے۔'' لوکاسا نے ادب سے کہا۔

''زارشی!'' لوریما نے زیر لب دہرایا اور کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''لوریما کی خواہش ہے کہ یہ شخص
اقابلا کی خدمت میں کامیاب واپس جائے۔''

''یہ سب اس کی مشقت و ریاضت پر منحصر ہے۔'' لوکاسا نے جواب دیا۔

''جابر بن یوسف!'' لوریما نے مجھے کنکھیوں سے دیکھا۔ ''اگر تم کامیاب و کامران واپس آئے تو
وخوشی ہوگی۔''

''مجھے یقین ہے، دیوتا میرے ساتھ رہیں گے۔ میرے دل میں نیکی اور جستجو ہے، مجھے یقین
ں جلد ہی مقدس لوریما کی قدم بوسی کا شرف حاصل کروں گا۔ میں اس کے جلوے سے سرفراز
۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔

لوکاسا کی آمد کے بعد ماحول کا رنگ بدل گیا تھا۔ میری حیثیت ایک غلام کی سی ہوگئی تھی اور
ن محسوس ہو رہی تھی۔ میں لوریما سے اور گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن لوکاسا شاید لوریما کے پاس
یرا قیام پسند نہیں کرتا ہوگا۔ اسی لیے وہ پیچھے پیچھے چلا آیا تھا۔ نکری اور اس کی ماں کی ہلاکت
مجھے اس سے نفرت ہوگئی تھی۔ اس نے یہاں میری شگفتگی دیکھ لی تھی، لوریما کا اشارہ پا کر مجھے
نے کا حکم دیا گیا۔ دو سیاہ فام کنیزیں مجھے لے کر باہر آگئیں، لوکاسا وہیں ٹھہر گیا۔ کمرہ خاص سے
میں نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔ یہ کس قدر اذیت کی بات تھی کہ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ میرے تصور
یما کا خوبصورت چہرہ گھوم گیا..... بستی میں جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ میں سوچ رہا تھا۔ یقیناً یہ
ت میں کیا گیا ہے، زارشی کی پہاڑیوں پر بھیجنے کا فیصلہ لوکاسا نے کہیں کسی خاص مصلحت سے تو
ا ہے؟ بہرحال میں ایک غلام تھا۔ اس کی اطاعت میں نجات تھی، میں جنگل میں ایک درخت
سے ٹک گیا اور مجھے نیند آگئی۔

☆==========☆==========☆

اور اس کے بعد میری زندگی کے سب سے بھیانک دور کا آغاز ہوگیا۔ انہوں نے دوبارہ مجھے

بینائی سے محروم کر کے طویل مسافت کے بعد کسی لاش کی طرح ایک پہاڑی پر ڈال دیا۔ کوئی ہم
کی مسافت کے بعد میں نے خود کو تپتے سورج کی روشنی میں تا حد نظر لق ودق، بے آب وگیاہ
پر پایا۔ دُور دُور تک آدمی کا نشان نہیں تھا۔ دُور دور تک کوئی درخت نظر نہیں آتا تھا۔ شدید
گرم ہوا اور وحشت ناک تنہائی تھی۔ پہلی ہی ساعت میں مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہاں زندگی
کھینچنا ناممکن ہے، بھورے رنگ کی ان چٹانوں میں قبرستان کا سا سکوت طاری تھا۔ وہاں
نہیں تھا۔ صرف چٹانوں کا سایہ تھا۔ قدرت نے ان چٹانوں کو ہر قسم کی نعمت سے محروم کر دیا
نظر ادھر ادھر دوڑانے کے بعد ہی کوئی شخص حوصلہ ہار بیٹھے۔ یہ ریاضت کی کون سی جگہ تھی اور یہاں
کس نوع کی ریاضت کرنی چاہئے تھی، میں حیران و پریشان تھا۔ مجھے یاد آیا کہ زارشی کا نام
کے چہرے پر تکدر کے آثار نظر آئے تھے۔ یہ آزمائش گاہ بہت سخت ہوگی مگر اس کا مطلب
ہوگا کہ مجھے آسانی سے ہلاک کرنے کے لئے یہاں ڈال دیا جائے اگر مجھے ختم کرنا ان کا مقصد
وہاں انہیں کس نے روکا تھا۔ میں نے اپنے ذہن کو ہر طرح سمجھایا اور وہاں کے محل وقوع کا
کے لئے ایک سمت چلنا شروع کر دیا۔ میں چلتا رہا۔ چلتا رہا۔ یہاں ایک ہی بات مجھے اچھی
ہول ناک اندھیرا ختم ہوگیا تھا جس کی لپیٹ میں جزیرہ باگمان ہمیشہ رہتا تھا۔ یہاں دھوپ
تھی، آگے بڑھنے کے ساتھ گرمی کی شدت کی وجہ سے مجھے پیاس لگنے لگی، اب میرا مقصد
کی تلاش تھا۔ میں چٹانوں چٹانوں چلتا رہتا تا آں کہ شام ہوگئی اور حلق میں کانٹے پڑنے لگے
کی شدت نے زیادہ ستایا تو مجھ سے آگے نہ چلا گیا۔ ایک چٹان پر بیٹھ کر میں نے نئے سر
حالات پر غور کرنا شروع کر دیا۔ یہاں پانی بھی ہونا چاہئے اور انسان بھی، میں اس نتیجے پر
نفس کا امتحان ہے، بے ہوشی اور ناتوانی سے پہلے مجھے اس کا کوئی حل ڈھونڈنا چاہئے آخر میں
کاکا کی کھوپڑی اپنے سامنے رکھی اور اشمار کے سکھائے ہوئے چند عمل پڑھ کر نتائج کا انتظار کر
یکا یک مغرب کی سمت سے گرد وغبار اُٹھتا دکھائی دیا۔ میں نے اسے کوئی غیبی اشارہ سمجھ کر
بھاگنا شروع کر دیا۔ گرد وغبار کے طوفان میں داخل ہو کر میرا سر چکرا گیا اور مجھے متلی ہونے
جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں پکڑ کر کسی اُمید میں آگے ہی بڑھتا رہا۔ میری اُمید بر آئی۔ دفعتاً
نشیب کی طرف مجھے پتھر کے چند مکانات نظر آئے۔ میرا دل خوشی سے معمور ہوگیا اور میں
پڑتے نشیب کی طرف اپنا وجود گرانا شروع کر دیا۔ یہی صورت وہاں تک جلد پہنچنے کی تھی
پر سکوت طاری تھا۔ قریب پہنچ کر وہاں سے مجھے انسانوں کی بھنبھناہٹ سی سنائی دی، اندر کئی
جو کورس کے انداز میں کوئی عمل پڑھ رہے تھے وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ تین طرف دیوا
تھیں اور ایک طرف سے کھلا حصہ تھا۔ میں بے تحاشا اندر داخل ہوگیا۔ وہ آگ کے گرد بیٹھے

"صاحبو!" میں نے فریاد کی۔ "مجھے معاف کرو۔ میں تمہاری عبادت میں مخل ہو رہا ہوں، مجھے
رکھنے کے لئے پانی دو۔"

انہوں نے حیران ہو کر مجھے دیکھا اور پھر وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ وہ سب کے سب
تھے اور بوڑھے تھے، ان کی کھالیں ان کے جسموں سے علیحدہ ہو کر لٹک رہی تھی، چہروں پر خاک
ہوئی تھی۔

"صاحبو! اے تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگو۔ کیا تم بھی اتنے شقی ہو؟ میری بات سنو، مجھے
کی ضرورت ہے، میں مر رہا ہوں۔" میں نے دوبارہ منت کی۔

اُن میں سے ایک شخص نے اپنے قریب رکھا ہوا برتن جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اور اپنے ہاتھ
کی بھی پروانہ کی، پھر اس نے پانی سے بھرا ہوا لبالب ہاتھ دراز کیا۔ میں اس کے قریب جانا چاہتا تھا
ن اس کا ہاتھ دراز ہوتا گیا۔ تاہم میں نے پانی لے کر ان کی طرف بہ نظر استحسان دیکھا اور تمام تر
ت کے سامنے اسے منہ سے لگا لیا۔ وہ صاف وشفاف خوشبودار اور سرد پانی تھا۔

"تمہارا شکریہ اے مقدس لوگو! جب تم اپنی عبادت سے فارغ ہو جاؤ تو میری طرف توجہ دے
۔ میں تمہاری دیوار کے سہارے یہاں لیٹا ہوں، میرے گلے میں جارا کاکا کی کھوپڑی ہے اور میں
ہمیشہ نیکیوں کی طلب کی ہے میرا نامہ اعمال صاف ہے اور میں تمہاری مدد کا طالب ہوں۔"

وہ پھر اپنے عمل میں مصروف ہوگئے اور میں دیوار سے باہر چلا آیا اب مجھے کسی قدر سکون تھا کہ
ایسی جگہ پہنچ گیا ہوں جہاں چند انسان موجود ہیں، ہر چند کہ وہ بوڑھے انسانوں میں شمار نہیں کئے
نے چاہئیں۔ رات ہوگئی اور وہ اپنی عبادت سے فارغ نہ ہوئے۔ میں نے پھر اندر جا کر دیکھا، وہ
طرف مصروف تھے جیسے میں نے پہلے انہیں دیکھا تھا۔ میں رات گئے تک ان کی فراغت کا انتظار
رتا رہا۔ انہیں چھیڑتے ہوئے جھجک ہوتی تھی، میں پھر دیوار کے سائے میں چلا گیا اور ان کی آواز پر
ن لگائے رہا۔ خاصی رات گزر گئی اور مجھے بھوک نے پریشان کیا تو میں دوبارہ اندر گیا ان کے
ماک واستغراق میں سرمو کوئی فرق نہ آیا تھا۔ میں حیرت سے انہیں تکنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے
میری موجودگی سے بے نیاز ہوں، میں نے پھر جرات کر کے کہا۔ "دیوتاؤں کے عظیم فرزندو! کیا
ہم کلامی کا شرف نہیں بخشو گے، مجھے اس علاقے میں ریاضت کے لئے بھیجا گیا ہے مجھے مشورہ دو
میں اپنا کام شروع کر دوں۔"

انہوں نے حسب سابق ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور ان کی توجہ پھر آگ کی طرف مرکوز
گئی۔

"مجھے بھوک لگی ہے، اپنا مبارک ہاتھ دراز کرو اور اس نفس کے غلام کے جہنم کی آگ بجھانے کی

کوئی سبیل کرو۔''

انہوں نے ایک اور برتن آگ میں ڈال دیا اور چشم زدن میں میرے لیے کھانا فراہ
میں اپنا کھانا اور پانی لے کر واپس آ گیا۔ وہ ایک لذیذ غذا تھی، میں اس کے مرکبات نہیں گن
نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کن اجزا کا مرکب تھی، صبح ہوئی، پھر شام ہوئی، پھر رات ہوئی، میں ان
جاتا اور کھانا طلب کرتا رہا لیکن وہ بوڑھے اپنی جگہ سے ایک انچ ہل کر نہیں دیے۔ یہاں تک
ہفتہ گزر گیا۔ یہ مدت کم نہیں ہوتی۔ وہ میری خوشامد میری فریاد اور میری منتوں کے باوجود مجھ
بات نہیں کرتے تھے۔ مجھے میری خواہش پر کھانا اور پانی مل جاتا تھا اور بس، مجھے اندازہ ہو
کبھی نہیں اُٹھیں گے، یہ آگ روشن رہے گی۔ وہ اسی طرح عبادت میں مصروف رہیں گے
یوں ہی بیٹھا رہوں گا۔ میں نے راستے کے نشانات متعین کر کے وہاں سے جانے کی ٹھا
پتھروں کو ایک خاص ترتیب سے رکھتا ہوا آگے کی طرف بڑھتا رہا۔ کچھ کھانا میں نے بچا لیا تھ
ہو کر پانی پی لیا تھا۔ میں شام تک چلتا رہا۔ کھانا ختم ہو گیا اور پانی تو میرے پاس موجود ہی نہیں
اس سمت میں کئی میل سفر کر کے واپس آ گیا۔ دوسرے دن میں نے دوسری سمت پر اسی طرح س
کیا اور گھاٹیاں عبور کرتا ہوں دور تک چلا گیا۔ وہاں بھی مجھے زندگی کا کوئی نشان نہیں ملا۔ تیسر
میں نے جنوب کی سمت اختیار کی اور میری حیرت دوچند ہو گئی جب میں نے بہت دور جا کر چ
اپنی طرف آتے دیکھے، اُن کے ہاتھ میں بڑے بڑے نیزے تھے اور جسموں پر بہت سے تع
ہوئے تھے جیسے وہ دور دراز کے سفر کے بعد واپس آئے ہوں۔

ان کے جسم سیاہ اور چہرے گرد و غبار سے اَٹے ہوئے تھے میں نے انہیں دُور سے دیکھ
ہلایا تا کہ وہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوں، میرے جواب میں انہوں نے بھی ہاتھ ہلایا مگر نیزے تانے
جب ہم قریب پہنچ گئے تو میں نے گفتگو میں پہل کی۔ ''دوستو! خوش آمدید۔ اس ویرانے میں
انسانوں کو دیکھ کر مجھے دلی مسرت حاصل ہوئی ہے۔''

''تم کون ہو؟'' ایک دراز قد شخص نے آگے بڑھ کے کہا۔

میں نے اپنا نام، اس علاقے میں آنے کا مقصد اور سب کچھ بے کم و کاست بیان کر دیا۔ ا
علاقے میں جو کچھ مجھ پر گزری تھی وہ بھی کسی جھجک کے بغیر بتا دیا۔ دراز قد شخص نے اپنی گردن
ایک چمک دار پتھر پر راکھ ملی اور کچھ پڑھ کر اس میں دیکھنے لگا۔ چند لمحے وہ اس غیر دلچسپ حرکت
مصروف رہا۔ پھر اس نے کہا۔ ''تو اس نے تمہیں یہاں بھیجنے میں عجلت کی۔ وہ ذلیل شخص، دیوتا
کبھی معاف نہیں کریں گے۔ اس نے جزیرہ باگمان پر ہر جگہ دُکھ بو دیئے ہیں۔''

''تمہاری مراد کس سے ہے؟'' میں نے معصومیت سے پوچھا۔

''جزیرہ باگمان پر ایک شیطان کی حکومت ہے، کیا لوکا سا کسی ابلیس سے کم ہے؟'' اس شخص نے
کہا۔

''تم کون لوگ ہو؟ کیا یہ بھی میرا کوئی امتحان ہے؟ مجھے اس کی ناراضی کی سزائیں معلوم ہیں،
رم مجھ سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھو۔'' میں نے خوف زدگی کا احساس دلایا۔

''ہم اس کی دسترس سے دور ہیں، اسٹالا پہلے ہی اس کی سازشوں سے زارشی چلا آیا تھا، زارشی
ت زدوں کی پناہ گاہ ہے، اسٹالا دیوتاؤں کو راضی کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اُس سازشی
ایک انتقام لے گا۔'' اس نے گرج کر کہا۔

''اسٹالا؟'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''میں نے یہ نام سنا ہے، سنا ہے وہ لوکا سا سے پہلے جزیرہ
ا ظم اعلیٰ تھا۔''

''میں اسٹالا ہوں۔'' اس نے دلیری سے کہا۔

''تم اسٹالا ہو؟ مقدس اقابلا مجھ پر رحم کرے، کیا یہ سچ ہے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''تم جزیرہ توری کے سردار جابر بن یوسف؟ میں نے تمہارے بارے میں سنا تھا اگر لوکا سا
کرتا تو تم میرے پاس آتے اور میں تمہیں بہت کچھ سکھاتا۔'' اس نے تاسف سے کہا۔

''کیا تم واقعی اسٹالا ہو؟'' میں نے تجسس سے پوچھا۔ ''مگر تم اس ویرانے میں کیا کر رہے ہو؟''

''میں دیوتاؤں کی خوشنودی کے لئے اپنی راتیں، اپنے دن قربان کر رہا ہوں، معتوب لوگوں
زارشی ہی ایک جگہ ہے۔''

''اقابلا تمہارا سہارا بنے۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''اگر تمہارے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہے تو
یوتاؤں سے مدد کیوں نہیں چاہی، کیا وہ نہیں دیکھ رہی ہے، اس کی آنکھیں بڑی اور اس کے
ہیں۔''

دیتا۔ کاش وہ ہر معاملے میں دخل دیا کرتے، میرا اعتماد میری غلطی تھی۔ مقدس اقابلا کے لئے
ایک تماشے کی حیثیت رکھتا ہے۔ میں اندھا ہو گیا تھا میری آنکھیں عقب کی طرف نہیں دیکھ
ی لئے اس نے مجھے وہاں سے علیحدہ ہو جانے اور یہاں ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا ہے،
تھ میرے وفادار ساتھی بھی چلے آئے، وہ نہ طاقت میں مجھ سے زیادہ تھا نہ علم میں، لیکن اس
ماد میں لے کر میرے نادر تحائف پر قبضہ کر لیا جو مجھے سخت ریاضت کے بعد دیوتاؤں کی
ملے تھے۔ پھر اس نے مجھے انہی کے ذریعے پریشان کیا۔ میں دیوتاؤں کے تحائف کی
لرکا اور مقدس لوریما اس کے قبضے میں چلی گئی۔''

اس میں تمہاری کوئی مدد کرتا۔ مجھے ایک لڑکی نکری کے ذریعے اشارتاً یہ اندازہ ہوا تھا کہ تم

وہاں کے مقبول ومحبوب ناظم اعلیٰ تھے۔'' میں نے یہ یقین کر کے کہا کہ وہ واقعی اسٹالا ہے۔

''تم اپنی تربیت مکمل کرلو۔ ہم انہی ویرانوں میں تم سے ملتے رہیں گے۔ یہاں دیوتا نائب ہوتے ہیں، یہاں کی ریاضت بڑی سخت ہے تم جس جگہ سے آرہے ہو، ایسی بہت اس علاقے میں ملیں گی، جاؤ ان کے پاس واپس چلے جاؤ اور ان کے اشاروں پر سر جھکاؤ ہے تمہاری تربیت ختم ہونے سے پہلے ہی میں جزیرہ باگمان واپس ہو جاؤں ورنہ تم مجھے یہیں گے۔ میرا کوئی ایک ٹھکانا نہیں ہے میں ان سب کے پاس جارہا ہوں اور نہ جانے یہ سفر کب خ

''مگر وہ مجھ سے بات نہیں کرتے۔ وہ شب و روز اپنے عمل میں مصروف رہتے ہیں سے جو چیز طلب کرتا ہوں، مجھے مل جاتی ہے، چار و ناچار تین دن سے تین سمتوں کی طرف ہوں، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔'' میں نے بیزاری سے کہا۔

''تم ان کے ساتھ عمل میں شامل ہو جاؤ اور اسی طرح ریاضت کی عادت ڈالو۔ یہ ایک ہے لیکن اس نے تمہیں اسی مقصد سے یہاں بھیجا ہے، یوں تم ایک خوش نصیب شخص ہو۔''

''میری ریاضت کی یہ مدت کب ختم ہوگی؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

''کسے پتہ ہے۔ بس تم جاؤ اور دیوتاؤں کے ان مقربین کی خدمت کے لئے وقف ہو

میں اسٹالا اور اس کے ساتھیوں سے کچھ اور پوچھنا چاہتا تھا لیکن وہ اتنی باتیں کر کے گئے اور میں اس دیو قامت، عجیب شخص کے بارے میں عجیب خیالات لیے ہوئے واپس میری منزل پھر وہی پُراسرار مکان اور اس کے مکین تھے جو نہ جانے کب سے آگ کے دیوتاؤں کو خوش کر رہے تھے، دور سے وہ مکان دیکھ کر اس شدید گرمی میں سردی سی محسوس میں نے سوچا جابر بن یوسف! تمہاری ایک زندگی اُسی وقت ختم ہوگئی تھی، جب تم بیروت ہوئے تھے یہ تمہاری دوسری زندگی ہے جو تمہارے بس میں نہیں ہے، خود کو حالات کے سوچنا چھوڑ دو، وہ شخص مر چکا ہے جو بیروت میں تھا۔ جابر بن یوسف تو ایک اور شخص۔ دیوتاؤں کا خاص جام نوش کیا ہے یہ سوچ کر میری آنکھیں سرخ ہوگئیں، اسٹالا کو اِن و عبرت ناک حالت میں دیکھ کر کچھ اور اداسی طاری ہوئی مجھے خیال آیا کہ وہ کبھی واپس کیونکہ لوکا سا بہت مضبوط اور چالاک ہے۔ پھر میرے دل میں کہیں سے یہ مذموم خیال آ اسٹالا کی گردن لوکا سا کی خدمت میں پیش کروں۔ تو.....'' بوڑھوں کی اقامت گاہ قریب آ تیزی سے مکان میں داخل ہوگیا۔ آگ روشن تھی اور وہ بوڑھے گدھ حلقہ بنائے اسی طر جس طرح میں انہیں چھوڑ گیا تھا۔

☆=========☆=========☆

میں ایک دیوار کے سہارے اُن کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ کسی نے میری طرف توجہ نہیں دی۔ ے معراؤں کے وہ برگزیدہ بوڑھے حسب معمول گردو پیش سے بے نیاز ہو کر رقص کرتے ہوئے کے سامنے اپنی عبادت و ریاضت میں مصروف تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان کی عبادت کب گی۔ یہ آگ کب تک روشن رہے گی؟ اس بے آب و گیاہ سرزمین میں کوئی کسی کا پُرسان حال نہ ں زمین پر انسانوں کی پیداوار نہیں ہوتی تھی۔ جزیرہ باگمان کا سابق ناظم اعلیٰ اسٹالا اور اس کے ہار یہاں کی تپتی جھلستی دھوپ میں دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرنے کی جستجو میں بھٹک رہے جد نظر نا مہربان زمین تھی۔ ریت ہی ریت، دھول ہی دھول، اونچے نیچے ٹیلے۔ نہ کوئی منزل نہ کا نشان۔ میں دیر تک بوڑھوں کی لرزہ خیز ریاضت دیکھتا رہا۔ ان کے قریب جا کر اور اس مکان یت دیکھ کر مجھے اپنی ٹانگوں میں لرزش سی محسوس ہونے لگی۔ کیا مجھے ان میں شامل ہو جانا چاہئے؟ ئی فیصلہ نہ کرسکا۔ میں نے ایک بار پھر انہیں اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا اور با آواز بلند کہا۔ ''میں ہارے مقدس مسکن میں آگیا ہوں، اے نیک باطن لوگو! کچھ میری طرف توجہ کرو! مجھ خستہ حال کو ی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ مجھے آگے کا راستہ نظر نہیں آتا۔ یا پھر مجھے اجازت دو کہ میں بھی ے ساتھ اس مقدس آگ کے گرد ریاضت کرنے کی سعادت حاصل کرسکوں؟''

شاید اُن تک میری آواز نہیں گئی۔ اُن کے جمود میں کوئی فرق نہیں آیا۔ میں نے دوبارہ ان سے ئی لیکن ان کے جسموں میں کوئی ارتعاش پیدا نہیں ہوا۔ پھر میں نے عاجزی سے کہا۔

''اے مقدس نفس کشو! دوسرے کے نفس کا خیال تو کرو۔ اس نیکی سے تمہارے حساب میں اور ہوگا۔''

میرے خیال تھا کہ میں اپنی چیخ، پکار اور داد و فریاد سے انہیں اپنی طرف متوجہ کرسکوں گا۔ میری ہ ان میں سے ایک بوڑھے نے حسب سابق آگ میں ہاتھ ڈال دیا۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس ہاتھ آگ سے نکل کر مجھ تک دراز ہوا اور زمین پر خوان نعمت اور آب شیریں رکھ کر مختصر ہوتا گیا۔ نے میری کیا خوب دادرسی کی تھی۔ انہوں نے اپنے در پر بھونکنے والے کتے کو راتب فراہم کر ہ میں کھانا چھوڑ کر دیوار کی پشت پر چلا آیا۔ دیوار کے سائے میں کچی زمین پر سر کے نیچے پتھر نے خود کو گرا دیا۔ اس تنہائی اور بے یقینی کے عالم میں میرے دل میں کئی طوفان آئے اور گزر

اُدھر الاؤ میں ایک ابدی آگ روشن تھی۔ اِدھر میرے دل میں چنگاریاں سلگ رہی تھیں۔ میرے نے مجھے کئی راستے دکھائے۔ میں کہیں اور جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا کیونکہ ان شفیق ی موجودگی میں زندہ رہنے کی کوئی صورت تو نظر آتی تھی۔ اسٹالا کی ہدایت کے مطابق ان میں

شامل ہو جانے میں ایک خوف مانع تھا۔ ان کی ناراضی سے بچنے کے لئے اجازت لینی ضروری
ہوئی تھی۔ مجھے ان کی بزرگی اور سریت کا اندازہ تھا، مگر انہوں نے میرا کوئی استفسار درخور اعتنا
سمجھا۔ وہ اپنے کام میں مشغول رہے۔ اپنے ذہن میں ابھرتے ہوئے بہت سے جوابوں کی نفی کر
مجھے حاصل میں ایک ہی جواب ملا کہ مجھے ان کے قریب جانا چاہئے اور خطرہ و اندیشہ کا یہ وتیرہ
چاہئے، اگر وہ اسے ناپسند کریں گے تو جھڑک دیں گے۔ اگر وہ کوئی مزاحمت نہ کریں گے تو میں
ابدی آگ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہو جاؤں گا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہو؟ ممکن ہے میں کوئی ..... لیکن
نے مستقبل کی خوش فہمیاں پاس نہ پھٹکنے دیں اور خود کو اس آگ کے سپرد کرنے کے لیے تیار ہو گیا

جب میں دوبارہ اندر داخل ہوا تو مجھے کنارے پر وہ غذا نظر آئی جو انہوں نے تھوڑی دیر
مجھے عطا کی تھی۔ خیال آیا کہ بہتر ہے آگے بڑھنے سے پہلے، یہ غذا جزو بدن بنائی جائے۔ ا
ناراض ہو گئے تو میں اس سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔ میری حریصانہ نظریں پتھر کے اس برتن پر
جس میں لذت بخش غذا موجود تھی۔ ساتھ ہی پانی کا ایک قدح بھی۔ اس ریگ زار میں پانی
آنکھوں میں تراوٹ آ جاتی تھی۔ میں نے اسے اُٹھا کر اپنا حلق تر کرنا چاہا، دفعتہً مجھے احساس ہو
ہمتی اور نرم دلی کی بات ہے۔ جھنجلاہٹ اور غصے میں میں نے اسے زمین پر پھینک دیا۔ پانی فورا
زمین میں جذب ہو گیا۔ پھر میں نے غذا کے برتن کو ٹھوکر مار کر الٹ دیا اور مڑ کر ان بوڑھوں کی
دیکھا۔ وہ میرے ہر ہیجان اور ہذیان سے بے نیاز تھے اور زیر لب کوئی عمل پڑھنے میں ہمہ
مستغرق تھے۔ ان کی ملی جلی آوازوں کا شور سن کر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کہیں دُور پہاڑ کی چو
آبشار گر رہا ہے۔ ان کے چہروں اور جسموں کی لٹکی ہوئی کھالوں میں اسرار پنہاں تھے۔ میں
کا کا کی کھوپڑی اور کاہن اعظم سمورال کی دی ہوئی مالا چومی اور اشار کا سکھایا ہوا ایک ورد
پورے جوش سے آگے بڑھا۔ وہ لوگ آگ کے گرد بہت کم درمیانی فاصلے سے فیصلے بیٹھے ہوئے
میں اُن کے درمیان کسی طرح نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ جب میں حلقے کے نزدیک پہنچا تو میں نے اُ
پھر انہیں مخاطب کیا۔ ''تاریک برا عظم کے عظیم اور مقدس بزرگ دیوتاؤں کے لئے میری بات سن
تمہارے حلقہ ارادت میں شامل ہونا چاہتا ہو۔ اب جو بھی ہو، مجھے اس کی پروا نہیں ہے۔ وہ د
ہے کہ یہ سب میں کس کے لیے کر رہا ہوں، وہ اتنی ہی حسین اور عظیم ہے کہ اس کے ارادت م
خوف و خطر آگ میں کود پڑیں۔''

میں ان کے استغراق میں کوئی خلل نہ ڈال سکا۔ انہوں نے میری پیش قدمی پر کوئی مزاح
نہیں کی۔ میں حلقے کے قریب بیٹھ کر غور سے ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ ذہن نشین کر
وہ زبان میری سمجھ سے بالا تھی اور چونکہ وہ یک زبان ہو کر اپنا عمل دہرا رہے تھے اس لیے

ہو رہی تھی۔ اپنی سماعت اور ذہن کی تمام صلاحیتیں میں نے ان کے الفاظ سمجھنے پر مرکوز کر
وہ ایک طویل عمل تھا۔ ان کی آوازیں اس قدر گتھی ہوئی اور گندھی ہوئی تھیں کہ کئی ساعتیں بیت
میں کچھ نہ سمجھا۔ اسی لیے میرے اور ان کے عمل میں ہم آہنگی پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ میرے
بھی بہک بہک جاتے تھے۔ میں انہیں سمیٹتا تھا اور وہ بکھر جاتے تھے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو
اس وقت نہ جارا کا کا کی کھوپڑی کوئی مدد دے رہی تھی نہ اشار کے سکھائے ہوئے چھوٹے
عمل، نہ سمورال کی مالا۔ اس کشمکش میں لرزہ براندام کر دینے والی کئی کیفیتیں مجھ پر طاری ہوئیں
نے تیزی سے ان کے الفاظ کی تکرار شروع کر دی۔ پھر میں نے انہیں علیحدہ علیحدہ حصوں میں
کے یکے بعد دیگرے ایک ایک حصہ ازبر کر لیا۔ اب ان کی بلاغت، ہم آہنگی صوتی نشیب و
ن میں منتقل کرنا رہ گیا تھا۔ دوسرا کام پہلے کام سے زیادہ مشکل نہیں تھا جب میں نے دوسری صبح
پر بھی عبور حاصل کر لیا تو مجھ پر فتح مندی کا سا نشہ چھا گیا۔ میں ان کے حلقے کے نزدیک
تھا، ان کی بے خبری اور عدم مزاحمت سے میرا جنون کچھ اور سوا ہوا۔ میں نے حبشیوں کے
انداز میں ایک چیخ ماری۔ ایک فلک شگاف نعرہ۔

''مجھے جگہ دو اے شریف انسانو!'' میں نے عزم کے ساتھ کہا اور پہلی بار ان کے لب ساکت
۔ ان میں سب سے معمر شخص نے وظیفہ توڑ کر اپنے دوسرے ساتھیوں سے کچھ کہا جس پر انہوں
کے ہاتھ چومے اور پھر اچانک کسی تاخیر کے بغیر وہ شخص اُٹھا۔ اس کی کھال بدن پر جھول رہی
دوسرے بوڑھوں نے پھٹی پھٹی آوازوں میں ہذیان بکنا شروع کر دیا۔ ان کا سب سے معمر ساتھی
دیکھتے آگ میں کود گیا۔ آگ کے گرد بوڑھوں کا دائرہ ٹوٹ چکا تھا اور شاید وہ سب اپنے
جشن مرگ منا رہے تھے، وہ اپنے ہاتھ بار بار بلند کرتے تھے اور اپنے ماتھے چھو کر ہاتھ ٹانگوں
لے آتے تھے۔ مجھے اپنی ناک بند کرنا پڑی، لاش کی چراند سے دماغ ماؤف ہوا جاتا تھا۔ لاش
جل بھن کر آگ میں شامل ہو گئی۔ اسی وقت ایک بوڑھے نے اپنی آگ اگلتی ہوئی آنکھوں
دیکھ کر اشارہ کیا۔ میں سمجھ گیا کہ اب حلقے میں بیٹھنے کے لئے میری جگہ خالی ہو چکی ہے۔ میں
ساتھ بیٹھ گیا اور انہوں نے کوئی دم لیے بغیر اپنا عمل جاری کر دیا۔ اس بار ان کی آوازوں میں
واز بھی شامل تھی۔ آگ کی تمازت اور حدت جلد ہی میری بینائی پر بوجھ بننے لگی۔ شروع شروع
ئی توجہ اس طرف مرکوز رہی لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا۔ بے شمار سوسے یکسوئی میں
ہونے لگے۔ میں وہیں بیٹھے ہوئے کبھی جزیرہ باگمان پہنچ جاتا اور کبھی جزیرہ توری۔ لوریما،
کاہو اور اسٹالا، ان سب کی صورتیں اپنے پس منظر کے ساتھ پردہ ذہن پر نمودار ہوتیں اور مجھے
سنے پر اُکساتیں، میری آنکھیں بار بار کھلتی اور بند ہو جاتیں۔ زبان بار بار رکتی پھر ورد شروع کر

دیتی۔ کچھ دیر پورے دھیان اور توجہ سے میں بوڑھوں کے ساتھ عمل پڑھتا، پھر لمحوں میں دوبارہ مجھ پر غالب آ جاتیں۔ میں خود سے سوال کرتا۔ ''جابر بن یوسف! تمہارے اندر حوصلہ ہے تو تم بھی آگ میں کود جاؤ۔ کسے معلوم ہے کہ یہ ریاضت کب ختم ہو اور کس نے وقت مقرر کر تمہاری کھال بھی جھول جائے گی۔ یہ جنون نہیں تو اور کیا ہے۔ اس جنون سے بہتر موت ہے، ریاضت کا کچھ ماحاصل نہ نکلا تو تم نے اذیتوں میں وقت ضائع کر دیا۔ ہو سکتا ہے صدیاں بیت تمہارے چہرے کے نقوش بھی آگ کی تپش سے تپ کر بھربھرا جائیں۔ ممکن ہے کل تم بھی ان کی طرح اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی سکت کھو بیٹھو۔''

لیکن یہ صرف منتشر اور پراگندہ خیالات تھے جن کی آمد پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جا آدمی کا سب سے بڑا دوست اور سب سے بڑا دشمن اس کا ذہن ہے۔ اس ضدی، خودسر، نازک مزاج اور خوف زدہ چیز کے بغیر آدمی درختوں کی طرح خوش رہتا اور پتھروں کی طر زندگی گزارتا۔ دل چاہتا تھا کہ وہاں سے اٹھوں اور دور بھاگ جاؤں۔ مگر بھاگ کر کہاں جا اس امتحان گاہ میں کامیابی سے پہلے چھٹکارا پانا محال تھا۔ سو میں نے خود کو بھلا دیا۔ ان چہرے بھلا دیے جو مجھ سے متعلق تھے۔ صرف ایک چہرہ یاد تھا۔ وہ غیرت ناہید چہرہ۔ میں زمان و مکاں کی فکر سے آزاد کر کے حالات کے سپرد کر دیا۔ اوّل اوّل کچھ پریشانی ہوئی۔ پوری طرح ڈوب گیا اور مجھے شب و روز اور زمین کی گردش کا احساس نہ رہا۔ بھوک پیاس کی گئی کسے ہوش تھا کہ میں کتنی مدت تک جذب کی کیفیتوں سے دو چار رہا۔ کتنے ہفتے، کتنے سال ان بزرگوں کی معیت میں اور اس آگ کے گرد میں نے گزارے؟ مجھے کچھ ہوش نہیں مجھے اس وقت کچھ احساس ہوا جب ایک دن میری طرح ایک شخص نے اس مکان میں داخل سے مدد طلب کی۔ اس کی پژمردہ آواز پر میرے ہاتھ خود بخود قریب رکھے ہوئے برتنوں پر گ نے آگ میں انہیں ڈال دیا۔ لمحوں بعد مشینی انداز میں، میں نے آگ کے اندر ہاتھ ڈال ک نکالے۔ برتن غذا اور پانی سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس شخص کی طرف اپنا ہاتھ بڑھ ہاتھ دراز ہوتا گیا اور تھکے ہوئے مسافر کو غذا پہنچا کر اپنی اصل حالت میں آ گیا۔ اس کے بعد میرے قریب آ کر بیٹھ گیا اور بوڑھوں کے متحرک لب خاموش ہو گئے۔ ان کی بھنبھناہٹ رک سب کی نظریں میرے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ جیسے میں اب بھی ان کے لئے اجنبی ہوں۔ ہو گئے اور انہوں نے اُچھلنا شروع کر دیا۔ ماحول میں ایک بار پھر زندگی کے آثار نمودار ہو ایک بوڑھے نے اپنے ہاتھ میں ایک شعلہ اٹھایا اور اسے میری ہتھیلی پر رکھ دیا۔ یہ دہکتا ہوا ہتھیلی پر آتے ہی آناً فاناً ایک چمکدار موتی کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ میں ریاضت میں اس

کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک بوڑھا اپنی نیم جاں آواز میں پہلی بار مجھ سے مخاطب ہوا۔ یہاں سے جاؤ۔ تمہارا کام پورا ہو گیا۔''

میں بے اختیار سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔ ''مقدس بزرگ! میں اپنا کام پورا ہو جانے کے بعد بھی ں سے نہیں جانا چاہتا۔ یہاں بڑا سکون ہے۔ اس ریاضت کے بعد مجھے احساس ہوا ہے کہ ترک ن اور ضبط نفس میں کیا لطف اور کیسا نشہ ہے۔ میرا ذہن تازہ اور میرے حواس اس تمام عرصے میں ن سے رہے ہیں اور میں نے اس عالم میں ان گنت دنیاؤں کی سیر کی ہے۔ مجھے اپنے ساتھیوں یار کرو۔ تمہیں دیوتاؤں کا واسطہ، مجھے اس سرفراز آگ میں جھونک دو مگر باہر مت بھیجو۔''

''نہیں نہیں۔'' اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ''وہ آ گیا ہے۔ اب یہاں تمہاری کوئی رورت نہیں رہی۔ وہ ہمیشہ کے لئے آیا ہے۔ تم عارضی قیام کے لئے آئے تھے۔ تمہارے پاس شپالی جو تمہاری کامیابی اور اقبال مندی کی ضمانت ہے۔ تم یہاں سے جاؤ اور اس بوڑھے کو یہاں بیٹھنے س نے بقا کا فیصلہ کیا ہے۔''

میں نے اس معمر اجنبی کی طرف دیکھا جو شکل وصورت سے کوئی بہت برگزیدہ شخص معلوم ہو رہا ۔ وہ حسرت سے میری طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے اسے میرے اٹھنے کا انتظار ہو۔ بوڑھا صرف ایک ن کر تکرار کر رہا تھا کہ مجھے جلد از جلد یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے۔ اس سے پہلے کہ میں اس سے کوئی اور ال کرتا اس نے اجنبی شخص کی طرف اشارہ کیا، وہ تیزی سے ان کے رقص میں شامل ہو گیا میں بھی ب بے ہنگم رقص میں ان کی تقلید کرنے لگا۔

اچانک وہ بیٹھ گئے اور میری جگہ پر تیزی سے اجنبی شخص نے قبضہ جما لیا۔ نہ جانے مجھے کیا ہو گیا کہ اب میں زندہ لوگوں کی بستیوں کی طرف جانا نہیں چاہتا تھا۔ میں حیران پریشان اسے دیکھتا رہا۔ ہاں میرے بیٹھنے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ انہوں نے اپنا صبر آزما عمل دوبارہ شروع کر دیا تھا۔ کچھ سمجھتے اور کچھ نہ سمجھتے ہوئے گومگو کے عالم میں حلقے سے باہر آ گیا۔ میں نے ایک بار پھر اپنے ے امتحان اور رہنمائی کے لئے چیخ چیخ کر کہا لیکن وہ میری کسی بات کا جواب نہ دے سکے اور مجھے ن جھکائے مکان سے باہر واپس آنا پڑا۔ میرے ہاتھ میں وہ نادر ہیرا موجود تھا جسے بوڑھے نے ل کا نام دیا تھا۔ مکان کے احاطے سے نکل مجھے اندازہ ہوا کہ میں نے خاصا بڑا وقت ان لوگوں ساتھ گزار دیا ہے۔ میری داڑھی بے تحاشا بڑھی ہوئی تھی اور میرا جسم خاک اور دھول میں اٹا ہوا ۔ بالوں میں اتنی خشکی اور گرد جمی ہوئی تھی کہ مجھے اپنا سر ایک وزنی بوجھ کی طرح محسوس ہوتا تھا۔ ی کھال ان بوڑھوں کی طرح نہیں جھول رہی تھی لیکن اس میں کھردرا پن آ گیا تھا۔ مجھے اپنے اس ے سے وحشت سی ہونے لگی۔ اپنی رُوح اس بدنما جسم سے علیحدہ کرنے کی خواہش شدت سے

میرے دل میں جاگزیں ہوئی لیکن اس تمام وحشت ناک حلیے کے باوجود ایک توانائی تھی جو مجھے اندر محسوس ہوتی تھی۔ میں انگڑائیاں لیتا ہوا ایک سمت چل پڑا۔ کچھ ہی دور گیا ہوں گا کہ شدید درد نے میرا جسم جھلسانا شروع کر دیا۔ جو ایک عرصے تک آگ کے گرد بیٹھا رہا تھا۔ اس دھوپ سے کے لئے چار سو دوڑنے لگا۔ مگر وہاں کوئی سایہ نہیں تھا۔

یہ سب کیا ہوا؟ وہ تو بے ہوشی کا زمانہ تھا۔ میں کچھ عرصے کے لئے مر گیا تھا۔ دوبارہ زندہ ہو میں تندور میں سویا ہوا تھا۔ یہ کیسی مشقت تھی جس کی کمائی کا مجھے احساس تک نہیں؟ کیا اتنے دن بے ہوشی کا معاوضہ صرف ایک شعلۂ آتش تھا؟ کیا میں نے اپنی زندگی کے لمحات کم کر لیے؟ میں بوڑھوں کے متعلق سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ ممکن ہے میرے نفس کی آزمائش کا دور ختم ہو گیا ہو حسین اقابلا کے ربط خاص کی وجہ سے مجھے اذیتوں کا احساس ہی نہ ہوا ہو۔ کاش میری ابتلا کا یہ اب ختم ہو جائے۔ وہ میرا دل چیر کر دیکھ لے۔ اس میں صرف وہ موجود ہے۔ اُس کے سوا کوئی اور نہیں ہے پھر یہ رسمی امتحان و ابتلا کیوں؟ وہ سب کچھ جانتی ہے تو اسے بار بار میرے باطن کا کیوں مطلوب ہے؟ یہ کیسا مذاق ہے جس نے ایک سلجھے ہوئے شخص کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے

بے سمت، بے راہ گھومتے ہوئے مجھے تین دن ہو گئے بھوک کب تک نہ لگتی؟ اب میں بیداری میں گرفتار تھا۔ شپالی ابھی تک میری مٹھی میں بند تھا۔ مجھے اس کی طاقتوں کے بارے میں علم نہیں تھا۔ جب میں تھک کر نڈھال ہو گیا تو میں نے اپنا پُراسرار تحفہ آزمانے کی کوشش کی۔ سم کی مالا جس سے روشنی کی کرنیں پھوٹنے لگتی تھیں، بوڑھوں کی خانقاہ میں ماند پڑ گئی تھی لیکن بوڑھوں کی اقامت گاہ بہت دور نکل گئی تھی۔ میں نے یہ اسلحہ آزمایا تو میری خواہش کے مطابق اعظم کے عطیے نے میری مدد کی۔ میں ایک سمت ہو لیا۔ اسٹالا بھی ان تین دنوں میں مجھے کہیں نظر آیا تھا۔ مجھے گمان گزرا کہ کہیں معزول اسٹالا جزیرہ باگمان واپس نہ پہنچ چکا ہو۔ اگر یہ بات درست ثابت ہوئی تو جزیرہ باگمان سے میری واپسی جلد ممکن ہو سکے گی، بصورت دیگر بدقماش اور ظالم میری واپسی پر کسی خوشی کا اظہار نہیں کرے گا۔ میرے ذہن میں ایک بار یہ خیال بھی آیا تھا کہ اگر اسٹالا کو زیر کر کے اس کا سر لوکا سا کی خدمت میں پیش کروں تو اس کی مہربانیوں کے دروازے کھل جائیں گے لیکن یہ غیر شریفانہ بات ہوتی۔ جابر بن یوسف الباقر خود سے ایسے کردار کی توقع کر سکتا تھا۔ اسٹالا سے جزیرہ باگمان کے عوام بہت خوش معلوم ہوتے تھے۔ سب سے افسوس ناک تکلیف دہ بات یہ تھی کہ لوریما کے نازک اندام سراپا پر لوکا سا جیسے کریہہ شخص کا تصرف تھا۔ یہ جیسے شخص کے لئے سخت ناقابل برداشت تھا۔ طویل راستوں پر میں منصوبے بناتا اور انہیں رد کر آگے بڑھ رہا تھا۔ دل میں ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اس براعظم کے افسوں میں زندگی گزارنا ہی

پھر ایسی زندگی گزار دی جائے کہ یہاں کے لوگ یاد رکھیں، ایک شخص مہذب دنیا سے آیا تھا، اس جابر بن یوسف الباقر تھا۔ اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس نے سب کچھ حاصل کیا اور ایک برپا کر دیا۔

مگر یہ بعد کی باتیں تھیں، اس وقت پیٹ کی اشتہا مٹانے اور راستہ ڈھونڈنے کا مسئلہ تھا۔ میں اور غاروں میں زندگی کے آثار تلاش کرتا ہوا چلتا ہی رہا۔ خاصی دور جانے کے بعد اچانک میری جانب گرد و غبار کا بڑا طوفان اُٹھنے لگا۔ یہ طوفان کسی ہنگامے کا پیش خیمہ تھا۔ اس سے پہلے بھی ہوا تھا۔ میرا دل متزلزل ہونے لگا۔ یقیناً اسٹالا اس طوفان سے برآمد ہوگا۔ میں نے طوفان کی بھاگنا شروع کر دیا۔ لمحوں کی دیر تھی کہ گرد و غبار کے اس انبوہ نے مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ م گھٹنے لگا۔ مٹی کے ذرات آنکھوں اور نتھنوں میں گھس رہے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ہتھیلیاں چہرے پر جما لیں۔ میری داڑھی دو طرف پھیل گئی تھی۔ ہوا کے جھکڑ اتنے شدید تھے کہ اپنے پیر جمانے مشکل ہو گئے۔ دو تین بار میں نے خود کو سنبھالا مگر پھر میرے قدم اکھڑ گئے۔ ہوا ایک زبردست ریلے نے پوری شدومد سے آ کر مجھے زمین سے اٹھا لیا اور میں کسی حقیر تنکے کی طرح کے اشاروں پر ناچنے لگا۔ سنگلاخ پہاڑیوں پر لڑھکنے سے مجھے جو اذیت ہوئی، اس سے میری چیخیں ئیں کچھ لمحوں بعد طوفان کی شدت کم ہوئی تو میں نے خود کو نشیبی علاقے میں پڑا پایا جہاں دُور ایک پڑی نظر آ رہی تھی اور فضا میں ایک ماتم سا برپا تھا۔ کسی عورت کے رونے کی آواز طوفان کی آواز ل کر دل دہلائے دیتی تھی۔ ہر سمت سے گریہ وزاری کی آواز اُبھر رہی تھی۔ کوئی بہت ہی دردناک زمیں رو رہا تھا۔ اس طوفان اور ریگزار میں جھونپڑی دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جلدی سے اُٹھا اور اسی جانب چل دیا۔ ایک ڈیڑھ فرلانگ آگے جانے کے بعد آہ و زاری کی سمت ین کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ میں کسی جھجک کے بغیر جھونپڑی میں داخل ہو گیا اور ے قدم منجمد ہو گئے۔ جب میں نے وہاں ایک چڑیل کی سی شکل کی عورت دیکھی اور ایک شیر خوار ں کی آغوش میں پڑا دیکھا بچہ ماں سے بُری طرح چمٹا ہوا تھا۔ عورت ہڈیوں کا پنجر نظر آتی تھی۔ اس کے برعکس شیر خوار بچہ خاصا صحت مند اور خوب صورت نظر آتا تھا۔ اس چھوٹی سی جھونپڑی میں ان ہوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔ عورت کمر جھکائے بیٹھی بُری طرح بین کر رہی تھی۔ اس نے میری رف جمتی ہوئی آنکھوں سے دیکھا۔ اس کی ہڈیوں میں پہلو بدلنے سے کڑکڑاہٹ کی آواز بلند ہو کر ا کہیں گم ہو گئی۔ اس کی نظریں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں لیکن ان میں پُراسرار چمک تھی۔ ان نظروں کی تاب نہ لا سکا۔ مجھے جھرجھری آ گئی۔ اسی لمحے عورت کی نحیف و نزار آواز اُبھری۔ اس لاتے ہوئے کہا۔ ”اوہ۔ تو اُس نے مجھے معاف کر دیا۔ اجنبی مجھ پر رحم کرو۔ مجھے جلد از جلد اس

عذاب سے نجات دلاؤ۔ کتنے سال گزر گئے۔ ڈیڑھ سو سال سے زیادہ۔ تم نے آنے میں
دی۔ میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔''

''تم کون ہو؟'' میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''میں ایک گنہگار ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ ایک دن تم آؤ گے اور مجھے سزاؤں سے نج
گے۔ جلدی کرو اے مقدس شخص!'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔ ''اب مزید برداشت محال ہے۔

''تم کیا چاہتی ہو؟'' میں نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔

''میں تم سے ظلم کی خواہش مند ہوں، اس ظلم میں میری عافیت ہے۔ یہ میرا گناہ ہے
قتل کر کے اس کے خون کے چند قطرے میرے حلق میں ٹپکا دو۔ مجھے سکون آ جائے گا۔''
وحشت زدگی سے کہا۔ ''یہی دیوتا چاہتے ہیں۔''

''کیا یہ تمہارا بچہ ہے؟'' میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصر جواب دیا اور مجھ سے چیخ چیخ کر مطالبہ کرنے لگی کہ میں اس
قتل کر دوں۔ وہ دیوتاؤں کا واسطہ دے رہی تھی۔ اتنے چھوٹے سے بچے کو قتل کرنے کا
میرے نزدیک گناہ تھا۔ میں اب ایک غیر مہذب دنیا کا باشندہ تھا لیکن اتنا شقی القلب نہیں تھ
ہچکچاہٹ اور تردد دیکھ کر وہ عورت پھر رونے لگی۔ جانے یہ کیا راز تھا۔ میرے لیے یہ لمحات بڑ
گسل تھے۔ عورت مسلسل بین کر رہی تھی۔ اگر یہ کوئی امتحان تھا تو یہ تمام امتحانوں سے سخت تھ
فہم و بصیرت سخت تردد سے دوچار تھی۔ میں اس معصوم بچے کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے کے
نہیں تھا لیکن عورت جارا کا کا، مقدس اقابلا اور دیوتاؤں کا واسطہ دے رہی تھی۔

''تم مجھ سے کوئی اور مدد چاہو۔ میں ایک معصوم بچے کو قتل نہیں کر سکتا۔'' میں نے فیصلہ
میں کہا۔

''اقتدار کے لئے جبر اور ظلم کی خو لازم ہے اے نیک آدمی۔'' عورت نے یہ فلسفیانہ نکتہ
کیا۔

''میں تم سے کوئی بحث کرنا نہیں چاہتا۔ چند باتوں کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔''
تشویش سے کہا۔

''میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے تم تاخیر کر کے میرا عذاب سوا کر رہے ہو اور خود ا
کانٹے بو رہے ہو۔'' عورت نے مکروہ آواز میں کہا۔ ''کیونکہ یہ کام تمہارے ہی لیے تفویض
ہے۔''

''میرے لیے؟'' میں نے حیران ہو کر کہا۔ ''میں تمہاری بات کا یقین کیسے کر لوں؟ ممکن

یب دینا چاہتی ہو۔''

''تمہاری زائچی میں موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم اپنی فہم و فراست سے کوئی فیصلہ کرنے
ہو۔'' عورت نے ایک چبھتی ہوئی بات کہی۔

میں تذبذب سے دوچار ہو گیا اور مجھے اسے بلائے ناگہانی سے نمٹنے میں دیر ہو گئی۔ میں نے
ا ہو کہ آواز دوں لیکن مجھے ناکامی ہوئی شاید دیوتاؤں نے میرا فیصلہ کسی رائے سے آلودہ نہ
کے لئے پہلے ہی اس کا انتظام کر دیا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ عورت نے مجھے جارا کا کا اور مقدس
کے ناموں کا واسطہ دیا ہے۔ اب فیصلے میں کیا دیر ہے۔ یہ عورت اور یہ بچہ مر جائے گا تو کائنات
ت میں کوئی فرق واقع نہیں ہو گا۔ میرے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی۔ یہ ایک اذیت ناک فیصلہ تھا۔
ں صاف قتل تھا۔ ہر چند کہ جزیرہ توری پر قدم رکھنے کے بعد انسانی جانوں کی ہلاکت میرے
ئی بات نہیں تھی۔ انسان وہاں بڑے ارزاں تھے۔ میں نے بلکتی اور تڑپتی ہوئی اس عورت
ا۔ ''اے اجل رسیدہ! اس ویرانے میں بے شک تیرے لیے موت بہتر ہے میں بھی تین دن
رکا ہوں۔ تو اس ریگ زار میں نہ جانے کب سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ میں تیری خواہش پوری
نے پر آمادہ ہوں۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ مجھے اپنے اس اقدام کا انجام نہیں معلوم۔''

''تم میری ہلاکت میں کوئی تاخیر نہ کرو۔ مجھے تمہاری باتیں گراں گزر رہی ہیں۔ یہ بچہ موت کا
ہے۔ آہ اس کے بعد میں اس جسم کی قید و بند سے آزاد ہو جاؤں گی۔'' اس بار اس کے لہجے میں
ن تھی۔

میرے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا۔ میں نے ایک نوکیلا پتھر اُٹھایا اور تمام تر شقاوت اور
ا کے ساتھ پتھر کی نوک بھرپور انداز میں بچے کے پیٹ میں بھونک دی۔ خون کی ایک لکیر کے
بچے کی کرب ناک چیخ اُبھری۔ میں نے لرزتے ہوئے قدموں کے ساتھ اس کے خون سے
لوبھر کر عورت کے کھلے ہوئے منہ میں ٹپکا دیا۔ وہ بُری طرح تشنہ اور بے قرار نظر آ رہی تھی۔ اس
ت درست ثابت ہوئی۔ خون کا قطرہ منہ میں پڑتے ہی اس کا بدن ڈھلک گیا۔ بچہ ایک ہی
میں ہلکان ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ زندگی کے لئے اس کی تڑپ زیادہ دیر
ا نہ رہ سکی۔ میں ان دونوں کو چھوڑ کر بہت عجلت کے ساتھ جھونپڑی سے باہر آ گیا۔

میری طبیعت مکدر ہو چکی تھی۔ اب بھوک بھی غائب ہو چکی تھی۔ ذہن منتشر تھا۔ اعصاب ٹوٹ
ے تھے۔ میں اسی عالم میں زمین پر گر گیا۔ پتھر اُٹھا کر اپنا کام تمام کرنا چاہا کہ اسی وقت ایک عجیب
ت شخص میری طرف بھاگتا ہوا آیا۔ اس کا سر بہت چھوٹا تھا اور ٹانگیں پتلی پتلی تھیں۔ چہرے پر
سی آنکھیں نظر آتی تھیں جسم پر کوئی بال نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔

''آؤ آؤ مقدس بزرگ! سناؤ میرے لیے کیا حکم ہے؟ کیا تم بھی موت کے خواہاں ہ
نے طنز کیا۔ ''میرے ہاتھ میں پتھر ہے۔''

''دیوتا تم سے خوش رہیں، جابر بن یوسف البا قر! تمہاری واپسی جلد ہو سکتی تھی لیکن تم اعلیٰ صفات اپنے اندر پیدا نہیں کر پائے ہو۔'' اس نے سرد مہری سے کہا۔

میں نے اپنی زبان کو لگام دی اور اپنا لہجہ بدل کر حیرت زدہ انداز میں پوچھا۔ ''محترم شخ نے جو کچھ کیا وہ میرے ارادوں کا تابع تھا۔ میں نے جو مناسب سمجھا وہی کیا۔''

''اسے وہ لوگ ناپسند ہیں جو اس کی طلب ترک کر کے آسمانوں کی طرف کوچ کر جا اس نے اپنے انداز میں تبدیلی پیدا نہیں کی۔

''مجھے بتایا جائے کہ مجھے اور کن مراحل سے گزرنا ہوگا؟ یہ زمین میرے لیے اجنبی مجھے کوئی رعایت نہیں دی جا سکتی؟'' میں نے کسی قدر درشتی سے کہا۔

''کیا یہ رعایت کم ہے کہ تمہیں یہاں بھیجا گیا ہے۔ تمہیں خود کو اعلیٰ مناصب کا اہل ہ ہوگا۔ تم نے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کی ہے۔ تمہارے پاس درخشاں شپالی ہے۔ جاؤ اس منحوس عورت کی ہڈیاں اپنے گلے میں ڈال لو اور اسے مایوس کرنے کی کوشش مت کرو تمہیں فضیلتیں بخشی ہیں۔'' اُس شخص نے تلخی سے کہا۔

''فاصلہ روز بروز بڑھ رہا ہے۔ شاید وہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ وہ کتنی عظیم ہے اور میں طلب کر کے کیسی نادانی کا ثبوت دیا ہے۔ روز اس کی عظمتیں مجھ پر منکشف ہو رہی ہیں اور سے دور ہو رہا ہوں۔ میں جس قدر اس کے قریب جاتا ہوں وہ مجھ سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ معلوم میں نے عمر کا کتنا حصہ بوڑھوں کی خانقاہ میں گزارا ہے۔ میری زندگی اسی تگ و دو جائے گی میرا سب کچھ مجھ سے چھوٹ گیا۔ میں نے یہاں کے ماحول میں رچ بس جانے اور علاقے کا محبوب شخص بنانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ موت میرے تعاقب میں رہتی ہے۔ مجھے اس کی قربت کے دن اگر نصیب ہوئے تو بہت کم ہوں گے

''جابر بن یوسف! آہ تمہیں ابھی تک اس کے جلال کا عرفان نہیں ہے۔'' اس نے افسر کہا۔ ''اس کے ہاتھ میں وقت کی نکیل ہے۔ وہ چاہے تو تمہیں مشروب حیات بخش سکتی تمہاری روح پابند کر کے ایک دن اپنا غلام بنا سکتی ہے۔''

''بے شک میرے لیے اس کی قربت کے چند لمحے بھی بہت ہوں گے۔'' میں نے میں کہا۔ ''محترم بزرگ! تمہاری آمد مژدہ جاں فزا ہے۔ میں تمہارے سامنے شرم سار ہوں۔ ہے کہ میرے ذہن و دل پر گاہے گاہے میری گزشتہ زندگی کا ہیولا بن جاتا ہے۔ میں وہ باتیں

ہیں جو کسی طور اس ماحول سے موزوں نہیں ہوتیں۔ میری فکر میرے گزشتہ دنوں کی سازش سے کبھی بھی آلودہ ہو جاتی ہے۔ میں آئندہ محتاط رہنے کا عزم کرتا ہوں۔'' میں نے ندامت سے کہا۔

''جاؤ ان ویرانوں میں تمہارا نصیب چھپا ہوا ہے۔'' عجیب الخلقت بوڑھا جس طرف سے آیا اسی طرف دوڑ گیا۔ میں اسے آوازیں دیتا رہا اور وہ میری نظروں سے میرے شکوک کی طرح دور ہوتا گیا۔

☆==========☆==========☆

جھونپڑی کے اندر دونوں لاشیں اس مختصر وقفے میں ہڈیوں میں تبدیل ہو چکی تھیں۔ میں نے انہیں یکجا کیا اور جھونپڑی کے باہر لگی ہوئی پتاور سے انہیں ہار کی شکل میں باندھ کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ اب میری گردن میں جارا کا کا کی کھوپڑی' سمورال کی مالا، لوریما کی دو مالائیں اور ہڈیوں کا ہار تھا۔ میں نے شپالی کو لوریما کی مالا میں سمو لیا۔ بوڑھے سے گفتگو کے بعد میں نے اپنے مایوس ارادوں کی گرد اپنے ذہن سے جھاڑنا چاہی۔ اس کی باتیں خاصی حوصلہ افزا تھیں۔ مجھے اس صحرا میں ریت کے کسی ذرے کی طرح خود کو چھوڑ دینا چاہئے تھا۔ اب مجھے اسٹالا کی تلاش تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے بھوک اور پیاس کے عالم میں ایک دن کس طرح گزار دیا۔ میں ایک دن تک مسلسل چلتا رہا اور آخر ایک غار پر جا کر میرا سفر کہیں ختم ہوا۔ یہ غار خاصا وسیع معلوم ہوتا تھا اندر جانے کے بجائے میں نے اس کے دہانے پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا اور مجھے وہاں پانی کے گرنے کی آواز آئی۔ پانی کی بو سونگھ کر مجھے وہاں رُکنا نہ گیا۔ میں اندر تک چلا گیا۔ اندر دیواریں پانی سے گیلی تھیں میں نے اپنی زبان ان دیواروں سے لگا دی اور بمشکل تمام اس ٹھنڈے پانی سے اپنا دہن سیراب کیا۔ پانی پی کر مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی اور میں نے غار کے دہانے پر آ کر ایک پتھر سے اپنا سر ٹکا دیا۔ مجھے گہری نیند آ گئی۔ شاید دیوتاؤں کو میری غفلت پسند نہیں تھی۔ کون تصور کر سکتا تھا کہ لق و دق صحرا میں اس غار کے اندر صحرائی اژدہے بھی موجود ہوں گے۔ وہ ایک قد آور جانور تھا جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں اسے کوئی نام نہیں دے سکتا اور نہ ہی لفظوں کے ذریعے اس کی شکل کا کوئی خاکہ کھینچ سکتا ہوں۔ غار کے اندر سے جب اس کی ہول ناک گرج سنائی دی تو میں اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ چیختا چنگھاڑتا ہوا غار کے دہانے کی طرف آ رہا تھا۔ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایسے نازک لمحے میں میرے ذہن میں ایک ترکیب اُجاگر ہوئی۔ بھوک انسانوں کی عقل تیز کر دیتی ہے۔ میں باہر آ کر غار کی اوٹ میں ہو گیا۔ خوں خوار درندہ طوفانوں کی طرح دہانے پر آیا اور ناک کی سیدھ میں بھاگتا ہوا چلا گیا۔ دور جا کر وہ برق رفتاری سے واپس ہوا۔ اس عرصے میں ایک ٹیلے پر چڑھ چکا تھا۔ وہاں پتھروں کی بہتات تھی۔ اتنی اونچائی پر وہ کوئی جست نہیں لگا سکتا تھا۔ نشیب میں غار کے دہانے پر وہ غضب ناک انداز

میں کھڑا اپنے اگلے پنجے زمین پر کھرچ رہا تھا۔ میں اس درندے سے پندرہ فٹ اوپر تھا۔ میں
پر پتھر پھینکنے شروع کر دیئے لیکن یہ طریقہ کچھ زیادہ سودمند ثابت نہیں ہوا۔ وہ ایک موڑ کاٹ کر
لمحے اوپر آ سکتا تھا۔ میں اتنی تیزی سے نیچے نہیں کود سکتا تھا۔ اس نے وہی کیا۔ وہ اُوپر کی طرف
لگا۔ اب اوپر سے نیچے کودنے کے سوا نجات کی کوئی راہ نہ تھی۔ میں نے نیچے چھلانگ لگا دی۔
پر جب میرا تنومند جسم گرا تو کئی جگہ ٹیس اٹھنے لگی۔ میں جلد ہی اُٹھ کر آڑ میں ہو گیا لیکن اس
پوری طرح گھیر لیا تھا۔ اس نے ایک دہاڑ کے ساتھ مجھ پر چھلانگ لگانے میں کوئی وقت نہیں لیا
اس کے جسم کے ساتھ زمین پر آ رہا اور مجھے خود اپنے جسم پر حیرت ہوئی کیونکہ میں نے اپنے
ہاتھوں کی مدد سے اسے اوپر اٹھا لیا اور پھر نیچے پھینک دیا۔ اتنا وزنی' اتنا خطرناک، اتنا پھرتیلا
میرے قابو میں اس طرح آ جائے گا؟ مجھے اس کا اندازہ نہیں تھا۔ سمورال کی مالا کے دانے بکھر گئے
جارا کا کی کھوپڑی سے بندھی ہوئی مضبوط ڈوری اس دھینگا مشتی میں ٹوٹ چکی تھی۔ میں نے
زدن میں تمام عطیات نوچ کر ایک پتھر پر رکھ دیئے اور چونکہ مجھے پہلے حملے میں اپنی طاقت کا
ہو چکا تھا اس لیے اس بار میں نے اسے دبوچ لیا۔ ایک بلی انسان سے بہت کمزور ہوتی ہے مگر
پھرتی، اس کے پنجوں سے ایک خاصے معقول آدمی کو خوف آتا ہے۔ میں تفصیل بیان کرنے سے
کر رہا ہوں کہ میں نے اسے اٹھا کر کہاں پٹکا اور اس نے مجھے کہاں؟ اس کے پنجے جگہ جگہ میرے
میں چبھ کر خراش پیدا کر گئے۔ جابر بن یوسف الباقر پہلے اتنا طاقت ور نہیں تھا۔ میں اپنی طاقت
ششدر رہ گیا اور اس مسرت میں دیوانہ ہو کر میں نے اس بڑے درندے کو کئی حصوں میں منقسم کر
اس کی دہاڑوں سے صحرا میں گونج پیدا ہو رہی تھی۔ اس کے خون سے میرا جسم سرخ ہو گیا تھا۔ میں
اس کی کھال ادھیڑ پھینکی اور اس کا کچا گوشت اپنے دانتوں سے چبانا شروع کر دیا۔ اندر پانی موجود
میں اس غذا سے دو تین دن آسانی سے گزار سکتا تھا۔ میں نے اس کا گرم گوشت اس طرح کھایا
طرح وہ میرا کھاتا۔ اس کے نوکیلے سینگ علیحدہ کر کے میں نے اپنے پاس رکھ لیے۔ یقیناً جب
سینگ میرے گلے کا ہار بن جائیں گے تو لوگوں کو معلوم ہو گا کہ مجھ میں کس قدر طاقت ہے۔ اس
بعد میں نے سمورال کی مالا کے دانے زمین سے اُٹھا لیے اور انہیں پرو کر دوبارہ اپنی گردن میں
لیا۔ میرے گلے میں اس درندے کے سینگوں کا اور اضافہ ہو چکا تھا۔

اس واقعے کے بعد زارشی کا صحرا میری نظروں میں زیادہ مشکل نہیں رہا۔ میں نے سینہ سپر ہ
زور آزمائی کی۔ میں اس غار کے دوسرے جانوروں کو زندگی بخش کر آگے بڑھ گیا اور بڑھتا ہی ر
میری آنکھوں نے حیرت انگیز منظر دیکھے۔ میں خود سے لڑتا جھگڑتا دندناتا آگے کی زمینیں روندتا
مسلسل بڑھتا رہا۔ دھوپ، تھکن، بھوک پیاس، میں نے ایک عرصے تک اپنے حال پر قانع رہنے

لیے تھے۔ میں بظاہر انسان تھا مگر بباطن ایک صحرائی درندہ تھا۔ انسان کسی ویرانے میں
دور ہو تو پھر وہ انسان کہاں رہتا ہے؟ انسان انسانوں میں پہچانے جاتے ہیں وہ اعمال و
سماجی زندگی سے بحیثیت انسان ممتاز ہوتے ہیں۔ اس ویرانے میں میری سوچیں،
میرے تصورات سب صحرا کی ریت اُڑا کر لے جاتی تھی۔ میں نے سوچنا بند کر دیا تھا۔
سوچتا، مسائل الجھ جاتے۔ ایک انکشاف سے مسئلوں کا ایک سلسلہ لاینحل کھڑا ہو جاتا
ئی داڑھی، خون آلود کھال' گلے میں طوق آراستہ۔ یہ شخص۔ ایک عرب نوجوان تاریک
معلوم علاقے زارشی میں نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ وہ غاروں میں بے
تا اور اندر چیختے ہوئے جانوروں کو پکڑ لاتا۔ انہیں صحرا کی تپتی ریت پر لا کر بھونتا اور کبھی کبھی
ھی اسے پانی نصیب نہ ہوتا تو وہ ان کا خون پی لیتا۔ لیکن جہاں جانور رہتے وہاں پانی بھی
میں مل ہی جاتا تھا۔ اس کے ارادے فولاد کے اور اس کا دماغ دنیا کی ہر فکر سے مبرا تھا۔
کے صحرا میں مجھے بھٹکتے ہوئے کئی ماہ گزر گئے۔ مشقتوں، اذیتوں، آزمائشوں کا یہ سلسلہ ہر
رہتا۔ میں اپنے کسی تحفے سے مدد نہیں لیتا تھا۔ میرا کام چلتا تھا اور اس دوران انوکھے
نمٹتا تھا۔ زارشی میں مجھے اس کے بعد کئی بلاؤں سے واسطہ پڑا۔ انہوں نے میرے صبر و
ح امتحان لیا۔ راتوں کو میرے قریب بلاؤں نے گھیرا ڈالا۔ عجیب و غریب چہروں اور
گوں نے مجھے آ کر ستایا لیکن میں راز کی بات سمجھ چکا تھا۔ میں نے انہیں ہر بار خود سے دور
کئی ماہ گزرنے کے بعد مجھے ایک کارواں نظر آیا۔ وہ اسٹالا کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتا تھا۔
اس کی طرف نہیں بھاگا بلکہ اپنی جگہ ٹھہر کر اس کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ نظروں کی زد
ں نے دیکھا، ان کی تعداد کم ہو چکی تھی، وہ بہت تھکے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ ان کا جسم
سے اٹا ہوا تھا، چہروں پر اُداسی چھائی ہوئی تھی، اسٹالا کی گردن اپنے جسم پر نہ ٹھہرتی تھی۔
، پر اس نے مجھے پہچانا تو مسرت سے اس کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔
نالا۔ جزیرہ باگمان کے عظیم فرزند!'' میں نے مسرت سے کہا۔ ''یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا
ہمارا قافلہ بھی مختصر ہو گیا؟''

ے معزز سردار جابر بن یوسف! تمہیں دوبارہ دیکھ کر مجھے عرصے بعد خوشی ملی ہے۔'' اس کے
ے پر تازگی سی پیدا ہوئی پھر وہ تاسف سے بولا۔ ''میں نے اپنی گم شدہ عظمت کے حصول
ئی راتیں اپنے دن قربان کر دیئے مگر انہیں اپنا ہم نوا بنانے میں ابھی تک کامیاب نہ ہو سکا۔
معتوب ہوں اور اس صحرا میں اپنی غفلتوں کی سزائیں بھگت رہا ہوں۔ شاید یہیں میری
ہے لیکن تم۔ تم جابر بن یوسف! یہ صحرا تمہیں راس آ گیا ہے، برکتیں تمہارے کاندھوں پر ہیں

عظمتیں تمہاری جلو میں ہیں۔تم کب جزیرہ باگمان واپس جا رہے ہو؟''

''اسٹالا۔آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔ایک عرصے سے میں انسانی گداز کو ترس رہا ہوں
ہی تھے جس نے مجھے بوڑھوں کی خانقاہ میں آگ کے گرد بیٹھنے کا مشورہ دیا تھا اور یہ میں ہی ہوں
کے دل میں یہ مذموم خیال آیا تھا کہ مجھے تمہارا سر لوکا سا کی خدمت میں پیش کر دینا چاہئے
ریاضت سے فارغ ہو کر میں نے خود پر لعن طعن کی۔کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا۔''

''تم نے جو سوچا تھا، وہ صحیح تھا۔میرا سراب بہت ارزاں ہے تم میرے لیے دیوتاؤں
سفارش کرو۔میں اب باگمان میں اقتدار کا خواہش مند نہیں۔میں وہاں ایک باشندے کی طر
چاہتا ہوں۔'' اسٹالا نے رقت انگیز لہجے میں کہا۔

''آہ اسٹالا! میں کیا دیکھ رہا ہوں۔تمہاری آنکھوں میں آنسو ہیں اور تمہارے پاؤں
استقلال نہیں۔تم اتنے دل برداشتہ کیوں ہو گئے؟''

''معزز سردار! اب مجھے ہر سو اندھیرا نظر آتا ہے۔میرا یہ جسم میرے ان چند وفادار ساتھ
بوجھ بنا ہوا ہے۔میں صحرا صحرا گھوم آیا۔میں نے ایک زندگی خود کو ایک معزز اور سربلند شخص بنا
گزار دی۔جب میں اپنے ہم عصروں کو شکست دیتا ہو مستند اقتدار تک پہنچا تو میرے ایک
نائب لوکا سا کی ریشہ دوانیاں مجھے جلد ہی کھا گئیں۔اس کے بعد سے میں یہاں بھٹک رہا ہو
مہذب دنیا کے ایک شخص ہو۔شاید تمہاری دنیا میں عفو و درگزر، رحم اور رعایت کی مدیں زیادہ
مجھ سے اتنی ہمدردی کا اظہار کر کے مجھے اور ناتواں کیے دیتے ہو۔'' اسٹالا کے لہجے سے شکست
کے آثار نمایاں تھے۔

''اسٹالا۔میرے عزیز اسٹالا! میرے دل میں اُس بدکردار اور ظالم شخص لوکا سا کے لئے
اُنس کا جذبہ بیدار نہیں ہوا۔تم وہ دوسرے یا تیسرے آدمی ہو جس نے شگفتگی سے مجھے خوش آمد
مجھے تم سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔پہلے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے بوڑھوں کی
میں کتنا عرصہ گزارا ہے؟''

''تم سے میری ملاقات ہوئے چھ سال سے زائد ہو گئے۔کیا تمہیں مقدس بوڑھوں نے
تھا کہ تم ان کا حلقہ توڑ دو۔'' اسٹالا نے جواب دیا۔

''ہاں۔'' میں نے اس علاقے کے برسوں اور اپنے برسوں کا حساب لگاتے ہوئے کہا۔
بتائی ہوئی مدت ہمارے ہاں کے دو برسوں سے کچھ اوپر ہوتی تھی۔وقت کا احساس ہوا تو مجھے
توری میں رہنے والے بہت سے چہرے یاد آ گئے۔سرنگا، سریتا اور دوسرے لوگ میں نے اسٹا
پوچھا۔'' کیا تم بتا سکتے ہو کہ میں جزیرہ باگمان کب واپس جاؤں گا؟ کیا میری آزمائش کے تما

گئے؟''

''یہ سوال خود میں نے تم سے کیا تھا۔میرے دردمند سردار! اس علاقے میں ہر قدم پر ایک
ں ہے۔جزیرہ باگمان ہی کیا۔سلطنت اقابلا میں قدم قدم تمہیں آزمائشوں سے گزرنا ہوگا۔مگر
کھ رہا ہوں۔تمہارے گلے میں تابندہ شپالی موجود ہے جو عظمتوں کی نشانی ہے اور میں ذہبی کے
دیکھ رہا ہوں جو تمہاری شجاعت کا مظہر ہیں۔میں تمہارے گلے میں انسانی ہڈیاں سجی ہوئی دیکھ
ں جو تمہاری قوت فیصلہ اور دیوتاؤں کی خوشنودی کی علامت ہے۔تمہارے گلے میں مقدس
ی دو مالائیں، جارا کا کی کھوپڑی اور کوئی بہت متبرک مالا پڑی ہوئی ہے۔اتنی چیزیں بہت کم
کے حصے میں آتی ہیں۔اصولاً تمہیں اب واپس جانا چاہئے لیکن یہ سب ان بزرگ و برتر روحوں
رہے۔تم چلتے رہو۔چلتے رہو۔مجھے یقین ہے کہ بہت جلد تم باگمان پہنچ جاؤ گے اور تمہاری نظر
باگمان کا وہ طلسمی اندھیرا چھٹ جائے گا جو وہاں کے باشندوں پر دیوتاؤں نے مسلط کیا ہے۔
ہیں زارشی کی سرحدوں تک چھوڑ سکتا ہوں۔مگر تم اُس وقت تک وہاں داخل نہیں ہو سکتے جب
نہیں منظور نہ ہو۔''

''اسٹالا۔'' میں نے اس کے طویل بیان سے متاثر ہو کر کہا میں کچھ اہم باتیں جاننا چاہتا
مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت ہے۔یہ شپالی کیا چیز ہے؟ اس سے کیا کرشمے رونما ہوتے
''

''شپالی تمہاری غیر معمولی طاقت اور عظمت کی امین ہے۔کاش تم میرے ساتھ رہتے اور کاش
ں کا عندیہ ہوتا تو میں تمہیں بہت کچھ سکھاتا۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''میں اس سے کیا کام لے سکتا ہوں؟'' میں نے تجسس سے پوچھا۔

''یہ صرف تمہارے حریف کو خبردار کرنے کی نشانی ہے کہ تم نے زارشی کی خانقاہ میں ریاضت کر
باطن منور کیا ہے۔یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شجاعت میں تمہارا درجہ بلند ہے۔اس کی موجودگی
ہے۔اس کی بے حرمتی باعث ابتلا ہے۔''

''میں سوچتا ہوں اسٹالا۔'' میں نے اسے ٹٹولا۔''میں سوچتا ہوں کہ میں نے بہت سے تحائف
کر لیے ہیں لیکن میں جزیرہ توری کے کاہن اعظم سمورال اور اپنے دوست سرنگا جیسے بلند مقام پر
پہنچ سکا جو دل کی باتیں سونگھ لیتے ہیں اور جن کی آنکھیں ان کی عقب میں بھی موجود رہتی ہیں،
سماعت وسیع اور جن کی بصارت لامحدود ہے۔''

''وہ ایک مشکل اور پیچیدہ عمل ہے تم نے سوجھ بوجھ تدبر اور سکینے کا عمل جاری رکھا تو تمہارے
پچھی آنکھیں پیدا ہو جائیں گی۔یہ آنکھیں اور یہ کان اپنے باطن کو جلا دینے سے اُگتے ہیں۔''

اسٹالا نے کہا۔

''مگر یہ کس طرح ہوگا؟ کیا جزیرہ باگمان اور زارشی آنے کا مقصد میرے باطن کی تھا؟'' میں نے اُلجھتے ہوئے کہا۔

''کوئی شبہ نہیں کہ تم نے اپنے کردار و اطوار سے فاصلے گھٹا دیئے ہیں، لیکن معزز سردار روحانی بالیدگی کا آغاز ہے۔ تمہارے ساتھ یہ دلچسپ حادثہ ہوا ہے کہ تمہیں سری علوم بتدریج نہیں ہوئی۔ تم نے یہاں کے عبادت گزاروں کی طرح اپنی زندگی کا بڑا حصہ ارتکاز میں نہیں گزارا، کسی بلند مرتبت اتالیق نے تمہاری باقاعدگی نگرانی نہیں کی اور ہوا یہ کہ تمہیں قسمتی کے سبب سے بعض فضیلتیں لازمی مراحل گزارنے سے پہلے مل گئیں۔ اب تم ایک ایسے جس نے اپنی دوسری غیر معمولی صفات کے بل پر بڑا منصب حاصل کرلیا ہے لیکن یہ مناصب کرنے کے لئے تم نے یہاں کے مروجہ اور مسلمہ مراحل عبور نہیں کیے۔ یہی ایک خلا درمیان کی کڑیاں غائب ہیں جو تمہاری پریشانی کا سبب بن سکتی ہیں۔''

''میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں اسٹالا لیکن میں خلا پُر کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ میں اسے پوری طرح فائدہ اٹھاؤں گا۔ تم سچ کہتے ہو۔ میرے سامنے اس وقت جزیرہ توری کے سمورال کے لڑکے جمرال کا چہرہ ہے۔ اس کی بہن ترام سے میری شادی ہوئی تھی۔ میں نے کو علوم باطنی کی باقاعدہ تربیت حاصل کرتے دیکھا ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جمرال کو ایک گزارنے کے بعد یہ تحائف نصیب ہوں گے جو میرے پاس ہیں لیکن وہ اُس وقت کتنا مکمل شخص ہوگا۔'' میں نے کہا۔

میرے اور اسٹالا کے درمیان گفتگو ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھ سکی۔ جہاں انکشاف موقع آتا اور میں اس سے پردے اُٹھانے کے لئے کہتا وہ بڑی خوبصورتی سے گفتگو کا رُخ دیتا۔ وہ قبل از وقت مجھے کوئی بات بتانے سے گریز کر رہا تھا۔ اس لیے کہ وہ ایک معتبر آدمی تھا اور کوئی کمزور بات کہہ کر اپنے مصائب میں اور اضافہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی سلیقگی، خوش اطواری اور اس کی حالت زار دیکھ کر میرے دل میں اس کے لئے محبت اُبھرے۔ پہلی اور دوسری ملاقات میں اسٹالا میں ایک واضح فرق نظر آتا تھا۔ وہ مجھ سے پھر صحرا میں کہیں گم ہوگیا اور میں آنے والے مشکل دنوں کے استقبال کے لئے تنہا ایک سمت میرے دل میں جزیرہ باگمان اور پھر جزیرہ توری واپس جانے کی خواہش ابھری اور میں فضاؤں کو بلند آواز میں مخاطب کیا۔ ''دیوتاؤں کے مسکن۔ اے عظیم صحرا! تو نے دیکھ لیا جا الباقر نے تجھے ہر مرحلے پر شاد کام کیا۔ اور تو دیکھ رہا ہے کہ اس کے ہاتھوں میں پ

پیدا ہوگئی ہے اور تو یہ بھی جانتا ہے کہ وہ کس کا طلب گار ہے اور کون اس کی زندگی کا مطلوب پس اب اسے اجازت دے اس کے قدم باگمان جانے والے راستوں پر ڈال دے اور یہ رعایت رائیگاں نہیں جائے گی۔''

میں میری پکار کا کوئی ردعمل نہیں ہوا۔ مجھے خود پر ہنسی آگئی اور میں دیوانوں کی طرح خود ہوا غاروں ٹیلوں، ریت کے تودوں میں دن گزارتا رہا۔ پھر کئی دن گزر گئے۔ غیر اہم چھوٹے واقعوں کا ذکر بے معنی ہے۔ صحرائے زارشی کے روزنامچے میں بہت سے دن ت کے حامل تھے۔ تمام دنوں کا احوال کیا لکھا جائے۔ وہی تپش وہی کڑی دھوپ، وہی ی میں۔ مجھے یقین تھا کہ میں ایک دن جزیرہ باگمان کے راستے پر گامزن ہو جاؤں گا، جانے کے بعد میرے ذہن میں بڑے معرکے اور دلکش منصوبے تھے۔ آخر وہ دن بہت جلد نے طے کرلیا تھا کہ میں باگمان کا راستہ خود تلاش کروں گا اور کسی ایک سمت دور تک جانے نے یا مڑنے کے بجائے اسی سمت چلتا ہوں گا۔ یقیناً وہ راستہ کسی نہ کسی جگہ ختم ہوگا۔ یہ ینے والا فیصلہ تھا لیکن مجھے اس میں پہلی ہی بار کامیابی نصیب ہوگئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ارادے سے زیادہ ان طاقتوں کا دخل ہوگا جو اب زارشی میں میری موجودگی کی ضرورت تھیں۔ جب پہلی بار میں نے ایک اونچے ٹیلے سے درختوں کے جھنڈ دیکھے اور وہاں کی ٹھنڈی ہواؤں نے میرے جسم و جاں کا احاطہ کیا تو میری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اتنے زندگی کے آثار دیکھ کر میرے منہ سے خوشی کی ایک چیخ نکل گئی اور میں نے زارشی پر ایک زال کر اس کی خاک سے اپنے بدن کو غسل دیا اور تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ اس وقت ں میں فولاد کی توانائی آگئی تھی زمین پر پاؤں پڑتے ہی نہیں تھے۔ مجھے شبہ گزرا کہ یہ زارشی حصہ نہ ہو مگر زارشی تو خود جزیرہ باگمان کا ایک ویران حصہ تھا۔ اسٹالا نے مجھے بتایا تھا کہ ہریکی کا طلسم میری ریاضت کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے۔ اب وہاں دھوپ نظر آرہی تھی۔ میں ہلا گیا اور ایک لمبی مسافت کے بعد میں نے درختوں کے جھنڈ میں اپنا سر ٹکا دیا۔ مجھے ایسے جیسے میں اپنے وطن واپس آگیا ہوں۔ میں نے درختوں کی ٹہنیاں چھو کر اور پتے توڑ کر اس کرلیا کہ میں کوئی خواب نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں مستی میں ایک عربی نغمہ گنگناتا اندر کی طرف یہ نخلستان شاداب درختوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں جزیرہ توری جیسا گھنا جنگل تو نہیں تھا ل کا درمیانی فاصلہ کچھ زیادہ دور بھی نہیں تھا۔ ایک جگہ پانی دیکھ کر میں نے اپنے جسم سے ول اور خاک گھنٹوں میں صاف کی۔ میرے بال جکڑے ہوئے تھے، انہیں صاف کیا اور ے پہلے ایک گھنے درخت کے سائے میں پتے بچھا کر دراز ہوگیا۔ میں بہت گہری نیند

سویا۔ جس وقت میں اٹھا، رات ہو چکی تھی۔

میرا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے لوکا سا کو حیرت زدہ کروں گا کہ اس کی امیدوں کے برعکس میں باگمان واپس آ گیا ہوں۔ ابھی میں فاصلے طے کر رہا تھا کہ مجھے انسانی سرگوشیوں کی گونج سنائی دی۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔ چند تنگ دھڑنگ سیاہ فام لوگ نیزے اور مشعلیں تانے میری طرف بڑھ رہے تھے۔ ان میں لوکا سا کا نائب کابالو بھی موجود تھا۔ کابالو کو دیکھ کر میرے دل میں انتقام کا احساس بھڑک اٹھا لیکن میں نے ایک ضدی شرارتی بچے کی طرح اپنے گال پر ایک چپت لگائی۔ اس وقت میری سرخوشی کا عالم عجیب تھا۔ میں خود سے داد وصول کر رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ لوگ جلد میرے قریب آ جائیں۔ میں ان کی نظریں دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے شیخی نمایاں کر لی۔ میں اپنے رُک گیا۔ یہ خودنمائی اور انانیت، یہ محبوبیت اور یہ ناز و ادا۔ میری حالت کسی ایسی حسین عورت کی تھی جو اپنے عاشقوں کی نظروں سے اپنے حسن و جمال کا تخمینہ لگا رہی ہو۔

کابالو میرے قریب آیا تو اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں وہ مجھے یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا جیسے اسے میرے وجود پر شبہ ہو۔ کابالو کے ساتھی بھی محوِ حیرت تھے۔ چند لمحوں تک وہ مجھے متجسس نگاہوں سے تولتے رہے۔ ہمارے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی۔ پھر کابالو نے میرے پر سجے ہوئے عطیات حرص کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''مقدس جابر بن یوسف! مجھے مقدس لوکا سا نے تمہاری پذیرائی کے لئے بھیجا ہے۔ میں تمہیں جزیرہ باگمان میں واپسی پر خوش آمدید کہتا ہوں۔''

''اوہ'' میں نے مسکرا کر کہا۔ ''تو اسے علم ہو گیا ہے؟''

''اسے باگمان میں ہونے والی ہر جنبش کا علم رہتا ہے، وہ جاننا چاہے تو پتوں کی حرکت کا علم چلا سکتا ہے۔'' کابالو نے اپنے سردار کے بارے میں مبالغے سے کام لیا۔

''میں اسے دیکھنا پسند کروں گا۔'' میں نے دانستہ اپنے لہجے میں تبدیلی پیدا کر لی تھی۔ ''میرے لیے مقدس لوکا سا کا کیا حکم ہے؟''

''وہ تمہیں کسی وقت بھی طلب کر سکتا ہے۔ فی الحال تمہیں بستی میں منتقل کر دیا جائے گا اور موقع دیا جائے گا کہ تم کچھ دن اطمینان و آرام سے گزارو۔'' کابالو نے کہا۔

''اور اگر میں معزز کابالو سے یہ درخواست کروں کہ وہ مجھے ابھی لوکا سا کی خدمت میں لے جائے تو اس کا کیا جواب ہوگا؟''

''اس کا جواب نفی میں ہوگا۔'' کابالو نے کہا۔

''شاید معزز کابالو اس حقیقت سے ناواقف ہے کہ میں زارشی سے واپس آ رہا ہوں۔ میں

یلی ہو گئی ہے۔'' میں نے تمکنت سے کہا۔

کابالو اپنے سردار کا تابع دار ہے۔ سردار کے احکام بجالانا اس کے فرائض میں داخل ہے۔'' کسی جذبے کے بغیر کہا۔

یوں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں معزز کابالو کی مجبوریوں سے واقف ہوں۔'' میں نے اسے ب میں ڈھالنے کے لئے کہا۔

بالو نے کوئی جواب نہیں دیا اور تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''بستی تک مجھے تمہاری آنکھوں پر اندھیرا نا ہوگا۔''

کابالو۔'' میں نے تلخی سے کہا۔ ''کیا اس بات کی بھی ضرورت ہے؟ جب کہ باگمان کا طلسمی ی میری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔''

یہ میرے سردار کا حکم ہے وہ اس جزیرے کا حاکم اعلیٰ ہے اور تمہاری حیثیت ابھی تک ایک م کی ہے۔''

کابالو۔ یہ باتیں توہین اور دل آزاری کے ذیل میں آتی ہیں تمہیں اس بات کا خیال رکھنا ہے۔ میں مقدس اقابلا کا فرستادہ ہوں۔''

ں کابالو اور اس کے تمام ساتھیوں کو بیک وقت اٹھا کر زمین پر پٹخ سکتا تھا لیکن یہ بات مصلحت ف تھی۔ میں نے لوریما سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو کابالو نے معذوری ظاہر کر دی۔ ں میں نے بہت سے فیصلے کئے تھے۔ ان فیصلوں کے مطابق یہ ضروری تھا کہ میں اپنے لیے کے بجائے محبت کے جذبات پیدا کروں۔ میں نے اکراہ کے ساتھ کابالو کا ناپسندیدہ حکم مان نے چلتے یہ ضرور اس سے کہا کہ ''کابالو میں تمہیں منع کرنے کی قوت رکھتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ ب ہو کر آیا ہوں۔''

میری آنکھوں پر کابالو کے ایک ہی عمل سے اندھیرا چھا گیا۔ راستے میں خاموشی رہی لیکن میں اور دانستہ کابالو کو صحرائے زارشی کے پُراسرار واقعات سناتا رہا۔ وہ میری باتوں کے جواب میں ہا رہا۔ میں ایک دوستانہ فضا چاہتا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ ''کابالو! تمہاری فرماں برداری دیکھ کر ا چاہتا ہے کہ کاش جزیرہ توری میں پیدا ہوتے اور میرے نائب ہوتے۔ کیا تم نے جزیرہ توری ٹھکانوں میں میری اصلاحات کا واقعہ نہیں سنا؟''

''سنا ہے معزز سردار!'' اس نے مفاہمت کے انداز میں کہا۔ ''لیکن یہاں کیا نہیں ہے؟ یہ ہر اعتبار سے روحانی نعمتوں سے آسودہ ہے۔''

''میں نے تمہارا نام اپنے دل پر نقش کر لیا ہے۔'' میں نے کہا۔ بستی آ گئی تھی۔ چاروں طرف

مشعلیں ایستادہ تھیں۔ میں ایک شان بے نیازی و قلندری سے بستی میں داخل ہوا۔ مجھے بھی رات کا محسوس ہوتا تھا اس لیے کہ وہ وقت رات کا تھا لیکن جزیرے کے عام باشندوں کے ہا مشعلیں جلتی رہتی تھیں کیونکہ انہیں ہر وقت اندھیرا نظر آتا تھا۔ صرف جشن لوریما پر ایک دن ایک مخصوص مقام سے یہ اندھیرا چھٹ جاتا تھا اور پھر ایک نہ ختم ہونے والا اندھیرا طاری ہو جب میں آبادی میں جھونپڑیوں کے قریب سے گزرا تو لوگوں نے روشنی کے جھماکوں میں مجھے کابالو کی موجودگی کے باوجود میرے قریب آئے۔ شپاتی کسی ہیرے کے مانند میرے سینے پر چ تھی۔ میں ان کی نظریں پہچانتا تھا۔ ان میں تحیر، تجسس اور خوف تھا۔ اپنی شخصیت سے دوسر خوف زدہ ہونے کا احساس کتنا طمانیت بخش ہے۔ میرا خیال ہے محترم المقام لوگوں کی پہچان کہ لوگ ان سے خوف زدہ رہیں۔ میں خندہ پیشانی سے مسکراتا، ہاتھ ہلاتا بستی سے نزدیک بڑی جھونپڑی میں پہنچا دیا گیا۔ اس جھونپڑی کے باہر کئی نیزہ بردار سیاہ فام موجود تھے۔ کا وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ میرے سامنے لذیذ ترین غذاؤں کے خوان اور مشروبات پیش کر د بہت دنوں بعد میں نے سیر ہو کر کھایا اور کھانا کھا کر ٹہلنے کے لئے بستی میں نکل گیا۔ میں نے بہت سے لوگوں سے بات کی۔ اگر میں کسی ایک کو منتخب کرتا تو نکری کی طرح دوسرے دن بستی اس بدنصیب کا سر کٹا ہوا ملتا۔ اس لیے میں نے کسی ایک شخص سے رابطہ قائم نہیں کیا۔ جزیرہ تو لوگوں کی عادات، ان کے اطوار سے میں واقف تھا۔ مجھے تجربہ تھا کہ وہ کن باتوں سے خوش ہیں۔ میں لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے نفسیاتی نکات سے آگاہ تھا مجھے ہجوم کی نف معلوم تھی اور ہجوم میں ایک قائد کے کردار بھی توڑا بہت جانتا تھا۔ صد حیف کہ میں آکسفور ذہین طالب علم ان حبشیوں کے درمیان گھر گیا تھا۔ اس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں تھا۔ یہ دنیا تھی اور یہی لوگ اس کے ہم وطن تھے۔

اُس رات جزیرہ باگمان کی پہلی پُرسکون شب میں معدے کی سیری کے بعد کچھ قر چاہنے لگا۔ عرصے بعد ترشے ہوئے بدن، جوان بدن دیکھے تھے۔ اسی مقام پر میں نے جشن لو دن اپنی برتری منوائی تھی۔ ان کے لئے میں کوئی اجنبی شخص نہیں تھا۔ میرا ایک اشارہ باگما دوشیزاؤں کو گردن کٹانے پر مجبور کر سکتا تھا۔ مگر یہ خون ناحق تھا۔ اس رات میں تشنہ لب، تشنہ جذبہ سو گیا۔

دو دن تک لوکا سا نے مجھے طلب نہیں کیا لیکن یہ دو دن میرے لیے بڑے کام ہوئے۔ میں بستی کے لوگوں کے درمیان ایک عام آدمی کی حیثیت میں ان سے ربط ضبط پیدا میرے پاس زارشی کے اور اپنی دنیا کے اتنے واقعات انہیں سنانے کے لئے تھے کہ وہ تھک

ن ختم نہ ہوتا۔ یہ دو دن بڑے اطمینان سے گزر گئے۔ دو دن بعد کابالو نے آکر اطلاع دی کہ ل وقت لوکا سا نے اپنی خدمت میں طلب کیا ہے۔ میں اسی لمحے کا منتظر تھا۔ میری تیاری میں کیا وہ مجھے ساتھ لیے ہوئے بستی سے باہر آئے اور حسب دستور کابالو نے میری بینائی چھین لی۔ نے اس بار کوئی مزاحمت نہیں کی۔ میری آنکھیں دوبارہ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو میں ایک ی سرنگ سے تنہا گزر رہا تھا۔ جلد ہی میں لوکا سا کے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ اس نے آج اپنا ب رنگ رکھا تھا۔ مختلف قسم کے کڑے اور ہار اس کی گردن میں جھول رہے تھے۔ اس نے مجھے پر تپاک دیکھا اور اپنی حیرت مجھ سے چھپانے میں ناکام رہا۔ مجھے جلد بازی کے کسی مظاہرے پرہیز لازم تھا لیکن وہ اعتماد جو میری ذات کا ایک حصہ بن گیا تھا، اس کا اظہار ہو ہی جاتا تھا۔ نے اپنے دائیں ہاتھ کا انگوٹھا اٹھایا، فوراً ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوگئی، لوکا سا نے اسے پھر کیا۔ اس بار وہ ایک طشت کے ساتھ آئی تھی جس میں ایک گلاس رکھا ہوا تھا۔ قریب آنے پر نے اس لڑکی کے سینے پر انگلی رکھ دی۔ وہ تکلیف سے چیخ اٹھی۔ اس کے سینے سے خون ابلنے ون لوکا سا نے گلاس میں انڈیل لیا اور دوبارہ سینے پر انگلی رکھ دی۔ میں یہ منظر دیکھ کر ششدر رہ خون بند ہو گیا تھا لیکن لڑکی بری طرح مضطرب نظر آتی تھی۔ لوکا سا نے اُسے جانے کا اشارہ کیا ک گھونٹ پی کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''زارشی سے تمہاری کامیاب واپسی پر جزیرہ باگمان کا ناظم نی محبوب کنیز کے تازہ خون کا جام پیش کرتا ہے، یہ جام کئی اور مشروبات کا مرکب ہے۔''

میں سمجھ گیا کہ لوکا سا نے یہ بے وقت مظاہرہ کس احساس کے تحت کیا ہے۔ میں نے بڑھ کر وہ ہالے لیا اور آنکھ بند کر کے ایک ہی گھونٹ میں اسے ختم کر گیا۔ ایسے واقعات پہلے بھی میرے پیش آچکے تھے اس لیے یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ''مقدس لوکا سا کی مسرت میرے لیے باعث ہے۔ شکر ہے لوکا سا نے ایک سردار کے ساتھ سرداروں کا سا رویہ اختیار کیا۔'' میں نے ادب کہا۔

''اُف۔ یہ زبان کے فتنے۔ میں ان سے بیزار ہوں۔'' اچانک لوکا سا کا لہجہ سرد ہو گیا۔ اس کی ں سے سفاکی جھلکنے لگی۔ ''تمہیں پہلے ہی یہ باور کرا دیا گیا تھا کہ جب تک تم اس علاقے میں ہو، ی حیثیت ایک زیر تربیت شخص کی رہے گی۔''

''مجھے یہ فرمان از بر ہے۔ کیا مجھ سے کوئی ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے جو میرے خلاف فرد جرم کے پر استعمال کی جا سکے؟''

''نافرمانیوں سے یہاں خون بہتا اور آگ لگتی ہے۔ ہر طالب علم کے لئے ناظم اعلیٰ کی اطاعت لی ہے جن کے دل میں کینہ ہے ان کے لئے یہ زمین قہر ہے، جن کے ارادوں میں خباثت ہے ان

کی روحیں جسم سے بے وفائی کرنے میں عجلت کر رہی ہیں۔'' لوکاسا نے سرد مہری سے کہا، پھر لہجہ رفتہ رفتہ اشتعال انگیز ہوتا گیا۔ میں اس کی زبان گدی سے کھینچ لیتا لیکن مسکرا کر بڑے اعتما اس ناہنجار کی زہر بیانی برداشت کرتا رہا۔

''دیوتاؤں کا واسطہ، میں جانتا ہوں کہ تم سے غلطیاں ہو سکتی ہیں، زارشی سے واپسی کے بع ایک طالب علم کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ ایک مکمل انسان بن کر لوٹا ہے اور خشک ہوائیں اور بر اور لوگوں کے ہجوم اور غذائیں اور مشروبات اس کی تربیت میں کوئی رخنہ نہیں ڈالتے۔ اس میں خوبیاں موجود رہتی ہیں جن کا ثبوت اس نے زارشی میں دیا ہے۔'' لوکاسا کی گفتگو سے یہ اندازہ مشکل نہیں تھا کہ اس نے میری واپسی کس طرح محسوس کی ہے۔

''میں لوکاسا کی ہدایت اپنے دل میں منتقل کر رہا ہوں۔ کیا مقدس ناظم اعلیٰ کو اس میں کوئی ہے؟'' میں نے جرات سے کہا۔

''شبہ؟'' وہ کسمسا کر بولا۔ ''کیا لوکاسا کو حقیقتوں کا علم نہیں۔'' شبہ؟ کیا یہ لفظ توہین اور گ کے زمرے میں نہیں آتا؟ کیا لوکاسا اتنا بے پروا اور جاہل شخص ہے۔ میں کہتا ہوں جابر بن یو تمہاری زبان بہک جاتی ہے، اسے ایک خامی کہا جا سکتا ہے۔ سنو! اگر تم نے غلط اندازے قائ اور تمہاری روش سے نافرمانی کی بو آئی تو تمہاری تربیت کو اس وقت تک طول دیا جا سکتا ہے جب اطاعت اور برداشت کی تمام خوبیاں نہ پیدا کر لو۔ تمہیں جزیرہ توری واپس جانے اور ایک مکمل ثابت کرنے کے لئے جزیرہ باگمان میں محتاط رہنا ہوگا۔''

لوکاسا نے بہت تحقیر آمیز انداز اختیار کر لیا تھا میری خاموشی پر اس نے کہا۔ ''پھر میں توری پر تمہاری واپسی کے احکام جلد صادر کر سکتا ہوں۔''

''مجھے یہاں سے جلدی جانے کی آرزو نہیں ہے۔ میں اپنی تربیت مکمل کر کے ہی واپس چاہتا ہوں۔'' میں نے دبے ہوئے لفظوں میں کہا۔ ''میں ابھی مقدس لوریما کی قدم بوسی کے تڑپ رہا ہوں۔ اسے اطلاع دی جائے کہ اس کا غلام سعادتیں سمیٹنا چاہتا ہے۔ اس سے کہا جا زارشی میں ہر جگہ میں نے اس کے عطیات دل و جان سے سنبھال کر رکھے ہیں۔ مقدس لوکاسا اس سے کب مل سکتا ہوں؟'' مین نے اشتیاق سے پوچھا۔

میں نے دیکھا کہ لوکاسا کی پیشانی پر بل پڑ گئے، اس نے بے تابی سے اپنا سر جھٹکا اور ا نکال کر سامنے کی دیوار پر زور سے پھینک دیا۔ اگر کوئی اور موقع ہوتا تو یہ خنجر میرے جسم میں پ ہوتا۔ پھر اس نے اپنا انگوٹھا گھمایا، نوجوان لڑکیوں کا ایک طائفہ اندر آ گیا اور وہ اس کا بدن د لگیں۔ ''تم جا سکتے ہو۔ تمہیں مطلع کر دیا جائے گا کہ تم کب مقدس لوریما سے مل سکتے ہو۔ ا

شرط ہے لیکن ایک بار تمہیں ضرور موقع دیا جائے گا۔'' اس نے نفرت سے کہا۔ میں واپس جانے لے مڑا تو وہ کسی قدر نرم لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''جابر بن یوسف! ہوش مندی سبب ہے۔'' پھر ٹھہر کر کہنے لگا۔ ''ان میں کوئی لڑکی تمہیں پسند ہو تو عطا کی جا سکتی ہے۔''

میں نے ایک طائرانہ نظر سے ان کا جائزہ لیا۔ وہ سب نشیلی آنکھوں اور کسے ہوئے بدن کی لڑکیاں تھیں۔ میں انتخاب مشکل سے کر پاتا لیکن لوکاسا کی سخت باتوں سے بددل سا ہو گیا تھا۔

''ان کی ضرورت نہیں سمجھتا، یوں اس کرم کا جابر بن یوسف تہہ دل سے شکر گزار ہے۔''

لوکاسا کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ مجھے جانے کی پہلے ہی اجازت مل گئی تھی۔ اس لیے میں سے فوراً چل دیا۔ طبیعت میں سخت تکدر تھا۔ ہر چند لوکاسا کی ملاقات سے کوئی خوش آئند توقع وہاں جانے سے پہلے نہ تھی لیکن یہ شخص طبعاً ایک بدخو اور ظالم شخص تھا۔ وہ میری تربیت کا زمانہ ل کر سکتا تھا اور مجھے ہر وقت پریشان کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ میں اس کے علاقے میں مقیم تھا۔ اپنی نیڑی میں واپس پہنچنے کے بعد میں نے تمام پہلوؤں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ لوریما سے ملے بغیر ری پناہ محال تھی۔ اس سے جلد از جلد ملاقات ضروری تھی اور لوریما کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئی ں۔ میں آئندہ چند دنوں میں بہت محتاط رہا لیکن میں نے بستی والوں سے اپنا رابطہ قائم رکھا۔ ایک ہفتہ گزر گیا لیکن لوکاسا یا اس کے کسی نائب نے میری خبر نہ لی۔ البتہ وہ میری نگرانی ضرور کر رہے ہوں گے۔ جب دل بہت گھبراتا میں بستی سے دور نکل جاتا۔ آخر ایک دن مجھے خیال آیا کہ میں خود ہی لوریما سے ملنے کی کوشش کیوں نہ کروں؟ یقیناً لوکاسا کو پتہ چل جائے گا لیکن مقدس لوریما کو اس پر ہر طرح برتری حاصل ہے۔ مجھے کسی صورت اس کے پاس پہنچنا چاہئے۔ پھر اس سے بڑی آسانی سے تحفظ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ بہت غور و فکر کے بعد جب میں ایک دن بستی سے بہت دور چلا گیا تو میں نے سمورال کی مالا سے لوریما کی اقامت گاہ کی سمت رہنمائی طلب کی۔ جارا کاکا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر میں مغرب کی طرف روانہ ہو گیا۔ دُور تک راستے میں مجھے کوئی نہیں ملا۔ وہ گھنے درختوں سے ڈھکا ہوا کوئی حصہ تھا۔ میں ہر غار میں سمورال کی مالا سے مدد لیتا مگر اس کے دانے کہیں نہ چمکے۔ غار تلاش کرتا ہوا، آخر ایک جگہ سمورال کی مالا کے دانے روشن ہو گئے۔ میں اس غار میں جانا چاہتا تھا کہ ایک نیزہ بردار شخص نے کہیں سے میری طرف آ کر میرا راستہ روک لیا۔ اس نے مجھے اندر جانے سے منع کیا۔ میں نے مقدس لوریما سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے لوکاسا کا حوالہ دیا۔ کوئی کب تک مداخلت کرتا؟ سلسلہ پھر نہ جانے کب ختم ہوتا۔ جب اس نے مجھے اجازت دینے سے انکار کر دیا تو میں نے ضد کی، مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ وہ مجھ سے نبرد آزما ہونے میں پہلو تہی کر رہا ہے۔ میں اسے دھکیلتا ہوا اندر بڑھ گیا۔ اس نے اُٹھ کر میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں نے اپنا سیدھا ہاتھ بھرپور قوت سے

اس کے جبڑوں پر مارا، وہ دور جا گرا میں نے مڑ کر اسے دیکھنا ضروری نہیں سمجھا اور تیزی سے غار داخل ہوگیا۔ کچھ ہی دور اندر جا کر مجھے محسوس ہوا کہ آگے سارے راستے پر آگ لگی ہوئی ہے۔ تصد کے لئے میں نے پھر اپنی مالا سے مدد لی یہ وہی غار تھا۔ جس کے راستے پر لوکا سانے آگ بچھا تھی۔ اسی وقت مجھے بوڑھوں کی خانقاہ کا عمل یاد آیا۔ میں یہ عمل دہراتا ہوا درانہ آگ میں گھس گ جس جگہ سے میں گزرتا تھا آگ سرد ہوتی جاتی تھی پھر یہ آگ خود بخود ماند پڑ گئی اور نیزہ بردار ایک غول وحشیانہ چیخ پکار مچاتا غار میں داخل ہوا۔ وہ غار میں باہر کی طرف سے آ رہے تھے۔ میں آگے کی سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ کاش میں آگ بجھانے کے بجائے آگ جلانے پر بھی قادر ہو اندھیرے میں دوڑتے ہوئے میں ایک بڑے پتھر سے ٹکرایا۔ آگے راستہ بند تھا ایک بڑا پتھر درمیا میں حائل تھا۔ میری آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ سر سے خون بہنے لگا۔ پیچھے وہ حبشی آ رہے تھے پتھر کی جسامت کا اندازہ لگا کر میں نے کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر سمجھ کر اس پر زور لگایا۔ مجھے خو داد دینے کا موقع نہ مل سکا۔ میرے بدن کی غیر معمولی طاقت سے پتھر کا وہ بڑا پاٹ پیچھے کھسکنے لگا ایک درولذے کی شکل میں تھا، یہ انسانی طاقت سے ماورا کوئی طاقت تھی پھرتی سے میں اندر داخل ہو اور اندر جا کر میں نے اسے دوبارہ بند کر دیا۔ اس بار میں آگے کی طرف سے چوکنا ہو کر قدم بڑھا تھا۔ میں نے آواز لگائی۔ ''مقدس لوریما میں تیرے پاس آنا چاہتا ہوں۔ مجھے امان دے۔''

میری آواز کے ساتھ ہی دور کہیں مجھے روشنی کی ایک کرن نظر آئی اور میں جلد ہی ان راہداریو سے گزرنے لگا جو قصر لوریما کے درمیان پڑتی تھیں۔ اندر مجھے کسی نے نہیں روکا۔ چند سیاہ فا دوشیزائیں مجھے ایک بڑے سجے ہوئے کمرے میں لے گئیں۔ کمرے میں جل ترنگ بج رہے تھے ایک سیاہ فام دوشیزہ نے مجھے لوریما کی آمد سے مطلع کیا۔ میری آنکھیں کمرے کا طواف کرنے لگیں اس سراپا جمال، سراپا تمکنت کی آمد آمد کا غلغلہ تھا۔ وہ آ رہی تھی۔ وہ آنے والی تھی۔ وہ اقابلا کے حسی طائفے کی خوبصورت بلا۔ وہ اشمار کی طرح حسین تھی۔ وہ اقابلا کے حسن و جمال کا پرتو تھی۔ لوریما ایک پھول تھی۔ جزیرہ باگمان کا واحد خوبصورت پھول۔ اسے سینے سے لگانے کو جی چاہتا تھا۔ میں اڑھا سال کے عرصے کے بعد اس کے جلوے سے منور ہو رہا تھا۔ اسے دیکھنے کے لئے میری رگوں م سنسنی دوڑ گئی۔ اس نے مجھے زیادہ پریشان نہیں کیا۔ وہ دو سیاہ فام دوشیزاؤں کی معیت میں سُر پھولوں سے ڈھکی ہوئی وہاں نمودار ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں شوخی، لبوں پر تبسم اور انداز میں اظہا شوق تھا۔ پتوں اور پھولوں کی چادر سے اس کا جسم جھانک رہا تھا۔ اس کے بال سینے پر لہرائے ہو تھے۔ اسے وہاں میرے روبرو چھوڑ کر دونوں خادمائیں رخصت ہوگئیں میں اور وہ اس شبستان رنگ ور میں تنہا رہ گئے۔ اب میری باری تھی۔ مجھے اس بے مثال حسن کی داد دینی تھی اور اپنی دیوانگی

نا تھا۔ یہ دونوں کام مجھے خوب آتے تھے۔ میں ایک ہنرمند حسن نا ہے۔ تمہیرے دل کی طرح بان بھی بڑی تھی۔ زارشی کے صحرا میں، میں نے جو منصوبہ بنایا تھا، اس پر عمل کرنے کا وقت آ گیا تاب جمال کس میں تھی؟ اور پھر وہ شخص جو ایک عرصے تک رعنائی و نکہت سے دور رہا ہو، اس کا م ہوگا؟ تمام آداب بالائے طاق رکھ کر اس کے بدن کے پھول نوچنے کی وحشت طاری تھی۔ نے بولنے کی کوشش کی، لفظ زبان پر اٹک گئے۔ پھر میں احتراماً جھکا اور میں نے کہا۔ ''میری ادر گزر کی جائیں کیونکہ میں عالم ہوش و حواس میں نہیں ہوں۔ جابر بن یوسف لوریما کی عظمتوں ائے میں پھر پناہ گزیں ہے۔''

اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے مجھے دیکھا تو میری ہمت دو چند ہوگئی۔ میں نے دوبارہ کہا۔ ئی کی فضائیں گواہ ہیں کہ میں نے کہاں کہاں اُس کے قرب کی تمنا کی ہے۔ میرے سینے کے یہ رات اس کے سوا کیا ہیں کہ مجھے دوبارہ اس کی بارگاہ میں واپس آنے اور اس کے جمال دل افروز یر ہونے کی آرزو تھی۔ میرے دل میں ایک اضطراب برپا ہے۔ اے مقدس لوریما۔ تجھ سے میرا لی نہ ہوگا میں اپنا سینہ چاک کروں؟''

اس کے لب سے پھول جھڑے۔ ''تمہیں دوبارہ باگمان میں دیکھ کر خوشی ہوئی۔ یہ ایک بڑا از ہے جو اس سرزمین میں کم ہی لوگوں نے حاصل کیا ہے۔''

مجھے اپنی بلاغت پر ناز ہے۔ چند ہی لمحوں میں میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ لوریما کے تیوروں میرے لیے اثبات کی جھلک ہے اور جہاں یہ ذرا سی رعایت بھی مجھے مل جائے تو میری زبان نہیں ا۔ میری آنکھیں میری زبان کا ساتھ دیتی ہیں۔ میں نے اس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ کر ۔ اس کے تیوروں میں گداز آ گیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جہاں مجھے آگے بڑھنا تھا۔ بڑے اعتماد سے میں اس کا نرم و لطیف ہاتھ اپنے کثیف ہاتھوں میں لے لیا۔ میں نے ایک بوسے پر اکتفا نہ کیا۔ میں ل چومتا ہی رہا۔ ''تم نے لوریما کو مایوس نہیں کیا۔'' اس کی آواز میں تاثر تھا۔ ''مجھے تمہاری شجاعت رذہانت سے یہی امید تھی۔''

''میں نے سوچا تھا میری گردن اعزازات سے جھک جائے کہ میں اس کے روبرو اعتماد سے پنے دل کا احوال کہنے کی جسارت کر سکوں، لیکن..... لیکن.....'' میں کہتے کہتے رُک گیا۔

''لیکن کیا.....؟'' اس نے وفور شوق سے پوچھا۔ وہ میری گفتگو میں تحلیل ہوئی جا رہی تھی۔

''لیکن جب میں جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کے بارے میں سوچتا تھا تو میری ہمتیں پست ہو ہوتی تھیں۔ میں نے اپنی سرفرازی کا عہد کر لیا تھا۔ پھر جب میں یہاں آیا تو ناظم اعلیٰ نے مجھے ملنے سے منع کر دیا۔ اس نے میرے راستے میں دیواریں حائل کر دیں۔ اس نے اس راستے پر آگ لگا دی

جس سے گزر کر ایکارا، وہ دوکو اپنے مطلوب کے پاس پہنچنا تھا۔''

وہ خاموش رہی۔ میں نے لوکاسا کے زہریلے رویے کے متعلق تمام باتیں اس کے گوش گزار دیں۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر بیزاری کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ''مقدس اقابلا ایک فرستادے، زارشی کے زائر، جزیرہ توری کے ایک قبیلے کے سردار جابر بن یوسف کی اس جزیر جو پذیرائی ہوئی ہے وہ انصاف کی رو سے جائز تھی؟'' میں نے جواب طلب نگاہوں سے اسے دیکھ

''لوکاسا۔'' اس نے زیر لب کہا۔ ''وہ یہاں کا ناظم، اعلیٰ اور یہاں کا سب سے طاقت ور فرد ہے۔ اسی لئے لوریما نے اسے فضیلت کی سند دی ہے لیکن اس کے تمام احکام لوریما کی منظوری دست نگر ہیں۔ اس کی کوئی فضیلت لوریما کے تقدس سے ماورا نہیں ہے۔''

''بلاشبہ وہ سب پر قادر ہے لیکن اسے کسی طور محترم و مقدس لوریما پر بالادستی حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ کسی کو اس قسم کا تاثر دیتا ہے تو وہ ان مروجہ اصولوں کی نفی کرتا ہے جو اس جزیرے کے نظام بنیاد ہیں۔ میں سمجھتا ہوں میرے ساتھ لوکاسا کا رویہ میرے مفادات کے حق میں نہیں ہے۔ مقدس لوریما کی امان چاہئے اور میں اسی بنا پر اس سے ملنے کے لئے بے تاب تھا۔'' میں نے جذ لہجے میں کہا۔

''تم لوریما کی امان میں ہو کیونکہ تم مقدس اقابلا کی طرف سے بھیجے گئے ہو۔'' اس نے والہ طرز میں کہا۔ میں اس کے ہاتھوں پر بوسے ثبت کر رہا تھا۔

''کیا مجھے مقدس لوریما کو پوجنے کی اجازت ہے؟'' میں نے پوچھا۔

یقیناً، وہ بھی تم سے متاثر ہوئی ہوگی۔'' اس نے کہا۔ ''تم ایک آتش بیان اور آتش خصال ہو۔''

''اے مقدس دیوی! میرے سینے میں آگ لگی ہوئی ہے۔ میرے ہاتھ تیرے جسم اطہر سے ہونے کی سعادت کے لئے تڑپ رہے ہیں۔ میرا رواں رواں لرز رہا ہے مجھے اجازت دے کہ میں سے اپنی بے پایاں محبتوں اور عقیدتوں کا اظہار کر سکوں۔''

میں نے اس کی آنکھوں میں سرخی دیکھی اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس کے بالوں۔ اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ وہ خاموش رہی۔ یہ اعتماد کبھی اقابلا کی بارگاہ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ میں نے ا کے بدن سے پھول توڑنے شروع کر دیئے۔

اس کی از خود رفتگی نے رفتہ رفتہ احترام و تقدس کے وہ بت ڈھانے شروع کر دیئے جو اسے ا دیوی اور مجھے ایک خادم کی حیثیت دیتے تھے۔ مگر لوریما اچانک مچل کر میرے پہلو سے نکل گئی۔ ا نے جلتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور حاکمانہ انداز سے بولی۔ ''جابر بن یوسف! تمہاری قر

آسودگی ہے لیکن یہ میرے اور تمہارے دونوں کے لئے مضر ہو سکتی ہے۔ تم ایک سحر کار مرد ہو ہ سے کبھی وابستہ نہیں ہو سکتے۔ میں مقدس اقابلا کے حکم کے تحت صرف لوکاسا کو اپنے تصرف تی ہوں۔''

ں منتہائے شدت میں ہوش کی یہ باتیں آدمی کو پاگل کر دیتی ہیں۔ مجھے اندازہ تھا کہ آخر یہی میں اسے یہاں تک لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہی بات کافی تھی۔ میں حواس باختہ سا ں میں نے خود کو سنبھال لیا اور اس کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا۔ ''مجھے اس کا احساس ہے۔ اس کا اہل نہیں ہوں۔'' میں نے اُداسی سے کہا۔ ''میں مقدس لوریما سے معذرت خواہ ہوں کہ یوی کی ساری نوازشیں لوکاسا کے لئے محفوظ ہیں..... مگر اے عظیم المرتبت دیوی! کیا مجھے یہ اجازت ہے کہ ایک ناظم اعلیٰ، دوسرے ناظم اعلیٰ کو اقتدار کس طرح منتقل کرتا ہے؟''

ریما اسی طرح پُر وقار نظر آ رہی تھی جیسے وہ پہلے تھی۔ اس نے میرے سوال پر حیرت سے مجھے رکہنے لگی۔ ''جب ایک ناظم اعلیٰ کے اعصاب جواب دینے لگیں اور وہ خود کسی کو نامزد کر دے یا ا زیر کرنے کا دعویٰ کرے اور زیر کر بھی دے یا اس کی موت واقع ہو جائے اور اقتدار کے وگوں میں جو بھی مقابلے میں کامیاب ہو جائے، وہی اس کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔''

''مگر اسٹالا کے ساتھ تو یہ نہیں ہوا۔'' میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''اسٹالا.....'' لوریما نے کچھ دیر توقف کیا۔ پھر بولی۔ ''اسٹالا اقتدار چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس کے کا نائب ہی اقتدار کا اہل تھا کہ اس سے مقابلے پر کوئی آمادہ نہیں تھا۔''

''مقدس لوریما غیر معمولی روحانی قوتوں کی امین ہے۔ اسٹالا اچانک کیوں چلا گیا تھا، اس کے ہوگا۔'' میں نے جرات سے کہا۔

میرے سوال پر لوریما نے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تو میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ قدس لوریما کے قرب کے لئے فنا ہونا چاہتا ہوں۔ کیا مجھے اس کی اجازت مل جائے گی کہ میں سے اقتدار حاصل کرنے کے لئے اسے مبارزت کی دعوت دوں؟''

لوریما نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ ''تم۔ تم۔ نہیں..... نہیں تم جابر بن یوسف الباقر۔ توری کے شریف سردار۔ تمہیں مقدس اقابلا نے بھیجا ہے۔ بہتر ہے تم اپنی تربیت مکمل کر کے سے چلے جاؤ اور اپنے لوگوں کی خبر لو۔''

لیکن میں نے انکار کر دیا۔ میں نے اسے لوکاسا کے ظالمانہ اور جارحانہ سلوک کے متعلق تفصیل تایا۔ میں نے کہا کہ جزیرہ باگمان کے لوگ اس سے ناخوش ہیں۔ میں نے مصلحتاً اسٹالا سے ت کا واقع اسے نہیں بتایا۔ وہ بے چارہ زارشی کی گرم دھوپ میں آوارہ پھر رہا تھا۔ لوکاسا سے مجھے

جتنی نفرت ہوگئی تھی میں نے وہ سب لوریما کے گوش گزار کر دی۔ میرے طویل بیان پر اس کا ردعمل ظاہر نہیں کیا۔ کوئی بھی لوکاسا کو کسی وقت چیلنج کر سکتا تھا۔ میرا مطالبہ ناجائز نہیں تھا۔ لوریما رد کر سکتی تھی۔ اس نے مجھے لوکاسا کی طاقت اور اس کے ساحرانہ اوصاف کے بارے میں خبر لیکن میں جمارہا۔ پھر اس نے مجھے سوچنے کا موقع دیا۔ میں نے اس غنیمت لمحے سے فائدہ اٹھا کی بارگاہ میں کسی رکاوٹ کے بغیر گاہے گاہے حاضری کی اجازت حاصل کر لی۔ مجھے معلوم تو انکار نہیں کرے گی کیونکہ میں ان تمام لوگوں سے مختلف تھا جو اس جزیرے پر بستے تھے۔ میں لئے ایک عجوبہ تھا۔ میرے نقش ونگار ترشے ہوئے اور میری زبان سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی۔

میں نے لوریما کے سامنے ایک بہت بڑا دعویٰ کر دیا۔ میں جو پہلے سے ایک جزیرے کا اب دُوسرے جزیرے پر حکمرانی کا جال بچھا رہا تھا۔ مجھے اپنی اس جرات میں ناکامی کی سزا صورت میں ملنی تھی۔ جھونپڑی میں واپس آنے کے بعد میں نے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار فیصلہ کر لیا۔ میں نے سرنگا کو یاد کیا اور کاہو کی روح کو طلب کیا۔ وہ روح جب اپنے بوڑھے تخیل میں نمودار ہوئی تو میں نے اسے سارا منصوبہ بتا دیا۔ کاہو کے خدشوں اور وسوسوں کے باو نے اصرار کیا کہ وہ میری مدد پر کمر بستہ رہے اور باقی کام مجھ پر چھوڑ دے۔ پھر اس رات اقابلا کے حضور بھی اپنی کامیابی کے لئے فریاد کی۔ دوسرے دن صبح مجھے پھر لوکاسا کے دربار میں کیا گیا اور لوکاسا نے سخت نفرت اور اشتعال کے عالم میں میری روانگی کے احکام صادر کر دیئے نے چلتے وقت لوریما سے ملنے کی درخواست کی جسے جبراً وقہراً منظور کر لیا گیا۔ اس بار مجھے رکھ لوریما سے ملوایا گیا۔ اس آخری ملاقات کے لئے جب جزیرہ باگمان سے کوئی طالب علم کامیا جزیرے میں جاتا ہے۔ اس مرتبہ لوریما سے میری کوئی بات نہیں ہو سکی۔ میں نے رقت کے کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ اس وقت لوکاسا ہم دونوں کے درمیان موجود تھا۔ لوریما تخت پر متمکن تھ کے اردگرد کنیزوں کا ہجوم تھا۔ لوکاسا اس کے پہلو میں پورے طنطنے سے کھڑا ہوا تھا۔ رخصت سے کچھ دیر قبل میں نے لوریما کے دربار میں اس کی کنیزوں نائبین اور لوکاسا کی موجودگی میں کیا کہ سلطنت اقابلا کا ایک فرد، جابر بن یوسف الباقر جزیرہ باگمان کے اقتدار کے لئے لوکا مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

میرے اس ڈرامائی اعلان پر لوریما کے سوا تمام افراد حیرت زدہ رہ گئے۔ لوکاسا نے مجھے نظروں سے دیکھا۔ میں ان تمام افراد کے ردِعمل سے بے نیاز لوریما کے چہرے کا جائزہ لے لوریما نے اپنے کاہن کی طرف اشارہ کیا جس نے اپنی سپاٹ آواز میں مجھ سے کہا۔ ''جابر بن مقدس لوریما از راہ ہمدردی تمہیں اپنے دعویٰ پر نظر ثانی کا حکم دیتی ہے۔''

''اس کا حکم میرے لیے باعث فخر ہے۔'' میں نے تمام تر احترام سے کہا۔ ''لیکن میں نے یہ پورے ہوش وحواس میں کیا ہے۔'' باگمان کے کاہن نے لوریما کا عندیہ پا کر دربار میں رسمی طور ان کیا۔ ''جزیرہ طوری کے سردار جابر بن یوسف الباقر کو باگمان کے ناظم اعلیٰ لوکاسا سے مقابلے جازت دی جاتی ہے۔ یہ مقابلہ باگمان کے تمام باشندوں کے سامنے حسب دستور پانچ یوم بعد ہوگا۔ دونوں حریفوں کے مقابلے سے دست بردار ہونے کے لئے ایک دن دیا جاتا ہے۔''

اس اعلان کے ساتھ ہی لوریما چلی گئی۔ اور میں اس کے خصوصی دستے کی امان میں اپنی جھونپڑی میں واپس پہنچا دیا گیا۔ لوکاسا کے نگراں اٹھا لیے گئے۔ میں اس بات سے بے خبر نہیں تھا کہ لوکاسا بہت فتنہ جو، حیلے باز اور کمینہ شخص ہے۔ مقابلے سے قبل وہ مجھے خوف زدہ کرنے، ڈرانے، دھمکانے کی کوشش سے باز نہیں رہے گا۔ مجھے وہ بدبخت کم ہی نقصان پہنچا سکتا تھا، اسلیے کہ میرے گرد میں خاصی چیزیں دفاع کے لئے موجود تھیں۔ ادھر میں نے کاہو کو اپنی نگرانی کے لئے مقرر کر دیا۔ اس مقابلے میں اپنے تمام اسلحہ سے کام لینا چاہتا تھا۔ لوکاسا سے محض جسمانی طاقت کا مقابلہ نہیں میرے پاس کاہو موجود تھا۔ میرے گلے میں شپالی، جارا کا کی کھوپڑی اور سمورال کی مالا تھی۔ وہ ہزار علوم کا تربیت یافتہ تھا۔ اگلے چار دن مجھ پر بہت بھاری گزرے۔ میں اس دوران غیر معمولی حالت میں گھرا رہا۔ میری جھونپڑی میں زہریلے سانپ بلوں سے اُبلنے لگے اور حشرات الارض کا اژدہام جمع ہوگیا۔ میرے لیے پیال کے بستر پر سونا محال ہوگیا مجھے ہر وقت خوفناک آوازیں سنائی دیتیں۔ میرے کھانے میں زہر ملا دیا گیا تھا۔ میں زہریلی چیونٹیوں اور بچھوؤں کے بستر پر سو گیا۔ میری روح وہاں منڈلا رہی تھی۔ وہ بھول رہا تھا کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ میں اس کا شدید طور پر معروف رہا۔ مجھے بستی میں آنے جانے کی آزادی تھی۔ ان لوگوں کے چہرے مقابلے کے اعلان سے دمک رہے تھے لیکن اب وہ میرے قریب آتے ہوئے ڈرتے تھے میں انہیں اپنا ہم خیال کر اور مقابلے کے موقع پر اپنے حق میں ان سے نعرے لگوا کر لوکاسا پر نفسیاتی اثر ڈالنا چاہتا تھا۔ جو میرے قریب نہیں آتے تو میں خود ان کے پاس پہنچ جاتا۔ میں نے اپنا کھانا چھوڑ دیا۔ میں ان کا لقمہ ہاتھوں سے چھین لیتا۔ اس بات سے وہ خوش ہوتے۔ وہ سب دلی طور پر دیوتاؤں سے میری کامیابی کے لئے دُعا کر رہے ہوں گے اور دیوتاؤں کو لوکاسا کی ناپسندیدگی کا اندازہ ہوگا۔ نکری، مایا بوڑھی ماں، اسٹالا اور نہ جانے کتنے لوگ لوکاسا کے قہر وغضب کا ہدف بن چکے تھے۔ اس کی بیٹی تک کوئی اسے چیلنج کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ یہ صرف میں ایک اجنبی تھا جس نے ایک کر دیا تھا۔ وہ انگلیاں اٹھا کر میری طرف اشارہ کرتے تھے۔ ''یہ ہے وہ۔''

اور یہ شخص جو آپ سے مخاطب ہے، اسے اپنے حال پر بعض اوقات بڑی ہنسی آتی تھی۔ وہ

تاریک براعظم میں آکر کتنا بدل گیا تھا وہ یہاں ایک اجنبی کی حیثیت سے وارد ہوا تھا۔ اس
انقلاب انگیز تبدیلیاں آئی تھیں۔ زندگی بھی عجیب چیز ہے۔ اسے باقی رکھنے کے لئے آدمی کیا
گزرتا ہے۔ ایک ذرا کہیں زندگی کی اُمید پیدا ہوتی ہے تو وہ ایک نقطے سے کتنی پھیل جاتی ہے۔
ہوس کا کیسا لامتناہی سلسلہ ہے جو کہیں ختم نہیں ہوتا۔

پانچویں روز حسب اعلان اسی جگہ جہاں جشن لوریما منعقد ہوا تھا' ساری بستی موجود تھی۔
مقابلے کی روداد تفصیل سے لکھی جائے..... نہیں، یہ مقابلہ کسی طرح بھی اقابلا کے دیدنی
جلوے کے رُوبہ رُو ہونے والے مقابلے سے زیادہ تہلکہ خیز نہیں تھا۔ مگر اس کی نوعیت بڑی نگین
میں نے خود کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ لوریما نے میرا یہ مطالبہ مسترد کر دیا کہ یہ رزم آرائی محض جسمانی
تک محدود ہے۔ اس درخواست سے میرا مقصد اپنے حریف لوکاسا کو اپنی جسمانی طاقت سے
تھا۔ شوالا سے مقابلے اور جشن لوکاسا کو اپنی جسمانی طاقت سے متاثر کرنا تھا۔ شوالا سے مقابلہ
لوریما پر ہونے والے مقابلوں کا ذکر میں تفصیل سے کر چکا ہوں۔ مگر یہ بے حد سنسنی خیز تھا۔
جزیرہ باگمان کے نظام حکومت میں انقلاب برپا ہو سکتا تھا۔ لوریما اپنے خاص تخت پر مشتاق
سے ہم دونوں کو میدان میں دیکھ رہی تھی۔ اس معرکے کا اعلان ہوا تو میں نے کاہو کو مستعد
اشارہ کیا۔ کاہو تمام مقابلے میں میرے ساتھ رہا۔ تفصیل کسی اور وقت کے لئے اُٹھا رکھتا ہوں
ہوئے جسم کا لوکاسا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ اس نے اپنی حیرت انگیز پُراسرار طاقتوں کا مظا
شان اور جس اعتماد سے کیا، میں اس میں کسی طرح کامیاب نہیں ہو سکتا تھا لیکن میرے پاس
شپالی تھی اور میرے پہلو میں کاہو تھا جو کسی کو نظر نہیں آ رہا تھا، آگ کے شعبدے، درندوں کی
ساتھ کئی خنجروں کے بھرپور وار، بینائی ختم کر دیتا۔ رسیوں سے مکمل طور پر جکڑ دینا۔ غرضیکہ ان
کرشموں کی تعداد بیان کرنے کے لئے ایک وقت چاہئے۔ میں جو چھوٹے موٹے عمل جانتا
لوکاسا کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ میں نے خود کو مشق ستم کے لئے آزاد چھوڑ دیا
نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا۔ صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا جہاں مجھے اُسے دُوبدو جنگ کا موقع
طاقت میں میرا ہم سر نہیں ہو سکتا تھا اس لیے کہ زارشی میں میرا بدن جیسے فولاد میں ڈھال دیا
میں خانقاہ کی بھٹی میں تپ کر آیا تھا۔ اسی ایک موقع پر میں نے اسے ہوش نہیں لینے دیا اور سا
پر اپنی جسمانی برتری کی دھاک بٹھا دی۔ لوگوں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کے بہت سے حملے ناکا
ہیں۔ میں نے خود کوئی حملہ نہیں کیا لیکن وہ میرا کچھ بگاڑ نہیں سکا تھا۔ اس جنگ نے خاصا
جزیرہ باگمان کا مضبوط ناظم اعلیٰ جس سے باگمان کا ہر باشندہ لرزتا تھا۔ وہ ایک اجنبی شخص کو
کی ہر ممکن کوشش میں تلملاتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ ہم دونوں کے لئے یہ زندگی اور موت کا

ں پہلے مقابلوں کی رُوداد بیان نہ کرتا اور اس لرزہ خیز معرکے کا نقشہ کھینچتا۔ اب تک میں اپنا
رہا تھا، سہ پہر کے قریب جب لوکاسا اپنے مسلسل حملوں کی ناکامی سے زچ ہونے لگا تو
جگہ سے آگے بڑھا اور میں نے اس کے سینے پر ایک زبردست لات رسید کی۔ وہ اس حملے کے
ہیں تھا۔ گر گیا اور گر کر فوراً اُٹھ گیا۔ اس نے مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی۔ میری دوسری لات سے
ئی پسلی ٹوٹ گئی اور وہ بلبلا کر زمین پر ڈھیر ہونے لگا۔ لیکن جب وہ شدید درد اور نقاہت کے
دوبارہ زمین سے اُبھرا تو مجھے احساس ہوا وہ شوالا نہیں ہے، اس کی پھرتی اور طاقت یقیناً شوالا
زیادہ تھی۔ اس نے مجھے اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دوبھر کر دیا۔ مجھ سے تخمینے کی غلطی ہو گئی۔ میں
یہ توری کی سرداری بھی کھوئی اور اقابلا کے حصول کا ارمان میرے دل میں ہی رہ گیا۔ یہ میں
لیا۔ یقیناً یہ میری خود اعتمادی کی سزا ہے۔ اب اُس کی باری تھی۔ وہ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں
تھا، جیسے اس پر کوئی شیطان سوار ہو گیا ہو۔ میں اس رزم گاہ کا احوال اختصار سے بیان کرنے
ی کر رہا ہوں۔ جزیرہ باگمان کے مقتدر شخص لوکاسا نے کئی بار مجھے یہ احساس دلایا کہ ایک ناظم
اقوت اور دوسروں پر کتنی فوقیت کا حامل ہونا چاہئے۔ اس نے ایسے بھرپور وار کیے کہ کاہو اگر
ساتھ نہ ہوتا تو میں خوف و دہشت سے حوصلہ کھو بیٹھتا۔

یکن یہ مقابلہ حیرت انگیز طور پر اتنی جلد اور اچانک ختم ہو گیا جس کی توقع کسی کو نہ ہو گی۔ مجھے
ہے کہ میں نے خود کو ہزیمت کے لئے تیار کر لیا تھا لیکن میں ایک مرد آدمی کی طرح آخر دم تک
کرنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ اس وقت دوبارہ ایک ایسا لمحہ آیا جب مجھے دُوبدو لوکاسا سے
قوت آزمائی کا موقع ملا اور میں نے غصے کے عالم میں اُسے اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ اُسی لمحے کا
ھے اشارہ کیا۔ ''جابر بن یوسف! تم حوصلہ کھو رہے ہو۔ جلد از جلد اپنے گلے سے شپالی اتار کر
بدن پر پھینک دو۔ اور یہ عمل مسلسل دہراؤ۔ چنانچہ اس کے اُٹھنے سے پہلے میں نے شپالی اس کی
چھال دی۔ نہ جانے اس چھوٹے سے ہیرے میں کون سی حدت تھی کہ لوکاسا تڑپنے لگا۔ اس
پر داغ پڑ گیا۔ میں نے دوبارہ شپالی اٹھا کر اس پر دے ماری اپنے داغ داغ جسم کے باوجود
ہیں نے شپالی اپنے ہاتھ میں پکڑ لی لیکن دوسرے ہی لمحے بلبلا کر چھوڑ دی۔ کاہو نے بھی مجھے
ی کہ میں اسے ہر حال میں ختم کر دوں۔

یں اس پر ٹوٹنے کے لئے جست لگا ہی رہا تھا کہ میرے قدم ایک خاص جگہ آ کر رُک گئے۔
ں کسی نے جکڑ لیا ہو۔ لوکاسا نے اپنا آخری وار یہی کیا تھا۔ میں آگے بڑھ ہی نہیں سکتا تھا۔
ار میرے آڑے آ گئی تھی۔ کاہو نے ان خنجروں، اُن پتھروں اور نیزوں کی طرف میری توجہ
رائی جو لوکاسا نے میری طرف پھینکنے تھے۔ میں نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے ان سے لوکاسا

کا جسم چھید دیا اور لوکا سا، جزیرہ باگمان کے ناظم اعلا، ایک شیطان ایک فرعون اور ایک سنگ
نے دہیں دم توڑ دیا۔ اس نے خوب مقابلہ کیا۔

دُوسری طرف کاہن نے اعلان کیا۔ ''دیوتا اس کے گواہ ہیں۔ جزیرہ باگمان پر لوکا سا
ہوا۔ اب جزیرہ توری کا سردار جابن بن یوسف الباقر جزیرہ باگمان کا ناظم اعلیٰ ہے۔ کا
آخری جملہ ہجوم کے شورغل میں کہیں گم ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے اس اعلان کے
دیوانگی کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ وہ زمین پر قلابازیاں کھانے لگے۔

ان کے باجے کا شور ایک دم بڑھا اور وہ مستانہ وار جہاں کھڑے تھے وہیں اچھلنے لگ
ان کی سمت دیکھ کر ان کے نعرہ ہائے تحسین کے جواب میں اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے زور
ہلانے شروع کر دیئے۔ میرے اس طرزِ عمل سے وہ اپنا دائرہ توڑ کر میری طرف بھاگے اور
میرے ہاتھوں کو بوسہ دینا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکا اس لیے کہ
پھر انہیں اپنی اپنی جگہ واپس جانے کا حکم دے دیا تھا۔ باگمان کے انتظامی معاملوں سے
بڑھتے ہوئے ہجوم کو پیچھے ہٹا رہے تھے۔ ہجوم کا رُخ لوکا سا کی لاش کی سمت تھا۔ جب مجمع
سے چھٹ گیا تو میں نے ایک نظر لوکا سا کے جسم پر ڈالی۔ اس کا جسم نیزوں سے چھلنی کر دیا
منہ کھلا ہوا تھا اور خون سے اس کا سارا جسم سرخ ہوگیا تھا۔ مجھے اس کی یہ عبرت انگیز حالت
بھی ترس نہیں آیا۔ میں اس کے جسم پر ٹھوکریں مارنا اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے درندوں
کرنا چاہتا تھا۔ یہ مقابلہ صحرائے زارشی کے عظیم تختے شپالی کی وجہ سے اچانک ختم ہوگیا
گردن مروڑنے اور اپنے ہاتھوں سے اس پر ضربیں لگانے کا موقع مجھے نہیں مل سکا تھا۔

کاہو مجھے مبارک باد دے کر آسمان کی طرف کوچ کر گیا تھا اور اب میری نظریں لوریما
مرکوز تھیں۔ لوریما پھولوں کی ملکہ، اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک اور لبوں پر مسکر
میرے سامنے بیٹھی ہوئی وہ حسین ترین پری پیکر لڑکی اب میری تھی جب میں اس کے نزد
کاہن نے میرا بازو پکڑ لیا اور مجھے ایک طرف کھڑا کر دیا۔ اس نے ایک دیوار کے
اٹھائے۔ اس کے ہاتھ اٹھاتے ہی سفید دیوار سیاہ ہوگئی اور کاہن کے مسلسل عمل پڑھنے اور
کے ساتھ کچھ پھینکنے کے بعد ایک مبہم سا ہیولا نمودار ہوا اور مجھے حیرت ہوئی کہ اس میں حر
ہوئی۔ اس نے اپنی جگہ بدلی اور پھر وہ ایک جگہ ٹھہر گیا۔ میں اسے کوئی نام نہیں دے سکتا تھ
جانور سے مشابہ تھا۔ یہ غالباً ایک شگون تھا۔ اس دلچسپ کام سے فارغ ہو کر کاہن نے
رکابی میرے سامنے کی۔ رکابی پر عقاب کی شکل کا ایک پرندہ گردن جھکائے بیٹھا تھا۔
اشارہ کیا کہ میں اسے ہاتھ میں لے کر بوسہ دوں مجھے کچھ ہوش نہیں تھا۔ میں نے اسے

میرے ہاتھوں میں آ کر شدت سے پھڑ پھڑانے اور مچلنے لگا۔ لیکن میں نے اسے اپنی گرفت
چھوڑا۔ میں اس کے دو ٹکڑے کر دینا چاہتا تھا کیونکہ وہ بہت کریہہ صورت پرندہ تھا۔ اس کی
انگاروں کے مانند تھیں۔ چار و ناچار میں نے اس کے پروں کو بوسہ دیا۔ کاہن نے اسے
ہاتھ سے چھین کر ہوا میں اچھال دیا۔ وہ پھرتی کے ساتھ لوریما کے بُت کے شانے پر بیٹھ گیا
نے ایک طشت میں جلتی ہوئی آگ سے لوہے کی سلاخ نکال کر میری بائیں ران میں گھسیڑ
دی شدت سے میری چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ میں نے اپنی کراہ حلق میں قید کر لی تھی۔ میری ران
سرخ نشان پڑ گیا تھا لیکن میں مضبوطی سے اپنے قدموں پر کھڑا رہا پھر کاہن نے میرا چہرہ اوپر
کچھ پڑھ کر پھونکا اور میری آنکھیں کھول کر ان میں کوئی سفوف جھونک دیا مجھے ایسا محسوس ہوا
ی آنکھوں میں مرچیں جھونک دی گئی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے۔ کاہن اسی طرح
راتا اور میرے صبر وضبط کا امتحان لیتا رہا۔ میں یہ تمام ستم خاموشی سے سہتا رہا۔ اس وقت میں
نظروں میں تماشا بنا ہوا تھا۔ وہ باگمان کی مسند سنبھالنے سے پہلے مقدس رسمیں ادا کر رہا تھا اور
یر ہو رہی تھی۔ آخر میں اس نے ایک بڑا اژدہا مروڑ کر میرے گلے میں ڈال دیا جو اس کی انگلی
اشارے سے میرے گلے میں آتے ہی ٹھوس لکڑی کی شکل میں تبدیل ہوگیا۔ ان حیرت انگیز
زما مراحل سے گزر کر مجھے لوریما کے سامنے آنے کا موقع ملا۔ میں نے احتراماً اپنے گھٹنے زمین
یئے لوریما کی آنکھوں میں خون تھا۔ ایسی سرخی اور ایسی وحشت جو میں نے آج تک کسی انسانی
نہیں دیکھی تھی۔ میری نظریں خود بخود جھک گئیں اور میں نے اس کے مرمریں پاؤں کا بوسہ
مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں نے اپنے ہونٹ آگ پر رکھ دیئے ہوں۔

''جابر بن یوسف!'' کاہن کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ میں نے سر اٹھایا۔ ''جزیرہ باگمان
اعلیٰ!'' اس نے کہا۔ ''تمہیں مقدس لوریما کی سرپرستی حاصل رہے۔ تم اس وقت تک اس
کے حکمران ہو جب تک باگمان میں تمہارا ہم سر کوئی دوسرا فرد نہیں ابھرتا۔''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور حسرت ویاس سے ایک بار پھر لوریما کو دیکھا۔ اب تک سارا مجمع
سے کاہن کے عجیب وغریب ٹونے ٹوٹکے دیکھ رہا تھا۔ جب لوریما نے کھڑے ہو کر اپنے گلے
ہار اتار کر میرے گلے میں ڈال دیا تو مجمع میں پھر شور گونج اٹھا۔ میں نے اس کے ہاتھ کو بوسہ
کاہن کے اشارے پر لوریما کی سواری، باد بہاری، اس بت سمیت اٹھالی گئی جس کے پہلو میں
ی ہوئی تھی چلتے وقت میں نے مسکرا کر اسے مشتاق نظروں سے دیکھا۔
رخصت ہوئی تو شراب کے برتن کھل گئے اور ہجوم سرمستیاں کرنے لگا۔ پھر کوئی نظم نہیں رہا۔
کی پہچان مشکل ہوگئی۔ ان کے لئے یہ سارا منظر اندھیرے کا تھا، ہر طرف مشعلیں جل رہی

تھیں مگر میری آنکھوں سے باگمان کا طلسمی اندھیرا دور ہو چکا تھا۔ ان کے لئے ہر ساعت ا
میری آنکھیں شب و روز کے طلوع و غروب دیکھنے پر قادر تھیں۔ وہ بے قابو ہو کر عجیب عجیب
چیخیں منہ سے نکال رہے تھے۔ لوکا سا کی لاش کے گرداب ایک ہجوم اکٹھا تھا۔ وہ نیزوں سے ا
جسم کے ٹکڑے کر رہے تھے اور اسے پیروں سے روند رہے تھے جس کے ہاتھ میں گوشت ہ
جاتا وہ ایک نعرہ لگا کر اسے گیند کی طرح ہجوم میں کسی شخص کی طرف پھینک دیتا۔ دیکھتے ہ
انہوں نے اس کی آنکھیں نکال لیں اور انہیں مشعلوں کی نذر کر دیا۔ میدان میں لوکا سا کی لاش
اب کچھ بھی نہیں تھا۔ انہوں نے اس کے جسم کے چیتھڑے اڑا کر نہ جانے کہاں کہاں بکھیر دی
جب میں ان کے درمیان سے گزرا تو باگمان کی عورتیں مردوں کی آغوش سے نکل کر میری طر
اور انہوں نے میرے جسم کے ہر حصے پر بوسے نچھاور کرنے شروع کر دیئے۔ میرے لیے آ
مشکل ہو گیا، میں انہیں چھیڑتا اور مسکراتا ہوا کابالو کے ساتھ آگے آ گیا۔ میرے پیچھے لوکا سا
نائبین تھے۔ میں اس وقت ان سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں بری طرح تھکا ہوا تھا
سے سوچنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا میں نے کابالو کو آواز دی۔ وہ میرے سامنے زمین
''معزز جابر! تمہارا غلام تمہارے حکم کا منتظر ہے۔''

اس کے بدلے ہوئے لہجے سے میرے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔ ''معزز کابالو!
قیام گاہ لے چلو مگر کیا تم اب بھی میری بینائی معدوم کر دو گے؟''

''آہ معزز جابر! تم نے ہم پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے۔ کابالو اس گستاخی کی جر
کر سکتا۔ میں تمہارا غلام ہوں۔ وہ لوکا سا کا حکم تھا اور ناظم اعلیٰ کا حکم ماننا میرے فرائض
ہے۔'' کابالو نے پشیمانی سے کہا۔

''ہاں کابالو! میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''جس کے پاس طاقت ہے، تمام چیزیں ا
ہیں۔ زندگی طاقت کا کھیل ہے۔ موت طاقت کا زوال ہے۔ میں تم سے کوئی جواب طلبی
ہوں۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تم اپنے نئے آقا کو اپنا دوست سمجھ سکتے ہو۔ میں نے اس
ظلم و ستم اور خوف و ہراس ختم کرنے کے لئے یہ قدم اٹھایا ہے، حالانکہ مجھے اس کی ضرورت
میں پہلے ہی ایک قبیلے کا سردار ہوں لیکن لوکا سا جیسے بدطینت اور ظالم شخص کو زیادہ دنوں تک
رہنا چاہئے تھا۔''

''کابالو معزز جابر کے لیے ہر قربانی کو تیار رہے گا۔'' کابالو نے نیازمندی سے کہا۔
یہی طاقت و اقتدار کی فوقیت، اس کا نشہ ہے کہ لوگ اس کے سانچے میں ڈھل جا
آنکھیں اور انداز بدل جاتے ہیں۔ طاقت کی سرخوشی خوشامد میں ہے، جس کی سب سے

ے وہ طاقت ور ہے۔ مجھے جلد ہی ناظم اعلیٰ کی اقامت گاہ پر پہنچا دیا گیا۔ ایک غار کے اندر
ں کا ایک طویل سلسلہ تھا۔ عمارتی اعتبار سے یہ مکانات اتنے شان دار تو نہیں تھے مگر جزیرہ توری
اروں کی جھونپڑیوں سے نسبتاً بہتر تھے۔ میں اندر داخل ہوا تو یکا یک میں نے اپنے پیچھے آنے
ی طرف مڑ کر دیکھا اور پھر ایک خفیف سی مسکراہٹ کے بعد انہیں رخصت کر دیا۔ مختلف کمروں
جگہ پتھر کی مورتیاں اور عجیب شکل کے جانوروں کی شبیہیں دیواروں پر سجی ہوئی تھیں۔ میں اس
ان کا ایک چکر لگا کر اس کمرے میں آ گیا جہاں لوکا سا آرام کرتا تھا۔ اس سے ملحق ہی وہ کمرہ تھا
کا ساظم کرتا تھا اور پھر ایک عبادت گاہ تھی۔ اس مکان میں دن ہونے کے باوجود اندھیرا تھا۔
ان خالی تھا اس لیے کہ ہر شخص بستی میں نئے سردار کے جشن میں شریک تھا۔ میں انہیں چھوڑ کر
ا۔ مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ اقتدار کا بوجھ میرا سر بوجھل کیے ہوئے تھا۔ میں زمین کے اس
یٹ گیا جسے لوکا سا نے اپنے بستر کے طور پر استعمال کیا ہوگا۔ سرزمین پر رکھتے ہی میرے جسم
ہلکا درد ہونے لگا اور ذہن عجیب عجیب خیالوں سے گھر گیا۔

لیکن ابھی میری آنکھیں بند ہی ہوئی تھیں کہ مجھے کمرے میں مختلف جانوروں کی چیخ و پکار سنائی
یہ دیکھ کر میرا دماغ پھٹنے لگا کہ دیواروں پر ایستادہ جانوروں کی پتھر اور لکڑی کی مورتیاں متحرک
ا۔ دیواروں پر بنی ہوئی شبیہوں نے حرکت شروع کر دی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھ گیا، مشعل کی لو
ئی تھی اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کئی سائے میری طرف بڑھ رہے ہوں۔ ان کے ہذیانی
ہر لمحہ میرے قریب ہو رہے تھے۔ دیوار پر ایستادہ ناگوں کے مجسمے اب اصل سانپوں میں تبدیل
تھے۔ لنگور خوف ناک نظروں سے مجھے گھور رہا تھا اور کئی نیولے بیک وقت میری طرف بڑھ
ے۔ چاروں طرف میرے گرد دائرہ تنگ ہو رہا تھا۔ لوکا سا کے اس مخصوص کمرے میں ہر طرف
لسمی حلیف اپنے مردہ آقا یا اس کی روح کی ایما پر میری ہلاکت کے درپے تھے۔ میں اپنی جگہ
ہو گیا۔ اگر ان کی تعداد کم ہوتی تو میں انہیں یکے بعد دیگرے ختم کر سکتا تھا میری قوت فیصلہ ختم
رہے تھے۔ میں نے مضبوطی سے جارا کا کا کی کھوپڑی اور اپنے گلے میں پڑے ہوئے تمام
پکڑ لیا، پھر میں نے انہیں اپنی تمام قوت مجتمع کر کے للکارا۔ ''اے لوکا سا کے شیطانی فتنو!
جو! تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بہتر ہے کہ تم اپنی جگہ واپس چلے جاؤ۔ اب وہ مر چکا ہے اور یہ
رہے اور میں یہاں کا ناظم اعلیٰ ہوں۔''

ری آواز پر ان کی چیخ و پکار میں اضافہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ جب وہ میرے بہت قریب
مجھ پر حملہ کرنے سے جھجکنے لگے۔ شپالی تیزی سے چمک رہی تھی اور میرے گلے میں پڑا ہوا
چوبی ڈھانچا اب ایک بڑے اژدھے کی صورت پھن اٹھائے میرے سینے پر لہرا رہا تھا۔ یہ

سانپ آج ہی باگمان کے کاہن نے میرے گلے میں ڈالا تھا۔ اس کی پھنکار سے میری ہمت
میں نے بڑھ کر ایک نیولے کو پکڑ لیا اور اس کے سر نے اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر پور
سے مروڑ دیئے اسے ایک مڑی ہوئی لکڑی کی صورت میں تبدیل ہوتے دیر نہیں لگی۔ اسی لمحے
انہیں پھر مخاطب کیا۔ ''اب تم میری امان میں آجاؤ ورنہ لوکاسا کی طرح تمہارا حشر بھی خراب ہ
اپنی جگہوں پر واپس جاؤ اور نئے سردار کی اطاعت قبول کرلو۔ میری فضیلت اور لوکاسا کی ہ
علامت ہے اور اگر یہاں لوکاسا کی شکست خوردہ روح موجود ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ
کاہو کی رُوح کسی وقت بھی طلب کی جاسکتی ہے کیا آسمان میں بھی وہ سکون سے رہنا نہیں چا
بن یوسف البا قر پر مقدس جارا کاکا کی روح کا سایہ ہے اور مقدس اقابلا کی برکتیں اس کے سا
میں چند لمحوں کے اندر کمرے کے پُرسکون دیکھنا چاہتا ہوں۔ ورنہ میں شپالی کے کام لوں گا ا
سینے پر یہ لہراتا ہوا اژدھا سب کو غارت کردے گا۔''

لیکن ان کے قہقہوں میں کوئی کمی نہیں آئی۔ نتیجتاً میں نے اژدھا زمین پر چھوڑ دیا
چاروں طرف گھمانی شروع کردی۔ میرے اس عمل سے وہ پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے جھک
اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے ان کے جسموں پر مارنے کے ارادے سے اِدھر اُدھر دوڑنے
جس سمت اژدھا رینگ رہا تھا وہ وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ لمحوں میں میرے ان پے در پے ح
وہ اپنی جگہوں پر واپس ہونے لگے۔ ان کے شور میں اسی رفتار سے کمی آتی گئی اور کمرہ وف
ہوگیا۔ میں نے ایک گرہ دے کر شپالی اپنے گلے میں ڈال لی اور کسی خوف کے بغیر اژد
اپنی گردن کے گرد لپیٹ لیا۔ ''اب تمہارا کام ختم ہوا۔'' میں نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیر
کاہن باگمان کے اشارے کی طرح اپنے جسم تبدیل کرلو۔'' میرے یہ کہتے ہی اژدھا لکڑ
میں تبدیل ہوگیا جس میں وہ تھوڑی دیر پہلے تھا۔ یہ میرے توانا اعصاب کی فتح تھی۔
سرداری کی اہمیت میری نظروں میں دوچند ہوگئی۔ یہ کھلونے جو دیوار پر اب مجسموں کی
لٹکے ہوئے تھے، انہیں دیکھ کر میرا سینہ فخر سے تن گیا اور مجھے یہ سب بہت دلچسپ بہ
محسوس ہوا۔ یہ طلسمی کھلونے کسی سردار کی فوج ہیں، انہیں کسی وقت بھی استعمال کیا جاسک
طلسم خانے کی کسی بات پر حیرت کا اظہار بے معنی تھا۔ میں نے یہ سب مظاہرے جیسے وہ نظ
جوں کے توں قبول کرلیے تھے۔ میں ہر لمحے کسی بھی عجیب و غریب کرشمے کی توقع کر
سرسراہٹ اور پتوں کی جنبش سے محتاط رہنے کا عادی ہوتا جارہا تھا۔ کیوں، کیا اور کیسے کا
سرنگا نے مجھے ایک بار مشورہ دیا تھا کہ جو کچھ نظر آئے اُسے قبول کرلو اور یہ سوچنے کی کوشش
کیوں ہے؟ اس لامحدود کائنات میں کیوں کا جواب انسانی ذہن کے لئے موزوں نہیں

جواب کا متحمل نہیں ہو پاتا، اس کا دماغ پھٹ جاتا۔

اس ہول ناک واقعے پر زیادہ کچھ سوچنے کی بجائے میں نے دوبارہ آنکھیں موند لیں اور
ان سے اپنے پیر پھیلا دیئے۔ میرے ذہن پر اس کا غلبہ تھا اور میں خود سے سوال کررہا تھا۔ جابر
یوسف البا قر عزیز من، کیا تو نے سوچا کہ وہ تیری اس جرات اور فتح یابی سے خوش ہوگی؟ کیا اس
قابلی کے بعد اس تک رسائی آسان ہوجائے گی؟ کیا اس تنگ دل فتنے کے دل میں کوئی گوشہ
رسائی کے لئے ابھر آئے گا؟ وہ جانتی تو ہوگی کہ تو نے خود کو اس کی نظروں میں ممتاز کرنے اور اس
کردو پیش لوگوں کے درمیان خود کو ہر اعتبار سے برتر قرار دینے کے لئے ہی یہ قدم اٹھایا تھا۔ اسے
ں اور مردانگی کے کھیل پسند ہیں۔ یہ مبارزت اس کی نظر میں قابل تحسین تو ہوگی۔ اسے احساس تو
کہ جہاں میری آسودگی کا امکان تھا۔ وہاں میں نے اس کی خاطر ترک خواہش اور ضبط نفس کا وتیرہ
رکیا۔ میں نے قناعت کے بجائے جدوجہد کو اپنا مقصد بنایا۔ یہ میں نے کیوں کیا؟ اسے مردانہ
اور میرے عاشقانہ اوصاف کا پتہ ہوگا؟ یا مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی؟ بہرحال اب مجھے جلد سے جلد
جزیرے کے لیے روانہ ہوجانا چاہئے۔ نہ جانے اس ہندی بوڑھے سرنگا کا کیا حال ہوا اور سریتا پر
زر رہی ہوا اور میرے جزیرے کے لوگ کیسے ہوں؟ انہی یادوں میں فلورا بھی ذہن کے پردے پر
ر ہوئی۔ وہ، میری محبوبہ، جو ابھی تک شوالا کے قبضے میں تھی۔ یہ سوچ کر میری طبیعت بے چین
ہ، مگر ایک خاص مدت تک میرا یہاں ٹھہرنا ضروری تھا کیوں کہ میں نے لوکاسا کے خلاف ایک
رہ منصوبے کے تحت بغاوت کا علم بلند کیا تھا۔ اس میں میری تسکین کے کئی پہلو موجود تھے، اپنے
وحال پر سوچتے سوچتے مجھے نیند آگئی اور میری آنکھ اُس وقت کھلی جب ایک سراپا شباب سیاہ فام
رہ میری گردن سہلا رہی تھی۔

وہ لوکاسا کی سب سے محبوب کنیز رہی ہوگی۔ اسے لوکاسا کے کمرہ خاص میں آنے کی اجازت
۔ اس کا نام دارژی تھا۔ میں دارژی کے بدن کے سہارے اٹھا۔ اس نے سب سے پہلے ایک
مشروب مجھے اپنے ہاتھ سے پلایا جسے حلق میں انڈیل کر میرے جسم و جان میں پھرتی آگئی۔ پھر
نے اپنے ہاتھوں سے میرے جسم کے گرد آلود حصے دھوئے۔ انہیں جگہ جگہ سے رنگا، پھر اس نے
ے بال دھوئے اور اپنی انگلیوں سے ان میں کنگھی کی۔ میں جزیرہ باگمان کی سرداری کے لطف کا
اس رسیلی لڑکی کی دل نشیں صحبت سے کرسکتا تھا لیکن یہ لوریما کی توہین ہوتی، چنانچہ میں ضبط کیے
ہا۔

میں انہیں سرسری نظروں سے دیکھتا ہوا اس کمرے میں آگیا جہاں لوکاسا فیصلے صادر کیا کرتا
اس کی مخصوص جگہ بیٹھ کر میں نے بے اختیار لوکاسا کی طرح اپنی ران پر زور سے ہاتھ مارا۔ ایک

لمحے کی مدت میں ایک لڑکی میرے سامنے حاضر ہوگئی۔ میں نے اس کی اچانک آمد پر حیرت کیے بغیر کہا۔ ''کابالو کو حاضر کیا جائے۔''

اس کے چلے جانے کے بعد میں نے دیوار پر لگی ہوئی مختلف اشکال کی اشیاء دیکھیں جو بھی متحرک ہوسکتی تھی اور جادو ٹونے سے تعلق رکھتی تھی۔ میں نے مسکرا کر ایک عصا پر ہاتھ پھ میرے کام آؤ گے۔'' میں نے زیرلب کہا۔ تھوڑی دیر میں کابالو حاضر ہوگیا۔ میں نے اپنی اس سے پوچھا۔ ''قصرلوریما میں اطلاع دی جائے کہ جابر بن یوسف البا قربار یابی کا خواہاں

''ناظم اعلیٰ کے لیے قصرلوریما کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں۔ البتہ یہ امر مقدر منحصر ہے کہ وہ کس وقت ناظم اعلیٰ سے ملنا پسند کرے۔'' کابالو نے مودبانہ جواب دیا۔

''عزیز کابالو!'' یکایک میں نے اپنا لہجہ بدل کر کہا۔ ''میں تم سے چند باتیں پوچھنی چاہ قصرلوریما کے آداب سے مجھے کچھ زیادہ آگاہی حاصل نہیں ہے۔ اس سلسلے میں کچھ اور میرے لیے مفید ہوں گی۔''

''میں اپنے آقا کے سوالات کا منتظر ہوں۔''

''کابالو۔ کیا یہ ضروری ہے کہ باگمان کا ہر سردار مقدس لوریما کے متبرک بدن سے حظ فرض کرو اگر وہ نہیں چاہتا تو کیا اس میں مقدس لوریما کی توہین کا کوئی پہلو نکلتا ہے؟'' میں سے پوچھا۔

''یہ تم کیا کہہ رہے ہو سردار؟ اس کا بدن ایک سعادت ہے..... اس کا قرب راحت جا وہ دیوتاؤں کی نمائندہ اور برتر طاقتوں کی امین ہے۔ کیا تم اس کے متبرک بدن سے فیض نہیں چاہتے؟ کیا تم اس مقدس اختلاط سے بہرہ یاب ہونا نہیں چاہتے؟ جارا کا کی رو کرے۔ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟'' کابالو نے حیرت سے کہا۔

وہ خاموش ہوا تو میں نے کہا۔ ''تم اپنا بیان جاری رکھو۔''

''معزز جابر۔ سنو یہ مقدس لوریما پر منحصر ہے کہ وہ تمہیں کس وقت اس امر کی اجازت اور کب انکار کر دیتی ہے۔ دیوی کے رُوبرُو ایک سردار کی حیثیت ماتحت کی سی ہوتی ہے، اس سی ہوتی ہے وہ جس طرح چاہے اسے استعمال کرسکتی ہے۔ ہر سردار اس کے اشاروں کا تابع دیوی تمہارے جسم سے اپنا جسم اطہر مس کرنے پر آمادگی کا اظہار کرے تو تم کیسے انکار کر کابالو نے سراسیمگی سے کہا۔

''میں تمہیں کیا بتاؤں کابالو۔ ایک طویل داستان میرے پس منظر میں ہے لیکن میں میرے حلق میں اٹک گئے۔ ''مگر میں واقعی مقدس لوریما کے سامنے کسی گستاخی کا مرتکب نہیں

''معزز جابر۔ تمہاری دانش بلاشبہ سب سے بالا ہے لیکن مجھے حیرت ہے کہ باگمان کا ہر شخص ے حصول کا آرزومند ہے تم اس سے دور رہنا چاہتے ہو۔ تم اپنے لیے مصیبتیں پیدا کرلو گے۔ کے سامنے اس کی اطاعت لازم ہے۔ اطاعت ایک ایسا جوہر ہے جس میں کبھی نقصان نہیں دیوی اپنے سردار کو عزیز رکھتی ہے کیوں کہ وہ سب پر فوقیت رکھتا ہے لیکن دیوی سب سے مقدم و ہے۔''

''آہ کابالو۔ کاش میں تمہیں بتا سکتا کہ میرا مطلوب..... کون ہے میں نے جس کی طلب میں اپنا وفنا دیا ہے۔ کون ہے جو مجھے اس شدت سے سرگرم اور سرگرداں رکھے ہوئے ہے۔ وہ کون ہے نے ایک اجنبی کا سکون لوٹ لیا ہے۔'' میں نے جذباتی ہوکر کہا۔

کابالو نے مجھ سے پوچھا نہیں کہ وہ کون غارت گر ہے۔ میں ایک آہ بھر کر اٹھا اور میں نے تھکے ے انداز میں اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ خوف زدہ ہوکر میری صورت دیکھنے لگا۔ آج تک سردار نے یقیناً یہ اعزاز اپنے نائب کو نہیں بخشا ہوگا۔ وہ بے چین ہوکر بولا۔ ''معزز جابر! تمہارا ہت وسیع ہے۔ تم انسانوں کو اپنے قابو میں کرنا جانتے ہو۔ میں اپنی زندگی میں چوتھے سردار کی کے فرائض انجام دے رہا ہوں، تم ان سب میں منفرد ہو۔''

''آہ مجھے قصرلوریما لوچلو۔''

☆==========☆==========☆

رات ہوچکی تھی۔

میری آنکھیں کھلی ہوئی تھی۔ کابالو مجھے میرے غار سے نکال کر ایک تنگ راستے پر لے گیا۔ ے دل کا عالم عجیب تھا۔ ناظم اعلیٰ کے مکان سے لوریما کا قصر زیادہ دور نہیں تھا۔ مجھے ایک غار کے ے پر چھوڑ کر کابالو مسکراتا ہوا رخصت ہوگیا۔ راستے میں کسی نے مزاحمت نہیں کی۔ وہاں کوئی موجود ں تھا۔ جب میں ایک بڑے دروازے کے نزدیک پہنچا تو وہ میرے قدموں کی آہٹ سے کھل در پری چہرہ نازنینوں کے ایک طائفے نے میرے جسم پر عطریات اور پھولوں کی بارش کردی۔ آج اپذیرائی کا انداز ہی اور تھا۔ جس نازنین کو دیکھو، وہ لچک کو دہری ہوئی جاتی تھی۔

کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ عورتیں اتنے آگے بڑھ کر اظہار کرسکتی ہیں۔ لوریما تک پہنچتے مجھ جیسے آتش مزاج شخص کے جذبات میں بھونچال آچکا تھا۔ میں سب کچھ بھول رہا تھا۔ میں رہا تھا کہ میں نے ابھی کابالو سے کیا گفتگو کی تھی۔ میرے اندر بیٹھے ہوئے ایک ایسے شخص نے ہونا شروع کردیا تھا۔ جو بینائی سے محروم ہوتا ہے، جو سوچنا اور سننا نہیں جانتا، جو صرف محسوس ے، جس کی سرشت میں اشتعال ہے اور جس کے افعال میں جارحیت جو سامنے نظر آنے والے

شخص سے بہت مختلف ہے۔ دروازے پر وہ سراپا ناز کھڑی ہوئی تھی ..... ''میں اپنی مقدر
لوریما کے حضور جزیرہ باگمان کے ناظم اعلیٰ کے طور پر حاضر ہوں۔'' میں نے کہا۔

''جابر بن یوسف۔'' وہ ایک ادا سے بولی۔ ''تم نے لوریما کو مایوس نہیں کیا۔ تمہاری شجاع
ذہانت نے لوریما کو خوش کیا ہے۔''

میں اسے ہاتھوں سے اٹھائے پتھر کی نشست گاہ پر لے آیا۔ آسمان پر تارے جھلملا رہے
خوبصورت درخت اور پھول ہمارے چاروں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ مشعلیں درختوں کے
خالی زمین پر اس طرح ایستادہ تھیں جیسے زمین سے روشنیاں پھوٹ رہی ہوں۔ یہ باغ، یہ
منظر، یہ رات، یہ گداز، کوئی اور ہوتا تو پاگل ہو جاتا، میں نے اسے پہلو میں بٹھا لیا۔ میرے دل
میں زبردست کش مکش جاری تھی۔

جابر بن یوسف دو اشخاص میں منقسم تھا اور دونوں ایک دوسرے کو قائل کرنے کی کوشش
مصروف تھے۔ کیا میں خود کو اس کے سپرد کر دوں؟ اس کی تحویل میں جانے کے بعد میرے مقدر
لکھا ہے؟ کیا اس سے آلودگی کے بعد اقابلا سے میرے ربط میں کوئی رخنہ پڑ جائے گا؟ مگر اس
کی اقدار مختلف ہیں۔ یہ تو طلسم کا کارخانہ ہے۔ یہاں جنس کی وہ قدریں نہیں ہے جو میرے مو
میں موجود ہیں۔ میں ابھی تک انہی پیمانوں سے خود کو ناپتا ہوں۔ میرے احساسات وہی ہیں
پر میرا قانونی حق ہے لیکن میرا قیام یہاں عارضی ہے۔ مجھے بہر حال اگلی منزلوں کی طرف سفر کر
ہاں مجھے اس کا بدن تاراج کر دینا چاہئے۔ مجھے اسے فتح کر لینا چاہئے۔ ایک دیوی میرے
میں ہے اور میں بہت مضطرب ہوں۔ مجھے مقدس لوریما کی توہین نہیں کرنی چاہئے۔ مگر یہاں
کوئی قدر موجود نہیں ہے تو عشق کا وہ تیور بھی نظر نہیں آتا جو میرے دل میں اپنے مقصود کے
عشق کا تقاضا ہے کہ صرف اُس کی تمنا کی جائے۔ عشق کی انا صرف ایک ذات سے وابستہ ر
ہے۔ عشق مصلحت میں نہیں ہوتا۔

مگر خود اس نے اشار کو میری آسودگی کے لئے بھیجا تھا۔ لوریما بھی اشار کی طرح حسیں
میں اپنی کامیابی پر اسے اقابلا کی طرف سے کوئی دوسرا تحفہ جمال کیوں نہ سمجھوں۔ ممکن ہے
زارشی کی گرم فضاؤں میں بے شمار اذیت ناک دن گزارنے کا کوئی انعام ہو۔ اشار کے ساغر
لوریما کے جام سے بھی یہاں کا شربت پیا جا سکتا ہے۔ لوریما ایک ضرورت ہے۔ لوریما ایک
شخص کی غذا ہے۔ عشق تو جنس سے ماورا ہے۔ پیٹ کی اشتہا بھی دوران عشق بجھائی جاتی ہے
کہ لوریما کے وصال کے بعد اس ستم گر کی طلب میں اور تڑپ ہو۔ میں نے اس کے لبوں پ
رکھ دیں اور کوئی فیصلہ کرنے کے لئے اسے دلکش باتوں میں الجھائے رکھا۔ میں نے اشتیاق

ے مقدس لوریما! یہ حقیقت کتنی عجیب اور ناقابل یقین ہے کہ تو میرے آغوش میں ہے۔ جزیرہ
مان پر آنے والا ایک نیم جان اجنبی یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن یہ تیرا حسن و جمال تھا جو پہاڑ
رے قدموں سے لرز گئے۔''

''جابر بن یوسیف! تمہاری فتح لوریما کے لئے باعث وسکون ہے تمہاری شکست سے لوریما کو
ہوگا۔ لوریما کا ایک زمانے سے مختلف سرداروں کے ساتھ رابطہ رہا ہے۔ اعزاز یہ ہے کہ پہلی بار
یا کسی کی آغوش میں اس کے اختیار سے بیٹھی ہے۔'' لوریما نے شوخی سے کہا۔

''میں اس اعزاز کے لئے مقدس لوریما کا شکر گزار ہوں۔'' مقدس لوریما کو علم ہوگا کہ اس کے
ب میں میرے جذبے پرستش کے سوا بھی کچھ ہیں۔ یہ سوچ کر میں اداس ہو جاتا ہوں کہ مجھے ایک
یہاں سے رخصت ہونا ہے۔ جزیرہ باگمان پر میرے قیام کی مدت بڑی مختصر ہے۔''

''کیا تم جلد واپس جاؤ گے؟ مگر جزیرہ توری پوری طرح محفوظ ہے۔ لوریما نے تمکنت سے کہا۔

''ہاں۔'' میں اس کی بارگاہ میں حاضری دینا چاہتا ہوں جس نے ایک اجنبی کو یہ مقام عطا کیا
ہے جس نے مجھے اس مبارک سفر کے لئے روانہ کیا ہے۔ میری منزل کہاں جا کر ختم ہو؟ یہ مجھے خود نہیں
علوم۔ ممکن ہے اس کے احکام میری آمد کے منتظر ہوں۔ میں اس وقت تک سکون سے نہیں رہ سکتا۔
ب تک اس کے پاس واپس نہ پہنچ جاؤں۔'' میں نے بے تابی سے کہا۔

''مقدس اقابلا'' اس نے عقیدت سے کہا۔ ''تم جس طرح اس کا تذکرہ کر رہے ہو، وہ تمہاری
ید کامیابیوں کی نشانی ہے۔ وقت اس کے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ میں تمہیں اپنے حصے سے
ر وب حیات کے چند قطرے پلاؤں گی۔ اس کی تاثیر تمہارے ذہن سے گزرتے ہوئے وقت کا
ساس ختم کر دے گی۔ وقت مقدس اقابلا کے سامنے ٹھہر گیا ہے۔ وہ مرنے اور پیدا ہونے والے
سانوں کے لئے ماہ و سال کا حساب رکھتی ہے اور شاید وہ اس بات پر شاد ماں رہتی ہوگی کہ اس کے
امنے وقت گزر رہا ہے مگر اس کے پہلو سے بچ بچ کر ..... اور ابھی ابھی تو تم نے جزیرہ باگمان
ے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے یہاں کے اقتدار کا لطف بھی نہیں اٹھایا ہے۔ تم اتنی جلدی کیوں واپس جانا
اہتے ہو؟''

میں اسے کیا بتاتا کہ جس کے لئے وقت کوئی حیثیت نہیں رکھتا وہ وقت کی قدر کیا جانیں؟ میں
ل کا عذاب بھگت رہا ہوں۔ میں اسے یہ کیسے باور کراتا کہ میرے سینے میں اس کے نام کے ساتھ
یک ہوا اٹھتی ہے۔ میں اُسے کس طرح سمجھاتا کہ اقدار، طاقت، سیاہ علوم، گلے میں آویزاں یہ
لائف، میرے لیے اس کی طلب کے سوا کچھ بھی نہیں ہیں۔ میں نے اس کی زلفیں چوم کر کہا۔ ''میں
پنے مختصر وقت میں بہت سے کارہائے نمایاں انجام دینا چاہتا ہوں کیونکہ اس کی خوشنودی حاصل

کرنے کا یہی ایک ذریعہ مجھے نظر آتا ہے۔ میں پھر واپس آؤں گا۔ جزیرہ توری کی طرح باگ
اب میرا علاقہ ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ میں اپنا نائب مقرر کر کے کچھ مدت کے لئے یہاں
ہوسکتا ہوں۔ کیا ایسا ممکن نہیں ہے؟''

''تمہیں اس کی اجازت ہے۔'' لوریما نے مضمحل لہجے میں کہا۔

''اور جب میں واپس آؤں گا تو تاریک براعظم کے بہت سے اسرار مجھ پر وا ہو چکے ہ
اور میرے متجسس ذہن کو شاید بہت سے سوالوں کا جواب مل چکا ہوگا۔ پھر یہ سحر گاہ شاید میرے
پُراسرار نہ ہوگی۔ جتنی کہ اب ہے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ جابر!'' لوریما تیزی سے بولی۔ ''یہاں کے باشندے یہ نہیں سوچتے کہ یہ سحر گاہ
یہ فسوں گری، یہ افسوں بینی ان کی عادت ہے اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم زمانوں پر پھیلے ہوئے اس
کے اسرار سے آگاہ ہو جاؤ گے تو یہ تمہاری بھول ہے یہ امر صرف مقدس اقابلا پر منحصر ہے کہ
بعض جوابات سے نوازے یا تمہارا شمار تاریک براعظم کے عام ناواقف باشندوں میں کرے۔

''اور مجھے اس کے قرب ہی کے لئے اس کے پاس اس کے قریب رہنا ضروری ہے۔
میں واپس جانا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''یہ جسمانی بعد اس کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ وہ کہیں بھی قیام کر سکتی ہے اور
تمہیں اپنی بارگاہ میں طلب کر سکتی ہے۔'' لوریما نے مچل کر کہا۔

''میری تربیت کا کام ختم ہو چکا ہے۔ اب مجھے اس کے احکام کے مطابق اپنی منزل
لوٹ جانا چاہئے۔ میں جزیرہ توری میں جا کر میں اسے باریابی کی زحمت دے سکتا ہوں۔''

اس گفتگو کے بعد بھی میں یہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ مجھے کس حد تک اپنے مشتعل حواس
چاہئے۔ میں ابھی تک یہ سوال حل نہیں کر سکا تھا کہ کیا مجھے خود کو اس کے سپرد کر دینا چاہئے؟ و
ایک دعوت تھی اس کے دہکتے ہوئے رخسار۔ اس کی شعلہ نفسی، میں اس کی طرف سے نظریں ج
اسے اپنی ماضی کی داستانیں سنانے لگا اور میں نے صبر و ضبط کے بے شمار حسین لمحے گزار د
دونوں اپنی حدیں بڑھاتے رہے، ہمارے جسم پھنک رہے تھے۔

ہم ساحل کے کنارے بیٹھے رہے۔ کئی طوفان آئے، مگر میں نے ان کا رخ موڑ دیا۔ کو
کوئی نہیں۔ کوئی شخص بھی لوریما کے آتشیں تیور سے محفوظ نہیں رہ سکتا تھا لیکن جابر بن یوسف ال
اعزاز حاصل ہے کہ اپنی تشنہ دہنی اپنے حق اور بے خود کر دینے والے اس فسوں کار منظر کے
مقدس اقابلا کی ایما کا منتظر رہا۔ اس کی منشا کا ایک خفیف سا اشارہ بھی مجھے مل جاتا تو میں ل
بدیاں تک کھا لیتا۔ میری زبان خشک ہوگئی تھی اور میری آنکھیں جلنے لگی تھیں ایک قیامت

ں میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو میں نے خوف زدہ انداز میں اس سے اجازت چاہی۔ میں نے اپنی
میں اسے یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ میرے ذہن میں کیسا آتش فشاں کھول رہا ہے؟ اس
میں نے اسے اپنی فصاحت سے اپنی ماضی کے قصوں اور باگمان کے ناظم اعلیٰ کے فرائض کے
گفتگو میں مصروف رکھا۔ میں اسے دنیا بھر کے واقعات سناتا رہا۔ صبح کے وقت اس کے چہرے
انطراب سا تھا۔ شاید اس نے میرے اجتناب پر میرے گریز کا اندازہ لگایا تھا۔ شاید وہ سمجھ گئی
میری جھجک اور دوری میں کون سا خوف شامل ہے۔ یوں بھی اسے ایک دیوی کی حیثیت حاصل
را اقابلا کے حسین خانوادے سے اس کا تعلق تھا۔

علی الصباح بوجھل قدموں کے ساتھ میں وہاں سے واپس آ گیا اور میں نے فیصلہ کیا کہ اس
سے نجات پانے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ میں جلد از جلد باگمان سے روانہ ہو جاؤں۔ نہیں تو
کے علاقے میں اس سے دور رہنے میں ایک عذاب سا ذہن پر مسلط رہے گا۔ مگر میں اتنی آسانی
ے جا سکتا تھا؟ اپنے مکان پر واپس آ کر میں نے اپنے تمام نائبین کو طلب کیا اور ان سے باگمان
لق ایک غیر رسمی بات کی۔ کم از کم ہفتہ میں باگمان میں خود کو مقبول بنانے کے لئے صرف کرنا
فا۔ چنانچہ میں نے ہفتہ جشن کا اعلان کر دیا۔ میں نے اپنے نائبین کو لوکا سا کے حرم کی بعض نادر
لڑکیاں تحفے کے طور پر پیش کر دیں۔ میں نے کابالو کو اعتماد میں لے کر لوکا سا کے خصوصی مقربین
دیدہ مصاحبوں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور انہیں برطرف کر دیا میں آبادی میں جا
م لوگوں کے ساتھ جشن میں شریک ہوا اور جزیرہ توری کی طرح میں باگمان میں بھی عام لوگوں
میان بیٹھا اور میں نے اُن کی جھونپڑیوں کے درمیان گلیوں کی تنگی اور غلاظت دور کرنے کے
نئے سرے سے فاصلہ رکھ کر جھونپڑیاں بنانے کا منصوبہ پیش کیا۔ وہ بہت معمولی عیوب تھے جو ذرا
سے سدھر سکتے تھے لیکن انہیں ان باتوں کا علم نہیں تھا۔ میں نے انہیں یہ باتیں بتائیں۔ اس
فتے میں ایک بار بھی لوریما سے نہیں ملا میں باگمان کے لوگوں میں گھرا رہا۔ حالانکہ دل لوریما سے
کے لئے سخت بے تاب تھا۔ میرے سامنے جشن کے زمانے میں بازاروں اور گلیوں میں کھیل
ہوتے رہے۔ وہ ناچتے گاتے، شراب پیتے اور نئے سردار کے لئے درازی عمر کی دعائیں مانگتے
ایک ہفتہ گزر گیا تو میں نے اپنے بارے میں ہر طرح کا اطمینان کر لینے کے بعد کابو کی روح کو
لیا تا کہ وہ زارشی کے صحراؤں میں جا کر اسٹالا کو باگمان واپس آنے کی دعوت دے۔

تین بعد ایک شام میری حرم سرا کی لڑکیاں مجھے گھیرے ہوئے تھیں اور میرا جسم دبا رہی تھیں۔
لئے یہ نیا سردار یقیناً عجیب طبیعت کا تھا جو انہیں کبھی دعوت عمل نہیں دیتا تھا اور کبھی ان کے
زندگی کا سلوک نہیں کرتا تھا، اس وقت مجھے وارثی نے آ کر اطلاع دی کہ کابالو ملاقات کا

طالب ہے۔ میں نے مسکرا کر سرمست لڑکیوں کو علیحدہ کیا اور کابالو کو اندر آنے کی اجازت
کابالو تنہا نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے سر جھکائے ناتوان و نیم جاں جزیرہ باگمان کا سابق ناظم
بھی تھا۔ ''اوہ اسٹالا!'' میں اس کی طرف تپاک سے بڑھا۔ ''تم آ گئے؟ مجھے تمہارا انتظار تھ
نے میرا تپاک حیرت سے دیکھا۔

''معزز جابر بن یوسف!'' اسٹالا زمین پر گر گیا۔ ''تمہارا پیغام جیسے ہی مجھے ملا۔
دیوتاؤں کی خوشنودی چھوڑ دی اور کشاں کشاں تمہارے پاس چلا آیا۔ تم نے لوکا سا کو ختم کر
عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔''

''اسٹالا۔ اسٹالا۔'' میں نے اسے آشتیاق آمیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔ ''مجھے مع
تمہارے ساتھ ظلم ہوا ہے۔ زارشی میں تمہارے حسن سلوک اور تمہاری بے بسی دیکھ کر میں
تھا کہ میں باگمان واپس جا کر لوکا سا سے مقابلہ کرنے کے بارے میں غور کروں گا اُٹھو۔
زمین سے اُٹھو۔ تم میرے دوست ہو اور جسے مہذب دنیا کے لوگ ایک بار دوست کہہ دینے
سے دوستی نبھاتے بھی ہیں۔''

جابر بن یوسف! تم عظیم ہو۔ تمہارے اندر دیوتاؤں کی صفات ہیں۔ میرا چہرہ دیکھ
کابالو اس بات کا گواہ ہے کہ میرے جسم نے میرے ساتھ کس قدر بے وفائی کی ہے۔ میں
تھک گیا ہوں، معزز جابر! باگمان واپس بُلا کر تم نے مجھے ایک نئی زندگی دی ہے۔''

''میں جلد یہاں سے جانا چاہتا ہوں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں کیوں
میں نے پوچھا۔

''نہیں، میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ معزز جابر بن یوسف نے اعلیٰ ظرفی کا ثبوت
اسٹالا نے شستہ لہجے میں کہا۔

''سنو اسٹالا اور کابالو تم بھی۔ اب مجھے یہاں آئے خاصا عرصہ گزر چکا ہے، مجھے جلد
پر پہنچ کر وہاں کی ذمے داریاں سنبھالنی ہیں۔ میں نے اسٹالا کو اس لیے طلب کیا ہے کہ میر
عدم موجودگی میں باگمان میں اپنا نمائندہ مقرر کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا؟''..... اسٹالا تقریباً چیختے ہوئے بولا۔ ''نہیں نہیں، میں تم سے تمہارا اعزاز
چاہتا۔''

''میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''ارے تمہاری آنکھوں میں
تمہارے استقبال کو کیا ہوا؟ میں نے تو تمہارے بارے میں بہت کچھ سنا تھا۔''

''معزز جابر۔ کیا تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔؟'' اسٹالا نے ندامت سے کہا۔

''نہیں میں وہ اقتدار تمہیں سونپنا چاہتا ہوں جو تمہارا حق ہے اور تم جس کے اہل ہو مگر اصولاً یہ
رمیرے نام پر ہوگا۔ میرے باگمان واپس آنے تک تم میرے نمائندے کی حیثیت سے کام
نے رہو گے۔ تمہارے اختیارات ایک ناظم اعلیٰ کے اختیارات ہوں گے۔ میں باگمان کا
رایک امانت سمجھتا تھا جو تمہیں لوٹا رہا ہوں۔''

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم تاریک براعظم میں کوئی بڑا منصب پاؤ گے میں خود کو باگمان کا ناظم اعلیٰ
سمجھتا، تم نے لوکا سا سے بہ قوت یہ اقتدار حاصل کیا ہے، میں تمہارے حکم پر اپنا سر جھکاتا ہوں،
میں تمہارا غلام ہوں، یہ تمہاری امانت ہے۔'' اسٹالا نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''تم میرے دوست ہو، دوست غلام نہیں ہوتے، مجھے تمہارے تجربے اور مشوروں کی ضرورت
جزیرہ توری واپس جانے سے پہلے تم مجھے پُراسرار علوم سے آگاہ کرو گے۔ تمہیں یاد ہوگا کہ زارشی
نے مجھ سے خود اس خواہش کا اظہار کیا تھا، میں یہ اشیا جو دیواروں پر منقش ہیں، ان کا استعمال
پاہتا ہوں۔ اسٹالا آج سے تم یہیں رہو اور میں خود کو تمہاری شاگردی میں دیتا ہوں۔ آپ آؤ
ے گلے لگ کر تجدید دوستی کرو۔''

''معزز جابر!'' اسٹالا رقت انگیز انداز میں مجھ سے لپٹ گیا حیرت زدہ کابالو خاموش کھڑا ہماری
ن رہا تھا۔ ''تم نے سب کچھ سن لیا کابالو؟'' میں نے پوچھا۔

''کابالو تمہاری عظمت کا معترف ہے، میں نے جو کچھ سنا ہے۔ اس سے میرے کان پہلی بار آشنا
ہیں۔ اسٹالا ایک نیک شخص ہے۔ میں حسب سابق اسے اپنی وفاداری کا یقین دلاتا ہوں۔''

''میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' اسٹالا نے تعریفی انداز میں کابالو سے کہا۔

آؤ اس خوشی میں قصی کا اہتمام کرتے ہیں۔ ارے کابالو ذرا انہیں آواز دینا، اسٹالا بہت تھکا ہوا
سے گداز کی ضرورت ہے۔ ان سے کہو کہ وہ اس کے گرد جمع ہو جائیں اور اسے شراب میں نہلا
'میں نے جوش مسرت سے کہا۔

شام کو میں لوریما سے ملا۔ اس دن لوریما کے ہاں وہ اضطراب نہیں تھا جس کا میں نے پہلی
میں مشاہدہ کیا تھا۔ شاید یہ میرا گمان ہے کہ اس کی آنکھوں میں، میں نے ایک حسرت سی
کی۔ اس کے حسن کا وہی عالم تھا۔ آج اس کے بدن پر پھول ٹکے ہوئے تھے، میں نے اُسے
ملے سے آگاہ کیا تو اس نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا، اسے پہلے ہی علم ہو گیا تھا کہ اسٹالا میری
ج صبح باگمان آ چکا ہے۔ اس نے میرے فیصلے کی توثیق کر دی۔

آبادی میں میرا اعلان حیرت سے سنا گیا۔ اسٹالا پہلے ہی اس علاقے میں مقبول تھا، لیکن گزشتہ
دن میں، میں نے جو مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ وہ اسٹالا کا سکہ دوبارہ جمانے میں حارج ہو

رہی تھی۔ اسی روز سے میں نے اپنے مکان پر اسٹالا سے پُراسرار علوم کی تربیت حاصل کرنی شرو
دی۔ اسٹالا تاریک براعظم کی تاریخ کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا، اسے صرف ایک بات معلوم تھی
کچھ اب ہے وہ ہمیشہ سے ہے۔ چند برگزیدہ ہستیاں لافانی ہیں۔ انہیں دیوتاؤں کا درجہ حاصل
اگر کوئی برگزیدہ ہستی اس دُنیا کو خیرباد کہہ دیتی ہے تو وہ روح کی شکل میں کسی وقت بھی آ کر اپنے
کی رہنمائی یا تادیب وتبدید کرتی ہے۔ وہ بحث کرنا نہیں جانتا تھا۔ وہاں کوئی دورائیں نہیں ہو
میں نے ابتدائی ٹونے ٹوٹکے اشارے سیکھ لیے تھے، لیکن اسٹالا نے ایک ماہ کی مدت میں صبح و
محنت سے مجھے ایسے عمل سکھائے کہ اگر میں انہیں نہ سیکھتا تو ان علاقوں میں مجھے قدم قدم پر
پیش آتیں۔ دور بینی اور پیش بینی ایک مشکل عمل تھا۔ اس کے لئے باقاعدہ ریاضت اور
ضرورت پڑتی تھی۔ اسٹالا مجھے وہ تو نہ سمجھا سکا لیکن لوکا سا کے کمرے میں سجے ہوئے مختلف مجسمے
کرنا اور انہیں اپنے اشاروں پر چلانا مجھے آ گیا۔ جادو کی دنیا بڑی حیرت انگیز ہے۔ کئی مرکبات
کوئی جادوئی عمل وجود میں آتا ہے اور یہ ایک پیچیدہ سلسلہ ہے۔ کسی پر وار کرنے کے لئے اور
مستقل پریشان کرنے کے لئے اسٹالا نے مجھے ایسا عمل سکھایا جس میں غلیظ ترین مرحلوں سے
پڑتا تھا۔ جادو میں نفاست، خوش طبعی، باطنی سلیقہ، نرمی اور حلم کی کوئی جگہ نہیں ہے۔ خون، گندگی
ہوئی چیزیں، شقاوت، ارادہ اور یک سوئی جادو کے مرکبات ہیں۔ جب کوئی شخص مسلسل انہی
میں مصروف رہتا ہے تو اس کے اندر ایک عجیب وغریب قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے ہاتھ
اشارے نادیدہ چیزوں کو وجود میں لے آتے ہیں۔ اسٹالا نے مجھے سمورال کی مالا اور جارا کا
کھوپڑی کے نئے استعمالات بتائے اور ڈگی کے سینگوں کا سحر، لوریما کی مالاؤں کی قوت
اژدھے کے اسرار کے متعلق تفصیل سے باتیں کیں۔ جو عمل یاد نہیں رہے۔ میں نے سیاہی بنا
خشک ٹہنیوں سے قلم تراش کر انہیں لکھ لیا۔ میرے لکھنے کا عمل اسٹالا حیرت سے دیکھتا رہا۔ میں نے
ماہ کے دوران میں اپنے ہاتھوں کی خفیف سی جنبش سے کئی شعبدے کرنے سیکھ لیے اور جادو کے
کئی عمل بھی جان لیے۔ میری انگلی کے اشارے پر اب اندر کی کوئی کنیز حاضر ہو جاتی تھی۔ اسٹا
کہنے کے مطابق میرے پاس ایسے تحائف تھے جن سے مجھے کام لینا ہی نہیں آتا تھا، شپالی ان
میں حیران کن تحفہ تھا، ایک ماہ کی مدت میں نہ لوریما نے مجھے طلب کیا اور نہ میں نے اس سے
کوشش کی۔ جب میں اسٹالا کی مدد سے بنیادی جادوئی چیزوں کے بارے میں خوب طاق ہو گیا
نے اپنی واپسی کا اعلان کر دیا۔

دوسرے دن اشک بار اسٹالا، کاہن، کابالو، دوسرے نائین اور جزیرہ باگمان کے تمام لوگ
ڈھول تاشوں، باجوں، گاجوں، رقص اور ہاؤ ہو کے ساتھ میری کشتی سمندر میں اتاری، انہوں

سامان لاد دیا تھا جو کئی آدمیوں کے لئے بہت تھا کئی لڑکیوں نے میرے ساتھ جانے کے لئے خود
کیا۔ دارژی نے کشتی میں آ کر میرا بوسہ لیا اور کاہن نے میری سلامتی کے لئے دیوتاؤں کے
یک طویل دعا مانگی۔ میری کشتی ایک سمت لگا دی گئی۔ اس پر نہ کوئی بادبان تھا اور نہ وہ اتنی بڑی
سمندر کی تیز لہروں کا مقابلہ کر سکتی۔ لیکن اس میں مختلف طلسماتی چیزیں رکھ دی گئی تھیں۔ لوریما
ں سے میرے گلے میں پھولوں کا ایک بھاری ہار ڈالا گیا اور میں اپنے ایک ملک جزیرہ باگمان
پنے دوسرے ملک جزیرہ توری کے سفر پر لہروں کے دوش پر روانہ ہو گیا۔

یں آنے والے دنوں کے تصور میں گم سمندر کی موجوں میں آگے بڑھنے لگا۔ میری کشتی اپنی
ں تیزی سے گامزن تھی۔ میں ایک مدت بعد جزیرہ توری واپس جا رہا تھا۔ میرے دل پر ایسے
ت غالب تھے جیسے میں اپنے وطن، اپنے والدین کے پاس جا رہا ہوں۔ دور تک جزیرہ باگمان
نظر آتا تھا اور پھر وہ سب میری نظروں سے اوجھل ہو گئے اور میں کشتی میں لیٹ گیا۔

یسرے دن رات کو میری کشتی اچانک ڈولنے لگی، چاروں طرف گہری تاریکی تھی اور سمندر کی
ریں شور مچاتی ہوئی کشتی سے کھیل رہی تھیں۔ لہریں اتنی شدید تھیں کہ کشتی ایک دم اوپر اٹھ جاتی
جب موجوں کے ساتھ واپس نیچے آتی تو اس کا توازن بگڑ جاتا تھا۔ اس بلائے ناگہانی سے
لئے میں نے اپنے چند جادوئی عمل آزمائے اور ایک متبرک عصا اٹھا کر سمندر کی نذر کر دیا۔
تے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں تنہا نہیں ہوں بلکہ کچھ اور لوگ بھی میرے ساتھ ہیں۔ میں
ازیں نہیں پہچان سکا لیکن رفتہ رفتہ وہ بلند ہوتی جا رہی تھیں سمندر کے اس طوفان میں میں نے
یرے سر پر روشنی کے جھماکے ٹکرا گئے ہیں اور کچھ ایسی چنگاریاں آپس میں اُلجھ رہی ہیں جو
لی رگڑ سے عموماً پیدا ہوتی ہیں اور ایک شور بپا ہے، ایک مبہم سا شور یقیناً سمندر کے ہولناک
ے ہٹ کر کوئی مظہر تھا۔ کچھ سمجھنے کے لئے میں نے جارا کا کی کھوپڑی اٹھائی اور اسے ایک
سے گزارا۔ کشتی کے گرد اڑنے والی چنگاریاں دور ہو گئیں لیکن اس قیامت خیز شور میں اضافہ
ندر کی لہروں سے زیادہ طاقت ور تھا۔ میری ناک ایک عجیب قسم کی بو سے پھٹی جا رہی تھی۔
پنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ لیکن اس طرح میں کسی وقت بھی اچھلتی ہوئی کشتی سے سمندر
تھا۔ چنانچہ میں نے دوبارہ کشتی مضبوطی سے پکڑ لی۔ میرا تمام سامان سمندر کی نذر ہو چکا تھا۔
چیزیں سمندر نے ہڑپ کر لی تھیں۔ اب میں ایک ہاتھ سے اپنے گلے کے تحائف
ر دوسرے ہاتھ سے کشتی تھامے طوفانی لہروں میں اپنے سر پر منڈلاتے ہوئے ہیولوں اور
ازدہ پر تھا۔ یک بارگی میرے ذہن میں ایک ناقص خیال آیا کہ یہ مصیبت کہیں لوریما کی
ا تو نہیں ہے؟ چنانچہ میں نے چیخ کر فضاؤں سے کہا۔ ''وہ میرے سامنے ہے وہ جو اس

سارے علاقے کی حکمران ہے۔ تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جابر بن یوسف کی موت میر
دن ہیں۔ میں اس کی دید سے پہلے نہیں مر سکتا۔ تم اپنے لیے تباہیاں مول لے رہے ہو۔''

میری آواز شور میں دب گئی جیسے کسی کو اس کی پروا نہ ہو چنگاریوں کا رقص اور تیز ہو گیا
پھر مجھے اتنی فرصت بھی نہیں ملی کہ میں حواس مجتمع کر کے اپنے بچاؤ کے لئے کسی
بارے میں سوچتا۔ وہ شور متعدد آوازوں کا تھا اور اس کی کوئی ایک سمت متعین نہیں تھی۔ یہ ا
لرزا دینے والا منظر تھا کہ میں خاصا دہشت زدہ ہو گیا۔ حالانکہ میں نے طلسمی معرکوں میں
رکھا تھا۔ قریب تھا کہ میری کشتی سمندر میں اُلٹ جاتی اور میں اس کی پہنائیوں میں گم ہو
کبھی کوئی میری کہانی۔ میری الم انگیز روداد نہ جان پاتا کہ رفتہ رفتہ یہ نادیدہ فساد کم ہوتا گ
سمندر بھی پُرسکون ہو گیا۔ میں نے کشتی سے پانی اُلیچنا شروع کر دیا اور نیند اور تھکن سے
دی۔ میں سو گیا۔ صبح صادق کے وقت مجھے اپنے سر پر پرندے اڑتے نظر آئے میں نے
سے سمندر کی تمام سمتوں پر نظر ڈالی۔ خشک قریب آ رہی تھی اور میرا دل دھڑک رہا تھا۔

جلد ہی میری کشتی کنارے لگ گئی۔ سامنے درختوں کی قطاریں تھیں۔ یہ جزیرہ تو
کوئی اور جگہ معلوم ہوتی تھی۔ کشتی اندر تک خشکی پر کھڑی کر کے میں نے اسے درختوں میں
اس جگہ پر ایک دائرہ کھینچ کر اسے طلسمی طور پر محفوظ کر دیا۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ میر
نہیں آئے گی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں درختوں کے جھنڈ میں داخل ہو گیا۔ ایک گھنا
سامنے تھا۔ میں کچھ ہی دور آگے گیا ہوں گا کہ تنگ دھڑنگ حبشیوں کی ایک جماعت
میں لے لیا لیکن وہ مجھ سے دور ہی رہے۔

''تم کون لوگ ہو؟'' میں نے جرات سے کہا۔

''انگروما کے لوگ تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔'' اُن میں سے ایک آگے بڑھ کر بو
''انگروما۔ مگر میری منزل جزیرہ توری تھی۔ شاید میری کشتی غلط راستے پر آ گئی۔''
کہا۔

''تمہاری کشتی صحیح راستے پر آئی ہے۔ انہوں نے تمہیں آزاد کرا دیا ہے۔'' اس
جواب دیا۔

''آزاد کرا دیا؟ مگر میں کس کا غلام تھا؟'' اور مجھے کس نے آزاد کرایا؟''

''ہم تمہیں گروٹا کے پاس لیے چلتے ہیں۔'' انہوں نے جواب میں کہا۔

''گروٹا؟ یہ کون شخص ہے؟''

''گروٹا انگروما کا محافظ ہے۔''

''مگر میری منزل انگروما نہیں ہے۔ میں جزیرہ توری واپس جانا چاہتا ہوں۔ میں کسی گروٹا سے
چاہتا۔'' میں نے انہیں ٹٹولنے کے لئے کہا۔

''ہم تمہیں زبردستی لے جائیں گے۔'' انہوں نے بیک زبان کہا۔

''کیا تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ کیا تم میرا سینہ نہیں دیکھ رہے ہو؟ بہتر ہے مجھے واپس
و۔''

''گروٹا کے حکم کے بغیر تم واپس نہیں جا سکتے۔''

''مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ میں واپس جا رہا ہوں۔'' میں نے سمندر کی طرف اپنے قدم بڑھا
جب میں نے گھیرا توڑنا چاہا تو وہ مجھ سے لپٹ گئے۔ وہ تعداد میں دس تھے۔ میں نے اپنی
ہاتھوں اور سر کی ضرب سے دو تین کو وہیں گرا دیا اور ان میں سے ایک کو اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔
شپالی ان کے جسموں سے مَس کرنی شروع کر دی۔ وہ چیختے ہوئے مجھ سے دُور ہو گئے۔
جب میں ساحل کی سمت بڑھا تو میں نے حبشیوں کا ایک ہجوم اپنی طرف آتے دیکھا۔ میرے
گئے اور میں ان کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ ایک فاصلے پر آ کر ٹھہر گئے تو ان
یان سے ایک خمیدہ کمر لیکن تنومند شخص آگے آیا۔ اس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں اور
پر لاتعداد جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ ''جابر بن یوسف البا قر! گروٹا، انگروما میں تمہارا منتظر تھا۔
جاتے ہوئے بھی تمہیں اس جزیرے پر روکا جا سکتا تھا مگر ہمیں لائق لوگوں کی ضرورت ہے۔
زارشی میں تربیت کے بعد تم ہمارے بہت کام آؤ گے۔''

''تم گروٹا ہو؟'' میں نے جرات سے کہا۔ ''کیا تم نہیں جانتے کہ تم تاریک براعظم کی سب
ہستی مقدس اقابلا کے فرستادہ کو روک رہے ہو جو جزیرہ باگمان اور جزیرہ توری کا سردار بھی

ل نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''اقابلا..... مجھے سب کچھ معلوم ہے تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جا
ے۔ ہم نے اس بلا سے تمہیں محفوظ کر لیا ہے۔ اقابلا؟'' اس نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔ ''اقابلا کا
ا کارگر نہیں ہوتا۔ دیوتاؤں نے یہ علاقہ اس بلا سے محفوظ قرار دے دیا ہے۔ یہاں وہ برگزیدہ
وہیں جنہوں نے اس سے تنگ آ کر اس علاقے میں پناہ لی ہے۔''

ید یہ بھی میرا امتحان ہے اور اس سے میرا ربط خاص آزمانے کا کوئی حربہ ہے۔ میں نے سوچا
سے کہا۔ ''اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان برگزیدہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں گا جنہوں نے اس
آ کر یہاں پناہ لی ہے تو تمہارا خیال غلط ہے اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم مجھے زبردستی یہاں روک
ں تمہیں بتاؤں کہ تمہیں ناکامی ہو گی۔''

اس کا قہقہہ اُبل پڑا۔ ''ہم نے تمہیں سمندر سے کھینچ لیا ہے۔ ہم تمہیں یہاں بھی ر
ہیں۔ تمہیں انگروما، گروٹا اور یہاں کے بڑے لوگوں کے متعلق کچھ جانے بغیر زیادہ باتیں
چاہئیں۔ تم ہمارے مہمان ہو، میرے ساتھ آبادی میں چلو۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ ہم کیو
سے اس کے قہر کا نشانہ بن رہے ہیں۔''

میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ گروٹا کے
مطابق انہوں نے میری کشتی کا راستہ بدل دیا تھا۔ مجھے محتاط ہونے کی ضرورت تھی۔ میں
''تمہاری باتیں دلچسپ ہیں اور مجھے یہ پاگلوں کی بستی نظر آتی ہے لیکن میں تمہاری باتیں سنو
''اور جب تم ان لوگوں سے ملو گے جن کے گلے میں تمہارے تحائف سے زیادہ تح
رہے ہیں اور جو اس کے معتوب ہیں تو تم فیصلہ بدل دو گے۔ ایک یہی راستہ تمہیں اپنی ذ
جانے کا بھی ہے، اگر تم نے ہمارا ساتھ دیا تو نقصان میں نہیں رہو گے۔'' گروٹا نے سنجیدگی
گروٹا کا انداز معنی خیز تھا۔ انگرو ایک سرسبز و شاداب جزیرہ معلوم ہوتا تھا۔ یہ گھنے د
درمیان ایک میدانی علاقہ تھا، جہاں جگہ جگہ پتھر کے انسان نصب تھے اور جھونپڑیوں کا
سلسلہ دُور تک پھیلا ہوا تھا۔ آبادی میں مجھے ایسے لوگوں کی کثیر تعداد نظر آئی جن کے گلے
ہار اور مالائیں جھول رہی تھیں۔ ان کے چہروں پر سنجیدگی تھی اور تدبر تھا اور ایک اضطراب
مجھے ایک جھونپڑی میں ٹھہرا کر میرے سامنے عمدہ مشروبات اور لذیذ غذائیں پیش کی گئیں
مجھے ایک میدان میں لایا گیا جہاں مشعلوں کی روشنی میں ایسے لوگوں کا اجتماع تھا جو گروٹا
مطابق غیر معمولی صفات کے حامل تھے۔ ان کے چہروں پر تدبر اور عزم تھا۔ مجھے ان کے
کر کے گروٹا ان سے مخاطب ہوا۔ ''اے بزرگ و برتر لوگو! ہم نے جابر بن یوسف الباقر
ہے اور یہ ہمارے برگزیدہ لوگوں میں ایک اضافہ ہے۔ جابر بن یوسف، شجاعت، ذہانت
اور علم میں یکتا ہے، مگر وہ اقابلا کے عتاب و عذاب، اس کے ظلم و ستم، اس کے سحر و افسوں
گری و غارت گری سے ناواقف ہے۔ جابر بن یوسف، ہم میں بہت سوں کی طرح اس
ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ وہ ایک سراب ہے۔ ہم میں سے کتنے اس کی فسوں خیزی کے شکا
اور ہم میں سے کتنے اس کی زد سے بچ آئے ہیں۔ میں نے اسے اس جزیرے کے فضائل
کے متعلق بتا دیا ہے۔ وہ ایک نئے آنے والے کی طرح گریز کر رہا ہے مگر اسے نہیں معل
وقت کاہنوں، سرداروں اور تاریک براعظم کے جلیل القدر لوگوں کے درمیان موجود ہے۔
گروٹا اپنی بات کہہ کر بیٹھا تو ایک بوڑھا شخص اٹھا۔ ''کتنے زمانے گزر گئے۔'' و
ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں۔ اب اس کا زوال قریب ہے۔ جابر بن یوسف کو معلوم

یدتربیت کے لئے یہاں بلایا گیا ہے اور اس نے دیکھ لیا ہے کہ ہمیں راستہ بدلنا آتا ہے۔ ہم
ب اس جزیرے پر قدم رکھا تھا، اس وقت یہاں کچھ نہیں تھا لیکن قرنوں میں ہم نے اپنی تعداد
افسوس کہ جابر بن یوسف نے مشروب حیات نہیں پیا لیکن ہم اس کے زوال اعصاب سے
اس کی تربیت کے بعد اسے پتھر میں محفوظ کر لیں گے اور جس وقت مناسب ہوا اسے متحرک
گے۔''

یرے جسم پر لرزہ طاری ہوا۔ یہ سب معمولی لوگ نظر نہیں آتے تھے۔ ان کے لہجے میں بڑا
اور آنکھوں سے یقین جھلکتا تھا۔ میں ہمت کر کے کھڑا ہوا اور میں نے کہا۔ ''کیا ان صاحب
گوں کے سامنے مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟''

ہاں ہاں کہو۔ یہاں اشتراک ہے۔ یہ اقابلا کی سلطنت نہیں ہے، جہاں اس کے جاہ جلال اور
شوکت سے خوف و ہراس پھیلایا جاتا ہو۔ یہاں زبانیں کاٹی نہیں جاتیں۔ یہاں ہر شخص کی
جاتی ہے اور ہر شخص کو ایک مکمل شخص بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔'' گروٹا نے کہا۔

نے شائستگی سے کہا۔ ''اے اہل علم، اے ستم رسیدہ بزرگو! میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں
ایک سیدھا سادہ شخص ہوں جہاں تک میرا تعلق ہے اس مقدس ذات سے مجھے کوئی نقصان
سنا ہے اجنبیوں کو اس کا علاقہ راس نہیں آتا لیکن مجھے ہر نوازش سے سرفراز کیا گیا۔ میں
پر اس سے اختلاف کروں؟ اگر تم لوگ میری بات سننا چاہتے ہوں تو سنو۔ تم یہ خیال چھوڑ
پر کسی طور غالب آسکتے ہو۔ تا حد خیال اس کی سلطنت پھیلی ہوئی ہے۔ اس کے ناخن لمبے
دانت نوکیلے ہیں۔ اس کے پاس ایسی طاقتیں ہیں جو تمہارے ارادوں کو کبھی پایہ تکمیل تک
دیں گی۔'' میری بات ختم ہوئی تو میں نے محسوس کیا کہ وہ ہنس رہے ہیں اور میرا مذاق اڑا
ان کی ہنسی سے میں جھینپ گیا۔

زیز جابر بن یوسف الباقر! تم بھول رہے ہو کہ تمہارے تمام ساتھی یکے بعد دیگر ختم کر دیئے
ی محبوبہ فلورا چھین لی گئی۔ سریتا اغوا کی گئی۔ تمہارا بوڑھا ہندی دوست سرنگا اب بھی آبادی
ی کے جنگلوں میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ تم نے ابھی کچھ نہیں دیکھا۔ ان بزرگوں کے چہروں
ان کے چہروں پر داستانیں لکھی ہوئی ہیں۔ یہ وہ افضل و اشرف لوگ ہیں جنہوں نے اس
مانے گزارے ہیں اور اپنے آپ کو بھول کر اس کی طلب میں تمہاری طرح دیوانے ہو گئے
حسب معمول اس کے عتاب سے گزرنا پڑا۔ کیا میں جابر بن یوسف الباقر سے ہر شخص کا
ں کہ یہاں کون لوگ بیٹھے ہیں؟''

اسنے غلط قیاس کیا۔ میں اقتدار، بزرگی اور طاقت کا طلب گار نہیں ہوں۔ میں تو اس کا غلام

رہنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک حسین۔ کائنات کی سب سے حسین عورت ہے۔ میں اس کا قرب
چاہے وہ ایک بار نصیب ہو۔ اس کے بعد میں زندہ رہنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا۔'' میں
بلند کہا۔

وہ بری طرح ہنسنے لگے۔ اندھیرے میں ان کے سفید دانت ایک ساتھ چمکے تو مجھے عجیب
محسوس ہوا۔ وہ بوڑھا کھڑا ہوا جس نے گروٹا کے بعد مجمع سے خطاب کیا تھا۔ اس نے کہا۔
یوسف ایک جذباتی نوجوان ہے۔ اسے بتایا جائے کہ جن لوگوں کو ہم پسند کر لیتے ہیں ہمیں
سانچے میں ڈھالنا آتا ہے۔ اس جزیرے پر اقابلا کی نہیں، ہماری حکمرانی ہے۔ ہم
یوسف کی فلاح کے یہ قدم اٹھایا ہے۔ اسے آگاہ کیا جائے گا کہ ہم کون ہیں۔ ہم انسانوں
میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ ہم سمندر کی دیوزاد لہروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ہم پانی میں آگ
ہیں۔ ہماری آنکھیں اقابلا کی سلطنت کے تمام افعال واشغال یہیں بیٹھے بیٹھے دیکھ لیتی ہیں
کہہ دیا جائے کہ اس فتنے کی سلطنت عارضی ہے۔ سلطنتیں شب و روز میں نہیں بدلا کرتیں
ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہیں قرن گزر گئے ہیں۔ اس سے کہہ دیا جائے کہ صرف ا
کاکا کی مقدس روح کی نمائندہ نہیں ہے، ہماری نگاہیں بھی اسی طرف ہیں۔'' اس کی آواز
دھیرے جوش پیدا ہوتا گیا۔

''مگر وہ بہت حسین ہے میرے دوستو! اس پر فنا ہونے کو جی چاہتا ہے۔'' میں نے
''جابر بن یوسف کو ہمارے تجربوں کی ضرورت ہے۔ ہم اسے یہاں ہر طرح خوش
یہاں اعلیٰ درجے کی شراب اور خوبصورت عورتیں موجود ہیں۔ یہاں ملازموں کی کثرت
نے اس کی سلطنت سے اغوا کیا ہے۔'' بوڑھے نے مضحکہ خیز انداز میں کہا۔ ''یہاں جا
کے لئے اقابلا کے سوا سب کچھ ہے جو کسی کو نہیں ملتی۔ کوئی عجب نہیں کہ کل سرنگا کو ادھر آ
جائے اور ہم اس کی لڑکی سریتا اور فلورا کو بھی یہاں لانے میں کامیاب ہو جائیں۔ ہمار
ہیں اور ہمارا قد مسلسل بلند ہو رہا ہے۔'' بوڑھے نے یقین کے لہجے میں کہا۔

ان کی گفتگو رات گئے تک جاری رہی اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہاں سے میرے فر
بے سود ہوگی۔ میں نہ جانے کتنے طویل عرصے کے لئے یہاں قید ہو گیا ہوں۔ وہ ا
جانتے تھے۔ میں پتھر کے ان انسانوں کی قطاریں دیکھ رہا تھا جنہیں انہوں نے محفوظ کر
وقت بھی انہیں متحرک کر سکتے تھے۔ وہ کسی وقت بھی مجھے پتھر میں تبدیل کر سکتے تھے۔ میں
گاہ میں بے سُدھ ہو کر گر گیا۔ میں نے ان کی طرف سے پیش کی ہوئی نوجوان لڑکی
غذاؤں پر کوئی توجہ نہیں دی۔ آہ میں نے کیا سوچا تھا، کیا ہو گیا۔ جب اسے یہ معلوم

نوں کے علاقے میں ہوں اور وہ مجھے اس کے خلاف سازباز میں شریک کر رہے ہیں تو اس کا کیا
گا؟ ان گدھوں نے میری زندہ لاش کو گھیر لیا ہے میں لامحدود عرصے کے لئے اپنا جسم پتھر میں
کرنا نہیں چاہتا تھا۔ میں جلد مرنا چاہتا تھا۔

☆==========☆==========☆

میزبان لڑکی میری بذیاتی حالت وزیدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی اور طرح طرح سے پہلو بدل
ں۔ اس کے سراپا میں کوئی خاص خوبی نہیں تھی، اس کے سوا کہ وہ جوان تھی۔ رات خاصی ڈھل
ں۔ میں نے اسے سونے کا حکم دیا اور اضطراب کے عالم میں پتھر کے قدح میں رکھا ہوا سارا
ب حلق میں انڈیل لیا۔ اسے پیتے ہی مجھے اپنے سینے میں ایک کاٹ سی محسوس ہوئی۔ آنکھوں میں
ں ہونے لگی۔ نزع وانتشار کی اس کیفیت میں، میں نے پتھر کا وہ خوان اُلٹ دیا جو غذاؤں، پھل
وبات سے پُر تھا اور پتھر کے اس کمرے سے باہر نکل آیا۔ باہر ہر طرف خاموشی تھی۔ رات کی
ئی خاموشی میں پرندوں کی سسکیاں اور حشرات الارض کی سرسراہٹیں سنائی دے رہی تھیں۔
تم ہونے والی تھی۔ بھیانک سناٹا ہر طرف مسلط تھا۔ ہر طرف اندھیرے، درخت اتنے اُونچے
تھے کہ چاند کی روشنی زمین پر کسی بدمست ہوا کے جھونکے کی وساطت ہی سے نیچے اُتر سکتی تھی۔
ہوا لگی تو خمار اور بڑھ گیا۔ خمار بڑھا تو انتشار سوا ہو گیا۔

میں اقابلا کے بارے میں سوچنے لگا، نہ جانے وہ میرے بارے میں کیا سوچ رہی ہوگی؟ جزیرہ
کے سبزہ زار زارشی کے صحرا میں تبدیل ہو جائیں گے، یہ سب برگزیدہ لوگ، یہ ساری آبادی عذا
تباہی سے دوچار ہوگی، وہ کب تک ان کی سرکشی برداشت کرے گی؟ وہ جو تاریک براعظم میں
کا منبع اور مرجع ہے، جسے اس جلیل منصب پر دیوتاؤں نے فائز کیا ہے، اس کے اسرار بے پناہ
لیا وہ خاموش بیٹھی رہے گی؟ مگر..... مگر شاید مشروب نے میرے ذہن پر نقاب ڈال دی تھی۔
ا ایک مجسمے کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی سختی سے جب میرے احساس کی آنکھ کھلی تو انگروما کی
ا پر مجھے اپنا بوجھ نظر آیا۔ میں ایک بڑے چوہے دان میں قید تھا۔ ساری خوش فہمیاں کافور
ا۔ حقیقت کیا تھی؟ حقیقت یہ تھی کہ اب میں انگروما میں تھا اور تاریک براعظم کی مطلق العنان
اپنی تمام فسوں کاریوں اور کشمہ سازیوں کے باوجود جزیرہ انگروما کو نیست و نابود نہیں کر سکتی تھی۔
ایک زمانے سے موجود تھا اور وہ ایک زمانے سے اسے بڑھتا اور پھیلتا ہوا دیکھ رہی تھی۔
توری، باگمان، زارشی اور اب انگروما میں..... اپنے وطن سے بچھڑنے کے بعد میرے ساتھ
سے حیرت انگیز واقعات پیش آ رہے تھے۔ میں ربڑ کی ایک گیند تھا جو اِدھر سے اُدھر لڑھک
ا، جن پر ضربیں پڑ رہی تھیں۔ جو بار بار فضا میں اُٹھ کر پھر زمین پر آ جاتی تھیں۔ انہوں نے

رات اپنے جلسے میں کہا تھا کہ وہ لامحدود عرصے سے یہاں مقیم ہیں اور ساعت بہ ساعت اپنی تو
اضافہ کرتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے سلطنت اقابلا کے جوہر اس سے چھین لیے تھے۔ وقت
کوئی خیال نہیں تھا چونکہ وقت ان کے جسموں میں مقید ہو گیا تھا۔ وہ دیوتاؤں اور اقابلا
قریب پہنچ چکے تھے کہ انہیں مشروب حیات نوش کرنے کی سعادت بخشی گئی تھی۔ ان کی عمر ٹھہر گئی
جو اس نعمت سے محروم رہے تھے وہ پتھروں میں تبدیل کر دیئے گئے تھے تا کہ انہیں متحرک کر کے
ضرورت ان سے کام لیا جا سکے۔ میں ابھی اس کے قرب کی منازل طے کر رہا تھا اور دیوتاؤ
اتنے قریب نہیں پہنچا تھا کہ مجھے مشروب حیات سے نوازا جاتا۔ میں اسے پینے کا خواہش مند ہو
میرے لیے اس کا قرب ہی حیات آفریں تھا۔ وہ ایک لمحہ لطیف، وہ ایک ساعت گداز ہی میر
بہت تھی۔ اس کے بعد زندہ رہنے کی آرزو فضول تھی۔ اس تمام جدوجہد کے باوجود عظمت و
میں انگروما کے بہت سے بزرگوں کی بہ نسبت میرا مقام پچھلی قطار میں تھا۔ ان میں سے جب
دیکھیے تو اور سے آراستہ نظر آتا تھا۔ ان لوگوں کی نگاہوں سے بچ کر جزیرہ توری واپس جانے کا
ایک خواب کی طرح تھا۔ فرار کی کوئی کوشش کامیاب ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔ ہر طرف پہرے
جس شخص نے اپنی آنکھوں سے اقابلا کے جاہ و جلال کے تیور دیکھتے ہوں، وہ کس طرح یقین کر
کسی دن ان باغیوں کی کوششیں بار آور ہوں گی۔ میں جہاں سے چلا تھا وہیں آ گیا۔ انہوں
پیچھے کی طرف لوٹا دیا اب پھر وہی کیفیت موجود تھی جو اس وقت محسوس ہوئی تھی جب جزیرہ تو
چند بدنصیبوں نے قدم رکھے تھے ہم نے اپنے مقدر پر قناعت کر لی تھی اور سوچ لیا تھا کہ ہا
سمندر میں ہمارے لباس کے ساتھ بہہ گیا۔ ہم دوبارہ پیدا ہوئے ہیں۔ عجیب بات تھی کہ مہذ
بھلانے میں دیر نہیں لگی تھیں لیکن جزیرہ توری کا ماضی فراموش کرنا مشکل معلوم ہو رہا تھا میں
مرتبہ پیدا نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اسے بھولنا آسان نہیں تھا۔ ان کے عشق میں کوئی خامی ہو گی جو
بیٹھے، نہ جانے میرے ان رقیبوں میں سے کتنوں نے حالات سے مجبور ہو کر ان سے مفاہ
ہو۔ ایک میں تھا کہ میں نے اس کے لئے کہاں سے کہاں تک سفر کیا تھا۔ اب مجھ میں اس کے
کا ہم نوا ہونے کی طاقت نہیں تھی۔ میرے پریشان خیال مجھے کچوکے لگاتے رہے۔ پتھر
خاموش کھڑا تھا۔ میں نے اسے جھنجوڑنا شروع کر دیا اور اپنی پوری طاقت سے چنگھاڑ کر کہا۔
"بدقسمت شخص! کیا تو اس گمان میں ہے کہ تجھے ایک دن متحرک ہو جانا ہے مگر وہ دن ..... وہ
نہیں آئے گا۔ یہ شکست خوردہ اور اعصاب زدہ لوگ اسے کبھی شکست نہیں دے سکیں گے۔ تو
اپنے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح لیٹا رہے گا۔ تیرے اندر شگاف پڑ جائیں
پرندے تیرے جسم پر غلاظتیں بکھیریں گے، پتھر کا یہ خول زمانے کے حوادث اور اس کے عنا

جائے گا۔
میری آواز صرف میرے کانوں نے سنی۔ میں چیختے چیختے اس مجسمے کے قدموں میں گر پڑا۔ جس
مخاطب تھا اور ہوش کھو بیٹھا۔ شور سے میری آنکھ کھلی تو دن نکل آیا تھا۔ میرے سرھانے انگرو ما کا
ں گروٹا کھڑا تھا۔ اس نے مجھے اپنے بازو کے سہارے اٹھایا اور نرمی سے کہنے لگا۔ "جابر بن
ں! اٹھو، اٹھو، اے معزز شخص تم نے انگروما کی ایک سرد رات پریشان خیالی میں گزار دی۔ میں تم
کہتا ہوں کہ تم جتنی جلد، کل، سے رشتہ منقطع کر لو گے، اتنے ہی سکون سے رہو گے۔ تم اپنے قیمتی
یوں ضائع کر رہے ہو؟ تمہیں یہاں ..... ہم لوگوں میں شامل ہو جانا چاہئے۔ تمہاری عمر مختصر ہے۔
رے باطن کو اور آسودہ کرنے کے بعد ہم تمہیں پتھروں میں تبدیل کر دیں گے اور پھر تم اس وقت
گے جب ہمارے پاس مشروب حیات موجود ہو گا۔"
"گروٹا!" میں نے نحیف آواز میں اُسے مخاطب کیا۔ "رات کی باتیں میرے ذہن سے محو نہیں
ہیں۔ جو کچھ میں نے رات کہا تھا۔ میں اب بھی اسی پر قائم ہوں۔"
"یہ گریز نہ ہوتا تو ہمیں تم پر شک ہوتا۔" گروٹا مسکرانے لگا۔ "لیکن یقین کرو کہ تمہیں بعد میں
ی ہو گی کہ تم کتنے قابل قبول حقائق جھٹلا رہے تھے۔"
"گروٹا! میں تمہارے جذبوں سے واقف ہو گیا ہوں۔ فرض کرو اگر میں تمہارا ساتھ دینے سے
کرتا ہوں تو تم کیا کرو گے؟" میں نے جرات سے پوچھا۔
"ہم تمہیں سمجھاتے رہیں گے، ہمارے پاس وقت کی کمی نہیں ہے۔"
"اور اگر تمہاری باتوں نے پھر بھی مجھے متاثر نہیں کیا۔ تو؟"
"یہ ناممکن ہے۔ تمہاری آنکھیں کچھ عرصے بعد سیاہ و سفید دیکھنے کی عادی ہو جائیں گی اور تم بھی
دن اس کے خلاف ایک پرجوش مبلغ بن جاؤ گے اور طاقت بڑھاتے رہو گے تا کہ اس کے زوال
بب بن سکو۔" گروٹا نے عزم سے کہا۔
شاید تم میری بات نہیں سمجھ رہے ہو۔ میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ تم مجھے منقلب کرنے میں
یاب ہو سکو گے یا نہیں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر تم جابر بن یوسف کو اپنے قالب میں ڈھالنے
ناکام ہو گئے تو کیا کرو گے؟"
"تم ایک انہونی بات کہہ رہے ہو۔" گروٹا نے تندی سے کہا۔
"یہ میری بات کا جواب نہیں ہے۔"
"جابر بن یوسف، مجھے معلوم ہے ایسا وقت نہیں آئے گا لیکن اگر ایسا ہوا تو ہم تمہیں اس زمین
آسمان پر بھیج دیں گے۔"

''گروٹا!'' میں نے جوشیلے لہجے میں کہا۔ ''میں یہی بات سمجھانا چاہتا ہوں۔ تو سنو انگروما کے نگراں معزز گروٹا! یہ خیال دل سے نکال دو کہ جابر بن یوسف اس کی طلب سے دستبردار ہو جائے گا۔ جس گل بدن کے لئے میں نے اپنے بازوؤں میں سنگ و آہن کی صفات پیدا کی تھیں۔ کیا حالات ستم ظریفی مجھے اس کے مخالفین میں محصور کر دینے میں کامیاب ہو جائے گی؟ تم اپنا وقت ضائع نہ کرو۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو جبری اطاعت قبول کر لیں اور اپنے محبوب سے کنارہ کش ہو جائیں۔ اپنا شعار بدل لیں۔ تم ابھی سے یہ فیصلہ کر لو کہ تمہیں ناکامی کی صورت میں جابر بن یوسف کو سزائیں دینی ہیں۔ میرے لیے ابھی فیصلہ کر دو، میں موت پسند کرتا ہوں۔ مجھے موت دے دو۔''

میری بات سن کر گروٹا زور سے ہنسا، اس کی اندر دھنسی ہوئی آنکھیں اور چہرے کی لاتعداد جھریاں متحرک ہو گئیں۔

''موت کا وقت آئے گا تو فیصلے میں دیر نہیں ہوگی۔ معزز جابر! ذرا انگروما کی سیر کرو۔ میں نے کہا تھا کہ یہاں تمہاری تواضع کے لئے سب کچھ موجود ہے، تم یہاں آزاد ہو، تم ان برگزیدہ لوگوں کی صحبت میں بیٹھو گے تو اپنے علم و فضل میں اضافہ کرو گے۔ رہائی کا خیال دل سے نکال دو۔''

''میں تم سے رحم کی درخواست کرتا ہوں۔'' میں نے عجز سے کہا۔

''تم مجھ سے انگروما کی سرداری طلب کرو۔ دیوتاؤں کی قسم۔ میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گا مگر جزیرہ انگروما سے تمہاری واپسی ناممکن ہے۔ ایک دن تم دیکھو گے کہ اقابلا کا طاؤس تمہارے قدموں میں ہوگا۔ وہ روشن دن ضرور آئے گا۔ اسے ہزیمت لازماً نصیب ہوگی۔''

''یہ تمہارا خیال ہے۔''

''میرا نہیں۔ جزیرہ انگروما کے تمام عبادت گزار بزرگوں کا یہی خیال ہے۔ اس بے وفا۔ عاجز آ کر ہی انہوں نے اس کے ستم کے خلاف آواز اٹھانے کا عزم کیا ہے۔'' گروٹا کے لہجے میں کو ارتعاش نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ میری شیریں بیانی اسے اپنے موقف سے ہٹانے میں کامیاب جائے گی لیکن وہ پتھروں سے زیادہ ٹھوس تھا۔

جزیرہ انگروما کے نگراں کی حیثیت اعزازی سی تھی۔ وہ ایک طرح کا منتظم تھا اور جزیرے سربرآوردہ لوگوں کے سامنے اپنے احکام و اعمال کے سلسلے میں جواب دہ تھا۔ اس کا انتخاب اقلیت رائے سے عمل میں آتا تھا۔ بڑے فیصلے جزیرے کے فاضل لوگ مل بیٹھ کر کرتے تھے۔ تاریک براعظم کے دوسرے مقدمات کی طرح یہاں بھی جنس پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ یہاں چہل پہل تھی اور یہ علاقہ باغبان اور توری سے زیادہ مہذب اور سرگرم نظر آتا تھا۔ انہوں نے لاشعوری طور پر کام کی تقسیم بھی کر رکھی تھی۔ کئی جگہ جزیرے کی تمام آبادی کے لئے کھانا پکایا جاتا تھا اور جس کا جو جی چاہتا' جتنا چاہتا، کھا

اور پیتا تھا۔ اس سرسبز علاقے میں فطرت نے فیاضی سے کام لیا تھا۔ شام کو مشعلوں کے ساتھ رقص ہوتا اور صبح تمام آبادی عبادت کے لئے مختلف مقامات پر جمع ہو جاتی۔ یوں ایک پُرسکون، خوش گوار اور مثالی علاقہ تھا۔ یہاں ہر جگہ اشتراک نظر آتا تھا۔ عام آدمیوں کے ساتھ ان کا سلوک بے حد اچھا تھا۔ گروٹا میرے کاندھے تھپتھپاتا ہوا ایک عجیب طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ چلا گیا۔ میں جنون کی کیفیت میں بے ارادہ ایک سمت نکل گیا اور سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا۔ سامنے ساحل پر آتی ہوئی اچھلتی کودتی لہروں کا ایک نہ ختم ہونے والا کھیل جاری تھا۔ میرے زخموں میں ٹیس اٹھنے لگی۔ ایک ٹیلے پر بیٹھ کر میں نے سمندر میں کود جانے کا ارادہ کیا۔ لیکن موت کا انتہائی اقدام کرنے سے پہلے میں نے سوچا، مجھے کاہو کی ہمدرد روح کو طلب کرنا چاہیے۔ میری آواز یں پانی کے شور میں کھو گئیں۔ کاہو کی رُوح سامنے نہیں آئی۔ پھر میں نے سمورال کی دی ہوئی مالا سے رہنمائی چاہی، لیکن اس کا کوئی دانہ روشن نہیں ہوا۔ میرے تمام تحائف میرے ارادوں کے دشمن ہو گئے تھے۔ شپالی کی چمک دمک ماند نہیں ہوئی تھی لیکن اس کا سحر کارگر نہیں ہو رہا تھا۔ میں اپنی کشتی ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ سمندر کی اشتعال انگیز لہریں دیکھ کر میرے سینے میں طوفان سا اُٹھنے لگا، مجھے اپنے دماغ کی رگیں ٹوٹتی پھوٹتی محسوس ہونے لگی اور میں نے چار دن تک کوئی تیس بار سمندر کی سمت کوچ کیا اور میلوں تک جزیرے کی سمتوں میں پیدل سفر کرتا اور روزانہ رات کو تھکا ہارا فرار کے ہر منصوبے میں ناکام ہو کر اپنی جھونپڑی میں واپس آ جاتا جہاں روز ایک نئی لڑکی میری منتظر ہوتی۔ غذاؤں اور مشروبات سے بھرا ہوا خوان موجود ہوتا۔ میں جھپٹ کر اس میں سے گوشت کے پارچے اُٹھا لیتا اور مشروبات کے ساتھ پی کر سو جاتا۔ لڑکی میری وحشتیں دیکھتی۔ میرے قریب آنے کی کوشش کرتی اور میں اسے دھتکار کر سو جاتا۔ چار پانچ روز میں میری حالت پاگلوں کی سی ہو گئی تھی۔ میں ان کی مشترکہ عبادت میں اب تک شریک نہیں ہوا تھا اور نہ ہی میں نے اس دوران میں کسی سے ملاقات کی تھی۔ انہوں نے مجھے میرے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ انہوں نے سوچ لیا ہوگا کہ آخر مجھے ان کے فیصلوں کے آگے جھک جانا ہوگا۔ وہ میرا صبر آزما رہے تھے مگر میں نے بھی طے کر لیا تھا کہ میں ان کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا۔ یہ سلسلہ زیادہ دنوں تک نہیں چل سکتا تھا۔ ان کے علاقے میں میری حیثیت ایک قیدی کی تھی۔ نہ جانے کب تک میری حالت یہی رہتی کہ ایک رات جب میں طویل سفر سے نڈھال اپنی جھونپڑی میں واپس آیا تو میں نے وہاں اقابلا کے خانوادے کی ایک حسین لڑکی کو اپنا منتظر دیکھا۔ وہ اشار، ژولین اور لوریا کی طرح حسین تھی۔ اس کے خدوخال وہی تھے جو قصر اقابلا میں جلوہ فگن لڑکیوں کے لئے مخصوص تھے۔ اس کی سانسوں میں خوشبو اور بدن میں سحر انگیز کشش تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ سراپا ناز، سراپا التفات اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی، وہ پھولوں اور پتوں کے بستر پر دراز تھی۔ اس کے ہاتھ میں جام تھا اس نے وحشت

کے عالم میں گلاس اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اسے اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ میری سانس ہ
ہوئی تو میں نے تشویش کے ساتھ اس سے پوچھا ''تم کون ہو؟''

''میں .....'' اس نے ایک ادا سے کہا۔ ''میں ایک شراب ہوں جو آج رات تمہاری تشنگی بجھ
کے لئے بھیجی گئی ہے۔''

''کیا..... کیا اس علاقے میں خانوادہ اقابلا کی حسین ترین لڑکیاں موجود ہیں۔ کیا انہوں
تمہیں بھی اس کے شبستان حسن و جمال سے چھین لیا ہے؟'' میں نے حیرت اور تشویش سے کہا۔

''اقابلا..... اقابلا'' وہ زیر لب بڑبڑائی۔ ہاں یہ نام میں نے سنا ہے۔ سنا ہے وہ کوئی بہت
اور سنگ دل ملکہ ہے۔ سنا ہے اس کے پہلو میں دل نہیں ہے۔ وہ بہت حسین ہے۔ کیا وہ مجھ سے
حسین ہے؟ اس نے بے نیازی سے پوچھا۔

''تم .....'' میں نے ایک پھیکی مسکراہٹ سے کہا۔ ''بلاشبہ تم ایک حسین لڑکی ہو، اس لیے کہ تم
تعلق یقیناً اسی قبیل سے ہے جہاں قدرت نے خصوصی توجہ سے کام لیا ہے۔ تمہارے لہجے کی کشش
شیرینی اس کی مرہون منت ہے۔ اس کا نام ادب سے لو۔ اس کے کان بڑے ہیں۔''

وہ ہنسی، گھنٹیاں سی بج اٹھیں، اس کے سفید دانت موتی کی طرح مشعل کی روشنی میں د
لگے۔ ''میں نے اپنی ماں سے اس کا نام سنا ہے۔ وہ اس کا تذکرہ بڑے اشتیاق سے کرتی ہے کیونکہ
وہیں سے آئی تھی، میری ماں بھی میری طرح حسین ہے۔ اس نے جاوداں عمر پائی ہے۔ میں اس کی
میں بوڑھی ہو جاؤں گی یا ممکن ہے اس سے پہلے ہمیں مشروبات جات کا ذخیرہ مل جائے اور ہم
دوامی عمر حاصل کرلیں۔''

''یہ ایک خواب ہے، اے حسین لڑکی! انہوں نے کتنے فریب کھائے ہیں۔ تمہارا یہ پھول
بدن مرجھا جائے گا لیکن وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوں گے۔''

''میں کبھی نہیں مرجھاؤں گی۔ انہوں نے میری نوجوانی محفوظ کرلی ہے۔ آج ایک عرصے
شاید تمہارے لیے انہوں نے مجھے متحرک کیا ہے۔ میں ایک عرصے سے پتھر میں محفوظ تھی۔ انہیں
میری ضرورت پڑتی ہے وہ مجھے پتھر کے خول سے باہر لے آتے ہیں اور وصل کے حسین لمحے گزار
کے بعد مجھے اسی خول میں واپس کر دیتے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوا ہے۔'' اس نے بے پروائی سے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' مجھے اس کی ذات میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔

''کیشا..... میرا نام کیشا ہے۔ کیشا دیوتا کے نام پر۔ جو ہمارے قبیلے پر مہربان ہے۔'' اس
مسکراتے ہوئے کہا۔

''جابر بن یوسف!''..... اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ ''میں نے آج تک تم جیسا شخص

لہا۔ معزز گروٹا نے تمہاری خوشی کے لئے میرا اعادہ کیا ہے۔ تمہارے سینے پر آویزاں تحائف اس
ی کی علامت ہیں کہ تم ایک غیر معمولی شخص ہو۔ تم یہ کیسی باتیں کر رہے ہو؟''

''میں اس کے پاس واپس جانا چاہتا ہوں کیشا! میں اس سے منحرف نہیں ہوسکتا، میں یہاں
ضرور واپس جاؤں گا۔''

''تم دیوتاؤں کی مرضی کے بغیر یہاں سے نہیں جاسکتے۔''

''تو پھر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ میں نے زارشی میں ضبط نفس کے کئی سال
زارے ہیں، وہ مجھے میری موقف سے نہیں ہٹا سکتے جاؤ لڑکی..... کیشا جاؤ۔ گروٹا سے کہہ دو کہ میں
نہیں واپس بھیج دیا ہے۔'' میں نے اسے اپنے جسم سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔

وہ میرے غیر متوقع رویے پر حیران رہ گئی۔ میں نے اس کا سراپا ایک نظر دیکھا اور اسے چھوڑ کر
ی کے ساتھ جھونپڑی سے نکل آیا۔

میری وحشت زدگی، اس وقت انتہا کو پہنچ گئی۔ جب مجھے جزیرہ انگروما پر بے سروپا، بے مقصد
وتے ہوئے چھ ماہ سے زیادہ گزر گئے۔ وہ بار بار مجھے اپنے روبرو طلب کرتے اور میں انکار کر دیتا،
اہ میں جزیرے کی مختلف لڑکیاں میری جھونپڑی میں آئیں پھر ان کی آمد بند ہوگئی اور میں ایک
ائی سی محسوس کرنے لگا۔ اس عرصے میں انہوں نے مجھے کوئی اذیت نہیں پہنچائی تھی۔ وہ نرم لہجے میں
مجھے ہدایتیں دیتے رہتے۔ میں ایک آہوئے آوارہ۔ مجسموں کے درمیان، کبھی ساحل سمندر پر، کبھی
نوں میں، کبھی آبشار پر، کبھی پہاڑوں، نہروں اور دریاؤں پر گھومتا رہتا اور جب چھ ماہ گزر گئے تو
دن کسی نے میرے اندر سرگوشی کی۔ ''جابر بن یوسف! تم نے دیکھ لیا کہ تم نجات حاصل کرنے
انا کام ہوگئے؟ تم اپنے یقین سے ہٹ گئے ہو۔ اب تم کبھی واپس نہیں جاسکو گے۔ بہتر ہے کہ انہی
شامل ہو جاؤ۔ وہ تمہیں مرنے بھی نہیں دیں گے۔ ہر سمت نادیدہ نگاہیں تمہارے ساتھ گھومتی ہیں۔
ہیں اپنے تحائف سے بھی کوئی مدد نہیں مل رہی ہے۔ چلو ان کی عبادت میں شامل ہو جاؤ۔ اس کا
ل دل سے نکال دو، اس کی یاد دل سے جھٹک دو۔''

جب میں پریشان ہو کر سمندر کی طرف جاتا تھا تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے انگروما کی ساری
ازیں مجھ سے کہہ رہی ہوں۔ ''وہ ایک فریب ہے وہ ایک سراب ہے۔ جابر بن یوسف! ہماری طرف آ
و۔''

اور میں چاروناچار ایک دن ان کی طرف مڑ گیا۔ اس دن معمول کے مطابق تمام برگزیدہ لوگ
ہ جگہ جمع تھے۔ ان کے سراس نیولے کے گرد جھکے ہوئے تھے جسے گروٹا نے اپنے سر پر بٹھا رکھا تھا۔
العظیم جارا کاکا کی علامت ہے، نیولے کی خوں خوار آنکھیں ایک سمت لگی ہوئی تھیں اور وہ بیک

زبان کہہ رہے تھے۔

.....''جارا کا کا، ہمیں برتری عطا کر.....ہمیں اس پر فوقیت دے.....ہم تیرے ہراحتا
پورے اُترے ہیں۔ جارا کا کا۔ ہمیں اور زمین دے تاکہ ہم اور پھیل سکیں۔ ایسی زمینیں، جن میں
نسلیں اور فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے سر آسمانی بلاؤں کے مقابلے میں تیرا تحفظ چاہتے ہیں
جارا کا کا، تیری یہ مکھیاں غول کی شکل میں تیرے احسان فراموشوں پر جھپٹنے کے لئے برقرار ہیں۔
اسے بہت وقت دیا، کچھ وقت ہمیں بھی عطا کر کہ ہم یہ خطہ ارض تیری آگ سے روشن کر سکیں۔''
دعاؤں کی گونج سے میرا دل بیٹھنے لگا۔ ان کے سرجنونی انداز میں کسی پھرکی کی طرح متحرک
دونوں ہاتھ مقدس نیولے کے سامنے اُوپر اُٹھے ہوئے تھے۔ میں ان سب کے پیچھے کھڑا
یکا یک ان میں انتشار پیدا ہوا اور بیک وقت ان سب نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ بہت سی نگاہیں حیر
خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ میرے چہرے پر جم گئیں۔ میں نے ان نگاہوں کی تا
لاتے ہوئے خفت سے سر جھکا لیا۔ میں صرف ان کے چمکتے ہوئے چہرے دیکھ سکا، اسی لمحے گر
مرتعش آواز اُبھری۔

''عظیم جارا کا کا! اس کی آمد تیری خوشنودی کی بشارت ہے آخر وہ سچائی کی طرف آ گیا
دیکھو، وہ سب سے پیچھے کھڑا ہے مگر اس کی جگہ وہ نہیں ہے۔''

پھر اس نے بلند آواز میں مجھے مخاطب کیا۔ ''جابر بن یوسف! اے محترم شخص! ادھر آ، جا
کے پہلو میں، اور برکتیں سمیٹ۔''

اس کا بیان ختم ہوتے ہی لوگوں نے اِدھر اُدھر ہٹنا شروع کر دیا اور میں ان کے درمیا
گزرتا ہوا گروٹا کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے اپنے سر سے نیولا اتار کر میرے سر پر رکھ دیا اور مج
ایک بھنبھناہٹ سی ہوئی۔

''انگروما کے معزز لوگو!'' گروٹا حلاوت سے بولا۔ ''ہماری تعداد میں ایک اور شخص کا اضا
جابر بن یوسف کوئی ایک آدمی نہیں ہے۔ وہ اپنی اعلیٰ صفات کی وجہ سے کئی آدمیوں کے برابر
ایک دن وہ تنہا رہ جائے گی۔ بے دست و پا۔ پھر ہم اس کی روح مقید کر لیں گے اور اس کا بدا
کا کا کی روشن آگ کے سپرد کر دیں گے۔ جابر بن یوسف آج سے ہمارے برگزیدہ لوگوں میں
ہے۔ میں اسے تمہاری ایما سے بوڑھے گورمے کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ جابر بن یوسف کو
فضیلتوں کی روشنی منعکس کرے گا۔ وہ اُسے مسلح کرے گا۔ وہ اسے اسرار سے واقف کرے گا۔
ان کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا۔ آوارگی کے چھ ماہ گزارنے کا تجربہ میرے لیے بہت تلخ تا
تھا۔ میں نے اپنے لب سی لیے تھے اور میں ان کی زبان کا زہر پیتا رہا۔ ایک شخص مر گیا تھا، ایک

ہوا تھا، اس دوسرے شخص کا نام اتفاق سے جابر بن یوسف تھا۔ جابر بن یوسف ایک سرکش، ضدی
جذباتی نوجوان تھا۔ اس کی اپنی انا تھی۔ میرے ذہن میں اپنے اس نئے اقدام کی تائید میں طرح
ح کے جواز پیدا ہو رہے تھے۔ گورمے اگلی صف میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ مجمع سے نکل کر گروٹا کے پاس
اور اس نے میری دائیں ہتھیلی سرخ شعلے سے داغ دی۔ میں نے کوئی سسکی نہیں بھری، داغ لگ چکا
اقابلا کے مخالفوں کا ساتھ دینے کا داغ، گورمے نے جہاں میں کھڑا تھا، زمین پر اپنی انگلی سے کوئی
یہ بنائی اور میرے پاؤں کے گرد ہالا سا کھینچ دیا۔ میرے گلے میں لٹکا ہوا لکڑی کا سانپ اپنی اصلی
ت میں آ گیا اور پھن کاڑھ کر گورمے کی طرف رُخ کرنے لگا، میری سر پر نیولا تھا۔ سمورال کی دی
ں مالا کے دانے چمک رہے تھے اور مجمع میں سرگوشیاں اُبھر رہی تھیں۔ آخر یہ سرگوشیاں اس وقت
کو پہنچ گئیں جب سانپ نے میرے کاندھے پر لہرا کر نیولے کے سامنے اپنا منہ جھکا دیا، نیولے
کسی اشتعال کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ان دونوں کے منہ بوس و کنار کے انداز میں قریب آئے اور سانپ
ر کر میری گردن پر جھول گیا۔ یہ ایک حیرت انگیز مظاہرہ تھا، گورمے نے طشت میں رکھی ہوئی
میں کچھ جھونک دیا۔ آگ کے شعلے تیزی سے بھڑکے۔ گورمے نے میرا ہاتھ پکڑ کر میری کھال
ایک چٹکی بھری۔ گورمے کی چٹکی کسی خنجر کی طرح میری جلد میں پیوست ہو گئی اور خون رسنے لگا۔
ن کے چند چھینٹے اس تابندہ آگ کے اوپر نچھاور کر دیئے گئے اور کچھ قطرے نیولے کے سامنے
بت سے پیش کیے گئے۔ نیولے نے وہ قطرے گورمے کی ہتھیلی سے چاٹ لیے اور میں نے دیکھا
آگ اچانک بھڑک اٹھی ہے اور اس کے شعلوں نے واضح طور پر انسانی شکل اختیار کر لی ہے۔ یہ
نی شکل بتدریج اتنی واضح ہوتی گئی کہ میری آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ میری آنکھیں دھوکا
کھا سکتی تھیں۔ وہ اقابلا کا ہیولا تھا۔ جو دھوئیں اور شعلوں میں بگڑتا سنورتا نمودار ہوا۔ اس کا حسین
چہرا، شدید کرب و اضطراب کے عالم میں مبتلا تھا۔ میرا جی چاہا کہ میں اپنے سارے جسم سے خون
ہالوں اور وہ آگ سرد کر دوں لیکن میرے قدم ہل بھی نہیں سکے۔ میں ششدر تھا اور پھٹی پھٹی
نکھوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ مجمع پر ایک جوش طاری تھا۔ ایک خوشی حاوی تھی۔ گورمے کی آنکھیں
سا رہی تھیں۔ سانپ اور نیولا مضطرب نظر آتے تھے۔ اقابلا کا ہیولا دیکھ کر اُن کا شور اور بلند ہو گیا
ن بہت جلد آگ کے شعلے دھیمے پڑ گئے اور سارے مجمع پر ایک سکون سا چھا گیا۔ جب میں وہاں
ہٹا تو میرے قدموں کے گہرے نشان زمین پر ثبت ہو چکے تھے۔ نیولا سر پر بیٹھا ہوا تھا اور مجھے
محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی بہت وزنی شے ہے۔

''آؤ، میرے ساتھ۔'' بوڑھے گورمے نے شفقت سے کہا۔ میں خاموشی سے اس کے ساتھ
لگا۔ گورمے نے نیولے کو اپنے کاندھے پر بٹھا لیا اور میری گردن میں لٹکے ہوئے سانپ کو انگلی کا

اشارہ کر کے لکڑی کے ایک دائرے میں تبدیل کر دیا۔ اس نے نیولے کی جلد کو بوسہ دے کر اس میں اچھال دیا، میں اسے خاصی دُور تک دیکھ سکا۔ پھر وہ میری نگاہوں کے دائرے سے نکل میرے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی چل رہے تھے۔ گرونا بھی ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ہمارے ساتھ گامزن تھا۔ یہ تمام لوگ تعداد میں بے شمار تھے۔ ان میں سے بیشتر زیادہ عمر کے تھے۔ لوگ آگے جا کر منتشر ہونے لگے پھر میں اور گورے تنہا رہ گئے۔ راستے میں ہم دونوں نے دوسرے سے کوئی بات نہیں کی۔ گورے جب اپنے پتھر کے مکان میں داخل ہوا تو میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ میں ٹھٹک کر رُک گیا۔ کوئی اندازہ تک نہیں کر سکتا تھا کہ پتھر کے اس بند مکان میں اس قدر مکمل موجود ہوگا۔ اس کی روشنی سے وہ سخت سیاہ سنگی دیواریں روشن نظر آتی تھیں۔ یہ مبالغہ نہیں اور نہ حسن کے معاملے میں میرے اظہار کا کوئی شاعرانہ پیرایہ ہے۔ میں یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ کشیا جیسی شکل کی ایک سفید فام حسین وجمیل لڑکی موجود تھی۔ اس نے میری طرف بہت غور سے ایک لمحے کے لئے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ پھر معدوم ہوگئی۔

''جابر بن یوسف۔'' گورے نے میری طرف اشارہ کر کے اسے مخاطب کیا۔ ''یہ ہمارا ہے۔ میں اس کے علم کی پرورش کروں گا اور اسے پارسا لوگوں میں سب سے بڑا پارسا بناؤں گا اے مقدس جانوروں کے خون سے غسل دوں گا اور یہ ہمارے لیے اس کے خلاف ایک زبر دھال ثابت ہوگا۔''

دوشیزہ جمال وجلال نے اس کی باتوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ وہ ایک محویت کے میری طرف دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں۔ بال سیاہ تھے اور چہرہ اتنا پاکیزہ، اتنا دلکش تھا اقابلا کی خاص کنیزوں ہی کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ ایک مکمل لڑکی تھی۔ کشیا اور اس میں بظاہر کوئی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اس کے سوا کہ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک زیادہ تھی اور اس کے باوقار تھے۔ میں مبہوت سا اسے دیکھا کیا اور قریب رکھے ہوئے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ اس نے شیریں لب کھولے۔ ''تم بھی وہیں سے آئے ہو، تم بھی اسے بھول گئے؟'' میں نے اس کے لہ درد محسوس کیا۔

''ہاں اے دوشیزہ آسمان! میں بھی کبھی وہاں تھا لیکن میری درخواست ہے کہ مجھ سے ماضی متعلق سوالات نہ کرو۔''

''خوب، خوب۔'' گورے مسکرایا۔ ''یہ ذہنی صحت مندی کی علامت ہے، جارا کا کا نے قبول کرلیا ہے اور اس نے انگروما کے شریف لوگوں کا ساتھ دے کر ہماری طاقت میں اضافہ کیا۔

''بلاشبہ یہ ایک اضافہ ہے۔'' وہ اپنا طنز چھپا نہ سکی۔ ''اس کا قد بڑا کرنا ضروری ہے۔''

''ہاں۔ یہ ہمارا مہمان ہے۔ ہم نے تمہاری بیٹی کیشا کو اس کی آسودگی کے لئے بھیجا تھا مگر اس ہماری مہمان نوازی سے لطف نہیں اٹھایا۔ اس نے ہمارے پاس آنے میں تامل سے کام لیا۔ جابر یوسف ایک مستقل مزاج، جذباتی اور متکبر شخص ہے، میں اسے مشورہ دوں گا کہ وہ یہ خصائص ترک دے۔'' گورے نے سنجیدگی سے کہا۔

''وہ شخص مرگیا۔ اب جابر بن یوسف تمہارے احکام کا تابع ہے اور تمہارے جزیرے کے ہر فرد غلام ہے۔ اس کی اپنی کوئی ذات نہیں ہے وہ تمہارے ہاتھ کا اسلحہ ہے، وہ تمہارے لیے بہترین گھوڑا ہوگا، اس کی لگام تھامے رکھنا تمہارا کام ہے۔ یقین کرو یہ جانور تمہارا بہترین معمول ثابت گورے سچ سچ بتاؤ کیا میں نے پہلے جابر بن یوسف کا گلا نہیں گھونٹ دیا ہے۔؟'' میں نے سرد میں کہا۔

''تم سچ کہتے ہو لیکن یاد رکھو جو پیش گوئیاں تمہارے ذہن میں محفوظ ہیں، جزیرہ انگروما میں آکر کی سمت بدل گئی ہے۔ ہم نے اپنے مقدر سے لڑنا سیکھا ہے۔ ہم نے فیصلے بدل دیئے ہیں۔'' نے کسی قدر تیز لہجے میں بولا۔

''گورے سچ کہتا ہے۔'' نیشا ایک سرد آہ بھر کر بولی۔

''میں تمہاری اصلاح کروں گا اور تم دیکھو گے کہ زمین کیسا رنگ بدلتی ہے۔ جزیرہ انگروما کا ہر تمہارا ہے، اس کے درخت تمہارے، اس کے پھل تمہارے، اس کے لوگ تمہارے اور اس کی نمی تمہاری ہیں۔ انگروما کی یہ عورت تمہاری خواہش پر پیش کر دی جائے گی تاکہ ہوس تم پر غلبہ نہ لے اور تم یک سُو ہو کر اسرار ورموز کے علم میں مستغرق ہو جاؤ۔ میں نیشا کو تمہاری آنکھوں کی جلن دُور کرنے کے لئے پیش کرتا ہوں۔ نیشا نے اس علاقے کے پُرجلال افراد کو شادماں کیا ہے۔ اسے اقابلا اب خاص حاصل رہا ہے۔ یہاں آکر اس نے کیشا اور کیشا جیسی بہت سی لڑکیوں کو پیدا کیا ہے ان نے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ نبرد آزما ہونے سے دور رکھا۔ ہم نے ان لڑکیوں کے شباب کو طویل کرنے کے لئے انہیں پتھروں کی شکل دے دی ہے۔ اگر تم اس کے بدن کی یکسانی سے جاؤ تو اس کی حسین لڑکیوں میں سے کسی ایک کو کسی وقت متحرک کیا جا سکتا ہے۔'' گورے کے لہجے سنجیدگی اور شفقت شامل تھی۔

میں نے گورے کی موجودگی میں آگے بڑھ کر نیشا کے خوبصورت مرمریں ہاتھوں کو بوسہ دیا اور سے مسکراتا ہوا وہاں سے رُخصت ہوگیا اور ہم دونوں اس کمرے میں تنہا رہ گئے۔ تھوڑی دیر کا لطف رہا۔ میری دیوانگی میں اور تشدد آ جاتا لیکن اس وقت نیشا کی آواز گونجی۔ ہوا'' اس نے حکمیہ انداز میں کہتے ہوئے اپنے سر کا ایک بال توڑ کر آنکھوں کے سامنے کیا اور

اسے پھونک ماری۔ اس کی پھونک سے بال جلنے لگا اور کمرے میں عجیب قسم کی چراند پھیل گئی۔ اطراف نگاہ دوڑا کر اس نے شان استغنا سے کہا۔ ''وہ اب شاید کسی کو معاف نہیں کریں گے تم کیا کہ ان کی باتیں قبول کرلیں، اس کے سوا تمہارے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔''

''میں اب اس موضوع پر گفتگو کرنا نہیں چاہتا۔ وہ جانتی ہوگی کہ میں نے ان گنت محفل شامیں انکار و استرداد میں کاٹ دیں۔ میں نے اپنا جسم خشک رکھا۔ میں اس کی توجہ کا منتظر رہا۔ یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ مجھے خود کو آئندہ دنوں کے حوالے کر دینا چاہئے۔ تم دیکھ رہی ہو کہ میرے تحائف جھول رہے ہیں۔ یہ یہاں بے کار ہوگئے ہیں۔ میں نے ان کے لئے کئی بار اپنی زندگی لگائی لیکن یہ میرے کسی کام نہ آئے۔ تمہاری باتوں سے میں اس خوش فہمی میں مبتلا ہوگیا ہوں اب تک اس عظیم و جلیل ملکہ کا تاثر قائم ہے۔''

''خاموش رہو۔'' اس نے سسکاری بھری۔ ''گو میں نے افشائے راز کے لئے اپنا اپنی عمر کا ایک سال کم کرلیا ہے تاہم جن لوگوں میں اب تم موجود ہو ان کا درجہ بہت بلند ماورائی علوم میں طاق ہیں۔ یہاں آکر انہوں نے اپنا علم بڑھانے کے سوا کوئی کام نہیں کیا، وہ حسین دوشیزہ..... اس کا قصر، اب تو ایک خواب ہے۔'' اس نے حسرت سے کہا۔

میں نے اسے خود سے قریب کرلیا۔ وہ کہنے لگی۔ ''میں نے کئی بار یہاں سے فرار کی کوشش کی لیکن ہر بار انہوں نے مجھے اپنی طاقتوں کے ذریعے واپس کھینچ لیا۔ میں اقابلا غلاموں کے ایک طائفے کے ساتھ کاہن اعظم کے شگون کے بعد جزیرہ امسار جا رہی تھی کہ سمندر کی لہروں کا رُخ موڑ دیا اور میں یہاں پہنچ گئی یہاں آکر میں قبیلے کے سرکردہ لوگوں کی ہوتی رہی۔ گورے کے پاس بہت سی طاقتیں ہیں۔ وہ عرصے تک گھر سے باہر رہتا ہے مجھے کھینچنے میں اس کا بڑا ہاتھ ہے اس لیے میں مستقل طور پر اسی سے وابستہ کر دی گئی ہوں۔ وہ کرتے ہیں لیکن وہ جانتے ہیں کہ میرا وجود ان کی برتری کے مقابلے میں بہت ناتواں ہے۔

''فرار محال ہے۔ موت بھی محال ہے۔ ہر شخص نے یہاں آکر شاید یہ فیصلہ کیا ہے کے احکام کے سامنے سر جھکا لینا چاہئے۔'' میں نے نیشا کی زلفیں اپنی سانسوں سے اڑاتے اور زمین پر لیٹ کر میں نے اقابلا کے التفات، اپنی کامیابیوں اور تیرہ بختیوں کی داستان ا۔

☆==========☆==========☆

دُوسرے دن سے باقاعدہ میں نے ان کی عبادت گاہ میں جانا شروع کر دیا۔ میں کے جلسوں میں بھی شریک ہونے لگا۔ وہ روز جمع ہو کر اقابلا کے خلاف دعائیں مانگتے تھے۔ نے کبھی ان کا ساتھ نہیں دیا لیکن پھر میرے لب خود بخود ان کے ہونٹوں کے ساتھ کھلنے اور

میرا بیشتر وقت گورے کے ساتھ گزرتا تھا۔ اس نے مجھے کمال شفقت، کمال انہماک سے بہت سی باتیں رٹانے شروع کر دیے۔ میں بھی اس کے لئے کوئی نیا اور کند ذہن طالب علم ثابت نہیں ہوا۔ میں نے اس کی ہر حرکت اور ہر عمل میں بے حد دلچسپی لی۔ میرا تجسس، میرا شوق اور میری ذہانت نے گورے کو میری طرف کچھ زیادہ ہی مائل کر دیا تھا۔ وہ رات کو مجھے مجسموں کے درمیان لے جاتا، انہیں جگاتا اور انہیں مجھ سے متعارف کراتا، اس نے کیشا کی کئی بہنوں کو بھی جگا کر میرے سپرد کیا، مشغول کیا۔ یہ لوگ بعد میں اتنے بُرے نہیں معلوم ہوئے لیکن ایک کسک، ہاں ایک چبھن اس کی ضرور محسوس ہوتی تھی جب وہ طنزیہ شد و مد اور نفرت و حقارت سے اقابلا کا نام لیتے تھے۔ میں نے گورے کے ساتھ اس وسیع و عریض جزیرے میں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرتا رہا اور نہایت دلچسپی سے اس کے اقوال، اس کی ہدایتیں اپنے دماغ میں بٹھاتا رہا۔ پُراسرار علوم کے بارے میں سمورال، اشمار اور اسٹالا سے مجھے خاصی شُد بُد حاصل ہوگئی تھی مگر گورے کے نو بہ نو کرشمے دیکھ کر اندازہ ہوا کہ یہ تو ایک سمندر ہے۔ جتنی گہرائی میں پہنچو، نئی دنیائیں نظر آئیں گی۔ میں نے لیبغو کھایا۔ سانپ اور آدمی کا خون پیا تھا۔ میں برسوں آگ کے گرد بیٹھا تھا۔ اب اگر میں اپنی غذا کے بارے میں کچھ کہوں گا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہوگی۔ بہتر یہی ہے کہ میں اپنی سرگزشت، درندوں، گندے جانور، خون، کھوپڑیاں، آگ اور طرح طرح کے عمل، جادو، عمل جراحی کی طرح کے۔ سنسان اور ویران جگہوں پر اندھیرے غاروں میں گورے نے میری تربیت کی۔ کامیابی کے ساتھ ساتھ میری اشتہا بڑھتی گئی۔ میں نے گورے کو کسی شب سکون سے نہیں سونے دیا اور پھر ایک رات آیا کہ گورے چاند کے زوال کے دنوں میں مجھے گھنے جنگل کے درمیان لے گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک مشعل تھی اور آج اس نے اپنا پورا جسم بطور خاص رنگا تھا۔ میرے ہاتھ میں اس نے ایک کٹورا دیا تھا جس میں ایک سیاہ سیال، چپچپا مادہ بھرا ہوا تھا۔

گورے روزانہ ہی کوئی نہ کوئی خطرناک عمل کر کے مجھے حیرت زدہ کر دیا کرتا تھا لیکن آج وہ صبح سے قسم کے حشرات الارض پکڑ کر انہیں اپنے طلسم خانے میں ایک سیال مادے کی شکل میں تبدیل کرنے میں لگا رہا تھا۔ سمورال کی طرح گورے کا ایک کمرہ طلسمی کاموں کے لئے وقف تھا۔ اس نے مجھے درختوں سے ڈھکے ہوئے جنگل کے ایسے حصے میں لے گیا جہاں دن کے وقت بھی تاریکی روشنی مشکل سے آتی تھی۔ اس نے وہاں کی نم زمین سے کچھ مٹی کریدی اور اسے اپنے بازوؤں اور پیروں پر مل لیا، اس نے مجھے اشارہ کیا کہ میں اس کی تقلید کروں، میں نے کوئی پس و پیش نہیں کی۔ ہم دونوں ایک درخت کے سہارے اکڑوں بیٹھ گئے۔ درختوں میں پتھر کی چند مورتیاں تھیں۔ گورے نے زور زور سے ایک عمل پڑھنا شروع کر دیا۔ میرے لیے اگلے لمحے تجسس کے

تھے میں بھی گورمے کے الفاظ بمشکل دُہرانے لگا۔ اس نے سیال مادہ پیالے سے نکال کر مُ
جانا شروع کر دیا۔ مادے کی بو اتنی شدید اور اتنی گندی تھی کہ میرا دماغ پھٹنے لگا پھر اطراف
ایسی ہوا سرسرانے لگی جس میں کسی ذی ہوش کا سانس لینا مشکل تھا۔ گورمے پر وحشت سی طا
وہ زور زور سے اپنا عمل پڑھ رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں جنگل جیسے جاگ سا گیا چرندو پرند کے
شور کے باعث مجھے اپنے قریب بیٹھے ہوئے گورمے کی آواز بھی صاف سنائی نہیں دیتی تھی۔
کے اور قریب ہوگیا۔ سیاہ مادہ جل رہا تھا اور اس کی بو نے شاید سارا جنگل اپنی لپیٹ میں
گورمے نے میرے ہاتھ میں مشعل تھما دی اور اپنا ایک ہاتھ مادہ جلانے میں مصروف رکھا۔
ہاتھ سے اس نے اپنے گلے میں پڑی ہوئی لمبی ہڈیوں کی ایک مالا اتاری اور اس کی نوکوں
کریدنے لگا، ہڈیوں کی نوک کا زمین پر لگنا تھا کہ بہت سی کربناک چیخیں ایک ساتھ بلند ہو
فاناً بونے قد کے دو بہت عجیب الخلقت جانور ہم سے کچھ فاصلے پر نمودار ہوئے۔ میں مشعل
روشنی میں ان کی ساخت کا فوراً اندازہ نہیں کر سکا۔ میں نے تاریک براعظم کے کسی علاقے
سے پہلے ایسے جانور نہیں دیکھے تھے۔ ان کا چہرہ کسی انسان سے مشابہہ تھا لیکن ان کے پیر جا
طرح تھے۔ یوں کہیے کہ وہ ایک نئی ساخت کے لنگور تھے۔ ان کے جسم میں ایک روشنی تھی۔
جس سے کرنیں پھوٹتی ہوں۔ وہ ان کی دو آنکھوں بلکہ چار آنکھوں میں تھی۔ وہ آتے ہی زمین
لگے۔

وہ ناقابل برداشت تعفن، ان کی چیخیں اور ان کی آنکھوں کی مقناطیسی چمک دیکھ کر میں
ٹھہر گئے۔ میری اس کوتاہی کی دیر تھی کہ ان میں سے ایک جانور تیزی کے ساتھ مجھ پر جھپٹا
ایک ہی جست میں لہولہان کر گیا۔ میں اکڑوں بیٹھا تھا اور مشعل میرے ہاتھ میں تھی اس
توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ گورمے نے غصے میں میرے ہاتھ سے مشعل چھین لی۔ میں نے دو
اپنی طرف آتے دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اُسے جھٹکنا چاہا لیکن میرا قیاس غلط نکلا۔ وہ
کسی پہیلے سے کم نہیں تھا۔ دوسری جست میں وہ میرے سر کے بہت سے بال اڑا لے گیا
نے بے بس نگاہوں سے مجھے دیکھا لیکن اپنا عمل نہیں چھوڑا۔

دوسرا جانور ابھی زمین پر لوٹ رہا اور چیخ رہا تھا مجھ پر یہ توانا جانور پے در پے حملے کر
نے میرے سینے پر حملہ کر کے میرے تحائف نوچنے کی بھی کوشش کی۔ اس عرصے میں گو
آخری دردناک چیخ کے ساتھ دوسرے جانور کا کام تمام کر چکا تھا پھر وہ میری طرف مڑا اور
عمل تیز کر دیا، گورمے کے میری طرف متوجہ ہوتے ہی جانور مجھ سے علیحدہ ہوگیا۔ میرے
مختلف حصوں پر اس کے پنجوں کے نشانات سے خون بہہ رہا تھا، مجھے سنبھلنے کا ایک ذرا سا

شدید غضب کے عالم میں آندھی کی طرح اس کی جانب جھپٹا۔ گورمے نے حلق سے چیخ مار کر
کنا چاہا لیکن میں نے کوئی دھیان نہیں دیا، میں اس وقت گورمے سے بھی اُلجھ سکتا تھا۔ اپنے
ہاتھ اس کے گرد پھیلا کر میں نے زمین پر خود کو اس طرح گرایا کہ اس کا جسم میرے جسم سے
گیا پھر اپنے تحائف پشت کی طرف ڈال کر میں نے اُسے کوئی پہلو بدلنے کا موقع نہیں دیا۔ وہ
رہ گیا اور میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر پوری قوت سے کھینچ دیں۔ اس کی بھیانک چیخ
را جنگل لرز اٹھا اور ایک ساتھ بہت سی آوازیں جنگل میں گونجنے لگیں۔ جیسے جنگل میں کوئی رن
و۔ گورمے نے ان دونوں جانوروں کو اٹھا کر یکے بعد دیگرے نہایت سفاکی سے ان کی آنکھیں
ں اور ان کا مغز چیر کر کچھ خود کھایا، کچھ مجھے کھلایا۔ مشعل کبھی میرے ہاتھ میں آجاتی تھی کبھی اس
ھ میں۔ سیال مادہ جل چکا تھا اور تعفن میں کمی آگئی تھی۔ اس کے ہاتھ چاقو کی طرح جانوروں
م چیر رہے تھے پھر اس نے وہ آنکھیں میرے حوالے کر کے ان دونوں کے جسم تو ان کی ہڈیوں کی
ے کھودی ہوئی زمین میں دبا دیے اور میرا ہاتھ پکڑ کر غیر معمولی رفتار سے جنگل میں بھاگنے لگا۔
ی رات میں جنگل میں چلنا اور بھاگنا گورمے کے لئے کوئی نیا کام معلوم نہیں ہوتا تھا۔ میری بھی
ں سامنے کی رکاوٹیں صاف دیکھ رہی تھیں اور میرے قدم ان سے بچتے ہوئے چل رہے تھے۔
ے پیچھے جانوروں کا ایک شور برپا تھا۔ گورمے جنگل سے بے تحاشا نکل کر سیدھا ساحل کی طرف
اس نے میرے ہاتھوں سے چاروں آنکھیں لے کر انہیں ٹٹولا۔ ان مردہ آنکھوں میں ابھی تک
ں۔ دو آنکھیں اپنے پاس رکھ کر دو اس نے سمندر میں پھینک دیں۔ اس کام سے فارغ ہو کر اس
ینان کا ایک لمبا سانس لیا اور ایک چٹان کے سہارے بیٹھ گیا۔

سرد ہوا اس کے جسم کو لگی تو اس نے آنکھیں موند لیں۔ میں بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ دیر
ں کی یہی حالت رہی پھر وہ اٹھا اور میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''تیسری بار بھی گورمے نے
رکیا ہے۔''

میں خاموش رہا۔ وہ خود بخود بولا۔ ''میں نے اپنے جزیرے کے پانیوں میں نگرانی کے لئے
ہر بیکا کی آنکھیں چھوڑ دی ہیں ابھی ہمیں وقت کی ضرورت ہے کیونکہ ابھی ہمیں بہت سے کام
ہیں۔ میں ایسی آنکھیں دُور دُور تک سمندر میں پھیلا دوں گا۔ ہر بیکا کو دیوتاؤں کی سعات
ہے۔ اسے قابو میں کرنے کے لئے پتھر کے ہاتھ درکار ہوتے ہیں۔''

''معزز گورمے، کیا تم وضاحت نہیں کرو گے؟''

''تم میرے ایک لائق شاگرد ہو۔'' وہ ٹھہر ٹھہر کر بولا۔ ''جارا کاکا کی مقدس روح تم پر نگاہ
تم آج اس کے عتاب سے بچ گئے اب تک میرے دو اڑھائی سو ساتھی مجھے مایوس کر چکے ہیں۔

صرف دو آدمیوں نے حوصلہ برقرار رکھا۔ ہر بیکا میں دیوتاؤں کی قوت ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں پشت پر بھی دیکھ لیتی ہیں۔ ہر بیکا کا پتہ لگانا بھی آسان کام نہیں ہے۔ میں ہمیشہ ان کی جستجو میں ہوں۔ اس بار انہیں قابو میں کرنے کے لئے میں نے تمہیں منتخب کیا تھا۔ تم نے حوصلہ ہار کر بھی حوصلہ برقرار رکھا۔ تم نے ایسی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے کہ انگروما میں کوئی شخص آج تک یہ جرات نہیں کر سکا۔ پہلے کچھ نہ بتانے کی یہی وجہ تھی کہ کہیں تم ہر بیکا سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ۔ گورمے کے سوا چند برگزیدہ لوگ یہ عمل انجام دے سکتے ہیں۔''

''مگر یہ آنکھیں اور اس کا مغز؟''

''یہ آنکھیں۔'' اس نے انہیں چومتے ہوئے کہا۔ ''یہ آنکھیں انگروما کے قریب آنے والے دور بین تک لیتی ہیں۔ میں نے ان جوڑوں میں سے ایک سمندر کے سپرد کر دی ہے۔ ایک میرے طلسم کدے کی زینت بنے گی اور جب سمندر میں کوئی خطرہ ہوگا کوئی ہماری طرف آ رہا ہوگا روشن ہو جائے گی اور اس کے عدسے میں ہم اپنے دشمنوں، دوستوں کو پہچان لیں گے۔'' اس نے گہرا سانس لیا۔ اور وہ مغز جو تم نے ابھی کھایا ہے، وہ طاقتوں کا ایک خزانہ ہے تم جلد ہی محسوس کرو گے کہ تم نے کیسی بلندی حاصل کر لی ہے۔''

گورمے ان آنکھوں سے بچوں کی طرح کھیل رہا تھا۔ وہ اس وقت بہت خوش تھا جیسے قارون کا خزانہ اس کے ہاتھ لگ گیا ہو۔ اس نے بستی میں جانے سے پہلے دو مجسموں کو بیدار کیا۔ دو لڑکیاں ہمارے ساتھ ہو گئیں۔ گورمے وفور مسرت سے کھلا جا رہا تھا۔ آگے جا کر وہ مجھ سے جدا ہو گیا اور میں ایک درخت کے نیچے اپنی ساتھی کے ساتھ دراز ہو گیا۔ صبح ہوئی تو وہ لڑکی غائب تھی۔ میرے گرد ایک ہجوم جمع تھا۔ میں نے ان کی آہٹیں سن کر حیرت زدگی سے آنکھیں کھول دیں۔ وہ خوشی سے ناچنے لگے۔ انہوں نے میرے پیر مضبوطی سے پکڑ کر مجھے اپنے ہاتھوں پر کھڑا کر لیا۔ سب سے بلند ہو گیا۔ ان کا رخ جلسہ گاہ کی طرف تھا۔ گورمے بھی وہاں موجود تھا۔ اس کے ہاتھ وہ دو آنکھیں تھیں۔ بستی کے لوگ ہمارا جسم چوم رہے تھے۔ گروٹا میرے اور گورمے کے بارے رطب اللساں تھا۔

اس واقعے کے بعد انگروما میں میری عزت بڑھ گئی۔ میرا شمار عبادت گاہ کے صف اول لوگوں میں ہونے لگا۔ گورمے نے اسی پر بس نہیں کیا۔ اس نے مجھے پتھر میں تبدیل کرنے اور اصل حالت میں واپس لانے کا عمل بھی سکھا دیا۔ گو وہ عمل سیکھنے میں مجھے خاصے دن لگ گئے لیکن میرا یہ مشغلہ ہو گیا تھا کہ میں جب بھی یکسانی سے اکتاتا، پتھروں کو زندہ کرتا، ان سے گفتگو کرتا انہیں دوبارہ ان کی اصلی حالت میں واپس کر دیتا، پتھروں میں جو لوگ محفوظ تھے ان میں سے

میں یکتا تھے لیکن بدقسمتی سے مشروب حیات کی نعمت سے محروم رہ جانے کے سبب وہ لوگ ان لوگوں میں شامل نہیں ہو سکے تھے۔ ان میں سے بیشتر لوگ وہ تھے جو انگروما میں اقابلا کے خلاف تحریک کو دل سے قبول کر چکے تھے۔ میں اُسے نہیں بھولا تھا لیکن میں اب اس کے خلاف اٹھنے والی آوازوں پر برگشتہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ سال میں ایک بار جارا کا کے مقدس دن پر وہ تمام مجسموں کو جگاتے تھے۔ اس دن ان کے ہاں جشن لوریما کی طرح ایک بڑا جشن منعقد ہوتا تھا۔ جس کے خاتمے کے بعد وہ پھر اپنی جگہ چلے جاتے تھے اور مجسموں میں تبدیل ہو جاتے تھے۔ میری طاقتیں، اسرار سمجھنے کی صلاحیتیں اتنی بڑھیں کہ اشاروں میں گروٹا یا گورمے، نیشا اور دوسرے لوگوں کو اپنے احساسات سے آگاہ کر سکتا تھا۔ میں مشکل سے مشکل کام کے لئے تیار ہو جاتا تھا، ان کی تفصیل بتانے سے میں گریز کر رہا ہوں۔

دو سال کے صبح و شام گزر گئے۔ دو سال میں اُنہوں نے مجھے جوان رکھا، پہلے سے زیادہ تر و تازہ، شاداب، میرا رنگ نکھر گیا تھا اور میں ان سب میں ممتاز نظر آتا تھا۔ گورمے اپنے ساتھیوں کے ذریعے مجھے پیش کرتا۔ نیشا گورمے کے مقابلے میں اب مجھ سے زیادہ قریب تھی۔ کئی بار ایسا ہوا کہ نیشا کے لئے جزیرے کے دوسرے سربرآوردہ لوگوں نے درخواست کی۔ میرا جی چاہا کہ انہیں منع کر دوں لیکن اس طرح انگروما کی پُرسکون فضا میں ہلچل پیدا ہو جاتی۔ میں نے دل پر جبر کر کے نیشا کو ان کی خواہش کے مطابق ان کے پاس بھیج دیا۔ دو سال گزر گئے تھے۔ ان کی جڑی بوٹیوں اور جادو ٹونے میں یہ کمال تھا کہ آدمی ناقابل یقین حد تک طویل عمر پاتا تھا اور اس کی جوانی برسوں قائم رہتی تھی۔ یہ سوچ کر میرا دم گھٹتا تھا کہ جب میں عمر کے انحطاط کے دور میں داخل ہوں گا تو وہ مجھے بھی ایک مجسمے کی صورت میں بدل دیں گے اور پھر یہ ان کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ وہ مجھے کب جگائیں۔

اور پھر یہاں تک ہوا کہ مجھے گورمے کے طلسم خانے میں اجازت کے بغیر اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ میں وہاں بیٹھا مختلف چیزوں سے شعبدے کرتا رہتا۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ مجھے براتوری کا حال بھی جاننا چاہیے۔ سرنگا، سریتا کیسے ہیں؟ لیکن پھر مجھے یہ خیال دماغ سے جھٹکنا پڑا کیونکہ اب میرا ان سے کوئی واسطہ نہیں رہا تھا۔ میں انہیں دیکھ کر اذیت میں مبتلا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ گورمے کے پاس ہر بیکا کی آٹھ آنکھیں تھیں جو اس نے پتھر کے ایک صندوق میں اس طرح محفوظ کر رکھی تھیں کہ باہر سے صرف ان کے عدسے نظر آتے تھے۔

میں نے انگروما میں اپنے پُراسرار واقعات کا ذکر اختصار سے کیا ہے، ورنہ میری طاقتیں پانے کے مراحل کی روداد خاصی طویل ہے اور غلیظ اعمال اور نفرت انگیز شب و روز پر مشتمل ہے، جسے بظاہر بڑا علیم الطبع اور شریف النفس نظر آتا تھا مگر جب وہ اندھیری راتوں اور ویران علاقوں

میں بیٹھ کر جادوئی کاموں میں مصروف ہوتا تھا تو اس کی آنکھوں میں شیطنت رقص کرنے لگتی تھی
اتنا گھر درا اور کریہہ معلوم ہوتا تھا کہ میرے دل کے کئی گوشوں میں اس کے لئے نفرت بیٹھ گئی مجھے ا
کی مسلسل صحبت اور رفاقت سے استفادے کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی کا اسے چھوڑ کر انگرو ما
دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا۔ گورے کو مجھ پر اعتماد تھا۔ میں اس کے لئے ایک بے ضرر شخص
گورے کے بغیر بلند مرتبت لوگوں میں تنہا میری ذات کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی، نیشا نے مجھے
دیا تھا کہ میں گورے سے روحوں کو اپنے احکام کا تابع بنانے کا عمل ضرور سیکھوں، گورے نے
اس کا ذکر کبھی نہیں کیا تھا۔ ایک دن وہ بہت خوش معلوم ہوتا تھا۔ میں نے موقع غنیمت جان کر
لفظوں میں اپنی خواہش کا اظہار کر دیا مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ میری خواہش سن کر بے تحاشا ہنسے
گا۔ اس پر ہنسی کا طوفانی دورہ پڑ گیا۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ''کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ
ہے؟''

''نہیں نہیں۔ نیشا نے تم سے اس کا تذکرہ کیا ہوگا۔ وہ ہنستے ہوئے بولا۔ ''جابر بن یوسف تم
معاملے میں ایک مستعد اور حوصلہ مند شخص ثابت ہوئے ہو لیکن جس خواہش کا تم اظہار کر رہے ہو
تمہارے لیے فی الحال موزوں نہیں ہے۔''

''کیوں؟ کیا میں نے تمہیں کبھی مایوس کیا ہے۔''

''نہیں۔ مگر روحوں کا معاملہ دوسرا ہے ایک نہیں، لاتعداد روحیں ہیں، جنہیں دیکھ کر تم اوسان
بیٹھو گے، روحوں کے غار میں تم تنہا ایک لمحے بھی نہیں ٹک سکتے۔ وہ ہر نئے آدمی کے لئے قہر ہیں
گورے کے علاوہ انگرو ما کے چند ہی آدمیوں نے انہیں قابو میں کیا ہے۔ نہ جانے، وہ آسمان کی طرف
دیکھ کر بولا۔ ''نہ جانے کب وہ آسمانوں کی طرف جاتی ہیں۔''

''میں سمجھتا ہوں یہ ایک شجیع شخص کی توہین ہے۔'' میں نے ناراض ہو کر کہا۔ ''اگر تم میرا حوصلہ
آزمانا چاہتے ہو تو چلو، مجھے وہاں لے چلو۔''

میرے اصرار کے باوجود گورے راضی نہیں ہوا۔ میرا تجسس اس قدر بڑھا کہ میں نے اور
وہی سے گورے کو اعتماد میں لینے کی کوششیں شروع کر دیں، آخر کئی دنوں بعد میرے پیہم اصرار
گورے کسی قدر آمادہ ہوتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اس کی خدمت کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ
کیا تھا۔ آخر میری خدمتوں کا اثر ہوا۔ گورے نے بددلی کے ساتھ ایک رات مجھے بستر سے اٹھایا
انگرو ما کے ایک ایسے مقام پر لے گیا جو ابھی تک میری نظروں سے دور رہا تھا۔ میں کاہو کی روح
پہلے ہی شناسائی پیدا کر چکا تھا۔ کاہو کئی موقعوں پر میرے کام بھی آیا تھا، مجھے اس بات کا گمان
نہیں تھا کہ وہ جگہ، وہ غار اس قدر ہیبت ناک ہوگا کہ مجھ جیسے توانا شخص کے اعصاب بھی جواب

ں گے۔ گورے نے ایک جگہ پہنچ کر اپنی چھڑی ایک چٹان پر ٹکا دی، چھڑی پر کوئی شبیہہ بنی ہوئی
ا، اس وقت گورے بہت خاموش تھا۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ دیو قامت چٹان اپنی جگہ سے
ی جائے گی، اندر گہرا اندھیرا طاری تھا۔ گورے نے سوراخ پر کوئی سحر پڑھ کر پھونکا۔ پھر اس نے
پنے گلے سے جارا کاکا کی کھوپڑی اتار کر غار کے راستے میں رکھ دی۔ اس نے میری کلائی پکڑی اور
جارا کاکا کی کھوپڑی سے اپنے قدم بچاتے ہوئے تاریک غار میں داخل ہو گئے۔ غار میں داخل
تے ہی میری ناک میں سیلن کا ایک ناخوش گوار جھونکا آیا۔ میرا دل بے قابو ہونے لگا ہم اس مکدر کر
ینے والی فضا اور حبس زدہ راستے میں آگے چلے۔ آگے بڑھنا، چلنا میرے لیے دشوار ہو گیا۔ مجھے متلی
ہونے لگی، گورے کا ہاتھ میری کلائی پر تھا۔ میں پچھتانے لگا کہ میں نے یہاں آ کر زبردست غلطی
ہے، ہم راستہ ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، میں گورے کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صرف اس کی
سیں سن رہا تھا۔ میں نے بمشکل تمام اپنے اعصاب پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن میرے قدم
ڑانے لگے۔ مجھے کھانسی اُٹھنے لگی۔ گورے نے اپنی رفتار تیز کر دی، خاصی دور اندر جا کر گورے
کی عمل سے ایک اور دروازہ کھلا اور ہلکی سی روشنی میں پتھروں کے بنے ہوئے شکستہ کھنڈر نظر آئے۔
نڈروں کے چاروں طرف سفید دھویں کے مرغولے تیر رہے تھے، گورے دروازے کے قریب ٹھہر
یا اور اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میری حالت ناگفتہ بہ تھی، یہ جہنم کا کوئی منظر تھا۔ یہاں کے درو
یار سے وحشت برستی تھی، گورے نے ایک کنکری اُٹھا کر پھینک دی اور پھر یہ اس کے کسی جادوئی عمل
اثر تھا کہ مجھے آناً فاناً وہاں ننگ دھڑنگ سیاہ فام انسانوں کے بے شمار چہرے نظر آئے ان کے جسم
طرب تھے۔ وہ سب سراسیمہ نظروں سے گورے کو دیکھ کر اس کے سامنے جھک گئے لیکن جب
وں نے میری طرف نگاہ کی تو ان کی آنکھوں میں خوں خواری کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ گورے یہ
یفیت بھانپ گیا تھا۔ میرا سانس اکھڑ رہا تھا اور مجھ پر زندگی میں پہلی بار ایسی دہشت طاری ہوئی تھی
مجھے خود اپنے آپ پر یقین نہیں آ رہا تھا اور میرے سامنے وہ محروم و مجبور روحیں تھیں جو اپنے جسموں
قید سے آزاد ہو کر بھی بے بس تھیں، کیا کوئی اس پر یقین کر سکتا تھا؟ روحیں جسم کا وہ لطف جو ہر جس
لئے مہذب دنیا کے فاضل محققین ایک عرصے سے تحقیق کر رہے ہیں، وہ مُردہ لوگ اپنے مان کے
مان کے ساتھ ہمارے سامنے، ہماری آنکھوں کے سامنے حاضر تھے، یہ ایک الم ناک اور وحشت
ل مظاہرہ تھا۔ ان میں طرح طرح کے لوگ تھے۔ بہت قدیم زمانے کے بھی اور تاریک براعظم
موجودہ عہد کے بھی، انہوں نے شاید میری موجودگی پسند نہیں کی تھی، وہ خرخراہٹ، غرغراہٹ، وہ
یکر جوان کے حلق سے خارج ہو رہی تھیں، مجھے لرزہ براندام کیے دے رہی تھیں، مجھے ایسا معلوم ہوتا
جیسے یہ سب لوگ کسی بھی لمحے مجھ پر حملہ کر دیں گے۔ میں نے اپنی ساری توانائیاں خود کو سنبھالنے

میں صرف کر دیں، لیکن جب میں ان کے چہرے ان کی آنکھیں دیکھتا تو مجھ پر رعشہ سا طاری ہو جاتا۔ گورے میری کیفیت سے بے خبر سا تھا، وہ اطمینان سے انہیں مخاطب کر رہا تھا۔ ''اے شریف روحو! مجھے افسوس ہے کہ میں تمہاری یک سوئی میں مخل ہوا۔ تمہارے لیے زمان و مکان کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ دیوتاؤں کو راضی کرو کہ وہ تمہاری قید و بند کا یہ اذیت ناک سلسلہ ختم کر دیں، تم آسمانوں میں چلی جاؤ اور ہمیں کامرانی سے سرفراز کرو۔''

''یہ روحیں، جابر بن یوسف!'' گورے مجھ سے مخاطب ہوا۔ ''یہ شریف روحیں ہماری رشتہ ہیں، انہیں ہم نے تربیت دی ہے اور ہمارے کئی برگزیدہ لوگ انہیں یہاں روکنے کی کوششوں کے دوران ہم سے جُدا ہو گئے ہیں، وہ بھی یہیں ہیں، انہیں روحوں کے درمیان یہ سب ہمارے کام آئیں گی۔ ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جابر بن یوسف اگر تم ہماری خواہش پر عمل نہ کرتے تو ہم تمہیں بھی اس مجلس میں قید کر دیتے۔'' اس کے آخری جملے سے میرے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ ''کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے علاقے کے کئی بزرگ آبادی سے رُوپوش ہو کر الگ تھلگ چٹانوں میں بیٹھ کر جارا کاکا کی خوشنودی میں منہمک ہیں، انہوں نے دنیا ترک کر دی ہے، ان کا مقصد صرف ایک ہے۔ اقابلا کا زوال۔ مگر۔ مگر تم تو کانپ رہے ہو۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''گورے'' میں نے وحشت سے کہا۔ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا میں نے اپنا خوف تسلیم کر لیا۔

''گورے اس وقت مجھے یہاں سے لے چلو، یہاں موت نظر آتی ہے، شاید روحوں کے متعلق میرے ماضی کے خوف مجھ پر غالب ہیں، میں خود کو اس ماحول سے مانوس نہیں محسوس کر رہا ہوں۔''

''کیا۔ کیا تم خوف زدہ ہو جابر؟'' گورے نے محبت سے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''لیکن میرا دم گھٹ رہا ہے۔''

''اوہ یہ کوئی اچھی علامت نہیں ہے، میں تم سے نہ کہتا تھا کہ تم وقت سے پہلے اصرار کر رہے ہو؟ بہر حال اب تمہیں خود کو ان کی صحبت کا عادی بنانا ہوگا اور انہیں اپنی خواہش کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ کرنا ہوگا۔'' گورے حکیمانہ انداز میں بولا۔ ''جابر بن یوسف جیسے شخص سے میں اس بزدلی اور دُوں ہمتی کی توقع نہیں رکھتا۔''

''گورے، میرا سانس گھٹ رہا ہے، وہ دیکھو، وہ میری طرف بڑھ رہے ہیں، ان کی آنکھوں میں میرے لیے تمسخر ہے، ہاں واقعی میں وقت سے پہلے آ گیا ہوں، دیوتاؤں کے لئے مجھ یہاں سے نکالو۔'' میں نے اس کی منت کی۔ ''گورے مجھے یہاں سے لے چلو۔''

''نہیں۔'' گورے سختی سے بولا۔ ''نہیں تم مجھے مایوس کر رہے ہو، میں تمہیں ان کے پاس چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔'' گورے کے لہجے میں جھنجلاہٹ اور خفگی تھی۔

''معزز گورے، مجھے زیادہ باتیں کرنے میں دشواری ہو رہی ہے میں تم سے رحم کا طالب ہوں۔''

''نہیں۔'' گورے دروازے کی طرف مڑا اور چشم زدن میں اس کے پار ہو گیا۔ میں نے بھی اس کے پیچھے بھاگنا چاہا مگر مجھے دروازہ بند ملا۔ میں نے اس سے سر مارے اور اپنی زائل ہوتی ہوئی توانائی صرف کر دی۔ اس وقت میری حالت یہ تھی کہ خون جسم میں کہیں ٹھہر گیا تھا۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ وہ میرے اور قریب آ گئے تھے، ان کے بے ہنگم قہقہے میرے دل میں نشتر بن کر چبھ رہے تھے۔ میں دروازے سے چپک گیا۔ وہ مردہ لوگ مجھ سے ایک فاصلے پر آ کر ٹھہر گئے۔ اب تک میں نے صرف کاہو کی نرم دل روح کو دیکھا تھا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ ان کے چہرے اتنے غضب ناک اور ان کے قہقہے اتنے عذاب ناک ہوتے ہیں، وہ بے نور آنکھیں چمک رہی تھیں، وہ بے نور چہرے میرا مذاق اڑا رہے تھے، میں مرے ہوئے لوگوں کے اس اژدہام میں تنہا کھڑا تھا اور یہ بھول گیا تھا کہ میں جابر بن یوسف ہوں، میں اس وقت ایک بچہ تھا جو ایک خوفناک خواب دیکھ رہا ہو، گورے شاید اپنی سحر کار آنکھوں سے میرے اعصاب شل کر گیا تھا۔ میں سہما ہوا دیوار کے سہارے کھڑا رہا اور ان کے سفید ہونٹوں کو حرکت کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ یہ اضطراز یہ ہیجان میں اپنی زندگی میں کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ خوف اور دہشت سے خود بخود میرے ہاتھ اپنے گلے پر دوڑنے لگے۔ پھر یکا یک مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے میں تنہا نہیں ہوں، بلکہ باگمان کے کاہن کا عطا کردہ اژدہا میرے پاس ہے، شپالی ہے، سورال مالا ہے اس غیر اختیاری حرکت سے میرے جسم میں زندگی کی ایک نئی لہر دوڑ گئی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ مجلس خانے میں سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

مجھے اس ہیجان و اضطراب میں اپنے تحائف آزمانے کا خیال ہی نہیں آیا تھا، اب انہیں چھونے کے بعد مجھے اپنے وجود کا احساس ہو رہا تھا، مجھے خود پر شرم آنے لگی۔ ڈگی کے سینگ میرے سینے میں چبھنے لگے۔ میں نے بیک وقت وہ تمام تحائف رگڑے اور ان سے مدد لینے کے مخلف عمل پڑھنے شروع کر دیئے۔ میں نے شپالی گلے سے اُتار کر ایک پھر کی طرح گھمائی، شپالی سے ایک تیز قسم کی شعاع نکلی، وہ بے قرار، درماندہ روحیں، کچھ پیچھے ہٹ گئیں۔ ان کی مراجعت سے مجھے اپنے جسم میں دوبارہ جان آتی محسوس ہوتی ہیں۔ میں نے شپالی مختلف زاویوں سے رکھی اور اسٹالا کی ہدایتوں کے مطابق اسے ان کی طرف اُچھال کر انہیں اور پیچھے اور پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ روحیں میرے سامنے آتی اور بین کرتی ہوئی سمٹنے لگیں۔ رفتہ رفتہ مجھے وہاں دھواں نظر آنے لگا۔ کثیف، سفید رنگ کا دھواں، مرغولے اور کھنڈر۔ ایک وحشت، میں نے انہیں دُور تو کر دیا تھا لیکن اب غار سے باہر نکلنا کوئی آسان مرحلہ نہیں تھا۔ غار سے باہر نکلنے کا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔ پتھر کی وہ دیوار اتنی سخت

تھی کہ میں اسے ایک انچ بھی جنبش نہ دے سکا۔ روحوں کے غائب ہو جانے کے بعد میں نے چند
توقف کیا اور آنکھیں موند لیں، ان چند لمحوں میں میرے ذہن نے تیز رفتاری سے سوچنا شروع کر
پھر میری آنکھیں کھل گئیں، میرے ہاتھ سمورال کی مالا پر تھے، اژدہے کا چوبی ڈھانچا اپنی اصل
میں واپس آ گیا تھا۔ اپنی تمام چیزیں زندہ، روشن اور متحرک دیکھ کر میرے اندر غرور کا جذبہ ابھرا
یاد آیا کہ میں نے ہر بیکا کا مغز بھی کھایا ہے میں نے لوکا سا جیسے دیو کو شکست دی ہے، میرے
لوہے کے ہیں، اور میرا دل پتھر کا ہے، یہ جارا کا کی کھوپڑی برکتوں اور طاقتوں کی امین ہے، میر
توانا ہاتھوں کے سامنے یہ پتھر کیا ہے؟ یہ تو ایک پتھر ہے، گورے بھی ابھی اسی سے گزر کر گیا ہے
نے اپنے تمام تحائف دیوار سے مس کیے اور ڈگی کے سینگوں سے پتھر پر ضرب لگائی۔ پتھر کی دیوار
سی ضرب سے کھسکنے لگی۔ میں نے اژدہا اس کے اُوپر چھوڑ دیا۔ اژدہے کا دیوار پر رینگنا تھا کہ دیوار
ہوگئی اور غار کا بیرو [illegible] سته صاف نظر آنے لگا۔ بجلی کے طرح میں نے غار کے دہانے کی طرف بھ
شروع کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ راستہ تنگ اور تاریک ہے لیکن میں لڑھکتا اور سنبھلتا ہوا آخر دہانے
پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ پتھر کا وہ بڑا تودہ ہٹانے میں بھی میں نے اپنے ان تمام تحائف سے
اور فاتحانہ انداز سے باہر آ گیا۔

جب میں باہر نکلا تو غار کا پتھر اپنی جگہ ٹک گیا اور میں نے دیکھا کہ گورے وہاں کھڑا ہوا ہے۔

☆==========☆==========☆

میری ندامت کے باوجود گورے نے دوبارہ میری پست ہمتی کا ذکر نہیں کیا۔ یہ ایک ایسا چ
کہ اب میں کسی اقدام کے بارے، میں کوئی پہل کرتے ہوئے ڈرنے لگا۔ جہاں گورے چاہتا،
لے جاتا۔ اصولاً اس پر ہیبت غار میں بیٹھ کر مجھے روحیں تابع کرنے کا عمل سیکھنا چاہیے تھا لیکن میں
پھر کبھی گورے سے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا۔ جزیرہ انگروما میں، جہاں تک میری شہرت
شجاعت کا تعلق تھا، لوگ میرا نام عزت و احترام سے لیتے تھے، لیکن اس واقعے کے بعد میرا دل
اُداس سا ہوگیا تھا۔ میں گورے کو چھوڑ کر اکثر ساحل کا رُخ کرتا مگر سمندر کی لہریں مجھے اور بے چ
دیتیں۔ دنیشا اور تازہ دم دوشیزاؤں نے میری اُداسی دُور کرنے میں اپنے بدنوں کو عجب عجب لوچ د
وہ سمندر تک آ جاتیں اور لب ساحل پُرشور لہروں کی موسیقی میں ان کے بدن لہروں کی طرح بل کھا
، میں کبھی ان کے ساتھ دُور تک نکل جاتا کبھی ہم یوں ہی اُداس بیٹھے لہریں گنتے رہتے، پھر گورے
مجھے مصروف رکھنا شروع کر دیا۔

اڑھائی سال کی طویل مدت کے بعد ایک روز میں گھنے جنگل میں بیٹھا ہر بیکا کو تلاش کر
کہ مجھے اپنے قریب سرسراہٹ سی محسوس ہوئی میں نے پلٹ کر اِدھر اُدھر دیکھا تو مجھے وہاں کوئی

ہیں آیا۔ میں اپنے کام میں دوبارہ مشغول ہوگیا۔ سرسراہٹ اور قریب محسوس ہوئی۔ گورے
سرے جنگل میں مجھ سے کچھ دُور موجود تھا۔ میں ہکا بکا اپنے اردگرد آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ پھر
نے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ میرے قدم جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے مجھ پر سکتہ سا طاری ہوگیا۔ سرنگا
عظیم اور پُراسرار دیوی میرے سامنے اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ موجود تھی، کیا یہ کوئی فریب
ہے؟ میں نے اپنا سر جھٹک کر دوبارہ اسے دیکھا' وہ وہی تھی۔ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میرے
سے بے اختیار نکلا۔ ''تم؟'' اس نے جواب دینے کی بجائے شمال کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے اپنا
م چھوڑ کر تیزی سے اسی سمت رخ کیا۔ دیوی میرے آگے آگے تھی اور میں اس کے پیچھے پیچھے چل
ا تھا۔ مجھ پر شادی پر مرگ کے جذبات کا غلبہ تھا پاؤں زمین پر رکھتا کہیں تھا' پڑتے کہیں تھے۔ گویا
ری نجات کا دن آ گیا تھا۔ سرنگا نے اُسے مجھے آزاد کرانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ مجھے کچھ ہوش نہیں تھا
وہ مجھے کہاں سے لے جا رہی ہے، میں کس طرف جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر بعد جب مجھے ہوش آیا تو
گورے کے مکان کے سامنے کھڑا تھا۔ دیوی ایک شان کے ساتھ مکان میں داخل ہوگئی۔ میں بھی
گورے کے طلسم کدے میں داخل ہوگیا اور میں نے آٹھ آنکھوں والا پتھر اپنے قبضے میں کرلیا اور
نے اس روشن آگ میں جو طلسم کدے میں ہمیشہ جلتی رہتی تھی، گورے کے تمام طلسمی اسلحہ ڈالنے
وع کر دیئے۔ ذرا سی دیر میں وہ پورا طلسم خانہ جہنم کی آگ کی لپیٹ میں آ گیا۔ مختلف قسم کے
وروں کی چیخوں نے آسمان سر پر اُٹھالیا۔ پھر میں اس تپش سے جلد از جلد باہر نکل آیا۔ مکان کے
ر آ کر میں نے دیکھا کہ گورے بستی کے باہر تمام سربرآوردہ لوگوں کے ساتھ کسی پُراسرار عمل میں
روف ہے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو ان کی آنکھوں سے خون اُبلنے لگا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے
ری ٹانگیں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتیں، میرا یہ اذیت دہ اور ہول ناک احساس حقیقت پر مبنی تھا
کہ میرا انچلا دھڑ پتھر میں تبدیل ہو چکا تھا۔ میں نے بے بسی سے دیوی کی طرف دیکھا۔ دیوی
نا ید صرف مجھے نظر آ رہی تھی۔

☆==========☆==========☆

تو کیا میں پتھر میں تبدیل ہو جاؤں گا؟

جزیرہ انگروما کے سربرآوردہ عالم آسمانی عبادت میں مصروف تھے۔

تیزی کے ساتھ ان کے ہجوم میں اضافہ ہوتا گیا۔ پہلی صف، پھر دوسری اور بے شمار صفیں اور ان
وں کے پیچھے چاروں طرف سے دیوانہ وار چیخیں مارتے ہوئے لوگ بے ہنگم رقص کرتے ہوئے
ھ ہو رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے زمین سیاہ فام ننگ دھڑنگ آدمی اُبل رہی ہو، اتنی جلدی یہ
سا ایک جگہ اکٹھے ہوگئے تھے جیسے سیلاب بڑھتا ہے اور جنگل میں آگ لگتی ہے۔ ان کی وحشت ناک

چیخوں سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مگر ایسے بھیانک شور میں ایک تیز سُریلی آواز اور ان کی آوازوں پر چھا گئی۔ ان کی دیوانگی میں اور شدت پیدا ہوگئی اور وہ تن دہی سے اپنی میں مصروف ہوگئے۔ ان سب کے چہرے میری طرف تھے اور ان کے عریاں جسموں کا ہر حصہ تھا۔ میری پشت پر گورمے کے طلسم خانے میں آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کا دھواں اتنی دُور تک پ تھا کہ جزیرہ انگروما پر سیاہ بادل چھائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ گورمے کا یہ طلسم خانہ اس کی کی ریاضت کا ثمر تھا۔ میں نے ایک ہی حملے میں اس کے سارے طلسمی ہتھیار جلا کر گورمے کو نہ تھا۔ مقدس ہر بیکا کی پُراسرار آنکھیں میرے پاس تھیں، اب وہ سمندروں میں انگروما کی طرف والے دوست اور دشمنوں کو دیکھنے سے قاصر تھا..... جزیرہ انگروما میں چار بار مقدس ہر بیکا کے اس کی آنکھیں حاصل کی گئی تھیں جن میں سے آٹھ آنکھیں سمندر میں پھیلا دی گئی تھیں آنکھوں پر میں نے قبضہ کرلیا تھا۔

میں کوئی حرکت نہیں کرسکتا تھا صرف چند لمحوں میں وہ مجھے لامحدود زما۔ نے کے لئے تبدیل کرنے والے تھے۔ میرا ہر احساس فنا ہونے والا تھا۔ میرا یہ دل جس نے بڑے بڑے میں حوصلہ برقرار رکھا تھا۔ اب اس کی دھڑکن معدوم ہونے والی تھی یہ آنکھیں جو ہمیشہ اندھیرے دیکھنے کی عادی ہوگئی تھیں۔ اب بے نور ہونے والی تھیں۔ یہ سیماب صفت جسم تندرست توانا جسم پتھر کے کسی حسین شاہکار میں تبدیل ہوجائے گا۔ وہ جب تک چاہیں گے مجھے نیند میں گم رکھیں گے۔ سرنگا کی دیوی نے اچانک انگروما کے پُرسکون علاقے میں آکر مجھے اس پہنچا دیا تھا۔ میں غروب ہورہا تھا۔

اور میں نے سوچا، ایسے اذیت ناک لمحوں میں کوئی کیا سوچ سکتا ہے؟ مجھے احساس ہوا نے یہ اپنی زندگی کی سب سے آخری غلطی کی ہے، اب اس خمیازہ مجھے نہ جانے کتنی صدیوں تک پڑے گا۔ جزیرہ توری باگمان، زارشی، انگروما کا یہ معزز اور بہادر شخص، جس نے بڑے اعزازات حاصل کیے وہ جس نے ہر جگہ اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا، ایک ذرا سی عجلت میں ما جب تاریک براعظم کی جلیل الشان ملکہ اقابلا باغیوں کی اس سرزمین کو نیست و نابود کرنے میں رہی تھی تو سرنگا کی دیوی ان کی سرشوریوں کی کہاں تاب لاسکتی ہے؟ میں نے انہیں دھوکا د میں نے خود ان آنکھوں سے ان کی عظمت کا مشاہدہ کیا تھا۔ میں عرصے سے اس جزیرے میں اور گورمے جیسے پُراسرار شخص کے ساتھ رہا تھا۔ سرنگا کی دیوی جزیرہ توری میں سرنگا کو کوئی اعلیٰ نہیں دلا سکتی تھی، یہ مجھے انگروما کے پھیلے ہوئے طلسمی جال سے کیسے نجات دلائے گی؟ انگرو نجات ناممکن تھی۔ یہاں لوگوں نے صرف آنا سیکھا تھا، انہوں نے اپنی عظمت و فضیلت ا

ں سے تاریک براعظم میں ایک ایسی سلطنت قائم کی تھی جس سے جانے کا کوئی دروازہ نہیں تھا، صاحب اسرار باغیوں کا جلال و کمال دیکھ کر ہی میں نے بہت غور و فکر کے بعد ان میں ضم ہونے کا لہ کیا تھا۔ ایک غیر محتاط جذباتی لمحے میں میری ساری گزشتہ جدوجہد رائیگاں ہوگئی۔ میں اب پتھر میں بدل ہورہا تھا۔ انگروما کے بہت سے عام آدمیوں کی طرح، میں بے بسی سے دیوی کو دیکھ رہا تھا۔ ہی جو شاید صرف مجھے نظر آرہی تھی۔

ایک سُریلی شیریں آواز جزیرہ انگروما کے مشتعل اور بدحواس لوگوں کے شور اور عبادت پر ب آرہی تھی۔ یہ آواز دیوی کی اُس بانسری کی تھی جسے وہ اب نہایت سرمستی کے عالم میں بجا رہی ں۔ انگروما کے عبادت گزار اشخاص کی عبادت میں بار بار رخنہ پڑ جاتا۔ انہوں نے اپنے کانوں پر رکھ لیے اور وحشت سے چہار اطراف دیکھنے لگے۔ بانسری بجاتے بجاتے دیوی میرے نزدیک ئی اور اس نے میرے جسم کے بالائی حصے پر اپنا نرم و نازک ہاتھ پھیرا۔ اُدھر گروٹا، گورمے اور انگروما دوسرے لوگ صف اول میں کھڑے جارا کاکا کی کھوپڑی سامنے رکھ کر مجھے پتھر بنانے میں یاب نہیں ہورہے تھے، میرا جسم دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔ ہاتھ ابھی تک متحرک تھے اور میں نے ے تحائف سینے سے لگا رکھے تھے۔ شپالی بطور خاص میں نے اپنی مٹھی میں بند کرلی تھی۔ طلسم خانے آتش سے گوشت اور چربی جلنے کی بُو ساری فضا میں پھیل گئی تھی۔

جب وہ بالائے ناف مجھے منجمد کرنے میں ناکام رہے اور ان کے طلسمی اعمال کے باوجود ری کی پُرشور لَے میں کوئی فرق نہ آیا تو وحشت کے عالم میں گروٹا نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے ں کو کوئی اشارہ کیا۔ یہ اشارہ منتقل ہوتے ہوتے سب سے پچھلی صف تک پہنچ گیا اور دو نوجوان سیاہ ڑکیاں، جن کے بدن کسی اُدھ کھلے پھول کی طرف تر و تازہ تھا۔ گورمے اور گروٹا کے آگے آگئیں۔ نا کے بلند ہاتھوں میں جارا کاکا کا علامتی نیولا تھا جس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ اس کے ہاتھ پر اُدھر مچل رہا تھا۔ گورمے نے اپنے تکلے میں پڑے ہوئے ایک لمبے خنجر سے زمین میں ایک چھوٹا بنایا۔ وہ زمین کو اس طرح کاٹ رہا تھا جیسے وہ کوئی پکا ہوا پھل ہو۔ گروٹا نے کٹی ہوئی زمین کے ے کی مٹی کا تودہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی طبق کے مانند اٹھالیا۔ اندر ایک چوکور گڑھا پیدا ا۔ گڑھے میں گورمے نے کوئی سفوف نما چیز ڈالی جس سے دھواں اٹھنے لگا۔ ان دونوں نے باہمی سے یہ عمل اتنی عجلت میں کیا کہ کوئی اور موقع ہوتا تو میں ان کے مشاقی اور ہنرمندی کی داد ضرور گروٹا نے گڑھے میں اُتر کر اپنا جسم کئی بار چھپایا اور باہر نکل کر دوبارہ گورمے کے ساتھ کھڑا گڑھے کا دھواں تیز اور تیز ہوتا جارہا تھا۔

گڑھے کے گرد دونوں نوجوان لڑکیوں نے وحشیانہ رقص شروع کردیا تھا۔ ایسا رقص جو میں نے

تاریک براعظم کی سرزمین پر اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ پیچھے ڈھول اور تاشوں کی ہیبت ناک آ
ادھر ان کا اعضا شکن رقص، رقص موت' ادھر بانسری کی آواز میں اور زور پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ م
پتھر، نیم جاں، امید و بیم کی کیفیت میں کھڑا کبھی دیوی کو دیکھتا کبھی میرے کانوں کے پردے ا
سے پھٹنے لگتے۔ میں کبھی ان وحشیوں کو دیکھتا جنھوں نے آج اپنا سب کچھ داؤ پر لگا دینے کی ٹ
تھی۔ ان کی دونو جوان گل بدن لڑکیاں گڑھے کے طلسمی دھویں کے مرغولوں میں اتنی تیزی اور
سے تھرک رہی تھیں جیسے وہ ایک مشین ہوں جس کا بٹن دبا دیا گیا ہو۔

یکا یک گروٹا کے کاندھے پر بیٹھا ہوا نیولا جست لگا کر زمین پر کود گیا اور میرے گلے میں
ہوئے چوبی اژدہے کی طرف بڑھا۔ اس نے جھپٹ کر اژدہا میرے گلے سے چھیننا چاہا۔ میں
اسے اور زور سے دبا لیا لیکن میرے اس اقدام پر نیولا بار بار میرے گلے کی طرف جھپٹنے لگا۔ قر
کہ میری گردن میں پڑے ہوئے تحائف ٹوٹ ٹوٹ کر گر جاتے کہ میں نے جارا کا کا کی کھوپڑی
کر لی اور اسے ہاتھ میں لے کر زیر لب ایک دعا پڑھی۔ پھر میں نے اپنے چوبی اژدہے کا
زمین پر چھوڑ دیا۔ اژدہا زمین پر گرتے ہی اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ اس نے رینگنا شروع کر
نیولا مجھ پر حملہ کرنے کی بجائے اس سے الجھ گیا۔ زمین پر ان دونوں کے درمیان رسا کشی شرو
اور وہ الجھتے الجھتے گڑھے کے نزدیک پہنچ گئے۔

دیوی بدستور بانسری بجانے میں منہمک تھی۔ اس کی لے اتنی دردناک اور پُر اثر تھی کہ وہ
کی طرح اس کی سمت کا تعین کر رہے تھے۔ انہوں نے نیولا اس وجہ سے میرے پاس بھیجا تھا کہ
میرے قریب تھی لیکن نیولا میرے گلے میں پڑا ہوا چوبی اژدہا دیکھ کر اس سے الجھ گیا اور
اژدہے کو اس لیے زمین پر چھوڑ دیا تھا کہ وہ اپنے پرانے دوست سے معانقے میں مصروف رہے
کے ہاتھوں سے نیولا نکل چکا تھا۔ آخر گروٹا نے ان دونوں لڑکیوں کو گڑھے کے اندر کھڑے
حکم دیا اور خود دور کھڑا ہو گیا۔ اس کے ایک اشارے پر بے شمار نیزے ان دونوں لڑکیوں کے
میں پیوست ہو گئے' کسی چھلنی کی طرح خون ان کے جسموں سے بہنے لگا۔ انہیں کوئی چیخ مارنے
تک کرنے کی مہلت بھی نہیں ملی۔ دھواں اگلتا ہوا گڑھا خون سے بھر گیا۔ انھوں نے لڑکیوں
ہوئے بدن نکال کر ایک طرف پھینک دیے اور وہ سب زمین پر لیٹ گئے اور انہوں نے زم
اپنے سینے ماتمی انداز میں رگڑنے شروع کر دیے۔ ہجوم کے حلق سے متواتر عجیب و غریب چ
رہی تھیں اور ان میں ایسی ہیبت تھی جیسے بجلی کی چمک اور بادلوں کی گرج میں ہو۔ وہ زمین سے
انہوں نے گڑھے کا خون اپنے منہ اور جسم پر ملنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ گڑھا خشک ہو گیا۔
انگرو ما کا ہر شخص کسی نہ کسی عمل میں مصروف تھا۔ وہاں پُر اسرار علوم جاننے والوں کی کمی نہ

نہیں خاصی دیر ہو گئی اور میرا بالائی دھڑ جوں کا توں رہا تو مجھے کچھ ڈھارس ہوئی۔ یقیناً دیوی کو وہ
سرزمین سے نکالنے اور اس کی بانسری کی آواز بند کرنے میں ناکام ہو گئے تھے اور دیوی بہت
ار حالت میں بانسری بجا رہی تھی۔ اسے کوئی ہوش نہیں تھا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ وہ اپنی دھن میں
تھی۔ زمین سے اٹھ کر اور خون اپنے جسم پر مل کر انہوں نے جارا کا کا کا نام لے لے کر آسمان کی
دیکھا۔ نیولا میرا اژدھا چھوڑ کر دوبارہ گروٹا کے کاندھے پر سوار ہو گیا۔ مجھے حیرت تھی وہ اب
ایک فاصلے پر کیوں کھڑے ہیں؟ آگے کیوں نہیں بڑھ رہے ہیں؟ انھیں کون سی طاقت روکے
ہے؟ میرے قریب دیوی کھڑی تھی شاید اس نے انھیں ایک فاصلے پر رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ
پک پک کر اور جھنجلا جھنجلا کر بار بار ادھر ادھر دیکھتے تھے۔ آخر ایک بوڑھا شخص صفیں چیرتا ہوا آگے
گورمے، گروٹا اور دوسرے بزرگ اس کے قدموں پر جھک گئے۔ اس نے انھیں دھتکار دیا۔ میں
انگرو ما میں پہلے اس شخص کو نہیں دیکھا تھا۔ اس کی لمبی داڑھی جھول رہی تھی اور گلے میں اتنی چیزیں
رہی تھیں کہ گردن جھک گئی تھی۔ اس نے اپنے گلے سے ایک مالا توڑ کر اس کے موتی فضا میں اڑا
اور محتاط انداز میں قدم بڑھانے لگا۔ اس کے پیچھے ایک ہجوم بڑھا۔ وہ سب بہت احتیاط سے
ایک قدم چل کر کوئی عمل پڑھتے ہوئے رکتے اور آگے بڑھتے رہے۔ سب سے آگے وہ شخص تھا جو
ابھی آیا تھا، گورمے' گروٹا اور اس کے ساتھی عقیدت مندانہ انداز میں اس کے پیچھے تھے۔ ان
سے کئی لوگ میرے دوست تھے اور مجھے علم تھا کہ وہ علم و فضل میں یکتائے روزگار ہیں۔ انھیں اپنی
سے حرکت کرتے اور اپنی طرف آتے دیکھ کر دیوی میرے پاس سے ہٹ گئی اور مجھ سے دور کھڑی
۔ نتیجتاً ہجوم کی سمت کا رخ اسی طرف ہو گیا وہ اس نادیدہ آواز کی سمت کا سراغ لگانے اور اس کا
ب کرنے میں سرگرداں تھے۔ اس آواز نے ان کی سحر کاریاں بے اثر کر رکھی تھیں۔ وہ آواز کو پکڑنا
تھے۔ وہ تعداد میں اتنے زیادہ اور باکمال لوگ تھے کہ دیوی کا ان سے بچ کر نکلنا مشکل تھا۔ مگر
سلسل اپنی جگہ بدل رہی تھی۔ اس نے کوئی ایسا عمل کیا تھا جس سے وہ نابلد تھے۔ وہ میرے
سے ہو کر گزر گئے۔ دیوی راستہ بدلتی رہی اور ہجوم بھی بانسری کی آواز کی سمت شور مچاتا ڈھول
ماتم کرتا غضب ناک انداز میں آگے بڑھتا رہا۔

فضا کے ہول ناک شور کی گونج سے معلوم ہوتا تھا کہ آندھیاں چل رہی ہیں۔ وہ دیوی کی آواز
ہاتھ مجھ سے دور ہوتے گئے اور چکر کاٹتے رہے۔ انہوں نے میری طرف سے توجہ ہٹا لی تھی۔
کبھی پیچھے کبھی آگے ہو جاتی۔ وہ اندھوں کی طرح جدھر سے آواز آتی اسی طرف دوڑ پڑتے۔
تک میری نظر کام کرتی رہی میں انھیں دیکھتا رہا۔ پھر دیوی اور وہ ہجوم میری بصارت کی حدود سے
گیا۔ یہ ایک ایسا منظر تھا کہ اگر کوئی نووارد دیکھ لیتا تو اس کی زندگی وفا نہ کرتی۔ میں نے یہاں

آ کر بہت کچھ دیکھا تھا۔ چنانچہ میں یہاں تک دیکھ سکتا تھا کہ درخت کی کوئی ٹہنی لچک کر مجھ سے ہا
کرے اور پانی میں آگ لگ جائے اور جانور انسانی لب ولہجہ اختیار کرلیں۔ طلسم و اسرار کی زمر
میری رسائی کا سبب شاید یہی تھا کہ میں نے سب کچھ قبول کرلیا تھا۔ انہوں نے وہ دائرہ تو
دیوی نے قائم کیا تھا وہ کسی بھی لمحے دوبارہ پھر آ کر میرا جسم خاک کے ان گنت ذروں میں تقسیم کر
تھے۔ اگر وہ انتقام اور غضب میں بڑھتے تو میں ایک لمحے بھی زمین سے اپنا رشتہ برقرار نہیں رکھ
تھا۔ لیکن شاید انہوں نے اس طاقت کا اندازہ کرلیا تھا جو مجھے انگروما کی قید سے نجات کے لیے
مدد کو آئی تھی۔ وہ ان کے سامنے نہیں تھی لیکن انہوں نے اس کی آواز سونگھ لی تھی اور اپنی تمام تر
آواز کے بدن اور اس کا منبع اور مخرج قید کرنے کی طرف مبذول کر دی تھی۔ میں شش و پنج کی حا
میں کھڑا ان کی یا دیوی کی واپسی کا منتظر تھا۔ اچانک مجھے دور کچھ رنگ ہوا کے پروں پر لہراتے نظر آ
اور پھر ان رنگوں نے میرے قریب آ کر دیوی کی شکل اختیار کر لی اس نے میری سمت دیکھ کر جھر
کے انداز میں اپنا پنجہ دکھایا اور اپنے رنگ، اپنی آواز سمیت کہیں غائب ہوگئی۔ ہجوم کا رخ اب
طرف تھا۔ وہ ایک جگہ آ کر ٹھٹکنے کے انداز میں رک گیا۔ گورمے نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر
روک لیا تھا۔ وہ مجھے زہریلی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور مجھے ان کے غضب کا پورا اندازہ تھا۔
ان کے ساتھ وہ بوڑھا نہیں تھا جو اچانک وارد ہوا تھا۔

''ٹھہرو۔ اگر یہ زندہ رہے گا تو وہ دشمن آواز، وہ نادیدہ طاقت پھر اس کی سمت رخ کرے
وہ ضرور آئے گی تو دیکھ لے گی کہ ہم نے اپنے دن ضائع نہیں کیے ہیں ہم نے مقدس جارا کا
خوشنودی کے لیے صدیاں قربان کر دی ہیں۔''

''جابر بن یوسف۔ اے معزز شخص!'' گروٹا کے نرم و شفیق لہجے پر مجھے حیرت ہوئی۔ ما
گورمے کے طلسم خانے کی دیوار سے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا، میں نے اپنے کان اس طر
دیے۔ گروٹا کہہ رہا تھا۔ ''تو ہمیں بتا، وہ کون ہے جو اتنے زمانے بعد جزیرہ انگروما کی پُرسکون فض
بچل مچانے آ گیا ہے؟ سن اے مردِ شریف و حق آگاہ! اگر تو ہم سے زیادہ کچھ طاقتوں سے واقف
اور وہ طاقتیں تیری ذات کے لیے اتنے بڑے خطرے مول لے سکتی ہیں، تو وہ اور تو دونوں ہما
لیے مقدس و محترم ہیں۔ ہم اس کی عبادت کریں گے اور جارا کا کی طرح اس کی خوشنودی حا
کے اپنی طاقت اور رتبے میں اضافہ کریں گے۔ تو انگروما پر سب سے قابلِ احترام شخص ہوگا ہمیں
ہے کہ ہم نے غلط آدمی کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ بتا وہ کون ہے؟''

''مقدس لوگو!'' میں نے تمام تر انکسار سے کہا۔ ''میں جانتا ہوں تمہاری آنکھوں پر پردہ
ہے اور تمھیں معلوم ہے کہ جب میں نے تمہارے غول میں شرکت کی تھی اس وقت میں کسی مذہ

وہ نہیں تھا۔ میں اپنی جگہ جب بھی صادق تھا۔ اب بھی صادق ہوں، آج دفعتہً میں نے یہ محسوس
ہے کوئی میرے قریب ہوا اس نے خواب ناک آواز میں مجھ سے کہا۔ چلو اپنی زمین پر واپس چلو!
پانی، تمہارا ای غذا تمھیں بلا رہی ہے۔ میں کسی سحر کا اسیر ہوگیا اور میں نے کہا۔ چلو۔''

''کیا تم نے اسے نہیں دیکھا؟ سچ بتا جابر بن یوسف! کیا تم اسے نہیں جانتے؟'' بہت سے
نے ایک ساتھ پوچھا۔ ''کیا یہ تمہاری پاکیزگی میں آلودگی کی علامت نہیں ہے؟''

''ہاں..... میں نے اسے دیکھا ہے۔ وہ رنگوں کی ایک کہکشاں تھی اور میں نے اسے سُنا ہے، وہ
اغنائیہ تھی۔ جب میں نے رنگوں کو بولتے دیکھا تو میں ان میں کھو گیا، اس آواز نے مجھے حکم دیا۔
یوسف میرے ساتھ آؤ' میں نے سر جھکا دیا۔'' میں نے انھیں فصاحت سے متاثر کرنا چاہا۔

''خوب خوب''۔ گورمے بولا۔ ''اور تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ تم کس زمین کی پناہ میں ہو؟ تم
ے یہ باور نہیں کرایا کہ اب تم دنیا میں سب سے دلکش اور محفوظ جگہ پر ہو۔ جہاں علم کی قدر ہے،
ندگی کا ایک مقصد ہے..... تم نے اسے یہ نہیں بتایا کہ تم عالموں اور دانش مندوں کے درمیان
تم تاریک براعظم کی رسوا اور ظالم ملکہ اقابلا کے خلاف صف آرا ہونے والے ہجوم میں شامل ہو
آہ جابر بن یوسف! تم نے اس سے یہ کیوں نہیں کہا کہ جزیرہ انگروما کی زمین سرسبز ہے۔ اس
یٹھا ہے اور اس کی عورتیں شاداب ہیں۔'' گورمے نے مجھ سے زیادہ فصیح لہجے میں کہا۔

''کیا ایک ایسی بڑی طاقت میری دلیل سے متاثر ہو سکتی تھی جس نے اپنی آواز کے جادو سے
کے بزرگوں کو تادیر پریشان رکھا۔'' میں نے اعتماد سے جواب دیا۔ ''مجھے اس سے کچھ کہنے کا
نہیں ملا۔ سنو معزز لوگو! میں سمجھتا ہوں یہ ہماری غفلت کے بارے میں کوئی آسمانی تنبیہ
کی اشارہ ہے کہ ہم اپنے مقصد میں کچھ کم پر جوش ہو گئے ہیں۔ ہم نے شراب زیادہ بنانی شروع
ہے۔ ہم پر عورتیں اپنا اثر بڑھا رہی ہیں۔ زمین کی آلائشوں سے ہمارے ہاتھ آلودہ ہیں۔''
تاثر انگیز لہجے میں کہا۔

''تم سچ کہتے ہو۔'' گروٹا تاسف سے بولا۔ ''ہم نے اس غفلت میں گورمے کا طلسم خانہ کھو

مجھے افسوس ہے کہ میں نے اپنی درس گاہ نذرِ آتش کر دی لیکن میرے پاس ہر بیکا کی مقدس
محفوظ ہیں۔ یہ غلطی ہم میں سے کوئی بھی کر سکتا تھا۔ اگر اسے کسی بلا سے واسطہ پڑتا۔ کیا میں
مطمئن کر دیا ہے؟'' میں نے ان کے کرب ناک چہرے دیکھ کر پوچھا۔

ہاں جابر بن یوسف! تمہاری موجودگی ہمارے لیے اطمینان کا باعث ہے۔ تم اب زمانوں
پتھر میں مقید کیے جا رہے ہو۔ تمہارا زیریں حصہ منجمد ہو چکا ہے۔ جب ہمیں تمہاری ضرورت

پڑے گی۔ اور ہم علم و فضل میں کچھ اور آگے بڑھ جائیں گے تو ہم تمھیں بیدار کرلیں گے۔ ممکن ہے کبھی دوبارہ اس طرف کا رخ کرے۔ آئندہ ہم اسے واپس نہیں جانے دیں گے۔ ہمارے وہ بزرگ جو انگروما کے غاروں میں بیٹھے ہمارے لیے عبادت میں مصروف ہیں انھیں ہم طلب کرلیں گے۔ ان روحوں کو آزاد کرلیں گے۔ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ یہ تم جانتے ہو۔'' گروٹا کے لہجے میں سختی آ گئی تھی۔

''نہیں..... میں پتھر میں منتقل ہونا نہیں چاہتا۔ میرے بیان پر شک نہ کرو۔ میں تمہارا راہ ہوں۔ میں نے اقابلا کی سرکوبی کے لیے کیا تمہارے ساتھ آواز نہیں ملائی۔ مجھے علم کی لگن ہے اور میں کسی بھی موقع پر تمہارا اچھا گھوڑا ثابت ہوسکتا ہوں۔ جب میں تم سے کچھ سیکھ لوں گا۔ اس وقت تم مجھے پتھر کا خول پہنا دینا لیکن ابھی.....'' میں ان کی منت کرتا رہا۔ انہوں نے میری کوئی درخواست درخور اعتنا نہیں سمجھی۔ وہ اپنے جادوئی عمل میں مصروف ہوگئے۔ پتھر میں منتقل کرنے کا گر میں نے بھی سیکھا تھا۔ میں انھیں کسی وقت بھی بیدار کرسکتا تھا لیکن کتنی ہی بار یہ عمل پڑھنے کے بعد میری حالت میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ جب وہ کسی طور اپنے ارادے سے باز نہیں آئے تو میں نے ڈھال کے طور پر شہابیہ ان کے آگے کردی۔

''اسے ہٹالو'' گروٹا چیخا۔ ''اسے ہٹالو جابر بن یوسف! تمہاری یہ مزاحمت بے سود ہے۔''

''میری درخواست ہے کہ تم اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرلو۔''

''تم کن لوگوں سے انکار کررہے ہو؟'' گورمے نے کہا۔

''اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے۔'' میں نے لجاجت سے کہا۔

''تمہاری فلاح اسی میں ہے کہ تم اپنے موجودہ جسم میں نہ رہو۔'' گروٹا بولا۔ ''یہ کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ تمہاری حفاظت ہے۔''

انہوں نے میری درخواست پر اپنے ردعمل میں کوئی ترمیم نہیں کی۔ معاً مجھے یہ احساس ہوا کہ میرے جسم کے بالائی حصے پر سرنگا کی عظیم دیوی اپنا ہاتھ پھیر رہی ہے، ادھر میں نے زیریں حصے کو ہونے سے بچانے کے لیے اپنے تحائف کے ذریعے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ میں نے ڈھال سینگ آگے کردیے، اژدہا زندہ کیا اور شہابی رگڑتا رہا، میں نے اپنے تخفے اپنے جسم پر پھیلا لیے۔

''تم غلطی کررہے ہو، حیرت ہے تمھیں انگروما کے بزرگوں کا عرفان ابھی تک نہیں ہوا۔''

''مجھے ان کا پورا عرفان ہے، لیکن میں پتھر میں منتقل ہونے سے مرجانا بہتر سمجھتا ہوں، بے احساس کے بغیر زندہ رہنا نہیں چاہتا۔''

گورمے نے گروٹا سے کچھ کہا۔ گروٹا سفاکی سے کہنے لگا۔ ''اگر تم آمادہ نہیں ہو تو ہم تمہارا آدھے جسم پر ہی قناعت کرلیں گے؟''

''کیا..... کیا تمہارا مطلب ہے کہ تم مجھے اسی حالت میں چھوڑ کر چلے جاؤ گے؟''

''ہاں۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ بہت جلد تم خود یہ مطالبہ کرو گے کہ ہم مکمل طور پر پتھر میں منتقل کردیں۔ ہم تمھیں کھلے آسمان میں ایستادہ کریں گے۔ تاکہ دوبارہ کوئی تمہارے پاس آئے اور ہم اسے بھی تمہاری طرح اپنے بڑھتے ہوئے ہجوم میں شامل کرلیں۔''

''نہیں دوستو۔ اے انگروما کے نیک لوگو! یہ ظلم ہے یہ میری وفاداریوں کی ناسپاس گزاری ہے۔ میں اس سے احتجاج کرتا ہوں۔''

''آؤ مقدس جارا کا کی عبادت کریں۔'' گروٹا نے ہجوم سے کہا۔ ''انگروما کے لوگ اس نادیدہ کی ہزیمت کا جشن منائیں۔ جابر بن یوسف کو یہیں چھوڑ دیا جائے۔ جب وہ آمادہ ہو جائے گا تو اس کا بالائی جسم پرسکون کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔''

میرے پکارنے اور احتجاج کرنے کے باوجود وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ میری آنکھیں گورمے کے طعام خانے کے دھوئیں سے جلنے لگیں۔ سرنگا کی دیوی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی؟ میں نہ زندوں میں نہ مردوں میں۔ میرا نچلا حصہ مفلوج تھا اور اوپر کا حصہ اپنی زبوں حالی پر نوحہ خواں تھا۔ میں اس کیفیت میں مبتلا رہ سکتا تھا؟ میں کب تک اپنا بالائی حصہ زیریں حصے پر کھڑا رکھ سکتا تھا؟ اگر طرف کا رخ کریں تو میرا کیا حال ہوگا؟ پھر مجھے خیال آیا کہ دیوی کا پتہ چلانے کے لیے ہر بیکا کھوں سے مدد لینی چاہیے۔ لیکن ان آنکھوں کے حد میں سمندر کی لہریں تھیں۔ اور دیوی سمندر میں نہیں تھی۔ ممکن ہے وہ جزیرے ہی میں کہیں روپوش ہوگئی ہو؟ وہ دوبارہ آئے گی تو مجھے کیا رویہ کرنا ہوگا؟ اب وہی میرا سہارا ہے۔ انگروما کے لوگ اب مجھ سے متنفر ہو چکے ہیں۔ دیوی ہی کا ایک راستہ ہے، جب وہ انگروما کے سحر سے بچ کر جاسکتی ہے۔ کالاری جیسے دیوہیکل شخص کو ختم کیا ہے۔ اقابلا کے روبرو شیشے کا جار توڑ کر نکل سکتی ہے۔ وہ یہاں آسکتی ہے تو وہ دوبارہ آکر میری مدد نہیں کرسکتی؟''

اب اس میدان میں کوئی نہیں تھا، صرف میں تھا۔ آخر گورمے کے طلسم کدے کے ملبے سے نیشا نمودار ہوئی۔ میں نے اس حسین عورت کو پوری قوت سے پکارا کہ وہ ان لوگوں سے اپنے بدن کے بارے میں میری سفارش کرے۔ نیشا انگروما میں مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہونے کی دعوے دار تھی۔ وہ ایک حسرت ناک نظر ڈال کر اس طرف چلی گئی جس طرف ہجوم گیا تھا۔ میں اسے پکارتا رہ گیا۔

رات کے وقت میری آنکھوں میں درد ہونے لگا۔ گردن ڈھلکنے لگی۔ گورمے کی تباہ شدہ طلسم گاہ سے جو بھی گزرتا، میری ہیبت کذائی دیکھ کر مسکراتا ہوا چلا جاتا۔ جابر بن یوسف البا قر کے سینے

پر عظیم الشان نوادر آراستہ تھے مگر وہ اپنا نچلا دھڑ، اپنی اصل حالت میں لانے کا حقیر سا کارنامہ نہیں دے سکتا تھا۔

رات کے آخری پہر جب میرا بالائی جسم بری طرح دکھنے لگا، میری آنکھیں کھلنے لگیں نے دیکھا، وہ خانوادہ اقابلا کی بدنصیب کنیز نیشا تھی۔ نیشا نے میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں کی انگلی میں بالوں کی ایک لٹ جل رہی تھی۔ اور جلتے ہوئے بالوں کی روشنی میری چہرے پر تھی۔ ''نیشا!'' میں نے کرب سے آواز دی۔

''میں تمہیں زمین پر لٹا دیتی ہوں، اس طرح تمہیں کچھ آرام مل جائے گا اور تم اپنے سے مدد لینے کے قابل ہو جاؤ گے۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے بازوؤں میں حمائل کر دیے وہ مجھے لیے زمین پر ''نیشا! میں نے اس کی زلفیں چومتے ہوئے کہا۔ ''تم میری مدد کر کے خسارے کا سودا کر رہی ہو۔

''شش'' ..... وہ بولی۔ ''وہ میرا کچھ نہیں کر سکتے میں نے مشروب حیات پیا ہے، میں ضرورت ہوں اور تمہارے کچھ زیادہ کام بھی نہیں آسکتی، مگر جابر تم نے یہ کیا کیا؟''

''میں سمجھ رہا تھا شاید مجھے نجات مل گئی۔''

''اوہ' میرے غریب آدمی۔ دیوتا تم پر رحم کریں۔ تم نے کیسی مصیبتیں اٹھائی ہیں، کیسے تحائف حاصل کیے ہیں تمہارا کیا حال ہو گیا ہے۔ تم اپنے تحائف کا آزادانہ استعمال کیوں نہیں کرتے ان سے کیا ممکن نہیں ہے مگر میرے دوست یہ خیال رکھنا کہ اگر انگروما میں تاریک براعظم کے قد آور لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ مجھے فوراً یہاں سے جانا چاہیے۔''

''عزیز نیشا، اب میں زمین پر لیٹ کر تحائف استعمال کروں گا مجھے یقین ہے کہ وہ دوہا کارخ کرے گی۔'' میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

''وہ کون؟'' نیشا نے حیرت سے پوچھا۔

''وہ۔'' مجھے فوراً خیال آ گیا اور میں نے کہا۔ ''وہی رنگوں کی کہکشاں، وہی صوت سمندر۔ میں اسے کیا نام دوں!''

''شاید وہ کبھی نہ آئے۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔'' نیشا نے افسردگی سے کہا اور میرے اٹھ کھڑی ہوئی اسے زیادہ دیر تک روکنا مناسب نہیں تھا۔

☆==========☆==========☆

میں نے اسے جانے دیا اور اب میں زمین پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی ٹانگوں کو بالائی حصے سے حرکت دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنے تحائف سر کی طرف ڈال کر گردن دونوں

پکڑ کر صرف سینے کے بل زور دیا، میں اپنی جگہ سے کھسک گیا تھا، یہ ایک تکلیف دہ عمل تھا۔ دو تین اسی طرح میں نے جھٹکے دیے اور لڑکھتا ہوا ایک درخت کے سائے میں آ گیا۔ نیچے مخملیں سبزہ تھا۔ کے جام کا اثر چڑھ رہا تھا۔ آنکھیں بھاری ہونے لگیں اور میں نے دل کی گہرائیوں سے سرنگا کی کو یاد کرنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی میں نے شپالی کی ڈوری کا آخری سرا تھام کر اسے اپنی ٹانگوں پر نے کی کوشش کی اور اژدہے کو اپنی حفاظت کے لیے حکم دیا۔ جتنے عمل بھی مجھے یاد تھے وہ میں نے نے شروع کر دیے۔ نہ جانے وہ کون سا عمل تھا کہ مجھے اپنی ٹانگوں میں حرکت سے محسوس ہوئی۔ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ میری آنکھیں جلنے لگیں۔ میں نے دیکھا کہ دیوی ٹانگوں کے نزدیک بیٹھی ی زیریں حصے پر ہاتھ پھیر رہی ہے۔ میری ٹانگیں صحیح وسلامت تھیں میں نے وفور مسرت سے اس ہاتھ پکڑنے چاہے لیکن وہ دور ہوتی چلی گئی۔ میں اٹھ کر بے تحاشا اس کی طرف دوڑا۔ چند ہی قدم کر اس نے مجھے ساحل کی طرف اشارہ کیا اور ایک خاص جگہ جا کر کھڑی ہو گئی، اس نے مجھے آگے ے کے لیے ہاتھ پھیلائے اور خود رک گئی جب میں خاصی دور نکل گیا تو وہ مجھے اپنے پیچھے ایک لے پر آتی ہوئی نظر آئی۔ لیکن اس کے پیچھے کیا تھا؟ ایک طویل سیاہ چادر۔ میں کچھ نہیں دیکھ سکا۔ اس دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔

اس سیاہ تاریک رات کو میں گورے کے گھر سے قریب تھا ابھی ہم چند قدم تیز رفتاری سے ے ہوں گے۔ کہ حبشیوں کی آمد کا غلغلہ ہوا۔ وہی شور وہی نقارے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مجھے ند کے سوا کچھ اور نظر نہیں آیا۔ البتہ دیوی میرے تعاقب میں تھی۔ اچانک بجلیاں سی کڑکیں اور ں نے دیوی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ روشنیوں کے جھماکے آناً فاناً اس کے وجود پر مسلط ہو گئے۔ کی کے پیچھے ایک ہولناک قیامت برپا تھی جس کی دید سے میں محروم تھا۔ میں صرف شور اور ہاہو سن سکتا تھا اور چمکتی ہوئی بجلیاں دیکھ سکتا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کے اور دیوی کے مابین ایک عجیب کی جنگ جاری ہے۔ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھنے سے میں گر پڑتا اور پھر بھاگنے لگتا۔ شعلوں، روشنیوں جھماکوں اور نیزوں کے درمیان دیوی آگے بڑھ رہی تھی۔ وہ میرے راستے کی دیوار بنی ہوئی تھی تمام وار خود سہہ رہی تھی۔ عقب میں پورا جنگل جلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں جو مشعلیں ں۔ ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دیوی سے زیادہ دور نہیں ہیں۔ دیوی کے دونوں ہاتھ روشنیوں ہا رہے تھے۔ اور وہ اتنی بڑی اور اتنی قد آور معلوم ہو رہی تھی کہ میں دور چلتے ہوئے بھی اس کی وش کی امان محسوس کر رہا تھا۔ سمندر تک یہ لڑائی جاری رہی۔ مشعلیں آسمان پر اس طرح اڑ رہی ں جیسے طیاروں کی جنگ جاری ہو۔ اگر میں اس بار ان کے ہاتھ پڑ جاتا تو مجھے روحوں کے غار ں دھکیل دیتے۔ یہ میرے لیے آخری موقع تھا۔ چنانچہ میں پوری طاقت سے بھاگ رہا تھا۔ انگروما

سے فرار۔ وہاں سے نجات کے خیال کی بنا پر جسم میں ایک سنسنی دوڑی ہوئی تھی۔ ایک جوش۔ کیا
ممکن ہے؟ مگر یہ ممکن ہو رہا تھا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ دیوی کا رخ بدل گیا ہے۔ میں نے بھا
کر اس کے بدن کی سیدھ میں ہو گیا اور بار بار تصدیق کرتا رہا کہ میں کہیں اس کی امان سے نکل تو نہیں
رہا ہوں؟ ابھی میں کچھ دور چلا تھا کہ مجھے ساحل پر کشتیوں کی ایک قطار کھڑی نظر آئی۔ میں کئی
ساحل کی طرف آیا تھا لیکن میں نے وہاں ایک بھی کشتی نہیں دیکھی تھی۔ خود میری کشتی بھی انہوں
اوجھل کر دی تھی۔ کشتیاں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ میں انگروما سے نجات حاصل کر رہا ہوں۔ یقین
نہیں آتا تھا کہ ڈھائی سال کا طویل عرصہ گزرنے کے بعد ایک دن رہائی کا پروانہ مل جائے گا۔ اب
دیر کیا تھی؟ سامنے سمندر تھا اور کشتیاں موجود تھیں۔ دیوی اپنی غیر معمولی طاقت کے ذریعے ڈھال
ہوئی یہاں تک لے آئی تھی۔ جب میں نے انگروما کی خشکی سے قدم اٹھائے اور سمندر کا پانی میرے
جسم سے لگا تو مجھ پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ میں بھول گیا کہ پیچھے لرزہ خیز معرکہ جا
ہے، اور دیوی اب بھی مصیبت میں ہے کیونکہ وہ اپنے تمام حربے آزمائے گی۔ آسمان آگ اُگل
ہے اور زمین پر چاروں طرف سے نیزے ابل رہے ہیں۔ وہ نیزے جن میں آگ کے تیر تھے۔
سمندر میں ادھر ادھر گر رہے ہیں۔ کوئی تیر میرے سر پر بھی لگ سکتا ہے؟ اب کچھ بھی ہو۔ میں نے کشتی
کو دھکا دیا اور اچھل کر اس میں بیٹھ گیا۔

جب کشتی لہروں کے اوپر آئی تو میں نے انگروما پر الوداعی نظر ڈالی۔ ساحل پر مشعلوں کی قطار
سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے آگ لگی ہوئی ہو۔ مشعلیں دور دور تک نظر آ رہی تھیں، نیزے میرے
دائیں بائیں گر رہے تھے اور سمندر کی لہریں مجھے انگروما پر دوبارہ دھکیلنے کے لیے اپنا زور صرف کر رہی
تھیں۔ چنگاریاں میری کشتی کے اوپر رقص کرنے لگیں۔ میں نے گھبرا کر ساحل کی طرف دیکھا۔ دیوی
پانی میں اتر رہی تھی۔ اس کے سر پر، دائیں بائیں ادھر اُدھر بجلیاں چمک رہی تھیں۔ وہ آگ میں نہائی
ہوئی سمندر میں اتر گئی اور کہیں پنہائیوں میں گم ہو گئی۔ نیزوں اور مخالف طوفانی لہروں کا سارا زور میری
طرف ہو گیا۔ میں کشتی میں اوندھے منہ لیٹ گیا اور میں نے درمیان کی لکڑی مضبوطی سے پکڑ لی۔ آ
لہریں حسب سابق مجھے دوبارہ انگروما میں پھینک دیں گی تو میں سمندر میں کود جاؤں گا۔ یہ ارادہ کر
میں لیٹا رہا۔ میں نے ان لہروں کی زد سے تحائف بچانے کے لیے اپنا ایک ہاتھ سینے کے نیچے رکھ لیا
مجھے معلوم تھا اتنی آسانی سے وہ شکست قبول نہیں کریں گے۔ انھیں سمندروں پر عبور حاصل ہے۔
کہتے تھے کہ وہ لہروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ پانیوں میں آگ لگا سکتے ہیں۔ میں
سے پہلے بھی ایسے سمندری طوفان سے گزر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کشتی پر دیوی نمودار ہوئی۔ اس کا
ہاتھ جزیرے کی طرف تھا اور دوسرا آسمان کی طرف۔ شدید ہچکولوں میں وہ کسی ستون کی طرح کشتی

ری ہوئی تھی۔ ہر طرف نیزے گر رہے تھے۔ مگر اس طوفان بلا خیز میں کشتی آگے بڑھتی رہی۔
ل کا شور دور ہوتا گیا۔ میں انگروما سے دور ہونے لگا۔ ہاں یہ سچ تھا۔ وہ دور ہو رہے تھے یہ کوئی
ب نہیں تھا۔ پانچ چھ سال بعد میں اپنے علاقے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جزیرہ توری کی طرف چند
نٹوں بعد دیوی نے اس طوفان پر قابو پا لیا۔ سمندر پرسکون ہوا تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ کھلا سمندر
ں آسمان اور لہروں پر رواں دواں کشتی میں نے احسان مندی کی نظر سے دیوی کی طرف دیکھا۔
ی چاہا کہ اس خوبصورت عورت کو اپنے گلے سے لگا لوں، اس نے مسکرا کر مجھے دیکھا وہ چشم زدن
ں تحلیل ہو گئی۔ میں کشتی میں اکیلا رہ گیا تھا۔ لیکن میرے حواس پرسکون تھے۔ اقابلا کے دشمنوں
سرزمین بہت دور نکل گئی تھی۔

جزیرہ توری کی طرف کشتی رواں تھی۔ وہ جگہ جہاں میں نے سب سے پہلے قدم رکھا تھا۔
بھوک پیاس میں دو دن گزر گئے لیکن یہ احساس کیا کم تھا کہ میں توری واپس جا رہا ہوں۔
رے لوگ مجھے دیکھیں گے تو کیسا استقبال کریں گے۔ نہ جانے اس عرصے میں وہاں کیا تبدیلیاں
ا ہو گئی ہوں، ممکن ہے انہوں نے میرا انتظار ختم کر دیا ہو اور میری جگہ کوئی اور سردار متمکن ہو۔
روما جانے اور باغیوں کے ساتھ مل جانے کے بعد میرا ان سے رشتہ یوں بھی منقطع ہو چکا تھا۔ سرنگا
سریتا کا کیا حال ہو گا؟ فلورا پر کیا گزر رہی ہو گی؟ میرے دل میں بے شمار خدشے اور وسوسے جنم
نے لگے۔ خود اقابلا انگروما سے میری واپسی کو کس نظر سے دیکھے گی؟ مگر وہ جانتی ہو گی کہ میں تنہا اتنے
ت سے لوگوں سے کیسے معرکہ آرا ہو سکتا تھا؟

سمندر کی بپھری ہوئی پراسرار لہروں پر بھوک اور پیاس کے عالم میں، میں نے چار دن گزار دیے
ا زندہ رہا، امید آدمی کو زندہ رکھتی ہے لیکن خشکی کا انتظار بڑا عذاب ناک تھا۔ میں خود سے باتیں کر رہا
اور کبھی کبھی عربی کا کوئی مشہور نغمہ گنگنانے لگتا تھا۔ فرض کرو، اگر توری پر کوئی اور سردار میری جگہ جلوہ
وز ہے تو جب وہ میری صورت دیکھے گا اور جب وہ میرے تحائف پر نظر ڈالے گا وہ خود کنارہ کش ہو
ے گا۔ میں کہ جو باغمان کا سردار بھی ہوں۔ توری میں شوالا موجود ہے۔ شوالا کا کیا عالم ہو گا؟ اس کی
ریں میرا سینہ دیکھ کر پتھرا جائیں گی۔ اُف قلب کی کیا حالت تھی۔ نہ پوچھیے کیا گزر رہی تھی جیسے میرا
نا آ رہا ہو۔ میں پہلا شخص تھا جو باغیوں، ان کے طلسم اور ان کی نفرت کا عینی شاہد تھا، میرے سینے میں
راز دفن تھے۔ میں نے دیکھا تھا کہ وہ جزیرہ کتنے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے اس کی آبادی کتنی
ہے اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو کس طرح مسلح کیا ہے۔ یہ معلومات اقابلا کے لیے یقیناً کارآمد
ت ہو گی، جب میں بتاؤں گا کہ میں وہاں کس کس سے ملا، نیشا سے ملا، کیشا سے ملا تو وہ کتنی متعجب
گی۔

میری کشتی لہروں کے دوش پر کبھی اونچی کبھی نیچی کبھی ڈولتی کبھی ابھرتی ہوئی توری کی طرف بھاگ رہی تھی۔ بدقسمتی سے اس میں پر نہیں تھے، جب میں تھک جاتا تو اپنے گلے میں لٹکا ہوا چپو اژدہ متحرک کرتا اور اس سے کھیلتا رہتا۔ میں اس پر سمندر کا پانی پھینکتا اور اٹکھیلیاں کرتا۔ ہر بار کی آنکھیں اپنے سامنے کر کے میں ان کے عدسوں میں جھانکتا اور جب تھک جاتا تو انھیں ایک طرف رکھ دیتا اور خیالات میں گم ہو جاتا۔ دل دھڑکتا، آنکھیں بہکنے لگتیں، جسم میں مستی سی چھانے لگتی، دوران خون تیز ہو جاتا، اعضا اینٹھنے لگتے اور بدن میں گدگدی سی ہونے لگتی۔

پانچویں روز جب بھوک اور پیاس کی شدت سے میری حالت ابتر تھی، مجھے جزیرہ توری کی سر زمین دکھائی دی۔ وہی درخت وہی سرمست کر دینے والی ہوا۔ کشتی لہروں کے سہارے خشکی سے لگ گئی۔ میرا دل جسم سے باہر آنے کے لیے مچلنے لگا۔ میں نے کشتی ایک ٹھوکر سے دور پھینک دی اور سینہ تان کر ساحل پر آ گیا۔ انھیں خبر نہیں ہوئی تھی کہ میں آ رہا ہوں۔ ایک پتھر پر بیٹھ کر انگلیوں سے اپنے بال سلیقے سے ترتیب دے کر میں نے اپنے تحائف ٹھیک کیے اور بستی سے پہلے پڑنے والے جنگل میں چلا آیا میں جنگل کی خوشبوؤں میں درختوں کی شاخیں چھیڑتا، پتے توڑتا اور جنگلی پھل کھاتا ہوا آگے بڑھتا رہا، جنگل میں ایک جگہ مجھے خیال آیا کہ بستی میں داخل ہونے سے پہلے مجھے سمورال کی مالا سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ مالا کے دانے روشن ہو گئے۔ میری مسرتوں کا کوئی ٹھکانا رہا پھر میں چلا۔ ایک فیل بدمست کی طرح ایک شیر شکم سیر کی طرح جب وہ اچانک مجھے دیکھیں گے کہ میں ان کا سردار جابر بن یوسف زندہ ان کے سامنے کھڑا ہوں تو میرے قبیلے میں کیسا رنگ چھا جائے گا۔ وہ میرا مجسمہ ٹٹولیں گے کہ کیا میں واقعی ان کے سامنے ہوں اور میں اپنے تحائف سے معجزے رونما کر کے انھیں اور دنگ کر دوں گا۔

مگر ٹھہریے میں اپنے قلب کی کیفیت بیان کرنے میں ناانصافی کر رہا ہوں، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنا دل قابو میں کر سکوں اور ذرا اس کا تصور کر سکوں۔ ہاں اس زہرہ جبیں کا تصور اس مہ کامل کا تصور مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کے حسن جہاں تاب کے اوصاف بیان کروں اب میں اس کے قریب تھا۔ کون اپنی زندگی میں اتنے دکھ جھیلتا، کون صحراؤں کی خاک چھانتا اور انسانوں کا خون پیتا، کون لیہغو برداشت کرتا اور کون لوریما کو مسترد کرتا۔ یہ میں تھا، جس کے اعصاب پر ہر جگہ اس کا جمیل چہرہ چھایا رہا اور مجھے معرکے سر کرنے کی تحریک دلاتا رہا۔ انگروما کے لوگ کہتے تھے کہ وہ بے وفا ہے وہ قتالہ ہے، وہ بڑی رسوا ہے، مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ جابر بن یوسف نے اسے تمام اندیشوں کے ساتھ قبول کیا ہے۔ وہ ایک نگاہ التفات کے بعد اگر قتل کا حکم صادر کرے تو اسے غنیمت جانا جائے مشکل یہ ہے کہ تاریک براعظم کے لوگ سرزمین عرب اور وہاں کے لوگوں سے ناواقف اور عشق کی

باتوں سے ناآشنا تھے۔ ایسے لوگوں میں ایک شخص آیا تھا۔ میں نے اپنے گزشتہ بیان میں اس کے متعلق بہت کچھ کہا ہے۔ ذرا اندازہ کیجیے کہ جزیرہ توری پر قدم رکھتے ہی میری شدتوں نے مجھے کتنا مضطرب کیا ہوگا؟ میں چاہتا تھا کہ سب سے پہلے اس کے آستانہ حسن پر دستک دوں لیکن اس حریم ناز کا نظارہ اس پیکر حسن کا جلوہ اتنا آسان ہوتا تو میں کبھی کا مر گیا ہوتا۔

دور سے بستی کی جھونپڑیاں ایک قطار میں نظر آ رہی تھیں۔ سب کچھ وہی تھا۔ ایک اونچی جگہ کھڑے ہو کر میں نے اپنے علاقے کا نظارہ کیا۔ وہاں زندگی متحرک معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت میرے قریب سے میرے علاقے کا ایک شخص گزرا۔ میں نے اسے روک کر پوچھا۔ ''کیوں رے، علاقے کا سردار کون ہے؟''

وہ میرے سینے پر آراستہ نوادر دیکھ کر گنگ ہو گیا اور کوئی جواب دینے کی بجائے قدموں پر گر پڑا۔ دہشت سے اس کا سر دوبارہ نہیں اٹھا۔ میں نے اس کے بال پکڑ کر اسے بمشکل تمام کھڑا کیا۔ ''مقدس سردار جابر بن یوسف!'' وہ ہکلا کر بولا۔ ''تمہارے لوگ تمہارے منتظر ہیں۔'' وہ مجھے پہچان گیا تھا اور اسی لیے اس کے جسم پر لرزہ طاری تھا۔

''جاؤ آگے جا کر انھیں خبر کرو کہ ان کا سردار واپس آ گیا ہے۔'' میں نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ وہ سرپٹ بھاگا۔ راستے میں کئی جگہ گرا ہانپتا کانپتا بستی میں داخل ہو گیا۔ پھر میں نے ڈھول اور نقارے کی آواز سنی اور ابھی میں آدھے راستے پر تھا کہ میرے علاقے کے لوگ اپنی جھونپڑیوں سے بے تحاشہ نکلے۔ فزاروان میں سب سے آگے ہو گیا۔ وہ سب مجھ سے کچھ دور کھڑے ہو کر زمین پر عقیدت و اطاعت کے اظہار میں گر گئے اور فزارو وفادار کتے کی طرح میرے پیر چاٹنے لگا۔

بستی کے قریب پہنچتے ہی میری پشت پر ہزاروں افراد کا ٹھٹ جمع ہو گیا۔ میں جس راستے سے گزرتا، لوگ عقیدت سے زمین پر گر جاتے۔ وہ حیرت سے میری صورت دیکھتے، مکان تک پہنچتے پہنچتے میرے قبیلے کے سارے لوگ میری دید کو آ چکے تھے اور مکان کے سامنے ایک ہجوم لگا ہوا تھا۔ وہ میرے عوامی عادتوں سے واقف تھے اس لیے مجھ سے کچھ سننے کے منتظر تھے۔ بستی میں مجھ سے پہلے ایسا سردار نہیں تھا کہ سردار اپنے قبیلے کے لوگوں سے مخاطب ہو۔ فزارو نے اپنا ہاتھ بلند کر کے انھیں خاموش رہنے کی تلقین کی تمام نقارے ڈھول باجے تاشے بند ہو گئے اور جم غفیر پر ایک سکوت طاری ہو گیا۔

مجھے آٹھ افراد نے بڑی احتیاط اور احترام سے ٹانگوں سے پکڑ لیا۔ میں اتنا بلند ہو گیا کہ سب کو دکھائی دینے لگوں۔ دور تک سر ہی سر نظر آتے تھے۔ میرے کھڑے ہوتے ہی مجھ میں ایک انتشار سا بپا ہو گیا۔ میں نے توری کے وہ شناسا چہرے محبت اور فخر کی نظر سے دیکھے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لیے۔

نتیجتہ ہجوم نے بھی میرے اقدام کی پیروی کی اور ہاتھ ہلا ہلا کر زور سے اطاعت کا اظہار کرنے لگے۔ میں نے اونچی آواز میں انھیں خطاب کیا۔ ''توری کے لوگو! کیا مجھے پہچانتے ہو؟ میں کون ہوں؟'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

جواب میں سرگوشیاں سی ہونے لگیں اور بے اختیار ان کے سیاہ جسموں میں سفید دانت کھلانے لگے۔ ان پر میرے اس پر جملے کا خوش گوار اثر پڑا۔ میں نے کہا۔ ''میں تمہارا سردار جابر یوسف ہوں اور آج ایک عرصے بعد خود کو تمہارے درمیان پا کر اپنی رگوں میں خون کی گرمی محسوس کر ہوں' سنو کہ میں واپس آ گیا ہوں اور تمھیں مژدہ ہو کر شدید ترین مصائب اٹھانے کے بعد میں کامیاب و کامران واپس آیا ہوں۔ اپنے سر بلند کر لو کہ میں نے جزیرہ باگمان کی سرداری بھی حاصل کر لی ہے لیکن وہاں میں اپنے بہادر دوست اسٹالا کو نیابت کے فرائض سونپ کر تمہارے پاس آ گیا ہوں اس لیے کہ مجھے تم سے سب سے زیادہ رفاقت محسوس ہوئی اس لیے کہ توری تاریک براعظم کی پرجلال ملکہ مقدس اقابلا تک پہنچنے کا دروازہ ہے۔ اس لیے کہ یہیں میری ملاقات اس عظیم و جلیل ہستی سے ہو تھی جس نے ایک اجنبی کو اتنی سعادتوں سے نوازا۔ میں پھر یہاں آ گیا ہوں۔ چنانچہ اطراف واکناف کے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے (میرا اشارہ شوالا کی طرف تھا) کہ جابر بن یوسف اب جزیروں کا سردار ہے۔ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو غور سے دیکھ لو کہ میرا سینہ نوادر سے سجا ہوا ہے۔ طاقت میں میری ہمسری کرنے والے کو یہ جان لینا چاہیے کہ میں مقدس اقابلا کی نظروں میں سرخ رو ہو۔ کے لیے کسی کو معاف نہیں کروں گا۔ میری زندگی صرف اس کے لیے وقف ہے جو ہم سب سے مقدس محترم ہے میں تم سے کہتا ہوں کہ سربلندی چاہتے ہو تو اس کا خیال رکھو۔ میں نے تم سے علیحدہ رہ بہت کچھ دیکھا ہے۔ سنو دیوتا تمہاری اطاعت کے خواہاں ہیں اور مقدس اقابلا جبھی پرسکون اور شاد رہ سکتی ہے جب تم میں سے ہر شخص اپنے آپ کو اس سے قریب کرنے کی خواہش کرے۔''

میری تقریر دل پذیر اور میری صدائے خوش انداز سن کر وہ مسرت میں جھومنے لگے۔ میں دیوتاؤں سے ان کے لیے دعائیں مانگیں اور اپنی آمد کی خوشی میں تین روزہ جشن منانے کا اعلان کر انہوں نے وہیں زمین پر لوٹنا شروع کر دیا۔ عورتیں اور سب مرد بے قابو ہو گئے۔ فزارو مجھے لیے دیا سے اپنے جھونپڑی نما مکان میں آیا۔ مکان میں فزارو نے کچھ ترمیم کی تھی۔ اندر آ کر مجھ پر غشی طا ہونے لگی حالانکہ مجھے فزارو سے بہت سی باتیں کرنی تھیں لیکن پانچ دن کی تھکاوٹ اور بھوک نے بے حال کر رکھا تھا۔ فزارو نے میرے سامنے اعلیٰ مشروبات اور غذائیں پیش کر دیں۔ توری کی لڑکیاں میری خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ انہوں نے تسلوں میں بھرے ہوئے پانی سے میرا جسم د شروع کر دیا۔ بھنا ہوا گوشت پیٹ میں پڑا تو مجھے نیند آنے لگی۔ وہ لڑکیاں بالکل نئی تھیں۔ ا

ے میں توری میں کئی لڑکیاں جوان ہو گئی ہوں گی۔ آنکھیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں۔ میں پیال آرام دہ بستر پر دراز ہو گیا۔ میں نے ہر بیکا کی آٹھ آنکھوں والا پتھر فزارو کے حوالے کیا۔ وہ ے تخلیے کے لیے لڑکیوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے انھیں بھی رخصت کر دیا اور گہری نیند سو یا۔ گہری نیند جو کبھی بیروت میں مجھے اپنے آرام دہ بستر پر نصیب ہوتی تھی۔

جب میری آنکھ کھلی تو شام ہو گئی تھی لیکن میری آنکھیں روشن تھیں اور سارے بدن میں ایک نشہ چھایا ہوا تھا، میرے بیدار ہوتے ہی فزارو اندر آیا اور میں نے اپنا تجسس ختم کرنے کے لیے سب پہلے اس سے قبیلے کے متعلق پوچھا۔

''معزز جابر!'' وہ اس طرح وارفتگی سے بولا جیسے اس سوال کا جواب دینے کے لیے تیار بیٹھا ''تمہارے جانے کے بعد قبیلے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ میں نے قبیلے کی فلاح کے لیے تمہاری وں پر عمل کیا۔ اور مجھے خوشی ہے کہ میرے لوگوں میں نافرمانی کی وبا نہیں پھیلی۔ میں نے نئے ے سے ان کی جھونپڑیاں بنوائیں اور لکڑی کے لٹھوں، پتھروں اور دھات سے بہترین اوزار اور بنوائے۔ میں نے اپنے قبیلے کو ہر اعتبار سے مسلح کیا کہ اگر دو بدو ان کا مقابلہ کسی دوسرے قبیلے افراد سے ہو تو وہ پیچھے نہ رہیں۔''

''مجھے اندازہ ہے کہ تم نے میری عدم موجودگی میں میری ذمے داریاں نبھائی ہیں۔ فزارو! میں بس اس کا اجر ضرور دوں گا۔ لیکن ہمارے قبیلے کی طرف کسی نے آنکھ اٹھانے کی جرات تو نہیں کی ا؟'' میں نے بگڑ کو پوچھا۔

''نہیں۔'' فزارو نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ ''مگر شوالا کی سرکشی اپنی جگہ قائم رہی۔ تمہارے نے کے بعد اس نے ہمارے قبیلے کے لوگوں میں خوف و ہراس پھیلانے کی کوشش کی۔ یہ تمہارا ل تھا اور دیوتاؤں کا سایہ کہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہے۔''

''شوالا.....'' میں نے پوچھا۔ ''اس نے پھر کوئی شرارت کی ہے؟ کیا اس کی سرکشی ابھی ختم نہیں ا؟ کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ مجھے باگمان میں تربیت کے لیے بھیجا گیا تھا اور میں واپس آنے کے گیا تھا۔''

''معزز جابر۔ اس کا خیال ہوگا کہ باگمان سے تمہاری واپسی ناممکن ہے' باگمان کی کڑی تربیت ، بہت کم لوگ واپس آتے ہیں۔ وہ دونوں قبیلوں پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہا تھا لیکن اس کے ے ماند پڑ گئے جب جزیرہ بیزنار کا ایک سرکش اور دیو قامت شخص نربگا توری میں تمہارے قبیلے کی اری کے لیے کھڑا ہوا۔ اس نے مطالبہ کیا کہ جابر بن یوسف باگمان سے واپس نہیں آیا ہے چنانچہ زری کے اس قبیلے کی سرداری کا امیدوار ہے۔ کاہن اعظم نے اس کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ اگر تم چار

مکمل چاند کے بعد، ادھر نہ آتے تو کاہن اعظم روایت کے مطابق نربگا کو توری کی سرداری کے لیے پیش کر دیتا اور نربگار سے کوئی شخص مقابلہ نہ کرتا۔ کیونکہ اس نے مقدس اقابلا کی خاص نوازشوں سے بلند مرتبہ حاصل کیا ہے۔''

''فزارو.....تو کیا نربگا نے اپنا مطالبہ واپس لے لیا؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔ ''کیا وہ مقدس اقابلا سے بہت قریب ہے؟''

''جو اپنے لوگوں کے درمیان سب سے نمایاں ہوتا ہے وہ یقیناً دوسروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ اپنی ذہانت اور شجاعت سے مقدس اقابلا کا قرب حاصل کر لیتا ہے اور مقدس اقابلا اسے ہر جگہ کامیابیوں سے نوازتی ہے۔'' فزارو نے کہا۔ ''اس کی نوازشیں کسی ایک فرد کے لیے محدود نہیں ہیں۔''

''کیا نربگا واپس چلا گیا؟''

''نہیں وہ اب بھی یہیں موجود ہے۔ وہ شوالا کا مہمان ہے۔ وہ چار چاند گزر جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اب جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ تم واپس آ گئے ہو تو شاید وہ واپس چلا جائے یا.....'' فزارو کچھ کہتے کہتے رک گیا۔

''یا کیا.....؟'' میں نے اضطراب سے پوچھا۔ ''کیا وہ میری واپسی کے بعد بھی مجھ سے نبرد آزما ہونے کا ارادہ کرے گا؟''

''ہو سکتا ہے۔''

میں نے اپنا پیر زمین پر مار کر کہا۔ ''تاریک براعظم میں ایک دن کسی کو یہ دعویٰ کرنے کا حق نہیں رہے گا کہ وہ مقدس اقابلا سے زیادہ قریب ہے۔ میں درمیان کی صورت پسند نہیں کرتا۔ جاؤ فزارو، شوالا کو یہ باور کرا دو کہ جابر بن یوسف کے گلے میں زارشی کے صحرا کا عطیہ شپالی موجود ہے جو اس بات کی نشانی ہے کہ اب ہر شخص کو اس سے محتاط رہنا چاہیے۔''

''معزز جابر! اسے جلد ہی اس کا علم ہو جائے گا اور نربگا بھی واپس چلا جائے گا لیکن ہمیں شجاعت کے ساتھ ذہانت بھی کام میں لانا ہوگی۔'' فزارو نے خوف زدہ آواز میں کہا۔ ''مقدس اقابلا ذہین اور شجیع لوگ درکار ہیں۔''

فزارو نے میری برہمی دور کرنے کے لیے توری کی نوجوان لڑکیوں کے طائفے کو آواز دی۔ حسین لڑکیاں میرے پہلو میں بیٹھ گئیں۔ اور میرا جسم دبانے میں مصروف ہو گئیں۔ تھوڑی دیر بعد قبیلے کے معزز افراد کا اجتماع ہوا۔ فزارو نے مجھے کوئی دل خوش کن خبر نہیں سنائی تھی۔ یہ خیال آتے ہی کہ قاتل شوالا کے پاس موجود ہے مجھے خود سے ندامت ہونے لگی۔ شوالا اب تک ایک کانٹا تھا۔ مجھے جو توری کی سرزمین پر اس کے وجود سے نفرت تھی اس لیے کہ مجھے اپنے لیے اس کی نفرت کا بھی اندازہ

نے خود نربگا کو تیار کیا ہوگا۔ وہ جشن کی پہلی رات تھی۔ فزارو مجھے بستی میں لے گیا، اس کا میں وہاں سے اپنے لیے لڑکیاں منتخب کروں گا جو اپنے بدن رنگ کر مستانہ ادا کے ساتھ راستے ی میری جنبش نگاہ کی منتظر تھیں۔ میرے قبیلے کی ہر عورت سردار سے رفاقت کا اعزاز حاصل کے لیے بے چین تھی۔ میں ان کے سراپا کا جائزہ لیتا ہوا واپس آ گیا۔ مجھے امید تھی کہ کاہن ورال میری پذیرائی کو آئے گا۔ اقابلا کی طرف سے کوئی سلسلہ جنبانی ہوگی لیکن نہ اشارہ کا پتہ تھا ں کا۔ شام گزرنے کے بعد میں ادھر آیا تھا۔ ان باتوں نے میرا ذہن بوجھل کر دیا۔

اور میں نے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔ جب مجھے اپنے بوڑھے ہندی دوست سرنگا کا خیال آیا صبح تک میں نے اس کے بارے میں کسی سے کچھ نہیں پوچھا تھا یہ احسان فراموشی کی انتہا تھی۔ وہ ندام ہندی دوشیزہ سریتا بھی میرے قبیلے میں موجود نہیں تھی جسے میں بہت عزیز رکھتا تھا۔ یہ تھا جس کی دیوی نے مجھے انگروما کے طلسمی قید خانے سے نجات دلائی تھی۔ اصولاً مجھے سب سے پہلے سرنگا کو تلاش کرنا چاہیے تھا لیکن میں مقدس اقابلا کے تصور میں سب بھول گیا۔ میں اپنے ے سے نکل آیا اور میں فزارو سے حکمیہ انداز میں پوچھا۔ ''سرنگا کہاں ہے؟''

''سرنگا۔ وہ ہندی بوڑھا۔'' وہ کسی قدر تذبذب سے بولا۔ مجھے اس کے تخاطب پر طیش آ گیا۔ ''وہ سرنگا اور اس کی لڑکی کہاں ہے؟''

''میں نے سرنگا کو عرصے سے نہیں دیکھا۔'' فزارو نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''اس کی لڑکی بھی غائب ہے جس دن ایک معزز طبیب جواد نے اسے اپنی آسودگی کا ذریعہ بنانا چاہا تھا، یاد ہوگا معزز جابر کہ اسی دن کسی نادیدہ قوت نے ایک اقابو کو بھی ختم کر دیا تھا۔ سریتا اسی دن پوش ہے جواد کچھ روز تک کاہن اعظم کے زیر علاج رہا، پھر صحت یاب ہو گیا۔ آج کل وہ شوالا میں مقیم ہے۔ سرنگا معتوب تھا۔ اس کا دور عتاب جیسے ہی ختم ہوا۔ اسے کاہن اعظم نے توری سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ بہت دن ہوئے کسی نے اسے جنگلوں میں دیکھا تھا۔ لیکن لڑکی اس کے ساتھ نہیں تھی۔''

''اوہ فزارو تمہیں معلوم تھا کہ میں اس لڑکی کو کتنا عزیز رکھتا ہوں۔ تم نے اسے تلاش کرنے کی بھی نہیں کی؟'' میں نے فزارو سے تلخ لہجے میں کہا۔

''وہ ایک معتوب شخص کی بیٹی تھی۔ اس لیے میں محتاط رہا۔''

''سرنگا۔ میرے مظلوم ہندی دوست!'' میں نے سرگوشی کی۔ ''تمہیں یہاں آ کر ایک لمحہ بھی چین نہیں ملا۔ اور میں محسن کش شخص تمہاری لڑکی کی حفاظت بھی نہ کر سکا۔''

''میں جا رہا ہوں۔'' میں نے فزارو سے کہا۔ ''میں اپنے دوست سرنگا کو تلاش کروں گا اور اسے

اپنے قبیلے میں لانے کے بعد مقدس اقابلا سے اس کے لیے سفارش کروں گا۔''

''اسے کاہن اعظم نے نکال دیا تھا۔'' فزارو نے دبی زبان سے کہا۔

''میں اسے واپس لانے کی کوشش کروں گا۔''

''کیا تم کل صبح تک نہیں ٹھیر سکتے؟ جزیرہ توری میں معزز جابر کے اعزاز میں آج رات مقا کا رقص ہو رہا ہے۔ آقا تم چلے گئے تو قبیلے کے لوگ اس تقریب میں اپنے سردار کی کمی شدت محسوس کریں گے۔''

''نہیں یہ جشن برپا کیا جائے اور اس دھوم دھام سے کیا جائے کہ شوالا کا قبیلہ رشک کر عورتوں اور مردوں کو آزادی دو کہ آج وہ جسے چاہیں اپنا رفیق چن لیں۔ شراب کے تمام برتن کھول ان سے کہو کہ آج رات وہ جو چاہیں کریں۔ جنگلوں سے جانوروں کو آواز دو۔ مدعوئین کو بہتر فراہم کیا جائے۔ وہ اتنی شدت سے ڈھول بجائیں کہ ان کے ہاتھ میں زخم پڑ جائیں، دوبار طرح ناچیں کہ ان کے تلوے چھل جائیں۔''

''میں نے اپنے معزز سردار کے لیے قبیلے کی چند حسین لڑکیاں پرورش کی ہیں۔ کم از کم و جشن میں شریک نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ وہ صرف سردار کے لیے وقف ہیں۔'' فزارو نے ادب سے

''انھیں بھی لوگوں میں تقسیم کر دو۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔

''یہ روایت کے خلاف ہے۔ وہ سردار کے لیے وقف ہو چکی ہیں۔ انھیں خصوصی طور پر پھل اور بوٹیاں کھلائی گئی ہیں۔ ان کے جسموں پر طیرسی کے تیل سے مالش کی جاتی رہی ہے اور کے کیڑوں نے انھیں معطر کر دیا ہے۔ ان کی سانسوں میں خوشبو ہے اور وہ اپنے سردار کی منتظر ہ فزارو نے آہستگی سے کہا۔

میں فزارو کی ہوس انگیز ترغیبیں سنی ان سنی کر کے جنگل کی سمت چلنے لگا۔ فزارو میری م دیکھتا رہ گیا۔ جشن میں آج رات میری ہدایت پر جارا کا کی مشترکہ عبادت کا اہتمام کیا گیا تھا میں سریتا اور سرنگا کی جستجو میں اسے چھوڑ کر چلا آیا تھا۔

''سرنگا۔ تم کہاں ہو؟'' میں نے جنگل کی سنسان رات میں ہانک لگائی۔ جنگل کی سوئی آبادی نے مختلف قسم کی آوازیں نکالنی شروع کر دیں۔ اسے تلاش کرتے کرتے بہت رات ہ تھی۔ سرنگا نے خود کو محفوظ کرنے کے لیے اپنے اردگرد کوئی ایسا پردہ لگا لیا تھا، جس کے اندر جھانک سکے۔ سرنگا کوئی معمولی شخص نہیں تھا۔ اس ہندی بوڑھے کے اسرار رفتہ رفتہ مجھ پر کھل تھے۔ حیرت کی بات تھی کہ تاریک اعظم میں ہوس اور غضب کی نگاہوں کے باوجود اسکی لڑکی م دوشیزگی پر کوئی داغ نہیں آیا تھا۔ وہ ابھی تک ایک دھلی ہوئی شفاف او پاکیزہ لڑکی تھی۔ کیونکہ

عظیم دیوی کی امان میں تھی۔ میں تمام رات سفر کرتا رہا اور غار در غار سرنگا کو آوازیں دیتا رہا۔ اسٹالا مجھے پراسرار علوم کے بارے میں چند نکتے تعلیم کیے تھے اور مجھے اپنے تحائف سے مدد لینے کا گر بایا تھا۔ لیکن جہاں پہلے ہی طلسمی پہرے لگے ہوئے ہوں، وہاں ان کا عمل دخل طلسم ٹوٹنے کے بعد لکن تھا۔ میں نے ایک خاص جگہ پہنچ کر سرنگا کی بو سونگھ لی تھی۔ اتنے مصائب اٹھانے اور اتنی دجہد کرنے کے بعد مجھ میں اپنے اردگرد کی موافق ناموافق فضا کا جائزہ لینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ۔ مگر جب سرنگا کو متعدد آوازیں دینے کے بعد بھی کوئی ردعمل نہیں ہوا تو میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے ''میں تم سے ملاقات کیے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا بہتر ہے کہ تم پردہ چاک کر دو اور آ کر اپنے ت کے گلے لگ جاؤ۔''

کچھ نہیں ہوا، میری بات کا کوئی جواب نہیں ملا۔ میں نے اپنے اژدہے کو حکم دیا کہ وہ مجھے سرنگا لے چلے۔ اژدہا ایک سمت جا کر رک گیا۔ اندر ایک غار تھا لیکن اژدہے نے اندر جانے سے انکار دیا تھا۔ اور اب واپس میرے گلے میں جھول رہا تھا۔ ''میں تمہارے دروازے پر ہوں سرنگا!'' میں چیخ کر کہا۔ ''کیا تم بہرے ہو گئے ہو؟'' مجبوراً مجھے اپنا سب سے انمول تحفہ شپالی غار کے اندر پھینکنا شپالی کے اندر جاتے ہی غار بقعہ نور ہو گیا اور میں جھجکتا ہوا سمساتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ شپالی ں سے اوجھل تھی میں نے اژدھا زمین پر چھوڑ دیا کہ وہ شپالی ڈھونڈ کر مجھے لا دے۔ اژدے نے ایک لمحے بعد میرے ہاتھ میں شپالی اگل دی۔ ''مجھے افسوس ہے سرنگا'' میں نے اندر گھستے ے کہا۔ ''لیکن میں تمہارے لیے کوئی غیر نہیں ہوں۔ تمھیں تو خوش ہونا چاہیے کہ میں نے ایسی ں حاصل کر لی ہیں۔ تمہارا دوست خالی ہاتھ واپس نہیں آیا۔'' میں یہ کہتا ہوا غار کی لمبی سرنگ عبور یا اندر ایک ٹمٹماتا ہوا دیا روشن تھا اور مکڑی کے جالوں کے درمیان بوڑھا سرنگا بے حس و حرکت ایک انداز سے بیٹھا ہوا تھا اس کے دونوں پیر ایک دوسرے کے اوپر تھے اور ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ے تھے۔ ''سرنگا میرے محترم دوست! یہ میں ہوں جابر! آنکھیں کھولو۔''

سرنگا کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ میں نے مسلسل اسے اپنی آمد کی اطلاع دی لیکن اس کی میں بھی جنبش نہ ہوئی۔ میری چیخنے اور پکارنے پر بھی وہ ٹس سے مس نہ ہوا، مجھے زارشی کے یاد آ گئے۔ وہ بھی اپنے عمل میں اتنے ڈوب جاتے تھے کہ برسوں انھیں باہر کی دنیا سے واسطہ رہتا تھا سریتا کو وہاں نہ پا کر مجھے اور تشویش ہوئی، میں نے اس شکستہ کھوہ میں اسے آواز دی۔ پھر ایک چھوٹی سے جگہ کا پتہ چلا، وہ ایک تنگ راستہ تھا۔ میں اس سے گزر کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر اندھیرا تھا۔ شپالی کی روشنی اس مرتبہ بھی کام آئی۔ روشنی میں جب میری نظر زمین پر پڑی تو مجھے اپنا ہاتھ اپنے سر پر رکھنے پڑے میرے منہ سے ایک کرب ناک آہ بلند ہوئی میں اس پر جھک گیا

۔وہ سرینا تھی۔ وہ سوئی ہوئی نہیں تھی اور زندگی کے آثار بھی ایسے نظر نہیں آتے تھے۔ میں نے اس
پھول سا بدن اٹھایا تو اس کے بدن کے پھول بکھر گئے۔ وہ میری پنڈلیوں پر گر گئی۔ موت اور زند
کے درمیان ایک کیفیت کا نام سکتہ ہے، سرینا سکتے کی کیفیت سے دوچار تھی۔ سرنگا نے اسے بگڑ
نہیں بنایا تھا۔ لیکن اسے ایک جگہ ٹھہرا دیا تھا۔ میں نے اسے چٹان کے سہارے لٹا دیا، اس کے نتھنے
ایک پھول تھا اور دانت سختی سے بند تھے۔ میں دوڑا دوڑا باہر آیا۔ سرنگا اب بھی خاموش بیٹھا قہقہے
جل رہا تھا۔ میری سمجھ میری سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں؟ ان دونوں کو کیسے جگاؤں؟ انھیں کیسے بتاؤں
کہ میں آ گیا ہوں؟ میں نے سرنگا کے کان میں آواز دی۔ اس کا جسم چھوا۔ اس کے سامنے دیوی کی
وہی چھوٹی سے مورتی تھی، جسے وہ اپنے پاس بڑے احترام سے رکھتا تھا۔ اس کی نظریں مورتی پر گ
ہوئی تھیں۔ دیوی کی مورتی دیکھ کر میں نے جوش مسرت اور عقیدت میں اسے اٹھا لیا اور اس کا ایک
بوسہ لیا۔ میرے اس عمل سے سرنگا کے بے جان جسم میں حرکت ہوئی اور اس نے جھپٹ کے مجھ سے
مورتی چھین لی' اس نے اشتعال کے عالم میں میری طرف دیکھا۔ دیے کی روشنی میں اس کی سرخ
آنکھیں خون اگل رہی تھیں۔ میں نے شگفتگی سے کہا۔ ''دشمن نہیں ہے سرنگا۔ میں ہوں تمہارا دوست
جابر بن یوسف۔''

''جابر!'' اس نے کرب سے میرا نام لیا۔ پھر نرم آواز میں بولا۔ ''تم آ گئے ہوں؟''

''ہاں سرنگا' میں آ گیا۔'' میں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مجھے تمہارا انتظار تھا۔''

''میں ہر جگہ تمھیں اور سرینا کو یاد کرتا رہا۔ میں انگروما کے باغیوں میں پھنس گیا تھا۔ اگر تمہارا
عظیم دیوی میری مدد نہ کرتی تو میں کبھی وہاں سے واپس نہ آتا۔'' میں نے احسان مندی سے کہا۔

''انگروما۔'' وہ زہر خند سے بولا۔ ''تم نے وہاں کیا دیکھا؟''

''میں نے کیا نہیں دیکھا؟ تم نے سچ کہا تھا کہ یہاں کی زمین کا ہر ذرہ اپنے اندر ایک اسرا
چھپائے ہوئے ہے۔ میں نے انگروما میں قد آور اشخاص دیکھے۔ وہ ایک عجیب دنیا ہے۔'' میں
چند سانسوں میں اسے انگروما کی ساری کہانی سنا دی۔ وہ پورے انہماک سے اسے سنتا رہا۔ پھر اس
نے مختلف سوالات کیے میں کہیں کہیں اٹک رہا تھا۔ اس نے کہا۔

''فکر نہ کرو، اس غار کی آواز یہیں گھٹ جاتی ہے۔''

یہ سن کر میں نے اطمینان سے اپنے تمام تاثرات اسے منتقل کر دیے۔ انگروما کے واقعات
نے بطور خاص اشتیاق سے سنے پھر میں نے باگمان کا واقعہ سنایا۔ زارشی کے بوڑھوں کا ذکر کیا۔ اس
کو اقتدار سونپنے کی داستان گوش گزار کی۔ میں ایک شاگرد کی طرح ایک عزیز کی طرح اسے

ورے کی تفصیلات سناتا رہا۔ پھر میں نے بڑے اشتیاق سے اسے اپنے تحائف دکھائے۔ میں
لی رگڑ کر پورا غار روشن کر دیا۔ میں نے وزنی پتھر اپنے ایک ہاتھ پر اٹھا کر اسے آسانی سے
طرف پھینک دیا۔ اژدہا متحرک کر کے اسے دیا بجھانے کا حکم دیا۔ اور شپالی نے دیا دوبارہ روشن
۔میں نے ڈبگی کے سینگ زمین پر مارے، وہاں گڑھا ہو گیا۔ تحائف کی نمائش کے بعد میں
اسے پوچھا۔ ''کہو محترم سرنگا کیا خیال ہے؟''

'ہاں یہ قابل ستائش ہے مگر یہ کچھ نہیں ہے۔''

'کیا..... سرنگا تمہارا کیا مطلب ہے؟'' میں نے حیرانی سے پوچھا۔

'جابر بن یوسف! آہ تم نے تمام باتوں کا ذکر کیا مگر تم نے واپس جانے کی کوئی خواہش ظاہر
۔تمھارا مقصود نظر کچھ اور ہے۔ کیا ہم کبھی یہاں سے واپس نہیں جائیں گے؟''

'واپسی؟ ارے سرنگا'' میں نے ہنس کر کہا۔ ''میں نے یہ طلسمی دنیا دیکھی ہے، اب مہذب دنیا
جاؤ۔ مجھے ایسے کوئی امید نہیں رہی ہے، اسی لیے میں نے اس دنیا سے مفاہمت کر لی ہے۔
دنظر اگر وہ ہے تو یہ کوئی معمولی مقصد نہیں ہے۔ میں ان تحائف کی مدد سے اور تمہارے
سے تاریک براعظم میں آگ لگا دوں گا۔ میں اس سلطنت میں اس سے اتنا قریب ہو جاؤں
تک کوئی نہیں ہوا ہو گا۔ انگروما کے باغی اس کی بے وفائی کے شاکی ہیں۔ میں کہتا ہوں ان
میں صدق نہیں تھا۔ میں یہ معرکہ ضرور سر کروں گا۔'' میں نے مکمل عزم کے ساتھ کہا۔

نہیں۔'' اس نے اپنا ہاتھ روک کر کہا۔ ''میں سب جانتا ہوں تمہارے ارادے مجھے تو انار رکھتے
نا جابر! میرے عزیز' میرے بچے!'' سرنگا نے شفقت سے کہا۔ ''تمھیں شاید جلد ہی انگروما
یا گیا۔ ابھی تمھیں اور وہاں رکنا تھا۔ ابھی تمھیں پختگی کی ضرورت تھی۔ انگروما کے فاضل
نے تم میں سنجیدگی پیدا نہیں کی۔ میں تمہاری عمر کے کچھ اور سال ڈھلتے ہوئے دیکھنا چاہتا
ی تمہاری باتوں سے دودھ کی بو آتی ہے۔''

سرنگا! میں اب تمہاری باتیں رد کرنے کی جرات نہیں رکھتا، لیکن تمہاری احتیاط اور تحمل کے سبق
ل ہوتا تو تاریک براعظم میں آج میری یہ حیثیت نہ ہوتی۔'' میں نے ناگوار لہجے میں کہا۔

تمھیں نہیں معلوم میرے عزیز اپنا ذہن فراخ کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم غلط سوچوں سے
گے۔ میں تم سے یہ کب کہتا ہوں کہ تم یہاں کے معاملوں میں اندر تک شامل ہونے کی
لرو مگر اس بات کا خیال رکھو کہ کوئی بھی شخص تمھیں عقب سے چھرا مار سکتا ہے۔''

ے خبر ہے سرنگا۔ کیا تمھیں شوالا یاد ہے؟'' میں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

مجھے معلوم ہے تم کیا کہنا چاہتے تو۔ جابر بن یوسف! تمھیں سلطنت اقابلا کے قانون کی رو

سے پورا حق حاصل ہے کہ تم اسے کسی بھی وقت دعوت مبارزت دو مگر اب وہاں ایک اور شخص بھی موجود ہے۔''

''نر بگا۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''میں اس کے متعلق سن چکا ہوں۔''

''جابر بن یوسف! ذہانت کی جنگ سب سے مفید ہوتی ہے۔ تمھیں اپنے موجودہ منصب کے مطابق صرف ایک محاذ پر شوالا یا کسی دوسرے سے جنگ نہیں کرنی، بہت سے محاذ کھولنے ہیں۔ تم اپنی ذہانت کی بساط بچھانی ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں لیکن مجھے آئے ہوئے ایک دن بھی نہیں گزرا۔ حیرت ہے کہ ابھی تک اعظم سمورال نے نہ مجھے طلب کیا نہ خود میرے علاقے میں آیا، نہ ہی اقابلا کی طرف سے کوئی ہوئی۔'' میں نے تذبذب سے کہا۔

''وہ شاید تاخیر سے تمہاری طرف رجوع ہوں کیونکہ تم انگرو ما سے واپس آئے تو تم اس کے حریفوں کے درمیان رہے ہو۔ کاش تمہارا رابطہ کسی طوران سے برقرار رہتا۔''

''سرنگا..... یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''

اگر تمہاری عقل بعید از فہم باتیں نہیں سوچے گی تو تمہارے راستے میں بڑی تکلیفیں پیش آ عزیز جابر..... تم۔''

یکا یک سرنگا کا لہجہ بدل گیا۔ روشنی کی ایک لکیر تیزی سے غار کے اندر داخل ہوئی اور فوراً ہوگئی۔ سرنگا سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ''وہ عظیم ہے جابر بن یوسف! مقدس اقابلا عظیم ہے۔'' وہ ''صرف اس کی طلب کرو اور زمینیں اپنے پیروں تلے روند دو۔ وہ ایک دن تمھیں سرفراز کرے شجاعت اور ذہانت کے اعلیٰ مظاہرے کرتے رہو اور جب تمھیں اس کی دید کی سعادت نصیب اس سے میری سفارش بھی کرنا۔ کہنا سرنگا اس کی اطاعت گزار ہے۔''

میں اس سے ضرور کہوں گا۔ وہ تمھیں معاف کر دے گی۔ کیونکہ اس کا دل وسیع ہے۔ کسی دن خود آبادی میں جاؤ گے لیکن میں سریتا کو یہاں سے لیے جا رہا ہوں۔ سریتا پر ایسی کوئی نہیں ہے۔''

سرنگا نے مجھے اجازت دے دی۔ یہ گفتگو ادھوری رہ گئی مگر ہم نے اہم باتیں کر لی تھیں نے اسے زندہ و سلامت دیکھ لیا تھا۔ میں شپالی سے غار کا طلسم توڑ کر اندر داخل نہ ہوتا تو روشنی لکیر کا گزر بھی ممکن نہ ہوتا۔ میں نے پھر رسمی طور پر سرنگا سے باتیں کیں۔ کیونکہ ہماری گفتگو باہر کی پراسرار طاقتوں سے پوشیدہ نہیں رہی تھی۔ سریتا میرے جسم سے چپکی ہوئی تھی اور مجھے لمس سے یک گونہ مسرت ہو رہی تھی۔ میں اسے دل میں بٹھانا چاہتا تھا۔ اسے احتیاط سے

کان میں آ گیا۔ یہاں میں نے اس کا سکتہ توڑنے کے لیے فزاروں کی مدد طلب کی۔ فزارو دوبارہ دیکھ کر حیران تھا۔ ہماری پیہم کوششوں سے وہ ہوش میں آ گئی۔ اس نے آنکھیں کھول رسامنے مجھے دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئی۔ ''تم!'' وہ ابھی صرف یہی کہہ سکتی تھی میں نے اس کے لب پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے مختصراً بتایا کہ ہاں یہ میں ہی ہوں۔

میری ہدایت پر سریتا کو معطر پانی سے نہلایا گیا اور اسے پھولوں اور پتوں سے ڈھک دیا گیا۔ بدن کا عجب رنگ نکلا تھا۔ میں نے اسے سراپا قیامت کو دیکھا تو نظریں جھکا لیں اور اس سے سریتا قسمت میں یہی لکھا ہے کہ تم بار بار حادثوں سے دوچار ہوتی رہو اور میں بار بار تمھیں لاتا رہوں۔ اب تم یہاں آ گئی ہو تو تم اس گھر کی مالکہ ہو۔''

س نے شرما کر نظریں جھکا لیں اور میں بستی میں سرمست لوگوں کے درمیان پہنچ گیا۔ لوگ بے سدھ پڑے ہوئے تھے۔ عورتیں مرد بچے ادھر ادھر شب بیداری کے بعد اپنی جھونپڑیوں یان بکھرے ہوئے تھے۔ کسی کو ہوش نہیں تھا۔

ئی دن گزرنے کے بعد بھی کاہن اعظم سمورال کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہ ہونے پر ش ہونے لگی۔ میں نے انگرو ما اور باگمان میں بہت مصروف دن گزارے تھے۔ اس یکسانی اکتانے لگا، جس کے لیے اتنے عذاب مول لیے اس نے بھی میری واپسی پر کسی حوصلہ افزائی نہیں کیا؟ میں نے اس سے قربت کے لیے جو صبر آزما انتظار کیا تھا کیا وہ کم تھا؟ سرنگا جو کچھ تھا اس کی میری نظر میں کچھ وقعت نہ تھی۔ میں تو صرف ایک بات جانتا تھا کہ اس کی قربت ما کے بعد میری زندگی تمام ہوئی اس لیے اب مجھے اپنا گھر اپنا وطن یاد نہیں آتا تھا۔ ہاں کبھی ں اٹھتی تھی۔ میرا خیال تھا، میں بڑا حقیقت پسند ہوں، سرنگا سے زیادہ' کہ میں نے سحر و افسوں رزمین سے حقیقت پسندانہ مطابقت پیدا کر لی ہے۔ لیکن میری فکر کا دوسرا پہلو قطعاً شاعرانہ ما کے لوگ کہتے تھے کہ حسین اقابلا ایک خواب ہے، ایک خیال ہے ایک سحر ہے اس کے سوا یکن اس کے معاملے میں میرے دل پر کیفیتیں گزر جاتی تھیں۔ میں سوچتا کہ جب میں اس ہو جاؤں گا اور اس کا دست احمریں میرے اختیار میں ہوگا۔ اور اس کے لبوں کی حلاوت ں سے مس ہوگی تو یہ میری زندگی کا سب سے بڑا انعام ہوگا۔ توری آنے کے بعد اس کی یاد ست شدت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ انتظار کہ اس کی طرف سے کوئی پہل ہوگی، بہت گداز پیدا کرتا اپلٹ کر خبر نہیں لیتا تھا۔ سریتا کی موجودگی سے ذہن و دل میں اور فشار برپا تھے۔ وہ دوسرے ل سجی سجائی بیٹھی رہتی میں اسے دیکھتا اور توری کی نوجوان لڑکیوں کو دیکھتا مگر کنارہ کشی اختیار لہ کبھی تو اسے میرا خیال آئے گا۔ اس کی آنکھیں بڑی ہیں اور وہ کشمکش محسوس کر رہی ہوگی۔ وہ

یہ تپش محسوس کر رہی ہوگی جو صرف اس کی وجہ سے میرے سینے میں ہے۔ اس میں کوئی فریب نہیں
میرے ذہن میں اقتدار اور دوسری سفلہ خواہشوں کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ یہ منصب، یہ مسند، یہ
کی خواہش صرف اس سبب سے تھی کہ وہ مجھے مطلوب تھی، اس کا التفات اسی طرح حاصل کیا جا
کہ اس تک پہنچنے کے لیے کارنامے انجام دیے جائیں۔ اقابلا کا عرفان ایک پری پیکر دوشیزہ کا
، اس کا حسن ایک پہاڑ تھا، اس کا حسن ایک سمندر تھا، میں اس پہاڑ پر چڑھنے اور اس سمندر میں ا
کے لیے تڑپ رہا تھا۔ یہ مہم سر ہوگئی تو پھر دنیا میں اور کیا رہ جائے گا۔ ہاں جو لوگ راستے کا پتھر
ہوئے تھے۔ اور جو اس کی نظر میں میری منزلت گرانے کا سبب تھے، ان کی قسمت میں تاراجی لکھی
وہ میری شدتوں کا اقرار نہ کرے لیکن کب تک؟ اس کا طرز عمل سرد مہری کا تھا۔ یہ سرد مہری اب نا
برداشت ہوئی جاتی تھی۔

جزیرہ باگمان روانہ ہونے سے پہلے ایک رات جمرال میرے پاس آیا تھا اور اس نے شوالا
نائب زارمے کے بارے میں یہ رازدارانہ خبر دی تھی کہ وہ مجھ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔
سمورال زارمے کسی کا پتہ نہیں تھا۔ اشمار بھی غائب تھی۔ ان الجھنوں میں ایک خیال آیا کہ اگر
سمورال کو متوجہ کرنے کی ایک ہی صورت ہے، شوالا کو مبارزت کی دعوت دی جائے۔ جزیرہ تو
اس کا وجود میری شجاعت کی توہین ہے۔ میں نے فزارو کو بلا کر حکم دیا۔ ''کاہن اعظم کو اطلا
جائے کہ جزیرہ توری کے ایک قبیلے کا سردار جابر بن یوسف اس سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔
سمورال کا جواب بہت مایوس کن تھا۔ اس نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ وہ جب م
سمجھے گا خود میرے علاقے کا رخ کرے گا۔

میں نے فزارو کو دوبارہ اس کے پاس روانہ کیا کہ ''جزیرہ توری کا سردار جابر بن یوسف
سے مبارزت چاہتا ہے اور بیک وقت دونوں قبیلوں کی سرداری کا خواہش مند ہے تاخیر وہ ا
میں مضر سمجھتا ہے۔'' فزارو نے میرا یہ پیغام خاموشی سے سنا اور سمورال کی خدمت میں روانہ ہوگیا
دوسری بار بھی کاہن اعظم کا جواب توقع کے خلاف تھا۔ اس نے جواب دیا۔ ''وہ پیغام
اقابلا کی بارگاہ میں پہنچا دے گا۔ جابر بن یوسف کو مقدس اقابلا کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے۔
اس جواب کی روشنی میں، میں نے اپنی جگہ صورت حال کا تجزیہ کیا۔ یہ بات صاف تھی کہ
اعظم سمورال شاید کچھ مصلحتوں کے باعث مجھ سے ملنے میں پہلو تہی کر رہا ہے۔ دوسرا امکان
انگروما سے میری واپسی کا قصر اقابلا میں جائزہ لیا جا رہا ہے۔ وہ درمیان کے واقعات سے یعنی
میں میری مصروفیات سے لاعلم ہوں گے۔ کیونکہ جزیرہ انگروما میں ہونے والی سرگرمیاں ا
روپوش تھیں۔ انھیں صرف یہ معلوم ہوگا کہ باغیوں کی ایک سرزمین انگروما میں اقابلا کے دشمن

اس کا زوال دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ ممکن ہے انھیں یہ بھی معلوم ہو کہ میں نے مجبور ہو کر ان میں
ی اختیار کر لی تھی اور پھر میں اقابلا کے خلاف ان کی مشترکہ عبادتوں اور دعاؤں میں بھی شریک
میں نے انگروما کی بود و باش اختیار کر لی تھی۔ ممکن ہے انگروما کے دور اندیش عالموں نے کسی
سے انھیں یہ خبر پہنچا دی ہو کہ جابر بن یوسف انگروما کے باغیوں کی ہونے والی سازشوں میں
ملوث ہے۔ میں نے متعدد امکانات پر غور کیا۔ اپنے طور پر میں یہی کر سکتا تھا کہ تنہائیوں میں
یاد کروں اور اسے اپنا دل چیر کر دکھاؤں کہ میں ایک پاک و صاف شخص ہوں۔ وہ ایک دن
اضطراب اور میری سچائیوں کا یقین کر لے گی اور مجھے اپنے قصر میں طلب کرے گی اس کا قصر
خوب صورت ترین جگہ ہے کسی شخص کو اگر قصر اقابلا میں کوئی گوشہ مل جائے تو دنیا میں اس سے
ری کا تصور نہیں کیا جا سکتا لیکن اقابلا کب طلبی کا حکم صادر کرے گی؟ کب؟ یہ کون جانتا تھا۔
عجب گومگوں کی کیفیت تھی۔ میں پوچھتا ہوں کیا میں خاموش بیٹھ جاتا؟ لیکن میری بے قرار
کو چین کہاں تھا؟ میں نے فزارو کو بلا کر کہا کہ وہ اپنے قبیلے میں یہ اطلاع عام کر دے کہ جلد ہی
سردار جابر بن یوسف توری کے دوسرے قبیلے کا سردار بننے والا ہے۔ میں نے حکم دیا کہ جتنے
سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہی جائے، ہر طرف مشہور کر دیا جائے کہ جابر بن یوسف کے پاس
براعظم کے اعلیٰ ترین نوادر ہیں اور اس کی ساحرانہ صلاحیتیں اتنی زیادہ ہیں کہ شوالا ان کے
میں ایک لمحے نہیں ٹھہر سکتا۔ بہت جلد توری میں شوالا کے قبیلے پر اس کا غضب نازل ہونے والا
وہ اپنے تحائف سے پوری مدد لے گا اور شوالا کی زندگی اجیرن کر دے گا۔ وہ شوالا کی خوبصورت
اپنی طاقتوں سے ادھر لے آئے گا اور وہاں سے اس سفید فام عورت فلورا کو بھی لے آئے گا جو
ما کی ملکیت تھی۔ میں نے فزارو کو ہدایت کہ شوالا کے قبیلے کے وہ باشندے جو اس کے ظلم و ستم
ہیں وہ کسی بھی لمحے جابر بن یوسف کے قبیلے میں آ سکتے ہیں۔ انھیں تمام تر عزت دی جائے
میں وسیع جھونپڑیاں دی جائیں گی۔ اور ہتھیار بنانے کا ہنر سکھایا جائے گا۔ فزارو کے چہرے پر
ہویدا تھی لیکن یہ ایک سردار کا حکم تھا، مجھے اندازہ تھا کہ آئندہ چند دنوں میں یہ اطلاع دونوں
کے ہر فرد کی زبان پر ہوگی اس لیے کہ دونوں قبیلوں کے مابین عارضی طور پر عام باشندوں کے
جانے پر کوئی پابندی عائد نہیں تھی۔

دوسرے دن میں نے جھونپڑیوں کے درمیان بڑی گلیاں اور نالیاں بنانے کا انقلابی کام اپنی
میں شروع کرا دیا۔ قبیلے کے لوگوں نے جب نمونے کی ایک نالی دار گلی بنالی تو ان کی حیرت
ہوگئی۔ اس چھوٹی سے گلی میں اونچائی پر دونوں اطراف جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ اور جھونپڑیوں
یان درخت لگانے کے لیے جگہ چھوڑ دی گئی تھی بعد میں، میں نے لکڑیوں سے ان کے سامنے

پہیہ بنایا اور اپنی ہنرمندی کے مطابق ایک اونگا بونگا چھوٹا سا مال بردار ٹھیلا بنا لیا۔ جب انہوں نے اسے گلی میں چلایا تو وہ اچھلنے کودنے لگے۔ یہ خبر بھی میرے اندازے کے مطابق شوالا کے قبیلے میں پہنچ گئی ہوگی۔

پھر میں نے سماجی صلاحیتوں کا ایک مقابلہ منعقد کرایا اور حکم دیا کہ روز اسی طرح کے مقابلے ہوں گے۔ میداں میں پہنچ کر میں نے خود ان مقابلوں میں حصہ لیا جب میں نے دو قوی ہیکل نوجوانوں کو اپنے ہاتھ پر اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا تو میرے قبیلے کے لوگ میری جسمانی طاقت پر ششدر رہ گئے۔ میں نے اپنے تحائف سے بھی ان کے سامنے حیرت انگیز عملی مظاہرے کیے۔

ان کوششوں کا نتیجہ چند ہی دن میں ظاہر ہوگیا۔ فزارو نے مجھے بتایا کہ شوالا کے قبیلے کے کئی خاندان ہجرت کر کے ادھر آ گئے ہیں اور اسکے قبیلے میں میری بہادری اور پراسرار قوتوں کے تذکرے عام ہو رہے ہیں۔ شوالا کے قبیلے میں خوف و ہراس پھیل گیا ہے کہ جابر بن یوسف بگمان میری تربیت کے بعد واپس آیا ہے۔ وہ کسی دن قہر بن کر شوالا پر ٹوٹے گا۔

مجھے شوالا کی طرف سے جلد ہی کسی اقدام کا انتظار تھا کوئی ایسی حرکت جو اس کے قبیلے سے میرے داخلے کا راستہ استوار کر سکے۔ وہاں اس کی حمایت کے لیے میرا ایک حریف نربگا بھی بیٹھا تھا، جو یقیناً شوالا کو مشورے دے رہا ہوگا۔ شوالا کا نائب زارمے بھی ابھی تک مجھ سے ملنے نہیں آیا تھا۔ اسے اپنے اعتماد میں لینے کے لیے جمرال کے توسط کی ضرورت تھی اور جمرال سے ملاقات کا وقت تک ناممکن تھی جب تک کاہن اعظم اپنی اقامت گاہ سے دور نہ ہو۔

چند دن اور گزر رہے ہوں گے میرے قبیلے میں ہجرت کر کے آنے والوں کی تعداد بڑھتی گئی معلوم ہوتا تھا جیسے شوالا کا قبیلہ ایک دن بالکل خالی ہو جائے گا۔ نئے آنے والوں کے لیے میں انتظامات کراتا اور میرے قبیلے کے لوگ خالی جگہوں پر روزانہ بننے والی عمدہ جھونپڑیوں میں انھیں کر دیے۔ میں روز ان کے سامنے تقریر کرتا اور ان کے طعام میں شریک ہوتا۔ سریتا بھی تمام کا میں میرے ہمراہ ہوتی، شوالا نے ہجرت کر کے جانے والوں کے لیے شدید ترین سزائیں مقرر اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہجرت کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی۔ اتنا بڑا سیلاب روکنا' اتنے لوگوں کو شوالا کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے کئی آدمیوں کو روک کر زندہ جلا دیا لیکن میرے ساحرانہ کارنا کی گونج شوالا کے قبیلے میں کچھ ایسے منظم انداز میں پہنچ رہی تھی کہ لوگ اپنی جھونپڑیاں چھوڑ چھ ادھر آنے لگے۔ یہاں کوئی پابندی نہیں تھی، آزادانہ زندگی تھی۔ عمدہ جھونپڑیاں تھیں، گلیاں بن تھیں۔ کاشت ہو رہی تھی۔ سردار عام لوگوں سے گھلا ملا رہتا تھا۔

آنے والوں نے مجھے بتایا کہ شوالا کے قبیلے میں ہر جگہ جابر بن یوسف کی شجاعت کی دھوم

ہی دنوں میں شوالا کا آدھا قبیلہ اپنے تیزوں کے ساتھ ادھر منتقل ہوگیا۔ ان کی عورتیں اور بچے بھی تھے۔ ان کی آبادکاری کا کام زور و شور سے جاری تھا۔ مجھے اپنے مقاصد میں خاصی کامیابی ہو تھی۔ ہاں اس بات پر حیرت تھی کہ شوالا نے کسی حماقت کا مظاہرہ اب تک کیوں نہیں کیا؟

مگر اس کے دن قریب آ رہے تھے۔ ڈیڑھ ماہ بعد اس کے قبیلے میں صرف چند لوگ رہ گئے اس کے پاس زمین تھی اس کے پاس پانی تھا اس کے پاس اقتدار تھا اس کے پاس چند وفادار عورتیں اور مرد گئے تھے۔ اس کے پاس دوست نربگا تھا مگر اس کے پاس اس کے قبیلے کے لوگ نہیں تھے۔ وہ اب ں چند لوگوں کا حکمران تھا۔ میں کاہن اعظم یا اشمار کی آمد کا منتظر تھا۔ انھیں اب آجانا چاہیے کیونکہ ابر بن یوسف نے انھیں کسی ردعمل کا اظہار کرنے کے لیے مجبور کر دیا ہے۔ مجھے یقین تھا کہ اب ان سرد مہری سرگرمی میں بدل جائے گی اور جلد ہی کوئی ہنگامہ برپا ہوگا۔ کیا اقابلا جابر بن یوسف کو اب ں نظر انداز کرے گی؟ میں لمحے گن گن کر کاٹ رہا تھا اور پوری طرح محتاط تھا کہ کوئی طلسمی نیزہ رے سینے کے پار نہ ہو جائے اور میں حسرتیں لیے نہ مر جاؤں۔

☆==========☆==========☆

میں انتظار کرتا رہا۔

اس کے سوا میں اور کیا کر سکتا تھا؟ میں نے انتظار کیا۔ ایک جاں سوز اور بے کیف انتظار۔ چند ن گزر گئے ان چند دنوں میں شوالا کے قبیلے کے بعض سرکردہ افراد بھی فرار ہو کر ادھر منتقل ہو گئے۔ یہ ب دلچسپ تجربہ تھا۔ رعایا کے بغیر بادشاہ کا کیا حال ہوگا؟ اس کی حکمرانی کے لیے درخت ہوں گے یا رہوں گے وہ معدودے چند جاں نثار جو شوالا کے ساتھ رہ گئے تھے وہ کب تک ایثار و وفا کا مظاہرہ رتے رہیں گے؟ مغلوب الغضب شوالا کی برہمی اور کمزوری انھیں کب تک اپنے قابو میں رکھنے میں یاب رہے گی؟ شوالا کا نائب زارمے اور اس کے گنتی کے ساتھی ابھی تک وہیں تھے۔ حالانکہ رمے کے متعلق کاہن اعظم سمورال کے فرزند جمرال نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے ملنے کے لیے مضطرب ، فلور ابھی اس کے پاس تھی اور نربگا بھی جو جزیرہ بیزنارسے توری کے اس قبیلے پر حکمرانی کا خواب ہ کر آیا تھا۔ میں تصور میں شوالا کے شب و روز کے معمولات کا اندازہ لگا رہا تھا۔ جو لوگ وہاں سے تے تھے۔ وہ اس کے مظالم اور ناسازی مزاج کے قصے بیان کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ وہ شدید ب میں مبتلا ہے وہ انگاروں پر لوٹ رہا ہے..... بادشاہ اپنے چند مہروں کے ساتھ رہ گیا تھا۔ اس تمام پیدل مارے گئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ بادشاہ کوئی اوچھی چال چل کر بساط الٹنے کی کوشش ے گا لیکن اس نے غیر معمولی تحمل کا ثبوت دیا تھا۔

جزیرہ توری کے اس حصے میں بڑی چہل پہل تھی جہاں میری حکمرانی تھی۔ میں اس کا ذکر پہلے

کر چکا ہوں۔ ہر طرف تیزی و توانائی نظر آتی تھی۔ جدھر دیکھیے ایک جوش، ولولے اور عزم کا اظہار
صدیوں کی منجمد زندگی میں حرکت پیدا ہوگئی تھی۔ جھونپڑوں کے درمیان گلیوں کی تعمیر کا کام جاری
پودے سلیقے سے لگائے جا رہے تھے توری میں زمین کی کمی نہیں تھی۔ قدرت نے تاریک براعظم
دوسرے جزیروں کی طرح اسے بھی طرح طرح کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا..... سبزہ پانی زرخیز
اور پھر میں یہاں آ گیا۔ میں ان کے لیے ایک نیا آدمی تھا، جس کی جلد سرخ و سفید تھی۔ جس کے نقو
نگار تیکھے تھے اور جس کا لہجہ پرکشش اور منفرد تھا۔ ان کے مشاغل بدل گئے تھے، وہ دن بھر کام کر
سورج غروب ہوتا تو وہ انگڑائیں لے لے کر طلوع ہوتے، مشعلیں گلیوں میں ایستادہ کر دی جا
عورتیں اپنے بدن رنگ کر اٹھلاتی ہوئی باہر نکل آتیں۔ مرد دن بھر کے پکڑے ہوئے جانوروں کو آگ
پر لٹکا دیتے پھر ڈھول بجتے، نقارے پٹتے پاؤں تھرکتے، شور مچتا اور وہ دیوتاؤں سے راتیں طو
ہونے کی دعائیں مانگتے۔ راتیں ڈھلنے لگتیں تو وہ نڈھال ہو کر ایک دوسرے کی آغوش میں ڈھ
جاتے۔ شوالے کے قبیلے کی ساری آبادی منتقل ہو جانے کے بعد یہاں تا حد نظر آدمی نظر آتے ہ
آدمی گروہ پسند ہوتے ہیں۔ ایسی زندگی کا انہوں نے تصور نہیں کیا تھا۔ یہاں ہر وقت کوئی جشن
معلوم ہوتا تھا۔ مجھ سے ان کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ جدھر میرے قدموں کی خوشبو جاتی، وہیں عور
زمیں بوس ہو جاتیں۔ مرد اپنی چھاتیاں زمین سے رگڑتے جیسے کوئی دیوتا ان کے درمیان آ گیا ہو۔

ہر دو قبیلے کی متعینہ حدود کے سوا توری میں ایک ایسا علاقہ بھی تھا جہاں دونوں قبیلے کے ا
اکٹھے ہو جاتے۔ وہ مشترکہ جگہ کہلاتی تھی۔ یہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ شکار کی تلاش اور لکڑیاں اور
حاصل کرنے کے لیے دونوں قبیلوں کے افراد اس مشترکہ جگہ سے فائدہ اٹھاتے تھے اور واپس ا
اپنے قبیلوں میں چلے جاتے تھے۔ اب اس وسیع عریض مشترکہ جگہ پر میرے آدمی بکھرے ہو
تھے۔ انھیں شوالا کا خوف نہیں تھا کیوں کہ انہوں نے میرے قبیلے میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ایک
جب قبیلے کی ایک بڑی تعداد ساحل پر مچھلیاں پکڑنے میں مشغول تھی، شوالا کے چند جاں نثار جوا
تک اس کے ساتھ تھے، اپنے قبیلے کے ان دس آدمیوں کو پکڑ کر لے گئے جو ہجرت کر کے میر
علاقے میں آ گئے تھے۔ مجھے فوراً اس واقعے کی اطلاع دی گئی۔ اس خبر سے مجھے مسرت ہوئی لیکن
نے اس کا اظہار قبیلے کے لوگوں پر نہیں کیا۔ میں نے انھیں خاموش رہنے کا مشورہ دیا۔ گویا شوال
قوت برداشت جواب دے گئی تھی۔ میں کسی ایسے ہی اقدام کا منتظر تھا۔

شام کے وقت جب میں سریتا کے ساتھ مہذب دنیا کی یادوں میں کھویا ہوا تھا۔ فزارو
کانپتا داخل ہوا اس کی وحشت اس امر کی غماز تھی کہ وہ کوئی تازہ واردات سنانے کے لیے مناسب
پیرایہ ڈھونڈ رہا ہے۔ میں نے اپنے بدن کی مالش کرنے والی لڑکیوں کو ہاتھ کے اشارے سے علیحد

فزارو کے ساتھ باہر آ گیا۔ باہر قبیلے کے افراد کا ایک مجمع موجود تھا، ان میں عورتیں بھی تھیں۔ ماحول
وف و ہراس مسلط تھا۔ میرے نمودار ہوتے ہی وہ زمین پر دراز ہو گئے۔ میں نے انھیں کھڑے
نے کا حکم دیا..... پھر..... پھر میں کیا بیان کروں! میری آنکھوں نے بربریت و شقاوت، درندگی و
ائی کا ایسا ہولناک منظر دیکھا جسے فراموش کرنے کے لیے حافظہ بگڑ جانا شرط ہے ایک ناتوان خوں
ہ گروہ۔ دس افراد کا وہ مظلوم اور بدقسمت گروہ میرے سامنے کھڑا تھا۔ انھیں قبیلے کے دوسرے
ادنے سنبھال رکھا تھا، ان کے کاندھے لٹک رہے تھے اور بازو جھول رہے تھے وہ آنکھیں کھولنے کی
ش کر کے گاہے گاہے میری طرف حسرت کی نظر سے دیکھ لیتے تھے۔ وہ مرے نہیں تھے انھیں
ت کے درس کے لیے زندہ رکھا گیا تھا۔ شوالا نے انھیں درختوں سے باندھ کر دل سوز مظالم
ائے تھے۔ فزارو نے آگے بڑھ کر ان کے منہ کھول کر مجھے دکھائے ان کے دانت غائب تھے اور
یں کٹی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے ان کے ہاتھ دکھائے۔ انگلیاں ہاتھوں سے جدا کر دی گئی تھیں۔

سب کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

''معزز سردار!'' فزارو نے میری خاموشی توڑنے کے لیے پوچھا۔ ''کیا ان کے سینوں سے
ے پار کر کے انھیں اس تکلیف سے نجات دلا دی جائے؟''

''ہاں۔'' میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ ''لیکن سنو.....'' میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ ''انھیں زندہ
ا جائے۔ قبیلے کے تمام لوگ ان کے لیے کام کریں گے۔''

میرے حکم پر سب نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ جزیرہ توری میں معذور لوگوں کو زندہ رکھنے کی
ئی رسم موجود نہیں تھی۔ وہ ایسے لوگوں کو مار ڈالتے تھے۔ میں نے اپنا فیصلہ اس لیے واپس لیا تھا کہ
لے کی آبادی کے سامنے انھیں ہلاک کرنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے احساس ہوا کہ فزارو اور تمام مجمع میرا
ل دیکھنے اور سننے کے لیے پہلو بدل رہا ہے۔ میری خاموشی کو وہ اپنے محترم و مقدس سردار کی کمزوری
مصلحت پر محمول کرتے، لیکن مجھے اپنے کسی ردعمل کے اظہار میں محتاط رہنا چاہیے تھا۔ یہ جو کچھ ہوا۔
ین قیاس تھا۔ شوالا اس طرح اپنے قبیلے کے لوگوں کو یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ ان کی سزائیں اتنی
دید اور ہول ناک ہو سکتی ہیں۔ مشترکہ علاقے میں آنے والے افراد کے لیے یہ ایک تنبیہ تھی کہ وہ
ی وقت بھی شوالا کے پنجہ استبداد میں جکڑ جائیں گے اور اگر وہ واپس اپنی زمین پر نہیں گئے تو شوالا کا
اس حد تک نازل ہو سکتا ہے۔ اس واقعے کے بعد مشترکہ علاقے میں جانے والے لوگوں کے دلوں
یک ہیبت طاری رہتی۔ وہ شوالا کی ظالمانہ خو، ماورائی علوم پر اس کی دسترس، جادوگری اور غیر معمولی
قت سے بخوبی واقف تھے۔ مجھے سوچنے کے چند لمحے ملے، پھر میں نے متذبذب، ہجوم کو دیکھ کر
سمان کی طرف ہاتھ اٹھائے، میری پیروی میں بہت سے ہاتھ بلند ہو گئے، میں نے بلند آواز میں

کہا۔ ''جزیرہ توری کے لوگو! دیوتا تمھیں شاد ماں رکھیں۔ تم سب اب میری امان میں ہو۔ مجھے غور
دیکھو اور یقین کرو کہ تمہارا سردار مرتبے، طاقت اور ذہانت میں تاریک براعظم کے تمام سرداروں
فوقیت رکھتا ہے۔ میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ تم مشترکہ علاقے میں کسی خوف اور شک کے بغیر جا
سمندروں سے مچھلیاں نکالو۔ درختوں سے پھل نوچو، جنگل میں عمدہ قسم کے جانوروں کو تلاش کرو
علاقہ دونوں سرداروں کی ملکیت ہے اور یہ تمہارا علاقہ ہے۔ بہت جلد تمھیں دیوتاؤں کی طرف
مسرت اور سرشاری کی نوید ملے گی۔ تم دیوتاؤں کی منشا کے منتظر رہو۔ وہ پرجلال ملکہ تمہاری طرف
غافل نہیں ہے..... اور سنو اگر دوبارہ تم پر کوئی حاوی آنے کی کوشش کرے تو تم مشترک ہو کر اس
مقابلہ کرو۔ کیا تم اپنے سردار پر جانیں قربان کرنے سے گریز کرتے ہو جس نے تمھیں اعلیٰ جھونپڑ
اور آسائشیں دی ہیں۔''

''معزز سردار!'' فزارو درمیان میں بولا۔ ''تمہارا حکم دیوتاؤں کا اشارہ ہے، لیکن شوالا کے آ
ایسا سحر پھونکتے ہیں کہ بینائی معدوم ہو جاتی ہے۔ ان کے ہاتھ اتنے مضبوط ہیں کہ مزاحمت بے کا
جاتی ہے۔ معزز سردار کو معلوم ہونا چاہیے کہ شوالا نے ایسے منتخب آدمی مشترکہ علاقے میں بھیجے تھے
حکم چلا سکتے ہیں۔''

''فزارو..... کیا ہمارے علاقے میں سحر پھونکنے والے لوگوں کی کمی ہے؟'' میں نے تلخی
کہا۔ ''کیا تم اور تمہارے ساتھی چند دنوں کے لیے مشترکہ علاقے میں اپنے لوگوں کی نگرانی نہیں
سکتے؟ اگر وہ تمہارے آدمیوں کو پکڑ سکتے ہیں تو تم ان کے بچے کھچے آدمیوں کو اپنی تحویل میں نہیں
سکتے؟ کیا تم وہ طلسم نہیں توڑ سکتے جس پر شوالا کے آدمی حاوی ہیں؟ لوڈگبی کے یہ سینگ اپنے گلے
ڈال لو۔ یہ صحرائے زارشی کا عطیہ ہیں۔'' میں نے اپنے ڈگبی کے سینگوں کا ہار اتار کر دے
''زارمے آئے تو اسے بھی گرفت میں لے لو۔ اب شوالا کے پاس کوئی بھی رہنا نہیں چاہتا وہ موقع
منتظر ہیں۔''

میرے تخاطب نے کچھ ایسا اثر مرتب کیا کہ قبیلے کے لوگ شور مچاتے اور اچھلتے ہوئے منتش
گئے۔ وہ اپنے ساتھ معذور لوگوں کو بھی لے گئے۔ مکان میں آ کر میں نے فزارو کو حکم دیا کہ ''ان
بدقسمت لوگوں کو جنگل میں لے جا کر ختم کر دیا جائے کیوں کہ لوگ ان کی دیکھ بھال نہیں کر سکتے
فیصلہ کر کے مجھے ایک دکھ محسوس ہوا لیکن موت ہی ان کی نجات کا سبب رہ گئی تھی۔

اس وقت توری کی منتخب حسین دوشیزائیں، سریتا کا سنگھار کر رہی تھیں، میں نے اسے دیکھ
اس نے شرما کا نظریں جھکا لیں کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ سریتا کس کے لیے سنگھار کرتی ہے؟ وہ
دلکش ہو گئی تھی۔ وہ مجھ سے بہت کم بات کرتی تھی، بس کچھ ایسی حسرت آمیز نگاہوں سے دیکھا کر

اپنی آنکھیں اس کی طرف سے ہٹانی پڑتی تھیں اس وقت بھی یہی ہوا۔ میں نے اسے دوسرے
میں چلے جانے کے لیے کہا کیوں کہ اس کی موجودگی سے شوالا کے خونیں اقدام پر غور کرنے
تامل ہوتا۔

ہر چند کہ یہ ایک بے رحم مظاہرہ تھا مگر اس سے شوالا کی الجھن، بے چینی اور جلن کا اندازہ ہوتا
نے میرے انتظار کے دن اور کم کر دیے تھے اور مجھے مزید آگے بڑھنے کے لیے موقع فراہم
تھا۔ مجھے جس بات کی توقع تھی، شوالا نے دیر سے سہی لیکن کی ضرور۔ اس نے حماقت کا ثبوت
تھا، اس کے قبیلے کی آبادی منتقل ہو جانے کے بعد مجھ میں اس سے نبرد آزمائی کی وہ شدت نہیں
جو پہلے تھی۔ شوالا کی اس اذیت ناک حالت سے ایک لطف محسوس ہوتا تھا۔ اب مجھے زارمے کا
اور ان چند ساتھیوں کا جو شوالا کے ساتھ رہ گئے تھے۔ تنہا ہو کر شوالا کیسا دلچسپ شخص ہو جائے
وہ تنہا نہیں رہ سکتا تھا۔ فلورا ابھی آخر دم تک اس کے ساتھ ہوگی اور نربگا بھی..... جزیرہ بیز
دیو قامت شخص..... مجھے اسے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔ جب فلورا اور نربگا کے سوا تمام لوگ
چھوڑ دیں گے، کیا اس وقت بھی تاریک براعظم کی حسین و جمیل ملکہ اقابلا اپنے دست حنائی کو
دے گی؟ شوالا اپنے لوگوں سے مایوس ہو کر آخر جلد از جلد مقابلے کا آرزومند ہوگا اور کاہن
رال کو یہ کہر آلود فضا صاف کرنے کے لیے جلوہ گر ہونا پڑے گا۔ شوالا کے خون سے میرے
کا رنگ سرخ ہوگا۔ اس کی ہزیمت سے میرے اقبال میں اور بلندی پیدا ہوگی۔ کبھی نہ کبھی اس
کے دریچے وا ہوں گے۔ اس کے رخ زیبا کی دید ایک ظالم اور سفاک شخص، شوالا کی عجلت اور
کی پر منحصر ہے میں کہہ چکا ہوں کہ یہ خانہ خرابی، یہ فتنہ و فساد نہ میری طبیعت کے مطابق تھا نہ
کی ضرورت تھی۔ میں پہلے ہی دو قبیلوں کا حکمران تھا، یہ سارا کھڑاگ تو اس کی نظروں میں
ہونے کی وجہ سے تھا۔ اس کا جلوہ میری سرکشی سے مشروط تھا۔ اس کا قرب میری شجاعت سے
ا۔ میں نے یہ نکتہ پا لیا تھا کہ اسے حاصل کرنے کے قرائن کیا ہیں؟ ورنہ کیا تھا، ایک تہذیب
یانگ ڈھرنگ وحشیوں کے درمیان تھا، جن کے ہاں انسان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ مابعد
مظاہر کی آماجگاہ جہاں قدم قدم پر خطرے ہوں، کس کے دماغ میں یہ معرکے سر کرنے کی
ا۔ کوئی نہیں۔ ہمارے ساتھ آنے والے سب لوگ مر چکے تھے۔ سرنگا اپنی طاقتوں اور دیوی کی
زندہ تھا، ڈاکٹر جواد کو حکمت کے سبب سے، عورتوں کو ان کے حسن کی بنا پر رعایت ملی تھی اور
کہکشاں بدن کی تحریک نے زندہ رکھا تھا۔

ام کے قریب جب بستی کے لوگ شکار سے لدے پھندے واپس آئے تو ان کے ساتھ
اور اس کے ساتھی بھی موجود تھے، فزارو نے زارمے اور اس کے ساتھیوں کو گزشتہ دن کے

مطابق لوگوں کو ورغلاتے اور شوالا کے قبیلے کی سرحدوں کی طرف جاتے دیکھا تو ایک بڑے گر
انھیں روک لیا، فزارو نے زارمے کے طلسم کا رنگ چڑھنے سے پہلے ہی احتیاطی تدابیر اختیا
تھیں۔ اس نے زارمے اور اس کے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ وہ دور اندیشی کے تحت جابر بن
الباقر کے قبیلے میں آ جائیں کیونکہ وہی آئندہ دنوں میں اس پورے علاقے کا سردار ہوگا۔ ز
شاید اسی دعوت کا منتظر تھا۔ وہ کچھ پس و پیش کے بعد تیار ہو گیا۔ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
گئے۔ یہ آخری آدمی تھے۔ اب شوالا کے پاس نربگا اور فلورا رہ گئے تھے..... ہاں، ایک
ڈاکٹر جواد۔ میں نے اپنے دروازے پر جب ان گنت آوازوں کا شور سنا تو باہر آ کر دیکھا فزا
قریب زارمے کھڑا تھا۔ اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ میں اس مرد جری کے قریب گیا اور
اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر شکایتی انداز میں کہا۔ ''زارمے! تم نے آنے میں دیر کر دی۔''

زارمے نے نگاہ اٹھا کر مجھے دیکھا اور زمین پر اوندھا لیٹ گیا۔ میں نے اس کا ہا
اٹھایا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ میرے علاقے میں ایک لائق التفات شخص کا اضافہ ہوا ہے میں نے تو
بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔ جابر بن یوسف تمھیں فزارو کے مساوی درجہ دیتا ہے۔''

زارمے کی آنکھیں دمک اٹھیں اور ہجوم نے نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے ہوئے اپنے
زمین میں گاڑ دیے۔ عورتوں نے عالم جنون میں سر ہلانے شروع کر دیے۔ تنومند زارمے کی
سے ذہانت مترشح تھی۔ وہ دوبارہ میرے قدموں پر جھک گیا۔ اٹھا تو عقیدت کے ساتھ بولا
کا کا تمھیں اور رفعتوں سے نوازے۔ تمہارا دل تمہارے دماغ کی طرح بڑا ہے۔ مقدس ا
تمہارے دل اور ذہن کے حال سے آشنا ہوگی۔ تم اس کی نظروں میں ایک مقام پیدا کرو۔
سب تمہارے لیے دعا گو ہیں۔ دیوتا تم پر اپنا سایہ قائم رکھیں۔''

زارمے کی آمد پر اس دن شام قبیلے میں کچھ زیادہ ہی سرمستی کا مظاہرہ کیا گیا۔ زارمے
کے مطابق شوالا آبادی کے انخلا سے سخت پریشان اور آزردہ خاطر ہو گیا تھا۔ اسے اپنی چھوٹی
ضرورتوں کے لیے خود اٹھنا پڑتا تھا اور وہ اپنے وفادار ساتھیوں پر شک کرنے لگا تھا۔ نربگا اور
سر جوڑ کر ایک دوسرے سے مشورے کرتے تھے۔ نربگا ہی نے شوالا کو عجلت سے باز رکھا تھا۔ ز
خیال تھا کہ نربگا میں دیوتاؤں سے قرب رکھنے کے لیے اعلیٰ اوصاف موجود ہیں۔ اس نے
موجودہ ذہنی کیفیت کی ایک ایک بات مجھے تفصیل سے بتائی۔ اس کے قبیلے میں زارشی سے میر
کا چرچا بڑی شدت سے کیا گیا تھا۔ باگمان میں میری سرداری کی خبر سے بھی شوالا کو دھچکا پہنچا
کو آج بھی اس کی پسندیدہ عورتوں میں سب سے ممتاز درجہ حاصل تھا۔ زارمے نے بتایا کہ وہ
اور غم زدہ سی رہتی ہے۔ شوالا اس سے جھجکتا اور ڈرتا ہے۔ اس نے نربگا سے اپنے اس نا

عارف کرایا تھا اور مہمان نوازی کے طور پر کتنی ہی راتیں فلورا کو اس کے پاس بھیجا لیکن نربگا ہمیشہ
شوالا سے شکایت کرتا رہا کہ فلورا نے اس کے ساتھ شب بسری سے انکار کر دیا تھا۔ شوالا بہ جبر فلورا کو
نربگا کے پاس نہیں بھیج سکتا تھا کیونکہ مجھ سے شکست کھانے کے بعد فلورا نے اپنی مرضی سے شوالا کے
پاس رہنا پسند کیا تھا۔ زارمے شوالا کی تمام کمزوریوں، خامیوں، خوبیوں اور طاقتوں سے واقف تھا۔
اس نے مجھے خوش کرنے کے لیے فلورا کا ذکر بطور خاص کیا۔ اور فلورا کا ذکر کر کے اس نے مجھے اداس
کر دیا۔ کون جانتا تھا کہ اس گوہر نایاب کے حصول میں میں نے کیا کیا انقلاب دیکھے تھے؟ فلورا اب
کیسی ہو گئی ہوگی؟ کیا اس کے شہابی رخسار اب بھی دمکتے ہوں گے؟ اس کی غزالی آنکھیں اب بھی
چمکتی ہیں؟ کیا اس کے سانسوں سے اب بھی خوشبو آتی ہے؟ وہ حسین گجرا ایک کریہہ صورت وحشی کے
گلے میں لٹکا ہوا ہے۔ یہ کیسا تماشا ہے؟ مگر فلورا اب میرے پاس آ بھی جائے گی تو کیا ہوگا وہ میرے
لیے بڑی اجنبی ہوگی..... میں اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا..... جب وہ یہ خیال کرے گی کہ
جابر بن یوسف نے اس کا خیال ترک کر کے کسی اور آستانے پر سر نیاز خم کر دیا ہے تو اس کا کیا حال ہو
گا؟ مگر اسے کیا اندازہ کہ جابر بن یوسف کا دل اپنے قابو میں کب رہا ہے۔ اس پر تو کسی اور کا سایہ
ہے۔ وہ تو طلسم میں گرفتار ہے۔ اس کے پاس شعور کہاں ہے؟

زارمے کی آمد کے دوسرے دن اچانک ڈاکٹر جواد میرے قبیلے میں آ گیا۔ اسے نہایت عزت
سے میرے روبرو پیش کیا گیا۔ مجھے اس شخص سے کوئی رغبت نہیں تھی۔ اس لیے کہ اس نے سریتا پر ہاتھ
اٹھایا تھا' حالانکہ وہ میرے ان ساتھیوں میں شامل تھا جو اس سحر خانے میں اسیر ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر جواد
نے اپنی دنیا کی ایک بدنصیب لڑکی کا خیال نہیں کیا تھا تو میں اسے پہلو میں کیوں نشست دیتا۔ ڈاکٹر
جواد ایک طبیب تھا اور طبیبوں کو توری میں عزت کا مقام حاصل ہوتا ہے اس لیے میں اسے آسانی سے
نہیں نکال سکتا تھا۔ یقیناً وہ کسی سردار سے بالا نہیں تھا، میں نے اس سے درشت لہجے میں پوچھا
''تمہاری آمد کا مقصد کیا ہے؟''

''سیدی جابر! میں ڈاکٹر جواد ہوں، تمہارا ساتھی۔'' اس نے اشتیاق سے کہا۔

''میں تمہارے نام سے واقف ہوں لیکن مہذب دنیا کے رشتے توڑنے میں تم نے خود ہی پہل
کی تھی۔ تم نے اپنے دوست سرنگا کی لڑکی سریتا کا بھی خیال نہیں کیا..... میں، میں تمہاری کوئی
اعانت نہیں کر سکتا۔''

''میں تم سے شرمندہ ہوں، جابر بن یوسف! تمھیں معلوم ہے میری ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔
اب میں ہوش میں آیا ہوں مجھے ندامت کرنے کو بہت دن مل گئے تھے۔'' ڈاکٹر جواد لجاجت سے

''اب تم کیا چاہتے ہو؟'' میں نے خفگی سے پوچھا۔

''میں تمہارے قبیلے میں رہنا چاہتا ہوں، تم نے ذہانت اور تدبر کا جو شاندار مظاہرہ کیا ہے، تمھیں اس کی داد دینا چاہتا ہوں شوالا حواس باختہ ہے۔ وہ شدید اذیت اور خفقان میں مبتلا ہے۔ تمہارے ہاں ایک شخص کی کمی ہے..... میری..... میں ایک بڑا طبیب ہوں۔'' ڈاکٹر جواد نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ ''میں نے یہاں کی جڑی بوٹیوں پر تحقیق کی ہے اور یہاں کے طریقہ ہا علاج سے خاصا استفادہ کیا ہے۔ کیا تم اپنے باکمال دوست کو معاف کر کے اپنے ساتھ رکھنا پسند نہ کرو گے؟''

''تم بے اعتبار شخص ثابت ہو چکے ہو۔'' میں نے کہا

''تم مجھے ایک موقع دو۔ میں اپنا اعتبار بحال کروں گا۔''

''جاؤ۔ تو پھر کسی جھونپڑی میں مقیم ہو جاؤ اور میرے سامنے کم سے کم آیا کرو۔ تمھیں عورتوں ضرورت ہو تو تم ان کی مرضی سے انھیں حاصل کر لو۔''

''میں اپنے دوست کو سلام کرتا ہوں۔'' جواد نے پُرمسرت لہجے میں کہا۔

''شوالا کا کیا حال ہے؟'' وہ جانے لگا تو میں نے پوچھا۔

سیدی! شیر زخمی ہو گیا ہے۔'' اس نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

''تو وہ کب آبادی کی طرف بڑھے گا؟'' میں نے پوچھا

''بہت جلد۔ اب وہاں کیا رہ گیا ہے؟ وہ سفید چڑیا ابھی تک اس کے پنجرے میں ہے۔ کچھ بعد تمہارے پنجرے میں آ جائے گی۔''

''نربگا کیا کہتا ہے؟''

''وہ میری طرح کہیں محفوظ مقام پر جانے کے بہانے سوچ رہا ہے۔''

ڈاکٹر جواد بھی آ گیا تھا، اس کی خوشامدانہ باتوں کے باوجود اس کی طرف سے میرے نہاں خ دل میں ابھی تک گرد جمی ہوئی تھی۔ اب سارا کام مکمل ہو چکا تھا۔ اگر اب بھی کاہن اعظم سمورا اقابلا کا فرستادہ نہیں آیا تو کیا شوالا کی حرکت قلب بند ہو جانے کے بعد آئے گا۔ میں سمجھتا تھا، کہ اس وقت سے پہلے آنا چاہیے تھا، اس وقت جب لوگ ادھر سے ادھر منتقل ہو رہے تھے۔ وہ اس وق نہیں آئے تو پھر انھیں اس کے بعد اس طرف توجہ دینی چاہیے تھی۔ اگر وہ اس مرحلے کے بعد بھی نہ آئے گا تو پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ مجھے اپنی فکر کا رخ بدلنا ہوگا۔ مجھے بہت سے اندیشوں کے بار میں غور کرنا چاہیے۔ جزیرہ انگروما سے میری واپسی کو قصر اقابلا میں پسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھا گیا میں ایک مشکوک شخص ہوں۔ اقابلا نے جزیرہ انگروما کے عالموں کی رائے کے مطابق میر

مغائرت کا سلوک کیا ہے۔ اس کی نظروں میں اتنی شدتوں، اتنے جذبوں کی کوئی وقعت نہیں ہے کہ مجھ سے پہلے بہت سے، ایسے جذبات کا اظہار کر چکے ہیں اور ناکام ہو گئے ہیں۔ اس کا اس کا قرب ناممکن ہے۔ میں نے ایک بونا شخص ہوں، میری بساط اس عظیم طلسم کدے میں کیا میں نے زارشی، باگمان اور انگروما میں علم وفضیلت کے جو اسباق یاد کیے ہیں، وہ بڑے ابتدائی ..... مجھے اپنے متعلق سوچنا ہوگا۔ مجھے سرنگا کے پاس جانا چاہیے اور اس سے کوئی مشورہ لینا ۔ سرنگا زندہ ہے تو تنہائی کا احساس جاتا رہے گا۔ میں سرنگا کے پاس نہیں گیا، میں نے سوچا، ہ دن اور انتظار کرنا چاہیے شوالا سے مبارزت کے لیے میں کاہن اعظم کو پہلے ہی دعوت دے چکا

قبیلے کی زندگی میں بڑا جوش تھا۔ اب ان کے ہاں چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں کہ کب شوالا ادھر کا تا ہے اور جابر بن یوسف کے قدموں میں لیٹ کر اپنی شکست کا اعتراف کرتا ہے۔ زارمے اور مل میں قبیلے کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ میرا زیادہ وقت تو اپنے مہ کامل کی دید کے اشتیاق میں گزرتا تھا۔ میں تو ایک پاگل شخص تھا۔ میں عربی کے مشہور شعر گنگناتا تھا اور سرینا کو ان کے نا تا تھا۔ وہ شرما جاتی تو میں اس کے رخسار کی چٹکی لے لیتا۔ اب بھی میری راتیں ویران تھیں۔ کمرے میں حشر بداماں سرینا تھی۔ اس کمرے میں میری ایک ہوس ناک آواز کی بے شمار ئیں منتظر رہتیں، لیکن یہ ایک امتناع تھا۔ ایک ضد..... ایک امتحان جو میں نے خود اپنے سلط کیا تھا۔ ہاں میں سرخ وترلبوں کو دیکھتا تو مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوتا۔ میرے پاس چشمے ہ تھے اور میں کنارے کھڑا انھیں حسرت سے دیکھتا تھا۔ میرے لوگ میری اس کنارہ کشی اور یران تھے۔

ان سرد وبے کیف دنوں میں چند دنوں کا اضافہ کر لیجیے۔ ہر لمحے کسی کی آہٹ کا انتظار تھا اور دن تے جاتے تھے۔ میرے اردگرد مایوسیاں پھیل رہی تھیں نہ شوالا کی طرف سے کوئی خبر ملتی تھی اور س آتش نفس کی طرف سے کوئی پیغام موصول ہوتا تھا، میں نے ایک دوبار کاہن اعظم سے کے لیے زارمے کو بھیجا لیکن اس نے کوئی امید افزا جواب نہیں دیا۔ پھر میں نے تاریک میں پھیلے ہوئے جزیروں اور نربگا کے متعلق زارمے اور فزارو سے معلومات حاصل کرنی شروع ۔ وہ ایک کے بعد ایک جزیرے کا نام لیتے تھے جہاں آبادی کی منتقلی خاص احکام کے تحت عمل تھی۔ بڑے سردار اور وہ لوگ جنھیں سرداروں نے یا اقابلا نے اعلیٰ عہدوں پر فائز کیا ہے، وہی یرے سے دوسرے جزیرے جا سکتے تھے۔ چنانچہ بہت سے نام انھیں خود معلوم نہیں تھے۔ اور فزارو کے خیال میں ساری دنیا انھی جزیروں پر مشتمل تھی، اور اقابلا کائنات میں سب سے

افضل مقام پر فائز تھی جو علاقے اس کے زیر نگیں نہیں تھے، وہ کسی اور کائنات سے تعلق رکھتے تھے میں کسی اور دنیا سے تعلق رکھتا تھا، کائنات اور دنیا وہ ایک ہی معنی میں استعمال کرتے تھے۔ اقابلا ایک لافانی حقیقت ہے، جب تک دیوتا خوش ہیں وہ موجود ہے، نسل در نسل وہ اس کا نام سنتے آئے تھے اسے ایسی طاقتیں دیوتاؤں نے ودیعت کی ہیں، جو دیوتاؤں سے مختص ہیں۔ وہ ایک بڑی ساحرہ ہے۔ اس کا حسن لازوال اور ساری دنیا میں لاثانی ہے۔ زارے اور فزارو نہایت عقیدت سے اس کی صفات بیان کرتے رہے۔ جزیرہ بیزنار کے متعلق انہوں نے یہ دلچسپ انکشاف کر کے مجھے اضطراب میں ڈال دیا کہ وہاں سلطنت اقابلا کی سب سے حسین عورتیں موجود ہیں اور وہ علاقہ، خوب صورتی میں سب سے اعلیٰ ہے۔ انہوں نے آج تک اس جزیرے پر قدم نہیں رکھا تھا لیکن لوگوں کی زبانی سنا تھا کہ وہ جزیرہ حسن اور دلکشی کے اعتبار سے ممتاز ترین ہے۔ تاریک براعظم کے بیش بہا عجائب اور نوادر اس جزیرے پر موجود ہیں۔ جزیرے کا سردار نربگا کا بھائی ارمیگا ہے۔ اس کی طاقت و ساحری کے قصے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔ وہاں تاریک براعظم کا سب سے بڑا ساحر جالوش بھی رہتا ہے لوگوں کا کہنا ہے کہ جالوش ایک طویل زمانے سے زندہ ہے روایت ہے کہ جالوش کو مقدس اقابلا قرب حاصل ہے وہ جزیرے میں ایک علیحدہ مقام پر رہتا ہے۔ وہ ارمیگا کے معاملات میں دخل اندا نہیں ہوتا اور ارمیگا اس کے معاملات میں دخل نہیں دیتا۔

جزیرہ امسار میں عورتوں کی حکومت ہے، دوسرے جزیروں کی طرح وہاں عورتوں کو مردوں کے حصول میں طاقت کا مظاہرہ کرنے کی آزادی ہے۔ وہاں کے قوانین عجیب و غریب اور سخت ہیں۔ بزرگ کہتے ہیں کہ جزیرہ بیزنار کے ایک شخص نے ایک بار ان عورتوں سے ان کی حکومت چھین لینے کی کوشش کی تھی لیکن وہ ان کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

''کیا ان جزیروں پر عام آدمی کو جانے کی اجازت نہیں ہے؟'' میں نے یہ حیرت انگیز خبر سن کر پوچھا۔

''اگر دونوں سرداروں کے مابین کوئی ایسا سمجھوتا ہو جائے تو اجازت ہے۔'' زارے نے جواب دیا۔

''کیا سرداروں کی معرکہ آرائی کے علاوہ ان کے عام لوگ آپس میں جنگ و جدل نہیں کرتے؟''

''اگر مقابلے کے لیے بات طے ہو جائے تو قبیلے آپس میں لڑنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں'' فزارو نے کہا۔

فزارو اور زارے کی معلومات محدود تھیں۔ میں اس سے پہلے بھی یہ حکایات سن چکا تھا لیکن

بھی یہ حقائق درخور اعتنا نہیں سمجھے تھے۔ ان مایوس کن لمحات میں دوسرے جزیروں کی تفصیل سن کر اپنے قد کا اندازہ ہوا۔ میرا قد وسیع و عریض سلطنت اقابلا کے مقابلے میں بہت چھوٹا تھا۔ میں تو نظر نہیں آتا تھا۔ اس پر میرا یہ غمزہ تھا کہ میں ان سب میں ممتاز اور جلیل ہوں مجھے آندھیوں نے لیا۔ اس کے قرب کی تمنا میں عمر صرف ہو جائے گی۔ انگروما ان علاقوں میں سب سے خوب اور عافیت کا علاقہ تھا۔ وہاں آزادی تھی۔ وہاں نیشا اور کیشا تھیں۔ وہاں داناؤں۔ عالموں اور وں کا ایک اژدہام تھا، جن کے ہاں ہر فرد کی اہمیت تھی۔ وہ جنت نظیر تھا، میں اس بیاباں میں آ گیا؟

شاید وہ سچ کہتے تھے، اسے میرے بارے میں غور کرنے کی فرصت کہاں ہوگی؟ سلطنت کے ہی شخص اس کے لمس جاوداں کے امیدوار ہوں گے۔ اس کا حسن ایک سحر ہے اس سحر میں سب ار ہیں۔ انھی میں ایک میں بھی ہوں۔ میری جلد کا رنگ مختلف ضرور ہے۔ میرا لہجہ فصیح ضرور ہے۔ ے اطوار شستہ ضرور ہیں لیکن میں بہت پیچھے کھڑا ہوں، آہ جابر بن یوسف البا قر تمہارے سر کو کیا ہو ہے؟

ابتلا و کشمکش کے ان ایام میں کوئی فیصلہ کرنے کے لیے میں نے کاہن اعظم سمورال کی خدمت ف قسم کے پیغامات بھیجے۔ کبھی میں نے کہا، میں اپنے دوسرے قبیلے باگمان واپس جانا چاہتا کبھی میں نے بیزنار کے سردار ارمیگا سے مقابلہ کرنے کی درخواست بھیجی، کبھی میں نے شوالا کے میں اس سے عجلت کا مطالبہ کیا، کبھی اقابلا کے حضور اپنی حاضری کا اشتیاق ظاہر کیا، زارے میرا ر تھا۔ وہ میری اطلاع کے مطابق خانوادہ سمورال سے قریب تھا۔ ان پیغامات کے جوابات کے ت کا تعین نہیں کیا گیا تھا۔ صورت حال میں سر مو فرق نہیں آیا اور میں اپنے دل میں ہزاروں ے پرورش کرتا رہا اور تنہائیوں میں سنگ دل اقابلا سے باتیں کرتا رہا۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ اس کی ن بڑی حساس ہے۔

ڈاکٹر جواد نے قبیلے میں ایک شائستہ زندگی شروع کر دی تھی وہ طبی فرائض کے علاوہ قبیلے میں طور پر انجام دی جانے والی سرگرمیوں میں بھی حصہ لینے لگا تھا۔ وہ شام کو عموماً گلیوں میں نظر جہاں شراب اور حسن کے سوتے پھوٹ پڑتے تھے۔ وہ اکثر میرے مکان میں بھی چلا آتا اور زندگی کی یادیں تازہ کیا کرتا، میں نے محسوس کیا کہ وہ سریتا سے نظریں چراتا ہے۔

☆=========☆=========☆

ایک تر و تازہ دوپہر کو مجھے اپنے کمرے میں اطلاع دی گئی کہ کاہن اعظم سمورال میرے قبیلے کی گامزن ہے۔ مجھے اس پر یقین نہیں آیا، میں نے اپنے سینے پر نظر ڈالی، دیوتاؤں کے نوادر تیزی

سے سجائے، سریتا نے میری مدد کی۔ میں نے حکم دیا کہ کاہن اعظم کو ایک جلوس کی شکل میں یہاں لا
جائے۔ حکم کی دیر تھی۔ اچانک نقارے پٹنے لگے اور لوگ ایک جگہ جمع ہو کر کاہن اعظم کے راستے میں
کھڑے ہو گئے۔ میں سج سجا کر بیٹھا تو سریتا نے اپنی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کی۔ کاہن
اعظم کی اچانک آمد سے جمود و سکوت کی یہ فضا ٹوٹنے والی تھی۔ چند لمحوں بعد ڈھول تاشوں کی گونج
قریب آتی گئی۔ میں اس کی پذیرائی کے لیے باہر آ گیا۔ توری کی ساری آبادی اکٹھی ہو گئی تھی۔ مرد
وہ لوگ ان میں شامل نہیں تھے جو مشترکہ علاقے میں شکار کو گئے تھے۔ فزارو اور زارے راستہ بناتے
ہوئے سمورال کو لا رہے تھے۔ دور سے مجھے اس کی جھلک نظر آتی۔ میں ایک عرصے بعد سمورال کو دیکھ
رہا تھا۔

میں نے جھک کر اپنے انداز میں اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ سمورال کے چہرے پر فکر کی
لکیریں ابھری ہوئی تھیں۔ اس نے میری طرف حیران کن نظروں سے دیکھا۔ میں اس کی نگاہ
محسوس کر رہا تھا جو بار بار میرے سینے پر آراستہ تمغوں اور خاص طور پر شپالی اور ڈگبی کے سینگوں کی
جانب اٹھ رہی تھیں۔ سمورال کے چہرے پر ہمیشہ ایک پروقار سنجیدگی چھائی رہتی تھی مگر اس وقت
عجیب تذبذب کے عالم سے دوچار تھا۔ شاید اس کی نظریں میرے تمغوں کی قدر و قیمت کا اندازہ کر رہی
تھیں۔ شاید وہ میری شجاعت، بلند ہمتی کے ایقان کا اعادہ کر رہا تھا۔ میں سمورال کے تذبذب سے
لطف اندوز ہوتا رہا۔ فزارو اور زارے سمورال کی پشت پر ہاتھ باندھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے
میں نے تخاطب میں پیش قدمی کی۔ ''آؤ..... آؤ..... جزیرہ توری کے مقدس کاہن! ایک عرصے بعد
میں کاہن اعظم کو خوش آمدید کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں۔ کاہن اعظم نے میرے متعدد پیغامات
کے جواب میں یہاں آ کر میرا اقبال بلند کیا ہے۔ میں اس عزت کے لیے اس کا شکر گزار ہوں میں
شدت سے تمہارا منتظر تھا۔''

سمورال کی روایتی سنجیدگی واپس آ گئی۔ اس نے خشک نظروں سے مجھے گھور کر دیکھا پھر سپاٹ
اور بے جان آواز میں مخاطب ہوا۔

''جابر بن یوسف تمہارے سینے پر آراستہ یہ نوادر تمہاری ہمت، شجاعت اور ذہانت کی نشانیاں
ہیں، تمہاری کامیاب واپسی تمہاری باطنی خوبیوں کی افزائش کی ضمانت ہے۔''

''حوصلہ افزائی کے یہ چند جملے میرے لیے کسی نادر انعام سے بھی زیادہ ہیں۔ مجھے اجازت دی
جائے تو میں کچھ جسارت کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں اس وقت تمہارے ذہن میں بیٹھا ہوں۔''

''میں کاہن اعظم سے خصوصی قرب اور اپنے نوادر کی رعایت سے یہ پوچھنے کی جسارت

کہ کیا ایسے شخص کو جسے خود بالائی طاقتوں نے کسی مہم پر روانہ کیا ہو، اسے کامیاب واپسی پر حوصلہ
ئی میں بخل کا شکوہ ہو تو وہ کس سے فریاد کرے۔''

''مجھے تمہارے سامنے وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔'' کاہن اعظم نے کہا۔

''بے شک۔ لیکن شکایت الزام اور جرم سے علیحدہ ہوتی ہے۔ میں اسے اپنا حق سمجھتا ہوں۔
نے اس علاقے میں ہمیشہ اس کی وفاداری نباہی ہے۔''

کاہن اعظم سمورال نے مجمع کو اشارہ کیا' وہ سب لوگ الٹے قدموں واپس ہو گئے اور میں اسے
مکان پر لے آیا۔ سریتا دوسرے کمرے میں چلی گئی زارے اور فزارو بھی باہر رہ گئے۔

''تمہاری شکایت کا کوئی جواز نہیں۔ کیوں کہ تم اس طلسمی نظام کے صرف آلہ کار ہو جو مقدس
کے اشاروں کا مطیع ہے۔ تمہیں اپنی آخری سانسوں تک اس کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔'' سمورال
ہا۔

''یہ بے کیف انتظار؟..... کیا میں کوئی درخت ہوں، کیا کوئی پتھر ہوں؟ آہ سمورال' جزیرہ
کے مقدس کاہن تمہیں انسانوں، درختوں اور پتھروں میں کوئی فرق کرنا چاہیے۔'' میں نے بے
اسے کہا۔

''تم اس کے سامنے ایک درخت ہو، ایک پتھر ہو۔ کیا اس کی نوازشوں میں تمہیں کوئی شبہ ہے
نے اس درخت کو اونچائی عطا کی اور اس پتھر کو پہاڑ بنا دیا۔''

''میں اس کے قصر کا کوئی تنکا اور اس کی دیواروں کا کوئی کنکر بننا چاہتا ہوں۔ مجھے اس جام کی
ی جائے۔ جو اس کے احمریں ہونٹوں سے مس ہوتا ہے۔ کاہن اعظم کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے اس
ا کی بے پناہ خوشی ہے؟ نہیں یہ تمہارا گمان ہے۔ میں نے یہ صعوبتیں اس لیے اٹھائی ہیں کہ میں
ے قرب کی سعادت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے اپنے اندر شدتیں سمیٹتے ہوئے کہا۔

سمورال کی نظروں میں ایک کیفیت پیدا ہوئی ہے جسے میں کوئی نام نہیں دے سکتا۔ اس نے
ہ بدل دیا۔ ''میں ہربیکا کی یہ آنکھیں دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''بصد شوق۔'' میں نے اپنے قریب رکھا ہوا وہ پتھر اسے دے دیا۔ وہ اسے بغور دیکھتا رہا۔ ''یہ
ا آنکھیں ہیں۔'' میں نے کسی قدر فخر سے کہا۔ جو سمندروں میں ہونے والی نقل و حرکت دیکھنے
ت رکھتی ہیں۔ کاہن اعظم! میں نے ہربیکا کا مغز کھایا ہے۔ میں نے اسے زیر کیا ہے۔ تم
اتالیق بھی ہو۔ کیا تم میری روداد سننا پسند کرو گے؟''

س نے ہربیکا کا پتھر مجھے واپس کر دیا۔ ''شاید کبھی۔''

''کیا تمہیں انگروما کے باغیوں کی سرکشی کا علم ہے؟'' میں نے تیزی سے کہا۔

''اس گفتگو کا یہ محل نہیں۔'' کاہن اعظم نے نظریں گھماتے ہوئے کہا۔ ''جو چیزیں تمہارے ادارک واحساس سے ماورا ہیں ان کا تذکرہ میری اجازت کے بغیر مت کرو۔'' اس کے لہجے میں بھی کوئی التفات نہیں تھا۔

''میں اپنے پیغامات کے جوابات جاننے کا خواہش مند ہوں، کیا اب بھی قصر اقابلا تک رسائی میں کوئی امر مانع ہے؟''

''وہ تمہیں کسی دن طلب کرلے گی۔''

''کب؟''

''جب وہ چاہے گی اور جب تمہارے قلب میں اس کی تمنا شدید ہوگی۔''

''یہ تم نے کیا کہا؟'' میں ناراضی سے بولا۔ ''آہ کاہن اعظم میری جوانی کے قیمتی دنوں کا حساب لگایا جائے تو وہ اسی کے تصور میں بسر ہوگئے۔ میں نے خود کو کئی بار پاگل کا خطاب دیا۔ کیا اتنی شدت کے بعد بھی یہ قلب کسی اور کے خیال سے آلودہ ہے؟''

''اس سرزمین پہ صرف وہ ہے۔ تم نے محض اس کے بارے میں شب وروز سوچ کر کوئی نقطہ نہیں اٹھایا ہے۔ ایک اجنبی سعادتوں سے شاد کام ہوا ہے۔ تمہیں یہاں کی زمینوں اور انسانوں کا بنایا گیا ہے۔ کیا یہ کم ہے؟'' کاہن اعظم کے لہجے میں ترشی تھی۔

''مگر..... مگر تم میری بات کیوں نہیں سمجھتے؟ کیا میں اظہار پر قادر نہیں ہوں؟ کیا تمہارا ساحرانہ بصیرتیں ماند پڑ گئیں؟ تم میرے اندر کیوں نہیں جھانکتے۔ تم یہ بے اعتنائی کیوں برتتے ہو؟'' کاہن اعظم تم اس کے اور میرے درمیان وسیلہ ہو۔ میرے جذبے اس تک منتقل کردو، اس سے کہو صرف ایک بار حسرتیں پوری کر لینے دے، اس کے بعد وہ میرا نام ونشان مٹا دے۔'' میں جذبات میں ڈوب کر کہا۔

''آہ جزیرہ توری کے سادہ دل سردار!'' سموال نے باوقار لہجے میں کہا۔ ''شجاعت کے دکھا، معرکے سر کر، آسمان تجھ پر مہربان ہے، زمین تیرے قدم سے دہل جاتی ہے۔ یہی باتیں اس پسند ہیں کیا عجب ہے کہ جس کی تمنا سب کرتے رہے تو اس لذت لامحدود سے آشنا ہو جائے اس عجب کہ تو ایک بڑے تلاطم کا سبب بن جائے۔''

''میں دھوم مچادوں گا۔ مشرق تا مغرب میرا نام زمین پر ثبت ہو جائے گا مگر تمہیں میرا اعتبار ہے کہ ہوس اقتدار میری سرشت میں نہیں ہے۔ بس تم سے میری درخواست ہے کہ میری تربیت تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اپنے فاضل اتالیق کا ایک قابل فخر شاگرد ثابت ہوں گا۔'' تم جمرال کی جگہ سمجھو اور مجھے سب سے پہلے شوالا کو زیر کرنے کا موقع دے کر توری کے دونوں قبیلو

ہم بننے میں مدد دو۔''

''جابر بن یوسف! سردست تم میری نظر میں ایک فریق ہو۔ جب تک شوالا کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ میری ہمدردیاں منقسم ہیں۔''

''کیا تم اب بھی شوالا کے بارے میں کوئی اعلان نہیں کرو گے؟ اس وقت تمہاری آمد کا مقصد توری میں میری واپسی اور حکمرانی کی توثیق ہے یا میری متعدد پیغامات کے جواب کے ذیل میں تم کچھ نہ کہو گے؟'' میں نے بے چینی سے کہا۔

''میں تم سے یہ کہنے آیا ہوں کہ شوالا سے مقابلے کی درخواست قبول کر لی گئی ہے۔ شوالا نے بھی آمادگی کا اظہار کر دیا ہے۔''

''اوہ۔'' میں مسرت سے اچھل پڑا۔ میرے محترم کاہن۔ اور یقیناً وہ بھی حسب سابق مقابلے کے روز بہ نفس نفیس رونق افروز ہوگی؟ وہ جو طلسم وافسوں کی اس سرزمین کی کلید ہے۔''

''ممکن ہے وہ شجاعت کا یہ مظاہرہ دیکھنا پسند نہ کرے۔''

''میں اسے دکھاؤں گا کہ میں کتنی توانائی کی قدرت رکھتا ہوں۔ میرے ہاتھوں میں کتنا پتھر اور زلزلہ ہے۔'' میں نے جوش سے کہا۔

''جابر بن یوسف۔'' کاہن اعظم چبھتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''نیکیاں تمہاری راہبر نہیں ہیں۔ تمہارا حافظہ کمزور ہے۔ تم ابھی اس سرزمین پر اجنبی معلوم ہوتے ہو۔''

میں اس کی معنی خیز گفتگو کا مفہوم سمجھ گیا۔ ''ہاں مقدس کاہن! تمہارا قیاس درست ہے۔ توری میں آکر میں باگمان، زارشی اور انگروما کا ایک تجسیم اور متحرک شخص نہیں رہا۔ میں نے یہاں واپسی کے لیے اپنی تعلیم تربیت اور جادوئی اسرار سمجھنے اور دوسرے کمالات سیکھنے پر اس لیے توجہ نہیں دی کہ میرے گرد تذبذب اور کش مکش کی دیوار کھڑی کر دی گئی تھی۔ میرا خیال تھا۔ میری واپسی بہت بڑا واقعہ ہے۔ مجھے اعزازات سے نوازا جائے گا۔

لیکن جو دن گزرتا رہا وہ مجھ پر اندیشے مسلط کرتا رہا۔ پھر میں نے خیال چھوڑ دیا۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ تمہاری دل خوش کن آمد کے بعد یہ سیاہ پردہ چاک ہوا ہے۔ اب میں یہ سوچنے کا حوصلہ رکھتا ہوں کہ مجھے شک سے بالا سمجھا گیا ہے۔''

کاہن اعظم سمورال نے مجھے اطلاع دی کہ تین دن بعد شوالا سے مقابلہ منعقد کیا جائے گا چلتے چلتے اس نے یہ مژدہ بھی سنایا کہ مقدس اقابلا نے سرنگاپر عائد شدہ بندشیں اٹھالی ہیں۔

میں نے بڑھ کر اس کا ہاتھ چوم لیا اور اقابلا کی تعریف وتوصیف میں اپنے بیان کا کمال دکھانے کے بعد اسے جلوس کی شکل میں رخصت کر دیا۔ میں بھاگا ہوا اندر آیا اور میں نے سریتا کو کمر سے اٹھا کر

یہ خبر سنائی کہ سرنگا اب آبادی میں واپس آ سکتا ہے۔ سمورال کے جانے کے بعد جس تکدر، اختلاج اور انتشار کی کیفیت ختم ہوگئی۔ سمورال مبہم الفاظ میں بہت سی معنی خیز باتیں کہہ گیا تھا۔ اسی وقت قبیلے میں شوالا سے مبارزت کا اعلان کر دیا گیا اور قبیلے کی آبادی جارا کا کا کی عبادت میں سربسجود ہوگئی۔ مجھے شوالا کی یہ بہادروں کی ادا پسند آئی کہ اس نے خودکشی کرنے کے بجائے مقابلے کو ترجیح دی۔ وہ عزت کی موت مرنا چاہتا تھا اور میں اسے اس سے محروم نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ کیونکہ مقابلے میں اقابلا کی موجودگی کا امکان قوی تھا۔ اس کے سامنے میں اپنے آہنی بازوؤں کی نمائش کر سکتا تھا۔

اسی وقت میں قبیلے کے ایک بہت بڑے گروہ کے ساتھ سرنگا کے غار تک گیا۔ میں نے گروہ کو ایک خاص مقام پر ٹھیرا کر غار میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ مجھے حسب سابق دشواری پیش آئی۔ مگر شپالی نے میرا کام آسان کر دیا۔ سرنگا بے حس و حرکت بیٹھا اپنی عبادت میں مصروف تھا۔ دیوی کی مورتی اس کے سامنے رکھی تھی۔ چراغ کی روشنی میں اس کا چہرہ بے حد بھیانک نظر آ رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی لیکن اس نے میری مسلسل ترغیبوں کا کوئی اثر نہیں لیا۔ میں نے بڑھ کر مورتی اس کے سامنے سے ہٹا لی۔ اس کا انہماک ٹوٹ گیا۔ ''سرنگا میرے محترم دوست چلو چلو۔'' میں نے جوش مسرت سے کہا۔ ''تمہاری بندشیں ختم کر دی گئی ہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔''

سرنگا اپنی جگہ بیٹھا رہا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ کی چمک نمودار نہیں ہوئی۔ ''سیدی جابر ابھی میں نہیں جا سکتا۔'' اس نے مخمور لہجے میں کہا جیسے وہ نشے میں ہو۔

''کیوں؟ سریتا تمہیں یاد کرتی ہے اور سنو۔'' میں نے رازداری سے کہا۔ ''شوالا سے تین دن بعد مقابلہ ہونے والا ہے، کیا تم اس میں شریک نہیں ہو گے؟''

سمجھا کرو سیدی ابھی میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔ سریتا کو پیار کر لینا۔'' سرنگا نے مورتی میرے ہاتھ سے چھین لی۔

''تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ آؤ سرنگا! باہر نکل کر دیکھو۔''

''نہیں۔ مجھ سے اصرار نہ کرو۔ میں کسی دن خود آ جاؤں گا۔''

''کب تک آؤ گے؟'' میں نے اپنے اصرار سے تھک کر کہا۔

''جلد ہی..... سیدی جابر!'' اس نے چراغ کی روشنی بجھا کر کہا۔ میری ہدایت ہے کہ تم مزید تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دینا۔ سمورال کو اپنے قابو میں رکھنا، سمجھے میں تمہی لوگوں کی خاطر یہاں بیٹھا ہوں ایک بات ذہن میں رکھنا کہ ہمیں یہاں سے واپس جانا ہے۔''

''مجھے تمہارا مشورہ عزیز ہے لیکن سرنگا تم کس دنیا کی باتیں کر رہے ہو؟''

''اب تم جا سکتے ہو۔'' اس نے چونک کر کہا۔ ''مقدس اقابلا عظیم ہے۔''

غار میں ایک خوشبو پھیل گئی تھی۔ سرنگا دوبارہ مورتی کو سامنے رکھ کر کھو چکا تھا۔ میں نے وہ خوشبو اور مقدس اقابلا کی عظمت و فضیلت میں رطب اللسان ہو گیا۔ سرنگا کی سخت نگرانی کی جا رہی اس کا مطلب یہ تھا کہ قبیلے میں سرنگا کے داخلے کے بعد ہمیں ایک دوسرے سے بہت محتاط انداز طرز رکھنا ہوگا۔ سرنگا پر اس قدر سخت نگاہ کیوں تھی؟ یقیناً ابھی بہت سے اسرار اقابلا کی سلطنت میں اعلیٰ عظیم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوں گے۔

میں واپس آ گیا تھا مگر میں انگروما سے کیسے واپس آیا؟ کیا مجھے انگروما والوں نے فتنہ و سازش کے جزیرہ توری پر دھکیل دیا یا مجھے اور کوئی طاقت کہیں سے کھینچ لائی؟ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جزیرہ میں میری واپسی کے بعد وہ میری واپسی کے اسباب و علل پر غور کر رہے تھے، جب انھیں یقین ہو گیا کہ جابر بن یوسف انگروما میں رہنے کے بعد پاک باز واپس آیا ہے تو انہوں نے کاہن اعظم کو میری جانب بھیجا ہوگا۔ میں اپنے طور پر یہی تجزیہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں افسردگی کے ساتھ وہ واپس لے آیا جو سرنگا کے استقبال کے لیے گیا ہوا تھا۔

واپس ہوتے ہوتے ہمیں شام ہوگئی۔ شام کو توری پر شباب آ جاتا ہے آج میں اس جشن طرب میں شریک ہوا۔ ڈاکٹر جواد تین چار دوشیزاؤں کے درمیان شراب کے خم لنڈھا رہا تھا اور وہ حسین لڑکیاں اس کے ساتھ کھیل رہی تھیں، مجھے دیکھ کر جواد نے ایک قہقہہ لگایا اور اس نے میری طرف ایک کاوہ ٹکڑا پھینک دیا جو وہ اپنے دانتوں سے نوچ رہا تھا۔ میں نے اسے چبا کر کھا لیا۔ ڈاکٹر جواد میرے ساتھ چلا آیا اور مقابلے کے لیے اعلیٰ قسم کی جڑی بوٹیاں دینے کی پیش کش کرنے لگا۔ یہ دو دن جشن قبل از فتح میں گزار دیے۔ آخری دن میرا دل مچلا جا رہا تھا۔ کل عجیب حادثہ ہوگا۔ جب وہ گرہوگی جب فلورا میری تحویل میں آ جائے گی۔ میں ان دونوں سے کیسے نمٹوں گا میں اسی میں مبتلا تھا کہ جواد کمرے میں آیا اور اس نے مجھے جڑی بوٹیوں کا ایک تحفہ عطا کیا، مجھے مزید وقت کی ضرورت نہیں تھی لیکن جواد کا اخلاص دیکھ کر میں نے وہ بوٹی اس کے سامنے نگل لی۔ غشی کا احساس ہوا اور زمین پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا۔ سریتا نے مجھے گرتے ہوئے سنبھالا۔ میرا ہوش ہونے لگا۔ ڈاکٹر جواد غائب ہو چکا تھا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ ڈاکٹر جواد نے مجھے کیا دیا ہے۔ ایسا سریع الاثر زہر جس میں جادو کی آمیزش تھی۔ جو یقیناً شوالا نے اسے دیا ہوگا۔ اس وقت بستر پر لٹا دیا گیا میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ مجھے اتنا یاد رہا کہ میں نے اپنی چوبی برچھا کو گرنے کے لیے اسی سختی سے پکڑ لیا تھا اور جب میرے ہاتھ میں اس کا لجلجا جسم آیا تو میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

کافی دیر بعد میری آنکھ کھلی تو میں نے فزارو اور زارے کو سرہانے پایا۔ سریتا کے زانو پر میرا سر

تھا اور وہ پتوں کا بنایا ہوا ایک پنکھا جھل رہی تھی۔ میرے جسم پر اژدہا پھن پھیلائے رینگ رہا تھا۔ سریتا نے مجھے ہوش میں آتے دیکھ کر میری پیشانی سے پسینہ پونچھا اس کے آنسو ڈھلک کر میرے گالوں پر گرے۔ میں نے ہوش میں آتے ہی شپالی منہ میں رکھ لی اور ایک انگڑائی لے کر اٹھ کھڑا ہوا۔ زارے اور فزارو مودب کھڑے ہو گئے۔ سریتا کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اژدہا میرے قدموں سے لپٹا ہوا تھا۔

''وہ فرعون کہاں گیا؟'' میں نے فزارو سے پوچھا۔

''کون؟'' اس نے حیرت سے کہا۔

''وہی طبیب جواد۔ وہ جہاں کہیں ہو اسے پکڑ کر لاؤ۔'' میں نے حکم دیا۔ فزارو اور زارے ایک ساتھ دروازے کی طرف لپکے۔

سریتا نے مجھے دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔ شوالا نے آخری ذلیل حربہ آزمایا تھا مگر میرے چو اژدہے نے متحرک ہو کر وہ سارا زہر چوس لیا تھا جو اس بوٹی میں بھرا ہوا تھا۔ ڈاکٹر جواد نے غداری تھی۔ مجھے اس پر پہلے ہی شبہ تھا۔ خوش قسمتی سے وہ شوالا کے علاقے کی طرف بھاگ گیا تھا لیکن وہ کر کہاں جائے گا؟

فزارو اور زارے کی ناکامی کے بعد میں نے اس کی تگ و دو چھوڑ دی آئندہ روز سے یہ علاقہ میرا ہو گا اور ڈاکٹر جواد کو طبیب ہونے کے باوجود کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ قبیلے میں میری بیماری خبر پوشیدہ رکھی گئی تھی۔ اس لیے وہاں کے ہنگاموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ سریتا نے مجھے جانے سے روک دیا اور میں اس کے ساتھ آگ پر سنکا ہوا گوشت کھا کر سو گیا۔ سریتا اپنی خلوت چلی گئی۔

فزارو اور زارے نے رات بھر خنجروں پر دھار رکھی تھی رات بھر جانوروں کی قربانیاں دیوتا کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ علی الصباح فزارو اور زارے نے آ کر میری خیریت پوچھی، میرا جل رہا تھا لیکن میں مقابلے کے لیے بالکل تیار تھا۔ فزارو اور زارے کے ہمراہ آنے والی نوخیز لڑکیوں نے مجھے دیوتاؤں کے مشروب میں غسل دیا۔ میرا جسم پھولوں کے عرق سے مہکا دیا گیا۔ نت انداز سے نقش و نگار بنائے گئے۔ مجھے طرح طرح سے مرصع کیا گیا۔ لڑکیاں چلی گئیں تو نوجوانوں ایک دستے نے میرے تحفے چمکانے اور خنجر تیز کرنے میں بڑی پھرتی دکھائی۔ پھر میں نئے حالت میں جھومتا ہوا اس میدان کی طرف قدم اٹھانے لگا جہاں شوالا سے میرا مقابلا منعقد ہونے تھا۔ وہاں پہلے ہی سے روایتی شان و شکوہ کے ساتھ توری کے لوگ جمع ہو گئے تھے لوگوں کا ایک جم میری پشت پر تھا۔ ہر طرف فلک شگاف نعرے بکھرے ہوئے تھے۔ شوالا کے قبیلے کی طرف سے

تھا۔ فزارو اور زارے میرے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے، کاہن اعظم سمورال اور مقدس سواری آنے والی تھی۔ میدان میں رقص کرنے والی لڑکیوں نے گھیرا ڈال دیا تھا۔ شوالا ابھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد ایک تنہا شخص سجے ہوئے جسم اور ہتھیاروں کے ساتھ سر جھکائے، نے میدان میں داخل ہوا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس نے چیختے ہوئے ہجوم پر ایک طائرانہ نظر ور اپنی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ وہ شوالا تھا مجھے یہ دیکھ کر شدید مایوسی ہوئی کہ اس کے ساتھ نر بگا اور ہیں تھے، اچانک ایک خطرے کا احساس ہوا لیکن مجھے زیادہ سوچنے کا موقع نہیں ملا کیونکہ اسی یر اپشت پناہ سرنگا ہجوم کا سینہ چیرتا، تیز قدم بڑھاتا ہوا میرے قریب آ گیا میں نے اس سے بغل نا چاہا مگر اس نے مجھے روک دیا۔ قریب آ کر اس نے اپنے سیدھے ہاتھ کا انگوٹھا میری پیشانی پر پھر اسے کھینچتا ہوا اوپر کی جانب بڑھاتا گیا۔ اس کام سے فراغت پا کر وہ بڑے ادب سے ''اے جزیرہ توری کے عالی و مرتبت سردار! میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔''

''سرنگا میرے دوست!'' میں نے مچل کر کہا۔'' مجھے اس موقع پر تمہاری دعاؤں کی بے حد ت ہے۔''

جواب میں سرنگا نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر مجھے سلام کیا اور پھر ہجوم میں گم ہو گیا۔ اسی وقت نے سرنگا کی عظیم دیوی کی پرچھائیاں اپنے قریب محسوس کیں، جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا، کا شور و غل بڑھتا جا رہا تھا۔ پھر اچانک گہری خاموشی مسلط ہو گئی۔ بلند مقام پر جہاں اقابلا کی ت کا انتظام تھا۔ اس کے عین اوپر آسمان میں سیاہ ذرات کا بھنور چکراتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ یہ اقابلا د کا اعلان تھا۔ اس وقت میرے اضطراب کا کیا عالم ہو گا؟ سیاہ ذرات کا دھندلکا بالائی مقام تک فضا میں غائب ہو گیا۔ تمام مجمع زمین پر گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ فضا میں ایک لطیف موسیقی کا شور ہوا اور ایک لطیف خوشبو سارے میدان میں پھیل گئی۔ جب مطلع صاف ہوا تو مقدس اقابلا کا جلوہ تاب نظر آیا۔ وہ تمام تر تزک و احتشام سے اپنی مسند پر جلوہ گر تھی، میری نگاہیں اس کا طواف نے میں محو تھیں، اس کا سارا بدن سبز پتوں اور سرخ پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے ایک طویل اور طویل چاہت کے بعد اسے دیکھا تھا۔ اس کی روشن آنکھیں ایک طرف ٹکی ہوئی تھیں۔ میں احساسات محفوظ رکھتا ہوں، جو اہل دل ہیں انھیں تصور کی دعوت ہے بس میں گنگ تھا۔ جی چاہتا یہ لمحے یہ عالم ٹھہر جائے۔ ہر چیز اپنی جگہ جم جائے۔ اس منظر میں کوئی تبدیلی نہ ہو کوئی اور نہیں وہ تھی۔ اقابلا سامنے تھی وہ لوریما، نیشا، زولین اور اشمار نہیں تھی وہ اقابلا تھی، وہ میری شب تھی، وہ میرا ی، وہ میرا احساس تھی، وہ میرا دل تھی، مجھے کسی بات کا ہوش نہیں رہا تھا۔ میں اس وقت ہوش میں آیا کاہن اعظم نے میدان میں آ کر مقابلے کی شرائط کا اعلان کیا میں اور شوالا میدان میں ایک

دوسرے کے آمنے سامنے کھڑے ہو گئے۔ میرے قریب کھڑے ہوئے لوگ ہٹنے لگے۔ اس
میں نے اپنے زور بازو کا مظاہرہ کرنے کے لیے اپنے ایک ہاتھ سے ایک شخص کو اٹھا کر پھینک
پھر دوسرا ہاتھ بڑھا کر ایک شخص کو اٹھا لیا۔ اور اسے مجمع کی طرف اچھال دیا۔ اب ہم دونوں میں
میں اکیلے رہ گئے شوالا نکٹکی باندھ کر میرے تحفے دیکھ رہا تھا لیکن اس نے حقارت سے زمین پر تھ
دیا۔ کاہن اعظم جارا کا کی ابتدائی رسوم کے بعد درمیان سے ہٹا تو ہم دونوں نے اپنے اپنے نیز
زمین میں گاڑ دیے، اس وقت میں نے شوالا سے پوچھا۔ ''موت سے پہلے کیا تم یہ بتانا پسند کرو
فلورا کہاں ہے؟''

اس نے ایک قہقہہ لگایا۔ ایک مصنوعی قہقہہ۔ ''فلورا؟ جابر بن یوسف! تم اسے کبھی نہ پاسکو
میں نے اسے بطور تحفہ نربگار کو دے دیا ہے۔ نربگار جوارمیگا کا بھائی ہے' ارمیگا جو بیز نار کا سردار ہے
نار جہاں جالوش کا قیام ہے تم اسے کبھی حاصل نہیں کر سکو گے' اور یوں بھی تمہارا آخری وقت آ
ہے۔''

میری کنپٹیاں جلنے لگیں' آخری وقت میں شوالا نے ایک اور چرکا لگا دیا تھا۔ ''تو مجھے گویا
بہت ذلت آمیز شکست دینی پڑے گی؟'' میں نے دانت پیس کر کہا۔

''میں تمہاری آنکھیں نکال لوں گا۔ پھر کوئی اجنبی یہاں سر اٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔
کہہ کر اس نے پینترا بدلا اور تمہید وے کے مانند خطرناک انداز میں دائیں بائیں چکر لگانے لگا۔
کی حرکتیں مضحکہ خیز تھیں۔ اس مقابلے میں طلسمی صلاحیتیں آزمانے کا پورا موقع دیا گیا۔ میں اسے
دینا چاہتا تھا تاکہ اقابلا دیر تک جیتی رہے۔ چنانچہ میں اپنی جگہ پر بے پروا کھڑا رہا۔ دفعتہً اس
اپنے گلے میں لٹکی ہوئی مالا کے دانے زمین پر بکھیر دیے جب میرے پاؤں اس پر پڑے تو مجھے وہ
محسوس ہوئے میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کیا، وہ زمین پر لوٹ کر تمام دانے چٹ کر گیا۔ شوالا
رہ گیا۔ شوالا نے اپنی قیمتی مالا ضائع کر دی تھی' پھر اس نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی ایک انسانی کھو
زمین پر دے ماری بجلی کی ایک کڑک سی پیدا ہوئی اور میرے گرد طواف کرنے لگی لیکن بجلی نے میر
جسم کے کسی حصے کو نقصان نہیں پہنچایا۔ میں کھڑا رہا کھوپڑی زمین پر گرتے ہی کئی حصوں میں بکھ
تھی۔ شوالا کی آنکھیں فرط حیرت سے پھیل گئیں۔ پھر وہ پھرتی سے لوٹ کر دور چلا گیا اس کی مٹھی
بند تھیں، میرے نزدیک آ کر اس نے مٹھیاں کھول دیں اور میری طرف زہریلے کیڑے اور چیونٹیاں
اچھال دیں جو جونک کی طرح مجھ سے چمٹ کے میرے جسم میں سوراخ کرنے لگیں، لمحے بھر کے
تو مجھے شدید اذیت کا احساس ہوا لیکن اژدہے نے میری مشکل جلد ہی آسان کر دی اس نے سار
کیڑے ہضم کر لیے اور زمین پر آ کر ناچنے لگا جیسے اس کی مرغوب غذا مل گئی ہو۔ ان طلسمی اعمال

تفصیل خاصی طویل ہے وہ وار کرتا رہا میں انھیں ضائع کرتا رہا۔ اس نے اپنے گلے میں لٹکے ہوئے
تمام تحائف ایک ایک کر کے ختم کر دیے، شپالی اور اژدہے کے کرشمے اس کے سارے طلسمی حربوں پر
حاوی ہو گئے۔ پھر اس نے اپنا نیزہ اٹھایا اور زمین پر ناچتے ہوئے اژدہے کو نشانہ بنانے کے لیے ادھر
ادھر مارنا شروع کر دیا۔ اس کا کوئی نشانہ کامیاب نہیں ہوا۔ اژدہا پھرتی سے ایک طرف ہٹ جاتا تھا۔
میری طرف سے وہ شاید بے فکر ہو گیا تھا۔ میری حیثیت ایک تماشائی کی سی ہو گئی، لوگ انگشت بدنداں
تھے کہ میں ایک جگہ کیوں کھڑا ہوں' جب وہ کوئی حرکت کرتا تو میں اس کا جواب دے دیتا لیکن میں ہر
ممکن احتیاط برتتے ہوئے تھا کہ کہیں کوئی نیزہ بہک کر میرے دل کے پار نہ ہو جائے۔ نیزے کی انی
میں زہر بھرا ہوا تھا۔ میری خاموشی اور سکوت پر میرے قبیلے کے لوگوں کے چہرے گومگو کی کیفیت میں
نظر آتے تھے میں نے یہ مقابلہ خاصا دلچسپ اور سنسنی خیز بنا دیا تھا۔ میں کنکھیوں سے مرصع تخت پر براجمان
فگن اقابلا کو دیکھتا جاتا تھا جس کی آنکھیں مجھے اپنے جسم کے پار محسوس ہو رہی تھیں۔ میں مسخروں کی
طرح پینترا بدل بدل کر شوالا کے وار رد کر رہا تھا۔ یکے بعد دیگرے ایک سے ایک کاری حملہ آخر وہ
تھکنے لگا اور اس کا گلا نوادر سے خالی ہو گیا۔ اس کے تمام تحائف یا تو ضائع ہو گئے تھے یا میرے ہاتھ
بیں آنے کے بعد زمین پر دھرے رہ گئے تھے' انھیں دوبارہ اٹھا کر گلے میں ڈالنے کی ہمت اس میں
نہیں تھی۔ جب اس نے دوبارہ نیزہ سنبھال کر جسمانی لڑائی کے لیے پر تولے تو میں نے اجازت
طلب نظروں سے جھک کر اقابلا کی طرف دیکھا، پھر شپالی اچھال کر ایک خاص زاویے سے شوالا کے
جسم پر پھینک دی وہ چیخ اٹھا اور نیزہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر گیا میں نے بھی اپنا نیزہ پھینک
دیا۔ میں نے شپالی کی پروا نہیں کی کیونکہ اسے اٹھانا اژدہے کا کام تھا۔ میں نے تمام تحائف پشت پر
گر کے شوالا کا دیو قامت جسم اپنے بازوؤں میں لے لیا۔ ہم دونوں دور تک زمین پر لوٹتے پوٹتے
رہے میں نے اسے اپنی پوری قوت سے بھینچ لیا تھا اس دیو کی ہڈیاں چرمرانے لگیں۔ اسے نیم جاں
چھوڑ کر میں اس سے علیحدہ ہو گیا وہ زمین پر کھڑا لہراتا رہا۔ آخر وقت تک اس کی آنکھوں میں ایک
تمنا تھا میں نے اسے دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر اٹھا لیا۔ اس میں ہاتھ پیر چلانے کی سکت نہیں تھی' وہ
بندھا لڑھکنے لگا۔ میں اسے لیے سرنگا کے پاس آیا۔ کیا خیال ہے سرنگا؟ اس کے مظالم تمھیں یاد
ہیں؟''

''ہاں..... مگر اب کیا رہ گیا ہے؟ تم نے اس طاقت کا مظاہرہ کر کے مجھے متاثر کیا۔'' سرنگا
نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

میں نے فخریہ گردن اونچی کی اور شوالا کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے سسرال کی طرف چل پڑا۔
''دیوتاؤں کی خدمت میں۔'' میں نے اس سے کہا۔ ''کاہن اعظم بتاؤ میں اس زندہ لاش کا کیا

کروں؟''

کاہن اعظم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اقابلا کی سمت آیا میں نے تیز نظروں سے اسے دیکھا لیکن اس اثنا میں شوالا نے میرے سر کے بال نوچنے شروع کر دیے وہ میرے کاندھوں پر بیٹھ کر میرے تحائف کھینچ رہا تھا۔ میں اقابلا کے جلوے میں ایسا ڈوبا تھا کہ شوالا کی طرف سے بے خبر ہو گیا تھا۔ یہ میرے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا۔ شپالی زمین پر پڑی ہوئی تھی اژدہا بھی مجھ سے دور تھا۔ نیزہ بھی میرے پاس نہیں تھا۔ شوالا بری طرح میرے بال نوچ رہا تھا۔ تکلیف سے میرا برا حال تھا لیکن میں نے اس کی ٹانگ اتنی زور سے مروڑی کہ اس نے ایک چیخ کے ساتھ میرے بال چھوڑ دیے پھر میں نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔ اسے گیند کی طرح اچھالا اور شدت غضب میں اسے اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا۔ پھر میں نے اسے ایک ٹھوکر ماری اور ایک طرف چل دیا۔ وہ اٹھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ اس کی چیخیں آسمان سر پر اٹھا رہی تھیں' میں پلٹ کر آیا مجھے خیال آیا کہ انگروما میں سیکھے ہوئے پتھروں میں منتقل کرنے کے عمل کا اقابلا کے سامنے کیوں نہ مظاہرہ کر دوں؟ میں نے تیزی سے اپنا عمل شروع کیا۔ پلک جھپکتے میں شوالا کے پیر پتھر میں تبدیل ہو گئے اس کا زیریں حصہ بنجر ہو گیا۔ اور بالائی حصے سے شوالا کی چیخیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ میں نے اسے اسی طرح چھوڑ دیا۔ مجھے معلوم تھا۔ اب کسی کو خنجر آزمانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اب وہ یوں ہی سسک سسک کر مر جائے گا۔ اپنی جگہ واپس پہنچ کر میں نے اژدہے کے منہ سے شپالی نکالی اور اسے گلے میں ڈال کر اس ملکہ حسن تمام صفات کا اضافہ کر لیجئے اقابلا کے تخت کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ توری کے لوگ میدان میں اتر کو وحشیانہ رقص کرنے لگے تھے وہ ایک دوسرے پر لوٹ رہے تھے اور اپنے حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکال رہے تھے۔ جب میں کھڑا ہو گیا تو کاہن اعظم نے ہاتھ کے اشارے سے انھیں خاموش کر دیا۔ اقابلا کے ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ سموراں نے اعلان کیا۔ ''دیوتا گواہ میں ہیں کہ مقدس اقابلا کے سامنے جزیرہ توری کے ایک قبیلے کے سردار جابر بن یوسف نے دوسرے قبیلے کے سردار شوالا کو شکست دے دی ہے' اب وہ دونوں قبیلوں کا اس وقت تک سردار ہے جب تک سلطنت اقابلا کا کوئی دوسرا شخص جابر بن یوسف کی شجاعت کو زیر نہ کرے ایک زمانے بعد توری دوبارہ ایک قبیلے میں مدغم ہوا ہے لیکن اس کی دو قبیلوں کی حیثیت اپنی جگہ ہے۔ دونوں قبیلوں پر حکمرانی کے لیے جابر بن یوسف کو دوبارہ شکست دینا ہو گی۔''

کاہن اعظم کے اعلان کے بعد میں نے یہ سنہرا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ میں نے تمام تر فصاحت سے اقابلا کو مخاطب کیا۔ ''اے آسمانوں کی دیوی! اے زمین کے سب سے خوب صورت پھول اپنے ہاتھ دراز کر اور میرا گلا گھونٹ دے تاکہ میں ایک ابدی نیند سو جاؤں مجھے ایک مبہم سا اشارہ

میں سمجھ سکوں کہ جو میں سوچ رہا ہوں وہ تو سمجھ رہی ہے، مجھے میری بساط سے آگاہ کر اپنے کرتا کہ میں انھیں چاٹ کر ان پر اپنے جذبہ شوق کی مہر ثبت کر سکوں۔''

واب میں پہلی بار اقابلا کے ہونٹ کھل گئے۔ جیسے جل ترنگ بج اٹھے میں نے محسوس کیا۔ ہاں محسوس کیا' یہ میری نظروں کا گمان نہیں کہ اس کی آنکھوں میں ایک کرب پنہاں تھا۔ اس نے پوش بدن کا ایک پھول میری طرف اچھال دیا۔ اس کے ہاتھ مرتعش ہوئے' ہاں میری خاطر جنبش ہوئی۔ اس نے میری بات سنی اس نے کسی ردعمل کا تو اظہار کیا۔ پھر اس نے اپنا ایک ترشا گے کر دیا اور میں سیڑھیاں دیوانوں کی طرح چڑھتا ہوا اس کے آسمانی سراپا کے نزدیک پہنچ ں کے بدن سے سبز پتے نوچنے کی ایک خواہش میرے اندر بری طرح پیدا ہوئی لیکن میں نے ں کو بوسہ دینے پر اکتفا کیا میں نے ان پر اپنی زبان پھیر دی۔

زارو' زارے' سرنگا اور سریتا نے مجھ دیوانے کو اٹھایا' مجھے نہیں معلوم کہ وہ کب گئی اور میں کب ں کے مرمریں پیروں سے پڑا کھیلتا رہا۔

کیا وہ چلی گئی؟ ہاں وہ چلی گئی میں کھویا کھویا' ڈوبا ڈوبا سا اپنے رفیقوں کے ساتھ چلا، نشاط و کے نقارے میرے دل پر نشتر چلا رہے تھے، تماشا لمحوں میں ختم ہو گیا تھا۔ میں جزیرہ کے دونوں کا سردار بن گیا تھا۔ تاریک براعظم میں کسی شخص کے پاس بیک وقت اتنے قبیلوں اور علاقوں کی کا اعزاز نہیں تھا۔ سرنگا میرے ساتھ تھا اور شاید میری کیفیت سے آگاہ ہو گیا تھا۔ اس کا ہاتھ کے انداز میں میری پشت پر تھا اور میں سوچ رہا تھا کیا محض یہیں تک دادرسی ہو گی؟ کیا میں اتنے ہی انعام واکرام کا مستحق تھا؟ کیا مشقتوں' اذیتوں' کرب ناک یادوں اور جلتی ہوئی کا یہی صلہ ہے؟ کیا بس یہی ہے؟ اس کے سوا کچھ نہیں؟ جزیرہ توری کا طاقت ور اور عالی مرتب ہت ناتوانی محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنا دل تھامے ہوئے تھا اور اسے انگروما کے فاضل دانش مند یاد تھے۔ جنھوں نے اس کے خلاف ایک محاذ بنا لیا تھا۔ کیا ان کی رائے صائب ہے؟ یہ تو ا ہے!''

سریتا چہک رہی تھی' قبیلے میں عید کا سا سماں تھا۔ ہم تین اجنبی سرنگا، سریتا اور میں اب جزیرہ کے مختار کل تھے مگر ایک ہستی کی کمی محسوس ہوتی تھی فلورا کی۔ میرے تصرف میں سب کچھ آ گیا وہ باقی رہ گئی تھی فلورا جس کی وجہ سے اس پُرصعوبت زندگی کا آغاز ہوا تھا' مجھے فلورا پر بہت رحم نے اپنے محبوب کی طاقت وحشمت نہیں دیکھی وہ ابھی تک اسیر بلا ہے اور میں اتنا سربلند کے باوجود اسے حاصل کرنے میں ناکام رہا ہوں' شوالا کو شکست دے کر کوئی غیر معمولی مسرت میں ہوئی۔ فلورا کو بیزناد کا ایک شخص لے گیا اور میں دیکھتا رہ گیا؟ میں کس قدر بے غیرت آدمی

ہوں؟ شوالا جیسے دیو کو شکست دینے' زارشی سے واپس آنے' انگروما سے نجات پانے' باگمان مل
کوزچ کرنے والے شخص کا حاصل کیا تھا؟ اپنی آگ میں جلنا' اپنے ہونٹ کاٹنا' اپنا گوشت چبا
کے پاس اقابلا نہیں ہے۔ فلورا نہیں ہے۔ اور توری کی نوخیز دوشیزائیں بھی نہیں جو دیکھیے تو
ہے جو سوچیے تو کچھ بھی نہیں۔ سرنگا زبانی طور پر مجھے سمجھا کر دوبارہ اپنے غار میں چلا گیا۔ بچو
روکنے کی مہلت بھی نہیں ملی' میں آس پاس گلیوں میں برپا ہونے والے جشن میں نہیں گیا۔ وہاں
' جوانی اور موسیقی بہہ رہی تھی مجھ سے نہ جانے کیوں یہ سب کچھ برداشت نہیں ہو سکا۔ میں انھ
اذیت میں مبتلا دیکھنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں باہر گیا اور میں نے چیخ چیخ کر انھیں حکم دیا۔ "بند
جشن۔ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں جاؤ۔ جاؤ احمقو جاؤ۔ ختم کرو یہ جشن۔"

وہ سراسیمہ ہو کر مجھے دیکھنے لگے رقص تھم گیا۔ نقارے تھم گئے اور وہ خاموش منہ لٹکائے
اپنی اپنی جگہوں سے ہٹنے لگے۔ ان کے مایوس چہرے دیکھ کر مجھے تکلیف ہوئی۔ میں نے دوبارہ
کہا۔ "اچھا جو دل چاہے کرو۔ پھر شروع کر دو یہ کھیل۔ مستی کا رقص کرو۔" مشعلوں کی روشنی
کے حیرت زدہ چہرے مجھے نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے دوبارہ ہاؤ ہو شروع کر دی تھی، میرا
انھیں دوبارہ منع کر دوں اور پھر یہ سلسلہ جاری رکھنے کا حکم دوں پھر منع کر دوں، پھر اجازت د
طرح انھیں پریشان کرتا رہوں میں اپنی اس کیفیت پر قابو پانے کے لیے بستی سے دور
اندھیرے میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھ کر میں نے خود کلامی شروع کر دی۔ پھر نہ جا
مجھے نیند آئی مجھے حیرت ہے کہ اس عذاب میں مجھے نیند کیسے آ گئی تھی۔

غالباً ایک ساعت گزری ہوگی کہ میرے پہلو پر کسی نے دستک دی میں نے گھبرا کر آنکھیں
دیں' اندھیرے میں میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں نیند اچانک کہیں غائب ہو گئی میں اٹھ کر اسے د
اور میں نے شپالی کی روشنی میں اس کے وجود کا یقین کیا۔ وہ سرو قد لالہ رخسار، خانوادہ اقابلا کا
تازہ نو شگفتہ نو میدہ پھول تھی اس کے چہرے پر تبسم رقصاں تھا۔ اس کے اوصاف و شفاف بدن
پتے سجے ہوئے تھے، مجھے اپنی نسوں میں شدید کھنچاؤ محسوس ہوا اس کے حسن کا بیان کروں گا تو
سننے والے حسد کریں گے خانوادہ اقابلا کی کوئی دوشیزہ کتنی حسین ہو سکتی ہیں۔ ذرا سوچیے تو وہ ا
تھی وہ اشاریا ژولین میں سے کوئی نہیں تھی۔

میری استفہامی نگاہوں اور امتناع سے اس کی سیماب صفتی میں اور اضافہ ہو گیا کسی شہزا
سے انداز میں اس نے اپنے لب کھولے۔ "جزیرہ توری کے معزز شخص! میں نرماز ہوں۔"

"یقیناً تم مقدس اقابلا کے شبستان کی آرائش ہو' کیا اس نے مجھے طلب کیا ہے؟
تمہارے ذریعے کوئی پیغام بھیجا ہے؟" میں نے بے تابی سے پوچھا۔

"ہاں۔" اس نے خوش ادائی سے جواب دیا اور مسکرانے لگی۔

"تو' مجھے بتاؤ اے پری پیکر نازنیں! اس نے کیا کہا ہے؟ وہ آتش بدن شعلہ نفس میرے
ے میں کیا سوچتی ہے؟"

"اس نے مجھے بھیجا ہے۔" وہ نزاکت سے بولی۔

"تمھیں؟" میں نے تذبذب سے پوچھا۔ "مگر کس لیے؟"

"میں تمہارے نفس کی غذا ہوں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"کیا.....؟ مگر نہیں۔" میں نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "میرے نفس نے روحانی رفعتیں چھو لی
۔ اس کی غذا مادہ نہیں ہے۔"

"میں تمہارے لیے روحانی سرشاریوں کی نوید ہوں' میرا بدن مادی آلائشوں سے پاک ہے۔"

"میں نے اپنا نفس ایک ستون سے باندھ دیا ہے۔"

"کیا تم اس کا عطیہ مسترد کرنے کی جرات کرو گے؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"میں نے تمہاری خواہش نہیں کی ہے ہر چند کہ کرہ ارض کا کوئی بھی ذی ہوش شخص تمھیں مسترد
ں کر سکتا۔ اگر تم کوئی انعام ہو تو میرے ساتھ رہو میں تمھیں سجا کر رکھوں گا لیکن میری طلب اپنی جگہ
دق اور مکمل ہے۔ میرے لیے اس کی خواہش مقدم ہے۔"

"کیا تمھیں اشاریا دے؟" اس نے سرگوشی کی۔

"کیا تم اس کی جانشین بن کر آئی ہو۔ وہ کہاں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم لیکن میں اشار کی جگہ بھیجی گئی ہوں۔"

"میرا یہ امتحان بھی خوب ہے میں تو ہلاک ہو جاؤں گا۔"

"میں تمہارے جلتے ہوئے بدن کی آگ سمیٹنے آئی ہوں۔"

"یہ آگ میرا سرمایہ ہے میں اسے سرد کر کے اپنا مقام گرانا نہیں چاہتا۔"

"میں بھی ایک آگ ہوں' مجھے چھو کر دیکھو' مجھے تمہارے ساتھ رہنے کا اعزاز' اس نے میری
ات سے خوش ہو کر بخشا ہے..... میں ایک عرصے سے فروزاں ہوں۔" اس نے حسرت آمیز
، میں کہا۔ "لو یہ مشروب نوش جاں کرو۔"

یہ قصر اقابلا کا متبرک مشروب ہے اسے پی کر تمھیں میرے بدن کی چاندنی نظر آنے لگے گی
میں مشروب خاص کی ضرورت ہے؟"

"نہیں۔ تمہارا شکریہ میں اپنا خون پی رہا ہوں۔"

"اوہ وہ سمٹ کر زمین پر دراز ہو گئی۔ مجھ سے اس کا قیامت خیز سراپا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔

میں نے اپنا منہ پھیر لیا۔ ایک بار پھر اقابلا نے میری خلوت کے لیے اشمار کی طرح ایک نازنین بھیج
لیکن اشمار کا زمانہ اور تھا۔ شاید میں اس وقت ناپختہ کار تھا۔ اب بہت فرق ہو گیا تھا کیا اتنی ریاضت او
صداقت کا انعام یہ ہے کہ وہ اپنی کنیز بھیج کر میری دل آزاری کرے؟ کیا میرا استحقاق صرف اسی قد
ہے؟ باگمان میں لوریما تھی' انگروما میں نیشا، کیشا موجود تھی۔ میں نے کہاں' کہاں نا آسودگیاں او
محرومیاں اوڑھے رکھیں؟

میں اسے یکسر مسترد بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن میں نے سوچا اسے مسترد کر دینا چاہیے' زیادہ سے
زیادہ یہی ہو گا کہ اس کا عذاب مجھ پر نازل ہو گا۔ ہو جائے میں نے اس سے کہا۔ ''اے ستم بر
تمہاری ضرورت نہیں ہے بہتر ہے تم قصر اقابلا واپس چلی جاؤ۔''

''اقابلا۔ مقدس اقابلا۔ اس گنہ گار شخص پر رحم کرو۔'' وہ عاجزی میں اپنے آپ سے بولی۔ ''م
کون اسے سمجھائے کہ کائنات کے اس حصے کو کیسی روحانی عظمتیں حاصل ہیں۔''

''تمہارے جملے میری فہم سے بالا ہیں۔'' میں نے اس کی گفتگو سن کر کہا۔

''دیوتا تم پر سایہ فگن رہیں سیدی جابر! تم گناہ کر رہے ہو۔'' اس نے اپنے بال پھیلا کر کہا
''آہ جو تمھیں جاننا چاہیے شاید تم اس سے ابھی تک ناواقف ہو۔ تم ابھی زمین کے آدمی ہو شاید تم
اس امر پر غور نہیں کیا کہ یہ سب کیا ہے؟ شاید تمہاری آنکھوں نے ابھی بہت کم دیکھا ہے۔ میں ا
کے قرب کی علامت ہوں سیدی جابر!'' وہ مسلسل کہتی رہی۔

''تم میرے لیے باعث سعادت ہو۔'' میں نے اس کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ ''لیکن مجھ
کچھ سنبھلنے کا موقع دو' میں اس وقت تنہائی چاہتا ہوں۔''

''میں تمہارے قریب رہوں گی کیونکہ مجھے تمہارے لیے تفویض کیا گیا ہے۔'' اس نے کہا اور
میری نظروں سے غائب ہو گئی۔

☆==========☆==========☆

میری قوت فیصلہ ختم ہو گئی تھی۔ انتشار کے ایسے لمحوں میں مجھے کاہن اعظم سموراں کی یاد آئی
شرالا کے مرنے کے بعد اب میری حیثیت ایک فریق کی نہیں رہی تھی، میں بھاگتا ہوا اس کے
میں پہنچ گیا اور ایک مدت بعد اس کی طلسمی عبادت گاہ میں داخل ہوا۔ وہ میری صورت دیکھ کر دنگ
گیا۔ ''کاہن اعظم سموراں''! میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''میں تمہاری پناہ چاہتا ہوں
اور تینوں قبیلوں کی سرداری سے عہدہ برآ ہونے کا اعلان کرنے آیا ہوں۔''

جب میں نے عبادت گاہ میں قدم رکھا، اس وقت سموراں ہرن کی مردہ آنکھ میں کچھ تلا
کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میری آمد سے اس کی محویت ٹوٹ گئی۔ میں نے وحشت زدہ انداز میں

اپنی آمد کا مقصد بیان کیا تو وہ میری صورت دیکھنے لگا۔

''جابر بن یوسف!'' وہ متحیر نظروں سے میرے سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے بولا۔ ''تم جو اعلان کر
ہو' میں اس پر تمہیں دوبارہ غور کرنے کا موقع دیتا ہوں..... کیا تم شراب میں غسل کر کے آ
ہو؟''

میں نے اس سے اپنی عقیدت کا اظہار کرنے کے بعد کہا۔ ''میں کسی اور زبان میں گفتگو نہیں کر
ہوں۔ مجھے غلاموں کی ایک کثیر فوج، وسیع زمین اور مضبوط حکومت کی ہوس نہیں۔ میں ایک نظر زدہ
ں ہوں۔ یہ سب میرے لیے اس وقت باعث افتخار ہوتا جب میری نگاہ اس کے جلوے سے پاش
نہ ہوئی ہوتی۔ اب مجھ میں مزید استقامت نہیں ہے۔ میری گزارش ہے کہ مجھے جزیرہ توری کا
عام شہری بنا دیا جائے یا مجھے اور میرے ساتھیوں کو مہذب دنیا میں واپس کر دیا جائے' اگر یہ ممکن
ں تو ہماری ہلاکت کا جشن منعقد کیا جائے۔ میں ایک فیصلہ کر کے تمہارے پاس آیا ہوں۔''

سموراں نے ہرن کی آنکھ ایک تازہ پتے میں لپیٹ کر پتھر کے پیالے میں رکھ دی اور میری
ت کا جواب دینے کے بجائے اس نے اپنی عبادت گاہ کی چاروں دیواروں کا طواف کیا اور بندر کی
ہ کی مٹھ کا ایک عصا لے کر دیواریں ٹھونکیں۔ پھر اس نے جلتے ہوئے پیالے میں کوئی سفوف ڈالا۔
ں پھیل گیا۔ ایک ناقابل بیان قسم کی بو نے عبادت گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ تنگ دھڑنگ سموراں نے
کا کا کی کھوپڑی گلے سے اتار کر دروازے پر لٹکا دی۔ اس کے بعد وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور مجھے
ن پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔

''تم کیا کہہ رہے تھے؟'' اس نے باوقار لہجے میں پوچھا۔ مجھے دوبارہ اپنی شدت اور اضطراب کا
بیان کرنے میں تامل ہوا۔ پھر بھی میں نے اپنے قلب کی حالت زیادہ مدلل اور جامع انداز میں
رہ بیان کی۔ میں نے کہا۔ ''میں تنگ آ گیا ہوں میں اب اپنی جھونپڑی میں رہنا پسند نہیں کرتا۔
میرا دل کسی درخت پر رہنے کو چاہتا ہے کیونکہ میں ایک جانور ہوں۔''

سموراں نے تمام تر سنجیدگی سے میری روداد جنوں سنی اور بھاری بھرکم آواز میں بولا۔ ''تمہاری
ثرال سے کم معلوم ہوتی ہے۔ تم کوئی معمولی پرندے ہو جو ایک ہی قسم کی رٹ لگاتا ہے۔ تم نے یہ
سوچ لیا کہ جو مناصب تم نے حاصل کیے ہیں وہ اس کی قربت سے مشروط ہیں۔ تم بیک وقت تین
ل کے سردار ہو، اس کے باوجود تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم عظیم و جلیل ملکہ اقابلا کی
ت کا ادّعا کرو۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم اس وسیع پراسرار سرزمین پر پھیلے ہوئے تمام بزرگ لوگوں
برتر ہو گئے ہو اور وہ لوگ جنھوں نے تم سے زیادہ مرتبت اور عظمت پائی ہے تم انھیں عبور کر کے
ی خلوت میں پہنچ جاؤ گے؟ تم تو ابھی سے تھک گئے۔ کیا تم نے ان لوگوں کو دیکھا جو اس کی نظر

میں زیادہ دقیع اور مستند ہیں پھر تشنگی کا عذاب سہہ رہے ہیں۔ تم اس کے دعوے دار کیسے ہو گئے۔ جب کہ تم نے ابھی صرف تین علاقوں کی سرداری حاصل کی ہے تم نے اپنے اطراف میں موجود ان لوگوں کی آنکھوں میں جھانک کر نہیں دیکھا جو اس سے قریب ہیں۔ کیا وہ حواس سے محروم ہیں اور تمہاری طرح سوچ نہیں سکتے؟''

''سمورال۔ مقدس کاہن تم آج عجیب باتیں کر رہے ہو۔'' میں نے حیرت سے اسے گھور کر دیکھا۔ ''لیکن مجھے یہ تاثر دیا گیا تھا کہ اس کی نظروں میں میرے لیے چمک موجود ہے۔ اس نے مجھے دوبارا اپنے جلوے سے سرفراز کیا۔ اس نے میری محرومی دور کرنے کے لیے اپنے شبستان سے اشارہ بھیجی جس کا علم شاید تمھیں نہیں ہے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ وہ مجھ پر مہربان ہے۔ مجھے یہ باور کرایا گیا تھا کہ بس اب میری طلب کا جواب موصول ہونے والا ہے۔ مجھے باگمان اور صحرائے زارشی میں تربیت کے لیے بھیجا گیا۔ مجھے اس کے لمسِ شیریں کی سعادت نصیب ہوئی۔ سنا گیا تھا کہ اجنبیوں کے لیے یہ زمین قبر کی جگہ دینے میں بخل سے کام لیتی ہے لیکن ہم اجنبیوں کو خاص رعایت دی گئی ہے۔ اب نرماز کے بدن کا تحفہ بھیجا گیا ہے جسے میں مسترد کر کے تمہارے پاس چلا آیا ہوں۔''

''آہ میرے غریب نوجوان!'' سمورال نے ایک سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''تم سے بھی تو کہا گیا تھا کہ اس مٹی کا ذرہ ذرہ سحر و اسرار سے آلودہ ہے۔ تم نے اتنی دور دراز کا سفر کیا اور اپنے قد کی پیائش نہیں کی۔ تم نے حسن و جمال کی اس ملکہ کے بارے میں پورے طور پر آگاہی حاصل نہیں کی۔ تم نے ابتدا ہی سے بہت سے زیادہ خواہش کا اظہار کر دیا۔''

''مقدس کاہن! کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ میں تم سے اجازت لے کر تمہارا خنجر اٹھاؤں اور اپنے سینے کے پار کر لوں؟ میں اب تک جو کچھ سمجھتا رہا، کیا وہ غلط تھا؟ کیا تم مجھے اس جلیل منصب سے آگاہ کرو گے۔ جہاں مآل کار اس کے جمال بے مثال کا باب کھلتا ہے۔ یقیناً اس کی کوئی منزل، کوئی انتہا ہو گی؟''

''کون جانتا ہے، کسے معلوم ہے.....'' کاہن اعظم کے لہجے میں یاسیت تھی۔ ''مگر ایک شخص ضرور طلوع ہو گا۔''

''تم بھی نہیں جانتے؟'' میں نے حسرت سے کہا۔ ''وہ شخص..... کیا وہ کسی شخص کی آمد کا منتظر ہے؟''

''میں اس شخص کو جانتا ہوں۔'' کاہن اعظم نے کہا۔

''کون ہے وہ؟'' میں نے کرب سے پوچھا۔

''وہ شخص جو علم و فضیلت، عزم و شجاعت میں سب سے یکتا ہو گا۔ جس کی شدتیں اتنی پر اثر ہوں

زم پڑ جائیں۔ وہ شخص جو برداشت، عقل اور مردانہ اوصاف کا حامل ہو گا۔''

ئید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ ایک ناقابل تعبیر خواب ہے۔ میں تمہارے پاس اسی لیے آیا تھا۔ ل میں یہ قرین عقل ہے کہ آدمی ایسے اوصاف پیدا کرنے کی کوشش کی بجائے جو عام انسانی لیے ناممکن ہیں، اس کی طلب سے دستبردار ہو جائے۔ اور جو ہے اسی پر قناعت کرے۔'' میں گوئی سے کہا۔

یں جابر بن یوسف! میں تمھیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔ تم بھی اس صف میں شامل ہو میں اور بہت سے عظیم لوگ کھڑے ہیں۔ یہ لوگ جو تمہارے حکم کے تابع ہیں۔ یہ ان گنت تمہارے جسم کے تبرک سے فیض یاب ہونے کے لیے مضطرب رہتی ہیں، یقیناً عظمت کی ی مساعی کا انعام ہیں ممکن ہے کسی دن تم کسی بڑے انعام کے مستحق ٹھہرو۔ ممکن ہے تمھی وہ ہو۔ اگر تم اس سرزمین کی لاتعداد عالموں کی طرح اس کی خوشنودی کی آخری منزل تک نہ تم زیاں کا سودا نہیں کرو گے۔ تمھیں نرماز سونپی گئی ہے۔ ایسے نادر تحفے غلاموں کو نہیں ملا سمورال نے تلخی سے کہا۔

اہن اعظم! تمہاری گفتگو سے مجھے انگروما کے فاضل بزرگ یاد آ رہے ہیں جنھوں نے لا کے خلاف علم بغاوت بلند کیا ہے۔ خاکم بدہن وہ کہتے ہیں اقابلا ایک سراب ہے۔ ان نے جید عالم دیکھے۔ مجھے گروٹا اور گورے نے سمجھایا تھا کہ میں انگروما میں رہ کر اسی دن یں رہوں جب وہ مقدس اقابلا کی سلطنت کا شیرازہ بکھیر دیں گے لیکن میں نے انکار کر دیا ہاں سے چلا آیا۔ وہ سچ کہتے تھے۔'' میں نے افسردگی سے کہا پھر میں کمرے میں پھیلتا یکھ کر کہا۔ ''یا وہ غلط کہتے تھے۔''

یہاں آزادی سے گفتگو کر سکتے ہو۔'' سمورال نے میرے اندیشے سونگھ کر کہا۔ ''ہاں تم نے ر کیا دیکھا؟''

☆==========☆==========☆

اسے تمام تر دلچسپی سے انگروما کے واقعات سنانے لگا۔ میں نے نیشا، کیشا کا تذکرہ کیا۔ رکہ سنایا۔ سمورال کی سماعت کا اشتیاق دیکھ کر میں کسی قدر جھجکا۔ پھر میں نے وہ واقعات سرسری انداز میں بیان کرنے شروع کر دیے۔ ''اور میں آ گیا۔'' میں نے کہا۔

تم وہاں سے آ کیسے گئے؟'' سمورال نے پوچھا۔

ا.....'' میں نے کسمسا کر کہا۔ ''مجھے نہیں معلوم میں نے ایک دن آنکھ کھولی تو میں کشتی ری کشتی جزیرہ توری کی طرف گامزن تھی۔'' میں سمورال سے سرنگا کی دیوی کا تذکرہ کرنا

نہیں چاہتا تھا۔ سمورال کو انگروما میں ہونے والے واقعات کا قطعی علم نہیں تھا۔ اس لیے میں نے فصاحت سے اس کے سامنے دروغ گوئی سے کام لیا۔

''تم نے ایک دن خود کو کشتی میں پڑا پایا اور تمہارے پاس مقدس ہربیکا کی نایاب آنکھیں تھیں؟ تمہارے تمام تحائف بھی محفوظ رہے؟'' سمورال نے میرے چہرے پر کچھ تلاش کرنے انداز میں پوچھا۔

''میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی بڑی طاقت کا کرشمہ تھا۔'' میں نے کہا۔ ''ہربیکا کی مقدس آنکھ عرصے سے میری نظر تھی۔ میں اکثر فرار ہونے کے خیال سے ساحل پر جایا کرتا تھا اور ناکام ہو جاتا تھا۔ انہوں نے مجھے اپنے گروہ میں شامل کرنے کے لیے کوئی جبر نہیں کیا تھا۔ جب تمام مسدود معلوم ہوئے تو میں نے شکست تسلیم کر لی تھی۔ پھر گورے مجھے ہربیکا کے شکار کو لے گئے نے وہ آنکھیں اپنے طلسم خانے میں میرے سامنے رکھی تھیں۔ میں وہ آنکھیں اپنے ساتھ باہر کرتا تھا۔ اس دن بھی یہی ہوا۔ جب مجھے وہ غیبی مدد ملی تو آنکھیں میرے پاس تھیں۔'' میں سمورال کو مطمئن کرنے کے لیے کچھ حقیقت اور کچھ افسانے پر مشتمل داستان سنائی۔

سمورال میری بات سے مطمئن ہو گیا یا نہیں؟ میں نے یہ جاننے کے لیے سر اٹھانے کی نہیں کی اور اس سے درخواست کی۔'' میں انگروما میں بہت کچھ حاصل کر سکتا تھا لیکن ہمیشہ پرچھائیاں میرے ساتھ رہیں۔ بہر حال اب جبکہ میں آرزوئیں اور امیدیں دل میں بسائے توری میں واپس آ گیا ہوں۔ مقدس سمورال! تم نے مجھے اور پریشان کر دیا ہے تم نے کہا تھا کے بعد میری حیثیت ایک فریق کی نہیں رہے گی۔ میں نے کہا تھا کہ تم مجھے جمرال کی جگہ سمجھو۔ کو تمہاری خدمت میں پیش کرتا ہوں اور تمہارے احکام کا ہمیشہ پابند رہنے کا عہد کرتا ہوں۔ کے خیال سے دستبردار نہیں ہو سکتا۔ میرے سینے میں اپنا علم منتقل کر دو میں تمہاری ترائم ہوں۔ عظمت کا سہارا دو۔ میں تنہائی محسوس کرتا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔''

''تم اپنے قبیلے میں واپس لوٹ جاؤ اور نرماز کی آغوش کی گرمی سے اپنے اندر حرارت پ تم کتنے بدبخت ہو کہ مقدس اقابلا کا عطیہ مسترد کر رہے ہو؟ سربلندی چاہتے ہو تو قناعت کا دو دیوتا تمہاری طرف مثبت نظر رکھتے ہیں۔''

''دیوتا میری طرف مثبت نظر رکھتے ہیں۔ مقدس اقابلا کی خصوصی نوازشیں میری طرف جارا کا کا' کا مجھ پر سایا ہے۔ سمورال میرا محسن اور اتالیق ہے۔ میں تین قبیلوں کا سردار ہوں۔ آ دل خوش کن حقیقتیں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک ایسی بلندی پر جلوہ فگن ہے' جہاں پرند پرواز کر کے نہیں پہنچ سکتے۔ یہ خوب نظام ہے کیا دلچسپ ہے یہ طلسم۔'' میں نے پھیکی ہنسی ہنستے

''جو اس کے طلسمی نظام کا اسیر ہے، وہ یقیناً اس کے حسن جہاں تاب کا زخمی ہے۔ جو اس کی ب کرتا ہے اور اس کی زلفیں چھونے کی جستجو میں دوڑتا ہے، وہ اس سرزمین میں کوئی درجہ ضرور پاتا ۔ وہ جارا کا کا کی نمائندہ ہے۔'' سمورال نے اپنی نشست سے اٹھ کر مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ابن یوسف! تمہاری دنیا اور یہاں کی دنیا میں کوئی مطابقت نہیں جو تم سے کہہ دیا گیا۔ اس پر عمل و۔ تمہارے بازوؤں میں فولاد ہے۔ ابھی سے اس کے حصول کا دعویٰ ایک مضحکہ ہے۔ تمہارے ے بہت سے لوگ کھڑے ہیں ان کے آگے جانے میں تمہیں شجاعت و ذہانت کے اور معرکے رنے ہوں گے۔ تمہارا سینہ اور چہرا اس ہجوم میں نمایاں ہونا چاہیے۔'' سمورال نے اکتاہٹ سے

''مگر یہ سب کیا ہے؟ وہ کون ہے اور یہ سب کیوں ہے؟'' میں نے پہلی بار گستاخی کی جسارت

سمورال نے ایک بار پھر عبادت گاہ کا طواف کیا اور دھواں تیز کرنے کے لیے کچھ اور سفوف ے کے سپرد کر دیا۔ جب دھوئیں کے مرغولے تیز ہو گئے۔ تو وہ بولا۔ ''اس سوال کے جواب کے تم وقت متحمل ہو سکتے ہو جب تمہارے دماغ میں ایک ہاتھی کی وسعت پیدا ہو جائے۔''

میں نے سمورال سے دوبارہ اپنے جنون کی تکرار کی۔ کیونکہ اس ذکر میں مجھے ایک لذت محسوس ا تھی۔ اس نے کلام بند کر دیا۔ اور میں نے اس کی عبادت گاہ کا ہر چیز کا بہ نظر جائزہ لینا شروع کر میں طلسمی کڑھاؤ کے پاس گیا اور میں نے اس سے فرمائش کی۔ ''کیا اس جلتے ہوئے تیل میں اس ں زیریں نظر نہیں آ سکتا؟''

''نہیں..... کاش یہ ممکن ہوتا۔'' سمورال نے حسرت سے کہا۔

''تمہارا یہ طلسم مجھے بہت پسند آیا۔ عظیم سمورال! تم مجھے اس کا علم سونپنے میں بخل سے تو کام نہیں ے؟''

''یہ تمہارے انہماک پر منحصر ہے، میں تمہیں کچھ سکھانے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔''

سمورال کی زبانی یہ بات سن کر میں نے بے چینی سے کہا۔ ''یہ میری سعادت ہے۔'' میں نے بڑھ کر اس کے پیر کا انگوٹھا چوم لیا۔ ''تمہارا ساتھ اور سہارا رہا تو میرا اضطراب ختم ہو جائے گا۔ خشت انگیز باتیں سن کر میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن میں جمرال سے زیادہ مستعد ہونے کی ل کروں گا..... یہ کڑھاؤ۔ یہ عصا..... میں خود کو اس عبادت گاہ میں رکھے ہوئے نوادر ستعمال کا اہل ثابت کروں گا۔ میں خط غلامی تحریر کرتا ہوں۔''

میں یہاں کچھ اور کہنے آیا تھا۔ سموراں نے آج پہلی بار مجھ سے اتنی طویل اور اپنائیت کی گفتگو کی تھی۔ میں نے اسے اعتماد میں لینے کے لیے زبان و بیان کی ساری قوتیں صرف کر دیں۔ سموراں نے مجھے عبادت گاہ میں کسی روک ٹوک کے بغیر آنے کی اجازت دے دی تھی میں اس کے طلسمی کڑھاؤ پر جھکا ہوا تیل کے مدوجزر اور ارتعاش میں جزیرہ توری کے مختلف مناظر دیکھ رہا تھا۔ سموراں میری ہر فرمائش پوری کر رہا تھا۔ اس طرح میں کڑھاؤ کا نظام جاننے کا خواہش مند تھا، آخر میں نے اسے کہا۔ ''میں سرنگا کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

سموراں کے چہرے پر کھنچاؤ سا پیدا ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھ کا عصا تیل میں ڈال کر اسے گھمایا اور مختلف طریقوں سے تیل کی سطح پر کوئی منظر ابھارنے کی سعی کی۔ اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔ خاصی دیر تک طلسمی کڑھاؤ میں لکڑیاں جلانے، آگ تیز کرنے اور متعدد عمل دہرانے کے باوجود سرنگا کا چہرا نمودار نہیں ہوا۔ مجھے سموراں کی ناکامی پر مسرت ہو رہی تھی اور میں سرنگا سے وابستگی پر فخر محسوس کر رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ سموراں کیوں ناکام ہے؟ میں نے کہا۔ ''مقدس کاہن! میں اجازت چاہتا ہوں۔ میں دوبارہ اپنی منتشر قوتیں یک جا کرنے کی کوشش کروں گا۔ تمہارے مشورے پر میں نرماز کا شگفتہ سراپا اپنی آغوش میں سمیٹ لوں گا کیونکہ یہ اس کا عطیہ ہے جو سب سے طاقت ور ہے جو مطلق العنان ہے۔ بڑی طاقت چھوٹی طاقتوں سے یقیناً سوا ہوتی ہے۔ تمہارے معنی خیز کلمات سے میں اپنا وزن کر رہا ہوں۔ میں نرماز کو اتنی زور سے بھینچوں گا کہ اس کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔ ادھر اپنے دل اور اپنی عبادت گاہ میں میری نشست کی گنجائش پیدا کرو۔''

سموراں طلسمی کڑھاؤ میں الجھا ہوا تھا، عبادت گاہ میں کثیف دھواں در و دیوار پر چھایا ہوا تھا۔ ''تم نہیں جا سکتے۔'' اس نے چونک کر کہا۔ ''ٹھہرو۔'' کڑھاؤ سے ہٹ کر اس نے پانی کے ایک برتن میں اپنا ہاتھ ڈال کر چاروں طرف پانی چھڑکا۔ دھواں لمحوں میں صاف ہوگیا۔ پھر اس نے جارا کا کا کھوپڑی دروازے سے ہٹائی اور مجھ سے کہا۔ ''تم جا سکتے ہو۔''

کاہن اعظم سموراں سے مزید سوال و جواب کا موقع نہیں تھا۔ وہ کچھ مکدر سا نظر آ رہا تھا۔ میں غار سے نکل کر میں نے اطراف میں دیکھا۔ درختوں نے اندھیرا اور دبیز کر دیا تھا۔ سموراں سے آج کی ملاقات گزشتہ ملاقاتوں سے مختلف تھی۔ اس نے اپنی عبادت گاہ ماورائی طاقتوں سے روپوش کے مجھ سے رازدارانہ باتیں کی تھیں۔ اور انگروما کے حقائق کرید کرید کر پوچھنے چاہے تھے۔ میں اسے مکمل تفصیل سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اس لیے کہ میں انگروما کے ذکر سے پہلے ہی سموراں کے اضطراب کا اندازہ لگا چکا تھا۔ اس ملاقات سے سب سے بڑا فائدہ مجھے یہ ہوا کہ میرے ذہن کی گتھی ہوئی رو میرے قابو میں آ گئی تھی۔ سموراں کے انداز بیان نے مجھے بعض نازک اور حساس باتوں

ں توجہ دینے کا موقع فراہم کر دیا تھا۔ اس طلسمی نظام کا خاکہ میرے ذہن میں ترتیب پا رہا تھا اور میں اپنی کوتاہیوں اور خوش اعتقادیوں کے بارے میں کوئی معقول رائے قائم کر سکتا تھا۔ یوں ہم لوگ ایک دوسرے کے حریف تھے اور یوں ہم سب لوگوں کو اس کے سحر حسن نے جکڑ رکھا تھا ے عزائم نہ اس وقت اتنے پست تھے کہ میں ٹوٹ کر زمین پر لیٹ جاتا اور نہ اتنے بلند کے مجھے پنے بازوؤں کی مچھلیاں تڑپتی محسوس ہوتیں۔ میں ایک معتدل شخص تھا اور مجھے نرماز کا کشش انگیز بدن ست راغب کر رہا تھا جہاں میں اسے چھوڑ کر آیا تھا۔ بستی سے دور اس درخت کے نیچے۔

وہ وہاں نہیں تھی۔ میں نے اسے آواز دی۔ ''اے چمن زار اقابلا کی کلی! محترم نرماز! تم کہاں ہو؟ ی نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہو جاؤ دیکھو کہ میری نگاہوں میں شرم ساری اور میرے قلب میں بے اری ہے۔ آؤ کہ میں اپنے تشنج اور اضطرار پر ملامت کر چکا ہوں۔ آؤ کہ میرا بدن جل رہا ہے۔''

اس کے خیرہ کن وجود کے ظاہر ہونے میں دیر ہوئی تو مجھے اپنے جلتے ہوئے بدن میں سردی سی وس ہونے لگی۔ وہ ناراض تو نہیں ہوگئی؟ کہیں وہ قصر اقابلا میں واپس تو نہیں چلی گئی؟ میں اُسے ازیں دیتا رہا اور اپنے گزشتہ رویے پر ندامت کا اظہار کرتا رہا، میرا گلا خشک ہونے لگا۔ آخر صبح ذب سے کچھ دیر قبل وہ نمودار ہوئی۔ ''نرماز'' میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''بعض اوقات مہذب دُنیا ے رشتوں اور آداب سے میرا الحاق ہو جاتا ہے۔ میں یہ بھول جاتا ہوں کہ ایک وسیع سمندر درمیان ا ہے۔ میں کاہن اعظم سموراں کے پاس گیا تھا، اس نے مجھے احساس دلایا کہ میں کس جگہ کھڑا ہوں رمیرا مقام کیا ہے۔''

میں سرکشی و سرشاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرماز کو بستی میں لے آیا، بستی کی گلیوں میں رات بھر ے تھکے ہوئے مخمور لوگ اوندھے پڑے تھے۔ انھیں اپنے جسموں کا ہوش نہیں تھا۔ نرماز میرے ساتھ رے جھونپڑی نما مکان میں آ گئی۔ نرماز کو کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ اس لیے سریتا کی موجودگی کا کوئی ف نہیں تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں بلند آواز میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ اس نے کہا کہ تم رف ہونٹ کھولنا میں ان کی حرکت سے معنی اخذ کر لوں گی۔ سو میں نے اس سے آہستگی سے کہا۔ یہاں پیال کے نرم و نازک بستر پر میرے پہلو میں دراز ہو جاؤ۔'' اس نے جواب دیا تمہاری باعت اور جنوں کے جو تذکرے میں نے سنے تھے وہ سچ ہیں۔'' وہ میرے دل سے قریب ہوئی۔ صبح ں وقت کم تھا۔

جب آفتاب نے اپنی کرنیں زمین پر تقسیم کرنی شروع کیں اور میرا خمار ٹوٹا تو میں زیادہ تن دہی سے اپنے بارے میں سوچنے لگا، سرنگا کہتا تھا کہ ہمیں مہذب دنیا میں واپسی کے امکانات ہمیشہ سامنے رکھنے چاہیں۔ سرنگا کے پاس ایک عظیم دیوی تھی ایک چھوٹی سی مورتی جو ایک مکمل عورت کی شکل اختیار

کر کے ناقابل یقین کارنامے سرانجام دے سکتی تھی۔ وہ یہاں اپنی مورتی کی سحر کاریاں چھپا نہیں
تھا۔ اور اسی لیے کئی بار معتوب قرار دیا جا چکا تھا۔

سموراں نے جس انداز سے بعض حقائق اشارۃً بیان کیے تھے، وہ رہ رہ کر میرے ذہن
فشار پیدا کر رہے تھے۔ احتیاط، اعتدال دور اندیشی، اس ملاقات کا مآل تھا۔ یہاں بات کرنا لب
بھی مشکل تھا، روشنی کی پراسرار لکیریں۔ نادیدہ سراغ رساں ہر سمت لگے رہتے تھے۔ سرنگا پر ان
کڑی نظر تھی۔ اور احتیاط کا تقاضا تھا کہ میں سرنگا کے غار میں اس سے مشورے لینے کے لیے کم
جاؤں۔ حالانکہ ایسے عالم میں سرنگا کی ذات میرے لیے ایک بڑا سہارا تھی۔ تاریک براعظم میں ا
مصائب جھیلنے کے بعد کم از کم زندہ رہنے کا آسرا ضرور ہو گیا تھا۔ جسے زندگی کا شوق ہو، اس کے
یہ بات کیا کم ہے وہ زندہ ہے۔ اور زندگی کا شوق کسے نہیں ہوتا؟ مجھے بھی تھا میں یہاں اس وقت
سرخ رو تھا جب تک جزیرہ توری میں یا آس پاس کے علاقوں میں میرے مقابلے کا کوئی اور شخص
نہیں ہو جاتا۔ قناعت میں امان ہے۔ قناعت میں زندگی ہے مگر موت زدہ زندگی جزیرہ توری میں مجھ
ہو کر میں اپنے آپ کو طویل المیعاد زندگی کی ضمانت دے سکتا تھا، لیکن عورتوں، شرابوں اور غلاموں
قانع ہو جانا میرے مزاج کو راس نہ تھا۔ اب بھی میرے دل میں اضطراب کا ایک شعلہ روشن تھا۔ ا
مبہم امید شاید سنگلاخ چٹان میں سبزہ و گل پیدا ہو جائیں۔ ایک بینا غصہ جو قناعت کو موت سمجھتا تھا
ہر طرف ہاتھ مار کر کے شور مچانے کو اکساتا تھا۔ ایک خفیف امکان۔ شاید اس حرکت و طاقت میں واپسی
کوئی صورت نکل آئے؟ شاید میں نے اپنی افتادِ طبع اور قلبی کیفیتوں کی وضاحت کر دی ہے۔

صبح ہوتے ہی میں اپنے ٹھکانے سے اٹھا اور نماز سے کہا کہ وہ مجھ سے دُور دُور نہ رہے۔ نر
نے خوش ادائی سے میری خواہش پر ہر وقت نمودار ہونے کا وعدہ کیا اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

اس کے جانے کے بعد میں نے فزارو اور زارمے کو طلب کیا۔ رات بھر جشن میں ڈوبے ر
کی وجہ سے ان کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں۔ میں نے اپنے لہجے میں وزن پیدا کیا اور بولا۔ ''
زارمے اور فزارو! تمہارے سردار جابر بن یوسف نے توری کے دوسرے قبیلے کے سردار شوالا کو شک
دی ہے اور وہ اب دونوں قبیلوں کا حکمران ہے۔ تمہارا سردار محسوس کرتا ہے کہ مقدس اقابلا کی خوشنو
کے لیے صرف یہی مناصب کافی نہیں ہیں کہ وہ تین قبیلوں کا سردار ہے۔ اس کا مقام شجاعت کے علا
بھی بلند ہونا چاہیے۔''

''بے شک۔'' فزارو اور زارمے نے یک زبان ہو کر کہا۔

''معزز لوگو! پس یہ لازم ہے کہ قبیلے کی بیشتر ذمے داریاں وہ اپنے نائبین کو سونپ دے اور
حصول علم اور دیوتاؤں کی نظر میں اپنا مرتبہ بالا کرنے کے لیے بستی سے دور جنگلوں میں چلا جائے

نے کہا۔

فزارو اور زارمے کو میرے تخاطب کی تبدیلی پر حیرت ہوئی ہو گی۔ انہوں نے سر جھکا دیے اور
اطاعت اور فرمانبرداری کی علامت کے طور پر زمین پر لیٹ گئے۔ ''میں جو کہتا ہوں اسے اپنے
نوں میں محفوظ کر لو۔ میں تم دونوں کو اماناتاً توری کی نیابت دے رہا ہوں۔ شوالا کے قبیلے کی نیابت اور
بارہ آباد کاری زارمے کے سپرد کی جاتی ہے اور میرے قبیلے کا نائب فزارو ہے۔ قبیلے میں ایسی
بندیاں ختم کر دی جائیں جو شوالا اور کالاری کے زمانے میں تھیں۔ زمین اور آبادی نصف نصف
یم کر لی جائیں۔ میں یہیں توری میں موجود رہوں گا اور تم دونوں کے کام کا جائزہ لیتا رہوں گا لیکن
ے کے فیصلے، انتظامی امور، غذا اور پناہ کے معاملات تم دونوں کو اس وقت تک سنبھالے رکھنے ہوں
جب تک میں خود یہ امور اپنی نگرانی میں نہ لے لوں۔ قبیلے کی ہر نوجوان لڑکی سب سے پہلے میرے
ظہ کے لیے پیش کی جائے گی۔''

میرے اس جملے پر انہوں نے حیرت سے سر اٹھا کر دیکھا لیکن میں نے اپنے احکام جاری
کھے۔ ''تم اہم معاملات میں کسی بھی وقت اپنے سردار سے مشورہ کر سکتے ہو۔ تم جانتے ہو جابر بن
ف نے یہ مقام کس طور پر حاصل کیا ہے؟ تمھیں معلوم ہے کہ اس کے پاس کیسے کیسے نادر تحائف
جود ہیں؟ اور تم اس امر سے بھی واقف ہو گے کہ اس مقدس اقابلا کی خوشنودی حاصل ہے۔ سرکشی
سازش کی سزا بہت شدید ہو سکتی ہے۔'' میں نے شپالی زارمے کے جسم پر پھینک دی، وہ تڑپ کر
ن پر لوٹنے لگا، اس کی کمر میں ایک بڑا داغ پڑ چکا تھا، مقدس چوبی اژدہا متحرک کر کے میں نے
رو کی طرف روانہ کر دیا وہ فزارو کے جسم پر رینگنے لگا اور فزارو خوف و ہراس کے عالم میں زارمے کا
ع کرنے لگا۔ پھر اژدہا شپالی منہ میں لے آیا اور میرے گلے میں لٹک کر دوبارہ ساکت ہو گیا۔
انے ان دونوں کو کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ ''تم نے دیکھا؟''

''ہاں جابر بن یوسف اے مقدس سردار!'' زارمے نے احترام سے کہا۔ ''تمھیں اپنے نوادر کو
ت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا مقام ہمارے قلب میں کندہ ہے ہم تمہارا بہترین ہتھیار
ت ہوں گے۔ فزارو نے بھی اسی قسم کے کچھ جملے ادا کیے۔

''سرنگا کی نوجوان لڑکی سریتا اسی مکان میں رہے گی اور تم دونوں اس کی خواہش مقدم سمجھو
۔ اس کے لیے بہترین غذائیں اور خادمائیں مہیا کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔''

دونوں نے دوبارہ روایتی طور پر اطاعت کا مظاہرہ کیا۔ انھیں واپسی کا حکم دے کر میں سریتا کے
رے میں آیا۔ اس کے بدن پر توری کی لڑکیاں جڑی بوٹیوں کے تیل سے مالش کر رہی تھیں۔ اچھی
اک اور مسلسل آرام کے باعث سریتا کا حسن نکھر آیا تھا۔

☆==========☆==========☆

آئندہ دو دنوں میں شوالا کے قبیلے سے آئے ہوئے لوگ اپنے علاقے میں منتقل ہونے لگے۔

ان کی منتخب لڑکیاں میرے ملاحظے کے لیے پیش کی جاتی ہیں میں نے چند معیاری دوشیزائیں علیحدہ کر کے باقی لڑکیاں زارے اور فزارو کے سپرد کر دیں۔ دو دنوں تک یا تو میں نرماز کے ساتھ رہا یا اپنی سیاہ فام خادماؤں کے ساتھ۔ میں نے اپنے قبیلے کی چیدہ چیدہ لڑکیاں اپنے لیے وقف کر لیں۔ میرا مکان ان دو دنوں میں عورتوں سے بھرا رہا۔ سریتا خاموشی سے یہ تغیر دیکھ رہی تھی۔

دو دنوں کی کسل مندی کے بعد میں کاہن اعظم سموراں کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے اپنے فیصلے سے مطلع کیا کہ میں جزیرہ تورنی کے دونوں قبیلوں کے لیے نائب مقرر کر کے اس کے پاس حصول علم کے لیے آیا ہوں۔ میں نے مشعل کی لو میں دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی جلا کر عہد کیا کہ میں ہمیشہ اس کا وفادار اور مطیع رہوں گا۔ میں نے کہا۔ ''یہ سب مقدس اقابلا کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے اور اپنی قوت و عظمت بڑھانے کا اقدام ہے۔''

میری آمد سے کاہن اعظم کی آنکھ کی چمک بڑھ گئی اور اس نے شفقت سے میرے سر کے بال کھینچ لیے میں نے فوراً غار سے باہر جا کر ایک ہرن شکار کیا اور اس کی کھال ادھیڑ کر عربی ذائقے کا گوشت بھون کر سموراں کو کھلایا۔ مجھے معلوم تھا یہ اس کی مرغوب غذا ہے۔ وہ مجھے غار کے ایک تاریک گوشے میں لے گیا اور کسی کھوہ سے اس نے پتھر کا ایک برتن نکال کر اس کا محلول میرے جسم پر انڈیل دیا۔ یکا یک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے محلول میرے مساموں میں داخل ہو رہا ہے۔ مجھ پر ایک نشہ آور کیفیت طاری ہو گئی اور میں نے نشے کی حالت میں سموراں سے اپنی بے پناہ عقیدت کا اظہار کیا تاریک براعظم میں اپنے عزائم بتائے اور اقابلا کی بارگاہ میں پہنچنے کے بڑے بڑے دعوے کیے۔ یہ پہلا دن تھا کہ رسمی طور پر سموراں نے مجھے شاگرد کی حیثیت سے قبول کر لیا۔ سب سے پہلے اس نے مجھے ایک عصا کا طلسمی وظیفہ بتایا اور مقدس جارا کا کا کی تعریف و توصیف کا ایک مرکب جملہ رٹایا جسے حفظ کرنے میں مجھے خاصی دیگر لگی، اس لیے کہ اس کی زبان میرے فہم سے بالا تھی۔ اس جملے کی مسلسل ادائی کا اعجاز تھا کہ طلسمی کڑھاؤ پر مجھے دسترس ہو گئی۔ اس وقت کاہن اعظم فیاضی پر اتر آیا تھا۔ میں نے کڑھاؤ کے نیچے آگ جلا کر سموراں کا مخصوص سفوف تیل میں ڈال کر کوشش کی کہ سرنگا کو دیکھ لوں لیکن سرنگا نظر نہیں آیا' پھر میں نے اپنے مکان میں سریتا کو دیکھنا چاہا۔ مجھے کامیابی ہوئی۔ سریتا کا بدن بکھرا ہوا تھا۔ وہ پیال کے بستر پر دراز تھی اور کچھ سوچ رہی تھی میں نے اسے جی بھر کے دیکھا وہ بڑی اداس معلوم ہوتی تھی..... اس منظر سے میری طبیعت میں بے چینی پیدا ہو گئی۔ پھر میں نے زارے، فزارو کی مصروفیات دیکھیں، قبیلے میں تیزی سے کام ہو رہا تھا، پھر اچانک مجھے ڈاکٹر جواد کا

ال آیا۔ شوالا اور میرے مقابلے سے ایک دن پیشتر وہ مجھے زہریلی بوٹی کھلا کر غائب ہو گیا۔
ں نے تیل کی سطح پر اسے ایک غار میں بیٹھا دیکھا۔ ڈاکٹر کا چہرہ آتے ہی میرے منہ سے جھاگ آ
ے۔ میں نے وہیں کھڑے کھڑے پھنکار ماری۔

''کیا ہوا؟'' کاہن اعظم مجھ سے بولا۔ وہ دور بیٹھا گوشت سے شغل کر رہا تھا۔

''کچھ نہیں..... وہ طبیب جواد نظر آ گیا تھا۔'' میں نے لڑکھڑاتی زبان سے کہا۔

''کیا تمھیں اس کا سر درکار ہے؟'' کاہن اعظم نے کہا۔

''نہیں وہ اتنا اہم شخص نہیں۔'' میں طلسمی کڑھاؤ سے ہٹ آیا اور میں نے سموراں کی خوشامد کی کہ وہ مجھے جلد از جلد اپنے سارے علوم منتقل کر دے۔ رات کے وقت میں اس کے غار سے چلا آیا۔
ری نس نس میں ایک عجیب خمار چھایا ہوا تھا۔ میں پتھریلے راستے سے ہٹاتا گرجتا اور چیختا بستی کی طرف
ہ رہا تھا۔ بستی میں میری آمد سے ہلچل مچ گئی۔ میں نے فزارو کو حکم دیا کہ صبح تک ڈاکٹر جواد کو میرے
کان پر حاضر کیا جائے۔ میں نے اس کا پتہ بتایا اور مکان میں داخل ہو کر نرماز کو آواز دی۔ وہ آ گئی۔

صبح صادق کے وقت میرے دروازے پر فزارو اور زارے موجود تھے۔ ان کے پیچھے زارے کے جوانوں کے وسط میں ڈاکٹر جواد کھڑا تھا۔ مجھے تاریک براعظم کے دستور کا علم تھا کہ طبیبوں کو وہاں
اص مراعات حاصل ہیں۔ ڈاکٹر جواد پر کسی زمانے میں ایک اقابو تعینات تھا اگر وہ اپنے مقصد میں
کامیاب ہو جاتا تو حالات کچھ اور ہوتے۔ مہذب دنیا کا یہ شخص میرا ساتھی۔ یہ بدنصیب میرا سب
سے بڑا دشمن تھا۔ اگر میں اس کے زہر سے مر جاتا تو سرنگا اور سریتا کو بھی موت کا جام نوش کرنا پڑتا۔
زادِ مجرموں کی طرح زمین کی طرف نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ میرے صرف ایک اشارے پر نیزوں
سے اس کا جسم چھلنی ہو سکتا تھا۔ سریتا بھی باہر آ گئی تھی اور حقارت سے اس بے غیرت شخص کو دیکھ رہی
تھی۔ ڈاکٹر جواد کی گرفتاری کی اطلاع ملتے ہی نرماز رخصت ہو گئی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اپنے غصے کا
اظہار کس طرح کروں؟ ''ڈاکٹر جواد کیا تجھے اب بھی کسی رعایت کی توقع ہے؟''

''مجھے اپنی غلطی کا اعتراف ہے سیدی!'' اس نے خجالت سے کہا۔

''فرعون بے ساماں! تو اسے غلطی کہتا ہے؟''

''یہ کمینگی ہے سیدی جابر! یہ کم ظرفی ہے۔'' وہ مردہ آواز میں بولا۔

''آہ سارے الزام تیرے لیے ہیچ ہیں۔ تو یقیناً ایک عرب نہیں ہے۔ تیرے خون میں خرابی ہے۔'' میں نے لرز کر کہا۔

تمہاری ہر گالی مجھ پر بجتی ہے۔ فیصلے میں دیر نہ کی جائے مجھے سزائے موت دی جائے۔''

''موت؟'' میں نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا۔ ''اے بدبخت شخص تو نے اپنے لیے کتنی آسان سزا

تجویز کی ہے۔"

"میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ میں نے تمہارے اعتماد کو دھوکا دیا ہے سیدی جابر! اب کو
ندامت میری غلطی کا تدارک نہیں کر سکتی۔"

"ڈاکٹر جواد! کیا تیرا دماغ ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا؟ تجھے معلوم ہے کہ تیرے ساتھی نے جزیر
توری میں کتنی منزلیں سر کر لی ہیں؟ مقدس اقابلا کی نظروں میں اس کا مقام کیا ہے؟ کیا تو نے میرے
سینے پر نظر نہیں ڈالی تھی؟ تو اس حقیقت سے باخبر نہیں تھا کہ میں کتنی بار موت کے منہ میں گیا ہوں گا؟
نے میری اقبال مندی مصنوعی سمجھی تھی؟"

"مجھے حقائق کا علم تھا سیدی! لیکن میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میں نے ایسا کیوں کیا تھا۔ تم
یہ تمام فتوحات تاریک براعظم کی عظیم الشان ملکہ اقابلا کے لیے کی ہیں اور میں نے....."

جواد کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ میں نے ڈپٹ کر کہا۔ "خاموش کیوں ہو گیا؟ صاف کیوں نہیں
کہ تو اپنے ایک ساتھی کی درخشانی سے ناخوش تھا۔ تو حاسد ہے۔"

"یہ غلط ہے سیدی! لیکن میری بساط الٹ چکی ہے۔ اب کسی جرح کی ضرورت نہیں ہے۔ میں
اپنی وکالت نہیں کر رہا ہوں۔ میں سزا کا منتظر ہوں۔" ڈاکٹر جواد نے بے خوفی سے کہا۔

"نہیں ڈاکٹر!" میں نے غضب میں کہا۔ "میں تیری زبان سے وہ نکتہ اگلوانا چاہتا ہوں، جس
نے تجھے عقل و ہوش سے بے گانہ کر دیا تھا۔"

اس نے خاموشی غنیمت سمجھی لیکن اس خاموشی نے میرے قہر میں اور اضافہ کر دیا۔ میں نے
کر اپنا سوہل دھرایا۔ جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنا دانش مندی کے منافی تھا۔ کیونکہ اقابلا اس پر مہربا
رہ چکی تھی۔ میں ان نپے تلے نیزوں کو حرکت کا حکم دے سکتا تھا جو اسے نشانے پر لیے ہوئے تھے
میں نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ میں نے ڈاکٹر جواد کے لیے کسی اندھیرے غار میں قید تنہائی کی سزا
ارادہ کر لیا۔ پھر میں اس خبیث کو سزا سنانے کا اعلان کرنے ہی والا تھا کہ خلاف معمول دور سے سر
آتا دکھائی دیا۔ وہ تیز قدموں سے آ رہا تھا۔

"محترم سرنگا تم؟ اچانک کیسے آ گئے؟" میں نے اسے خوش آمدید کہتے ہوئے کہا۔ "ذرا ٹھہ
میں اس وقت ایک مقدمے کا فیصلہ کر رہا ہوں، سرنگا کیا تم اپنے اس مہذب ساتھ کو پہچانتے ہو؟"

"میں اسی کے سلسلے میں غار سے اُٹھ کر آیا ہوں۔" سرنگا نے آہستگی سے کہا۔ "میرے ساتھ
اندر چلو۔"

"کیا تم اس کی سفارش کرنے آئے ہو؟" میں نے ناراضی سے پوچھا۔

"ہاں۔ مجھے اس کا حق پہنچتا ہے۔ میں تم سے فیصلے بدلوا سکتا ہوں۔"

"سرنگا! یہ قابل گردن زنی ہے۔"

"بے شک۔ لیکن میں اس کی معافی کی درخواست کرنے آیا ہوں۔"

"کیوں؟ تم اس کا جرم جانتے ہو؟" میں نے جھلا کر کہا۔

"اسے چھوڑ دو سیدی جابر! دوبارہ اس سے ایسی حماقت سرزد نہیں ہو گی۔ میں تمہیں یقین دلاتا
ہوں۔" سرنگا نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

"سرنگا! یہ ڈاکٹر جواد ہے۔ اس نے سریتا پر شرمناک حملہ کیا تھا اس نے تمہارے دوست کو
کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"کیا تم میری سفارش لائق اعتنا نہیں سمجھتے؟"

"درست ہے۔" میں نے نڈھال ہو کر کہا۔ "فزارو، زارمے ڈاکٹر جواد کو چھوڑ دو اور اسے قبیلے
م شہریوں میں شمار کر لو۔"

میرے فیصلے پر ڈاکٹر جواد بے اختیار محافظوں کا دائرہ توڑ کر میرے پاس آیا اور مجھ سے بغل گیر
"سیدی جابر! تم ایک عظیم آدمی ہو۔ اور سرنگا تم۔" وہ سرنگا کے گلے لگ گیا۔ "تم یقین کرو میں
لے اعتبار کو کبھی صدمہ نہیں پہنچاؤں گا۔"

فزارو اور زارمے میرے فیصلے پر دم بخود تھے۔ ڈاکٹر جواد رہا ہو کر شادمانی کے عالم میں رقص کر
۔ میں سرنگا کے ساتھ اندر چلا آیا۔ سرنگا نے کمرے کے اندر ایک گہرا سانس لیا۔ "سیدی جابر!
رے میں یقیناً کوئی اور بھی ہے۔"

سرنگا کا قیاس درست تھا۔ نرماز اندر موجود تھی جو اسے نظر نہیں آتی تھی۔ اور میں اس سے اس
باہر جانے کی درخواست بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ سرنگا کی آمد کے بعد میری یہ درخواست مشکوک
ت میں شامل ہو جاتی۔ "ہاں محترم سرنگا! مقدس اقابلا کا یک پیش بہا عطیہ میری سیرائی جاں کے
ہاں موجود ہے۔"

"اوہ اقابلا۔ مقدس اقابلا۔" سرنگا نے پورے احترام سے کہا۔ "سیدی جابر! کیا تم ہماری نظر کو
عادت سے محروم رکھو گے؟"

"میں کسی دن اس نادر عطیے کا جلوہ تمہیں بھی ضرور دکھاؤں گا۔" میں نے نرماز کی طرف دیکھتے
کہا۔ "تمہاری بوڑھی آنکھوں کی بینائی بڑھ جائے گی۔"

سرنگا مقدس اقابلا کے جاہ و جلال کے گن گانے لگا۔ میں اس سے ملاقات کا طالب تھا۔ میں
شاروں کنایوں میں اسے سمجھایا کہ میں جلد ہی اس کے پاس آؤں گا۔ اس وقت ڈاکٹر جواد کے
کے سلسلے میں اس کی سفارش پر بحث کرنا بھی مناسب نہیں تھا۔

''سیدی جابر! تمھیں میری گزشتہ گفتگو یاد ہے؟''

میں نے ذہن پر زور دے کر اور سمجھ کر کہا۔''ہاں۔'' سرنگا مہذب دنیا میں واپسی کے امکان کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔

مین نے نرماز کا خیال کر کے کہا۔''کاش وہ میری التجائیں سن لے۔''

''سرنگا دل میں ایک ہی حسرت باقی ہے۔''

''وہ فیاض ہے جب اس نے تمھیں اتنا نوازا ہے تو آئندہ بھی وہ بخل سے کام نہیں لے گی۔ تمھیں شاد کام کرے گی حوصلہ رکھو سیدی جابر!''

''سچ ہے سرنگا! تم حق کہتے ہو۔ میں مستقل اس کی نگاہوں میں رہنا چاہتا ہوں۔''

''اور اس کے لیے ضروری ہے کہ تم عقل و ہوش، عالمانہ اور بہادرانہ فضیلتیں بڑھاتے رہو سرنگا نے عقیدت سے کہا۔

''میں نے بہت کچھ سوچا ہے۔ میں نے سوچا ہے.....''

''بس بس سیدی جابر!'' سرنگا نے مجھے روک کر کہا۔''پہلے عمل کرو۔ اس کے بعد دعوے کر کی عادت ڈالو۔''

سرنگا اٹھ کر دوسرے کمرے میں اپنی بیٹی سریتا کے پاس چلا گیا اور چند لمحوں میں واپس آ گیا مجھ سے اجازت لے کر وہ جانے کے لیے تیار ہوا تو میں اسے دور تک چھوڑنے گیا۔ نرماز میرے سا تھی۔ میں نے سرنگا کا ہاتھ دبا کر اسے اپنے بارے میں غور کرنے کا اشارہ کیا۔ واپسی میں مجھے ڈاکٹر جواد نظر آیا وہ ایک جھونپڑی کے دروازے پر کھڑا شراب پی رہا تھا۔ مجھے آتے دیکھ کر اس ادب سے سلام کیا۔''سیدی جابر! اب کھلے دل سے مجھے معاف کر دو۔''

میں سنی ان سنی کرتا ہوا اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔ میں نے تمام خادماؤں کو سریتا کے کمر میں بھیج کر نرماز کو آغوش میں لے لیا۔ تم نے اچھا کیا جابر بن یوسف کہ طبیب جواد کے سلسلے میں ا ظرفی کا ثبوت دیا۔''

''کیوں؟'' میں نے اس کا چہرہ سامنے کرتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔''کیا اس میں مقد فابلا کی ایما بھی شامل تھی؟''

''مقدس اقابلا فراخ دلی اور فیاضی پسند کرتی ہے۔'' نرماز جھجکتے جھجکتے بولی۔

''مگر ڈاکٹر جواد نے اپنے سردار سے غداری کی تھی!''

''مقدس اقابلا بے اعتبار لوگوں کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتی ہے۔ مگر طبیب جواد از خود اس فعل پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔''

''اسے شوالا نے آمادہ کیا ہوگا؟'' میں نے جلدی سے کہا۔''کیا تم اس بارے میں کچھ جانتی مجھے اندھیرے میں نہ رکھو۔'' میرے اصرار میں شدت پیدا ہو گئی۔

''طبیب جواد پر ایک طبیب کی حیثیت سے جارا کا کی خصوصی عنایتیں ہیں۔ میں تمھیں یہ ی خبری سناتی ہوں کہ اقابلا نے اس کے سلسلے میں تمہارے ہر فیصلے کی قبل از وقت توثیق کر دی ہے لن تم نے پہلے صحیح صورت حال جاننے کی کوشش تو کی ہوتی۔''

''میں نے اس سے پوچھا تھا لیکن وہ خاموش رہا۔''

''وہ ایک زک پہنچا کر تمھیں دوسرا صدمہ پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔'' نرماز نے کہا۔

''پھر اسے کس نے آمادہ کیا تھا؟'' میں نے تشویس سے پوچھا۔

''اسے تمہاری ساتھی فلورا نے لالچ دیا تھا۔''

''کیا؟ فلورا نے.....فلورا نے؟''

''ہاں اسی سفید فام لڑکی نے جو شوالا کے ساتھ تھی اور اب جزیرہ بیزنار میں نربگا کے ساتھ ہے۔ نرماز کے اس انکشاف نے مجھے لرزہ براندام کر دیا۔ سفید فام فلورا نے ایک بار پہلے بھی سیاہ فام والا کو مجھ پر ترجیح دی تھی۔ لیکن دوسرے لمحے اس حقیقت نے مجھے سرشار کر دیا۔ مقدس اقابلا کے لیے سے ظاہر تھا کہ وہ وسیع و عریض تاریک براعظم کے اس بے مایہ شخص پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ بری پرستش کا اثر ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر جواد کے سلسلے میں اس نے ہر فیصلے کی توثیق کر کے مجھے اپنی فتوں کی بشارت دی تھی وہ پری پیکر میرے تصور میں مسکراتی ہوئی ابھری۔

دوسرے دن صبح اشارہ کی طرح میں نے نرماز کو اعتماد میں لے کر بعض طلسمی اسرار سمجھنے کے لیے مادہ کر لیا۔ لیکن فلورا کی پھانس دل میں چبھی رہی۔

اسی دن میں دوبارہ کاہن اعظم کی اقامت گاہ پر تربیت کے لیے گیا۔ اتالیق ہونے کے باوجود کاہن اعظم کے لہجے اور رویے میں دوستی اور رازداری کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔ میں نے مزید احتیاط اور تزام سے پیش آتے ہوئے کہا۔''مقدس کاہن! باگمان میں میرے نائب اسٹالا نے مجھے چند ابتدائی رار کی تعلیم دی تھی اور میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اپنے باطن میں ایسی صفات پیدا کرنے کا واہشمند ہوں جو دیواروں پہاڑوں اور سمندر پار کی حرکات و سکنات کے بارے میں مجھے باخبر رکھ یں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھا، اس نے کہا تھا۔ تمہارے باطن میں سخت ریاضت کے بعد کی خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم طلسمی اسرار کی تربیت کے ساتھ ساتھ میرے قلب و گر اتنے توانا کر دو کہ میں زمین کے اندر دبی ہوئی چیزیں دیکھ سکوں۔''

''ہاں۔ ہاں جابر بن یوسف! سمورالی نے سنجیدگی سے کہا۔''آدمی میں دیوتا کی صفات پیدا ہو

سکتی ہیں۔ مگر کوئی شخص دیوتا نہیں ہوتا جس نے جتنی محنت کی اپنے باطن کو اتنا ہی منور کیا۔ جس نے
برداشت کا ثبوت دیا اپنے اوصاف میں اتنا ہی اضافہ کرلیا۔ ہر معزز اور نامور شخص اپنی اس حد میں
ہے جہاں تک اس نے ریاض کیا اور وقت صرف کیا۔ علوم باطن اور اسرار و کمالات کے کرشمے وقت
انہماک کے ساتھ ساتھ فروغ پاتے رہتے ہیں۔ جمرال اور تم اسی منزل سے گزر رہے ہو، اور میں
میری بصارت اور سماعت بھی ابھی محدود ہے۔ میرے حواس ایک خاص مقام تک جا کر رک جا
ہیں۔ میں نے ساری عمر اسی کوشش میں صرف کردی ہے کہ میں ان کا دائرہ وسیع کرتا ہوں۔ لیکن جہ
دوسری برتر قوتیں حائل ہو جاتی ہیں وہاں یہ دائرہ بہت مختصر اور بعض اوقات معدوم ہو جاتا ہے
اپنے تمام علم و فضل کے باوجود اقابلا کا حال نہیں جان سکتے ہاں اپنے برتر خیال سے صرف ایک
قیاس کر سکتے ہو۔ طاقت ور باطن کا روشن دروازہ ہر وقت نہیں کھلا رہتا۔ اسے کھولنا پڑتا ہے۔ پھر کہ
اندر کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ تم یہ تمام علوم سیکھ سکتے ہو لیکن اس سے پہلے میں تمہیں تمہارے اطرا
میں پھیلی ہوئی ایسی چیزوں کا ادراک کراؤں گا جن کی ترکیب اور ماہیت بدل دینے سے کرشمے ر
ہوتے ہیں۔'' میں پوری توجہ سے کاہن اعظم کی اثر انگیز باتیں سن رہا تھا۔ آج پہلی بار اس نے ا
قدر دیر تک مجھ سے خطاب کیا تھا۔

وہ مجھے اپنے غار سے ملحق ایک سرنگ میں لے گیا۔ غار کا یہ حصہ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا
حالانکہ میں اس کی اقامت گاہ کے چپے چپے سے واقف تھا۔ وہ خود اسرار کی دنیا تھی۔ اندر جا کر ا
نے ایک دیوار پر اپنے عصا سے ایک مربع بنایا۔ پتھر کی دیوار میں چرمراہٹ ہوئی اور تھوڑی دیر
ایک کمرے سے کسی درندے کی ہیبت ناک آواز سنائی دی۔ درندے کی دہاڑ اتنی خوف ناک تھی
مجھے کئی قدم پیچھے ہٹنا پڑا۔ میں نے شپالی گلے سے اتار کر روشن کی تو کمرہ منور ہو گیا۔ ڈگمی کے جنے
ایک عجیب الخلقت جوڑا اس اندھیرے کمرے میں بند تھا۔ کاہن اعظم کو دیکھ کر ایک درندے
جست لگائی اور میں حفظ ماتقدم کے طور پر اس کی پشت پر ہو گیا۔ کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ بے
درندہ کاہن اعظم کے سامنے آ کر، سر جھکا کے کھڑا ہو جائے گا۔ اور کاہن اعظم اس کے بڑے سینگ
پکڑ کر اس کے دماغ میں خنجر سے سوراخ کرنے لگا۔ ''جابر بن یوسف!'' سمورال نے آواز دی۔ ''ا
سوراخ پر منہ لگا دو۔''

ایک لمحے کے لیے میرے ذہن میں شبہ ابھرا کہ کہیں کاہن اعظم بداعتمادی کا مظاہرہ تو نہیں
رہا ہے لیکن میں نے دوسرے ہی لمحے یہ شبہ جھٹک کر جانور کے دونوں سینگ پکڑ لیے۔ میرا سینگ
پکڑنا تھا کہ عظیم الجثہ درندے نے ایک پھنکار بھر کر اپنے سر کو اوپر اچھال دیا، میں اگر سینگ چھوڑ دیتا
دیوار سے جا ٹکراتا، لیکن اس زبردست جھٹکے کے باوجود میں نے اس کے سینگ نہیں چھوڑے اور ا

ں قائم رکھنے کی کوشش جاری رکھی۔ میں ڈگمی جیسی بلا زیر کر چکا تھا۔ مگر اس کی پشت پر توازن
ار رکھنے میں کئی بار میں نیچے گر پڑا۔ میں بار بار گر پڑتا اور وہ مجھے منٹوں میں ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ وہ
طرح مجھے نچاتے نچاتے اس وسیع کمرے میں دیوانہ وار گھومتا رہا، آخر میں بہ مشکل تمام اس کے
پر اپنا منہ رکھنے میں کامیاب ہو سکا۔ میری زبان اس کا خون تیزی سے چاٹنے لگی۔

''مقدس کاہن! کیا میں ان کے جسموں پر شپالی رگڑ دوں؟ کیا میں اپنا چوبی اژدہا متحرک کر
؟'' میں نے چیختے ہوئے کہا۔

''نہیں تم اتر آؤ۔'' اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر لیے اور درندے نے تابع داری سے اپنے
سینگ اس کے آگے کر دیے۔ پھر کاہن اعظم نے اسی طرح دوسرے درندے کو بلایا۔ ''اس کے
سے دودھ نچوڑ کر ایک برتن میں جمع کرتا رہا۔ مادہ خاموش کھڑی تھی۔ کاہن اعظم بہت تیزی
دودھ دوہ رہا تھا۔ برتن بھر کر وہ کمرے سے باہر آ گیا اور اس نے اسے دوبارہ اسی طرح بند کر دیا
طرح کھولا تھا اب اس کے ہاتھ میں دودھ کا بھرا ہوا برتن تھا، جسے وہ عبادت گاہ میں لے آیا
دودھ ایک دوسرے برتن میں لوٹ کے باقی نصف دودھ پیالوں میں بھر دیا گیا پھر برتن چھت
لٹکا دیا گئے۔ وہاں اس قسم کے اور بھی بہت سے برتن لٹکے ہوئے تھے۔ پیالوں کے دودھ میں اس
چند جڑی بوٹیاں ملائیں اور بلند آواز میں ایک مخصوص عمل پڑھ کر مجھے اپنے ساتھ لیے غار سے باہر
یا۔ جنگل میں چلتے ہوئے اس نے سانپ کے بل تلاش کیے۔ جہاں کوئی بل نظر آیا۔ اس میں
کے چند قطرے ٹپکا کر وہ کھڑا رہا سانپ بل سے باہر آ گیا۔ تو اس نے وہ پیالہ اس کے سامنے
یا۔ چند قطرے پینے کے بعد سانپ کی حالت غیر ہو گئی اور وہ مزید دودھ کی چاہت میں سمورال
ہاتھ چاٹنے لگا۔ سمورال نے سانپ اٹھا کر اس طرح گلے میں ڈال لیا جیسے اس سے بڑی پرانی
ائی ہو، پھر اس نے ایک دوسرے عمل سے اُسے چوبی ڈھانچے میں تبدیل کر دیا۔

ہم جنگل میں کئی جگہ یہ عمل کرتے رہے اور سانپ پکڑتے رہے یہ دودھ کی تاثیر تھی کہ واپسی
قت میری اور سمورال کی گردنوں میں متعدد لکڑیاں تھیں۔ جنھیں ہم نے دیوار پر ٹانگ دیا اور باقی
خود پی لیا۔ دن بھر کی اس مشقت کے بعد سمورال نے عبادت کے مخصوص پتھر پر بیٹھ کر اپنے پالتو
ں کے بارے میں بتایا۔ اس خوف ناک درندے کا نام راٹ تھا۔ وہ دیوتاؤں کی نوازش سے
طاقتور جانور کہلاتا تھا، سمورال نے چند سال قبل ان میں سے ایک کو طلسمی طور پر نابینا کر کے پکڑ لیا
پھر اس نے دوسرا جانور پکڑا اور انھیں ایک غار میں بند کر کے پراسرار طریقے پر اپنا تابع کیا۔ وہ
اس کے نافرمان اور بیمار افراد کو ان کے سامنے ڈال دیا کرتا تھا۔ یہ ایک دلچسپ اور مفید سزا ہوتی
جب نافرمانی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آتا تھا تو وہ سانپ اور دوسرے جانور انھیں کھلاتا تھا اور جب

یہ صورت نہیں ہوتی تھی تو وہ نشہ آور چیزیں کھلا کر ان کے لیے شکار تلاش کیا کرتا تھا۔ سمورال کے قامت درندے اپنے خون، گوشت اور دودھ کے اعتبار سے غیر معمولی قوتوں کے حامل سمجھے جاتے تھے۔ میں نے ان کے سینگوں پر چڑھ کر دودھ پیا تھا۔ میری بے خوفی اور جرأت سے سمورال بے حد خوش تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے راٹ کا انمول دودھ عطا کیا۔ وہ دودھ جس میں سانپوں کو اپنی طرف کھینچنے اور بے دام غلام بنانے کی صلاحیت موجود تھی۔

دوسرے ہی دن سمورال کے اس وحشت ناک مظاہرے کے بعد جزیرہ توری میں مجھے اس کی عظمت اور قوت کا اندازہ کچھ زیادہ ہی ہوا۔ میں نے طے کیا کہ میں اپنے مکان میں ایسی عبادت گاہ اور اس قسم کے لوازم ضرور بناؤں گا۔ بلکہ مجھے اپنے لیے کوئی عمدہ غار تلاش کر لینا چاہیے جہاں جزیرہ توری کے طاقتور جانوروں کو جمع کرتا رہوں۔ میں نے سمورال سے یہ تمام عمل سیکھ لیا اور مسلسل ایک ہفتے تک اس کے پاس جاتا رہا اور نئی نئی حیرت انگیز چیزیں دیکھتا رہا۔ میں نے انگروما میں گورے کو طرح پراسرار عمل کیے تھے مگر سمورال کے سامنے میں ایک نو آموز شاگرد بن جاتا تھا۔ اور ہر چیز کو کرید کر پوچھتا تھا۔ ایک ہفتے میں مجھے اپنے اردگرد کی اشیاء کی صلاحیتوں اور خواص کا خاصا علم ہو گیا لیکن یہ ابتدا تھی۔ بہت ہی ابتدا۔ سمورال کے ساتھ یہ مختصر وقت گزار کر مجھے اپنی اوقات کا عرفان ہوا کہ میں ایک لحیم شحیم ہاتھی ہوں، جسے جنگل سے پکڑ کر شہر میں چھوڑ دیا گیا ہے اور جس کے جسم پر درجے کی سواری رکھ دی گئی ہے۔ اسے شہر کی گلیوں میں چلنے اور بوجھ اٹھا کر چلنے کے آداب بھی آتے، میں ایک ہاتھی تھا۔ ہاتھی کا کوچ شہر کی طرف تھا، گو شہر ابھی دور تھا۔ مجھے خوف ہے کہ اگر ان تمام اعمال و اشغال کا ذکر تفصیل سے کروں گا، جن میں سمورال کے ساتھ میں مصروف رہا تو میری تحریر سے خون کی بو آئے گی، میں نفرتیں سمیٹنا نہیں چاہتا۔ تاریک براعظم کی پراسرار زمین میں کیا کیا ممکن تھا؟ میں سمورال کے پاس جاتا رہا اور اپنی آنکھوں کو یقین دلاتا رہا کہ وہ جو کچھ دیکھ رہی ہیں حقیقت ہے۔ سمورال کے لیے میں ایک تیز گھوڑا ثابت ہو رہا تھا۔ اس نے میری پیٹھ پر بیٹھ کر ایک چابک مارا تھا کہ میں سرپٹ دوڑا چلا جا رہا تھا، اب میں دعوے کرنے میں محتاط تھا۔

سمورال سے طلسمی علم و ہنر کی تعلیم کے ذکر میں میری ایک خلش کا اظہار رہا جاتا ہے۔ آ خلش جونماز کے انکشاف کے بعد مجھے خلجان میں مبتلا کیے ہوئے تھی، فلورا۔ فلورا۔ فلورا۔ وہ فلورا میں نے آکسفورڈ میں اپنے لیے منتخب کیا تھا۔ وہ فلورا جو میری موجودہ حالت و ہیئت کا سبب تھی میرے جسم پر رنگ لگے ہوئے تھے مجھے اپنے حلیے پر ہنسی آتی تھی۔ ہر طرف نیزے تھے۔ میں اپنے وطن، اپنے گھر سے دور تھا۔ وہ فلورا جو میرا آغاز تھی۔ میرے جنوں کا آغاز۔ وہ مہذب شائستہ، جمیل اور نرم و نازک فلورا اپنے محبوب سے دُور لباس سے آزاد سرکش وحشیوں کے عذاب میں

اسی نے میرے لیے زہر بھیجا تھا، وہ میری زندگی، میری موت کی آرزومند تھی، جزیرہ بیزنار کا نوجوان نربگا ایک سیاہ فام غیر مہذب وحشی، اب اس کا آقا تھا۔ فلورا کو کیا ہو گیا تھا؟ جزیرہ توری قدم رکھتے ہی وہ مجھ سے دور کر دی گئی تھی۔ پھر اس طویل عرصے میں ایک ہی بار اس سے ملاقات تھی۔ میں نے اقابلا کے خیال سے اپنے آپ پر جو ایک پابندی عائد کی تھی، نماز کے آنے کے وہ ختم ہو گئی تھی۔ اقابلا کی نظر میں دوسری عورتوں سے میرا ربط و ضبط کوئی معیوب فعل نہیں تھا۔ نکہ میں اپنے ماضی سے مشروط ہونے کے سبب اسے ایک معیوب بات سمجھتا تھا، مگر اس نے خود ے لیے نماز کا عطیہ روانہ کیا تھا۔ تو فلورا کو ساتھ رکھنے میں اسے کیا عذر ہوتا؟ اصل میں میرا مقصود کو ہرنایاب تھا۔ جسے یہاں کے لوگ مقدس اقابلا کے نام سے یاد کرتے تھے۔

فلورا نے جسم میں چنگاریاں بھر دی تھیں، اقابلا کے بارے میں سمورال کے بیان کردہ حقائق پہلے ہی مجھے ناتواں کر رکھا تھا، یہ مایوسی اور بددلی، میں نے سمورال کی خدمت میں حاضری دے اس سے مزید علم حاصل کرنے کے شغل میں دور کرنے کی کوشش کی۔ میرے جسم میں ایک تلاطم آیا تھا اور میں طرح طرح کے نئے نئے زاویوں سے سوچتا تھا کہ آئندہ کیا کرنا ہے؟ میں نے خود کو بھی ے منصوبوں سے ایک طرح لاعلم رکھا تھا۔

جزیرہ توری میں میرے دونوں نائبین نے انتظامی امور باقاعدگی سے سنبھال لیے تھے۔ شوالا قبیلے کی تقریباً تمام آبادی اپنی سابق جگہ منتقل ہو گئی تھی۔ دونوں قبیلوں کے مابین اب روابط اور رے تھے۔ فزارو اور زارے عموماً ایک ساتھ نظر آتے تھے، میری حیثیت ایک سربراہ کی سی تھی۔ وہ ں مجھ سے مشورہ کرنے ضرور آتے تھے، انھیں اپنی جھونپڑیاں سلیقے سے بنانے کا فن آ گیا تھا۔ وہ طرح گلیاں تعمیر کر رہے تھے۔ جیسی میرے علاقے میں تھیں۔ سرنگا سے ملاقات کا کوئی بہانہ نہیں تھا۔ شاید یہ میرے ذہن کی کوئی مجرمانہ آلودگی تھی کہ سرنگا کے ہاں جاتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ا۔ جتنے دن گزر رہے تھے اس سے بعض پیچیدہ اور اہم معاملوں پر گفتگو اہم ہوئی جاتی تھی، آخر میں اس کا ایک حل نکالا۔ میں نے شوالا کے قبیلے کی دوبارہ آبادکاری کے سلسلے میں جارا کا کا کی ایک ر کہ عبادت کا اعلان کیا اور اس میں سرنگا کو مدعو کرنے کے لیے اس کے غار میں پہنچ گیا۔

تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں کو سرنگا کے پاس میرے جانے کی اطلاع مل گئی ہو گی۔ کاش ے بالائی قوتوں کو اپنی بات چیت سے بے خبر رکھنے کا علم آتا جو سرنگا اور سمورال کو آتا تھا، میں نے یہ یکھنے کے لیے سمورال سے اشارتاً تذکرہ بھی کیا تھا مگر اس سے پہلے دوسرے فنون سکھانے کو ترجیح بہرحال وہ کب تک یہ اسرار چھپائے رکھ سکتا تھا جنھیں سمجھنے کے لیے میرا عزم پختہ تر تھا۔ سرنگا اپنی وس نشست میں دیوی کی مورتی کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے مورتی اٹھا کر اس کے رخساروں

کو بوسہ دیا۔ اور سرنگا کو اشاروں میں سمجھایا کہ میں آ گیا ہوں۔ سب سے پہلے میں نے اسے جارا
کی مشترکہ عبادت میں شرکت کی دعوت دی اور جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب میری اور اس کی
غار کے اندر گھٹ کر رہ جائے گی تو میں نے سمورال سے اپنی تربیت کے حالات کا خلاصہ اسے سنا
میں اس سے بات چیت میں ایسا منہمک تھا کہ دیوی پر میری نظر نہیں پڑی۔ وہ غار کے دہانے
طرف جانے والے راستے پر کھڑی تھی اسے دیکھ کر میں گم ہو گیا اور میں نے محبت اور عقیدت
نظروں سے اسے سلام کیا۔ دیوی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انگروما سے واپسی کے بعد آج میں
پہلی مرتبہ اسے دیکھا تھا، اس کی موجودگی تنہائی اور بے بسی کا احساس دور کر دیتی تھی۔

''سیدی جابر!'' سرنگا نے میری توجہ اپنی جانب مرکوز کرتے ہوئے کہا۔ ''تم نے کاہن اعظ
سمورال کو اعتماد میں لے کر راست سمت میں قدم اٹھایا ہے۔ تاریک براعظم سے نجات کا بس ایک
راستہ ہے کہ تم یہاں کے ایک برگزیدہ شخص بن جاؤ۔''

''ہاں سرنگا! تمہاری نصیحتیں تجربوں سے لبریز تھیں! اپنی دیوی سے میری سفارش کرو کہ وہ میر
عزائم میں میرا ساتھ دے۔'' میں نے دیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''سنو سیدی جابر! میرے عزیز! ہم ایک بہت بڑے طلسم میں گرفتار ہو گئے ہیں۔ شاید تم
اپنی نوجوانی کے نشے میں بعض اہم باتوں پر اتنی توجہ نہیں دی۔ جتنی تمھیں دینی چاہیے تھی۔ تمھیں موا
ملے، تم نے کھو دیے، تم زارشی سے شپالی لے کر چلے آئے۔ تم نے اسٹالا سے کچھ نہیں سیکھا اور جہ
تمھیں انگروما کے فاضل لوگوں سے صحبت کا موقع ملا تو بھی تم اپنے عاشقانہ جنون میں مبتلا رہے۔ م
تم سے کہتا رہا کہ جو کچھ تم ابھی دیکھ رہے ہو وہ کچھ نہیں ہے۔ قسمت نے ہمیں عجب حالات سے دوچ
کر دیا ہے مگر مجھے خوشی ہے کہ اب تم نے عقل سے کام لینا شروع کر دیا ہے۔'' سرنگا نے آج اشاروں
میں بات نہیں کی۔

''سرنگا! میرے عظیم دوست! میرے شفیق ساتھی! کیا تم نے اقابلا کو غور سے نہیں دیکھا؟ شباب
کے دنوں میں تم اسے دیکھ لیتے تو تمہاری حالت بھی مجھ سے مختلف نہ ہوتی اور میں نے یہاں کے
اسرار حالات کا تم سے زیادہ گہرا مشاہدہ کیا ہے۔ سچ پوچھو تو نجات کا کوئی راستہ مجھے اب بھی نظر نہیں
آتا۔ تاہم ہمیں اس کے لیے جدوجہد کرتے رہنا چاہیے۔ تم نے کیا سوچا ہے؟''

''سیدی! کسی ایک جگہ مت ٹھہرو۔ حرکت کرتے رہو۔ ابھی راستوں پر دھند چھائی ہوئی ہے
توری کی عورتوں کی آغوش میں تمھیں کوئی راستہ نہیں مل سکتا۔''

''اسی لیے سمورال کے پاس گیا تھا اور اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم اپنی عظیم دیوی
مستعد رکھو۔ سرنگا! تمہارے میرے درمیان کوئی اجنبیت نہیں ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو شاید آج میں

ہوتا۔ میرے لیے یہ خیال حوصلے کا سبب ہے کہ تم موجود ہو۔''

''فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ ان جذبات کے اظہار کا یہ موقع نہیں ہے۔ میں جارا
کا کی مشترکہ عبادت میں شرکت کے لیے آؤں گا، تم اقابلا کی نظر میں سرخرو اور سربلند ہونے کے لیے
کارنامے انجام دیتے رہو۔''

میں جزیرہ بیزنار جانا چاہتا ہوں اور وہاں سے فلورا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے فلورا کی
بے وفائی کا واقعہ اسے سنایا۔

''صرف جزیرہ بیزنار؟ آہ میرے عزیز! تمھیں اب مسلسل سفر ہی کرتے رہنا ہے۔ صرف فلورا
کے لیے تم جزیرہ بیزنار جانا چاہتے ہو؟ یہ میں کیا سن رہا ہوں؟ تمہارے مقاصد اس سے بلند ہونے
چاہئیں۔''

''میں اپنے ہاتھوں سے اس کی آنکھیں نکالنا اور زبان کاٹنا چاہتا ہوں۔'' میں نے شدت
جذبات میں کہا۔ ''تم نے ڈاکٹر جواد کو معاف کر کے مجھے دکھ پہنچایا۔''

''ڈاکٹر جواد سریتا اور فلورا کے بعد وہ تیسرا شخص ہے جس پر ہم سب سے زیادہ اعتماد کر سکتے
ہیں۔ ہمیں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔''

''فلورا کے بارے میں بھی تم ایسا کہہ رہے ہو۔''

''اس لیے کہ میری نسوں میں خون تمہارے رفتار سے گردش نہیں کر رہا ہے۔'' سرنگا نے تلخی سے
کہا۔ اب تم جاؤ میں اپنی دیوی کو زیادہ زحمت دینا نہیں چاہتا۔ میں کوئی پچھلا واقعہ سننا پسند نہیں
کروں گا، مجھے تمہارے نئے کارناموں کا ذکر سن کر مسرت ہو گی۔ میں تمہارے فولادی بازو، ذہین
آنکھیں اور اعلا دماغ صرف عورتوں کو متاثر کرنے کے طفلانہ کام میں ضائع ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا۔''

مجھے اپنے جسم میں گرمی سی محسوس ہوئی۔ میں نے کوئی اور بات نہیں کی۔ دیوی کو سلام کیا، وہ غار
کے دہانے کے راستے سے ہٹ گئی اور میں اسے سلام کرتا ہوا جنگل میں آ گیا۔ میں نے ایک بڑے
درخت کا تنا چھو کر دیکھا اور اسے اپنے بازوؤں کی طاقت سے زمین پر گرا دیا۔ قبیلے میں آ کر میں نے
نوجوانوں کو شمار کیا، جن کی آنکھوں میں چمک تھی اور جن کے بازوؤں کی مچھلیاں تڑپتی ہوئی معلوم
ہو رہی تھیں۔ ان سب کو اکٹھا کر کے میں نے اپنے تصرف کی حسین لڑکیاں ان کے سپرد کر دیں اور
گھروں میں بیٹھے ہوئے نوجوانوں کو بلا کر شکار پر لگا دیا۔ میں نے نئے عہدوں کا اعلان کیا اور انہی
نوجوانوں میں تقسیم کر دیا۔ جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں میں، میں کوئی ایسا فرد دیکھنا نہیں چاہتا تھا جو
کسی وقت جابر بن یوسف کے مقابلے پر آ سکے۔

جارا کا کی مشترکہ عبادت میں سرنگا بھی شریک ہوا۔ اس کے بعد میں پھر سمورال کے پاس گیا

اور اس نے میرے اشتیاق، انہماک کے مطابق میری تربیت جاری رکھی۔ آئندہ دو ماہ تک عمدہ قسم کی غذاؤں، جسمانی مشقوں اور زیادہ سے زیادہ اسرار کی تعلیم و تربیت میں شب و روز صرف ہوتے رہے اس عرصے میں ایک بار بھی مجھے اقابلا نے طلب نہیں کیا۔

کاہن اعظم سے تاریک براعظم کے اسرار کی سعی میں روز میرا بڑا وقت صرف ہو جاتا تھا، میں اس سے بچوں کی طرح حیران ہو کر متجسس اور پُر شوق نگاہوں سے پوچھتا تھا اور وہ نہایت شفقت بھرے انداز میں مجھے اہم اسرار کی باتیں نظر انداز کر کے اِدھر اُدھر کا جغرافیہ بتا دیا کرتا تھا، میں ان مختلف معلومات سے قیاس آرائیوں کا جال بنتا، اس بنیاد پر میرے ذہن میں سلطنت اقابلا کا ایک نقشہ بن چکا تھا۔ ایک ایسا بھیانک نقشہ جو انسانی عقل کے ادارک سے ماورا ہے۔ مجھے اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ کاہن اعظم میری کامیابیوں اور کارناموں سے خوش ہوتا ہے، چنانچہ اس کی نظروں میں اپنا وقار قائم و دائم رکھنے کے لیے میں خود کو ہمیشہ سرگرم، جوشیلے اور طاقتور شخص کی شکل میں پیش کرتا تھا۔ تاریک براعظم میں بعض دور افتادہ جزیروں کا حال میں زارے اور فزارو سے پہلے سن چکا تھا۔ لیکن جب سموارال نے ان جزیروں کے بارے میں بتایا تو انھیں دیکھنے اور سر کرنے کا اشتیاق بڑھ گیا۔ ان جزیروں میں امسار ایک ایسا علاقہ تھا جہاں قصر اقابلا کی نفیس اور حسین عورتوں کی حکمرانی تھی اور مرد عورتوں کے مقابلے میں ثانوی حیثیت حاصل تھی۔ اس جزیرے کی عورتوں کے جلال اور جمال کے بارے میں عجیب عجیب باتیں مشہور تھیں۔ میں اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ ایک کامل مرد بھی بعض اوقات یہ سوچتا ہوگا کہ وہ عورت ہوتا تو کیا ہوتا۔ جزیرہ امسار میں عورتوں اور مردوں کی سماجی حیثیت بالکل مختلف تھی، سنا تھا وہاں عورتیں اپنے لیے مرد منتخب کرتی ہیں اور ان کے لیے لڑتی ہیں۔ میں بیزار سے اپنے معرکوں کا آغاز کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے ایک دن سموارال سے کہہ دیا کہ میں امسار جانا چاہتا ہوں۔ کاہن اعظم نے اپنی عبادت گاہ کے تمام روشن دان اور سوراخ بند کر کے میرے فیصلے پر خوشی ظاہر کی اور مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ جلد سے جلد اقابلا کی بارگاہ میں میری خواہش منتقل کر دے گا۔

جزیرہ توری کے دونوں قبیلوں میں عالمانہ مناظرے اور جسمانی مقابلے کر کے میں ان اشخاص کی شناخت کر رہا تھا، جن کا ذہن اور جسم عام لوگوں سے ممتاز تھا۔ ان مقابلوں میں اپنی توانائی اور برتری کا اظہار کرنے کے لیے میں قوی الجثہ اشخاص کو کھلونوں کی طرح اٹھا لیا کرتا تھا اور اپنے نوادر قوت سے انھیں خوف زدہ رکھتا تھا۔ ممتاز اور منفرد لوگوں کو ختم کر کے اور مشروب حیات پی کر میں تاریک براعظم کا ایک ناقابل تسخیر شخص بن سکتا تھا۔

جزیرہ امسار روانگی کے سلسلے میں مجھے اقابلا کے مثبت جواب کا انتظار تھا۔ میں نے نرماز سے بھی اقابلا کی بارگاہ میں رسائی کی درخواست کی تھی۔ ایک شام جب میں سریتا سے محو گفتگو تھا۔ نرما

ریتا کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ سریتا میرے ہاتھوں کو جنبش اور ان کے درمیان کا خلا تک رہی تھی۔ وہ مجھ سے محتاط باتیں کرنے کی عادی تھی، سریتا کو اپنے فیصلوں اور اپنی حرکتوں سے اچنبھے میں مبتلا کرنے میں مجھے بڑا لطف آتا تھا۔

اور سریتا میرے ہاتھوں اور چہروں کے مختلف زاویوں پر پریشان تھی، اچانک مجھے زارے کی آمد سے مطلع کیا گیا۔ میں نے زارے کو اندر بلا لیا، اس نے مجھے ایک سنسنی خیز خبر سنائی کہ توری کے ساحل پر سفید فام اجنبیوں کا ایک قافلہ آ کر اُترا ہے اور وہ توری کے لوگوں کے نیزوں کی زد پر ہے۔ میں نے زارے سے کوئی دوسرا سوال نہیں کیا۔ تیزی سے باہر آ کر میں ساحل کی طرف بھاگا۔ میرے پیچھے زارے بھاگ رہا تھا اور اس کے پیچھے سریتا اور سریتا کے ساتھ ساتھ ایک ہجوم۔ ساحل خاصا دور تھا اور میں عجیب خیالات لیے سرپٹ دوڑا چلا جا رہا تھا۔ ساحل پر پہنچ کر مجھے اپنے لوگوں، اپنے سیاہ فام لوگوں کا ایک ہجوم نظر آیا، جو خوشی سے اچھل کود رہے تھے۔ نقارے بجا رہے تھے۔ بالکل وہی سماں تھا، جو ہماری آمد کے وقت تھا۔ مجھے دیکھ کر ہجوم نے راستہ چھوڑ دیا اور زمیں بوس ہو گئے۔ میں نے لٹے پٹے قافلے کے سامنے پہنچا تو مجھے اپنے آنکھوں پر یقین نہیں آیا، چار لاشیں زمین پر خون میں لت پت پڑی تھیں اور ان میں نیزے گڑے تھے اور مہذب دنیا کے باقی لوگ کاندھے اور سر جھکائے تماشائے عبرت بنے کھڑے تھے۔ وہ گیارہ تھے، ان کے کپڑے جگہ جگہ سے تار تار تھے۔ ان میں چار عورتیں تھیں، بھوک اُن کے چہروں پر لکھی ہوئی تھی۔ مرنے والوں میں ایک عورت تھی اور تین مرد تھے۔ انہوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہوگا، اسی لیے ان کے سینے میں توری کے باشندوں کے نیزے اتر گئے ہونگے۔ انھیں دیکھ کر میں شدید الجھن اور انتشار کا شکار ہو گیا، مجھ میں کوئی فیصلہ کرنے کی سکت باقی نہیں رہی۔

سمندروں کی لہروں نے ایک نوجوان لڑکی کی جلد ادھیڑ دی تھی۔ وہ مجھے بے بسی سے دیکھ رہی تھی۔ میرا دورانِ خون تیز ہو گیا۔ میری سرد مہری اور خاموشی پر لڑکی پاگلوں کی طرح چیخنے لگی۔ ایک نوجوان شخص نے آگے بڑھ کر اس کے رخساروں پر زوردار طمانچہ رسید کیا اور اسے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ لڑکی اس قدر حواس باختہ تھی کہ اس نے نوجوان کا شکستہ گریبان پکڑ کر پھاڑ دیا اور اس سے انگریزی میں اپنا گلا گھونٹنے پر اصرار کرنے لگی۔ میں وہاں سے ہٹ آیا۔ دُور جا کر میں نے زارے کو حکم دیا کہ ”میں فی الحال کسی جھونپڑی میں قید کر کے ان کے لیے کھانے کا انتظام کیا جائے۔ ہم مقدس اقابلا کے فیصلے کا انتظار کریں گے۔“ یہ کہتے ہوئے مجھے اپنی آنکھوں کے گوشوں میں نرمی محسوس ہوئی۔ سریتا بھی خاموش خاموش میرے ساتھ تھی۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور راستے میں کچھ نہیں بولی۔

اپنے مکان میں آ کے میں دھڑام سے پیال کے بستر پر گر گیا۔ اسی وقت نرماز میرے سرہانے

آئی اور اس نے اطلاع دی کہ مجھے بارگاہ اقابلا میں طلب کیا گیا ہے۔

جب میں نے یہ سنا تو یہ سمجھا کہ شاید میں بے خوابی کا شکار ہوں۔ قصر اقابلا کی ایک محترم کنیز حشر بداماں میرے سامنے کھڑی تھی، میں اچھل کر بیٹھ گیا۔ مجھے یقین کر لینا چاہیے تھا کہ یہ میرے پریشان ذہن کی کوئی کرشمہ کاری نہیں ہے۔ ایک عرصے بعد اس ماہ جمال نے مجھے اپنی بارگاہ میں طلب کیا تھا۔ ایک عرصے بعد مجھے لذت گوش ملی تھی، لہٰذا اعتبار نہیں آتا تھا۔ ابن نے جابر بن یوسف کو طلب کیا تھا؟ پہلے کی بات اور تھی، پہلے مجھے اپنی کوتاہ قامتی اور اس کی شمشاد قامتی کا انداز نہ نہیں تھا۔ پہلے میں نے زارشی کے لق ودق صحرا کی خاک نہیں چھانی تھی اور باگمان کے اندھیروں میں ٹھوکر نہیں کھائی تھیں۔ پہلے میں نے انگرو ما میں جلاوطن عالموں کا جلال وکمال نہیں دیکھا تھا اور کاہن اعظم سمورال کی وہ فصیح تقریر نہیں سنی تھی، جو اس نے تاریک براعظم کی پراسرار سلطنت اور اس کی رفیع الشان ملکہ کے بارے میں میرے سامنے کی تھی۔ پہلے میں نے اتنے دن نہیں گزارے تھے کہ مجھے اس کی شان وشوکت، عظمت وسطوت کا عرفان ہوتا، مگر اب کچھ دھندلے دھندلے نقوش واضح ہو رہے تھے۔ میری آنکھیں روز کسی انکشاف، کسی غیر متوقع واقعے کے ظہور پر حیرت سے پھیل جاتی تھیں۔ پہلے میں ایک جاہل شخص تھا۔ پہلے میں ایک بڑا بچہ تھا، جس نے غیر معمولی طور پر اپنا جسم بڑھا لیا تھا۔

''کیا تم جھوٹ بھی بولتی ہو؟'' میں نے بے چینی سے کہا۔

نرماز نے وارفتگی سے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میرے سینے پر لٹکے ہوئے چوبی اژدہے پر ہاتھ پھیر کر بولی۔ کیا کہہ رہے ہو؟ اس سرزمین پر، کوئی اس کے متعلق اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے؟''

''آہ'' میں نے وفورِ مسرت سے چیخ کر کہا۔ ''اب میرے سینہ چیرنے کا وقت آیا۔ اس نے مجھے کب بلایا ہے۔''

''اسے اپنے حکم کی تعمیل میں تاخیر پسند نہیں ہے۔''

''اور تم اگر مجھے چند ساعت بھی مزید انتظار کے لیے کہتیں تو یقیناً میری روح مجھ سے جدا ہو گئی ہوتی۔ شاید اسے احساس ہے کہ اس سیم بر سے رفاقت کے دعوے دار اس کے انتظار کا حوصلہ نہیں رکھتے مگر صرف چند لمحے۔ مجھے اپنے جسم پر خوشبو میں تو مل لینے دو۔ کیا میں اس طرح اس کے سامنے جاؤں گا؟ نرماز! میرے بالوں میں انگلیاں پھیر کر انھیں درست کر دو اور ذرا مجھے یہ تحائف اپنے سینے پر سجا لینے کی مہلت تو دو..... اور ہاں ہر بیکا کی مقدس آنکھیں بھی تو گلے میں لٹکا لینے دو۔''

اس مختصر وقت میں جنون کے کئی عالم گزر گئے۔ نرماز نے میرے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور میں نے سلیقے سے اپنے نوادر سینے پر آراستہ کرنے شروع کر دیے، میں شوخی میں نرماز کی چٹکیاں لیتا جاتا تھا۔ پھر میں نے ایک برتن میں رکھا ہوا خوشبودار تیل اپنے جسم پر لوٹ لیا۔ نرماز نے اسے جلدی

دی میرے جسم پر خشک کر دیا۔ میں پاؤں رکھتا کہیں تھا، پڑتے کہیں تھے۔ یہ وقت میں نے خود کو راستہ کرنے میں لگا دیا، لیکن انہی لمحوں میں اداسیاں مجھ پر غالب آ گئیں۔ اقابلا کی اس وقت طلبی کا کیا مقصد ہے؟ اپنی خوش خیالیاں اور خوش فہمیاں دور کر کے مجھے دوسرے معاملات پر غور کرنا چاہیے۔ کیا اسے اپنی شدتوں کا ثمر سمجھوں یا کچھ اور؟ گزشتہ دنوں سے میں اپنی نظر میں ایک مشکوک شخص تھا۔ کاہن اعظم سمورال سے میری بڑھتی ہوئی رفاقت اور ہوائیں بند کر کے اقابلا کے بارے میں گفتگو سے کہیں، وہ آگاہ تو نہیں ہو گئی؟ ہم نے اس کے خلاف کوئی سازش نہیں کی تھی۔ مگر سرنگا؟ سرنگا کے ساتھ میں یقیناً مہذب دنیا کی واپسی کے منصوبوں پر کھل کر گفتگو ہوئی تھی..... اگر کچھ چیزیں اسے معلوم بھی نہیں ہیں تو یہ کیا کم ہے کہ وہ میرے شب و روز کے بعض مشاغل سے لاعلم ہے۔ اسے میرے درویش اطوار سے کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت تو نہیں محسوس ہوئی؟ میرے ہاتھ سست پڑ گئے اور ماتھے پر شکنیں نمودار ہو گئیں۔ ممکن ہے وہ میری موجودہ ذہنی افتاد پر مجھے سرنش کرے یا ہو سکتا ہے جزیرہ سنسار جانے کے ارادے پر اپنی رضامندی کی مہر ثبت کر دے؟ مبادا مہذب دنیا سے ایک قافلے کی آمد پر وہ میرا فیصلہ جاننا چاہتی ہو؟ کاش ان میں سے..... صرف ایک بات صحیح ہو کہ وہ اپنا دست شفق دراز کرے اور اپنے گلابی ہونٹ میرے سامنے کر دے اور مجھے میرے صدق کا انعام مل جائے۔ کوئی مرتبہ، کوئی اعزاز اُس کی اس فیاضی کا بدل نہیں۔ میں شش و پنج کی حالت میں نرماز کے روبرو کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نیم مایوسی اور نیم خوشی دلی سے کہا۔ ''نرماز! یقیناً کسی شخص کو اس حلیے میں اسکی بارگاہ میں جانے کا تصور نہیں کرنا چاہیے مگر میرے پاس جو کچھ ہے، وہ میں نے اپنے ساتھ لے لیا ہے۔ ان نوادر کے سوا، جو تم میرے سینے پر دیکھ رہی ہو، میرے پاس اور بہت کچھ ہے جو کسی کو نظر نہیں آتا جس کی بنا پر میں خود کو ان نوادر سے زیادہ آسودہ سمجھتا ہوں۔ وہ کیا ہے؟ وہ ہے میرا باطن..... اس میں صرف اسی کا جلوہ، صرف اس کا نقش ہے، میرا دعویٰ ہے کہ یہ نقش کسی کے قلب پر اتنا گہرا نہیں ہے..... اُس کے خیال نے مجھے زندہ رکھا ہے۔ اس کا چہرہ مجھے تاریک براعظم میں سرمستی پر لگاتار رہا ہے۔''

نرماز نے میرا ہاتھ تھام لیا اور خوش ادائی سے کہنے لگی۔ تم اپنے بہترین لفظ یہاں کیوں ضائع کر رہے ہو؟ اپنے نطق سے کہو کہ وہ تمہارے قلب کے ساتھ تعاون کرے۔ اپنی آنکھوں سے کہو کہ وہ تمہارے باطن کی نمائندگی کریں۔ اب تمھیں ایک مرحلہ شوق درپیش ہے، آؤ۔ میں تمھیں وہاں لیے چلتی ہوں۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے۔ ہر طرف سفید دھواں پھیل گیا اور میرا مکان اس دھوئیں کی اوٹ میں کہیں چھپ گیا اور مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے زمین نے اپنی کشش کا تیرہ چھوڑ دیا ہو اور آسمان نے زمین کی جگہ لے لی ہو، میں بلندیوں پر پرواز کر رہا تھا یا بادلوں کے

دوش پر تھا۔ مجھے نہیں معلوم یہ کیا ماجرا تھا؟ یہ کیا راز تھا؟ نرماز کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا اور ہر طرف بادل تھے۔ میں نے کچھ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ کیونکہ اس کوشش میں مجھے اپنی ناکامی کا علم تھا نرماز سے پہلے زولین اور اشار اسی طرح مجھے قصرِ اقابلا لے جا چکی تھیں، مگر اشار اور زولین کے زمانے کی بات اور تھی' اب آگہی کے عذاب سے گزرنے کے بعد میرے قلب و ذہن کی حالت متغیر تھی۔ میں نے بچشم خود انگروما' زارشی اور باگمان کے طلسم خانوں میں ایسے حیران کن مناظر کا مشاہدہ کیا جن پر صرف اسی کی شخصیت کا سحر چھایا ہوا تھا۔ بادل میرے اردگرد چھائے رہے اور میں ایک غنودہ حالت میں سفر کرتا رہا۔

قصر اقابلا کے دلکش ماحول کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں۔ وہ ایک پرستان تھا جس کا ذکر مہذب دنیا کی دیو مالائی کہانیوں میں کیا جاتا ہے۔ دنیا کی حسین ترین دوشیزاؤں کا اتنا بڑا اجتماع کوئی دیکھ لے تو پاگل ہو جائے، میں ستونوں، ایوانوں، عجائب اور رنگوں کا حال بیان کر چکا ہوں۔ نرماز نے میرا ہاتھ دبایا تو مجھے اپنے بوجھ کا احساس ہوا۔ میں زمین پر کھڑا تھا اور بادل چھٹ رہے تھے۔ ان کے پیچھے سفید پتھر کے ستون نظر آ رہے تھے اور مرصع فرش پر سفید اور سرخ جسموں کی دوشیزائیں رقص میں منہمک تھیں۔ ایک عجیب کیف آور موسیقی در و دیوار سے اُبل رہی تھی۔ درمیان میں ایک بڑا سا حوض جس پر قندیلیں روشن تھیں۔ پہلے میں اس جگہ نہیں آیا تھا۔ قصر اقابلا کے کون کون سے گوشے ابھی میری نظروں سے اوجھل ہوں گے۔ میں نے اس ماحول میں قدم رکھا، تو میرا دل چاہا میں بھی پتھر کے ان مجسموں میں شامل ہو جاؤں، جو جگہ جگہ بکھرے ہوئے ہیں اور وہ دوشیزائیں ان کے درمیان ایک ابدی رقص میں مصروف ہیں۔ نہ معلوم یہ رقص کب ختم ہو، وہ زمین کی حرکت اور وقت کی رفتار سے بے نیاز ناچ رہی ہیں۔ ان کے بدن لوچ کھا رہے ہیں اور وہ کبھی نہیں تھکتے، انہوں نے بس ایک سرخوشی سمجھ لی ہے کہ رقص کیا جائے۔ وہ ایک ایسی لازوال مسرت سے ہم کنار ہیں کہ اپنے گرد و پیش بھول گئی ہیں۔

ایک میں یہاں آیا ہوں اور میں بھی ابھی اِدھر سے گزر جاؤں گا، میں ان کے سیماب صفتی کی ایک جھلک دیکھ کر اس ایوان رقص سے آگے چلا آیا۔ نرماز مجھے قصر اقابلا کی نئی نئی راہداریوں اور جلو گاہوں سے گزرتی رہی۔ ہر طرف حسن و جمال کا بازار گرم تھا، جس کا ذہن شاعرانہ ہو، وہ بھی ایسے خواب تک نہیں دیکھ سکتا۔ میری نگاہیں جدھر رخ کرتی تھیں، رنگ و نور کی ایک محفل سجی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہاں آ کر احساس ہوتا تھا کہ مہذب دنیا سے آ کر ہم نے کسی زیاں کا سودا نہیں کیا ہے۔ میں جو چیختا تھا، فریاد کرتا تھا۔ وہ کس قدر سچ تھا؟ میرا ہذیان بے سبب نہیں تھا۔ یہ اقابلا کا قصر زریں تھا۔ جو مہذب دنیا کے تمام شبستانوں کو شرماتا تھا۔ ہر سمت ایک جشن برپا معلوم ہوتا تھا، ظاہر ہے یہ بزم آرائی، آج اس وجہ سے نہیں تھی کہ سحر و افسوس کی سرزمین کا ایک ادنا سردار جابر بن یوسف اِدھر آیا تھا۔ جابر

یوسف شہنشاہ نہیں تھا، وہ ایک غلام تھا، اس کا دل ہر وقت دھڑکتا رہتا تھا۔ وہ ایک مغلوب شخص

قصر اقابلا کے بارے میں میرے گزشتہ بیانوں کی یاد تازہ کیجئے ممکن ہے اس وقت بیان کی کسی ہی کا جرم مجھ سے سرزد ہو گیا ہو، مجھے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر لینا چاہیے۔ میں نے جو کچھ دیکھا، بیان کیا جائے، تو وہ یقین و اعتبار کی اس حد سے تجاوز کر جاتا ہے جہاں تک انسانی ذہن کی ئی ہے۔ یقیناً کوئی ایسی منزل ہو گی جہاں ذہن کی قبولیت ختم ہو جاتی ہو گی۔ میں کہتا ہوں کہ جہاں کی نفی کی منزل آتی ہے وہاں سے آغاز کیجئے۔ اس سے آگے کچھ بیان کرنا فضول ہے۔

ان گداز ایوانوں، رنگ رنگ کے بادلوں، موسیقی کی لہروں اور اٹھلاتے ہوئے جسموں اور وں اور لطیف ترین احساسات سے گزر کر میں ایک ایسے ایوان میں پہنچا جہاں کی دیواروں پر ں کام کیا گیا تھا اور جس کی فضا اب تک کے تمام ایوانوں سے زیادہ رنگین اور خواب ناک تھی، اس جگہ ٹھہرا کر نرماز رخصت ہو گئی۔ یہ ایک بڑا ایوان تھا، میں اس کی آرائش و زیبائش میں کھویا ا اور آنے والے لمحوں کا منتظر تھا کہ ایک بار پھر نرماز نمودار ہوئی اور اس کے پیچھے پری جمال وں کے ہیولے تیرتے نظر آئے۔ میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ ایک ہوا تھی جو ادھر سے تھی، اُدھر کہیں گم ہو گئی۔ اس نسبتاً سرد جگہ پر میں اپنی حیثیت کا کوئی تعین نہیں کر پایا تھا اور میں نے ا لیا تھا کہ میں ایک طالب صادق کے بجائے ایک سردار ایک غلام کی حیثیت سے خود کو پیش کروں مبادا کوئی جسارت اس کی طبع نازک پر گراں گزر جائے؟

میں اپنا ذہن یک سُو کر کے تمام تر اشتیاق سے کھڑا ہو گیا۔ جابر بن یوسف نے اپنے پیروں ارتعاش سا محسوس کیا۔ میں نے خود کو ڈانٹا ''کم بخت! تمام منزلیں سر کر لیں، اب اس مرحلہ شوق پر ا ہے؟ تیرا اعتماد کیوں ختم ہو گیا؟'' میں نے خود کو سمجھایا۔ ''اے بد بخت شخص! کیا ہو گا؟ وہ سامنے ے گی تو کیا ہو گا۔ کیا تو ان نوادر کے ساتھ دوں، ہمتی کا یہ مظاہرہ کرے گا۔ اپنا خنجر اٹھا اور اگر تاب ہ نہیں ہے تو سینے میں اتار لے۔'' میں دو اشخاص میں تقسیم ہو گیا تھا بلکہ کئی اشخاص میں..... اور وہ اپنے شوق، اپنے جذبے، اپنے وسوسوں، اپنے اندیشوں کا اظہار کر رہے تھے۔ جواب دینے والا س ایک شخص تھا، جس نے آخر سب کو شکست دے دی اور ان تمام اشخاص کے ہجوم سے وہی شخص ا جس کا نام جابر بن یوسف تھا۔ وہ باگمان کا سردار، زارشی کا فاتح، وہ توری کے دونوں قبیلوں ردار۔ وہ ایک مضبوط اور توانا شخص، جس کا لہجہ رسیلا اور جس کا انداز کٹیلا تھا۔ چند لمحوں بعد مجھے مشروب پیش کیا گیا۔ وہی اقابلا کا مشروب خاص، جس کے پینے کے بعد آنکھ اپنے زاویے بدل ا ہے۔ میں نے نرماز کو جام خالی کر کے واپس کر دیا اور میرا دل چاہا کہ اس وقت عرب کی کوئی دل

نواز دُھن چھیڑ دے میرے سوچنے کی دیر تھی کہ عربی موسیقی میرے رگ و پے میں سرایت کرنے لگی..... پھر میں نے چاہا، وہ دیر سے آئے تا کہ اس ایوان میں میرے قیام کی مدت طویل ہو جائے لیکن اسی وقت سامنے کی دیوار موسیقی کے زیر و بم کے ساتھ شق ہوئی اور خلا میں رنگین روشنیاں جھلملانے لگیں۔ وہ روشنی کے جھماکے تھے۔ روشنیوں کا منبع کہاں تھا؟ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ پھر اس ہالے میں ایک تخت آتا دکھائی دیا۔ وہ آ رہی تھی۔ وہ آ رہی تھی۔

کون آ رہا تھا؟ اقابلا آ رہی تھی..... ہاں اقابلا آ رہی ہے۔ کیا یہ سچ تھا؟ ہاں یہ سچ تھا۔ آنکھوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ اس کی سواری آ رہی ہے، حسن ایک زریں تخت پر جلوہ فگن ہے۔ وہ کاروان جمال آ رہا ہے، وہ رنگ و نکہت کا سیل اس طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا تخت جگمگا رہا ہے۔ آج اس کی تمکنت کی کچھ اور شان ہے۔ میرے قدم زمین سے اکھڑنے لگے۔ میں نے انھیں اور مضبوطی سے جما لیا اور اپنا سینہ آگے کر لیا۔ تخت دیوار کے اس طرف آنے کے بعد ایک فاصلے پر رک گیا اور اقابلا کے دائیں بائیں کھڑی ہوئی دو شیزائیں اتر کر فرش پر کھڑی ہو گئیں۔ ان میں نرماز بھی تھی۔ میرے اور اقابلا کے درمیان بہت کم فاصلہ تھا۔ لیکن مجھے یہ فاصلہ صدیوں، سمندروں اور سیاروں کا معلوم ہوتا تھا۔ اقابلا کا بدن پھولوں اور پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں اور چہرہ کھلا ہوا تھا۔ اس کے دراز سُرخ و سیاہ بال شانوں پر پھیلے ہوئے تھے۔ اسے کسی زیور کی ضرورت نہیں تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ آج اس کے بدن پر پتوں اور پھولوں کا لباس نسبتہً مختصر ہے۔ یہ شاید میری نظر کا فریب ہو لیکن ان پھولوں اور پتوں کے درمیان اس کے بدن کا کوئی کوئی حصہ مجھے نظر آ جاتا تھا۔ اس کے آتے ہی میں تاریک براعظم کی روایت کے مطابق اظہار عقیدت کے طور پر زمین بوس ہو گیا۔ مجھے نرماز نے اپنی انگلی کے اشارے سے اٹھایا۔ پھر میں نے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی۔ نظر ٹھہرتی ہی نہیں تھی تاہم میں نے دیکھ لیا تھا کہ اس کی نگاہوں میں ایک دل آویز شوخی اور اس کے لبوں پر ایک نظر فریب تبسم ہے۔ ان دونوں اشارات سے میرے حوصلے بڑھ گئے۔ وہ تیکھی نظروں سے میرے سراپا کا جائزہ لے رہی تھی اور اس کی چبھتی نظریں میرے جسم کے پار ہو رہی تھیں اور مجھے ایک نئی لذت سے آشنا کر رہی تھیں۔ میں نے اپنا تمام کرب، اپنے دنوں، اپنی راتوں کا کرب، اپنے چہرے پر سمیٹ لیا تھا۔ میں نے کلام میں پہل نہیں کی تھی لیکن میری آنکھیں میرے بند لب، میرا چہرہ مجھے منقل کر رہا تھا۔ یکا یک روشنیوں میں ارتعاش سا ہوا اور اقابلا نے اپنے دست بہار آفریں کو ایک خاص ادا سے جنبش دی، میں مہر بہ لب کھڑا تھا۔ نرماز نے نہایت شیریں لہجے میں ابتدا کی۔ جزیرہ توری اور باگمان کے سردار جابر بن یوسف الباقر مقدس اقابلا تمہاری کامیاب واپسی اور تمہاری کامرانیاں پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔''

میں نے اپنا سر جھکا دیا۔

''تمہارا آراستہ سینہ بلا شبہ تمہاری برتری کی دلیل ہے۔'' نرماز نے میرے کانوں میں شہد ا۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ صرف حسرت بھری نگاہوں سے اقابلا کی طرف تکتا رہا۔

''مقدس اقابلا کو معلوم ہے کہ تم نے کہاں کہاں اس کا خیال تازہ رکھا اور کس کس جگہ شجاعت و ت سے کام لیا۔ مقدس اقابلا تمہاری آئندہ فتوح دلچسپی کی نظر سے دیکھے گی۔'' نرماز نے شوخی سے ا۔

میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور پہلی بار لب کھولے۔ ''مجھے کچھ کہنے کی اجازت عطا کی ئے۔'' میں نے تاثر انگیز آواز میں کہا۔

''گو وہ تمہارے جذبات اور احساسات سے آگاہ ہے، تاہم تمھیں اظہار کی اجازت ہے۔ تم ، توقع کی جاتی ہے کہ دوران کلام یہ احتیاط ملحوظ خاطر رکھو گے کہ تم کہاں موجود ہو؟'' نرماز نے باوقار ے میں کہا۔

''میں جانتا ہوں۔'' میں نے جذبات میں کہا۔ ''اے خوش اندام نرماز! میں جانتا ہوں مجھے لوم ہے کہ سلطنت اقابلا میں کوئی بھی جگہ، اس کی نظر فرحت اثر سے دور نہیں۔ میں اپنے شعور میں ں کہ میں کس حریم ناز کی جلوہ گاہ میں زمین پر ایستادہ ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ پہلے مجھ سے سنگین ستاخیاں سرزد ہو گئیں تھیں۔ اس نے میرے لیے اپنی سرزمین کے مختلف طلسم خانوں کے مشاہدے اہتمام کر کے مجھے اپنی طاقت و حشمت سے متنبہ کر دیا ہے۔ میں نے یہاں آنے کے سفر کے دوران ا سوچا تھا کہ میں کسی حیثیت سے جا رہا ہوں۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ میں تین قبیلوں کے سردار کے ا اور کیا حیثیت رکھتا ہوں؟ میں آسمان میں نہیں اڑ سکتا کیونکہ میرے جسم پر پر نہیں ہیں اور میں ینوں پر انقلاب برپا نہیں کر سکتا، کیونکہ میرے علم و فضل کا دائرہ بہت مختصر ہے۔ میں نے خود کو سمجھایا ہ اس کی قربت کی طلب مجھے ایسے ناتواں شخص سے مناسبت نہیں رکھتی۔ مجھے ابھی سنگی دیواریں شق رنا اور اشارے سے درخت اکھاڑنا نہیں آتا اور مجھے پر میری قدیم روایتیں تسلط جما لیتی ہیں۔ وہ ا محبوب تھی۔ میں نے اس میں اضافہ کر دیا۔ وہ میری محبوب ملکہ ہے۔ میں نے اپنی شوریدہ خواہشیں زخمی کر دیں تا کہ وہ سر نہ اٹھا سکیں۔ میں نے اپنے آپ کو یہ باور کرایا کہ مجھ سے باعظمت تخت ہے جس پر وہ جلوہ فگن ہے۔ وہ جام ہیں جو اس کے لب چھوتے ہیں، وہ پھول ہیں جو اس کا ن ڈھانپتے ہیں، وہ پتے ہیں جو اس کے بدن کی چاندنی روکے رہتے ہیں۔ میں نے چاہا تھا کہ مجھے ں کا غلام بنا لیا جائے لیکن مجھے معلوم ہوا کہ اس کی غلامی بھی کتنی بڑی فضیلتوں کے بعد ممکن ہوتی ہے؟ ں نے اپنی طلب سے کنارہ کشی نہیں کی ہے۔ میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے سرکشی کی اجازت دی

جائے۔ اگر اسے طاقت کے تماشے پسند ہیں تو مجھے اپنی طاقتوں کی افزائش کے مظاہرے کی اجازت دی جائے اور میں اپنے طور پر یہ آرزو دل سے پیوستہ کر لیتا ہوں کہ ایک دن وہ مجھے اپنے قریب جگہ دے گی۔''

میں نے جذبات سے لبریز پیرائے میں وہ تمام باتیں کہہ دیں جو میرے ذہن پر محیط تھیں۔ پھر میں نے اس کا ردعمل دیکھنے کے لیے اس کے چہرے پر نگاہیں جما دیں۔ وہ پوری توجہ اور دلچسپی سے میری باتیں سن رہی تھی۔ اس کی نگاہوں میں تجسس تھا اور اس کے چہرے پر کرب کے آثار نمودار تھے۔ اس کا انہماک دیکھ کر میں نے اپنے اظہار میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ میں بولتا رہا جب تک نرماز نے مجھے روک نہ دیا۔

''آہ!'' اے جزیرہ توری اور باگمان کے معزز سردار! تمہاری باتیں شریں اور تمہارا کلام پراثر ہے۔ اس سرزمین پر تمھیں نوازا گیا ہے۔ جارا کا کی مقدس روح تم پر سایہ گستر ہے اور مقدس اقابلا تمہاری کامرانیوں کی نوید سے متاثر ہوتی ہے۔ تم نے اس سرزمین پر سربلند و سرخ رو افراد دیکھے ہیں۔ مقدس اقابلا کے وسیع نظام سلطنت میں ان کے لوگوں کے نمایاں ہونے کی گنجائش موجود ہے جو نمایاں ہونا چاہتے ہیں۔'' نرماز نے شگفتگی سے کہا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ وہ کسی مقام پر کسی کی گرمئی جذبات سے ضرور پگھل جائے گی۔ میں اس بلندی پر پہنچنے کا خواہاں ہوں جہاں سے اس کا چہرہ مجھے نظر آ سکے اور وہ مجھے براہ راست تخاطب کی سعادت بخشے..... اسے اس کا احساس ہوگا کہ جابر بن یوسف کو عورتوں' غلاموں اور زمینوں پر حکمرانی میں لذت نہیں ملتی۔ اس کی انا ایسی طاقت و بلندی سے آسودہ نہیں ہوتی، جہاں اس کا جلوہ نظر نہ آتا ہو۔''

''ٹھہرو جابر بن یوسف!'' نرماز نے حکمیہ انداز میں کہا۔ ''تم ایسی گفتگو کر رہے ہو جو قبل از وقت ہے۔ تمہارے لہجے سے شکوک اور عدم اعتماد کی بُو آتی ہے۔ تم ابھی تک اپنے مشتعل جذبات کے توسط سے بول رہے ہو۔ آہ۔ تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے سامنے وضاحتیں کرے۔ یہ تمہاری کیسی نادانی ہے۔ تمہارا علم خام اور تمہارا شعور ناپختہ معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اس کے جاہ جلال کا تخمینہ لگانے میں سب بھی کوتاہی کی ہے، بہتر ہے تم امسار جاؤ اور وہاں اپنا نفس اتنا سیراب کر لو کہ پھر تمہاری طلب میں کوئی آلودگی نہ رہے اور تم اس سرزمین سحر و اسرار کے راز ہائے سربستہ کے متعلق از خود نتیجے اخذ کرنے کے قابل ہو جاؤ۔۔۔ تم شوالا اور کالارئی اسٹالا اور لوکا سا کے معیار کے ایک شخص ہو۔''

میں نے حیرت سے نرماز اور اقابلا کو دیکھا اور نرماز سے پوچھا۔ ''کیا تمہارے متعلق میں قطعی طور پر یہ سمجھوں کہ تم مقدس اقابلا کی ترجمانی کے فرائض بہ کمال و تمام انجام دے رہی ہو؟''

''میری حیثیت ایک ترجمان کے سوا کچھ نہیں'' نرماز نے جواب دیا۔

''میں اس کے بعد کوئی بات نہیں کروں گا..... میں اپنی زبان پر زنجیر ڈالتا ہوں۔ اب جو کچھ ہو عظیم دیوتاؤں کی منشا کے مطابق ہوگا۔'' میں نے اپنی افسردگی چھپانے کی کوشش کی۔ ''مقدس نے مجھے اپنے بارگاہ میں طلب کر کے میری عزت بڑھائی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اس کا بن جانور ثابت ہوں گا۔ میری درخواست ہے کہ مجھے تمام شکوک و شبہات سے بالا سمجھ کے اپنا بنانے کی اجازت دی جائے۔ میں اس کی نشست کے قریب آنے کے لیے اپنے باقی دن بھی کر دوں گا۔ میں مشروب حیات پینے کی لذت سے بہرہ ور ہوں گا اور تا ابد اس کے فراق میں ورتڑپنے کی سعادت سے ہم کنار ہوں گا۔'' میں نے جوشیلے انداز میں کہا۔ ''میری رہنمائی کی اور اس جانور کو جنگل میں تنہا نہ چھوڑا جائے۔ مجھے بتایا جائے کہ سمندر پار سے ایک نئے قافلے پر مجھے کس قسم کے فیصلے صادر کرنے چاہیں۔

''جابر بن یوسف!'' نرماز حاکمانہ انداز میں بولی۔ ''تمہارے عزائم یقیناً سلطنت اقابلا میں درجہ اور رتبہ متعین کریں گے اور تمہاری طلب جو اُس کے سلسلے میں ہے، وہی تمہارے عزائم کے میز کا کام دے گی اور آنے والے وقتوں کے بارے میں دیوتا جانتے ہیں، مقدس اقابلا جانتی ہے ارا کا کی نمائندہ ہے' جس کی نظر ہر سمت ہے اور جو اپنے علاقے کے افراد اور درختوں اور زمینوں اندروں کا تسلط رکھتی ہے۔ مقدس اقابلا کی نوازشیں تمہارے کارناموں پر منحصر ہیں جزیرہ توری جنبیوں کی آمد کے متعلق تم توری کے ایک سردار کی حیثیت سے جو بھی فیصلہ کرو گے وہ تمہاری کے اوصاف میں شمار کیا جائے گا..... ''جابر بن یوسف البا قرا!'' پھر نرماز شاید گفتگو کے اختتام ادے سے بولی۔ ''تم اپنے لیے رعایتیں خود حاصل کرو گے اور اپنا سر بلاؤں سے محفوظ رکھنے لیے اُسے اپنے جسم پر مضبوطی سے جمائے رکھو گے۔ مقدس اقابلا عظیم ہے۔''

''ہاں وہ عظیم ہے۔'' میں نے دہرایا اور اپنے برہم جذبات کی پردہ پوشی کی سعی کی لیکن میری س خود بخود منکشف ہونے لگیں۔ جب گفتگو ایسے مرحلے میں داخل ہو گئی۔ جہاں مجھے اپنے کسی کے جواب کی امید نہیں رہی، تو میں نے دوبارہ اس کے حسن کا ذکر چھیڑ دیا اور اس کے سامنے رفتگی و شیفتگی کے دریا بہائے۔ میں اس غنیمت موقع پر کہ وہ میرے رُوبرو تھی۔ کوئی منفی تاثر قائم ئی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ اتنے عرصے کی آرزوؤں کے بعد کہیں جا کر مجھے اس کے قصر میں اس دیکھنی نصیب ہوئی تھی۔ اس وقت جب میں نے اسے ایک حسین دوشیزہ کے تصور میں دیکھا ہو ں کیا کہا ہوگا؟ میں نے کیا نہ کہا ہوگا؟ میں نے سوچا کاش یہ رنگین ماحول پتھروں میں اسی طرح جائے میں انسانوں کو پتھروں میں منتقل کرنے کا عمل جانتا تھا..... میں نے والہانہ انداز سے

اسے دیکھا۔ آہ اور کچھ نہیں تو یہی بہت ہے کہ وہ میرے سامنے ہے اور اس کے بدن سے نکلتی شعاعیں مجھے جھلسا رہی ہیں۔ یہ آگ کتنی فرحت بخش ہے۔ ایک لطیف خوشبو سارے ماحول میں بسی ہے اور میرے اعصاب پر ایک لطیف نشہ طاری ہے، میں نے تمام ذکر چھوڑ دیے۔ صرف اس لازوال حسن کا ماجرا بیان کیا۔ میں کہتا رہا، وہ سنتی رہی۔ میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں پ پیدا ہوتی ہے، پھر وہ یکا یک سخت اور سرد ہو جاتی ہیں۔ اس کی ذہین آنکھیں، اس کا تیز وطرار کسمساتا ہے اور فوراً ساکت ہو جاتا ہے۔ اقابلا کی نظروں میں وہ تابانی تھی، جو ہمیشہ مردوں کو فتو کرنے پر اکساتی ہے۔ میرا بیان ختم نہیں ہوا تھا، لفظ نہ جانے کہاں سے ادا ہو رہے تھے۔ وہ رنگ فضاء عطر بیز، موسیقی ریز۔ مگر میں مستقل طور پر یہاں اقامت گزیں نہیں ہوا تھا۔ کسی وقت نماز واپسی کا حکم صادر کر سکتی تھی۔ اس لیے میں نے اس سے درخواست کی کہ مجھے اس کے دست اور قدم بوسی کی اجازت دی جائے۔ میری درخواست ایک عجب شان بے نیازی سے قبول کر لی پھر میرے قدم زمین پر نہیں ٹکے۔ میں برق رفتاری سے آگے بڑھا اور وفور شوق میں بے تحاشا، محابا اس کے مرمریں گداز، پیروں کو بوسہ دینے لگا۔

اس نے اپنا پاؤں آگے بڑھا دیا۔ مجھے اس کا چہرہ دیکھنے کی فرصت نہیں تھی لیکن میں نے ا پاؤں سینے سے لگا لیا اور اپنا کرب ناک چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیا۔ میں نے اُسے نزدیک سے دیکھا۔ قریب تھا کہ میں اپنا دامن ہوش جلا بیٹھتا کہ میں بے حد درد انگیز لہجے میں ک مقدس اقابلا، اپنے ہاتھ سے میرا گلا گھونٹ دے۔''

اس نے اپنا چہرہ منقش چھت کی طرف کر لیا۔ میں نے اسکے پیروں پر آنکھیں رکھ دیں۔ سکون، ایسی نشاط، ایسی لذت الامان..... اس نے اچانک اپنی کلائی کو ایک دل رُبا انداز سے جُ دی۔ چشم زدن میں نرمازا اور اس کے ساتھ کھڑی ہوئی دو شیزائیں منظر سے غائب ہو گئیں، پھر ا دیوار کا وہ خلا از سر تو تعمیر ہو گیا جو اس کی سواری کے وقت پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے ایوان کے چا طرف دیکھا، وہاں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ بس رنگ تھے، روشنیاں تھیں اور موسیقی تھی اور ہم د تھے۔ کئی خیال در آئے کہ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ شاید اس نے میرے باطن کا حال پڑھ لیا ہے؟ میرے بیان کا اعجاز ہے کہ مجھے یہ خلوت نصیب ہوئی۔ میں نے سوچا۔ زندگی کا اختتام کتنے خوبص طریقے سے ہو رہا ہے۔ اس وقت میں دنیا کا سب سے آسودہ آدمی تھا۔ میں نے اقابلا کو دیکھا، چہرہ روشنیوں میں جذبات زدہ نظر آیا۔ پھر میں نے اس کا پاؤں پکڑ لیا اور اس کے ساتھ اپ وحشت سے رگڑتا رہا۔ وہ خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر تاثر ڈھونڈنے کے لیے میں نے دوبا چہرہ بلند کیا، جو اس کی زلفوں میں چھپا ہوا تھا۔ وہ التفات پر آمادہ تھی۔ پتھر پگھل رہا تھا۔ تا

اعظم کی مقتدر ملکہ ایک عورت کے رُوپ میں جلوہ گر ہو رہی تھی۔ یہ میرا گمان تھا مگر کس قدر حسین مان تھا۔ میں کچھ اور سوچنا نہیں چاہتا تھا میں اس اعزاز وکرم سے سیر ہونے کی ٹھان لی اور اپنا ہاتھ ھایا اور اس کے پیروں کے اوپر کے پھول اور پتے وحشت میں نوچنے شروع کر دیے، مجھے اپنے حلق ں کانٹے چبھتے محسوس ہوئے، میں تپ رہا تھا۔ اس کی پنڈلی وہ ساق سیمیں، پھولوں اور پتوں سے ی پھندی وہ شاخ گداز۔ میں نے عالم سرمستی و بے خودی میں اسکے پھول نوچ لیے اور اپنا چہرہ اس ے مس کر دیا۔ اقابلا، مقدس اقابلا۔ اپنے غلام جابر بن یوسف کو صرف ایک بار وحشتوں کا اظہار رنے دو۔'' میں نے کہا۔ لیکن ابھی چند ہی پھول گرے ہوں گے کہ وہ تخت سے اٹھی۔ میں نے اس ا پنڈلی زور سے تھام لی۔ ''نہیں نہیں۔'' میں نے ہذیان بکا۔ ''نہیں نہیں''

ایوان کی موسیقی ایک شور میں تبدیل ہو گئی۔ چنگھاڑتی اور چیختی ناقابل فہم آوازوں کا شور..... میں نے اقابلا کا قد دیکھا۔ اس کا ترشا اور ڈھلا ہوا بدن۔ میرا فریب ہے کہ میں نے اس کے مضطرب چہرہ دیکھا اور کوشش کی کہ اچک کر اس کے بدن کے سارے پھول نوچ لوں۔ اسکے بعد موت بھی نصیب ہوتی مگر ایک آسودہ موت۔ میں نے اجازت چاہی لیکن اقابلا نے بے چینی سے اپنا پاؤں میری دسترس سے آزاد کرا لیا اور آخر وقت میں۔ میں نے اتنا سنا کہ شور ناقابل برداشت ہو گیا ہے اور اڑتے ہوئے ہوں کی گھڑ گھڑاہٹ نے ایوان کا سارا ماحول بدل دیا ہے۔ میں نے اپنے اردگرد منڈلاتے ہوئے رخولے دیکھے۔ ساری روشنیاں بند ہو گئیں اور ایوان تاریکی میں ڈوب گیا۔ میری نبض ڈوبنے لگیں میں ڑتے ہوئے در و دیوار دیکھے، جیسے وہ سب مجھ پر گر رہے ہوں۔ اس کے بعد مجھے یاد رکھنے کا ہوش نہ ہا۔ میں فرش پر پھسل گیا اور میری سماعت و بصارت کچھ دیکھنے، کچھ سننے کی استطاعت کھو بیٹھی۔

☆==========☆==========☆

یہ سب کیا ہو گیا تھا۔

میرے سینے میں جلن ہو رہی تھی اور اعصاب پر تشنج کی کیفیت طاری تھی۔ جب تاریکی کا طلسم ٹا اور میرے ذہن کی صبح ہوئی، تو مجھے اپنے نیچے بدلی ہوئی زمین کا احساس ہوا۔ میں اپنے جھونپڑی امکان میں پیال کے بستر پر بے ترتیب حالت میں پڑا ہوا تھا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے رنگ و نور کا ایک ل رواں تھا۔ اب نہ وہ منقش دیواریں تھیں، نہ وہ رنگ برنگے بادل میں اپنی تمام حرماں نصیبوں کے اتھ توری کے سخت فرش پر موجود تھا۔ وہ منظر ایک خواب کی طرح گزر گیا لیکن میں نے کوئی خواب ں دیکھا تھا۔ میرے ہاتھ میں گلاب کا ایک تازہ پھول تھا۔ ایک گلابی پھول جسے اقابلا کے بدن کی نیت بننے کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ میں نے کسی دیوانے کی مانند اسے آنکھوں سے لگایا۔ اس کی ں اِدھر اُدھر بکھر گئیں۔ میں انہیں جمع کرنے کے لیے فرش پر لوٹتا رہا۔ ایک مدت کی جستجو اور طلب کا

سلہ گلاب کی یہ پتیاں تھیں۔ مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ آناً فاناً وہ پری وش اضطراب میں کھڑی ہوئی۔ ایوان کی روشنیاں معدوم ہوئیں اور بادلوں نے گرجنا شروع کر دیا۔ پھر سب کچھ بکھر گیا۔ وہ رنگین نقشہ پلٹ گیا۔ اس لمحے کون عقل و شعور کی پاس داری کر سکتا تھا۔ یقیناً میں نے اپنی حدوں کا خیال نہیں رکھا تھا۔ میری حدیں ایک سردار کی حیثیت سے متعین ہوتی تھیں۔ اس کا ہوش رُبا سراپا دیکھ کر کون صرف ایک سردار رہ سکتا تھا؟ میں نے تو اس کے جمال کو خراج پیش کرنے کے لیے اپنے جنون کی ابھی ابتدا ہی کی تھی۔

مگر اچانک یہ سب کیوں رونما ہو گیا؟ کیا تاریک براعظم کے برگزیدہ لوگوں کو یہ قربت ناگوار گزری؟ کیا انہیں خبر ہو گئی کہ اقابلا ان سے بے وفائی کی مرتکب ہو رہی ہے۔ اور صرف تین زمینوں کے سردار کو غیر معمولی عنایات سے نواز رہی ہے؟ کیا جارا کا کی مقدس روح اقابلا کے صاف شفاف بدن پر کوئی داغ دیکھنا پسند نہیں کرتی؟ آہ اگر میں اس کے لمس لطیف اور نظارہ جہاں سوز ہی پر قناعت کر لیتا اور انگرو ماما اور باگمان کی طرح قصر اقابلا میں بھی اپنا نفس مطیع رکھتا تو مجھے اس طرح واپس نہ کیا گیا ہوتا۔ اب سامنے خلا ہی خلا نظر آتا ہے۔ جتنا قریب جایئے، اُس بت طناز کا دامن اتنا ہی دُور ہو جاتا ہے۔ تاریک براعظم کے ایک سرفراز اجنبی کا انجام قریب تھا کیونکہ اس نے ہوش کھو دیا تھا۔ مجھے دوبارہ یہاں بھیج کر معلق کر دیا گیا تھا، میں نے اس کے حسن کی توصیف میں بیان کیے جانے والے لفظ ضائع کر دیے میرے کلام نے جو اثر کیا تھا، میرے ہاتھوں نے اسے تباہ کر دیا۔ میرے غم نے جو گنجائش پیدا کی تھی، میری وحشت نے اسے تاراج کر دیا۔ میرے بستر پر کانٹے بچھے ہوئے تھے اور ذہن سلگ رہا تھا۔ جابر بن یوسف یہ کیا ہو گیا؟ اب فیصلے کا انتظار کرو۔ تم اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں سکتے۔ تذبذب اور کشمکش دور کرنے کے لیے میں نے زور سے آنکھیں بھینچ لیں اور اپنا منہ بند کر لیا لیکن اس سے نزاع و فشار دور نہیں ہوا۔

اس وقت میری آہیں اور کرب ناک آوازیں سن کر دوسرے کمرے سے ہندی بوڑھے سرنگا کی لڑکی سریتا آئی۔ میرا بدن اینٹھا ہوا تھا اور میں بستر پر اضطراب میں کروٹیں بدل رہا تھا۔ سریتا نے چیخ چیخ کر اپنی خادماؤں کو آوازیں دے اور مجھے اپنے پہلو میں بیٹھا کر حلق میں کوئی مشروب انڈیلنے کی کوشش کرنے لگی۔ مشروب کا ذائقہ بے مزہ نہیں تھا لیکن سریتا کا پہلو نرم و گداز تھا۔ مجھے کچھ سکون ملا۔ میں نے بے تابانہ اپنا سر اس کی آغوش میں دھر دیا۔ اپنا چہرہ چھپانے کے لیے میں نے اس کی آغوش میں پناہیں ڈھونڈیں۔ سریتا میرا سر تھام کر ماتھا دبانے لگی۔ میں اس کے پہلو میں زار و قطار رونا چاہتا تھا لیکن میری آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا۔

''سیدی! تمھیں کیا ہو گیا؟'' وہ میرے شانے جھنجوڑ کر بولی۔

''میں مر رہا ہوں۔'' میں نے اکھڑی سانسوں سے کہا۔

اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ اُسے اپنے چہرے کے تاثرات کے اظہار میں مشاقی حاصل تھی۔ ''سیدی شاید تم حوصلہ کھو بیٹھے۔ تمہارے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا ہے، جو تم اتنے دل شکستہ اور ماندہ نظر آتے ہو؟ سیاہ رات ڈھل جائے گی۔ تمہارے لبوں کو ایسی باتیں زیب نہیں دیتیں۔''

''سریتا! ہم یہاں ہمیشہ اجنبی رہیں گے کیونکہ طویل زمانوں کا علم ہمارے مختصر عمر میں ہم تک منتقل نہیں ہو سکتا۔ ہماری جہالت کسی دن ہمیں ایک بڑی تباہی سے دوچار کرے گی۔ ہم ہمیشہ اذیتوں میں زندگی بسر کرتے رہیں گے۔ کیا تم میرا ایک کام کر دو گی؟''

''کہو سیدی!'' اس نے تشویش سے کہا۔ ''مجھے حکم کیوں نہیں دیتے۔''

''میں اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ فرد کا زمانی و مکانی رشتہ اُس سے کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ شاید یہ بات تمہاری عقل میں آ جائے۔ ہم کسی دوسرے عہد اور دوسری زمین میں آ گئے ہیں۔ ممکن ہے، کسی قبرستان میں مقیم ہوں۔ میں تم سے کہتا ہوں کہ میرے شعور سے میرا راستہ منقطع کر دو۔ میرے خود یہ کام انجام نہیں دے سکتے۔''

''سیدی!'' سریتا نے حیرت زدہ نظروں سے مجھے دیکھا اور میری گردن سے لٹکا ہوا خنجر پکڑ لیا۔ ''سیدی جابر! تمہارے اعصاب آرام کے مقروض ہیں۔ غالباً تم شدید تنہائی محسوس کر رہے ہو۔'' وہ افسردگی سے بولی۔ ''مگر تم نے خود کو تنہا کیوں سمجھ رکھا؟ تمہارے بلند تر مقام سے کچھ اور یاں بھی وابستہ ہیں۔ تم نے کبھی ان کی طرف بھی غور سے دیکھا ہے؟''

میں نے سریتا کی ٹھوڑی پکڑ لی۔ اس کے چہرے پر آنسو رقصاں تھے۔ سریتا نے اس سے پہلے گفتگو کبھی نہیں کی تھی۔ ''سریتا! تم اپنے باپ کی طرح ایثار پیشہ ہو۔ تم رو رہی ہو؟'' میں نے ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھام لیا۔ اقابلا کے گلاب کی پتیاں پھر بکھر گئیں۔

''تم اس سیاہ خانے میں ایک کرن ہو۔ جب یہاں سے تمام مرد اٹھ جائیں گے تو میری پناہ گاہ تذبذب و حشیوں کی آغوش ہو گی، جس سے خود تم نے کئی بار مجھے بچایا ہے۔ سیدی جابر! تم اتنے خود غرض ہو کہ تنہا مرنا چاہتے ہو؟ تم کہتے ہو کہ ماضی سے تمہارا تعلق نہیں ٹوٹا مگر تمہاری غیرت کہاں ہے؟''

اس کم سخن نازک اندام لڑکی نے پہلی بار ایسے دلکش اور گداز پیرائے میں مجھ سے باتیں کیں۔ یہ محسوس ہوا جیسے میں اسے فراموش کرنے کا جرم کرتا رہا ہوں۔ میں نے زور سے اس کے ہاتھ لیے اور انھیں بوسہ دیا۔

ذہن سے قصر اقابلا کے واقعے کا تاثر دور نہیں ہوا تھا لیکن سریتا نے ایک بکھرے ہوئے شخص کو

سمیٹ دیا۔ وہ جابر بن یوسف میں دوبارہ زندگی کی حرارت پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس مجھے بستر سے اٹھایا، میں نے گلاب کا پھول ایک پتے میں محفوظ کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ پھر تو کی حسین خادماؤں نے سرعت کے ساتھ میرا جسم معطر پانی سے دھویا۔ آج غسل کے بعد ایسا محو ہوتا تھا جیسے وہ میرے ساتھ کوئی سلوک کر رہی ہوں۔ سریتا نے میرے بال درست کیے۔ میں جارا کا کا کی کھوپڑی ہاتھ میں لے کر توری کی دوشیزاؤں اور سریتا کے ساتھ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف اور اس سے رہنمائی کی درخواست کی۔ پھر میرے سامنے بھنا ہوا گوشت پیش کیا گیا۔ دل نفس طرف مائل نہیں تھا مگر میں سریتا کے ہاتھوں سے بھنے ہوئے گوشت کے لقمے حلق میں اتارنے پر تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ طبیعت اعتدال کی طرف آ رہی تھی۔ سب سے حیرت انگیز بات تھی کہ نرماز غائب تھی جو قصر اقابلا کی طرف سے مجھے فرحت دیدہ راحت دل کے لیے عطیے کے طور سونپی گئی تھی۔ میں نے اسے متعدد بار پکارا مگر میری آواز خلاؤں میں گم ہوگئی۔ ایک رات اشارہ بھی طرح غائب ہوگئی تھی۔ شاید اقابلا نے اپنا عطیہ واپس لے لیا تھا۔ کسے معلوم تھا کہ اقابلا اور کیا و لے گی؟ کاہن اعظم سمورال اور سرنگا کے پاس جا کر میں ان سے قصر اقابلا میں پیش آنے والے و کی توجیہہ و تشریح کا خواہاں تھا لیکن اس مقصد کے لیے یہ مناسب موقع نہیں تھا۔ رات بھر سر خادمائیں میری دل جوئی کرتی رہیں اور میرا غبار دور کرنے میں منہمک رہیں۔ وہ میرے قریب رہیں اور میں فیصلے سوچتا اور مسترد کرتا رہا تا ایں کہ میں ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

صبح ہونے سے پہلے میں توری کے سبزہ زار کی طرح تر و تازگی محسوس کر رہا تھا۔ ہاں ذہن کسی گوشے میں ایک اجنبی خوف چھپایا ہوا تھا۔ رات کی تاریکی، بے بس اور دل گرفتہ لوگوں کے بڑی گراں ہوتی ہے۔ پنجرے میں دن کا اجالا بڑا نہیں لگتا۔ تاریک براعظم ایک بڑا پنجرا تھا جو را اور خوف ناک ہو جاتا تھا۔ صیاد سے گداز کی توقع عبث تھی۔ دن کی روشنی پھیلی تو میں نے عزم کیا۔ بن یوسف! باور کر کہ تو ایک درخت ہے، خود کو یہ تسلیم کرنے پر آمادہ کر کہ تو ایک بے پر پرند تیرے لیے مفر کی کوئی صورت نہیں۔ تیرا ہر سہارا بے بنیاد ہوگا۔ زمین پکڑنے کے لیے اپنی شاخیں دور تک پھیلا۔ آسمان پر اُڑنے کے لیے اپنے بازوؤں میں دوبارہ پر بڑھا اور وقت کا انتظار کر۔ یوں نہ گنوا۔ دیوتاؤں کا جو بھی ردعمل ہوگا وہ تیری مضبوطی اور تیرے علم کی دیانت کی بنیاد پر ہوگا۔ کی عظیم دیوی بھی اس سرزمین پر بے بسی محسوس کرتی ہے ورنہ اب تک وہ ہم تیرہ بختوں کو بیمار نکال لے جاتی۔ تیرے لیے اطمینان کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ تو خود کو ان سیاہیوں کا عادی بنا۔ کیا تو نے پہلے غور نہیں کیا؟ کیا تو نے پہلے کچھ نہیں دیکھا؟ تو نے خود سے کہا کہ اس کا حصول ہے لیکن ہاتھ پر ہاتھ دھرے رہنے سے بہتر کسی امکان کی تلاش ہے۔ تیرا انتشار ارتفاع میں تبد

پھر اپنی راہ کیوں بھٹک جاتا ہے؟ چل حرکت کر۔ چل کہ سوچتے سوچتے تیرا دماغ پھٹ جائے گا بیٹھے بیٹھے تیرے جسم پر زنگ لگ جائے گا۔ اُٹھ اور آسمان کی طرف مت دیکھ۔

مجھے یاد آیا کہ میں ایک راست سمت میں چل رہا تھا کہ اقابلا کی وید نے سارا سلسلہ ورہم و برہم ویا۔ مجھے پھر وہیں سے ابتدا کرنی چاہیے۔ اقابلا کی بارگاہ میں جانے سے پہلے میں نے جزیرہ ی میں ابھرنے والے خطروں کا سر کچل دیا تھا۔ میں نے نوجوانوں کو ہاتھ پاؤں پھیلانے سے پہلے نے احکام کی زنجیروں میں باندھ لیا تھا۔ میں توری کا سب سے بڑا شخص تھا۔ اس زمرے سے وہ لوگ ج کر دیے جائیں جو اقتدار میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اور جنگلوں، غاروں میں آبادیوں سے دور تاؤں کی خدمت میں مصروف ہیں۔ توری کا یہ سب سے بڑا شخص سب سے غم زدہ شخص تھا کیونکہ ے غم کا عرفان حاصل تھا۔ اس کے احساسات نے اس ماحول میں پرورش نہیں پائی تھی۔ سارا قبیلہ سو تھا۔ بے سدھ پڑے ہوئے لوگ..... عورتیں اور مرد ایک دوسرے کے جسموں پر تکیہ کیے ہوئے ے۔ سکون اور اطمینان کی نیند..... انھیں دیکھ کر مجھے رشک آیا اور میں ان کے قدموں اور سروں سے ا ہوا گھنے جنگل میں پہنچ گیا۔ جنگل میں صبح کا منظر بڑا دلکش معلوم ہوتا ہے۔ پرندوں کے چہچہوں اور ندوں کی گونج نے مجھے زندگی کا سبق سکھایا اور میں نے خود کو سمجھایا کہ میں یقیناً ان درندوں سے ل ہوں۔ میں بول سکتا ہوں، سوچ سکتا ہوں لیکن یہی تو ایک نقص ہے، بولنے اور سوچنے کی وجہ سے سان کائنات کی سب سے نحیف اور سب سے قوی مخلوق ہے۔ جنگل میں گزرتے وقت میں نے اب ک سیکھے ہوئے توری کے ظاہری و باطنی علوم سے اپنے لیے ایسا غار تلاش کرنا شروع کر دیا جسے میں ورال کی طرح اپنی عبادت گاہ یا سحر خانہ بناؤں۔ سمورال کی تربیت سے مجھے مادرائی علوم پر دسترس اصل ہوگئی تھی۔ میرے پاس نادر تحائف تھے۔ جارا کا کا کی کھوپڑی گرفت میں لے کر میں نے چوبی ڈنڈا متحرک کیا اور اسے زمین پر چھوڑ دیا۔ وہ زمین سونگھتا پھر رہا تھا۔ آخر میں نے اپنا موجودہ راستہ ک کر کے اونچے درختوں کے درمیان چلنا شروع کر دیا۔ ایک جگہ اژدہا ٹھیر گیا۔ میں نے وہ دیوار یسی اونچی زمین نرمی نختی کا اندازہ کرنے کے لیے ذگی کے سینگوں سے کریدی۔ اُوپر کی مٹی ہٹی تو اندر فر کا ایک دیو قامت ٹکڑا نظر آیا۔ معلوم ہوتا تھا عرصے سے کسی نے اس غار کو نہیں چھیڑا ہے۔ جزیرہ ری میں ایسے غاروں کی کثرت تھی۔ ان میں ایک غار قصر اقابلا کو بھی جاتا تھا جہاں سب سے پہلے ھے ژولین ملی تھی اور جو لمبی سرنگ کے بعد ایک عظیم الشان زمیں دوز محل میں تبدیل ہو جاتا تھا۔ گمان میں لوریما کے قصر تک پہنچنے کے لیے بھی مجھے ایک غار سے گزرنا پڑا تھا۔ میں نے پتھر کی سامت ٹٹولنے کے لیے اپنے جسم کا سارا زور لگایا۔ میں اسے ہلا بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے اُوپر مٹی کی یز تہہ تھی۔ جس پر جھاڑ جھنکاڑ تھے اور جسے چھوٹے درختوں نے اپنا مسکن بنا لیا تھا، سب سے پہلے

میں نے جھاڑ جھنکاڑ صاف کیے۔ پھر دُور جا کر پتھر پر شپالی کا نشانہ بنایا اور احتیاط کے طور پر جارا کا کا کا عمل دہرایا، جو مجھے سمورال نے سکھایا تھا۔ اندر روحوں کی موجودگی بھی ممکن تھی۔ جیسا کہ مجھے انگروما میں سابقہ پڑا تھا۔ شپالی کے زور اور جارا کا کا کے عمل سے پتھر ٹکڑوں میں منقسم ہو گیا۔ میں نے اندر کی بھیانک روشنی میں جھانک کر دیکھا۔ بدبو کا ایک جھونکا میرے نتھنے زخمی کر گیا۔ میں ایک لمحے سوچتا رہا، پھر چوبی اژدہا آگے کر کے میں نے غار کے اندر قدم رکھا۔ شپالی کی روشنی میں غار کے اندر کا حصہ عریاں ہو گیا تھا، اندر کی فضا بڑی مسموم تھی۔ میں حفظ ماتقدم کے طور پر زارشی کے صحرا میں بوڑھے عبادت گزاروں کا عمل یاد کر رہا تھا، جسے میں زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ ابھی میں غار کے اندر زیادہ دور نہیں پہنچا ہوں گا کہ اژدہا میری ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ یہ خطرے کی علامت تھی۔ میں نے جارا کا کا کی کھوپڑی زور سے پکڑ لی۔ غار کی دیواریں ہموار نہیں تھیں۔ کہیں وہ تنگ اور کہیں فراخ تھیں اور اندر درختوں کے تنے نظر آتے تھے۔ طرح طرح کے جالے اور گرد۔ ان چیزوں سے اس کی کہنگی ثابت تھی۔

دفعتہً اندر سے خرخراہٹ سے مشابہہ کچھ ناقابل فہم آوازیں آنی شروع ہوئی۔ میں اپنی جگہ جم کر کھڑا ہو گیا۔ پھر میں نے ایک ہیولا اپنی طرف خاصا تیز بھاگتے ہوئے دیکھا۔ ہیولے کے قریب آنے پر شپالی کی روشنی میں اس کا چہرہ میری نظر کے دائرے میں نمایاں ہو گیا۔ وہ آنکھیں پٹ پٹا رہا تھا۔ نظروں میں حیرانی مترشح تھی۔ شپالی کی چمک اس کی آنکھیں خیرہ کر رہی تھی۔ اس کے سارے جسم پر بال اُگے ہوئے تھے اور وہ اتنا نحیف ونزار تھا کہ اس کے زندہ رہنے پر شبہ ہوتا تھا مگر اس کی اندر دھنسی ہوئی آنکھوں میں زندگی کی رمق موجود تھی۔ کیونکہ وہ شپالی کی روشنی میں ہیرے کی مانند چمک رہی تھی۔ یوں کہنا چاہیے کہ وہ ایک سیاہ منمنی گوریلا یا کوئی سیاہ ریچھ تھا۔ میں نے تاریک براعظم میں ایسے حلیے اور قد وقامت کا شخص کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ بات اس کے چہرے اور غار کی شکستہ حالت سے صاف تھی کہ وہ عرصے سے باہر نہیں نکلا ہے اور اس اندھیرے غار میں لامحدود مدت سے مقیم ہے۔ وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا، میں فوراً کوئی رائے قائم نہ کر سکا۔ البتہ میں نے سوچا، اس میں شبہ نہیں ہے کہ یہ اس سرزمین کے ان عبادت گزاروں میں شامل ہے، جو اس طلسماتی دنیا کی روح ہیں، چنانچہ یہ ایک غیر معمولی ساحر بھی ہوگا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہونے لگا لیکن یوں واپس ہونے کا اب کوئی امکان نہیں تھا۔ اس کے سکون استغراق اور ریاضت میں میرے مخل ہونے پر اس کے مزاج کا برہم ہونا فطری امر تھا۔ میں نے متوازن رویہ اختیار کرنے میں پہل کی اور نہایت احترام اور عزت سے اسے ریچھ کو مخاطب کیا۔ ان حالات میں یہی کیا جا سکتا تھا؟ میں اس کے آگے جھک گیا اور عجز وانکسار سے اپنا تعارف کراتے ہوئے میں نے اسے معذرت چاہی۔ وہ میرا انداز تخاطب حیرت

سے آنکھیں پٹ پٹاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مجھے کوئی جواب دیے بغیر اشارہ کیا کہ میں اس کے پیچھے چلوں، انکار کا موقع نہیں تھا۔ میں اس کے پیچھے چلنے لگا لیکن اسی وقت سمورال کی مالا کے دانے نے مجھے اپنے سینے پر چبھتے ہوئے محسوس ہوئے۔ سمورال کی مالا پہلے بھی کئی خطرناک موقعوں پر مجھے کسی قسم کی تنبیہ کر چکی تھی۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اس بوڑھے کی نیت ٹھیک نہیں ہے۔ میں نے شپالی ہتھیلی پر رکھ دی۔ دور اندر جا کر غار ایک چوکور کشادہ جگہ میں تبدیل ہو گیا۔ دیواریں میلی کچیلی اور جالے تھیں۔ کوئی قندیل روشن نہیں تھی۔ کوئی مشعل بھی نہیں تھی۔ ایسی خوف ناک تاریکی میں وہ شخص نہ جانے کب سے اس غار میں محبوس تھا۔

بڑے دائرے والی جگہ ٹھیر کر اس نے مجھے بڑے برتن سے ایک جام پیش کیا۔ میں نے شپالی اپنی بغل میں بند کر لی۔ غار میں پھر تاریکی چھا گئی۔ جام پینے کے بجائے میں نے اسے زمین پر لوٹ دیا۔ دوبارہ شپالی کی روشنی میں، میں نے خالی جام اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔ ایک ثانیے بعد وہ میرے نزدیک آیا اور اس نے بالکل غیر متوقع طور پر ہاتھ بڑھا کر میرے گلے سے چوبی اژدہا چھین لیا۔ سمورال کی مالا کے دانوں کے انتباہ سے میں پہلے ہی محتاط ہو گیا تھا۔ لہٰذا میں نے چوبی اژدھا اس سے اس طرح فوراً چھین لیا، جیسے اس نے چھینا تھا۔ میری اس جسارت پر اس کی آنکھیں قہر وغضب کی علامت بن کر دہکیں اور اس نے جھنجلا کر وہیں کھڑے کھڑے اپنا ہاتھ پشت کی طرف دراز کیا۔ دیوار تھی مگر اس کا چھوٹا سا ہاتھ وہاں پہنچ گیا۔ میں دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اچانک مجھے اپنے دائیں گال پر بے وقت متعدد کیلیں سی چبھتی محسوس ہوئیں۔ کیلوں کی نوکیں اتنی سخت اور شدید تھیں کہ میری چیخیں نکل گئیں اور میں شدت درد سے زمین پر پیر پٹخنے لگا۔ مجھے بوڑھے شخص کا ہنستا ہوا چہرہ نظر آیا۔ اس بدہیئت کے دانت اس کے حلیے کے تمسخر اور مضحکہ خیزی میں اضافہ کر رہے تھے اور وہ کوئی شیطان معلوم ہو رہا تھا۔ میرے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ بے شمار پیروں والا یہ زہریلا بچھو میرے گال میں پیوست ہو گیا تھا جیسے کوئی میری رُوح کھینچ رہا تھا۔

درد وکرب میں لڑھکتے پڑھکتے میں نے ایک بار پھر صحرائے زارشی کا عمل دُہرا کے شپالی اپنے تڑپتے ہوئے گال سے مس کی، جہاں بچھو پیوست تھا۔ بچھو نے اپنے پیر اچانک ڈھیلے چھوڑ دیے۔ دوبارہ جب اس نے میرے زخمی گال پر یہی عمل کیا تو میں اذیت سے بری طرح تڑپنے لگا۔ میں نے شپالی نیت اپنا ہاتھ گال پر طمانچے کے انداز میں مارا اور تمام طاقت یک جا کر کے اپنے گوشت سے بچھو کو علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ گوشت کا مچا، بچھو اور شپالی یہ تینوں چیزیں میں نے زمین پر پھینک دیں اور اس وقت مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ شپالی زمین پر گرتے ہی بوڑھا ساحر بندر کی طرح چستی سے زمین کی طرف لپکا۔ مجھے آنے والے خوف ناک لمحوں کا اندازہ ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے

نتائج سے بے پروا ہو کر اپنے تحائف پشت پر ڈال کر ساحر پر ایک زقند لگائی اور اس کا نحیف و نزار جسم دبوچ کے شپالی سے دُور کر دیا۔ اس کے بکری جیسے جثے میں شیر جیسی طاقت تھی۔ تاریک براعظم میں اس وقت میں نے موت کی پرواہ کیے اور کوئی توقف کے بغیر اس کا سر زمین سے مارنا شروع کر دیا۔ میں کوئی پاگل تھا یا کوئی بھوکا درندہ تھا۔ اس نے بڑی شدید مزاحمت کی اور مجھے اپنی ٹانگوں کے زور سے دیوار پر دھکیل دیا۔ وہ پھر شپالی کی طرف لپکا، مجھے اتنی فرصت نہیں تھی کہ اپنا چوبی اژدہا زمین پر ڈال دیتا۔ اس بار میں نے زور سے چیخ ماری، بوڑھے نے حیران نظروں سے پلٹ کر دیکھا، اس کا میری طرف متوجہ ہونا تھا کہ میں نے اچک کر اسے دبوچ لیا اور اسے لیے زمین پر لوٹ گیا۔ اس مصروف اور مشکل مرحلے میں میں نے کسی طرح یہ لمحہ بھی حاصل کر لیا کہ میں اپنے محسن اژدہے کو اشارہ کر سکوں۔ وہ شپالی کے حصول کے لیے زمین پر رینگنے لگا۔ بوڑھا شخص میرے جسم کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور میں اس کا سر زمین سے پاش پاش کر رہا تھا۔ اب کی بار میں نے اس کی دبلی پتلی مگر مضبوط ٹانگیں دبائی ہوئی تھیں۔ اژدہے نے شپالی نگل لی تھی۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد میں کھڑا ہوا اور میں یہ عجلت تمام دُگبی کے سینگ گلے سے اتار کر بوڑھے ساحر کے سینے میں پیوست کر دیے۔ اژدہا میری ٹانگوں کے سہارے اوپر چڑھ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا بوڑھا ساحر اب مشکل سے مزاحمت کرے گا لیکن میں نے اس گدھ کو کوئی موقع نہیں دیا اور شپالی اس کے جسم پر دے ماری، اس کی ہول ناک چیخ سے سارا غار گونج گیا۔ وہ آخری چیخ تھی جس نے غار میں ایک گرج چمک سی پیدا کر دی تھی۔

اس کے بے دم ہوتے ہی مجھے احساس ہوا کہ میرا دم بھی نکل رہا ہے۔ میں نے غار سے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میرے قدم ڈگمگانے لگے اور میں ایک مقام پر بے سدھ گر گیا۔ وہ صبح تھی یا شام یا کئی دن گزر گئے۔ مستقل تاریکی اور مستقل روشنی میں وقت گزرتا محسوس نہیں ہوتا، وقت تو روشنی اور تاریکی کے نشیب و فراز سے عبارت ہے۔ جب میرے حواس خارجی اثر سے آزاد ہو گئے اور دوبارہ میرے جسم سے وابستہ ہوئے، تو میں نے دیکھا کہ میں غار کی نم زمین پر پڑا کراہ رہا ہوں اور میرا رفیق اژدہا میرا گال چاٹ رہا ہے۔ دفعتہً میرے ذہن میں سارا واقعہ کوند گیا' میں نے اپنے گال پر ہاتھ رکھ کے دیکھا۔ وہ حصہ زخمی ہو چکا تھا اور اژدہے کی رطوبت اور خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ میں نے اژدہے کو وہاں سے ہٹا کے اُسے ایک بوسہ دیا اور کراہتا ہوا اٹھا۔ نقاہت سی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے کسی نے سارے جسم کا رس نچوڑ لیا ہو، پھر غار سے باہر جانے کی بجائے میں اندر کی طرف بڑھا۔ چوکور دائرے کے قریب بوڑھے ساحر کی لاش جلی ہوئی پڑی تھی اور سارا غار شپالی کی وجہ سے منور ہو گیا تھا۔ میں نے ہر چیز کا تفصیل سے جائزہ لیا۔ دیواروں پر لٹکے ہوئے نوادر مردہ جانوروں کی کھوپڑیاں اور طلسمی آلات دیکھ کر میری حیرت دو چند ہو گئی۔ دیواریں ٹھونک کے میں نے اندر کے راستے دیکھے، پتھری دیواریں

میرے نوادر کی وجہ سے کھل گئیں اور میں کھوہ نما کمروں کے ایک سلسلے سے گزرا۔ یہ ایک بہت بڑی زمین دوز عمارت تھی۔ بہت بڑا طلسم خانہ۔ ہر کمرے میں نوادر کی ایک دنیا آباد تھی۔ عجب عجب شکل کی چیزیں۔ میں ان میں سے چند کا استعمال سیکھ چکا تھا اور ان کی اہمیت سے واقف تھا۔ میں مختلف کمروں کا جائزہ لیتا ہوا سرنگ پار کر کے غار سے باہر آ گیا۔ باہر بھی تاریکی تھی، اس کا مطلب یہ تھا کہ ایک سمو چا دن یا کئی دن مجھے اس غار میں گزر گئے تھے۔ سرد ہوا کے جھونکے نے رخسار کے زخم سے اور زیادہ ٹیس پیدا کر دیں لیکن اتنا بڑا اثاثہ پا کر خوف اور مسرت کے ملے جلے جذبات مجھ پر غالب آ گئے تھے۔ میں اپنا تکدر بھول چکا تھا۔ نقاہت کی وجہ سے غار کا دہانہ بند کرنا مشکل تھا کیونکہ بڑا پتھر پہلے ہی کتنے حصوں میں منقسم ہو چکا تھا۔ دیر تک میں اِدھر اُدھر سے پتھر اور جھاڑ جھنکار جمع کر کے غار کے دہانے پر رکھتا رہا۔ میں اسے اس طرح تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ جب دہانہ عام آدمیوں کی نظروں سے اوجھل ہونے کے لائق ہو گیا تو میں اپنا زخمی گال سہلاتا ہوا کچھ فتح مندی، کچھ سرشاری، کچھ شک اور کچھ خوف کے احساسات کے ساتھ جنگل سے واپس چلا۔ جگہ کی شناخت میرے لیے مشکل نہیں تھی، اس لیے کہ پتھر اس ترتیب سے رکھے گئے تھے کہ میں اسے بڑی آسانی سے شناخت کر سکتا تھا۔ میں تھکا تھکا آبادی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

توری میں رات کا شباب نمایاں تھا۔ میں ان سے چھپتا چھپاتا اپنی جھونپڑی میں واپس آ گیا، سریتا میرا زخم دیکھ کر چیخ پڑی۔ مجھے گہری نیند آ رہی تھی۔ مجھے معلوم نہیں کون جھونپڑی میں آیا، فزارو، زارمے، سریتا قبیلے کے اور معمر لوگ۔ طبیب جواد، میں گہری نیند سو گیا، اس لیے کہ یہ ایک محفوظ جگہ تھی۔ یہ میرا ٹھکانہ تھا۔

دوسرے دن صبح میرے مکان کے باہر قبیلے کے لوگوں کا اژدہام تھا، جو اپنے سردار کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ فزارو اور زارمے ایک طرف مودب کھڑے تھے اور سریتا خادماؤں کو احکام دے رہی تھی۔ باہر کے زبردست شور اور اندر کی سرگوشیوں سے میری آنکھ کھل گئی۔ سریتا کا اداس چہرہ کھل اٹھا۔ زارمے نے باہر جا کر اعلان کیا کہ ان کا سردار خیریت سے ہے۔ میں رات بھر بے ہوش رہا تھا اور رات بھر توری کے اطبا میرے زخمی گال پر مشق ستم کرتے رہے تھے۔ زخم پر لیپ لگا ہوا تھا اور ہلکی سوزش ہو رہی تھی۔ میرے جاگتے ہی سریتا نے طرح طرح کے سوال شروع کر دیے اور ناراض ہونے لگی کہ میں خطروں میں دانستہ کود پڑتا ہوں اور اتنے بہت سے غلام ہونے کے باوجود تنہا جنگل میں سفر کرتا ہوں۔ میں نے سریتا کی بات سُنی ان سُنی کر دی۔ میں اسی وقت اُٹھ کر سمورال کے پاس جانا چاہتا تھا تاکہ اسے کل کی مہم کا حیرت انگیز واقعہ سناؤں اور وہ نوادر دکھاؤں جو اب جزیرہ توری کی روایت کے مطابق میری ملکیت تھے۔ سمورال سے معلومات حاصل کیے بغیر میں ان نوادر کی اہمیت و

افادیت سے پوری طرح واقف نہیں ہوسکتا تھا۔ ہر چند سموراں کو وہاں لے جانے میں پس وپیش بھی تھا مگر سموراں کو شریک راز کیے بغیر کوئی چارہ نہیں تھا۔ مجھے یقین تھا کہ سرنگا بھی اس غار کی دریافت و بازیافت پر غیر معمولی ردعمل کا اظہار کرے گا، پھر مجھے خیال آیا اس معاملے کے انکشاف میں کسی عجلت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ممکن ہے سموراں نے اپنے طلسمی کڑھاؤ میں خود میری کامیابی کا نظارہ دیکھ لیا ہو اور سرنگا کو بھی اپنی دیوی کی اعانت سے اس کی خبر ہوگئی ہو۔

اصل میں سب سے پہلا کام جزیرہ توری پر آئے ہوئے اجنبیوں کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا جو ابھی تک قید میں تھے، دیوتاؤں اور اقابلا کو لازماً اس امر سے دل چسپی ہوگی کہ مہذب دنیا کا ایک شخص اپنے لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے؟ یہ ایک تکلیف دہ مرحلہ تھا مگر یہاں مروم آزاری، دل آزاری جیسے روح فرسا رویوں کا کوئی احساس نہیں تھا۔ اِدھر مہذب دنیا کے لوگوں سے ملنے، باز پرس کرنے اور ان کی دردناک سرگزشت سننے کا اشتیاق دبانا، اپنے آپ پر جبر کرنے کے برابر تھا۔ میں جلد از جلد ان کا فیصلہ کر کے اپنا اعتماد حاصل کرنا چاہتا تھا۔ جتنی دیر ان کے فیصلے میں تاخیر ہوتی، میرے سینے پر ایک بوجھ رہتا۔ تنہا جانے کے بجائے میں نے فزارو اور زارے کو ساتھ لے لیا۔ مجھے بستر سے اٹھتے دیکھ کر انہوں نے روکنا چاہا لیکن میں نے انھیں دھتکار دیا اور ایک خادمہ کو راستے سے ہٹانے کے لیے ضرب لگائی، وہ تڑپ کر ایک طرف ڈھیر ہوگئی۔ فزارو، زارے اور سریتا نے اس کے بعد کوئی لفظ ادا نہیں کیا۔ میرے باہر نکلتے ہی ڈاکٹر جواد سمیت قبیلے کے سارے لوگ زمیں بوس ہوگئے۔ دور تک انسانوں کی پشتیں نظر آتی تھیں۔ پھر فزارو کے حکم پر وہ اٹھ گئے اور میں نے اپنے قریب کھڑا ہوا درخت ایک جھٹکے سے گرا دیا۔ مجمع میں نعرہ ہائے تحسین کا شور بلند ہوا، میں فزارو اور زارے کے ساتھ ان کے درمیان گزرتا ہوا اس سمت جانے لگا جہاں اجنبی لوگ سب سے الگ تھلگ قید رکھے گئے تھے۔ انھیں دوبارہ دیکھنے کے لیے میرے قدم خود بخود تیزی سے آگے بڑھنے لگے، پہلی بار میں نے انھیں سرسری طور پر دیکھا تھا لیکن اب میں ان سے آنکھیں ملا سکتا تھا کیونکہ میں یہاں کا سردار تھا اور مہذب دنیا سے میرا تعلق ختم ہو چکا تھا۔ فزارو اور زارے کے اشارے پر سارا مجمع منتشر ہوگیا۔ ڈاکٹر جواد نے میرے ساتھ آنا چاہا، میں نے اسے روک دیا۔ سریتا بھاگ کر میرے پاس آگئی' میں اسے روک نہیں سکتا تھا۔ وہ میرے پہلو سے لگی لگی چل رہی تھی۔

اجنبیوں کی چھوٹی پڑیوں پر نیزے بردار حبشی تعینات تھے۔ اپنے سردار کے سامنے وہ سربسجود ہو گئے۔ میں نے سریتا کو منع کیا کہ وہ اجنبیوں کے سامنے انکی زبان میں گفتگو نہ کرے بلکہ خاموش رہے۔ قیدیوں کو باہر نکالنے کا حکم دیا گیا۔ اندر سے بڑی شکستہ حالت میں قیدی یکے بعد دیگرے برآمد ہوئے۔ ان کے لباس تار تار تھے اور چہروں پر غم واندوہ، امید وبیم کی کیفیتیں نمایاں تھیں۔ زارے

نے پھنکار کر کہا۔ ''ہمارا سردار جابن بن یوسف!''

انہوں نے مضمحل گردنیں اُٹھائیں اور چونک کر میری طرف دیکھا، میں زارے، فزارو اور دوسے حبشیوں سے بہت مختلف تھا۔ سریتا کا چہرہ بھی توری کی لڑکیوں سے الگ تھا۔ وہ حیرت میں ویے ہوئے تھے لیکن میرا حلیہ اتنا مقامی اور انداز اتنا وحشی تھا کہ وہ میرے اور سریتا کے بارے میں کوئی قطعی رائے قائم نہیں کر سکتے تھے۔ میرے نام کی ساخت بھی ان کے لیے چونکا دینے والی بات تھی۔ ہم سب بے لباس تھے، ہمارے جسم رنگے ہوئے تھے اور گلے میں متعدد قسم کے کڑے کنٹھے اور کھوپڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ قیدیوں میں سات مرد اور چار عورتیں تھیں۔ مردوں میں دو نوجوان کے سوا سب ادھیڑ عمر کے تھے۔ عورتوں میں تین نوجوان لڑکیاں تھیں اور ایک کوئی تیس سالہ صحت مند بدن اور دلکش خدوخال کی عورت تھی۔ میں ان کی وحشت زدہ چہروں سے جھانکتی ہوئی قومیت کس حد تک جان سکتا تھا۔ یونانی، اسپینی۔ مصری، امریکی اور ایرانی تینوں نوجوان لڑکیاں نہایت حسین تھیں۔ ایرانی یا امریکی..... نقش ونگار کی لڑکیاں، ان میں سب سے زیادہ حسین تھیں۔ میرے بارے میں زارے کا تعارف سن کر وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ ان کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔

ان میں کوئی شخص تاریک براعظم کی زبان سے واقف معلوم نہیں ہوتا تھا، وہ آپس میں کھسر پھسر کرنے لگے۔ میرے خدوخال کے بارے میں ان کی رائے دلچسپ اور متضاد تھی۔ میں خاموشی سے ان کی گفتگو سننے لگا۔ ''یہ وحشی سردار تو اس سرزمین کا شخص نہیں لگتا۔'' ان میں سے ایک نے سرگوشی کی۔

''نہیں تمہارا خیال غلط ہے۔'' دوسرے نے رائے دی ''مہذب دنیا کا کوئی آدمی ایسا حلیہ اختیار میں کر سکتا۔''

''یہ تو بالکل وحشی ہے۔ حبشیوں کی کسی اعلا نسل سے اس کا تعلق ہے۔ مگر اس کا نام؟''

''اور یہ لڑکی؟'' انہوں نے کنکھیوں سے سریتا کی طرف دیکھا۔

''یہ لڑکی؟'' ادھیڑ عمر کا اسپینی کچھ سوچ کر بولا۔ ''اس کے نقوش آرین ہیں مگر یہ تو برہنہ ہے۔ بہرحال بڑی خوبصورت لڑکی ہے۔''

''ہمیں آزادنہ گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ ان کے تیور اچھے معلوم نہیں ہوتے۔ ممکن ہے یہ ہماری زبان سے واقف ہوں۔''

''پاگل، یہ کس طرح ممکن ہے؟ کیا تمہارے خیال میں یہ شخص کیمرج اور آکسفورڈ میں گیا ہو گا؟''

''خدا ہم پر رحم کرے۔ ہم کس مصیبت میں گرفتار ہوگئے ہیں؟ پتہ نہیں یہ ہمارے بارے میں کیا معاملہ کریں؟''

''مجھے تو یہ زمین پر اسرار معلوم ہوتی ہے۔'' ایرانی لڑکی نے کہا۔ ''اور ہو سکتا ہے یہ لوگ مردم خور ہوں۔''

''ہش۔ ہمیں بہتر حالات کی توقع کرنی چاہیے۔ انہوں نے ہمارے چار ساتھی مار دیے ہیں۔ ہماری ذرا سی لغزش سے کچھ اور ساتھی بھی ہم سے جدا ہو سکتے ہیں۔''

''کاش ہم ان کی زبان جانتے۔''

''کاش وہ ہماری زبان جانتے۔''

''ہمیں ان سے رحم کی بھیک مانگنی چاہیے۔''

میں ان کی سرگوشیاں پورے انہماک اور دلچسپی سے سن رہا تھا۔ میں نے زارے کو مزید گفتگو کرنے سے منع کر دیا تھا۔ ان کے خوف اور اندیشوں سے میرے دل و دماغ پر گہرا اثر کیا اور مجھے اپنے فیصلے میں ہچکچاہٹ ہونے لگی۔ یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔ میں نے زارے کو اشارہ کیا اور اس نے امریکی لڑکی کی لال قمیض پھاڑ دی پھر وہ اس کے سینہ پوش کی طرف بڑھا۔ امریکی لڑکی چیختی ہوئی پیچھے ہٹ گئی۔ ''خدا ہم پر رحم کرے۔ ہم درندوں میں گھر گئے ہیں۔ آہ شاید میں اپنی بیمار ماں کو اب کبھی نہ دیکھ سکوں گی۔''

''میرے بچے میرا انتظار کرتے رہیں گے۔'' اسپینی نے کہا۔

''انہوں نے کبھی تہذیب کی روشنی نہیں دیکھی۔ وہ گھور کر ہمارے لباس دیکھ رہے ہیں۔ ان کی نظروں میں خون ہے۔''

''کیا تمہارا کوئی شخص مقدس زبان سے واقف ہے؟'' زارے نے گرج دار آواز میں کہا۔ میں نے محسوس کیا اس کی نظریں سفید فام لڑکیوں کے بدن ٹٹول رہی ہیں۔

انہوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ایک تنومند نوجوان آگے بڑھ کر آیا اور اس نے مود بانہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اٹک اٹک کر کہا۔ ''ہم بد نصیب لوگ تمہاری زبان نہیں جانتے۔''

''تم کہاں سے آئے ہو؟'' زارے نے درشتی سے پوچھا۔

''ہم ڈربن جا رہے تھے کہ ہمارا جہاز ڈوب گیا۔ ایک کشتی میں جان بچا کر ہم یہاں پہنچے ہیں۔ ہم بالکل بے ضرر لوگ ہیں۔ ہمارے پاس کوئی ہتھیار نہیں۔'' نوجوان نے آدھی انگریزی، آدھی مقامی زبان میں بہ مشکل یہ جملے ادا کیے۔

''جزیرہ توری مقدس اقابلا کی قلم رو میں شامل ہے اور اقابلا جارا کاکا کی مقدس روح کی نمائندہ ہے اور جزیرے کا سردار جابر بن یوسف ہے۔ جزیرہ توری کی روایت کے مطابق یہاں اجنبی منحوس

مردود سمجھے جاتے ہیں۔ تمہارے سر جارا کاکا کی کھوپڑی کی نذر کر دیے جائیں گے اور تمہاری عورتیں ہمارے سردار کی خدمت کریں گی۔'' میں نے زارے سے کہا۔ اس نے میرا حکم دہرایا اسی لمحے سریتا نے میرا بازو کھینچ کر مجھے مشتعل نظروں سے گھور کر دیکھا۔

نوجوان نے انگریزی میں زارے کا مطلب جس حد تک وہ سمجھ پایا تھا دوسروں کو سمجھایا۔ ان کے چہرے خوف سے زرد پڑ گئے۔ ''ہم یہاں آنا نہیں چاہتے تھے۔ ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔ یقیناً کوئی جہاز ادھر سے گزرے گا۔ ہماری کشتی خود بخود ادھر لگ گئی تھی۔'' نوجوان نے فریاد کے انداز میں کہا اور آہ زاری کرنے لگا۔ دوسرے قیدی بھی رقت میں اس کے شریک ہو گئے۔ زارے نے ہاتھ اٹھا کر انھیں خاموش کیا۔

''ان کا سامان چھین لو اور ان کے کپڑے اتار دو۔'' میں نے حکم دیا۔ زارے نے سب سے پہلے امریکی لڑکی کے سینہ پوش پر ہاتھ ڈال دیا اور اسے کھینچ کر توڑ دیا۔ امریکی لڑکی زمین پر گردن جھکا کر بیٹھ گئی اور بین کرنے لگی۔ زارے سینہ پوش کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے سریتا کی طرف پھینک دیا۔ اس نے غصے سے سینہ پوش امریکی لڑکی کو واپس کر دیا۔

''سیدی جابر! کیا تم اتنی دور جا چکے ہو؟'' وہ مقامی زبان میں بولی۔ زارے نے اب ایک مرد کی قمیض پھاڑ دی اور اس کی پتلون کے تمام بٹن توڑ دیے۔

''نہیں نہیں۔'' سریتا چیخنے لگی۔ ''ٹھہرو زارے! ٹھہرو۔'' زارے میری وجہ سے سریتا کا احترام کرتا تھا اس لیے ٹھہر گیا۔

''یہ سردار بڑا ظالم اور وحشی ہے اس سے ہمدردی کی امید کرنا بے کار ہے۔'' امریکی لڑکی روتی ہوئی میرے پاس آئی اور میرے ہاتھ پکڑ کر کھینچنے لگی۔ ''رحم اے معزز درندے رحم!''

میں نے اسے دھکا دے دیا۔ وہ لڑھکتی ہوئی زمین پر دور تک چلی گئی۔ اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔ سریتا نے پھر زور سے میرا ہاتھ دبایا میرے اس وحشیانہ اقدام سے تمام اجنبی قیدی فریاد کرنے لگے۔ سریتا بھی ان میں شامل تھی۔

میں ایک مجسمے کے مانند بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ ''تم نے اگر کوئی فیصلہ کر لیا ہے تو اتنے شقی القلب نہ بنو۔'' سریتا نے نفرت سے کہا۔

''یہ لڑکی بڑی نیک اور رحم دل ہے۔ شاید وہ ہماری سفارش کر رہی ہے۔'' خوف زدہ عورت نے کہا۔ ''اور یہ شیطان اس سے متاثر بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہمیں لڑکی کے توسط سے دوبارہ رحم کی درخواست کرنی چاہیے۔'' تھوڑی دیر میں آہ زاری اور فریاد و فغاں کا ناقابل اختتام سلسلہ شروع ہو گیا۔ امریکی لڑکی کا بدن جاذب نظر تھا۔ میں نے اسے قریب آنے کا اشارہ کیا اور اس کی کلائی میں

بندھی ہوئی گھڑی اتار لی۔

''لے لو یہ تمہاری ہے۔'' وہ مسرت سے چلائی۔ ''مگر ہماری جان بخش دو۔'' اس کے ساتھ ہی ساتھ آٹھ مردانہ اور نسوانی گھڑیاں میرے قدموں میں ڈال دی گئیں جو سمندر کی طوفانی لہروں سے محفوظ رہ گئی تھیں۔ میں نے ایک مدت بعد گھڑی دیکھی تھی۔ زارے اور فزارو یہ عجوبہ دیکھ کر کھلانے لگے اور ان کی توجہ تھوڑی دیر کے لیے اجنبیوں کی طرف سے ہٹ گئی۔

''معزز سردار یہ کیا ہے؟'' زارے نے اشتیاق سے کہا۔

''یہ تماشا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''وقت کا تماشا۔''

''وقت؟'' زارے حیرت سے بولا۔ ''کیا یہ کوئی سحر کار شے ہے؟ یہ بہت خوبصورت ہے۔''

''ہاں زارے، یہ مہذب دنیا کا سحر ہے۔'' میں نے افسردگی سے کہا۔ ''یہ جزیرہ توری اور یہاں کے مکینوں اور یہاں کی عظیم الشان ملکہ سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔'' میں نے گھڑی کی ساخت پر نظریں جما دیں۔ ''یہ ایک احساس ہے۔ صبح و شام کا احساس۔'' زارے نے اثبات میں گردن ہلائی۔ نوجوان بھی کچھ کچھ سمجھ رہا تھا، وہ اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ''بلاشبہ یہ شخص ان میں سب سے مختلف ہے۔ اس میں سنجیدگی، متانت اور فکر کی جھلک نظر آتی ہے۔ ساتھیو! یہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہے۔ ہمیں صرف اس کے سامنے گڑگڑانا اور زندگی کی درخواست کرنا چاہیے۔''

''یہ بہت ظالم اور کمینہ شخص ہے۔ دیکھو اس کے چہرے پر کتنا بڑا زخم ہے۔ مگر اسے کوئی پروا نہیں۔'' ایرانی لڑکی نے کہا۔ میں نے سوچا وہ یہ باتیں کس جوان رعنا کس طاقت ور شخص کے سامنے کہہ رہی ہے۔ کیا میں اتنا بدہیئت ہو گیا ہوں؟ کیا میری جلد اتنی کھردری اور خدوخال اتنے سخت ہو گئے ہیں؟ مگر یہ سب رنگ کا کرشمہ ہے جو میرے جسم اور چہرے پر لپا ہوا ہے۔

''ان سے کہہ دو۔ تمہاری عورتیں ہمارے جسم کی راحت کے لیے ہیں۔ اور تمہارے مرد دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے قربان کر دیے جائیں گے۔ ان مردوں کا فیصلہ جزیرہ توری میں برپا ہونے والے ایک بڑے جشن میں کیا جائے گا اور انھیں بتا دو کہ اجنبیوں کے لیے یہ زمین تنگ ہے کیونکہ وہ نحوست اور بربادی کی علامت ہیں۔ ان سے کہو کہ تاریک براعظم میں طاقت اور علم کو عظمت حاصل ہے چنانچہ فرار کی کوشش محض بے سود ہوگی۔'' زارے نے میرے احکام حرف بحرف دہرا دیے۔

پھر میں وہاں سے چلنے لگا۔ انہوں نے میری ٹانگیں پکڑ لیں اور رونے لرزنے لگے۔ میرے خصوصی محافظوں نے انہیں درندگی اور سفاکی کے ساتھ میرے جسم سے علیحدہ کیا اور روتی بین کرتی ہوئی عورتوں کو دھکے دے دے کے آگے بڑھانے لگے۔ میں نے اپنے مکان کے قریب ایک علیحدہ

جھونپڑی میں عورتوں کے قیام کے انتظام کا حکم دیا اور ان کی آرائش اور حفاظت کے لیے توری کی خادمائیں تعینات کر دی گئیں۔ سریتا میرے رویے سے اتنی سخت ناراض تھی کہ مکان آ کر اس نے مجھ سے بات تک نہیں کی۔

میرے ہاتھ میں کئی گھڑیاں تھیں صبح کے گیارہ بجے تھے۔ کیسا عجیب احساس تھا، میرے سامنے وقت گردش کر رہا تھا۔ گھڑیوں نے مجھے اپنی دنیا کے بہت سے مناظر یاد دلا دیے، وہ بڑی گھڑیاں جو بارونق اور جدید ترین شہروں کے چوکوں میں نصب تھیں۔ وہ سڑکیں، موٹریں، بھیڑ، دکانیں، ریستوراں، کلب، بھاگتی ہوئی زندگی، مسکراتی ہوئی زندگی، گھڑی کی سوئی چل رہی تھی۔ ٹک ٹک ٹک اور میرے دل پر ہتھوڑے لگ رہے تھے۔ کبھی کبھی آدمی اپنے متعلق بھی اذیت ناک فیصلے کر لیتا ہے۔ آدمی اذیت پسند بھی تو ہوتا ہے۔ اجنبی لوگوں کے بارے میں اگر میں کوئی شدید رویہ اختیار نہ کرتا تو تاریک براعظم کے نادیدہ دیوتا یہ فیصلہ کر دیتے، جارا کا کا کی مقدس روح کر دیتی اور حبشیوں کے تیز نیزے کر دیتے، میں نے کیا کیا تھا۔ انھیں کیا معلوم تھا کہ تاریک براعظم کیا ہے؟ میں نے اس کا مزہ چکھا تھا اور میں ہی جانتا تھا کہ اس سرزمین کی کتنی آنکھیں ہیں؟ کیسے دانت ہیں؟ کیا مجھے ان کی جاں بخشی کر کے خود بھی ان کے ساتھ موت کا جام پی لینا چاہیے تھا؟ ایسی صورت میں یہ چار پانچ آدمی بھی ختم ہو جاتے جن کی زندگی مجھ سے وابستہ تھی اور تاریک براعظم کے شب و روز میں کوئی فرق واقع نہ ہوتا۔ میں سرد ہو جاتا تو کسی تبدیلی، کسی سرگرمی کے سارے سوراخ بند ہو جاتے۔ میں کوئی دلیل نہیں دے رہا ہوں۔ میں کوئی جواز تلاش نہیں کر رہا ہوں۔ میں نے اس موضوع پر بہت سوچا تھا اور میں وہ تلخ حقائق بیان کر رہا ہوں جن سے مجھے محسوس کرنے والے بھی کبھی دوچار ہو سکتے ہیں۔

اس دن بارہ بجے آہ، وقت پہ میری نگاہ تھی۔ وقت میرے ہاتھ میں تھا۔ بارہ بجے میں نے اعلان کیا کہ دو روز بعد جزیرہ توری میں جارا کا کا کی مشترکہ عبادت کے جشن میں اجنبی لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔''

وقت گزر رہا تھا۔ میرے سامنے گزر رہا تھا۔ ٹک ٹک ٹک۔ یکساں رفتار سے۔ میں نے دیکھا گھڑی نے ایک چکر کاٹ لیا ہے۔ پھر دوسرا چکر، تیسرا چکر۔ میں نے مشروب حیات نوش نہیں کیا تھا جو بادقت کا یہ انتباہ پاؤں سے کچل دیتا۔ میں نے نظر ثانی کی اور سمورال کی اقامت گاہ کی طرف روانہ ہوا۔ میں اس کی خدمت میں یہ گھڑی پیش کرنا چاہتا تھا۔ جب میں اس کی عبادت گاہ میں داخل ہوا تو میری جانب لپکا میں نے اسے اپنی آوازیں محصور کرنے کے لیے اشارہ کیا۔ سمورال نے بھڑکتی ہوئی [illegible] میں سیال مادہ جھونک دیا اور جب دھواں ہمارے چاروں طرف پھیل گیا [illegible] نے اس کی خدمت میں مہذب دنیا کا تحفہ پیش کیا۔ وہ اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا میں نے

اسے وقت کا گورکھ دھندا سمجھایا۔ سموراں کے چہرے پر اضطراب طاری تھا وہ کچھ اور باتیں کرنا چاہتا تھا، اس نے گھڑی ایک طرف رکھ دی۔ میں نے قصر اقابلا میں پیش آنے والے واقعے سے اسے آگاہ کیا۔ وہ حیرت میں پڑ گیا اور اس نے میرے قریب آ کر میری آنکھیں اس طرح دیکھنی شروع کیں۔ جیسے ان میں کوئی کنکر پڑ گیا ہو۔ پھر وہ میرے ماتھے پر ہاتھ پھیرنے لگا اور اور ایک طرف بیٹھ کر کچھ سوچنے لگا۔ ''جابر بن یوسف! وہ غنودگی کے عالم میں بولا۔ ''تم جانتے ہو کہ میں تمہارا اتالیق ہوں اور تمھیں میری تربیت اور تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔''

''میں اس حقیقت سے واقف ہوں اور اپنے محسن کا دل سے احترام کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''میری بات سنو۔ تمہارا اتالیق ہونے کی حیثیت سے میں تم سے وفاداری اور اطاعت شعاری کا عہد لینا چاہتا ہوں۔''

''میں کئی بار اس کا اظہار کر چکا ہوں کہ میں اس سرزمین میں تم سے کتنا قریب ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ تم مجھے جمرال کی جگہ سمجھو۔ تمہاری بیٹی ترام کی شادی مجھ سے ہوئی تھی۔ سب سے پہلے تمہی نے مجھے اس جزیرے پر پناہ دی تھی۔ کیا میرے گزشتہ عہد کی تجدید کی پھر ضرورت پڑ گئی؟''

''میں جارا کا کی مقدس روح کو درمیان میں لانا چاہتا ہوں۔ کیا تم آمادہ ہو؟'' اس نے زور دے کر کہا۔

''کیا کاہن اعظم کو مجھ پر کوئی شبہ ہے؟'' میں نے ناراضگی سے کہا۔ ''اے مقدس کاہن! مجھے حکم دے کر دیکھو۔''

''میں ایک رسمی عہد چاہتا ہوں۔'' کاہن نے گھمبیر لہجے میں کہا۔

''تم جس طرح چاہو اپنا اطمینان کر لو لیکن کیا یہ کام اس وقت ضروری ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں تم شاید کچھ اور سنانا چاہتے ہو۔''

''ہاں۔ شاید کاہن اعظم کے علم میں ہو یا شاید اس نے گزشتہ دن عبادت میں گزار دیا ہو۔ میں تمھیں بتاؤں۔'' میں نے کل دریافت ہونے والے غار کی پوری روداد اسے سنا دی۔ وہ بیٹھا ہوا تھا یکا یک کھڑا ہو گیا۔ اور کوئی ردعمل ظاہر کیے بغیر اس نے کہا۔ ''کیا تم وہ غار مجھے دکھا سکتے ہو؟''

''کیوں نہیں۔ میرا خیال ہے مقدس کاہن اسے دیکھ کر خوش ہو گا۔''

کاہن اعظم کا تجسس ناقابل فہم تھا۔ ہم دونوں اسی وقت گھنے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ دھوپ تھی۔ میں نے گھڑی دیکھی۔ چار بج رہے تھے۔ رات ہونے میں صرف چند گھنٹے باقی تھے میرے ذہن میں اس وقت اجنبی لڑکیاں تھیں۔ میں انھیں قریب بٹھا کر باتیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ ابرا

رامر یکی لڑکیاں میرے حواس پر چھائی ہوئی تھیں۔ بہت دنوں بعد ایک رات آئی تھی جس کا مجھے نظار تھا۔ غار کی تلاش میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ کاہن کی متجسس نگاہیں دہانے پر لگی ہوئی تھیں۔ ہم نوں نے مل کر دہانہ صاف کیا اور اندر داخل ہو گئے میں نے شپالی سامنے کر لی۔ کاہن اعظم دیر تک ر کے ایک ایک کمرے اور نوادر کا جائزہ لیتا رہا اور پھر جب اس نے بوڑھے شخص کی لاش دیکھی تو وہ ک گیا۔ پھر کاہن اعظم کسی ایسے کمرے میں گھس گیا جو میں نے نہیں دیکھا تھا۔ ہم دونوں کے میان کوئی بات نہیں ہو رہی تھی۔ غار اچھی طرح دیکھ کر ہم پھر باہر آ گئے اور میں اس کی طرف سوالیہ روں سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر ترددصاف نظر آ رہا تھا۔

''تم نے اسے کیسے مارا؟'' اس نے سوال کیا۔

میں نے پھر پورا واقعہ دہرا دیا۔ وہ توجہ سے سنتا رہا۔ ''کیا میں نے کوئی غلطی کی؟ مگر میں اسے نا نہیں چاہتا۔''

''یہ اس برگزیدہ شخص نے کیا کیا۔ وہ صحرائے زارشی جانے کے لیے تڑپ رہا تھا؟ اسے انتظار نا چاہیے تھا۔'' وہ بڑبڑایا۔

''تم کیا کہہ رہے ہو؟'' میرے سوال پر کاہن اعظم سنبھل گیا۔

''کچھ نہیں۔ جابر بن یوسف! ضروری نہیں کہ ہر سوال کا جواب دیا جائے۔'' وہ جھنجلا کر بولا۔

میں سمجھ گیا۔ وہ کھلی فضا میں گفتگو سے گریز کر رہا ہے۔ ''کیا تم مجھے ان نوادر کی تربیت دو گے؟ یہ چیزیں اب میری ملکیت ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔'' اس نے مختصراً کہا اور جنگل کے کنارے مجھ سے جدا ہونے لگا۔ میں نے چلتے چلتے اس سے اجنبی لوگوں کے مستقبل کے بارے میں رائے پوچھی تو اس نے بھی وہی کہا جو اقابلا نے کہا تھا۔ کاہن اعظم غار کے ملاحظے کے بعد کچھ حواس باختہ سا نظر آ رہا تھا اور مجھے اس کے حواس باختگی کا سبب معلوم آ رہا تھا۔

جنگل میں اسے چھوڑ کر میں اپنے ہندی دوست سرنگا کے پاس گیا۔ سرنگا میری آمد کا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے دہانے پر دیوی کا پہرا لگوا دیا اور مجھ سے کہا۔ ''تم چند خبریں لے کر آئے ہو مگر مختصر کلامی پسند کروں گا۔'' میں ایک طویل گفتگو کے لیے اس کے پاس آیا تھا لیکن سرنگا نے مجھے بحث و مباحثہ سے منع کیا۔ میں نے مختصراً اسے قصر اقابلا کی روداد سنائی۔ اس نے بھی سرزنش کی اور کہہ دیا کہ مجھے توری کی وہ جڑی بوٹیاں استعمال کرنی چاہئیں جن سے جذبات کی آتش فشانی سرد کی جاتی ہے۔ اس نے ایک سردار۔ ایک مقتدر شخص کے اوصاف پیدا کرنے پر زور دیا اور کہا کہ مجھے اپنا دبدبہ بحال کرنے کے لیے غیر معمولی قربانیاں پیش کرنی چاہئیں۔ میں نے اسے جزیرہ توری میں آنے

والے لوگوں کے بارے میں رائے طلب کی تو وہ افسردگی اور اضمحلال سے بولا۔ ''جابر بن یوسف! تمھیں معلوم ہے میں نے ڈاکٹر جواد کی جاں بخشی کی منت کی تھی مگر تم نے جو سوچ رکھا ہے وہی ایک صحیح اور راست اقدام ہے۔'' اس نے ایک جھرجھری لی۔ ''میں ضرور اس خونیں تماشے میں شریک ہوں گا۔''

پھر میں نے غار کی دریافت کا واقعہ اس کے گوش گزار کیا۔ سمورال کی طرح سرنگا نے بھی اس واقعے میں گہری دل چسپی لی اور اس نے مجھ سے اسی وقت اس غار میں جانے کی خواہش ظاہر کی۔ میں بہت تھکا ہوا تھا میں نے گھڑی دیکھی۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ ایک گھڑی میں نے سرنگا کو دے دی۔ اس نے اسے ایک طرف ڈال دیا اور کہنے لگا۔ ''سیدی جابر! تم پر ایک بہت بڑی ذمے داری آپڑی ہے۔ متمدن دنیا کے لوگوں سے نمٹ کر تمھیں اس غار کی طرف توجہ دینی ہے۔ تمھیں شاید اس کا اندازہ نہیں ہے کہ تم نے کتنی بڑی مہم سرانجام دی ہے۔ آہ اگر وہ بوڑھا ریچھ اتنی کڑی ریاضت کے بعد ایک غلطی نہ کر بیٹھتا تو مجھے تمہاری صورت دوبارہ دیکھنی نصیب نہ ہوتی۔ کون جانے پھر کیا ہوتا۔''

''اس نے کیا غلطی کی؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''وہ تمہارے نوادر' خصوصاً شپالی دیکھ کر اپنا منصب بھول گیا ہوگا۔ اس نے حرص کی اور اپنے آپ کو کھو دیا۔''

سرنگا نے اپنی دیوی کو اشارہ کیا، غار کا دہانہ خالی ہوگیا۔ سرنگا حسب معمول اقابلا کی تعریف و توصیف میں مصروف ہوگیا۔ میں بھی اقابلا کے حسن و جمال اور اس کی نوازشوں کا ذکر کرتا ہوا وہاں سے رخصت ہوا۔ توری کی آبادی میں داخل ہوتے ہی مجھے فزارو اور زارے نے گھیر لیا۔ رات شروع ہو چکی تھی۔ رات کا ہنگامہ گرم ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے مکان جانے کے بجائے اس جھونپڑی کا رخ کیا۔ جہاں میرے حکم کے مطابق جزیرہ توری پر آنے والی لڑکیاں قید کی گئی تھیں۔ پہرے دار نے مجھے راستہ دیا اور میں اس کے ہاتھ سے مشعل لے کر اندر داخل ہوگیا۔ یہ جھونپڑی عام جھونپڑیوں سے بڑی تھی۔ اس میں پہلے سے مشعلیں روشن تھیں۔ اندر میں نے ایک ہوش ربا نظارہ دیکھا۔ توری کی عورتیں ایک طرف ہٹ گئیں۔

ایرانی لڑکی کی طرف اشارہ کر کے اس سے میں نے مقامی زبان میں نرمی سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے جان بوجھ کر ایسا لہجہ اختیار کیا کہ وہ نام پوچھنے کا مطلب سمجھ لے۔ اس نے کچھ سمجھنے نہ سمجھنے کے انداز میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ میں نے سوال دہرایا۔ امریکی لڑکی نے کہا۔ ''شاید وہ نام پوچھ رہا ہے۔ اس وحشی کی سمجھ میں تمہارا نام آجائے گا؟'' اس نے طنز کیا۔ ''بتا دو

ری مظلوم لڑکی بتا دو۔ ممکن ہے وہ یہی پوچھ رہا ہو۔''

''فروزیں۔'' ایرانی لڑکی نے سہم کر کہا۔

میں نے باری باری سب کی طرف اشارہ کیا۔

ایک عورت نے اپنا نام جولیا' اس کے برابر بیٹھی ہوئی جرمن (غالباً) لڑکی نے اپنا نام مارش

میں نے امریکی کی طرف ہاتھ اٹھایا۔ ''جینا۔'' وہ نرمی سے بولی۔ فروزیں، جولیا، مارشا، جینا، نے دانستہ تلفظ بگاڑ دیا۔ ''اس نے نام کتنی جلدی یاد کر لیے۔'' جولیا نے کہا۔

میں نے توری کی لڑکیوں سے کہا کہ وہ ان کے لیے اعلیٰ غذاؤں کا اہتمام کریں۔ انہوں نے بت کی کہ ان لڑکیوں نے کپڑے اتارنے اور اپنے جسم کی مالش کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ میرے پر فوراً عمل کیا گیا۔ ان کے سامنے بھنا ہوا گوشت پیش کر دیا گیا۔ انہوں نے میری طرف تشکر اور ت کی نگاہوں سے دیکھا۔ پہلی مرتبہ ممنونیت کے آنسو ان کے چہروں پر رقص کرنے لگے۔ میں ان سن کا تذکرہ کسی اور وقت کے لیے اٹھا رکھتا ہوں، صبح کی ان لڑکیوں اور اس وقت کی لڑکیوں میں فرق ہوگیا تھا۔ ان کے بدن چمک رہے تھے۔ ان کی جلد صاف تھی اور خدوخال بیحد دلکش اور تھے۔ میں فروزیں کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا لیکن پھر میں نے یہ خیال ترک کر دیا۔ ان کی سہمی نگاہوں نے میرے اندر کے سوتے ہوئے آدمی کو متاثر کر دیا تھا۔ میں اس وقت وہاں سے چلا آیا ں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر رقص و سرود میں آدھی رات گزار دی۔ میں سریتا نے کا انتظار کر رہا تھا۔

علی الصباح جب سریتا سو رہی تھی۔ میں اپنے مکان سے جنگل کی صبح کا نظارہ کرنے کے لیے ا۔ اصل میں میرا مقصد یہ تھا کہ سریتا میرے سامنے اس وقت تک نہ آئے جب تک اجنبیوں سے میں ہونے والا جشن ختم نہ ہو جائے..... توری قبیلہ سویا پڑا تھا..... میں آگے نکل گیا ں صبح مجھے جنگل کے پرندوں، درندوں کے ساتھ وقت گزاری کا دلچسپ مشغلہ ادھورا چھوڑنا ں لیے کہ زارے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مجھے تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور اس نے یہ خبر سنائی کہ تھوڑی دیر پہلے گویا صبح کاذب کے وقت اجنبیوں نے اپنے پہرے داروں پر حملہ کر دو کو موقع پر ختم کر کے جنگل میں گم ہوگئے۔ ان میں پانچ آدمی دوبارہ گرفتار کر لیے گئے ہیں، گھنے جنگل میں کہیں روپوش ہوگئے ہیں۔ زارے اپنے سردار کے سامنے بہت خفیف تھا۔ یہ خبر ا برا تبتہ نکل گیا۔ ''فرار.....'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''فرار..... تاریک براعظم کی اسے؟''

''ہاں معزز سردار' لیکن ہم انھیں جلد پکڑ لیں گے۔''

''نہیں وہ خود تمہارے پاس آ جائیں گے اور اگر وہ کل تک نہ آئے تو ایک اور جشن برپا ہوگا۔ زارمے! تم اطمینان سے اپنے قبیلے میں جاؤ اور کل منعقد ہونے والے جشن کی تیاری کرو۔ یہ جشن قربانی اتنے تزک و احتشام سے منایا جائے کہ جارا کا کا کی مقدس روح نہال ہو جائے۔''

زارمے کے ساتھ میں بھی آبادی میں واپس آ گیا اور زارمے کی زمین کی طرف چل پڑا جو کبھی شوالا کے زیر نگیں تھی۔ میں دن بھر وہاں رہا اور دن بھر زارمے کی عورتیں اور جوانان رعنا میری خدمت میں مستعد رہے۔ میں نے سمورال کو کل کے جشن میں شریک ہونے کے لیے ایک پیغام بھیجا۔ رات کو میں فزارو کی زمین پر چلا آیا جہاں میرا مکان تھا۔ اجنبی اسیر ابھی تک مفرور تھے۔ میری حالت عجیب تھی..... میں خود فرار ہو رہا تھا..... ادھر ادھر، خالی خالی..... میں اپنے اندر مفرور تھا۔ مجھے کل کا انتظار تھا۔

☆==========☆==========☆

اور کل آ گئی۔ توری کے وسیع میدان میں ہنگامہ برپا تھا دونوں قبیلوں کی عورتیں اور مرد یک جا تھے اور ان اسیروں کو دیکھ دیکھ کر شور مچا رہے تھے جو میدان کے درمیان درختوں کے تنوں سے بندھے بے بس کھڑے تھے۔ میری نشست کے لیے ایک اونچے پتھر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ توری کے دوسرے معززین نے آج اپنے جسم نئے انداز سے رنگے تھے۔ قربانی کی رسموں میں حصہ لینے والے جوانوں کی ٹولی بڑی چاق و چوبند نظر آ رہی تھی۔ ان کے سیاہ جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ انہوں نے اپنے نیزے بلند کر رکھے تھے اور دائرے کی صورت میں ناچ رہے تھے۔ میں مقررہ وقت پر اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ سرنگا وہاں پہلے سے موجود تھا۔ پھر کاہن اعظم سمورال کی آمد کا غلغلہ ہوا اور ہجوم مودب کھڑا ہو گیا۔ سمورال نے بھی ایک اونچی نشست پر جگہ سنبھال لی۔ فزارو اور زارمے میرے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ سمورال کے بیٹھتے ہی نقاروں کا زور بڑھ گیا۔ ننگ دھڑنگ وحشی دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے گا رہے تھے اور اپنی زمینوں کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ وہ میری بلند اقبالی اور سرفرازی کے لیے بار بار میرا نام لیتے تھے اور مجھے توری کے قوانین کی پیروی کے لیے تلقین کر رہے تھے۔

اور میرے سامنے وہ اسیر تھے جن کا جرم یہ تھا کہ وہ موت سے جدوجہد کرتے ہوئے سمندر آدم خور لہریں پھاڑ کر ادھر توری کی پراسرار زمین پر زندگی کی تلاش میں آ نکلے تھے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ میں توری کا سردار تھا۔ میں ایک سردار تھا چنانچہ مجھے توری کی روایتوں کے مطابق ان کا خون دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کرنا تھا۔ ہماری بات دوسری تھی۔ جب ہم یہاں آئے تھے تو ہمارے بیشتر ا

مارے گئے تھے۔ مردوں میں صرف ڈاکٹر جواد، میں اور سرنگا بچے تھے۔ سرنگا اپنے علم و فضل اور دیوی کی مدد سے' میں اپنی شجاعت و ذہانت کے بل پر اور ڈاکٹر جواد نے طبیب ہونے کے باعث امان پائی تھی۔ اتنی مدت گزرنے کے بعد امان بھی نہیں تھی۔ میں نے صدق دل سے اس سرزمین میں سحر و اسرار سے مفاہمت کر لی تھی کیونکہ میں نے اسے دیکھ لیا تھا جس کے نظیر مہذب دنیا پیش نہیں کر سکتی۔

وحشیوں کے درمیان' درختوں کے تنے سے بھیڑوں بکریوں کی طرح بندھے ہوئے یہ لوگ اپنے آخری سفر پر روانہ ہوتے وقت بڑے دل گیر اور اداس نظر آتے تھے۔ ان کی جلدیں چند دنوں کے اندر ہی اپنی چمک کھو چکی تھیں۔ سریتا کی نظریں انھی پر جمی ہوئی تھیں۔ ہاں سمورال اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کبھی کبھی میری طرف دیکھ لیتا تھا۔ سریتا میری نشست سے کچھ فاصلے پر موجود تھی۔ میں نے دانستہ اس کی طرف نظر نہیں اٹھائی۔

سب سے پہلے میرے حکم پر قیدی لباس سے آزاد کیے گئے۔ مردوں نے کسی چون و چرا کے بغیر اپنے جسم برہنہ کر لیے۔ مخصوص دستے کے افراد نے انہیں اپنے نیزوں کے حلقے میں لے رکھا تھا۔ وہ سب نے کھڑے ہو کر بلند آواز میں انھیں جرائم سے آگاہ کیا، پھر انھیں اپنے منتخب آدمیوں سے مقابلے کی دعوت دی لیکن وہ بری طرح خائف تھے۔ ان کے چہرے زرد تھے۔ وہ مقابلے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ہاں ان میں کوئی جابر بن یوسف ہوتا تو ایسی موت ہرگز نہ مرتا۔ وہ بار بار رحم کے لیے ہاتھ اٹھاتے تھے لیکن ان میں سے ایک نوجوان ایسا بھی تھا جس نے اب تک بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ یہ وہی نوجوان تھا جو مقامی زبان میں کسی قدر رشد بد رکھتا تھا۔ اس کے قویٰ مضبوط تھے، وجاہت اور صحت کے اعتبار سے بھی وہ دوسرے اسیروں سے برتر تھا۔ میں نے سمورال کی طرف دیکھا اور بے باک کھڑے ہو کر فزارو کو حکم دیا کہ مردوں کے جسموں میں نیزوں سے سوراخ کر کے ان کا خون بہا دیا جائے، پھر جارا کا کا کی مقدس کھوپڑیوں کو ان کے خون سے غسل دینے کی مقدس رسم ادا کی جائے۔

میرے حکم کی دیر تھی۔

قربانی کی رسم میں حصہ لینے والے لوگوں کی ٹولی پہلے ہی پوری طرح چاق و چوبند تھی ان کے جسم برہنہ جسم دھوپ میں چمک رہے تھے۔ نیزوں کی انیاں جھلملا رہی تھیں۔ وہ دائرے کی صورت میں ڈھول اور تاشوں کی تھاپ پر وحشیانہ رقص کرتے ہوئے مقدس قربانی کے مخصوص جملے ایک ساتھ ادا کر رہے تھے۔ جارا کا کا کی کھوپڑی ایک اونچے پتھر پر ایستادہ تھی جس کے نیچے ایک بڑا سا کڑھاؤ بھی برتن رکھا تھا۔ میں اونچی نشست پر ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ ان کی موت میرے ہاتھ کی جنبش کی منتظر تھی۔ میں نے ان پانچوں اسیروں کو دیکھا۔ مہذب دنیا کے یہ لوگ تصویر عبرت بنے کھڑے

تھے۔ کاش میں ان کی نجات کا حکم دے سکتا مگر میں ایک بااختیار شخص ہونے کے باوجود بہت بے اختیار آدمی تھا۔

ان کی نجات میری ہلاکت تھی اور میری ہلاکت کے بعد بھی اس بات کی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ وہ زندہ رہیں گے۔ انہیں مرنا ہی تھا کیونکہ وہ سحروافسوں کی سرزمین پر آ گئے تھے اور یہی اچھا بھی تھا کہ وہ مرجاتے۔ کیونکہ زندگی کے اس ہولناک تجربے سے گزرنے کے بعد ان کے پاس اسے بیان کرنے کا وقت بھی نہ رہتا۔ دراصل وہ اسی دن مرگئے تھے جب طوفانی موجوں نے ان کا جہاز اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ اب تو ان کے جنازوں کی رسم ان کے سامنے ادا ہونی تھی۔ میں نے سموراں اور سرنگا کی طرف دیکھا پھر میری نظریں خود بخود آسمان کی طرف اٹھ گئیں اور میں نے جابر بن یوسف کو مجبور کیا کہ وہ اپنا ہاتھ نیچے گرادے۔ جابر بن یوسف نے مجبوراً ایسا ہی کیا اور میرے دل میں ایک لمحے کے لئے رحم کے جو فاسد خیالات آئے تھے میں نے ان سے کنارہ کشی کی اور اپنے برہنہ جسم اور اپنے گلے میں لٹکے ہوئے نوادر کی طرف نگاہ کی۔ میں جابر بن یوسف کے خول سے جزیرہ توری کے سردار کی شکل میں جلد ہی واپس آ گیا میرے ہاتھ کی جنبش نے رقص میں اور زیادہ شدت پیدا کر دی اور توری کے مغلوب الغضب لوگوں کا دائرہ اجنبیوں کے گرد تنگ ہوتا گیا۔ اجنبی اسیر گڑگڑانے لگے مگر ایک قیدی، ایک نوجوان قیدی ابھی تک گنگ کھڑا تھا۔ اس نے کسی بزدلی اور کم ہمتی کا ثبوت نہیں دیا تھا۔ وہ حسرت اور حیرت سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ میں بیٹھ گیا۔ اب مجھ میں کھڑے ہونے کی تاب نہیں تھی میرے بیٹھتے ہی لوگوں کی ایک ٹولی اپنے نیزے لہراتی ہوئی اسیروں پر ٹوٹ پڑی۔ انہیں گھسیٹ کر اس مقام پر لایا گیا جہاں جارا کاکا کی کھوپڑی اور ایک بڑا برتن رکھا ہوا تھا۔ ایک ادھیڑ عمر قیدی سب سے زیادہ شور مچا رہا تھا۔ سب سے پہلے اسے گھسیٹ کر برتن پر اس طرح اوندھا کر دیا گیا کہ اس کا سر برتن کے اندر ہو جائے۔ اس کے بعد جو شخص بھی رقص کرتا ہوا اس کے قریب سے گزرا، اس نے نیزے سے قیدی کا جسم چھیدنا شروع کر دیا۔ چار اشخاص اسے پکڑے ہوئے تھے۔ زخمی شخص پچھاڑیں کھا رہا تھا لیکن اس کی ہر چیخ نیزے چبھونے والے افراد کے غضب میں اور شدت پیدا کر دیتی۔ جب نیزوں سے اس کا جسم بالکل چھلنی ہو گیا تو نوجوانوں نے باری باری آگے بڑھ کر اس کی گردن پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ ہر وار پر قیدی کا جسم اس طرح تڑپ جاتا جیسے اسے بجلی کے جھٹکے دیئے جا رہے ہوں پھر قیدی کی سانس ٹوٹنے سے پہلے اسے پیروں سے پکڑ کر برتن میں لوٹ دیا گیا تاکہ اس کا سارا خون برتن میں جمع ہو جائے۔ کچھ ہی دیر میں ادھیڑ عمر کے قیدی کا جسم خون سے خالی ہو گیا اور اسے زندگی سے بھی نجات مل گئی۔ پھر اس کا جسم میدان میں پھینک دیا گیا۔ برتن میں نہایت احترام سے جارا کاکا کی کھوپڑی ڈال دی گئی اور خون میں نہلانے کے بعد دوبارہ اونچے پتھر پر رکھ دی گئی۔

زارے اور فزارو تیزی سے ہجوم چیر کر برتن کے قریب پہنچے اور انہوں نے اپنے ہاتھ برتن میں ڈال کر چلوؤں سے خون چکھا اور پھر زمین پر لوٹنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد میری اور سموراں اور سرنگا کی خدمت میں خون کا جام پیش کیا گیا۔ میں نے سرنگا کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ سرنگا کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ہیجان برپا تھا لیکن اس نے نہایت سکون کے ساتھ اپنا ہاتھ بلند کر کے جام اٹھایا اور آنکھیں بند کئے کیسے اسے ہونٹوں تک لے گیا۔ میں نے اور سموراں نے کسی جھجک کے بغیر ادھیڑ عمر مہذب اجنبی کے تازہ خون کا جام نوش کیا پھر اس متبرک خون سے سارے ہجوم کو فیض یاب ہونے کا اشارہ کیا قبیلے کے تمام افراد ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ ہر شخص خون کا ایک قطرہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ برتن ہجوم کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔ عورتیں اور مرد چیخ پکار کے ساتھ ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی فکر میں تھے۔ لوگ اس قدر زیادہ تھے کہ انہیں ایک ایک قطرہ نصیب ہونا بھی مشکل تھا، بہت سے لوگ برتن تک نہیں پہنچ سکے اور مایوس ہو کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ برتن اب خشک ہو چکا تھا۔

جارا کاکا کی اس متبرک قربانی کے وقت خون کے قطرے تقسیم نہیں کیے جاتے تھے۔ انہیں حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا جو بازی لے جاتا، وہ خون کے زائد قطرے حاصل کر لیتا، جس نے اپنا دہن اس مقدس سیال سے تر کیا، اس نے جارا کاکا کی روح سے قربت حاصل کر لی۔ خون کے بڑے برتن کے گرد ابھی تک چھینا جھپٹی ہو رہی تھی حالانکہ اس میں ایک قطرہ خون باقی نہیں رہا تھا۔ جو آگے تھے وہ جھک کر اپنی زبانوں سے چاٹ رہے تھے۔

پھر دوسرا قیدی لایا گیا، وہ یہ منظر دیکھ کر پہلے ہی نیم جاں ہو چکا تھا، اس کی آنکھیں دہشت سے باہر نکل آئی تھیں اور چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ اس کے سارے جسم پر لرزہ طاری تھا، وحشی مقامی نوجوان جو اولین قیدی کے خون سے مست ہو گئے تھے وہ اب اور زیادہ سرشوری کا اظہار کر رہے تھے۔ دوسرے قیدی کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔ اس کے گرم خون میں بھی جارا کاکا کی کھوپڑی کو غسل دیا گیا۔ اور میری اور سموراں اور سرنگا کی خدمت میں اس کا لبالب جام پیش کیا گیا۔ پھر وہی طوفان اٹھا اور چشم زدن میں خون کا برتن پھر خالی ہو گیا۔ تیسرا شخص، چوتھا شخص، یکے بعد دیگرے چار و ناں اشخاص کے جسموں سے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیا گیا، ہر بار قبیلے کے لوگ برتن خالی ہو جانے کے بعد جارا کاکا کی روحانی عظمتوں کے متعلق توری کی زبان کے بہترین لفظ ادا کرتے، یہ شاعری نہیں تھی مگر لفظوں کا ایسا مرکب تھا جس میں آہنگ تھا، ترنم تھا اور گرج، چمک تھی۔ ساری شعری خوبیاں موجود تھیں، یہ دن توری میں جارا کاکا کی عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت کا دن تھا کیونکہ دیوتا نے خود اپنے لیے قربانی کا سامان فراہم کیا تھا۔ میری نظریں اس آخری قیدی پر مرکوز تھیں جو نہ کپکپا رہا تھا، نہ فریاد کر رہا تھا۔ نوجوانوں کا گروہ وحشت ناک انداز میں رقص کرتا ہوا اس کی جانب

بڑھا لیکن اس سے قبل کہ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے مقتل تک لاتے وہ از خود قدم بڑھاتا ہوا گڑھے کے قریب جا کر ٹھہر گیا۔ اس کی یہ جسارت میری نظریں چکا چوند کر گئی۔ اس کی آنکھوں سے خوف و دہشت کے بجائے خون جھلک رہا تھا۔ اس کی دلیری دیکھ کر نوجوانوں کے گروہ کا رقص اور تیز ہو گیا۔ مقتل میری نگاہ سے زیادہ دور نہیں تھا۔ اس کا سینہ ابھرا ہوا تھا اور بازوؤں کی مچھلیاں تڑپ رہی تھیں۔ وہ قد و جسامت اور رنگ کے اعتبار سے ایک دلکش اور قابل رشک صحت کا نوجوان تھا۔ اسے قتل کرنے سے پہلے پھر جارا کاکا کی عبادت کی رسمیں ادا کی گئیں لیکن وہ اپنی جگہ ثابت قدم کھڑا رہا۔ میں نے سمورال کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا، سرنگا پہلو بدل رہا تھا اور اس آخری قیدی کو والہانہ انداز سے دیکھ رہا تھا، میں نے اشارہ کیا، چار افراد آگے بڑھ کر نوجوان کی جانب بڑھے تاکہ اسے پچھاڑ کر برتن میں اوندھا کر سکیں لیکن اس لمحے نوجوان چیخ پڑا، خون کی تمازت سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنی جانب بڑھتے ہوئے آدمیوں کو حقارت سے دور رہنے کا اشارہ کیا۔ معاً مجھے خیال آیا کہ شاید یہ بدقسمت نوجوان مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ یہ کھیل جارا کاکا کی مقدس روح کے لیے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوتا۔ قبیلے کے لوگ اور خون خوار ہو گئے، قریب تھا کہ ان کے نیزے نوجوان کے جسم کو نشانہ بنا دیتے مگر میں نے بلند آواز میں انہیں روکا اور اپنی نشست سے اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا، نوجوان کی مضطرب آنکھیں میرے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے رحم کی درخواست کے بجائے نفرت کا اظہار نمایاں تھا، چہرہ لہولہو تھا اور اس کا جسم پھڑک رہا تھا، میں اس کے قریب جا کر تھم گیا۔ ''کیا چاہتے ہو؟'' میں نے اسے سرد آواز میں مخاطب کیا۔

''میں تم سے رحم کی درخواست نہیں کروں گا کیونکہ تم ایک ایسے جانور ہو جسے اتفاق سے بولنا آتا ہے۔'' اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں زہر خند سے جواب دیا۔ ''درندوں سے زندگی کی بھیک مانگنا فضول ہے۔ لاؤ مجھے اپنا خنجر دے دو۔''

''خوب! گویا تم مقابلے پر آمادہ ہو؟'' میں نے سرد مہری سے کہا۔ ''میرے قبیلے کے افراد اس کھیل سے لطف اندوز ہوں گے۔''

''آہ! میں جانتا ہوں کہ اگر میں مقابلہ جیت بھی گیا تو تم میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرو گے۔ میں غلامی کی زندگی پر موت کو ترجیح دیتا ہوں۔'' اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

''تمہارے لہجے سے گستاخی کی بو آتی ہے۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''اجنبی نوجوان! تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں ایک متبرک موت نصیب ہو رہی ہے۔ تم اس سرزمین میں جارا کاکا کی عظیم روح پر قربان ہو رہے ہو، جارا کاکا کی روح تمہاری اس قربانی سے خوش ہو گی اور تمہیں جلد ہی زندگی کی

اذیتوں سے نجات مل جائے گی۔''

''میں اپنے آپ کو قربان کر رہا ہوں، اے سنگ دل سردار! تمہیں اپنے دیوتا کے لیے میرا خون درکار ہے نا! میں یہ خون اپنے ہاتھوں سے فراہم کروں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ مرتے وقت تم سیاہ فام درندوں کے غلیظ ہاتھ میرے جسم سے لگیں، کیا کوئی شخص خود اپنے آپ کو قربان نہیں کر سکتا؟'' اس نے جرات سے کہا۔

''یہاں تمہیں فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ فیصلہ کرنے کا حق، دیوتاؤں، مقدس اقابلا اور سردار کو ہے، جس زمین پر تم کھڑے ہو، وہ تمہاری زمین سے مختلف ہے۔ البتہ اگر تمہاری خواہش کو درخواست کا درجہ دیا جائے تو اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ تم قربانی کے لیے منتخب کر لیے گئے ہو۔ یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔'' میں نے کہا۔

''ہاں، یہ فلاح اور عافیت کا راستہ ہے۔'' نوجوان نے طنزاً کہا۔ ''میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اپنے وحشیوں کو اپنے نیزے آزمانے کا حکم دو، میری زبان بند رہے گی۔''

کاش اس نوجوان کو معلوم ہوتا کہ میں اس کے حق میں زندگی کا مژدہ سنانے کے لیے کس قدر مضطرب ہوں۔ اس کی دلیری نے مجھے متاثر کیا مگر میرے متاثر ہونے سے کیا ہو سکتا تھا؟ تاریک براعظم کے قانون کا احترام مجھ پر فرض تھا، میری زبان کی ایک معمولی سی لغزش مجھے مقدس اقابلا کی نظروں میں گرا سکتی تھی۔ میرے قریب کھڑے ہوئے تنک دھڑنگ وحشی درندے میرے اشارے کے منتظر تھے۔ قبیلے کے لوگوں کی آوازیں مدھم پڑ چکی تھیں، انہیں بے چینی سے میرے فیصلے کا انتظار تھا۔ میں مہذب دنیا کے نوجوان کے سامنے ایک درندے کی حیثیت سے کھڑا تھا، درندوں کے فیصلوں میں کسی لچک کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں چند ثانیوں تک سوچتا رہا پھر میں نے کہا۔ ''تمہاری درخواست منظور کی جاتی ہے۔''

میں نے اپنا خنجر نکال کر اس کی جانب اچھال دیا۔ مشتعل گروہ میرا اشارہ پا کر پیچھے ہٹ گیا، انہیں میرے فیصلے سے مایوسی ہوئی تھی لیکن میری ہیبت انہیں خاموشی اور اطاعت پر مجبور کر رہی تھی۔

''میری روح تمہارا یہ احسان یاد رکھے گی۔'' نوجوان نے مجھے مخاطب کر کے جواب دیا، پھر خنجر والا ہاتھ فضا میں بلند کر کے آسمانوں کی سمت دیکھتے ہوئے پراعتماد لہجے میں بولا۔ ''اے مقدس جارا کاکا کی عظیم روح! میں تجھ سے ناآشنا ہوں اور تو میرے قلب سے آشنا ہے۔ تیرے عبادت گزار میرا خون طلب کر رہے ہیں۔ میں انہیں اپنا خون پیش کرتا ہوں۔ اگر مجھے زندگی دی جاتی تو میں یہاں کا سب سے بڑا عبادت گزار ہوتا لیکن تیری خوشنودی اگر میری قربانی میں پنہاں ہے تو یہی سہی۔ میں اپنی جان تیری مقدس روح کی نذر کرتا ہوں۔'' نوجوان کا لہجہ میرے لہجے کی طرح فصیح نہیں تھا اس

لیے کہ وہ مقامی زبان سے بہت معمولی واقفیت رکھتا تھا لیکن اس نے جس جرات اور دلیری سے مرتے وقت یہ اعلان کیا۔ اس نے سب کو چونکا دیا۔ نوجوان کے اس جذباتی انداز اور مسکراتے ہوئے چہرے نے مجھے شش و پنج کی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے ایک جھٹکے سے خنجر اپنے پیٹ میں اتار لیا۔ میری آنکھیں مچ گئیں۔ لیکن اسی وقت فضا میں ایک شدید تڑاکا ہوا، میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول لیں۔ نوجوان کا ہاتھ اس کے پیٹ پر ٹکا ہوا تھا اور وہ سکتے کی حالت سے دوچار تھا۔ میرے قبیلے کے افراد اوندھے منہ زمین پر لیٹ گئے۔ میں نے اطراف میں نظر ڈالی۔ یہی حال سموراں اور سرنگا کا تھا۔ اچانک میری نظر آسمان پر گئی اور میں تیزی سے پیچھے ہٹ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ کھلے آسمان سے سیاہ ذرات کا بھنور نیچے اتر رہا تھا، یہ جارا کا کی روح کی آمد کے آثار تھے۔ نوجوان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں اور وہ پتھر کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا تھا۔ سیاہ ذرات کا بھنور ہر لمحے اس کے قریب تر ہو رہا تھا، اس نے بھاگنے کی کوشش بھی نہیں کی، اپنی جگہ جما کھڑا رہا، مجھے جھرجھری آ گئی۔ میں سیاہ ذرات کی آندھی کا کرشمہ کئی بار دیکھ چکا تھا۔ نوجوان کا جسم اس کی زد پر آ کے راکھ بن جاتا۔ میں نے سیاہ ذرات کا بھنور نوجوان کے سینے پر رکتے دیکھا تو نگاہیں زمین پر جھکا لیں۔ میرے قبیلے کے تمام افراد زمین بوس تھے، ہر طرف ایک ہولناک سکوت طاری تھا، میں سر جھکائے زمین کی چھاتی سے چمٹا رہا۔ لمحوں میں کیا ہو جائے؟ یہ کسی کو خبر نہیں تھی۔ میں چند لمحوں تک نظریں جھکائے خاموش پڑا رہا۔ پھر جب فضا سے زروں کی بھن بھناہٹ کی مخصوص آواز دور ہونے لگی اور میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو میری آنکھوں پر دھند چھا گئی! مہذب نوجوان راکھ کے ڈھیر کی بجائے اپنی جگہ صحیح سلامت کھڑا تھا، اس کا خنجر دور پڑا تھا اور جس برتن میں مقدس کھوپڑی کو غسل دینے کی خاطر انسانی خون جمع کیا گیا تھا، اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا، ابھی میں اس اسرار پر ششدر ہی تھا کہ سموراں تیزی سے چلتا ہوا میرے پاس آیا۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی۔

''جزیرہ توری کے مقدس کاہن! اسرار کا پردہ چاک کر۔'' میں نے اسے مخاطب کیا۔ ''کیا مجھ سے پھر کوئی لغزش سرزد ہو گئی؟''

''جابر بن یوسف! تمہارے اعتماد کو کیا ہو گیا؟ سنو اے مرد ناتواں!'' سموراں کنکھیوں سے نوجوان کی سمت دیکھ کر بولا۔ ''مقدس جارا کا کا کی عظیم روح نے قربانیاں قبول کر لی ہیں، تم سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔''

''پھر یہ نوجوان قیدی؟'' میں نے تشویش سے پوچھا۔

''اسے زندگی بخش دی گئی ہے۔'' سموراں نے جواب دیا۔ ''کون جانتا ہے، کہ جارا کا کا کی روح کب اور کس پر مہربان ہو جائے۔ یقیناً اس نوجوان نے جرات کا ثبوت دیا تھا، جرات جارا کا کا کو

پسند ہے۔''

یقیناً اس کا فیصلہ سب سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔'' میں نے نیاز مندی سے کہا اور حیرت سے نوجوان کی طرف دیکھا جو ابھی تک سراسیمہ کھڑا تھا۔ وہ میری اور سموراں کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ میدان میں ہجوم ابھی تک دم بخود تھا۔ قربانی کی رسم ادا کرنے والا گروہ اپنے نیزے پہلے ہی پھینک چکا تھا۔ ''اے خوش بخت شخص!'' میں نے بلند آواز میں کہا۔ ''مژدہ ہو کہ جارا کا کا کی مقدس روح نے تجھے زندگی کی نوید دی ہے اب تو ہمارے لوگوں میں شامل ہے اور اس زمین پر تیرا بھی اتنا ہی حصہ ہے جتنا ان عبادت گزاروں کا۔'' میں نے ہجوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''لیکن یاد رکھ۔ جارا کا کا نے اس زمین پر ایک سردار مقرر کیا ہے جو مقدس اقابلا کا غلام ہے۔ وہ سردار دیوتاؤں کے برگزیدہ لوگوں کے سوا سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ تیرے لیے لازم ہے کہ تو سردار کی اور تاریک براعظم کے مقدس رسم و رواج کی پابندی کرے، تو ایک جانور ہے، اگر تو نے اپنے ریوڑ سے سرکشی کی تو ہمیشہ کے لئے ریوڑ سے علیحدہ ہو جائے گا اور تو نے سر جھکا کر چلنا سیکھا تو تجھے لذیذ شرابیں اور معطر عورتیں مہیا کی جائیں گی۔ قبیلے کے سردار کا ہر حکم ہر سلسلے میں آخری ہو گا۔''

نوجوان نے احتراماً سر جھکا لیا اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے جواب دیا۔ ''میں نے نئی زندگی پائی ہے۔ لہٰذا میں مقدس جارا کا کا کی اطاعت اور اس کی روح کی خوشنودی کے لئے ہمیشہ ایک وفادار اطاعت شعار شخص ثابت ہوں گا۔''

شخص کے بجائے کتا کہہ۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگر میں ہوتا تو یہی کہتا۔ ''یہ وحشی درندے اب تیرے عزیز ہیں۔'' میں طنزاً کہا۔

نوجوان نے کچھ کہنا چاہا مگر خاموش ہو گیا۔ وہ ایک ذہین صلح جو شخص نظر آتا تھا، اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور بالوں میں سرخی شامل تھی۔ اس کے زندہ رہنے پر مجھے خوشی تھی۔ میں نے اسے زارے کے حوالے کیا اور تاکید کی کہ وہ اسے اپنی رعایا میں شمار کرے۔ جشن ختم ہونے سے پہلے کاہن اعظم نے توری کے تمام افراد کو ایک جگہ کھڑا کر کے جارا کا کا سے الفت اور رفاقت کی دعائیں مانگیں پھر میدان رفتہ رفتہ خالی ہونے لگا۔ سرنگا نے اپنے غار کی، سموراں نے اپنی اقامت گاہ کی اور میں نے فزارو کے ساتھ اپنے مکان کی راہ لی۔ جارا کا کا کی روح نے عین موقع پر نمودار ہو کر نوجوان کو زندگی کی جو نوید دی تھی وہ ایک غیر متوقع بات تھی۔ مہذب دنیا کا یہ قافلہ اپنے چار مردوں سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا، دو افراد ابھی تک مفرور تھے۔ عورتیں میری تحویل میں تھیں۔ میں واپسی میں راستے بھر اپنے متعلق سوچتا رہا۔ گو نوجوان کی جاں بخشی سے قربانی کا تکدر کسی حد تک کم ہو گیا تھا لیکن یہ کیسا عجیب نظارہ تھا؟ مہذب دنیا کے آدمیوں کا خون مجھے اپنے سینے پر جما ہوا معلوم ہوتا تھا، میں اسے اگل بھی

نہیں سکتا تھا۔ مجھے اسے ہضم کر لینا چاہیے تھا۔ فزارو میرے ہمراہ تھا اور پیچھے ایک ہجوم تھا۔ سرتیا بستی میں تنہا رہ گئی تھی۔ وہ مجھے بستی کے قریب ہی مل گئی۔ اس نے زہریلی مسکراہٹ، سے مجھے دیکھا۔ میرا جی چاہا، اس کا گلا گھونٹ دوں۔

''کیا وہ سب ختم ہو گئے سیدی؟'' اس نے قریب آ کر پوچھا۔

''نہیں، ایک بخش دیا گیا ہے، دو مفرور ہیں۔ عورتیں سب کی سب زندہ ہیں۔'' میں نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔

''گویا ایک بار پھر بزم آرائی ہو گی۔''

''ہاں۔ اور بار بار ہو گی۔'' میں نے زچ ہو کر کہا۔ ''انسانی خون کا ذائقہ بہت دلچسپ ہوتا ہے۔ میرے منہ کو خون لگ گیا ہے۔''

''اب تم مکمل طور پر یہیں کے ایک فرد معلوم ہوتے ہو۔''

''اور تم اس وقت تک پریشان رہو گی، اپنے دن اپنی راتیں ضائع کرتی رہو گی۔ اور جو لباس تم نے اپنی دانست میں اوڑھ رکھا ہے، وہ صرف تمھاری اندرونی بصارت تک محدود ہے جب تمہارے دن گزر جائیں گے وقت تمہیں بتائے گا کہ تم نے فریب خوردگی میں کیسی حسین ساعتیں گنوا دیں؟ اس جزیرے سے آگے سمندر ہے، راستے گم ہیں۔ ضمیر کیا ہے؟ یہ ضمیر تمھاری مخصوص روایات کا مرہون منت ہے۔ اس طلسم خانے میں ہی اگر اس کی پرورش ہوتی تو تمہیں یہ لباس نظر نہ آتا۔ میں جو کچھ دیکھ چکا ہوں، وہ تمہیں نظر نہیں آ سکتا۔ اب خون کی یہ تلخی ہی میرا ضمیر ہے جس سے میرے منہ کا مزا کڑوا ہو رہا ہے مگر میں نے اسے اپنے حلق میں اتار لیا ہے۔ تم توری کی حسین لڑکیوں سے اپنے بدن پر مالش کراتی رہو اور شکار کے عمدہ گوشت کی لذتوں سے بہرہ ور ہوتی رہو۔ توری کی جڑی بوٹیاں تمہارا بدن ایک عرصے تک محفوظ رکھیں گی، یہاں شباب کی عمر طویل ہوتی ہے پھر ایک دن تم بھی اس نتیجے پر پہنچو گی جس پر میں تم سب سے پہلے پہنچ گیا ہوں۔ بھولی لڑکی! کیا تم ہواؤں میں اڑ رہی ہو؟ ذرا اپنے قدموں کی طرف دیکھو کہ وہ کس زمین پر جمے ہوئے ہیں۔''

سرتیا نے میرا طویل بیان غور سے سنا اور میرا ہاتھ تھام لیا۔ ''سیدی!'' وہ سسکتے ہوئے بولی۔ ''شاید مجھ پر میری زمین کا نقش بہت گہرا ہے۔ میرا ضمیر ہمیشہ میرے ساتھ رہتا ہے اور تم بھی صحیح کہتے ہو کہ ضمیر تو زمین سے وابستہ ہوتا ہے۔ زمین بدل گئی تو ضمیر بھی بدلنا چاہیے۔ آہ، میں خود فریبی میں مبتلا ہوں مگر یہی تو میرے جینے کا جواز ہے۔''

''تم بعض اوقات کتنی اچھی باتیں کرتی ہو۔ سرتیا، میرے محسن سرنگا کی لڑکی سرتیا۔ جب تم ناراض ہوتی ہو تو مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ تم میرے بیان پر یقین کرو، میں ابھی تک

یہاں کا ایک مثالی آدمی نہیں ہوں۔ ابھی مجھے بہت سے سحر و اسرار نہیں آتے، مجھے رحم آنے لگتا ہے کبھی کبھی ایک خلش سی ہوتی ہے۔ کبھی کبھی ایک درد سا سینے کے اندر اٹھتا ہے۔ مجھے عورتوں کو روندتے ہوئے اب بھی جھجک ہوتی ہے۔ میں اب بھی انتہا پسندانہ فیصلے کرتے ہوئے گھبراتا ہوں لیکن یہ سب کوتاہیاں ہیں۔ دعا کرو کہ یہ کوتاہیاں سرزد نہ ہوا کریں، یہ خامیاں مجھ سے دور ہو جائیں اور میں مقدس اقابلا کا ایک بہترین غلام بن جاؤں۔'' سرتیا نے لاشعوری طور پر معنی خیز انداز میں میرا ہاتھ دبایا۔ ہم جلد ہی مکان پر پہنچ گئے۔ میں نے اس ادھیڑ عمر شخص کی گھڑی دیکھی جس کا خون ابھی ابھی پیا تھا۔ سہ پہر کے تین بج رہے تھے۔ اجنبیوں نے اپنی گھڑیوں کی سوئیاں توری کے وقت کے مطابق کر لی تھیں۔ میں اپنے بستر پر ڈھیر ہو گیا اور خادماؤں کو حکم دیا کہ وہ کمرے میں اطلاع کے بغیر نہ آئیں، بستر پر لیٹتے ہی پھر وہی کثافتیں، مجھ پر حاوی ہو گئیں جو جشن سے پہلے تھیں اور جو اس وقت سے تھیں جب اقابلا کی بارگاہ سے میں نا قابل فہم انداز میں یہاں پھینک دیا گیا تھا۔ جشن نے کچھ دیر کے لیے ذہن مصروف رکھا۔ مہذب دنیا کے قافلے کا فیصلہ کر کے میں نے خود کو دیوتاؤں کی نظر میں سرخ رو کر لیا تھا، یقیناً مہذب دنیا کی عورتوں نے بھی اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھا ہو گا اور انہیں احساس ہو گا، انہوں نے اپنا کتنا وقت کرب میں گزار دیا۔ انہیں اپنی مخالف جنس سے مختلف ہونے کی جو رعایت ملی تھی یعنی زندگی، وہ کچھ کم نہیں تھی، شاید زندگی سے بڑی کوئی چیز نہیں ہوتی۔ آدمی ہر حال میں زندہ رہنا چاہتا ہے۔ موت کے جذبے ہوا کے جھونکے کی طرح آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ ان عورتوں کو جارا کاکا کی بڑی عبادت میں لے جایا گیا ہو گا کیونکہ جارا کاکا کی عبادت میں شرکت قبیلے کے ہر فرد کے لیے لازم تھی۔ صرف سرتیا یہاں اکیلی رہ گئی تھی۔ وہ جشن میں شرکت کے لیے ضرور گئی تھی مگر جب اس نے خون خوار چہرے اور موت کا رقص دیکھا ہو گا، وہ وہاں سے اٹھ کر چلی آئی ہو گی۔ میں اپنے فرائض میں اتنا منہمک تھا کہ بہت سے لوگوں کے چہرے میری نظروں سے اوجھل رہے۔ دونوں قبیلوں کی ساری آبادی وہاں موجود تھی، جارا کاکا کی عبادت کے درمیان میں اٹھ کر چلا آنا ایک ناروا بات تھی، سرتیا یہ جرات کر سکتی تھی کیونکہ وہ سرنگا کی عظیم دیوی کی امان میں تھی اور سرنگا جیسے صاحب اسرار شخص کی بیٹی تھی۔

میں نے اس ماحول کے حوالے سے اس کے تیکھے اور طنز بھرے رویے سرد کر دیئے تھے۔ میں نے لفظوں کی شعبدہ گری دکھائی تھی لیکن خود میرا کیا حال تھا؟ لفظ میرے ذہن میں بھی ابھرتے ہیں۔ میری ذہنی کیفیتیں لفظوں کے قالب میں ڈھل کر اوا ہو رہی ہیں مگر ماہ و سال کا عذاب کون رقم کر سکتا ہے یا بیان کر سکتا ہے۔ میرا حال کیا تھا؟ میں ایک ایسا تنور تھا جو کبھی سرد پڑ جاتا ہے، کبھی سرخ ہو جاتا ہے۔ جشن کی مصروفیت بھی گزر گئی۔ یہ میرے شباب کی عمر تھی اور سیرابی کے لیے توری کی دوشیزاؤں

کے چشمے بہتے تھے، باہر طرف ہریالی تھی، زندگی کے اتنے بکھیڑے نہیں تھے جو مہذب دنیا میں ہوتے ہیں، نہ ٹریفک کا شور تھا، نہ فضا میں آلودگی۔ پھر بھی یہ مکان منحوس معلوم ہوتا تھا۔ سرتیا دوسرے کمرے میں ہوتے ہوئے بھی دور تھی۔ سرنگا غار میں فرار کے منصوبے بنا رہا تھا۔ فلورا بیزنار کے سرکشوں کے قبضے میں تھی۔ ہر طرف شک اور ابہام کی دیواریں تھیں۔ ایک تنہائی تھی اور ایک ہی خیال تھا۔ ہاں اس کا خیال۔ اس زہرہ جمال کا خیال جس کا نام اقابلا ہے۔ اور کیا تھا؟ وہی تو تھی جس نے ویرانی میرے شب و روز کے لیے تفویض کر دی تھی مگر اس کا ذکر چھوڑیے۔ یہ ذکر وحشت میں مبتلا کرتا ہے اور سکون غارت کرتا ہے، وہ غارت گر تمکین و ہوش ہے مگر اس کا خیال تحریک کا سبب ہے وہ ایک ایسی چیز، معلق چیز ہے جسے چھونے کے لیے جتنا دوڑے، جتنا اچھلیے وہ دور ہو جاتی ہے اور آدمی تھک کر ہمت کھو بیٹھتا ہے، تاریک براعظم کے نہ جانے کتنے لوگوں نے حوصلہ کھو دیا تھا اور انہیں دور تک بھاگنے کا یہ صلہ ملا تھا کہ وہ جہاں تھے، وہیں رک گئے تھے۔ میں سرداری پر ٹھہر گیا، اس کا خیال آیا تو میں نے اپنے آپ کو چھیڑا کہ اے جابر بن یوسف! ابھی تیرا سفر شروع ہوا ہے۔ تیری منزل ابھی دور ہے، وحشتیں جھٹک کر جہاں تک بھاگ سکتا ہے، بھاگ۔ جشن سے پہلے میں نے ایک عہد کیا تھا۔ توری کے ایک جلیل القدر شخص کو مسخر کر کے میں نے اس کے جس غار پر قبضہ کیا تھا، وہاں سے میں اپنی نئی منزل کا آغاز کر سکتا ہوں۔ اس غار میں بیش بہا نوادر تھے جن میں سے بیشتر کے متعلق میرا علم ناپختہ اور خام تھا اور مجھے اس میں سمورال کی اعانت درکار تھی۔

انھی خیالوں میں رات ہو گئی اور بستی میں رات اپنی پوری تابناکیوں کے ساتھ آئی۔ آج بستی کے لوگ بہت خوش تھے۔ انھوں نے جارا کاکا کی مقدس روح کا دیدار کیا تھا اور اس نے نمودار ہو کر ان کی قربانی کی قبولیت کی سند دی تھی۔ میں نے سوچا، مجھے مہذب دنیا کی عورتوں کے پاس جانا چاہیے اور رات ان کے بدن کی خوشبو سے مہکانی چاہیے، لیکن میں سرنگا کے غار کی طرف چلا گیا اور میں نے چند رسمی جملوں کے بعد اسے غار سے باہر نکلنے پر آمادہ کر لیا۔ سرنگا اپنی دیوی کی مورتی جیب میں رکھ کر اور اپنے غار پر انگلیوں سے چند نشانات بنا کر میرے ساتھ اندھیرے جنگل میں چلتا رہا۔ ہم جلدی ہی اس غار تک پہنچ گئے جو میں نے جشن سے پہلے دریافت کیا تھا، میرے ہاتھ میں روشن شپالی تھی۔ غار کا دہانہ صاف کر کے ہم سرنگ نما راستے سے اندر داخل ہوئے۔ بوڑھے شخص کی لاش حیرت انگیز طور پر سوکھ گئی تھی۔ میں نے اسے ہٹایا، میں سرنگا کے چہرے کے تاثرات دیکھنا چاہتا تھا۔ شپالی کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھ کر مجھے کسی قدر فخر کا احساس ہوا، وہ بہت انہماک اور حیرت سے پہلے کمرے کے نوادر دیکھ رہا تھا۔ میں اسے دوسرے اور تیسرے کمرے میں لے گیا پھر میں نے اسے پورے غار کا معائنہ کرا دیا۔ سرنگا اس درمیان میں کچھ نہیں بولا۔ وہ صرف ہوں ہاں کرتا رہا اور میں اسے بتاتا رہا۔

بھی میں نے اور کاہن اعظم سمورال نے صرف یہی کمرے دریافت کیے ہیں۔ ممکن ہے اندر کوئی اور بھی ہو۔"

اس نے تارک الدنیا بوڑھے کی خانقاہ دیکھی جہاں جارا کاکا کی متعدد کھوپڑیوں کا انبار تھا، سرنگا سمورال سے زیادہ وقت لیا، غار کی سب سے حیرت انگیز خوبی یہ تھی کہ اندر گھٹن اور حبس کا گمان تک نہیں گزرتا تھا۔ اس نے دیوار سے ٹنگی ہوئی کسی جانور کی کھال زمین پر بچھائی اور اس پر ایک مخصوص انداز میں بیٹھ گیا۔ کچھ توقف کے بعد اس نے ایک جانب اشارہ کیا، میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ کسی جانور کے کٹے ہوئے سر کی آنکھیں روشن ہو گئی ہیں، یہ سر اسی کھال سے متعلق معلوم ہوتا تھا جس پر سرنگا بیٹھا تھا۔ جانور کی روشن آنکھوں کے ساتھ اس کی زبان بھی باہر نکل آئی تھی۔ سرنگا نے چند لمحے اس عمل میں گزار دیئے۔ مجھے نہ جانے کیا خیال آیا کہ میں نے منور شپالی دیوار پر لٹکے ہوئے ہیبت ناک جانور کی طرف کر دی۔ جانور کی آنکھیں بجھ گئیں اور اس کی باہر نکلی ہوئی زبان اندر دھنس گئی اور سرنگا جانور کی کھال پر کسمسانے لگا، وہ جلد ہی اٹھ گیا، جانور کی کھال کا رواں رواں کھڑا ہو گیا تھا۔ غار کے تفصیلی معائنے کے بعد میں نے سرنگا سے پوچھا۔ "کیا ہم واپس چلیں؟"

"ہا۔ آں۔ چلیں۔ چلیں۔" سرنگا نے چونک کر کہا۔

"کیا رائے ہے محترم سرنگا!" میں نے غار کے اطراف نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔ "تمھاری خوشی گراں گزر رہی ہے۔"

"میں تم سے کہتا کہ تم کچھ دن کے لیے یہ غار میرے حوالے کر دو۔" سرنگا نے خوابیدہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تم سے نہیں کہوں گا۔"

"بخوشی۔ تم چاہو تو یہیں قیام کرو۔"

"نہیں۔ یہ غار تم نے حاصل کیا ہے اور اصل میں تمھی ان نوادر کے مالک ہو۔ سیدی جابر! یہ تمہارا منتظر ہے۔ مقدس کاہن اعظم کو مجبور کرو کہ وہ تمھارے ساتھ یہاں آئے۔"

"اس نے ہامی بھر لی ہے اور میں عنقریب یہاں بیٹھنے والا ہوں۔ سنا ہے ان غاروں میں درازی کوئی افسوں موجود ہے؟" میں نے اشتیاق سے پوچھا۔ "نہ معلوم یہاں کے اسرار سمجھنے میں کتنی دیر لگے؟"

"جتنا بھی وقت صرف ہو۔ یہ غار تمھاری سرفرازی کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے عزیزم جابر!" اس نے رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "میں ادھر اپنے غار میں مصروف ہوں۔ ادھر تم تکمیل علم کرو۔ کیا تمھیں میری پہلی باتیں یاد ہیں۔ میں یہاں ان کی تکرار مناسب نہیں سمجھتا۔"

"کون سی باتیں؟" میں نے اچانک پوچھا، پھر مجھے خیال آ گیا کہ سرنگا کے ذہن میں کیا

ہے۔'' ہاں۔'' میں نے بجھے ہوئے انداز میں کہا۔ ''اگر وہ نہ سہی تو زندگی میں خود سے کوئی شکوہ تو
رہے گا۔ بہرحال محترم سرنگا! ممکن ہے تمہارا قیاس درست ہو۔ تم اپنے غار میں جو وقت صرف کر
ہو، وہ میرے دل پر شاق گزرتا ہے لیکن میں تمہیں منع نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری غیر معمولی خوبیو
قائل ہوں اور تمہارے ساتھ جو لوگ ہیں، انہیں بھی میں دیکھ چکا ہوں۔''

''سیدی! تمہاری آنکھیں شمال جنوب غرب و شرق کی جانب کھلی رہنی چاہئیں، اپنی سانر
طہارت کا تعین کرنے کے بعد کوئی قدم اٹھایا کرو۔ ہر شخص مقدس اقابلا کا غلام ہے اور ہر شخص اس
قربت کا خواہاں ہو سکتا ہے، میں بھی اس کی قربت کا متمنی ہوں لیکن تمہارے اور تاریک براعظم
بیشمار لوگوں کے، اور میرے جذبات میں فرق ہے۔ تم سمجھ رہے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں؟ میں تو
صاف گفتگو کر رہا ہوں۔''

''میں سمجھ رہا ہوں اور تم جانتے ہو کہ مقدس اقابلا نے اس بات کی اجازت دے رکھی ہے کہ
اس کی طلب میں ذہنی و جسمانی مظاہرے کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔ میں نے خود کو شناخت کرا
کے لیے عملی اقدام کیے ہیں۔''

''لیکن کسی وقت کوئی اور بھی کہیں سے نمودار ہو سکتا ہے۔''

''کون! کیا تم کچھ سونگھ رہے ہو؟''

''میں تمہاری قوت شامہ تیز دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''میں ہمیشہ تمہارے مشوروں اور رہبری کا طالب رہا ہوں۔ آہ تم نہ ہوتے تو.....'' میں کچھ
چاہتا تھا کہ سرنگا نے روک دیا۔

''وہ نوجوان کیسا ہے؟''

''کون؟''

''وہی۔ وہی۔'' سرنگا نے الجھتے ہوئے کہا۔ ''جس نے امان پائی ہے۔''

''وہ۔ وہ۔'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''وہ مہذب نوجوان؟''

''ہاں ہاں، وہی، وہ ایک ذہین اور صحت مند شخص ہے۔''

''تم۔ تم۔ کیا کہنا چاہتے ہو؟'' میں نے بے تابی سے پوچھا۔

سرنگا نے بیزاری سے پہلو بدلا۔ ''اوہ سیدی جابر! عزیزم، تم نے اس سے کوئی بات کی؟''

''نہیں۔'' میں نے تشویش سے کہا۔ نہیں، اس کا موقع نہیں ملا۔''

''آؤ چلتے ہیں۔'' سرنگا نے میری پیٹھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ''بلاشبہ تم نے یہ غار دیکھ
مجھے خاصا متاثر کیا ہے۔''

''مگر تم کوئی اور بات کر رہے تھے۔'' میں نے برہمی سے کہا۔

''میں کوئی خاص بات نہیں کر رہا تھا۔ یہاں لفظ اتنے ہی بولنے چاہئیں جتنی اجازت دی گئی
سرنگا نے مجھے خشمگیں نظروں سے دیکھا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ واپس ہونے لگا۔ سرنگا
ت سے گریز کر رہا تھا لیکن وہ یقیناً کسی اہم بات کی نشاندہی کر رہا تھا جو اس نوجوان سے متعلق
سرنگا نے غار میں کوئی ایسا حصار قائم نہیں کیا تھا جس سے ہماری گفتگو ہم ہی تک محفوظ رہتی۔
ہوتے وقت وہ مجھے کسی بچے کی طرح تاکید کرنے لگا کہ مجھے کاہن اعظم سمورال سے اس غار
سرار سمجھنے میں مدد لینی چاہیے۔ وہ مجھے تاریک براعظم کے روشن پہلو دکھاتا رہا اور یہاں کے
ں کی شان میں قصیدے پڑھتا رہا۔ مجھے معلوم تھا، وہ اس قدر فیاضی سے کیوں کام لے رہا ہے؟
یک بہت زیرک اور ہوش مند شخص تھا۔ ہوش مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں اپنی تشویش کے باوجود
، اس کے جوابات پر قناعت کروں چاہے، وہ کتنے ہی مبہم اور علامتی کیوں نہ ہوں، تاریک
علامتوں کی دنیا تھی، ایک تجریدی

دنیا۔ یوں تجرید مہذب دنیا میں بھی موجود ہے لیکن انسانوں نے صدیوں کی تگ و دو سے وہاں
روخال تراش لیے ہیں، وہ صاف، سیاہ اور چکنی سڑکیں۔ وہ بلند و بالا عمارتیں اور رفتار کا جادو۔
ب خیرگیوں کے باوجود مہذب دنیا میں سوچیے تو ہر قدم پر تجرید ہے۔ میں بھٹک گیا۔ یہ وقت
ہ موشگافیوں کا نہیں ہے۔ آدھی رات گزر چکی تھی۔ جنگل میں ایک خاص موڑ پر جا کر میں اور سرنگا
ہو گئے۔ میں بستی کی طرف چل دیا اور سرنگا اپنے تنگ و تاریک غار کی طرف۔ میں زندگی کی
لوٹ آیا، وہ زندگی کے حصول کی جدوجہد میں چلا گیا۔ قبیلے کے لوگ اونگھنے لگے تھے، ایک جگہ
نے دیکھا کہ ڈاکٹر جواد تین چار عورتوں کے درمیان سرمست پڑا سو رہا ہے۔ راستے میں مہذب
قیدی لڑکیوں کی جھونپڑی بھی نظر آئی جہاں نیزہ بردار مستعدی سے پہرا دے رہے تھے۔
، قدم بہکنے لگے۔ نیزہ بردار مجھے راستہ دینے کیلئے زمین پر لیٹ گئے لیکن میں اندر سے ان کی
ھلک دیکھ کر چلا آیا۔ وہ سہمی ہوئی ایک دوسرے سے لپٹ کر سو رہی تھیں۔ اس سکوت میں گھڑی
ٹک کی آواز آ رہی تھی جو مجھے بری معلوم ہو رہی تھی۔ وقت کی یہ بار بار تنبیہ زندگی کے زیاں کا
ا دلاتی تھی۔ میں نے گھڑی ایک دیوار سے ٹانگ دی، توری کی خادمائیں میرے سامنے صف
ڑی ہو گئیں میں نے ان سے ایک قدح مشروب طلب کیا، نیند آنے کی ایک یہی صورت تھی،
ر بھی نہیں آئی۔ میں نے ایک قدح اور حلق میں اتار لیا۔ پھر وہ مجھے اس وقت تک پلاتی رہیں
ک میری آنکھیں بوجھل نہ ہو گئیں اور انہوں نے میری کھلی پلکیں ڈھک نہ دیں۔

اب جزیرہ توری کی زمین مجھے تنگ لگتی تھی اور یہاں کے تمام باشندے بونے معلوم ہوتے تھے،

جتنے وسائل موجود تھے، ان کے مطابق گلیاں، پختہ جھونپڑیاں، نت نئے سانچوں کے برتن اور پہیوں
گاڑیاں بنا دی گئی تھیں۔ ہر رات سرمستی کرنے کا اعلان کر دیا گیا تھا، جو لڑکیاں جوان نہیں ہوئی تھ
ان کا انتظار بے سود تھا، شوالا اور کالاری کے قبیلوں کی منتخب عورتیں یکساں نظر آتی تھیں، مجھے کہنا چا
کہ مہذب دنیا اور جاہل دنیا میں صرف اشیاء کی کثرت اور کمی کا فرق ہے، اشیا کا زیادہ سے زیاد
مہذب ہونے کی علامت ہے اور اشیا کا کم سے کم علم غیر مہذب ہونے کی نشانی، درندگی و سفاکی
گرد زیادہ اشیا کے ہجوم سے کم ہو جاتی ہے جیسے جیسے اشیا بڑھتی جاتی ہیں، فرد کا ذہن بھی اسی نسبت
بدلتا رہتا ہے، اگر یہ بات میں نے پہلے نہیں کہی ہے تو اس کا سبب یہ تھا کہ میرا مشاہدہ نتیجے اخذ کر
کی صلاحیت سے محروم تھا، میں اسرار و کمالات، سحر و طلسم کے ان تذکروں میں یہ کیا ڈھونڈ رہا
ہوں؟ میرا خیال ہے، میں اپنے موجودہ حلیے اور ماحول کا جواز پیش کرنے کے لئے منطق اور استدلا
کا سہارا ڈھونڈ رہا ہوں، شاید میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ فرد میں ذہنی طور پر کوئی ارتقا نہیں ہوا، جو ہوا
وہ اضافی ہے اور وہ اسی مخصوص ماحول کے سبب سے ہے جس میں انسانوں کے مختلف گروہ آنکھ
کھولتے اور سانس لیتے ہیں مگر نہیں یہ تو مابعد الطبیعی ماحول تھا۔ انسانوں کے رویے وہی تھے جو مہذ
دنیا میں نظر آتے ہیں لیکن یہ ایک ایسے تار و پود میں جکڑے ہوئے تھے جن کا سرا کہیں نہیں ملتا تھا،
دنیائیں کبھی موجود رہی ہوں۔ میری نظروں کے سامنے یہ لہلہاتا سبزہ تھا۔ پانی تھا اور مٹی تھی اور
پھرتے لوگ تھے مگر یہ ماحول اپنی بعض صفات کے اعتبار سے معلومہ تاریخ سے پہلے کے کسی ز
سے تعلق رکھتا تھا، میں پھر نیچے آتا ہوں اور نتیجے اخذ کرنے کا کام لوگوں پر چھوڑتا ہوں، میں اس ما
کا اسیر تھا اور میری حیثیت ایک سیاح ایک سائنس دان کی نہیں تھی، میں کسی سماجی مطالعے کے لئے
یہاں نہیں آیا تھا۔ سرنگا کا اطمینان ظاہر کرتا تھا کہ وہ ان پیچ در پیچ گتھیوں میں دلچسپی لیتا ہے۔

دوسرے دن صبح زارمے نے مجھے اطلاع دی کہ جزیرہ توری کے کسی ظاہر حصے پر دونوں م
آدمیوں کا وجود نہیں، ممکن ہے وہ کسی برگزیدہ شخص کے ہاں پناہ گزین ہو گئے ہوں۔ اس صورت
جب تک وہ خود واپس نہیں آ جاتے، انھیں تلاش کرنا مشکل ہے، وہ فرار نہیں ہو سکتے تھے۔ مگر وہ کس
میں کیسے چلے گئے؟ یہ ایک تشویش ناک بات تھی۔ میں بھی پناہ لینے کی غرض سے کاہن اعظم کے
میں چلا گیا تھا۔ غار تلاش کرنا آسان کام نہیں تھا، اس خبر سے یہ مراد تو نہیں کہ کسی عالم شخص نے ا
حالت پر ترس کھا کر یا اپنے کسی مفاد کی خاطر انھیں بطور چارہ استعمال کرنے کے لیے پناہ میں
ہو؟ ادھر ان دونوں کی گم شدگی ادھر مہذب نوجوان کے متعلق سرنگا کا ناقابل وضاحت رویہ می
دماغ پر ہلکی ہلکی ضرب لگا رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ بوڑھے عالم کے دریافت شدہ غا
ریاضت کرنے اور علوم سیکھنے سے پہلے مجھے بعض امور طے کر لینے چاہئیں اور سرنگا کے ادا کیے

مبہم جملوں کی صراحت کر لینی چاہیے۔ چنانچہ میں سورج طلوع ہونے کے کچھ دیر بعد زارمے کے
قبیلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں جہاں جہاں سے گزرتا رہا، توری کے باشندے میرے آگے پیچھے
رہے اور لکڑی، پتھر کے عجیب و غریب باجوں کے ذریعے میری آمد کی اطلاع دور دور پھیلتی رہی۔
''سردار آ رہا ہے۔ سردار کے لیے جھک جاؤ۔ اپنے کام چھوڑ دو اور اس سے عقیدت کا اظہار کرو۔'' یہ
طریقہ زارمے نے حال ہی میں ایک جزیرے سے دوسرے جزیرے میں سردار کی منتقلی کی اطلاع
پہنچانے کے لیے ایجاد کیا تھا۔

زارمے کے مکان پر پہنچ کر میں نے خلوت کی خواہش کی۔ زارمے نے اپنی بیویاں میری
خدمت اور خاطر داری کے لیے پیش کر دیں۔ میں نے ان سب کو رخصت کر دیا اور مہذب نوجوان کی
طلبی کا حکم دیا۔ زارمے نے کچھ دیر بعد اسے میرے سامنے حاضر کر دیا۔ نوجوان کے چہرے پر نیاز
مندی مرقوم تھی۔ وہ بہت خوش تو نہیں معلوم ہوتا تھا لیکن زندہ رہنے کی ایک طمانیت اس کی آنکھوں
سے مترشح تھی۔ میں نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا اور زارمے کو وہاں سے جانے کا حکم دیا۔ جب
ہم دونوں تنہا رہ گئے تو میں نے اس سے بیٹھ جانے کو کہا، وہ کسی قدر جھجک کے ساتھ اسٹول نما پتھر پر
بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے پھر مقامی زبان میں گفتگو کی ابتدا کی۔ ''مقدس اقابلا عظیم ہے۔ کہو کہ وہ
ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔''

نوجوان نے کچھ سمجھنے کے انداز میں میری طرف دیکھا اور شکستہ لہجے میں دہرایا۔ ''وہ عظیم ہے،
بے شبہ وہ ہماری رہبر اور ہماری عقلوں کی کلید ہے۔''

''اور یہ کہ تاریک براعظم میں اسی کی سلطنت، اسی کی برتری ہے۔'' میں نے نہایت احترام
سے کہا۔ نوجوان نے پھرتی سے یہ جملے بھی دہرا دیئے۔

''نوجوان! میں نے اس جزیرے کے رسم و رواج کے متعلق پہلے ہی تمہیں بتا دیا ہے۔ تم نے
جان لیا ہوگا کہ یہاں کی آب و ہوا تمھارے شہروں اور ان کی روشنیوں سے مختلف ہے۔'' میں نے
ہمدردی سے کہا۔

نوجوان کے چہرے پر حیرت چھا گئی وہ آنکھیں بند کرتا اور کھولتا رہا پھر بولا۔ ''میں نے
اطاعت کا عہد کیا ہے۔''

''تمہارا عہد مجھے یاد ہے۔ تم ایک ذہین اور بہادر نوجوان معلوم ہوتے ہو لیکن کیا عجب کہ یہی
یہاں اس سرزمین پر تمھارے لیے اذیتیں بو دیں۔ تمھارے خیال میں ہم سیاہ فام، جن کے جسم بے
لباس، بدن رنگے ہوئے اور مکان کچے ہیں، عقل و فہم کے اعتبار سے بھی اتنے ہی پست ہوں گے لیکن
یہاں ایسے عالموں کی کمی نہیں جو مادے کو حرکت میں لا سکتے ہیں اور شکلیں بدل سکتے ہیں اور قلب کے

اندر گھس کر بیٹھ سکتے ہیں۔ تاریک براعظم کا یہ حصہ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہے تو کیوں ہے؟ کیا تم نے اس پر غور کیا؟'' میں نے باوقار انداز میں کہا۔

''میری آنکھیں کھل رہی ہیں لیکن ابھی میں نے شاید بہت کم دیکھا ہے۔ امید ہے کہ مجھے کچھ سمجھنے کے لیے مہلت ضرور دی جائے گی۔'' نوجوان نے محتاط لہجے میں جواب دیا۔

میں نے اپنا چوبی اژدہا متحرک کر کے کمرے میں چھوڑ دیا۔ نوجوان کی آنکھوں میں اضطراب پیدا ہوا، وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ ''یہ کرشمہ تو خوب ہے۔'' اس نے ادب سے مجھے داد دیتے ہوئے کہا۔

مجھے اس کے برجستہ جوابات اور ردعمل سے اس کی طبیعت کا اندازہ ہو گیا۔ وہ بلا کا تیز، حاضر جواب، معاملہ فہم، نگاہ شناس اور باعزم شخص تھا، اس کا مظاہرہ وہ پہلے ہی کر چکا تھا لیکن مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی جس کا اشارہ سرنگا نے کیا تھا، میں نے سوچا ممکن ہے، سرنگا نے ازراہ احتیاط کسی خدشے کا اظہار کر دیا ہو۔ اس نے بہت مبہم بات کی تھی۔ میں نے کئی منزلیں سر کی ہیں۔ یہ نوجوان تو ابھی تازہ وارد ہے، اگر اس نے رخنہ اندازی کی غلطی کی تو اسے باز رکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ میں اسے توری کے دوسرے نوجوانوں کی طرح کسی عہدے پر فائز کر سکتا ہوں اور آزمائشوں میں ڈال سکتا تھا لیکن مجھے اس کی گفتگو بھا رہی تھی اور انداز پسند آ رہا تھا۔ وہ میرا بہترین مقرب ثابت ہو سکتا تھا۔ میں نے کچھ سوچ کر اپنے حلق سے ایک مخصوص قسم کی آواز نکالی، زارے آ کر میرے سامنے مودب کھڑا ہو گیا۔ زارے کے احترام میں نوجوان بھی اپنی نشست سے اٹھ گیا۔ زارے میرے اشارے سمجھتا تھا۔ چند لمحوں میں متعدد حسین لڑکیوں کی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔ میں نے زارے سے کہا۔ ''ان کے ہاتھ خالی ہیں۔''

توری کے نفیس ترین مشروبات ہمارے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ زارے پھر چلا گیا اور میں نے نوجوان سے کہا۔ ''تمہیں زندگی مل گئی۔ مگر تنہا زندگی کیا ہوتی ہے۔ بتاؤ تمہیں ان عورتوں میں کون سی پسند ہے؟''

نوجوان ہچکچانے لگا، وہ شرمانے کے انداز میں مسکرایا۔ ''معزز سردار!'' وہ جھک کر بولا۔ ''میں تمہارے انتخاب کو ترجیح دوں گا۔''

''میں کیا کہہ رہا ہوں؟'' میں نے اچانک غصے سے کہا۔ ''فیصلہ کرو۔''

''اچھا اچھا۔'' وہ گھبرا کر بولا۔ ''وہ۔''

اس نے متوازن بدن کی ایک نوخیز لڑکی کی طرف اشارہ کیا تھا، لڑکی اس کے پہلو سے چپک کر بیٹھ گئی۔ اس نے اسے ایک جام پیش کیا جسے نوجوان نے میری طرف دیکھ کر حلق میں انڈیل لیا، اس کی آنکھوں میں سرخی تیر گئی۔ جام کا نشہ تیز تھا۔ اس نے لڑکی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا۔ ''میں ا

عنایت کو کیا سمجھوں؟ میں ایک ستم رسیدہ آدمی ہوں۔''

میں نے اس کی بات نظر انداز کر کے پوچھا۔ ''تم امریکی ہو؟''

وہ اچھل گیا اور اسے اپنے محتاط لہجے پر قابو نہیں رہا۔ ''امریکی! کیا تم باہر کی دنیا کے متعلق جانتے ہو۔ کیا کوئی امریکی پہلے بھی ادھر آیا ہے؟''

میں مسکرانے لگا، ایک مقتدر مسکراہٹ، جو اعتماد ہی سے ممکن ہو سکتی ہے وہ مجھ سے جواب کے لیے اصرار نہیں کر سکتا تھا، میری خاموشی سے اس کا چہرہ رنگ بدلنے لگا۔ ''میں سمجھتا ہوں، میں چند لمحوں میں حیران کن اور ناقابل یقین باتیں سن سکتا ہوں۔''

''یہاں ہر قدم ہر پل پر ایک حیرانی ہے اور صرف یہ ہے کہ مقدس اقابا عظیم ہے۔'' میں نے عقیدت جتاتے ہوئے کہا۔

''ہاں وہ عظیم ہے۔'' کسی بازگشت کی طرح نے اس دہرایا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''شراڈ۔'' اس نے متجسس لہجے میں جواب دیا۔

''شراڈ؟ مگر یہ امریکی نام تو نہیں ہے۔''

اس کی آنکھیں یکا یک روشن ہو گئیں اور پھر فوراً بجھ گئیں۔ ''یقیناً تم ان سب سے بہتر ہو۔'' اس نے پھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تم کیسے جانتے ہو؟ یہاں ضرور امریکی آئے ہوں گے اور تم نے ان کے ساتھ کئی سال گزارے ہوں گے اور'' وہ جذباتی ہو کر بولا۔ ''اور وہ سب جارا کا کی مقدس روح پر قربان ہو گئے ہوں گے۔''

''اگر ایسا کبھی ہوا ہے تو ان سب کی روحوں نے ابدیت کی جانب سکون سے پرواز کی ہوگی۔'' میں نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

نوجوان کا ہاتھ پہلو میں بیٹھی ہوئی لڑکی کے بدن پر پھیلا ہوا تھا، اس نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا۔ وہ تذبذب میں تھا کہ مجھ سے کہاں سے گفتگو کرے۔ میں اسے ٹٹول رہا تھا۔ اس کے لہجے میں کرب سمٹ آیا اور وہ رقت انگیز آواز میں بولا۔ ''کئی دن تک ہم سمندری موجوں سے سینہ سپر رہے پھر یہاں پناہ ملی تو محسوس ہوا کہ زندگی تو کھو گئی ہے۔ یہ تو کوئی اور چیز ہے۔''

''ہاں!'' میں اس کی باتوں سے متاثر ہو گیا۔ ''بہرحال تم اب یہیں کے ایک شخص ہو۔ اگر تم نے اچھی اطاعت کا اظہار کیا اور محنت کی تو زندگی یہاں ایسی کوئی بے کیف شے نہیں ہے۔''

''تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو، میں تمہاری خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ تم سے مجھے کوئی اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔''

''تم نے مقامی زبان کس طرح سیکھی؟'' میں نے پوچھا۔

وہ مجھے سمجھانے کے انداز میں بولا۔ ''میں امریکہ کا شہری ہوں لیکن میرے باپ امریکی وزارت خارجہ سے متعلق ہونے کی وجہ سے دنیا کے مختلف ملکوں میں رہے ہیں، میں آکسفورڈ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا وہاں افریقہ کی مختلف زبانوں کے طالب علم موجود ہیں۔ ان میں ایک لڑکی تھی جس نے مجھے تھوڑی بہت زبان سکھائی۔''

''تم آکسفورڈ میں پڑھتے تھے؟'' اچانک میرے منہ سے نکل گیا۔

''کیا؟ کیا تم آکسفورڈ سے واقف ہو؟'' وہ میرے قریب آ گیا۔ ''تمھاری شخصیت بڑی پراسرار ہے۔''

آکسفورڈ کے ذکر پر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے پوچھا۔ ''پروفیسر رچرڈ کیسے ہیں؟'' وہ امریکی گدھ ڈاکٹر برانٹن کیسا ہے؟''

''بخدا۔ معزز سردار، کیا یہ کوئی ساحرانہ گفتگو ہے؟'' وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ''تم مہذب دنیا کے آدمی ہو۔ مگر۔ مگر نہیں، تم کیسے ہو سکتے ہو۔ میں نے جارا کا کی قربانی کے موقع پر تمہیں دیکھا ہے۔'' وہ کہنا چاہتا تھا کہ تمھاری درندگی دیکھی ہے؟ وہ مضطرب ہو گیا اور اس نے بے اختیار میرے ہاتھ پکڑ لیے۔ ''بتاؤ تم کون ہو؟ تمھارے خط وخال اس علاقے جیسے نہیں ہیں۔ تم مجھ سے انگریزی میں بات کرو۔''

میں نے اس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ ''مقدس اقابلا عظیم ہے تم ایک سردار سے مخاطب ہو نوجوان شراؤ!''

شراؤ نے اپنی غلطی محسوس کی اور مجھ سے کسی قدر فاصلے پر کھڑا ہو گیا اور انگریزی میں کہنے لگا۔ ''شاید میں پاگل ہو جاؤں گا۔''

''نہیں۔'' پہلی بار میں نے انگریزی میں کہا۔ ''زبان قابو میں رکھو۔ تمہارا کوئی بھی آوارہ جملہ تمھارے لیے تباہیاں لا سکتا ہے۔ اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔''

میری فصیح انگریزی اور آکسفورڈ کے لہجے سے اس کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ وہ بیتاب ہو گیا۔ اس اجنبی سرزمین پر آکسفورڈ کا ایک طالب علم، انگریزی، اور یہ حلیہ اور اس کے گلے میں یہ عجیب وغریب قسم کی چیزیں؟ ''میرے معزز سردار! میں کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں۔ اعتماد کرو کہ میں تمھارے باب میں ہمیشہ محتاط رہوں گا۔'' وہ جذبات زدہ انداز میں بولا۔ ''یہ سب کیا ہے؟ تم کون ہو؟ مجھے بتاؤ تم کون ہو؟ اف یہ کتنا بڑا انکشاف ہے۔ کیسا سسپنس ہے تم مجھے اپنا ساتھی، اپنا دوست، اپنا بھائی سمجھو۔''

''میں کسی کا دوست، ساتھی اور بھائی نہیں ہوں۔ تم جزیرہ توری کے ایک عام شہری ہو اور میں تمہارا سردار ہوں۔ میں نے وہ آئینہ توڑ دیا ہے جو مجھے ماضی کا عکس دکھاتا تھا۔ تم بھی اس سے کنارہ کش ہو جاؤ اور دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرو۔''

''درست ہے۔'' وہ ایک دم اداس ہو گیا۔ ''مگر تمھاری داستان میرے لیے باعث عبرت ہو گی۔ جب تم باہر نہ جا سکے تو میں کس طرح جا سکتا ہوں؟ میں تمہیں دیکھ رہا ہوں مجھے پہلی ہی مرتبہ شک ہوا تھا کہ تم ان میں سے نہیں ہو اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا بھی تھا۔ میں تم پر کوئی طنز اور لعن طعن کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا مگر آکسفورڈ کا کوئی طالب علم اتنا سنگ دل نہیں ہو سکتا۔ تم حالات سے مجبور ہو گئے ہو۔''

اس کی باتوں میں لطف آ رہا تھا۔ وہ بار بار آکسفورڈ کے حوالے دے کر مجھے متاثر کرتا رہا۔ میں نے اس کے شدید اصرار پر اپنے بارے میں چند جملوں میں اسے مختصراً بتایا اور اقابلا کا ذکر احترام سے کیا اور اسے تاکید کی کہ اس بات چیت کے بعد میری اور اس کی درمیانی خلیج کا فاصلہ کم نہیں ہوا اور وہ مہذب دنیا سے متعلق ہونے کے سبب سے میری سفارش اور کسی خصوصی کرم کا بھی مستحق نہیں ہوا۔ اس نے ایک بار پھر مجھے یقین دلایا اور مجھ سے اجازت لے کر بے تحاشا مشروب پینے لگا۔ پھر اس نے توری کی حسین لڑکی کو سر پر اٹھا لیا۔ وہ ناچنے لگا اور میرے پاس آ کر کہنے لگا۔

''معزز سردار! مجھے شک سے بالا سمجھو! میں واقعات کی تہہ تک پہنچ چکا ہوں۔''

''واقعات کی تہہ؟'' میں نے قہقہہ لگایا۔

''سیاہ رات کی آندھی جسے تم جارا کا کا کی مقدس روح کہتے ہو، اس نے دوبارہ مجھے امان دی ہے۔ بے فکر رہو، میں دیوتاؤں کو ہمیشہ راضی رکھوں گا۔''

''دوبار؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔ ایک بار جہاز پر۔''

''جہاز پر؟ گویا تمھارے ساتھ واقعات مختلف انداز میں پیش نہیں آئے؟''

''ہاں، مگر معزز سردار کیا جارا کا کوئی عورت ہے؟''

''عورت۔ وہ تو ایک نیولا دیوتا ہے۔''

''نیولا۔ مقدس نیولا۔'' وہ ہنسا۔ ''مگر میں نے کل ان سیاہ ذرات میں ایک انتہائی حسین وجمیل عورت کی شبیہ دیکھی ہے ایسی عورت کی شبیہ جو میں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھی۔''

''کیسی عورت؟'' میں نے بیتابی سے پوچھا۔

''اس کے خدوخال اور اس کا حسن لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ شاید کوئی پری، کوئی

حور تھی۔ اس کا بدن پتوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نے ایک ایسی نگاہ سے مجھے دیکھا کہ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس کا سرخ و سفید رنگ میری آنکھوں میں تجلیاں بھر رہا تھا۔''

میں اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا۔ ''تم مجھے اس عورت کے بارے میں اور کچھ بتاؤ۔'' میں نے اس کے قریب جا کر پوچھا۔

''تم اسے جانتے ہو؟ معزز جابر بن یوسف! میں اس کی ایک نگاہ پر دنیا کا خطرناک سے خطرناک عزم کرنے کو تیار رہوں۔ اے کاش میں دوبارہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں اور سیاہ ذرات کی آندھی میں وہ روشن جمال نمودار ہو۔ جابر بن یوسف! ممکن ہے تمھارے ذہن میں ماضی کی لطافتیں کسی قدر محفوظ رہ گئی ہوں، میں بتاؤں کہ وہ سر بسر لطافت، سرتا پا نزاکت تھی۔''

شراذ بڑی روانی اور فصاحت سے انگریزی بول رہا تھا اور میں سن رہا تھا مجھے سرنگا کی بات شدت سے یاد آئی اور ایک سلسلہ سا خود بخود میرے دماغ میں وضع ہوتا گیا۔ میرے سامنے امریکی نوجوان شراذ کھڑا تھا۔

اس کی بہت سی باتیں مجھ سے مشابہ تھیں۔ اسے ابھی کچھ معلوم نہیں تھا لیکن وہ اپنی اعلیٰ صفات کی وجہ سے سب کچھ جاننے پر قادر ہو سکتا تھا، میں اس کی صورت دیکھتا رہا۔ اسے امان ملی تھی۔ جارا کاکا کی روح کے ساتھ اقابلا بھی موجود تھی جس کا جلوہ بڑا مہنگا تھا، وہ ایک مہذب نوجوان کے لیے آئی تھی۔ میں اس نوجوان کو توری کے عام نوجوانوں کی طرح نہیں برت سکتا تھا۔ مجھے دیکھ کر شراذ نے بے تکلفی سے ایک بات کی۔ ''معزز جابر بن یوسف! کیا میں ایک درخواست کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟''

''کہو۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔

''کیا میں چند لمحوں کے لیے جینا سے مل سکتا ہوں؟''

''مقصد بیان کرو۔'' میں جھنجلا کر کہا۔

''وہ میری منگیتر ہے معزز جابر! ہم دونوں افریقہ کے سفر پر ایک دوسرے کو سمجھنے کے لیے آئے تھے۔''

''مہذب دنیا کے رشتے بھول جاؤ شراذ۔'' اس کے اس انکشاف سے مجھے کچھ مسرت سی ہوئی۔ ''جینا اور اس کی ساتھی لڑکیاں اب توری کے سردار کے قریب آنے کا اعزاز حاصل کریں گی۔ توری کا سردار اسی وقت اسے تمھارے حوالے کر سکتا ہے جب وہ اپنے تصرف سے دستبردار ہو جائے۔''

''تم اتنا ظلم کرو گے؟ وہ مر جائے گی مگر یہ کبھی گوارا نہیں کرے گی۔''

''تم ایک سردار سے گفتگو کر رہے ہو۔'' میں نے درشت لہجے میں کہا۔

''مگر کیا یہ بات تمھارے اختیار میں نہیں ہے؟'' وہ جھنجلا کر بولا۔

''میرے اختیارات کے بارے میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم بے تکلفی اور گستاخی سے کام لے رہے ہو۔ سردار سب سے افضل ہے، اس کی خواہش سب سے مقدم ہے۔ اب تم یہاں سے جاؤ۔'' یہ کہہ کر میں نے زارے کو اندر بلایا اور نوجوان شراذ کو باہر بھجوا دیا۔ وہ مڑ کر میری صورت دیکھتا رہا اور میں نے توری کی ایک لڑکی کو ہاتھوں پر اٹھا کر شراب کے بڑے برتن میں لوٹا دیا۔ شراذ نے رک کر یہ مظاہرہ دیکھنا چاہا مگر زارے اسے باہر لے گیا اور میرا جسم ایک صحرا بن گیا۔ ایک صحرا جہاں کوئی آندھی آئی ہوئی ہو۔

☆==========☆==========☆

جزیرے کے دوسرے حصے کی طرف واپس ہوتے وقت بھی میرے لیے تپاک کا وہی حال تھا جاتے وقت تھا لیکن مجھے یہ سب کچھ مصنوعی معلوم ہو رہا تھا۔ قبیلے کے لوگ رشک اور فخر کی نظر سے میری جانب دیکھتے تھے مگر میں خود اپنی نظر میں گر گیا تھا مجھے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی تھی۔ کبھی تباہی، کبھی سفیدی، کبھی روشنی، کبھی تاریکی، کبھی زندگی، کبھی موت، وہی زمین کھسک رہی تھی جس پر میں نے بہ دقت قدم جمائے تھے، وہی درخت سر پر آ رہا تھا جس کی چھاؤں میں میں نے سکون کا ایک لمحہ تلاش کرنا چاہا تھا۔ میں ایک پُر خیال شخص تھا۔ میری نظریں آنے والے وقت کے گرد تانا بانا بننے کی صلاحیت رکھتی تھیں، میں نے واپس چلتے ہوئے راستے میں اپنے گرد آگ کی لپٹیں محسوس کیں۔ مجھے اسی حالت کے عالم میں سرنگا یاد آیا۔ شام کے قریب میں اپنے مکان پہنچ چکا تھا۔ میں نے سرتیا سے گلاب کا وہ پھول مانگا جو ایک پتے میں اس کے پاس محفوظ کر دیا گیا تھا۔ گلاب کی پتیاں مرجھا چکی تھیں لیکن ان کی خوشبو باقی تھی۔ میں نے انھیں آنکھوں سے لگا لیا اور میری نظروں میں اقابلا کا سراپا گھوم گیا۔ یہ اقابلا کی ساق سیمیں سے حاصل کیا ہوا گل تھا۔ یہ پھول میری ملکیت تھا۔ اس کے مرجھائے ہوئے پتے دیکھ کر مجھے ہر طرف خزاں سی محسوس ہونے لگی۔ میں بھی مرجھانے لگا۔

اسی وقت مجھے اطلاع دی گئی کہ باہر فزارو میرا منتظر ہے۔ میں باہر آیا تو مکان کے سامنے قبیلے کے بہت سے افراد جمع تھے۔ انھی میں ایک مفرور مہذب شخص بھی تھا اسے دیکھ کر میرا خون کھولنے لگا۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور اس کے گلے میں متعدد پھل لٹکے ہوئے تھے۔ جلد کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ جسم پر جا بجا خراشیں تھیں۔ غالباً وہ اس غار سے بھی فرار ہو گیا تھا جہاں اسے پناہ ملی تھی۔

''معزز سردار!'' فزارو کی غضب ناک آواز گونجی۔ ''ہم نے اسے ساحلی جنگلوں سے پکڑا ہے، اپنے دوسرے ساتھی کے بارے میں کوئی نشان دہی نہیں کر رہا ہے، کہتا ہے کہ فرار ہوتے وقت ہم جنگل میں بچھڑ گئے تھے۔ اس نے ایک غار میں پناہ لی تھی جہاں ایک بوڑھا شخص رہتا ہے، لیکن یہ بند

غار سے بھی فرار ہو گیا۔ اب یہ ایک اذیت ناک موت کا مستحق ہے۔''

مفرور قیدی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اس کی عمر 40 سے اوپر ہو گی۔ اسے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ قبیلے کے افراد میرے فیصلے کے منتظر تھے۔ فزارو نے میری خاموشی محسوس کرتے ہوئے دوبارہ کہا۔ ''معزز سردار! حکم ہو تو اسے آدم خور چیونٹیوں کے حوالے کر دیا جائے۔''

''رحم رحم۔'' اس نے فریاد و فغاں سے آسمان سر پر اٹھا لیا اور اپنے آپ کو چھڑا کر میرے قدموں سے لپٹ لیا۔ اس کے کھردرے چہرے کی کھال میرے پیر پر لگی اور میں نے اسے ایک حقیر کتے کی طرح اپنے پیر چاٹتے دیکھا۔ میں نے اس کے منہ پر ٹھوکر مار دی۔ وہ بلبلاتا ہوا ایک طرف لڑھک گیا۔ پھر میری دوسری ٹھوکر اتنی شدت سے پڑی کہ اس کے منہ سے خون کا فوارہ پھوٹا۔ اس کا خون دیکھ کر مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں نے آگے بڑھ کر فزارو کے ہاتھ سے وہ عصا لے لیا جو جنگلی جانوروں کو تابع بنانے کے لیے مخصوص تھا۔ قیدی کرب ناک انداز میں چیخنے لگا۔ اس کی خوف زدہ آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ میں نے پوری شدت سے عصا کی مٹھ اس کے جسم پر برسانی شروع کر دی۔ اس کی ہر فریاد پر، رحم کی ہر چیخ پر میرا ہاتھ تیز ہو جاتا۔ شاید میری سماعت مفلوج ہو چکی تھی۔ اس کی آہ و بکا میرے کانوں میں نہیں پہنچ رہی تھی۔ شاید میں اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے اس کے خون آلود جسم کے زخم دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ اس کی کھال جگہ جگہ سے اکھڑ گئی تھی۔ میری وحشت شباب پر تھی۔ قبیلے کے بہت سے افراد خوف زدہ ہو کر واپس چلے گئے۔ فزارو بھی کچھ نہیں بولا۔ مفرور قیدی کے جسم نے مزاحمت چھوڑ دی تھی۔ میں اس کی ساری کھال جسم سے علیحدہ کر دیتا مگر فزارو کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ ''معزز سردار! دیوتاؤں کی نوازشیں تم پر سایہ فگن رہیں۔ بس کرو۔ اب اس کا جسم سزا پا چکا ہے۔''

میں نے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ اب اسے سمندر کی گرم ریت پر پھنکوا دو تاکہ توری پر اڑنے والے پرندے اس کے گوشت سے لذت یاب ہوں۔'' یہ کہہ کر میں نے نفرت سے اس کے ادھڑے ہوئے جسم کی طرف دیکھا جو خون میں رنگ گیا تھا اور جس کی روح نکل چکی تھی، اور اگر اس کی روح اب تک اس کے ساتھ تھی تو وہ اس شکستہ جسم کا کب تک ساتھ دے سکتی تھی؟ جب جنگلی پرندے اس پر یلغار کریں گے تو اس کی روح کو اپنا یہ قالب خالی کرنا پڑے گا۔

قبیلے کے چند لوگ جب اس کا بکھرا ہوا جسم اٹھانے لگے تو میں فزارو کو واپس کر کے اپنے مکان میں چلا آیا۔ میرا سارا جسم پسینے میں شرابور تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے مسامات سے شعلے پھوٹ رہے ہوں۔ سرتیا نے مجھے دیکھا اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆==========☆==========☆

سرتیا رات کا کھانا لے کر میرے پاس آئی تو خاموش بیٹھی رہی۔ میں نے گوشت کے چند پارچے حلق میں اتار لیے اور مکان سے باہر آ گیا۔ باہر رات بیدار ہو رہی تھی اور گلیوں کے دونوں طرف مشعلیں ایستادہ تھیں۔ جھونپڑیوں کے باہر بنے ہوئے چبوتروں پر لوگ رات منا رہے تھے۔ ڈاکٹر جواد بھی ان میں موجود تھا۔ اس کی جھونپڑی کے باہر بڑے سلیقے سے شراب کے برتن رکھے ہوئے تھے اور ایک طرف گوشت سینکا جا رہا تھا اور دوسری طرف سے عورتوں کے قہقہے سنائی دے رہے تھے۔

''آج رات ہمیں میزبانی کا شرف بخشو، معزز جابر!'' ڈاکٹر جواد نے دور سے ہانک لگائی۔

''شکریہ جواد!'' میں نے نرمی سے جواب دیا۔ ''ان سرمستیوں میں خود کو فراموش مت کر دینا اور دوبارہ کوئی غلطی نہ کر بیٹھنا۔''

''معزز جابر! دنیا میں اس سے زیادہ اچھی زندگی کون سی ہو گی؟ میں اب تک پاک و صاف شخص ہوں اور مجھے تم سے محبت ہے۔''

میری طبیعت ڈاکٹر جواد کی دلچسپ باتوں سے لطف لینے پر مائل نہیں تھی۔ چلتے چلتے جب میں مہذب لڑکیوں کے زندان تک پہنچا تو میری رگیں تن گئیں۔ آج صبح شراد نے اپنی امریکی منگیتر جینا کا ذکر کیا تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا، توری کی عورتیں احترام سے ایک جانب کھڑی ہو گئیں۔ مہذب عورتوں نے بھی ان کے سردار کو تعظیم دینے کے لئے ان کی تقلید کی۔ کل صبح انہوں نے جارا کاکا کی عبادت کا ہول ناک منظر دیکھا تھا۔ اس لیے آج ان کے انداز سے خوف نمایاں تھا۔ جرمن عورت مارشا نے ایرانی لڑکی فروزیں کو ٹہوکا مار کر کہا۔ ''اسے کسی دن بالا رادہ ہمارے پاس آنا تھا۔ مزاحمت بے کار ہے خاموشی سے اس کی آغوش میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

''میں اس درندے کو ضرور مزہ چکھاؤں گی، میں اپنے تیز دانتوں سے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لوں گی چاہے بعد میں کچھ بھی ہو۔ اس زندگی سے تو موت اچھی ہے۔'' امریکی لڑکی نے سرگوشی میں کہا۔

''آج اس سے رحم کی توقع فضول ہے۔'' جولیا نے کہا۔

''لڑکیو! میرا کہا مانو۔ خود کو خندہ پیشانی سے اس کے سپرد کر دو۔'' تیس سالہ عورت مارشا نے کہا۔

میں ان کے خوف اور اندیشے سن رہا تھا، امریکی لڑکی خوف زدہ ہونے کے باوجود تیز لہجے میں بات کر رہی تھی، میں نے اسے توجہ سے دیکھا' اس کے نقش و نگار بے حد پُرکشش اور تیکھے تھے، وہ ایک تیز و طرار اور چست و چالاک لڑکی تھی۔ لانبا قد، رخساروں پر سرخی، ہونٹوں کے ساتھ بال بھی

تراشیدہ، ستواں ناک، اس کی آنکھیں ہرن کی آنکھوں جیسی تھیں اور وہ ہرن کی طرح چوکڑی بھرتی تھی کیونکہ اس کا بدن ہلکا تھا۔

ایسا لگتا تھا جیسے وہ بین الاقوامی مقابلہ حسن میں منتخب ہونے والی تین لڑکیوں میں سے ایک ہے۔ میں یہاں اس کے قریب کھڑی ہوئی ایرانی لڑکی کے حسن کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ میری نظریں صرف امریکی لڑکی کے بدن کا احاطہ کر رہی تھیں۔

''وہ صرف مجھے دیکھ رہا ہے۔'' اس کی آواز میں لرزش تھی۔

''میری پیاری دوست: ہمت سے کام لو۔ اس کا دل جیتنے کی کوشش کرو۔''

میں نے انگلی سے اس کی طرف اشارہ کیا۔ ''ادھر آؤ۔''

میرے بلانے پر اس کی ساری تیزی و طراری رخصت ہوگئی، مارشا نے اسے آگے بڑھنے پر اکسایا، وہ سہمی سہمی اپنی جگہ سے ہلی اور میرے سامنے آ کر کھڑی ہوگئی اتنے قریب کہ میں اس کی سانس تک سن سکتا تھا۔ ''آؤ میرے ساتھ۔'' میں نے اشارہ کیا۔

''نہیں نہیں مجھ پر رحم کرو۔'' وہ ہذیانی انداز میں چیخی۔

''چلو۔'' میں نے گرج کر کہا۔ وہ سہم گئی۔

''چلی جاؤ جینا۔ بدنصیب جاؤ۔ ہم تمھاری سلامتی کے ساتھ واپسی کے لیے دعا کریں گے۔'' مارشا نے عاجزی سے کہا۔

جینا نے گردن ڈال دی۔ جھونپڑی سے باہر آ کر میں آگے آگے چلنے لگا میرے پیچھے جینا اور اس کے پیچھے ایک نیزہ بردار محافظ تھا، میں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ میں بستی کے آخری کنارے کی ایک جھونپڑی کے پاس جا کے بیٹھ گیا اس حصے کے تمام لوگ میرے احترام کے لیے گلی میں گئے۔ میں ایک جھونپڑی میں داخل ہوگیا۔ میرے پیچھے پیچھے جینا بھی اندر آ گئی۔ نرم پتوں کے ڈھیر لمحوں میں فرش پر بکھیر دیئے گئے اور مشعلیں زمین میں گاڑ دی گئیں اور مشروبات کے مٹکے سجا دیئے گئے اور گوشت پھلوں کے تھال جھونپڑی میں ایک کونے میں رکھ دیئے گئے۔ میں نے شپالی چھوڑ کر اپنے تمام نوادر گلے سے اتار دیئے اور چوبی اژدہا متحرک کر کے ان کی حفاظت کے لئے متعین کر دیا۔ اژدہا جھونپڑی میں دیکھ کر مہذب امریکی دوشیزہ جینا کی چیخ نکل گئی تھوڑی دیر بعد میرے حکم پر جھونپڑی خادماؤں سے خالی ہوگئی۔ میں نرم پتوں پر دراز ہوگیا ان نرم پتوں کے مقابلے میں گداز سے گداز قالین ہیچ تھے۔ جینا کھڑی رہی اور لرزتی رہی۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' میں نے مقامی زبان ہی میں کہا۔

وہ کھڑی رہی مجھے خیال آیا کہ اس سے مقامی زبان میں گفتگو نہیں ہو سکے گی چنانچہ میں نے انگریزی میں کہا۔ ''سنو لڑکی!'' میں نے ابھی کہنا شروع کیا تھا کہ اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ ''تم نے

سردار کا درجہ اور فضیلت دیکھ لی ہے۔ اپنا ذہن صاف کر لو۔ یہاں ایک ایسی سوسائٹی قائم ہے جہاں عورتیں، سردار اور چند برگزیدہ لوگوں کے سوا کسی کی ملکیت نہیں ہوتیں۔ اپنے ماضی کے تمام سلسلے محو کر دو اور وہ ڈور کاٹ دو جو تمہارا رابطہ سمندر پار سے قائم کیے ہوئے ہے، تم نہ امریکی ہو، نہ برطانوی، نہ یشائی ہو، نہ یورپی۔ تم صرف ایک دوشیزہ ہو جس کا کام توری کے باشندوں اور اس کے سردار کو خوش کرنا ہے، اسی میں تمھاری خوشی مضمر ہے، مہذب دنیا کی اقدار مصنوعی ہیں، وہ انسانوں پر سماج کا ایک غیر فطری جبر ہے۔ آؤ! میرے قریب آ جاؤ اور سردار کی رفاقت سے عزت و مرتبہ حاصل کرو۔''

اسے جیسے سکتہ ہوگیا تھا، وہ حیرانی سے میری فصیح و بلیغ انگریزی سنتی رہی۔ ''میرے خدا!'' وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ ''تم۔ تم کون ہو''؟

''میں نے تمہیں جو حکم دیا ہے، اس پر عمل کرو۔''

وہ تیزی کے ساتھ پلٹ کر مٹکے سے مشروب انڈیل لائی اور جب میرے قریب آئی تو میں نے اس کا ہاتھ کھینچ لیا۔ مجھے انگریزی میں مخاطب دیکھ کر اسے کچھ ڈھارس سی ہوگئی تھی۔ اب وہ بہتر انداز میں مجھ سے رحم کی بھیک مانگ سکتی تھی، گڑگڑا سکتی تھی۔

''رحم۔ کس بات پر رحم؟ میں تمہیں زندہ تو نہیں جلا رہا ہوں۔''

''میں اپنی عصمت کی بھیک مانگتی ہوں۔'' وہ عاجزی سے بولی۔

''عصمت؟ امریکی لڑکی کے منہ سے یہ بات اچھی نہیں لگتی۔ یہاں عصمت کا کوئی تصور نہیں ہے، تم تاریک براعظم میں ہو۔''

''میں اس نوجوان سے منسوب ہوں جسے زندگی بخش دی گئی ہے۔ وہ میرا منگیتر ہے۔ وہ میرے غیر نہیں رہ سکتا۔''

''اس کے اعصاب پر ایک اور عورت سوار ہے۔''

''تم جھوٹ کہتے ہو۔'' وہ تیزی سے بولی پھر ایک دم نرم پڑ گئی۔ ''مجھے افسوس ہے کہ ہم نے علمی میں تمھارے خلاف نہ جانے کیا کیا گستاخیاں کی ہیں۔ میں معذرت خواہ ہوں۔''

''میں ایک درندہ ہوں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''مجھے افسوس ہے۔''

''اور تم ایک خوبصورت ہرنی ہو۔ تم میرا شکار ہو۔'' میں نے اس کے ہاتھوں کا بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

میرے اس اقدام سے وہ برہم ہوگئی اور مچلنے لگی۔ ''میں اس کی منگیتر ہوں۔ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔''

''منگیتر۔ اے آہو چشم۔ آہو بدن۔ یہاں کوئی کسی سے وابستہ نہیں ہے۔ مجھے دیکھ۔ کیا میں اپنے چہرے کا رنگ چھڑاؤں اور اپنی جلد کی اصل رنگت دکھاؤں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوگیا ہوں؟ نرمی سے بات کرو اور گداز پیدا کرو۔ میں ایک سردار ہوں اور اس درجے پر کسی برتری ہی کے سبب پہنچا ہوں۔ میں تم سے آخری بار کہتا ہوں کہ سردار جابر بن یوسف البا قر کا احترام کرنے کی عادت ڈالو اور شائستگی سے گفتگو کرو۔''

امریکی لڑکی خاصی ذہین نکلی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش ترک کر دی۔ شاید اسے میرے عزم کا یقین ہوگیا تھا۔ اس نے مشروب میرے ہاتھ سے چھین کر غٹا غٹ پی لیا۔ اور بولی۔

''تم نے میری زبان میں گفتگو کر کے مجھے کچھ جرات کرنے کی ترغیب دی ہے۔ میں تمھارے شکنجے میں ہوں اور تم سے کسی رعایت کی توقع بے کار ہے۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ ہمارے ساتھ اتنا سلوک بھی کیوں کیا گیا؟ یقیناً وہ تمھاری وجہ سے ہوا ہوگا ورنہ یہ درندے پہلے ہی دن ہماری بوٹیاں نوچ لیتے۔''

''میں نے تمھارے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''یہ تمھارا خیال ہے۔ بہر حال اب تم نے خود ہی سپر ڈال دی ہے تو میں تمہیں کچھ دل نشین باتیں کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ آؤ میری آغوش میں آجاؤ۔ اب شراؤ سے تمہارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ طاقت سب سے بڑا رشتہ ہے لیکن اگر تم مجھے ایک پسندیدہ آدمی کی نظر سے دیکھنا چاہو تو تمہیں نقصان کا کوئی احساس نہیں ہوگا۔ میں نے شہزادوں کی سی زندگی بسر کی ہے۔ میں بیروت جیسے بڑے شہر کے کلبوں کا ایک مقبول شخص تھا۔ میں نے آکسفورڈ میں تعلیم پائی ہے۔ میں شخصیت، علم اور وجاہت میں سب سے یکتا تھا۔ ایک برطانوی لڑکی فلورا میری محبوبہ تھی۔ جب میں بالکل تمھاری طرح یہاں آیا تھا تو اسے توری کے ایک سردار نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ اور اس نے مجھے ٹھکرا دیا تھا کیونکہ میں ایک کمزور شخص تھا، رفتہ رفتہ میں نے طاقت حاصل کی اور میں نے توری کے دونوں قبیلوں کی سرداری حاصل کر لی۔ فلورا آج کل جزیرہ بیزنار کے سردار کے پاس ہے۔ ہم پانچ آدمی زندہ رہ گئے تھے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ ہم نے کسی اکراہ کے بغیر یہاں کی زندگی جوں کی توں قبول کر لی تھی۔ یہاں آنے کے راستے بہت سے ہیں، جانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ سمجھیں نازک دوشیزہ؟'' میں یہ باتیں اس سے کہنا چاہتا تھا حالانکہ مجھے ان کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہو کہ میں شراؤ کے مقابلے میں اسے محبت سے جیتنا چاہتا تھا۔ میری اداس گفتگو نے اس پر گہرا اثر کیا۔ وہ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کرتی رہی اور میں ایسے جوابات دیتا رہا جو جزیرہ توری میں رہ کر دیئے جا سکتے تھے۔

''تم خوب زندہ رہے۔'' وہ افسردگی سے بولی۔

''تم میری قدرت میں ہو۔'' میں نے کہا۔ ''شراؤ کو بھول جاؤ۔''

''تمھاری روداد نے مجھے متاثر کیا ہے۔'' وہ غنودہ لہجے میں بولی۔ ''شراؤ تو اب ایک خواب معلوم ہوتا ہے۔''

''اس نے اپنے لیے توری کی ایک دوشیزہ پسند کر لی ہے۔ میں اس سے صبح ملا تھا۔''

''کیسا ہے وہ؟''

''وہ تم سے زیادہ ذہین ہے۔ اس نے بہت جلد ماحول سے مفاہمت کر لی۔''

''کیا وہ میرا ذکر کر رہا تھا؟''

''ہاں۔ اس نے تمہیں مانگا تھا۔''

''اچھا۔ پھر تم نے کیا جواب دیا؟''

''میں نے ڈانٹ دیا۔''

''کیوں؟ تم مجھے اس کے حوالے کر سکتے تھے۔ یہ کوئی غلط بات نہ ہوتی۔ تمہیں اس کا اختیار تھا۔'' وہ میری آغوش سے نکل گئی۔ پھر اس نے اپنا چہرہ میرے سامنے کر لیا۔

''میں نے تمہیں دیکھ لیا تھا مجھے معلوم تھا کہ میرے نائبین زارمے اور فزارو میں سے کوئی بھی تمہیں اس سے کسی وقت بھی مانگ سکتا ہے۔ اسے ہر حال میں تمہیں عاریتاً یا مستقل طور پر دینا پڑتا۔ میں سوچا کہ میں خود ہی تمھارے شباب سے حظ کیوں نہ اٹھاؤں اور بہتر ہے کہ تم تقسیم ہونے کے بجائے صرف ایک مرد کے تصرف میں رہو کیونکہ تمہیں حاصل کرنے کے لئے کسی کو مجھ سے مقابلہ نہیں کرنا پڑے گا۔ دور و نزدیک ایسا کوئی فرد نہیں ہے جو جابر بن یوسف کا ہم سر ہو سکے۔'' میں نے جواز تلاش کر لیا تھا جو بڑا کارگر ثابت ہوا، وہ موم کی طرح نرم ہوگئی۔

''کیا یہ ضروری ہے کہ ہم آج ہی ایک دوسرے سے ذہنی و جسمانی طور پر وابستہ ہو جائیں؟'' اس نے خلاف توقع سوال کیا۔

''نہیں۔ تم اس کے بعد بھی اپنا ذہن آمادہ کر سکتی ہو۔''

وہ جھونپڑی کے فرش پر لوٹتی رہی۔ مجھے اس کا یہ انداز اچھا لگا، اگر وہ میرے حکم پر فوراً مجھ میں تحلیل ہو جاتی تو مجھے آسودگی کا شکوہ رہتا۔ وہ مچل رہی تھی اور میں اسے اپنے شکنجے میں جکڑ رہا تھا۔ میں نے ایسی صورت پیدا کر دی تھی کہ وہ نفرت و اذیت سے چیخیں مارے، رحم کی درخواست کرے لیکن وہ نفرت و اذیت کو بھول گئی۔ شاید اس سبب سے کہ اسے جابر بن یوسف جیسے تجیح شخص کا قرب نصیب ہوا تھا۔

وہ ابھی سوئی ہوئی تھی کہ میں اپنے نوادر گلے میں ڈال کر چلا آیا۔ وہ گہری نیند میں تھی اس لیے

اسے خبر نہ ہو سکتی۔ میرا خیال ہے۔ بہت دنوں بعد اسے ایک مطمئن نیند ملی۔ اس مبارک وقت کی نیند جب فیصلے ہو جائیں اور ذہن کشمکش سے نجات حاصل کر لے۔ یوں تو جزیرہ توری میں عورتوں کا حصول اور نشاط وصل کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ قصر اقابلا کی منتخب لڑکیاں، اشمار اور نرماز میری شدتوں کے سپرد کر دی گئی تھیں اور انگروما میں نیشا، کیشا سے رابطہ رہ چکا تھا مگر جینا کی بات ہی اور تھی۔ مجھے فتح کا احساس ہوا، ہاں جینا کے گلزار بدن میں ذہن و دل کی فرحت کے تمام سامان موجود تھے۔ اسے آداب آتے تھے۔ مجھے رات بھر فلورا یاد آتی رہی۔ بے وفا فلورا۔ علی الصباح میں اپنے مکان میں پہنچ گیا اور احساس ہوا کہ خلش ابھی ختم کہاں ہوئی ہے؟ کوئی چیز ابھی تک چبھ رہی ہے۔ میں نے فزارو کو طلب کر کے حکم دیا کہ وہ شراڈ کو شکار کی ٹولی کے ساتھ جنگل میں لے جایا کرے۔ فزارو سر جھکا کے جانے لگا۔ مجھے اچانک ایک خیال آیا، میں نے اسے روکا اور اپنا پہلا حکم منسوخ کر کے کہا۔ ''نہیں، جنگل میں نہ جانے دینا۔ زارمے سے کہا جائے کہ وہ اسے توری کی حسین لڑکیاں فراہم کرنے میں بخل سے کام نہ لے اور ہر وقت اس کی خدمت میں شراب پیش کی جائے اور توری کی نفیس غذائیں اسے فراہم کی جائیں۔ خدمت گار اس کی جھونپڑی پر متعین کیے جائیں اور اس سے کوئی کام نہ لیا جائے۔'' پھر مجھے ایک اور خیال آیا۔ میں نے جھنجھلا کے فزارو سے کہا۔ ''کچھ نہیں۔ شراڈ کی نقل و حرکت پر نگرانی رکھی جائے اور اسے شراب کشید کرنے کے کام پر لگا دیا جائے۔''

کئی دن یوں ہی گزر گئے۔ میں سمورال کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن تین روز زارمے کے قبیلے میں جاتا رہا اور شراڈ کو غلیظ ترین تالاب پر کام کرتے ہوئے دیکھا رہا۔ وہ سخت جان اس کام سے بہت خوش تھا۔ اس نے کئی بار مجھ سے بات کرنی چاہی۔ میں نے رسمی طور پر اس سے کلام کیا اور اسے ساحل سمندر پر مچھلیاں پکڑنے والے گروہ میں شامل کر دیا۔ پھر میرا رخ سمندر کی طرف ہو گیا اور میں نے دیکھا، اس نے جلد ہی مچھیروں میں مقبولیت حاصل کر لی ہے اور ایک طرح سے ان کا سربراہ بن گیا ہے۔ میں نے توری میں بننے والی مزید گلیوں اور جھونپڑیوں کی تعمیر کے کام پر اسے لگا دیا، وہ خندہ پیشانی سے پتھر ڈھوتا اور تعمیر کرتا رہا۔ اس نے تعمیر آسان کر دی اور مختلف قسم کی گاڑی بنا کر توری کے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا اور آخر میں، مجھے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنی پڑی۔ میں نے زارمے کو حکم دیا کہ اس سے کوئی کام نہ لیا جائے، عورتیں اور مشروبات اس کی خدمت میں پیش کیے جائیں۔ وہ دن بھر سرمست رہنے لگا اور اتنے دنوں کی تکان کے بعد اس نے خوب پی۔ اسے توری کی اعلیٰ درجے کی لڑکیاں پیش کی جانے لگیں، اس کی جھونپڑی پر عورتوں کا ہجوم رہنے لگا۔ اس نے باہر نکلنا کم کر دیا اور اپنی جھونپڑی میں ہی عیش و نشاط میں گم رہنے لگا۔ میں اس کی طرف سے کسی قدر مطمئن ہو گیا۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ اور زیادہ صحت مند ہو گیا ہے اور اس کے گالوں پر سرخی دوڑنے

لگی ہے کبھی کبھی میرا اور اس کا سامنا ہو جاتا تو وہ جینا کے بارے میں پوچھتا اور میری فیاضیوں کے سلسلے میں ممنونیت کا اظہار کرتا، وہ ہر بار کوئی خدمت تفویض کرنے کے لیے اصرار کرتا اور میں کہتا۔ ''ابھی تمھاری عمر خوشہ چینی کی ہے، جھوم جانے کی ہے، تھرکنے کی ہے، سرشار ہونے کی ہے۔ کام کا وقت آئے گا تو میں کام بھی سونپا جائے گا۔''

شراڈ کی نقل و حرکت کی کڑی نگرانی کی جا رہی تھی مگر کوئی ایسی بات دیکھنے میں نہیں آئی جو مجھے تشویش میں مبتلا رکھتی۔ میں اب سکون سے سمورال کے پاس جا سکتا تھا، اس عرصے میں اقابلا کی طرف سے کوئی سلسلہ جنبانی نہ ہوا۔ نرماز بھی واپس نہیں آئی۔ میں مہذب دنیا کی لڑکیوں کے پاس دوبارہ نہیں گیا۔ تیس روز گزر گئے تھے اور ایک پل ایک صدی معلوم ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ میرے بے قرار ذہن کو قرار آنے لگا اور میں نے اپنے وہموں اور وسوسوں سے بڑی حد تک چھٹکارا حاصل کر لیا۔ میں نے خود کو باور کرایا، یہ تو طلب صادق کی بات ہے۔ وہ اگر کسی اور جانب مائل ہے تو یہ محض وہم ہے۔ انگروما کے فاضل اسے حاصل نہیں کر سکتے۔ تاریک براعظم میں سمورال کے بقول کون کون کہاں کہاں اس کی قربت کا دعوے دار ہے۔ اس کا حصول سب سے مشکل کام ہے، اسے مجھ سے ربط خاص ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے ساتھ خصوصی نوازشیں کیوں جاری رہتیں۔ میرے عزائم کہاں گئے؟ ابھی تو میں ایک بہت کوتاہ قد شخص ہوں۔ میں نے توجہ کی لگام ہر طرف سے کھینچ کر سمورال کی قیام گاہ کی طرف موڑ دی۔

☆==========☆==========☆